مکتبہ فیضانِ شریعت
0334-3298312

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ



نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویۃ'' کا علمی محاسبہ

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ **ابو احمد محمد انس رضا قادری بن محمد منیر**

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مکتبہ **فیضان شریعت**، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

پروف ریڈنگ نظر ثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ **مولانا محمد سعید قادری**

**ابو اطہر مولانا محمد اظہر عطاری المدنی**

قیمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اشاعتِ اول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جمادی الآخر 1434ھ، اپریل 2013ء

## تقسیم کنندہ

## مکتبہ بہار شریعت، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

### ملنے کے پتے

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ، لاہور

☆ کرمانوالہ بک شاپ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ شمس وقمر، بھاٹی چوک، لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی کراچی

☆ مکتبہ اہلسنت، فیصل آباد

☆ مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ فیضانِ عطار، کاموئکی

☆ فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور

☆ رضا ورائٹی، داتا در مارکیٹ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویۃ" کا

# علمی مُحاسبہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر کے "البریلویۃ" میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

اور عقائد اہل سنت پر لگائے ہوئے الزامات کا تفصیلی جواب

شرک وبدعت، علم غیب، نور وبشر، حاضر وناظر، اختیارات وتصرفات، ختم ونیاز

عید میلاد النبی وغیرہ کے متعلق اہل سنت کے دلائل اور وہابیوں کے اعتراضات کے جوابات، وہابی مولویوں کی گستاخانہ

عبارات، انگریزوں کے چندوں پر کون پلتے تھے بریلوی یا وہابی؟ تحریک پاکستان کی حمایت اور مخالفت کس کس فرقے نے کی؟


**ابو احمد محمد انس رضا عطاری**

تخصُص فی الفقہ الاسلامی، شہادۃُ العالمیہ،

ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو



**مکتبہ فیضان شریعت، لاہور**

## فہرست مضامین

## فصل: امام احمد رضا خان کے فتاوی جات



## فصل: کراماتِ اولیاءِ اللہ

## انتساب

سیدی ومرشدی مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے نام جنہوں نے بدمذہبوں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں رَد فرما کر مسلکِ اہل سنت وجماعت کی آبیاری فرمائی اوراس کو گمراہ لوگوں کی تحریف سے محفوظ فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

سنن ابوداؤد، المعجم الاوسط للطبرانی اور المستدرک للحاکم کی صحیح حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((**إن اللہ یبعث لھذہ الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا**)) ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو امت کیلئے ان کے دین کی تجدید کر دے گا۔

(سنن أبی داود، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائة، جلد4، صفحہ109، المکتبة العصریہ، بیروت)

پچھلے مُجَدِّد دِین رحمہم اللہ کی سیرت کو دیکھا جائے تو کسی نے فقہ کی تجدید کی، کسی نے تصوف کی، کسی نے اس وقت کے گمراہ فرقے کا رَدّ کیا اور کسی نے دین اکبری جیسے فتنے کو باطل ثابت کیا تو انہیں مُجَدِّد کہا گیا۔ چودھویں صدی کہ جس میں فتنوں کی بھرمار تھی، اس میں ایک نہیں کئی فتنے تھے، کہیں مسئلہ ختم نبوت وفتنہ قادیانیت تھا، کہیں گمراہ فرقے تھے، کہیں جعلی پیر تو کہیں ہندو مسلم اتحاد کا فتنہ تھا۔ اس دور میں اللہ عزوجل نے مجدد امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کو پیدا فرمایا جنہوں نے اسلامی تعلیمات کی صحیح عکاسی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"**ما ظھر أھل بدعة إلا أظھر اللہ فیھم حجة علی لسان من شاء من خلقہ**" ترجمہ: جب بھی گمراہ لوگ ظاہر ہوں گے تو اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا اس کی زبان پر حجت ظاہر فرمادے گا۔(یعنی وہ ان گمراہوں کے نظریات کو باطل ثابت کرے گا۔)

(کنزالعمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد1، صفحہ385، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

جب انگریزوں سے آزادی کے لئے تحریکِ خلافت وجود میں آئی جس میں ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی تھی گاندھی کو اپنا لیڈر بنا کر مسجد کے منبروں پر بٹھایا جارہا تھا، اس کی جے بولی جارہی تھی بلکہ اسے رسول تک کہا جارہا تھا۔ اس وقت امام احمد رضا نے سب سے پہلے دوقومی نظریہ پیش کیا اور ہندو اتحاد کو ترک کرنے پر زور دیا۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''مشرکین سے اتحاد وموالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی ورہبر بنانا، مشرک لیکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جاکر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کر کے لیکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سربرہنہ ہونا، اس کے لئے نماز، دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا، مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا، آگ سے پھونکا، ان میں جو بعض گرفتار ہوئے اوران پر ثبوت کامل پہنچ گیا، ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی ریزولیشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری

جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھادے گا، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا۔ یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے، یہ سب افعال واقوال ضلال بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل و قابل اعدائے دین حمید و دشمنانِ رب مجید ہیں ﴿اِتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا ○ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا ○ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ ترجمہ: جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا، اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ133، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب بعض مسلمان سیاسی مولویوں نے گاندھی کو اپنا لیڈر بنا کر ہندؤں کو راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی چھوڑنے کا کہا تو آپ نے اس کا بھی رد فرمایا اور گائے کی قربانی جاری رکھنے کو واجب کہا چنانچہ فرماتے ہیں: ''گائے کی قربانی ہندوستان میں اعظم شعائر اسلام سے ہے۔قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔ اور ہم نے اپنے فتاوی میں ثابت کیا ہے کہ یہاں اس کی قربانی واجب ہے اور بلحاظ ہنود اس کا ترک ناجائز، کسی دینی کام کے لئے کفار سے چندہ لینا اول تو خود ہی ممنوع اور سخت معیوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''انا لا نستعین بمشرک ہم کسی مشرک سے مدد نہیں'' لیتے۔ ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی کتابی کافر سے قربانی کا ذبح کرانا مکروہ ہے اگر چہ کتابی کا ذبیحہ جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے ''کرہ ذبح الکتابی'' کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے ''لانہا قربۃ ولاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین'' کیونکہ یہ عبادت ہے اور دینی امور میں کافر سے مدد لینا مناسب نہیں ۔۔۔ تو مشرک سے مسلمان مجاہدوں کے لئے چندہ لے کر اس کی نگاہ میں اسلام کو معاذ اللہ محتاج و ذلیل ٹھہرانے کے لئے اس کے مذہب باطل کو اپنے دین پر فتح دینا اور اسلام کا ایک بڑا شعار بند کر دینا اسی کا کام ہوسکتا ہے جو سخت احمق اور اسلام کا نادان دوست یا صریح منافق اور اسلام کا چالاک دشمن ہو، والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ566، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب گاندھی نے مسلمانوں کو پستی کی طرف لیجانے کی ایک اور چال چلی کہ مسلمان انگریزوں سے ترک موالات کرلیں ان کی نوکریاں چھوڑ دیں تو مسلمان ایسا کرنے پر دن بدن پست ہوتے گئے اور ہندو مضبوط، اس پر امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فرمایا: ''بفرض غلط و بفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیرخواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے، حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں اور جو دعوی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو، منافقانہ میل پر پھولے ہو، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا۔ لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال کل دولتیں دنیاوی جمیع اعزاز جملہ وجاہتیں صرف

ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انہیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف وخطر کچا ہی چبائیں، یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی، یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**ہندو کیوں ملے ہیں اس کا راز:** میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت وگاندھی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا، اس کا اعادہ موجب افادہ۔مسلمانوں کا رب جل وعلا فرماتا ہے﴿**يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ**﴾ اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہم راز نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے، ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے کھل چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے۔ بیشک ہم نے تمہیں صاف صاف نشانیاں بتا دیں اگر عقل رکھتے ہو۔

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ﴿**وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا**﴾ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے، خیر خواہی درکنار کبھی بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، پھر انہیں یار وانصار بنانا ان سے وداد واتحاد منانا ان کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے؟ اور ضرور ہے﴿**وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ**﴾مگر تمہیں نگاہ نہیں۔ آؤ اب ہم تمہیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور ان کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں، دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

**اول:** اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

**دوم:** یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

**سوم:** یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز کرر ہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں۔**اولا:** جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔**ثانیا:** جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھر ادیا کہ کسی طرح یہ دفع ہو ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں، بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد ومزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔**ثالثا:** جب یہ بھی نہ بنی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کر دو۔امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کام دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ وہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوق اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں، قرقیاں ہوں گی تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہنود خریدیں گے، نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف تلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے،

دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ''وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے۔''ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالٰی۔۔۔'' (فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 535، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلٰی حضرت انگریزوں سے آزادی تو چاہتے تھے لیکن وہ اس آزادی کے لئے ہندو گاندھی کو مسلمانوں کا لیڈر بنانے پر راضی نہ تھے، یہی دو قومی نظریہ کی بنیاد تھی۔ آپ نے ہندو سازشوں کو بہترین انداز میں بے نقاب کیا۔ امام احمد رضا خان کی اس حکمت عملی کا اعتراف کرتے ہوئے نامور سائنسدان پاکستان کے قابل فخر شخصیت ڈاکٹر عبد القدیر خاں صاحب نے ایٹمی دھماکوں سے چند دن قبل 24 مئی 1998ء کو درج ذیل بیان جاری کیا:''آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا۔ استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔ اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جس کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کر دیا۔ امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز تھی۔ آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفاشعاری کا نشان مجسم تھی۔'' (ہینڈ بل، صفحہ 2،3، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

مولانا کوثر نیازی صاحب لکھتے ہیں:''امام احمد رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمیں کو خوب دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائد اعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے۔ دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی۔ پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔''

(امام احمد رضا خان بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، صفحہ 15، 14، معارف نعمانیہ لاہور)

چودہویں صدی کا سب سے بڑا فتنہ گمراہ فرقے تھے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ان فرقوں کے عقائد کے ردّ میں کئی تصانیف فرمائیں۔ ان میں ردّ قادیانیت اور ردّ شیعہ پر کئی رسائل تصنیف فرمائے۔ ردّ قادیانیت پر درج ذیل رسائل تحریر فرمائے:۔

(1) المبین ختم النبیین (حضور کے خاتم النبیین ہونے کے واضح دلائل)

(2) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (جھوٹے مسیح پر وبال اور عذاب)

(3) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (قادیانی مرتد پر قہر خداوندی)

(4) جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ (دشمنِ خدا کے ختم نبوت کا انکار کرنے پر خدائی جزاء)

(5) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (قادیانی مرتد پر خدائی خنجر)

اس طرح ردّ شیعیت پر کئی رسائل لکھے جن میں چند درج ذیل ہیں:۔

(1) ردّ الرفضۃ (تبرائی رافضیوں کا رد بلیغ)

(2) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (ملعونوں کی اذان کے بارے میں نیزے چبھونے والے دلائل)

(3) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھندو بیان الشھادۃ (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

ان فرقوں میں ایک وہابی فرقہ تھا جو دیوبند اور غیر مقلدوں پر مشتمل تھا۔ دیوبند عقائد کے لحاظ سے وہابی ہیں اور فقہ حنفی کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، جبکہ غیر مقلد وہابی کسی ایک امام کے مقلد نہیں جو مسئلہ جس فقہ کا اچھا اور آسان لگتا ہے اسے لے لیتے ہیں۔ رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے فتاوی رشیدیہ میں صاف کہا ہے: ''عقائد میں سب متحد ہیں مقلد اور غیر مقلد (یعنی دیوبندی اور وہابی) البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔'' پھر ایک جگہ ابن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکاروں کے متعلق لکھتے ہیں: ''محمد بن عبدالوہاب کے عقائد عمدہ تھے وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔'' (فتاوی رشیدیہ، مسائل متفرقہ، صفحہ235، قرآن محل، کراچی)

دیوبندی حنفی ہونے کے ساتھ ساتھ اہل سنت و جماعت ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں، جبکہ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے کہ فرقہ اہل سنت مخصوص افراد پر مشتمل نہیں بلکہ مخصوص عقائد پر مشتمل ہے۔ جس کا عقیدہ اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہوگا، وہ خود کو لاکھ سنّی کہے وہ بدمذہب ہے۔ لہٰذا دیوبندی اگر حنفی بھی ہوں لیکن جب ان کے عقائد اہل سنت والے نہیں بلکہ وہابیوں والے ہیں تو یہ قطعاً اہل سنت نہیں ہیں۔

ہندوستان میں وہابیت کا بیج اسماعیل دہلوی نے بویا۔ دیوبندی اور وہابی اسماعیل دہلوی کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی جس میں مسلمانوں کے کئی جائز و مستحب افعال کو شرک کہا۔ جبکہ گنگوہی صاحب اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔'' (فتاوی رشیدیہ، کتاب الایمان والکفر، صفحہ41، قرآن محل، کراچی)

وہابی ابن عبدالوہاب کے پیروکار تھے اور وہ خارجی تھا۔ اس کے خارجی ہونے کی علمائے کرام نے صراحت فرمائی ہے چنانچہ وہابیوں کی حرمین شریفین پر قتل و غارت پر کلام کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الجہاد، باب البغاۃ میں زیر بیان خوارج میں فرماتے ہیں "کما وقع فی زماننا فی اتباع (ابن)عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانو ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقد وا انھم ھم المسلمون و ان من خالف اعتقاد ھم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالی شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عسا کر المسلمین عام ثالث وثلثین و مائتین والف " ترجمہ: یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسے ہمارے زمانے میں پیروانِ ابن عبدالوہاب میں سے ہوئے۔ وہ جنہوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر غلبہ حاصل کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے اہلسنت کا قتل اور ان کے علماء کو شہید کرنا مباح ٹھہرالیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کیے اور بارہ سو تینتیس کو لشکرِ مسلمین کو ان پر فتح بخشی۔

(رد المحتار، کتاب الجہاد، باب البغاۃ، جلد4، صفحہ262، دار الفکر، بیروت)

خارجی فرقہ کی تاریخ بہت پرانی ہے یہ فرقہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو شرک سمجھتا ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت صحابہ کرام تابعین کو بھی مشرک سمجھتے تھے اور ان کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ یہ خارجی اس بات پر گمراہ ہوئے کہ جب واقعہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو حاکم بنایا تو خارجیوں نے کہا علی نے شرک کیا۔ حاکم صرف رب کی ذات ہے۔ اور دلیل میں یہ آیت پڑھتے تھے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ ترجمہ: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ (سورۃ الانعام، سورت6، آیت 57)

پھر یہ خارجی قرآن پاک کی آیات کو توڑ موڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرک ثابت کرتے تھے۔ کنز العمال میں ہے ''عن علی أنه أتاه رجل من الخوارج فقال ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ﴾ ألیس كذلك ؟ قال بلی فانصرف عنه ثم قال ارجع أی قال إنما نزلت فی أهل الكتاب'' ترجمہ: ایک خارجی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور یہ آیت پیش کی: سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیریاں اور روشنی پیدا کی اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ پھر کہا: کیا ایسا نہیں ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: کیوں نہیں۔ جب خارجی جانے لگا تو حضرت علی نے اسے واپس بلایا اور کہا یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی تفسیر، سورۃ الأنعام، جلد2، صفحہ 520، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

یعنی خارجی نے پہلے حضرت علی کو شرک ثابت کرتے ہوئے یہ آیت پیش کی، پھر آپ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے، اسے مجھ پر منطبق نہ کرو۔ خارجی حضرت علی کو معاذ اللہ مشرک ٹھہراتے ہوئے آپ کے سامنے نعرے لگاتے تھے۔ تاریخ طبری میں ہے ''عن كثير بن بهز الحضرمی، قال قام علی فی الناس یخطبهم ذات یوم، فقال رجل من جانب المسجد لا حكم إلا لله، فقام آخر فقال مثل ذلك، ثم توالی عدة رجال یحكمون، فقال علی الله أكبر، كلمة حق یلتمس بها باطل'' ترجمہ: کثیر بن حضرمی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو مسجد کی ایک جانب سے ایک خارجی شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا ''لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ'' پھر دوسرا کھڑا ہوا اس نے بھی ایسا کہنا شروع کر دیا۔ اس طرح پے در پے کئی خارجی یہی نعرہ لگاتے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کے اس رویے پر فرمایا اللہ اکبر یہ کلمہ تو ٹھیک ہے لیکن اس سے جو (شرک کا) استدلال ہے وہ باطل ہے۔ (تاریخ الطبری، الجزء الخامس، جلد5، صفحہ 73، دار التراث، بیروت)

جس طرح آج مسلمانوں کو شرک ثابت کر کے شہید کیا جاتا ہے، مزاروں کو شہید کرنے کو ثواب عظیم سمجھا جاتا ہے اور اس کو حصول جنت کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے، خارجی بھی ایسے ہی عقائد کے حامل تھے۔ جب جنگ نہروان کے وقت حضرت علی نے انہیں سمجھایا کہ تم لوگوں کا یہ سمجھنا کہ ہمیں قتل کرنا تمہارے لئے حلال ہے درست نہیں۔ ہم کلمہ پڑھنے والوں کا خون کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے؟ اس وقت خارجیوں نے ایک دوسرے کو کہا ''لا تخاطبوهم، ولا تكلموهم، وتهیئوا للقاء الرب، الرواح الرواح إلی الجنة'' ترجمہ: ان کی

بات سنو نہ ان سے کلام کرو، اپنے رب سے ملاقات کرنے کی تیاری کرو۔ چلو چلو جنت کی طرف چلو۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، جلد5، صفحہ 85، دار التراث، بیروت)

صحابی رسول حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی وجہ سے خارجیوں کو کہ وہ قرآن مجید کی تحریف کرتے ہیں بدترین مخلوق جانتے تھے چنانچہ بخاری میں ہے "کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللّٰہ وقال انّھم انطلقو الی ایاتٍ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین" ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اُٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دی۔

(صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین، باب قتل الخوارج، جلد9، صفحہ16، دار طوق النجاۃ)

وہابیوں نے شرک وبدعت کی اپنی ہی خودساختہ تعریف بنائی ہوئی ہے۔ اس تعریف کے مطابق سوائے ان کے تمام مسلمان بدعتی و مشرک ہیں۔ یہ توحید وسنت کی آڑ میں اپنے عقیدے کی ترویج چاہتے ہیں۔ ان ہی کے فرقے کو چھوڑ کر عبد اللہ چکڑالوی جو منکر حدیث تھا اس نے خودساختہ توحید پرستی کی انتہا کر دی، اس نے تو حدیث ماننے کو شرک کہہ دیا۔ چنانچہ آئینہ پرویزیت میں وہابی مولوی عبد الرحمٰن کیلانی لکھتا ہے: ''عبد اللہ چکڑالوی: آپ ضلع گورداسپور کے موضع چکڑالہ میں پیدا ہوئے اور اس نسبت سے چکڑالوی کہلاتے ہیں۔ آپ ایک الگ فرقہ مسمّی اہل القرآن کے بانی ہیں۔ آپ کا تبلیغی مرکز لاہور تھا۔ آپ پہلے اہل حدیث اور متبع سنت تھے۔ بعد میں حجیت حدیث سے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ اسے شرک فی الکتاب قرار دینے لگے۔ وہ کہتے ہیں: پس کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کے احکام کو مانا جاتا ہے اسی طرح کسی اور کتاب یا شخص کے قول یا فعل کو دین اسلام میں مانا جائے خواہ فرضاً جملہ رسل وانبیاء کا قول یا فعل ہی کیوں نہ ہو، شرک موجب عذاب ہے۔۔۔ یعنی دین میں اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم ماننا بھی اعمال کو باطل کرنیوالا باعث ابدی ودائمی عذاب ہے۔ افسوس شرک فی الحکم میں آج کل اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ ترجمۃ القرآن، صفحہ 98۔''

(آئینہ پرویزیت، صفحہ119، مکتبۃ السلام، لاہور)

وہابیوں کے نزدیک نبی یا کسی بزرگ کی تعظیم کرنا یا اس چیز کی تعظیم کرنا جو بزرگوں سے نسبت رکھنے والی ہو شرک ہے چنانچہ تقویۃ الایمان میں ہے: ''گرد و پیش (حرم کے اردگرد) کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیر، پیغمبر یا بھوت وپری کے مکانوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے تو اس پر شرک ثابت ہے۔''

(تقویۃ الایمان، مقدمۃ الکتاب، صفحہ8، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

لہٰذا ان کے نزدیک پکی توحید یہ ہے کہ نبی کی تعظیم عام انسانوں سے بھی کم کرو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے متعلق اسماعیل دہلوی لکھتا ہے: ''جو بشر کی سی تعریف ہو (وہ کرو) اس میں بھی اختصار (کمی) کرو۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس فی رد الاشراك، صفحہ44، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

وہابیوں کے نزدیک غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے اور جو اس سے باز نہیں آتا اس کا قتل جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے وہابیوں کے عقائد کا شدومد سے ردّ فرمایا اور صحیح تعلیماتِ اہل سنت کو عام کیا چنانچہ فرماتے ہیں: ''یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر

مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں ائمہ ہدی کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمانوں کو کافر مشرک بنائیں، قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر، بیگانہ مچل کر، حرام خدا کو حلال کردیں حلال خدا کو حرام، کہیں ان کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی واظہر ۔۔۔اصل اس گروہ ناحق پژدہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے "عن نافع عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنھما قال ذکر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال (( اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللّٰہ وفی نجدنا قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللّٰہ وفی نجدنا فاظنّہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان ))" نافع سے ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں ۔حضور نے دوبارہ وہی دُعا کی الٰہی! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں، الٰہی! ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں ۔صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں ۔عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔۔۔اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق عبد الوہاب نجدی کے پسر و اتباع نے بحکم آنکہ "پدر اگر نتواند پسر تمام کند" (باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کردے گا) تیرھویں صدی میں حرمین شریفین پر خروج کیا اور نا کردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اُٹھا نہ رکھا ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ حاصل اُن کے عقائد زائغہ (ٹیڑھے) کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذ اللہ مشرک ۔اسی بناء پر انہوں نے حرمِ خدا و حریمِ مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذاً باللہ دار الحرب اور وہاں کے سُکانِ کرام ہمسایگانِ خدا اور رسول کو (خاکم بدہانِ گستاخاں) کافر و مشرک ٹھہرایا اور بنامِ جہاد خروج کرکے لوائے فتنہ عظمیٰ پر شیطانیت کبریٰ کا پرچم اُڑایا۔۔۔

غرض یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں قدم جمائے، بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک، یہاں یہ طائفہ بحکم ﴿الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا﴾ (وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے)۔خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا، دوسرے نے "قدم عشق پیشتر بہتر" (عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے۔) کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ انہیں گمراہ یہ اُنہیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنت وعداوت اہلِ حق میں پھر ملت واحدہ رہے، ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہوتا ہے۔) ان کے امام

وہابی وثانی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کو شرک کافر بنانے کو حدیث صحیح مسلم "لا یذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزی (الی قولہ) یبعث اللّٰہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الی دین اٰبائھم " مشکوٰۃ کے باب "لا تقوم الساعۃ شرار الناس " سے نقل کر کے بے دھڑک زمانہ موجودہ پر جمادی جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعزّیٰ کی پھر سے پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھا لے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہو جائے گی۔ اس حدیث کو نقل کر کے صاف لکھ دیا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا (یعنی وہ ہوا چل گئی۔) اِنّا للّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔

ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی تو واجب ہُوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تُو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں؟ کیا تمہارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے؟ تم سب بھی انہیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، سچ آیا حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "حبک الشیء یعمی ویصم" محبّت تجھے اندھا اور بہرا کردے گی۔

شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا۔ غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرائے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہو جائے، اور اس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوٰۃ کے اُسی " باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس " میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلافصل دوسری حدیث مفصل۔ اسی صحیح مسلم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مُوجود تھی جس سے اس حدیث کے معنیٰ واضح ہوتے اور اُس میں صراحۃً ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغازِ بُت پرستی کا منشا کیا ہوگا؟۔۔۔

واقعی یہ لوگ اُن پُرانے خوارج کے ٹھیک ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں وہی مسئلے، وہی دعوے، وہی انداز، وہی وتیرے، خارجیوں کا داب تھا کہ اپنا ظاہر اس قدر متشرع (خود کو مولوی) بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابندِ شرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعویٰ عجب دام درسبزہ تھا مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنیں وچناں بزعم خبیث، پھر ان کے اکثر مکلّبین ظاہری پابندی شرع میں خوارج سے کیا کم ہیں؟ اہلسنّت کان کھول کر سُن لیں دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہو جائیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا "تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم" تم حقیر جانو گے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال کو اُن کے اعمال کے مقابل۔ باایں ہمہ ارشاد

فرمایا"ویقرؤون القرآن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ

،رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ" ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے پرگلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔۔۔"

(فتاوی رضویہ جلد6،صفحہ656،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

مجدد کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ احسن انداز میں دین کو تازہ کرے اور جو غیر شرعی باتیں اس میں داخل ہوئی ہوں اسے دور کرے۔اس لحاظ سے بدمذہبوں کے برے عقائد کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا اور اسے قرآن وسنت کے خلاف ثابت کرنا امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن پر لازم تھا۔حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا((اذا ظھرت البدع ولعن آخر ہذہ الأمۃ أولہا فمن کان عندہ علم فلینشرہ فان کاتم العلم یومئذ ککاتم ما أنزل اللہ علی محمد)) گمراہی ظاہر ہو اور بعد میں آنے والے پہلوں پر لعنت کریں۔(جیسے صحابہ کرام،اہل بیت اور ائمہ کرام پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے) اس وقت جس کے پاس علم ہو وہ اپنا علم (ان گمراہوں کے خلاف) واضح کرے۔اس وقت اگر اس نے اپنا علم چھپایا تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے اس کو چھپایا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رب تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الایمان،الباب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ،جلد1،صفحہ316،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

الغرض امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ایک مجدد کی ذمہ داری کو بہت احسن انداز میں سرانجام دیا اور امت مسلمہ کو کثیر اسلامی مواد فراہم کیا، جو قرآن،حدیث،فقہ،تصوف،جدید علوم پر مشتمل ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان پاکستان سمیت پوری دنیا میں امام احمد رضا خان کی شخصیت وعلمیت پر فی الوقت 24 پی۔ایچ۔ڈی اور کثیر ایم۔فل ہو چکے ہیں اور مزید جاری ہیں۔ایک پی۔ایچ۔ڈی آپ نے جو سائنس کے موضوع پر لکھا ہے اس پر ہو رہی ہے۔

لیکن اہل سنت کی مظلومیت یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سرکاری اداروں خصوصا یونیورسٹیوں پر وہابیوں نے اپنا تسلط جما کر امام احمد رضا خان کی شخصیت کو بالکل نظر انداز کردیا اور اپنے عقیدے کے علماء کو مجاہد وعلم وحکمت کے پیکر بنا دیا۔وہ اسماعیل دہلوی جو انگریزوں کے پیسوں پر سکھوں سے لڑنے نکلا اور مسلمان پٹھانوں کے ہاتھوں مارا گیا،وہ مجاہد بن بیٹھا۔آج ہر فرقے والے دعویدار ہوگئے کہ ہم نے پاکستان بنایا ہے۔جس مفکر اسلام نے دین اسلام کی آبیاری کی بدمذہبوں نے اسے بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، اس کے خلاف کتابیں لکھ کر ہندوستان وسعودیہ وغیرہ میں یہ ظاہر کرنے کی مذموم کوشش کی گئی کہ یہ ایک نئے مذہب **"بریلوی"** کا بانی تھا ایک پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ میں سعودیہ گیا تو وہاں ایک پروفیسر سے ملاقات ہوئی اس نے امام احمد رضا خان کے بارے میں کہا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنے کو جائز کہتے تھے۔میں نے کہا نہیں وہ تو اسے ناجائز کہتے تھے۔سعودی پروفیسر نے کہا کہ ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنے کو جائز کہتے ہیں۔

درحقیقت بریلوی کوئی نیا مذہب نہ تھا بلکہ ہندوستان میں جب دیگر فرقے خودکو توحید پرست، قرآن وسنت کا پیکر ظاہر کرنے کی کوشش میں تھے اور اپنے عقائد کو قرآن وحدیث سے باطل استدلال کر کے ثابت کر رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر اعتراض کر رہے تھے، ختم نبوت کے معنی میں تحریف کر رہے تھے، مذہب اہل سنت کو بدلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ان کے باطل عقائد کا قرآن وحدیث اور عقائد اہل سنت سے ردّ فرمایا اور دین اسلام کی تجدید کی، جس کی وجہ سے ان کے متبعین کو بدمذہب بریلوی کہنا شروع ہوگئے۔ ورنہ بریلوی کوئی نیا دین نہ تھا۔ کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ بریلویوں کے عقائد اہل سنت کے خلاف ہیں۔ جس طرح حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی ایک نسبت ہے اور عقائد سب کے اہل سنت والے ہیں۔ اسی طرح بریلوی بھی ایک نسبت ہے جو برصغیر میں سُنّیت کی پہچان ہے۔ فتاوی فقیہ ملت میں ہے: ''مذہب حق اہل سنت و جماعت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے۔ اسی لئے ضرورت کے لحاظ سے ہر زمانہ میں مذہب حق کو امتیاز کے لئے الگ الگ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں مثلاً صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں جب معتزلہ ظاہر ہوئے تو اُس وقت کے تمام صحابہ وتابعین جن میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حسن بصری جیسے جلیل القدر صحابی وتابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، سب نے مل کر معتزلہ کے باطل عقائد کا رَد کیا، لیکن حضرت ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے اصحاب نے بڑی سختی سے رَد کرتے ہوئے ان کے خلاف کتابیں تحریر کیں، جس کی وجہ سے اہل سنت کو معتزلہ سے ممتاز کرنے کے لئے اشعری کہا گیا۔

اسی طرح موجودہ دور میں بھی اولیاء کرام ودیگر علمائے عظام نے بدعقیدہ فرقوں کا رَد کیا اور مذہب اہل سنت کی خدمات انجام دی ہیں، لیکن امام احمد رضا محدث بریلوی نے بڑی سختی سے ان کا رَد کیا اور ان کے باطل عقائد کے خلاف بے شمار کتابیں تصنیف فرما کر اولیاء کرام کے عقائد ونظریات کو عام کیا، اس لئے مذہب حق اہل سنت کو تمام باطل فرقوں، قادیانی، دیوبندی، وہابی اور مودودی وغیرہم سے ممتاز کرنے لئے ''**مسلک اعلیٰ حضرت**'' خاص وعام میں رائج ہوا، جسے عامۃ المسلمین نے پسند بھی کیا اور حدیث شریف میں ہے ''**ما**

**المسلمون حسنا فهو عند الله حسن**'' کو عامۃ المسلمین اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''

(فتاوی فقیہ ملت، جلد2، صفحہ429، شبیر برادرز، لاہور)

مبلغِ اسلام حضرت علامہ سیّد محمد مدنی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''غور فرمایئے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے، از اوّل تا آخر مقلد رہے، ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی، نیز سلف صالحین وائمہ ومجتہدین کے ارشادات اور مسلکِ اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لئے بھی ''سبیل مومنین صالحین'' سے نہیں ہٹے۔ اب اگر ایسے کے ارشاداتِ حقانیہ اور توضیحات وتشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں سلفِ صالحین کی رَوش کے مطابق یقین کرنے والوں کو ''**بریلوی**'' کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت وسنیت کو بالکل مترادف المعنیٰ نہیں قرار دیا گیا؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل

بریلوی کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کرلیا گیا؟''

(سید محمد مدنی، شیخ الاسلام، تعلیم، دور حاضر میں بریلوی، اہل سنت کا علامتی نشان، صفحہ 10، 11، مکتبہ حبیبیہ، لاہور)

امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں الازہری مدظلہ عالیہ سے ایک انٹرویو کے دوران جب سوال کیا گیا کہ پاکستان میں بعض لوگ اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہیں اور بعض اپنے آپ کو دیوبندی، کیا یہ اچھی بات ہے؟ اس کے جواب میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں: ''بریلوی کوئی مسلک نہیں۔ہم مسلمان ہیں، اہلسنت وجماعت ہیں۔ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں، حضور کے اصحاب کا ادب کرتے ہیں، حضور کے اہلبیت سے محبت کرتے ہیں، حضور کی امت کے اولیاء اللہ سے عقیدت رکھتے ہیں، فقہ میں امامِ اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ہم اپنے آپ کو بریلوی نہیں کہتے، ہمارے مخالف ہمیں بریلوی کہتے ہیں۔''

(ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، صفحہ 14، فروری 1988ء)

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں پر کاربند رہے، مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا لکھتے ہیں: ''تیسرا فریق وہ تھا جو شدّت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا، اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔''

( حیات شبلی، صفحہ 46، بحوالہ تعریب تذکرہ اکابر اہل سنت صفحہ 22)

ابویحیٰ امام خاں نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں: ''یہ جماعت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے۔مگر دیوبندی مقلدین (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم یافتگانِ مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں بریلوی کہتے ہیں۔''

(تراجم علمائے حدیث ہند، صفحہ 376، مطبوعہ سبحانی اکیڈمی، لاہور)

مشہور رائٹر شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں: ''انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔''

(موج کوثر، صفحہ 70، طبع ہفتم 1966ء)

وہابیوں کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ''امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسّی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔''

(شمع توحید، صفحہ 40، مطبوعہ، سرگودھا)

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی کے القاب میں سے ایک لقب ہی عالم اہل السنۃ تھا۔اہل سنت وجماعت کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا رکن بننے کے لئے سُنّی ہونا شرط تھا، اس کے فارم پر سُنّی کی یہ تعریف درج تھی: ''سُنّی وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہوسکتا ہو، یہ وہ لوگ ہیں، جو ائمہ دین، خلفاء اسلام اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے شیخ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی، حضرت ملک العلماء، بحر العلوم صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں رحمھم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔''

( خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، صفحہ 85،86، مکتبہ رضویہ، لاہور)

اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان ہی عقائد وافکار کو نشانہ بنارہے ہیں جو زمانہ قدیم سے اہل سنت والجماعت کے چلے آ رہے ہیں ۔یہ الگ بات ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے کہ کھلے الفاظ میں اہل سنت کے عقائد کو مشرکانہ اور غیر اسلامی قرار دے سکیں ،باب عقائد میں آپ دیکھیں گے کہ جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرکانہ قرار دیا گیا ہے، وہ قرآن وحدیث اور متقدمین علمائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہیں،کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی پیش نہیں کیا جاسکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو اور متقدمین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔

## موضوع کو اختیار کرنے کا سبب

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر'' میں ایک حدیث پاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((للمؤمن أربعة أعداء مؤمن يحسده ومن وشيطان يضله وكافر يقاتله))چار دشمن ہیں:مومن اس سے حسد کرتا ہے،منافق اس سے بُغض رکھتا ہے، شیطان اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کافر اسے قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر، حرف اللام ،جلد3، صفحہ26،دار الفکر ،بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی بدمذہبوں نے منافقوں والا کردار ادا کیا۔ان کی اسلامی خدمات کو چھپانے کی کوشش کی اور ان پر انگریزوں کی غلامی، آزادی کی مخالفت کے الزام لگائے اور اسے جھوٹ اور تحریفوں کے ذریعے ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی۔کوئی بھی نیا فرقہ اس وقت پروان نہیں چڑھتا جب تک وہ دو چیزیں نہ اپنائے ۔ایک یہ کہ قرآن وحدیث کو توڑ موڑ کر اپنے عقیدے کو صحیح ثابت کرے اور دوسرا یہ کہ اہل سنت فرقہ کو گمراہ ثابت نہ کردے۔وہابی خود کو توحیدی واہل حدیث ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی توڑ موڑ تو کرتے ہیں، اب ان کے لئے یہ بڑا مسئلہ تھا کہ اہل سنت کو کیسے گمراہ ثابت کیا جائے؟ چنانچہ وہابی مولوی احسان الٰہی ظہیر نے اہل سنت کو گمراہ ثابت کرنے کے لئے پاکستانی صدر ضیاء الحق کے دور میں ایک کتاب بنام''البریلویۃ''عربی زبان میں لکھی جس میں اس نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن پر بہتان لگائے، بریلویوں کو گمراہ ومشرک ثابت کرنے کے لئے عبارتوں میں تحریفات کیں۔جب اس کا بہترین جواب شرف ملت مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تو بجائے اس کے کہ وہابی اپنی غلطیوں سے رجوع کریں بلکہ ایک وہابی نے البریلویۃ کا ترجمہ اور مزید حاشیہ لگا دیا جس میں ایک آدھ جگہ پر عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اعتراض کر کے اپنے دیگر وہابیوں کو یہ جتلا دیا کہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی جواب دیدیا گیا ہے۔یہی آج کل رائج ہے کہ ہر بدمذہب فرقہ اپنے خلاف لکھی گئی کتاب کا بالتفصیل جواب نہیں دیتا ادھر اُدھر کی مار کر اپنے فرقے والوں کو یہ تسلی دیتا ہے کہ جواب ہو گیا ہے۔

''البریلویۃ'' کافی عرصہ سے دنیا کے کئی ممالک میں کئی زبانوں میں جاری ہے اور لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر رہی ہے۔پاکستان کی حکومت نے اس کتاب پر کوئی پابندی نہیں لگائی، بلکہ کئی سالوں بعد اس کا اردو ترجمہ کر کے اس کی تشہیر کی جارہی ہے،انٹرنیٹ کی ویب

سائیٹس پر یہ کتاب عام کی جارہی ہے، اس کے سوفٹ ویئر بنائے جارہے ہیں۔یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ دیوبندی مولوی خالد مانچسٹر اور الیاس گھسن اور دیگر وہابی مولویوں نے اسی کتاب ''**البریلویہ**'' سے مواد لے کر اپنی کتب میں شامل کیا ہے اور اہل سنت بریلوی مسلک کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس لئے راقم الحروف نے ضروری سمجھا کہ اس پوری کتاب کا بالتفصیل جواب دے کر مسلمانوں کو غلط فہمی سے بچایا جائے۔اس سے پہلے البریلویہ کا کئی علمائے اہل سنت نے جواب دیا ہے لیکن زیادہ تر پہلے باب کا جواب دیا گیا ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر مبنی تھا۔الحمد للہ عزوجل! فقیر نے علمائے اہل سنت کے توسل سے اس پوری کتاب کو متن کی صورت میں اوپر رکھ کر نیچے ہر اعتراض کا جواب احسن انداز میں دینے کی کوشش کی ہے۔ان شاء اللہ عزوجل! علمائے اہل سنت ضرور اسے پسند فرما کر مجھ جیسے ادنیٰ غلامِ اہل سنت کو دعاؤں سے نوازیں گے۔

ہوسکتا بعض مسلمانوں کو یہ موضوع اچھا نہ لگے، چونکہ آج کل صلح کلیت کی ہوا ہے، اسی ظاہری دیندار شخص کو پسند کیا جاتا ہے جو ہر فرقے سے اتحاد کئے پھرتا ہے بلکہ اب تو عیسائیوں سے اتحاد کرنے والے بھی ہوگئے ہیں۔میڈیا میں بھی بعض ایسے ہی مذہبی لوگوں کی موجیں ہیں جو یہ کہتے ہیں سب بھائی بھائی ہیں۔آئندہ وقت میں ایسے ہی جاہل حب جاہ کے مارے مذہبی لبادہ اوڑھے بظاہر کامیاب نظر آئیں گے۔جبکہ درحقیقت ایسی سوچ فرقہ واریت اور لوگوں کے صحیح عقائد کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔میڈیا میں جو تجزیہ کار مسلمان سیاستدانوں کی عزت اچھالے، اس پر الزام تراشی کرے تو اسے حق گوئی سمجھا جاتا ہے، اللہ عزوجل کی نعمت سمجھا جاتا ہے، لیکن جب کوئی سنّی عالم بدعقیدہ لوگوں کی نشاندہی کرے جو کہ حقیقت میں حق گوئی ہے تو اسے شدت پسند ٹھہرادیا جاتا ہے۔

کئی لوگ ریڈی میڈ صوفی بن کر یہ کہتے نظر آتے ہیں، کسی کو بُرا نہ کہو، ہر کلمہ پڑھنے والا ٹھیک ہے، جب اسی صوفی کے کسی مرید کو بدمذہب یہ کہہ دے کہ یہ پیری فقیری ناجائز ہے تو صوفی صاحب کے پاس اتنا بھی علم نہیں ہوتا کہ اپنے ہی مرید کو مطمئن کرسکے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک ہر دور میں علماءِ دین اپنے دور کے گمراہوں کے عقائد وافعال کا منہ توڑ جواب دیتے آئے ہیں۔کئی احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعقیدہ لوگوں کے متعلق وعیدیں ارشاد فرمائیں حالانکہ وہ کلمہ گو تھے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو گمراہ فرقوں قدریہ (جو تقدیر کے منکر تھے) اور مرجیہ (جو کہتے تھے کہ جیسے کافر کو کوئی نیکی مفید نہیں ایسے ہی مسلمان کو کوئی گناہ مضر نہیں جو چاہے کرے۔) کے متعلق فرمایا **((صنفان من أمتي ليس لهما في الا**
**والقدرية))** ترجمہ: میری امت کے دو گروہ ہیں۔جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں مرجیہ اور قدریہ۔

(جامع ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء فی القدریة، جلد4، صفحہ543، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

ایک حدیث میں آیا **((لو ان صاحب بدعة مكذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بين**
**ينظر الله في شيء من امره حتى يدخله جهنم))** یعنی اگر کوئی بدمذہب تقدیر کا منکر خاص حجر اسود و مقامِ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام

کے درمیان محض مظلوم و صابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی عزوجل ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے۔ (العلل المتناہیہ، حدیث 215، جلد1، صفحہ 140، نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

فقط تقدیر کے منکر ہونے پر اللہ عزوجل جیسی رحمٰن و رحیم ذات نظر رحمت نہ فرمائے اور موجودہ دور کے بعض مسلمان گستاخ رسول اور گستاخ صحابہ سے محبتیں کرتے پھرتے ہیں اور پھر معاذ اللہ یہ کفر بولتے ہیں، سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے۔ شریعت نے گمراہوں سے نفرت کرنے کا حکم دیا ہے کہ یہ گمراہ دین اسلام کی اصل شکل کو بگاڑتے ہیں۔ ان گمراہوں سے نفرت کرنا ثواب اور ان سے محبت کرنا گناہ ہے۔ حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک روایت کرتے ہیں "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((من أعرض عن صاحب بدعة بغضا له في الله، ملأ الله قلبه أمنا وإيمانا، ومن انتهر صاحب بدعة ملأ الله قلبه أمنا وإيمانا، ومن أهان صاحب بدعة أمنه الله يوم الفزع الأكبر، ومن أهان صاحب بدعة رفعه الله في الجنة مائة درجة، ومن سلم على صاحب بدعة، أو لقيه بالبشر، أو استقبله بما يسره، فقد استخف بما أنزل الله على محمد صلى الله عليه وسلم)) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا جو اللہ عزوجل کے لئے گمراہ شخص سے بغض رکھے اللہ عزوجل اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ جو گمراہ کو ڈانٹے اللہ عزوجل قیامت والے دن اسے امن عطا فرمائے گا۔ جو گمراہ شخص کی بے عزتی کرے اللہ عزوجل جنت میں اس کے سو درجے بلند فرمائے گا۔ جو گمراہ شخص کو سلام کرے یا اس سے مسکراتے ہوئے ملے یا اس کا استقبال کرے کہ وہ خوش ہو تو اس نے محمد پر نازل کردہ کی تحقیر کی۔

(تاریخ بغداد، باب العین، جلد 11، صفحہ 545، دار الغرب الإسلامی، بیروت)

امام غزالی جیسے صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے گمراہوں کے عقائد کے رَدّ کو باعث ثواب فرمایا ہے چنانچہ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں "اما المبتدع الذی یدعو الی البدعۃ ویزعم ان مایدعو الیہ حق فھو سبب لغوایۃ الخلق فشرہ متعد فالاستحباب فی اظھار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد۔" ترجمہ: گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس کا شر زیادہ موثر ہے، ایسے شخص کو برا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعث اجر و ثواب ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب الالفۃ والاخوۃ بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ، جلد 02، صفحہ 169، دار المعرفہ، بیروت)

بلکہ ایک حدیث میں رحمۃ للعالمین نے گستاخ صحابہ پر لعنت کا حکم دیا چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ((إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم)) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا جب تو ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو ان سے کہو: اللہ عزوجل تمہارے شر پر لعنت کرے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فیمن سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 5، صفحہ 697، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

لیکن موجودہ دور میں ایسی روایات بیان کرنے کو فرقہ واریت کہہ دیا جاتا ہے۔یہ کہا جاتا ہے جو جہاں لگا ہے اسے لگا رہنے دو۔اگر ایسا کہنے والے کے گھر چوری ہو رہی ہو تب یہ نہیں کہے گا جو جہاں لگا ہے لگا رہنے دو،لیکن افسوس ہے دین کے چوروں کو کچھ نہیں کہتا۔دو گز کی زمین چھن جانے پر ساری زندگی اپنے سگے بہن بھائیوں سے قطع تعلقی کر لیتا ہے،لیکن گمراہوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ ہو رہا ہوتا ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ گمراہوں کے خلاف قتل و غارت شروع کردو،ہم تو بس یہ کہتے ہیں جو بھی قرآن وسنت کے خلاف عقیدہ بنائے گا،اس کا جواب دینے کو اچھا سمجھا جائے اور جو گمراہ اہل سنت کے خلاف لکھتے ہیں ان کے جواب دینے کو تحفظ عقائد اہل سنت سمجھا جائے،اسے تفرقہ نہ سمجھا جائے،تفرقہ یہ نہیں کہ کوئی سنی کسی بدمذہب کے اعتراض کا جواب دے، بلکہ تفرقہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے عقائد سے ہٹ کر الگ کوئی نیا عقیدہ بنالیا جائے اور لوگوں کو ہیرا پھیری سے اپنے عقیدہ کی طرف مائل کیا جائے۔

## اندازِ تحریر

احسان الٰہی ظہیر صاحب کی کتاب ''البریلویہ'' کو تنگ اور چھوٹے فونٹ میں لکھا گیا ہے۔''البریلویہ'' کتاب کی عبارت کے شروع میں یہ نشان ﴿ اور عبارت کے آخر میں یہ نشان ﴾ ہوں گے۔اس عبارت کے بعد نیچے بڑے فونٹ میں اس کا جواب موجود ہوگا۔

بریلویہ کی کتاب میں عبارتوں کے آگے جو نمبر لگے ہیں، یہ ان عبارتوں کے حوالہ جات ہیں۔فصل کے آخر میں ان حوالہ جات کی تفصیل ہے۔ان حوالہ جات میں البریلویۃ کا ترجمہ کرنے والے وہابی مولوی عطاء الرحمٰن ثاقب صاحب نے جگہ جگہ حاشیے بھی لگائے ہیں۔ان حاشیوں کے نیچے میرا جواب ہوگا۔

اس کتاب کو لکھنے میں کئی ذرائع استعمال کیے گئے ہیں، کتابوں کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ ویب سائیٹس سے بدمذہبوں کے متعلق مواد اکٹھا کیا، پہلے دور کے اخبارات کا مواد شامل کیا، کئی سنی علماء کی کتب سے عبارات وحوالہ جات اس میں شامل کیے، کئی نایاب جزئیات شرف ملت عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **''البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ''** سے لئے ہیں جو انہوں نے ''البریلویہ'' کے جواب میں لکھی تھی۔بہر حال اپنی طرف سے حوالہ جات میں پوری احتیاط برتی گئی ہے اگر کسی حوالے میں کوئی غلطی ہو تو قارئین رہنمائی فرمادیں۔

## موضوع کی اہمیت

اس موضوع کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس میں اکثر دلائل امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی کتب سے ہی دیئے گئے ہیں۔دوسری کوشش کی گئی ہے کہ وہابی اعتراضات کے جوابات ان کی اپنی کتب اور وہابیوں اور سنیوں کے متفق علمائے اسلاف جیسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ کی کتب سے دیئے جائیں۔یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ حقیقت میں سنی

حنفی صحیح العقیدہ ہیں، لیکن وہابی زبردستی ان کو اہل حدیث ثابت کرتے ہیں۔

یہ کتاب الحمد للہ عزوجل! مجموعہ عقائد ومعاملاتِ اہل سنت ہے کہ ہر وہ موضوع جو عام طور پر زیرِ بحث آتا ہے اس میں اہل سنت کے حق ہونے پر تفصیلاً دلائل پیش کئے ہیں تا کہ ہر سنی کو اس کتاب سے رہنمائی مل سکے اور مسلک اہل سنت پر استقامت ملے۔

اس کتاب سے قارئین کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ بدمذہب کس طرح قرآن وحدیث کو گھما پھرا کر اور علمائے اہل سنت کی عبارات میں تحریف کر کے مسلمانوں کو اہل سنت سے بدظن کرنے اور اپنے فرقے میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر قاری کو یہ سمجھ جانا چاہئے کہ بدمذہبوں کی کتابیں پڑھنے، ان کی تقاریر کو سننے سے ہر ممکن طور پر بچنا چاہئے کہ یہ انتہائی خطرناک ہیں۔

المتخصص فی الفقہ الاسلامی
**ابو احمد محمد انس رضا قادری**
26 جمادی الاولیٰ 1434ھ 08 اپریل 2013ء

چونکہ بہت ہی کم عرصہ میں اس کتاب کے ترجمہ اور طباعت کا کام مکمل ہوا ہے اس لیے لازماً اس ایڈیشن میں علمی یا فنی کوتاہیاں قارئین کرام کو نظر آئیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز اگلے ایڈیشن میں انہیں دور کرنے کی مکمل کوشش کی جائے گی۔ قارئین اپنی آراء سے آگاہ فرمائیں۔

قرآنِ مجید کی آیات کا ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن سے نقل کیا گیا ہے۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ اس میں قدرے ابہام ہے اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کی بھی کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

عطاء الرحمٰن ثاقب
ادارہ ترجمان السنہ لاہور
14 رمضان المبارک 1408ھ، یکم مئی 1988ء

مترجم صاحب جھوٹ و بہتان اور تحریف پر مبنی کتاب کے بارے سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس کو لازوال تصنیف کہہ رہا ہے اور دعا کر رہا ہے اللہ عزوجل اسے ہمارے لئے نافع بنائے۔ لاحول ولا قوۃ الا با للہ العلی العظیم۔ وہابیوں کے لئے اسی طرح کی کتابیں نفع بخش ہوگئی ہیں۔

کسی کتاب کا ترجمہ کرنے والا امین ہوتا ہے کہ جیسی عبارت ہو اسے اسی طرح ترجمے میں نقل کیا جائے، کسی عبارت کو چھوڑ دینا یا کوئی عبارت اپنے پاس سے اس میں اس طرح شامل کرلینا کہ پڑھنے والا سمجھے کے مصنف ہی نے یہ عبارت لکھی ہے، بددیانتی وخیانت ہے۔ احسان الٰہی ظہیر نے جو جھوٹ و بہتان اور تحریفات کی ہیں وہ تو آگے آئیں گی۔ ذرا اس مترجم صاحب کی چند علمی خیانتیں ملاحظہ ہوں:۔

**خیانت:۔** البریلویۃ کی اصل عبارت یہ تھی "انھا جدیدۃ من حیث النشأۃ والاسم ومن فرق شبہ القارۃ من حیث التکوین والھیئۃ ولکنھا قدیمۃ من حیث الافکار والعقائد ومن الفرق المنتشرۃ الکثیرۃ فی العالم الاسلامی باسماء مختلفۃ ___ "ترجمہ: یہ جماعت (بریلوی) اپنی پیدائش اور نام اور برصغیر کے فرقوں میں سے اپنی شکل وشباہت کے لحاظ سے اگرچہ نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔ اس طرح کے عقائد رکھنے والے مختلف فرقوں کے نام سے اسلامی شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ (البریلویۃ صفحہ 7، ادارۃ ترجمان السنۃ لاہور)

آگے احسان الٰہی ظہیر نے اعتراف کیا ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں پائے جانے والے تمام قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی، رفاعی، وہی عقائد وتعلیمات رکھتے ہیں جو بریلویوں کے ہیں۔ لیکن مترجم صاحب نے ان سب کا ترجمہ چھوڑتے ہوئے فقط یہ لکھ دیا: "اس گروہ کے عقائد بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں تصوف کے نام پر رائج ہیں۔" (بریلویت صفحہ 23، ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور)

پوری عبارت کا ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ مترجم صاحب نے بریلویوں کو ایک نیا فرقہ ثابت کرنا تھا۔ اگر یہ پوری عبارت لکھ دی جاتی تو اس کے منصوبہ پر پانی پھر جاتا۔ مترجم صاحب نے ترجمہ کرتے وقت ایسی کئی بری حرکات کی ہیں۔ تقریباً ہر حوالے کے بعد مترجم نے

# تقدیم البریلویۃ

البریلویہ کے شروع میں وہابی مولویوں نے اس کتاب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔سب سے پہلے اس کا ترجمہ کرنے والے کا بیان ہے، پھر اس پر ایک تقریظ ہے اور پھر احسان الٰہی ظہیر کا مقدمہ ہے۔

## عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''البریلویہ'' جس کا اردو نام ''بریلویت، تاریخ وعقائد'' ہے۔ یہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی لازول تصنیف ہے۔ دعا ہے کہ اللہ اسے ہمارے لیے نافع بنائے۔(آمین)

شہیدِ اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی یہ تصنیف بھی باقی تصانیف کی طرح قوت استدلال اور اسلامی حمیت و غیرت کا آئینہ دار ہے۔تعلیم کے ساتھ ساتھ بریلوی تعلیمات کی نشر واشاعت اور مقبولیت میں اگر چہ بہت کمی آئی ہے مگر اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ جدید طبقہ مذہب سے دور ہوتا چلا گیا۔ جدید طبقے نے جب اسلام کے نام پر خرافات اور بدعات کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے تحقیق کی بجائے یہ گمان کرلیا کہ شاید مذہب اسلام اسی کا نام ہے۔ چنانچہ بریلوی افکار نے نئی نسل کو اسلام سے دور کر کے الحاد ولادینیت کی آغوش میں پھینک دیا۔

ان حالات میں کسی ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی جو نئی نسل اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کو یہ بتلاتی کہ وہ شرکیہ امور اور خرافات وبدعات جنہیں وہ اپنے گرد دیکھ رہے ہیں ان کا ارتکاب اگر چہ مذہب کے نام پر ہو رہا ہے مگر کتاب وسنت کی پاکیزہ تعلیمات کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ بہت دیر سے آپ کی تمام کتب کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا مطالبہ ہو رہا تھا تاکہ دوسرے ملکوں کی طرح پاکستان کے عوام بھی ان کتب سے استفادہ کرسکیں۔ بالآخر ادارہ ترجمان السنہ نے آپ کی کتب کے اردو تراجم شائع کرانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس سلسلے میں آپ کی تصنیف ''البریلویہ'' کا اردو ترجمہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ امید ہے ان شاء اللہ العزیز اس کتاب کا مطالعہ بہت سے احباب کے لیے راہ راست پر آنے کا ذریعہ ہوگا اور یہ بات مصنف مرحوم کے درجات کی بلندی کا باعث ہوگی۔

علامہ صاحب رحمہ اللہ اس کتاب میں ایسا باب بھی شامل کرنا چاہتے تھے جو رضا خانی فقہ کے چند ایسے مسائل پر مشتمل تھا جو محض ذہنی تلذذ کے لیے فرض کیے گئے تھے۔ مگر تہذیب وشائستگی کا تقاضا تھا کہ انہیں اس کتاب کا حصہ نہ بنایا جائے۔ آپ فرماتے تھے کہ عربی زبان ان فحش مسائل کی متحمل نہیں ہے۔ وہ تمام حوالہ جات میرے پاس محفوظ ہیں۔

اردو ترجمہ کرتے وقت میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کے ذکر کی ضرورت محسوس ہوئی تو اگلے ایڈیشن کے مقدمے میں انہیں ذکر کردیا جائے گا۔ ترجمہ کرتے وقت میں نے عربی عبارات کا ترجمہ کرنے کی بجائے بریلوی حضرات کی اصل کتابوں کی عبارتوں کو ہی نقل کردیا ہے تاکہ ترجمہ در ترجمہ سے مفہوم میں تبدیلی نہ آئے۔

اپنا کلام شامل کیا ہے۔

**خیانت:۔** مسئلہ حاضر وناظر میں ظہیر صاحب نے بریلویوں کا عقیدہ یوں ظاہر کیا تھا "ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حاضر و ناظر فی کل مکان و زمان مع القول لایجوز استعمال لفظۃ الحاضر علی الله عز وجل" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مکان وزماں میں حاضر وناظر ہیں اور اللہ عزوجل کے لئے حاضر کا لفظ جائز نہیں ہے۔

(البریلویہ، صفحہ 111، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

مترجم صاحب نے یہاں آدھی عبارت کا ترجمہ کیا اور آدھی کا ترجمہ چھوڑ دیا جو یہ بنتا تھا: ''ساتھ اس قول کے کہ اللہ عزوجل کے لئے لفظ حاضر کا استعمال جائز نہیں۔'' یہ اب مترجم صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ اس عبارت کا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ کہیں یہ ظہیر صاحب کے غلط عقیدے کو چھپانے کے لئے تو نہیں کیا؟

**خیانت:۔** ایک جگہ احسان الٰہی ظہیر کی اصل عبارت یوں تھی "ولکن البریلویین یصرون علی بناء القباب علی القبور" حقیقۃً اس عبارت کا ترجمہ یہ بنتا ہے: ''لیکن بریلوی قبروں پر قبے بنانے پر مُصر ہیں۔'' (البریلویہ، صفحہ 118، ادارۃ ترجمان السنہ، لاہور)

اس عبارت کا ترجمہ مترجم نے تحریف کے ساتھ یوں کیا: ''مگر بریلوی قوم کو اصرار ہے کہ قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر قبے وغیرہ بنانا ضروری ہیں۔'' یہاں مترجم صاحب نے لفظ ضروری اپنے پاس سے ڈال دیا تاکہ عام مسلمان بریلویوں سے بدظن ہوں۔

**خیانت:۔** ایک جگہ احسان الٰہی ظہیر نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا "واما قول الوھابیۃ ان تقبیل القبور شرک فھو من غلوھم ومبالغاتھم" ترجمہ: وہابیہ کا کہنا کہ قبور کو چومنا شرک ہے یہ ان کا غلو ومبالغہ ہے۔

(البریلویہ، صفحہ 123، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

مترجم صاحب نے اس عبارت کو پہلے اپنے محل میں نقل کیا۔ پھر آگے طواف کی بحث میں اس عبارت کو دوبارہ تحریف کے ساتھ اپنے پاس سے شامل کر دیا اور چومنے کی جگہ لفظ طواف لکھ دیا۔ عبارت کا ترجمہ یوں کیا: ''طواف کو شرک ٹھہرانا وہابیہ کا گمان فاسد اور محض غلو و باطل ہے۔'' (بریلویت، صفحہ 172، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

**خیانت:۔** ایک جگہ اصل عبارت البریلویہ کی یوں تھی جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی گئی "الحج لغير الله تعالى، وذلك أن يقصد مواضع متبركة مختصة بشركائهم يكون الحلول بها تقربا من هؤلاء فنهى الشرع عن ذلك وقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد'' (اس کا مطلب یہ تھا) غیر اللہ کے لئے حج کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ بتوں کے ساتھ مختص جگہوں کو ان کی موجودگی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہوئے، ان کا قرب چاہتے ہوئے وہاں جانے کا قصد کرے، شریعت میں اس کی ممانعت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور طرف سواریاں نہ باندھو۔

(البریلویہ، صفحہ 128، ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

مترجم نے اس عبارت کا ترجمہ تحریف کر کے یوں کیا: ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی

قبر کی طرف خصوصی طور پر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور قبروں پر ہونے والی بدعات بہت بری ہیں۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو میلہ نہ بننے کی دعا فرمائی تھی۔" (بریلویت، صفحہ175، ادارہ ترجمان السنۃ لاہور)

یہاں دیکھیں دونوں ترجموں میں کتنا فرق ہے! یا تو مترجم صاحب کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں آیا یا یہ ہے کہ مترجم صاحب نے جان بوجھ کر خیانت وتحریف کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ترجمہ کر دیا۔ دونوں صورتوں میں مترجم صاحب ترجمہ کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

**خیانت:۔** کئی جگہ مترجم نے ظہیر صاحب کی کئی ایسی عبارتیں چھوڑ دیں جو مسلمانوں کو وہابیوں سے بدظن کر سکتی تھیں جیسے احسان الٰہی ظہیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام آدمی ثابت کرنے کے لئے یہ روایت لکھی تھی کہ آپ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا تھا میں اللہ عزوجل کے حضور تیری کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ یہ حدیث ایک خاص موقع پر بطور ترہیب تھی جبکہ دوسری جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسبت کی شان بیان فرمائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا **((مابال اقوام یزعمون ان قرابتی لاتنفع کل سبب ونسب منقطع یوم القیمۃ الا نسبی وسببی فانہا موصولۃ**

ترجمہ: کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی۔ ہر علاقہ ورشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا وآخرت میں جڑا ہوا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جلد8، صفحہ398، دار الفکر، بیروت)

امالی ابن بشران میں ہے "عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **((سألت ربی عز وجل أن لایدخل أحدا من أہل بیتی النار فأعطانیہا))** حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو بھی جہنم میں داخل نہ فرمانا تو رب تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا۔ (یعنی میری دعا قبول فرمالی۔) (امالی ابن بشران، جلد 1، صفحہ148، دار الوطن، الریاض)

وہابی اس طرح کی احادیث کا ذکر نہیں کرتے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات کی نفی ثابت کرنے کے لئے فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت نقل کرتے ہیں، ظہیر صاحب نے بھی فقط یہی روایت نقل کی تھی ،مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔

**خیانت:۔** پھر ایک جگہ احسان الٰہی ظہیر نے میلاد شریف کو ناجائز وبدعت ثابت کرنے کے لئے مدخل لابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل کی "ومن جملۃ ما أحدثوہ من البدع مع اعتقادہم أن ذلک من أکبر العبادات وإظہار الشعائر ما یفعلونہ فی شہر ربیع الأول من مولد وقد احتوی علی بدع ومحرمات" (اس کا ترجمہ یوں بنتا تھا) من جملہ ان بدعات میں سے جن کو لوگ بہت بڑی عبادات اور شعار دین سمجھ کر کرتے ہیں ایک وہ افعال ہیں جو ربیع الاول کے مہینہ میں ولادت حضور کے موقع پر لوگ کرتے

ہیں اور بے شک یہ انعال کئی بدعتوں اور حرام کاموں پر مشتمل ہیں ۔ (البریلویۃ صفحہ 131 ادارۃ ترجمان السنۃ لاہور)

مترجم صاحب نے بڑی چالاکی سے اس عبارت کو چھوڑ دیا اور اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ احسان الٰہی ظہیر نے یہ عبارت پوری نقل نہیں کی تھی کیونکہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت کے آگے ان بدعات کا ذکر کیا تھا جو میلاد شریف میں کی جاتی ہیں جیسے گانے باجے ۔ پھر اس کے آگے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منانے کی ترغیب دی تھی بلکہ ایک پوری فصل میلاد النبی کی شان پر بنام ''فصل فی خصوصیۃ مولد الرسول بشہر ربیع الأول'' لکھی ۔ احسان الٰہی ظہیر کی پیش کردہ عبارت کے ساتھ ہی فرماتے ہیں

" فمن ذلك استعمالهم المغاني ومعهم آلات الطرب من الطار المصرصر والشبابة وغير ذلك مما جعلوه آلة للسماع ومضوا في ذلك على العوائد الذميمة في كونهم يشتغلون في أكثر الأزمنة التي فضلها الله تعالى وعظمها ببدع ومحرمات ولا شك أن السماع في غير هذه الليلة فيه ما فيه فكيف به إذا انضم إلى فضيلة هذا الشهر العظيم الذي فضله الله تعالى وفضلنا فيه بهذا النبي صلى الله عليه وسلم الكريم على ربه عز وجل ۔ ۔فكان يجب أن يزاد فيه من العبادات والخير شكرا للمولى سبحانه وتعالى على ما أولانا من هذه النعم العظيمة ۔۔ألا ترى أن صوم هذا اليوم فيه فضل عظيم لأنه صلى الله عليه وسلم ولد فيه فعلى هذا ينبغي إذا دخل هذا الشهر الكريم أن يكرم ويعظم ويحترم الاحترام اللائق به وذلك بالاتباع له صلى الله عليه وسلم في كونه عليه الصلاة والسلام كان يخص الأوقات الفاضلة بزيادة فعل البر فيها وكثرة الخيرات" یعنی اس مہینے گانے باجوں اور آلات سماع کا جو استعمال کیا جاتا ہے وہ بدعت وحرام ہے کہ جب عام راتوں میں اس کا استعمال جائز نہیں تو پھر اس عظیم شہر جس میں اللہ عزوجل نے اپنے نبی علیہ السلام کے سبب ہم پر کرم فرمایا اس میں کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ تو اس مہینے واجب ہے کہ عبادات میں زیادتی کی جائے اور اللہ عزوجل کا اس نعمت عظیمہ پر شکر ادا کیا جائے ۔ جس دن نبی کریم پیدا ہوئے اس دن روزہ رکھنا فضل عظیم ہے ۔ تو جب ربیع الاول شروع ہو اس مہینے کا اکرام کیا جائے اور یہ اکرام تب ہی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اس سنت کی پیروی کی جائے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زائد اوقات میں نیکیاں اور خیرات کی کثرت کرتے تھے ۔

(المدخل، فصل فی مولد النبی والبدع المحدثۃ فیہ، جلد2، صفحہ2، دار التراث، بیروت)

یعنی جو ظہیر صاحب نے میلاد کے ناجائز ہونے پر مدخل کی عبارت نقل کی وہ میلاد شریف کے ناجائز ہونے پر نہیں تھی بلکہ میلاد شریف میں ہونے والی غیر شرعی حرکات پر تھی ، مگر اِس نے اسے مکمل نقل نہیں کیا اور دوسری بددیانتی مترجم صاحب نے کی کہ ظہیر صاحب کی بددیانتی پر پردہ ڈالتے ہوئے یہ آدھی عبارت بھی نکال دی ۔ یہ تو جھلکیاں ہیں آگے ان کے تفصیلی کارنامے آپ ملاحظہ فرمائیں گے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تقدیم از فضیلۃ الشیخ عطیہ سالم

(جج شرعی عدالت مدینہ منورہ و مدرس وخطیب مسجد نبوی شریف)

ﷺ حمد وصلاۃ کے بعد! مجھے فضیلۃ الاستاذ احسان الٰہی ظہیر (رحمہ اللہ) کی کتاب ''البریلویۃ'' پڑھنے کا موقع ملا۔ کتاب پڑھ کر مجھے اس بات پر شدید حیرت ہوئی کہ مسلمانوں میں اس قسم کا گروہ موجود ہے جو نہ صرف فروعات میں شریعت اسلامیہ اور کتاب وسنت کا مخالف ہے بلکہ اس کے بنیادی عقائد ہی اسلام سے متصادم ہیں۔

اگر اس کتاب کے مصنف کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلم نہ ہوتی تو ہمیں یقین نہ آتا کہ اس قسم کا گروہ پاکستان میں موجود ہے۔ اس کتاب کے جلیل القدر مصنف نے اس گروہ کے عقائد وافکار سے نقاب اٹھا کر یہ ثابت کیا ہے کہ کتاب وسنت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا اس فرقہ کو چاہئے کہ وہ ان عقائد سے توبہ کریں اور توحید ورسالت کے تصور سے آشنا ہوکر اپنی عاقبت سنوارنے کی طرف توجہ دیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہمیں اندازہ ہوا ہے کہ ان عقائد کی بنیاد قرآن وحدیث کے بجائے توہم پرستی اور خیالی وتصوراتی قسم کے قصے کہانیوں پر ہے۔ مصنف جلیل الشیخ احسان الٰہی ظہیر (رحمہ اللہ) نے اس گروہ کے پیروکاروں کو ہدایت وراہنمائی اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دے کر حقیقی معنوں میں اس گروہ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قابل قدر کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین!

جہاں تک مصنف (رحمہ اللہ) کے اسلوب تحریر کا تعلق ہے تو وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری ان کے ادبی ذوق اور قوت دلیل سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف کی اس موضوع پر خدمات ومساعی قابل تحسین ہیں۔ جس طرح سے علمی، تحقیقی اور پرزور انداز کے ساتھ انہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اس کی بنا پر تصنیفات، تعلیمی درسگاہوں اور تحقیقی مراکز میں حوالے اور سند کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

مصنف (مرحوم) کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ انہیں اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری بہت سی زبانوں پر بھی دسترس حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے قادیانی، بابی، اسماعیلی، شیعہ، بہائی اور بریلوی فرقوں پر جو مواد پیش کیا ہے، وہ نہایت مستحسن اور اسلامی علمی وتحقیقی مکتوبات میں قابل قدر اضافہ ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد چند امور کی توضیح ضروری ہے: اس فرقے کے مؤسس کے حالات زندگی سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی یہ تحریک علمی ہے نہ فکری اور نہ ہی ادبی۔ ان کی ساری سرگرمیوں سے صرف انگریزی استعمار کو فائدہ پہنچا۔ اس تحریک کے علاوہ دوسری تحریک جو انگریز کے مفاد میں تھی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک تھی۔

جناب احمد رضا بریلوی کا وہابیوں کی مخالفت کرنا، ان پر کفر کے فتوے لگانا، جہاد کو حرام قرار دینا، تحریک خلافت اور

تحریک ترکِ موالات کی مخالفت کرنا، انگریز کے خلاف جد وجہد میں مصروف مسلم راہنماؤں کی تکفیر کرنا، اور اس قسم کی دوسری سرگرمیاں انگریزی استعمار کی خدمت اور اس کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے تھیں۔

اس ضمن میں یہ بات بھی اہم اور قابل توجہ ہے کہ جناب احمد رضا صاحب کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ انگریز کی طرف سے اس قسم کی تحریکوں کے ساتھ تعاون کرنا بھی بعید از عقل نہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ اس تحریک کے پیچھے استعمار کا خفیہ ہاتھ تھا غیر منطقی بات نہیں ہے۔ اور اگر اس قسم کی تحریکوں کے بانیوں کو انگریزی حکومت کے زوال کا پہلے سے علم ہوتا تو وہ یقیناً اپنے موقف کو تبدیل کر لیتے۔ لیکن ان کا خیال اس کے برعکس تھا۔ اس فرقے کے پیروکار ایک طرف تو اس قدر افراط سے کام لیتے ہیں کہ ان کا اولیائے کرام اور نیک لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدائی اختیارات کے مالک اور نفع ونقصان پر قدرت رکھنے والے ہیں، نیز دنیا وآخرت کے تمام خزانے انہی کے ہاتھ میں ہیں اور دوسری طرف تفریط کا شکار ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو شخص اپنی زندگی میں نماز روزے کا تارک رہا ہو، اس کے مرنے کے بعد اس کے اعزاء واقارب اس کی نمازوں، روزوں کا فدیہ دے کر اور ''حیلہ اسقاط'' پر عمل کر کے گناہ معاف کروا کے اسے جنت میں داخل کروا سکتے ہیں۔

اس قسم کے عقائد کا دور جاہلیت میں بھی وجود نہ تھا۔ بریلوی حضرات نے اپنے سوا تمام پر کفار ومرتدین ہونے کا فتویٰ لگایا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے فقہی بھائی دیوبندیوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ اور ان کے نزدیک ہر وہ شخص کافر ومرتد ہے جو ان کے امام وبانی کے نظریات سے متفق نہ ہو۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب کے ایک مستقل باب میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

جناب احمد رضا صاحب نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ پر کفر کے فتوے لگائے ہیں، ان کا جرم یہ تھا کہ وہ لوگوں کو کتاب وسنت کی دعوت اتباع، نیز بدعات وخرافات سے اجتناب کی دعوت دیتے تھے، غیر اللہ کی عبادت ایسے شرکیہ عقائد سے بچنے کی تلقین فرماتے تھے اور پوری امت کو ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے پرچم تلے متحد کرنا چاہتے تھے۔

اس دور میں بھی اتحاد واتفاق کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم ان تمام عقائد ونظریات کو ترک کر دیں جو قرآن وحدیث کے مخالف ہوں نیز جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے دور کے بعد کی ایجاد ہوں اور اسلامی قواعد وضوابط سے متصادم ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا، نیک بندوں کو قادر مطلق سمجھنا، انہیں اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں شریک کرنا، قبروں پر جا کر اپنی حاجات طلب کرنا اور اس قسم کے باطل عقائد اسلام کے تصور توحید کے مخالف ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان سے اجتناب کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی تمام اختیارات کا مالک سمجھیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت پر غور کرنے اور سلف صالحین کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مسلمان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس کے قول وفعل میں مطابقت پائی جاتی ہے، یہی کتاب وسنت کی تعلیم ہے اور یہی عقلِ

سلیم کا تقاضا ہے۔اس کے برعکس آج کل یہ فیشن بن چکا ہے کہ الفاظ کی دنیا میں اتحاد اور یک جہتی کی تلقین کی جاتی ہے اور جیسے ہی کسی مخالف کا ذکر آیا، ہر قسم کی احتیاط بالائے طاق رکھ کر شدید سے شدید تر فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ایسا فتویٰ اگر تحقیق اور دیانت پر مبنی ہو تو بیشک قابلِ قبول ہوگا،لیکن اگر محض جانبداری، ظن و تخمین اور سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہو تو وہ ہرگز لائق قبول نہ ہوگا۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ((کفیٰ بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع)) جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔ (صحیح مسلم، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، جلد1، صفحہ10، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شیخ عطیہ سالم نجدی نے البریلویۃ کی تقدیم میں ایسا سنگین فیصلہ صادر کرتے وقت کسی تحقیق و جستجو کی ضرورت محسوس نہیں کی، بلکہ ایک مخالف کے بیان پر آنکھیں بند کر کے بے دھڑک فیصلہ دے دیا ہے، انہیں خود اعتراف ہے: "اگر اس کتاب کے مصنف کی علمی دیانت پوری دنیا میں مسلم نہ ہوتی تو ہمیں یقین نہ آتا کہ اس قسم کا گروہ پاکستان میں موجود ہے۔" علمی دنیا میں ایسی تحقیقات کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا کہ ایک شخص اپنے کنوئیں سے باہر جھانکنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرے۔اربابِ علم و دانش پر مخفی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿یـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (سورۃ الحجرات، سورۃ49، آیت6)

وہابیوں میں جس طرح دو چار حدیثیں پڑھنے والا مجتہد بن جاتا ہے، لگتا ہے اسی طرح قاضی بننے کے لئے بھی علم ہونا ضروری نہیں بلکہ وہابی ہونا ضروری ہے۔ایسے بندے کو قاضی بنا دیا ہے جس نے ایک کی بات مان کر نہ صرف اس پر اعتماد کیا بلکہ اس کی شان میں چند پھول بھی بکھیر دیئے۔اہل حدیث ہونے کا دعویٰ ہے تو ترمذی شریف کی یہ حدیث نہ پڑھی تھی "عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((اذا تقاضی الیک رجلان، فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر)) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس دو آدمی فیصلہ کے لئے آئیں تو دوسرے کی سنے بغیر پہلے کے حق میں فیصلہ نہ کرنا۔ (الترمذی، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی القاضی لا یقضی بین الخصمین۔۔ جلد3، صفحہ610، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

عطیہ سالم نجدی صاحب کی کم علمی کا حال ملاحظہ ہو کہ حیلہ اسقاط یعنی میت کی طرف سے نماز و روزے کا فدیہ دینے والے مسئلہ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر رہے ہیں جبکہ ان کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے نہیں بتایا کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے آپ نے انہی سے نقل فرمایا ہے۔درمختار میں ہے "لو مات وعلیہ صلوٰت فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ الفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم" درمختار میں ہے اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس پر نمازیں ہیں اور وہ اپنے کفارہ کی وصیت کر جاتا ہے تو ہر نماز کے عوض فطرہ کی طرح گندم کا نصف صاع دیا جائیگا۔وتر اور روزہ کا بھی

یہی حکم ہے اور یہ اس کے تہائی مال سے دیا جائے گا اور اگر میت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو وارث نصف صاع قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر فقیر نصف وارث کو دے، اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا عوض ہو جائے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء الفوائت، جلد2، صفحہ73، دار الفکر، بیروت)

مگر وہابی قرآن وحدیث اور فقہ میں فقط اپنے مطلب کی بات دیکھتے ہیں۔ مزید عطیہ صاحب کی حقیقت سے دوری دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کو کافر کہا ہی نہیں اور یہ عطیہ صاحب سنی سنائی باتوں پر کہہ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کی تکفیر کی۔ عطیہ صاحب کو یہ بھی نہیں پتہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم مرزا غلام قادر بیگ قادیانی نہیں تھے، عطیہ صاحب ظہیر صاحب کی کتاب پڑھ کر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے ایک مسلمان کو قادیانی ٹھہرا رہے ہیں۔ عطیہ سالم نجدی صاحب نے ظہیر صاحب کی تقلید میں جو انگریز غلامی اور بلاوجہ تکفیر کے الزامات لگائے ہیں، ان کا آگے تفصیلی جواب دیا جائے گا۔ عطیہ صاحب کی اس غیر شرعی تقریظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہابی ائمہ کرام کی تقلید تو نہیں کرتے لیکن اپنے جیسوں کی نہ صرف تقلید کرتے ہیں بلکہ ان کے جھوٹ پر ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مقدمہ (احسان الٰہی ظہیر)

الحمدللہ الّذی لاالٰہ الّا ھو وحدہ والصّلاۃ والسلام علی نبیہ محمّد خاتم الانبیاء لانبی بعدہ وعلی آلہ و اصحابہ ومن تبع مسلکھم واقتدی بھدیھم الی یوم الدّین و بعدا دومرے،بہت سے غیر اسلامی فرقوں پر کتب تصنیف کرنے کے بعد میں برصغیر پاک وہند میں کثیر تعداد میں پائے جانے والے گروہ "بریلویت" پر اپنی یہ تصنیف قارئین کے مطالعہ کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

اس گروہ کے عقائد بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں تصوف کے نام پر رائج ہیں۔غیر اللہ سے فریادرسی اور ان کے نام کی منتیں ماننا جیسے عقائد سابقہ دور میں بھی رائج ومنتشر رہے ہیں۔بریلوی حضرات نے ان تمام مشرکانہ عقائد اور غیر اسلامی رسوم وروایات کو منظم شکل دے کر ایک گروہ کی صورت اختیار کرلی ہے۔اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ تمام عقائد اور رسمیں ہندوثقافت اور دوسرے ادیان کے ذریعہ سے مسلمانوں میں داخل ہوئیں اور انگریزی استعمار کی وساطت سے پروان چڑھی ہیں۔اسلام جد وجہد کا درس دیتا ہے مگر بریلوی افکار وتعلیمات نے اسلام کو رسم ورواج کا مجموعہ بنادیا ہے۔نماز روزے کی طرف دعوت کی بجائے ان کے مذہب میں عرس وقوالی، پیر پرستی اورنذر ونیاز دے کر گناہوں کی بخشش وغیرہ ایسے عقائد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔میں بریلویت کے موضوع پر قلم نہیں اٹھانا چاہتا تھا، کیونکہ میں سمجھتا تھا بریلویت چونکہ جہالت کی پیداوار ہے اس لیے جوں جوں جہالت کا دور ختم ہوتا چلا جائے گا توں توں بریلویت کے افکار بھی ختم ہوجائیں گے۔مگر جب میں نے دیکھا کہ بریلوی حضرات بدعات اور شرکیہ امور کی نشر واشاعت میں متحد ہوکر جد وجہد میں مصروف ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے حال ہی میں "حجاز کانفرنس" کے نام سے بہت سے اجتماعات بھی منعقد کرنا شروع کردیئے ہیں، جن میں وہ کتاب وسنت کے متبعین کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنارہے ہیں اور انہیں "گستاخان رسالت" اور دوسرے القاب سے نوازرہے ہیں، تو مختلف غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے اور جدید طبقے کو یہ باور کرانے کے لیے کہ اسلام توہم پرستی اور دوسرے جاہلانہ افکار سے بری ہے اور کتاب وسنت کی تعلیمات عقل وفطرت کے عین مطابق ہیں۔عوام کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے میں نے ضروری سمجھا کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو "بریلویت" اور "اسلامی تعلیمات" کے درمیان فرق کو واضح کرے۔تاکہ شریعت اسلامیہ کو ان عقائد سے پاک کیا جاسکے جو اسلام کے نام پر اس میں داخل ہوگئے ہیں۔حالانکہ شریعت اسلامیہ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

بریلوی حضرات نے ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو ان کے افسانوی قصے کہانیوں پر یقین نہیں رکھتا اور ان کی بدعات کو اسلام کا حصہ نہیں سمجھتا۔ہمارے ملک کے عوام حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو "گستاخ" سمجھتے رہے، جو حقیقی معنوں میں اسلامی عقائد کے حامل اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ اسلام پر ہی ایمان رکھتے تھے۔اور یہ

بات حق کی نشر واشاعت کے راستے میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ تھی۔ میں نے جب بریلوی حضرات کی کتب کا مطالعہ کیا تو میں نے دیکھا کہ ان کی کتب وتصانیف میں ہماری معلومات سے کہیں بڑھ کر غیر اسلامی عقائد موجود ہیں۔شرک و بدعت کی ایسی ایسی اقسام ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے دور جاہلیت کے مشرکین بھی ناآشنا تھے۔

بہرحال مجھے امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ العزیز شرک وبدعت کے خاتمے اور توحید وسنت کی نشر واشاعت میں اہم کردار ادا کرے گی۔ جولوگ اتحاد واتفاق کی دعوت دیتے ہیں انہیں یہ نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس وقت تک امت مسلمہ کے مابین اتحاد نہیں ہوسکتا جب تک عقائد ونظریات ایک نہ ہوں۔عقیدہ ایک ہوئے بغیر اتحاد واتفاق کی امید رکھنا عبث ہے چنانچہ ہمیں امت کے سامنے صحیح اسلامی عقیدہ پیش کرنا چاہئے تاکہ جولوگ اسے قبول کرتے چلے جائیں وہ امت واحدہ کی شکل اختیار کرلیں اور اگر ہم معمولی سی بھی مخلصانہ جدوجہد کرلیں تو یہ سمجھنا قطعاً مشکل نہیں کہ کون سا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے؟

آخر میں میں اس سلسلے میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلے میں مجھ سے تعاون فرمایا۔مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں مقدمے کی یہ سطور آدھی رات کے وقت مسجد نبوی شریف میں بیٹھ کر تحریر کررہا ہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

احسان الٰہی ظہیر
مدینہ 23، مارچ 1983ء
12 جمادی الاخریٰ 1403ھ

اوپر احسان الٰہی ظہیر نے بریلویوں کو نہ صرف مشرک بلکہ مشرکانہ روایات کو فروغ دینے والا کہا ہے جبکہ آگے احسان الٰہی ظہیر صاحب نے کہا ہے کہ ہم بریلویوں کی طرح کفر کے فتوے نہیں لگاتے۔پھر ظہیر صاحب اس ناجائز کوشش کے متعلق یوں کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔" آگے جب احسان الٰہی ظہیر کے جھوٹ و بہتان سامنے آئیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ وہابی حق بات کو سمجھتے ہیں یا نہیں؟

ظہیر صاحب نے اس پورے مقدمے میں کئی جھوٹ و بہتان باندھے ہیں، خود وہابیوں کو توحید پرست، قرآن وسنت کا پیروکار کہا ہے اور بریلوی مسلک کو جاہل، گمراہ ومشرک ٹھہرایا ہے۔اس پوری کتاب کو پڑھ کر قارئین کو پتہ چل جائے گا کہ عاشق کون ہے اور گستاخ کون ہے؟ظہیر صاحب نے جہاں پوری کتاب میں اہل سنت کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا وہاں کئی احادیث وروایات کو خرافات اور جھوٹا بھی کہا۔سردست اس کی چند مثالیں ذکر کرتا ہوں:۔

ایک جگہ ظہیر نے لکھا "والمخترعات التی لم ینزل اللہ بھا من سلطان ولم یرد فیھا ثبوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :انھم یقولون :ان یکتب ھذا الدعاء لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لا الہ الا اللہ لہ الملک والحمد،لا الہ الا

اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم او بسم اللہ الرحمن الرحیم ، ویوضع علی صدر المیت ثم من کتب ھذا الدعا ء وجعل بین صدر المیت و کفنہ فی رقعۃ لم ینلہ القبرولا یر منکر ونکیرا" (اس عبارت کا ترجمہ جومترجم صاحب نے کیاوہ یہ ہے ):بریلوی خرافات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں: جس نے (لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ۔۔۔) یہ ساری دعا لکھ کر میت کے کفن میں رکھ دی وہ قبر کی تنگیوں سے محفوظ رہے گا اور منکر نکیر اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ (البریلویہ صفحہ148،ادارۃ ترجمان السنہ،لاہور)

جس کو ظہیر اور مترجم خرافات کہہ رہے ہیں وہ حدیث پاک ہے۔یہ حدیث فتاوی رضویہ میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے یوں نقل فرمائی:"امام ترمذی حکیم الٰہی سیّدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا((من کتب ھذا الدعاء وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ فی رقعۃ لم ینلہ عذاب القبر ولا یری منکرا ونکیرا وھو ھذا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)) جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میّت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذاب قبر نہ ہو،نہ منکر نکیر نظر آئیں،اور وہ دعا یہ ہے "لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔" (فتاوی رضویہ جلد9،صفحہ108،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرنے والے وہابیوں کا حال دیکھیں کہ حدیث کو خرافات کہہ دیتے ہیں۔احسان الٰہی ظہیر نے جس مقام سے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حوالے سے لکھا ہے وہاں صاف الفاظ میں یہ پوری حدیث موجود ہے۔لیکن احسان الٰہی ظہیر نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھنا گوارا نہ کیا اور حدیث کے کلام کو احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا کلام ٹھہرا کر بطور اعتراض پیش کردیا۔پھر مترجم نے ترجمہ بھی غلط کیا ہوا ہے۔کئی الفاظ کا ترجمہ ہی نہیں کیا اور آخر میں صحیح ترجمہ تھا کہ منکر نکیر نظر نہ آئیں گے،مترجم صاحب نے ترجمہ کیا منکر نکیر اس کے پاس نہیں آئیں گے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو شرک ثابت کرتے ہوئے ظہیر صاحب لکھتے ہیں"ان البریلویین قالوا بقول لم یأت الاسلام الا للرد علیہ وھو (ان للہ عبادا اختصھم بحوائج الناس یفزعون الیھا بحوائجھم)"(مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا) بریلوی حضرات اسلام کے عطا کردہ تصورتوحید کے برعکس غیر اللہ سے فریاد طلبی کو اپنے عقائد کا حصہ سمجھتے ہیں۔ان کا عقیدہ ہے: اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے۔لوگ گھبرائے ہوئے ان کے پاس اپنی حاجتیں لاتے ہیں۔ (البریلویہ،صفحہ56،ادارۃ ترجمان السنہ،لاہور)

جبکہ ہمارا یہ خودساختہ عقیدہ نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے چنانچہ طبرانی کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم(( ان اللہ تعالٰی عبادا اختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئک الآمنون من عذاب اللہ)) ابن عمر سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ نے انہیں خلق کی حاجت روائی کے لئے خاص فرمایا ہے۔لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں،یہ بندے عذاب الٰہی عزوجل سے امان میں ہیں۔

(المعجم الکبیر،باب العین ،زید بن أسلم، عن ابن عمر،جلد12،صفحہ358،مکتبہ ابن تیمیہ،القاہرۃ)

ایک موقع پر ظہیر صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام جو انہوں نے احادیث کی روشنی میں نقل کیا اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں"وامـاان الـنـبـی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیقولون: انہ قبل دفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان حیا یتکلم کما صرح بذلک القوم،فیقول البریلوی:ان رسول اللہ علیہ وسلم لما نزل بہ الصحابۃ الی قبرہ کان یتکلم ویقول امتی امتی'' (اس کاتحریفی ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا) نبی کریم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب صحابہ کرام نے دفن کیاتو آپ زندہ تھے چنانچہ جناب بریلوی ارشاد کرتے ہیں:''قبرشریف میں اتارتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم "امتی امتی" فرمارہے تھے۔''

(البریلویہ صفحہ80،ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

حالانکہ یہ کلام اعلیٰ حضرت نے حدیث کی روشنی میں فرمایا ہے چنانچہ مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور سے سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلارہے تھے، میں نے سننے کے لئے کان قریب کیاتو آپ فرمارہے تھے **"رب امتی رب امتی"** یا اللہ!میری امت،یا اللہ میری امت۔''

(مدارج النبوۃ جلد2،صفحہ442،مطبوعہ سکھر)

ظہیر صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کرتے ہوئے ایک حدیث پاک کوبطور اعتراض یوں بیان کرتے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال **((علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی))** (تحریفی ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا)بریلویت کے ایک اور پیروکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میرا علم میری وفات کے بعد اسی طرح ہے جس طرح میری زندگی میں تھا۔

(البریلویہ،صفحہ91،ادارۃ ترجمان السنہ،لاہور)

حالانکہ اس حدیث کو مستند عالم دین علی بن عبد اللہ بن أحمد الحسنی الشافعی (المتوفی 911ھ) اپنی کتاب "وفـاء الوفـاء بأخبار دار المصطفیٰ" میں نقل کرتے ہیں"وقـد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم **((علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی))** الـمـنـذری"ترجمہ:رسول اللہ نے فرمایا میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہے جیسا میری حیات میں ہے۔اس حدیث کو حافظ منذری نے روایت کیا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی،الباب الثامن ،الفصل الثانی،جلد4،صفحہ179،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں یہی حدیث روایت کرتے ہیں:''میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا میری زندگی میں۔''

(جذب القلوب ،باب چہاردہم، درزیارت النبی ﷺ،صفحہ199،نولکشور، لکھنؤ)

لیکن مترجم نے بغیر دلیل اپنی ضد میں اس حدیث کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ الثاسنی عالم پر بہتان باندھا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام

پر جھوٹ باندھا ہے۔وہابیوں کی یہی عادت ہے کہ وہ اپنے عقیدے کے خلاف حدیث کو فوراجھوٹی کہہ دیتے ہیں۔

امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے قرآن پڑھ کر اس کو ایصال کا طریقہ ارشادفرمایاپھر اس پر حدیث پاک بطوردلیل پیش کی۔احسان الٰہی ظہیر اس حدیث کو واہیہ نا قابلِ استدلال ٹھہراتے ہوئے لکھتے ہیں "یقرأ ماتیسر له من الفاتحة والاخلاص سبعا او ثلاثا ثم یقول یا الله اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم۔ واستدل علی ذلك بهذه الروایة الواهیة"من مر علی المقابر وقرأ قل هو الله احد احدی عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر عدد الاموات"ترجمہ:فاتحہ اورسورۃ اخلاص میں جو آتی ہو وہ تین یا سات مرتبہ پڑھے۔پھر یوں دعا کرے،یا اللہ!جو ہم نے تلاوت کی اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں فلاں کو پہنچا۔اسے (احمد رضاخان) نے اس حدیث واہیہ سے استدلال کیا۔جو کسی قبرستان کے پاس سے گزرے اورسورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔ (البریلویہ،صفحہ135،ادارۃ ترجمان السنۃ،لاہور)

جبکہ یہ روایت کثیر مستند کتب میں موجود ہے چنانچہ دارقطنی وطبرانی ودیلمی،تفسیر روح البیان،تفسیر مظہری،عمدۃ القاری،مرقاۃ المفاتیح اورامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں روایت کیا"أخرج أبو محمد السمرقندی فی فضائل (قل هو الله أحد) عن علی مرفوعا من مر علی المقابر وقرأ (قل هو الله أحد)إحدی عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات أعطی من الأجر بعدد الأموات"ترجمہ:حضرت ابومحمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے قل ھواللہ احد کے فضائل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا حدیث پاک نقل کی کہ جو کسی قبرستان کے پاس سے گزرے اورسورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے تو تمام مُردوں کے برابر اجر پائے۔ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور،صفحہ303،دار المعرفہ،بیروت)

خود وہابیوں کے مولوی ابوالعلا محمد عبد الرحمٰن مبارکپوری نے "تحفة الاحوذی" میں اسی روایت کو نقل کیا پھر اس طرح کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وهذه الأحادیث وإن کانت ضعیفة فمجموعها یدل علی أن لذلك أصلا" ترجمہ:یہ تمام روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کا مجموعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی اصل ہے۔

(تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی،باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت،جلد3،صفحہ275، دار الکتب العلمیہ،بیروت)

سنن الدارمی کی روایت ہے "عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان أیام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی صلی الله علیه وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وکان لا یعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة یسمعها من قبر النبی صلی الله علیه وسلم" ترجمہ:حضرت سعید ابن عبد العزیز سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ (یزید نے واقعہ کربلا کے بعد مدینہ پر جوحملہ کیا تھا) کا زمانہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں تین دن نہ اذان کہی گئی نہ تکبیر کہی گئی اورسعید ابن مسیب مسجد سے نہ ہٹے،وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگرایک گنگناہٹ سے جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

(سنن الدارمی،کتاب دلائل النبوۃ،باب ما أکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ،جلد1،صفحہ227،دار المغنی،السعودیہ)

یہ روایت حیات النبی کی دلیل ہے۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی محدثین نے نقل فرمائی اوراسے موضوع نہیں

کہا اور علمائے اہلسنت اسے مستند کتب سے نقل کرتے ہیں جبکہ ظہیر صاحب اس روایت کو غلط اور سنی علماء کا کلام ٹھہراتے ہوئے بطور اعتراض یوں کہتے ہیں "ویقول الآخر ان الناس لما فارقوا المدینة فی وقعة الحر ایاما ثلاثة ولم یدخل احد المسجد النبوی الشریف کان یسمع الاذان من قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الاوقات الخمسة" (اس کا ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا ہے) ایک اور بریلوی امام تحریر کرتے ہیں: ''تین روز تک روضہ شریف سے برابر پانچ وقت اذان کی آواز آتی رہی۔''

(البریلویہ صفحہ 81 ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق شفا شریف کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: "قد خرج اهل الصحیح والائمة ما اعلم به اصحابه صلی اللہ تعالی علیه وسلم مما وعدهم به من الظهور علی اعدائه (الی قوله) وقتل علی وان اشقاها الذی یخضب هذه من هذه ای لحیته من رأسه وانه قسیم النار یدخل اولیاءه الجنة واعدائه النار" ترجمہ: بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولا علی قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل ومن ذالک مااطلع علیه من الغیوب، جلد 1، صفحہ 283,284، المکتبۃ الشرکۃ الصحافیہ)

ظہیر صاحب اس روایت کا ذکر کئے بغیر اسے اعلیٰ حضرت کا کلام ٹھہراتے ہوئے اسے بطور اعتراض یوں لکھتے ہیں اور اس کا ترجمہ مترجم صاحب تحریف سے بھرا یوں کرتے ہیں "مار واها ان رسول الله قال ان علیا قسیم النار یدخل اولیاء الجنة واعداء ه النار" پھر اپنے تشیع کا ثبوت دیتے ہوئے اور تقیہ کا لبادہ اتارتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں: حضرت علی قسیم دوزخ ہیں یعنی اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ (البریلویہ، صفحہ 81، ادارۃ ترجمان السنہ، لاہور)

یعنی اعلیٰ حضرت نے حضرت علی کے متعلق شفا شریف کی حدیث نقل کی ہے اور یہ وہابی اس حدیث کو امام احمد رضا خان کا کلام ٹھہرا کر انہیں شیعہ ثابت کر رہے ہیں۔ قارئین ان اہل حدیث کہلانے والوں کی حدیث دانی سے تو بخوبی واقف ہو گئے ہونگے۔ اہلسنت پر کسی طرح اعتراض ہونا چاہئے بس اسی دھن میں بغیر کسی تحقیق کی پرواکئے ہر دوسری حدیث کو کسی سنی عالم دین کا قول کہہ کر حاطب لیل کی طرح اس پر اندھا دھن اعتراض کرتے جارہے ہیں۔ علم غیب کی نفی پر بے تکے دلائل اور علماء اہل سنت کے دلائل کا بغیر دلیل انکار کرتے ہوئے ظہیر صاحب اعلیٰ حضرت کا کلام بطور اعتراض یوں لکھتے ہیں "ان اصحاب النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم جازمون باطلاعه علی الغیب" (اس کا تحریفی ترجمہ مترجم صاحب نے یوں کیا ہے) ''خود امام بریلویت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات پر جھوٹ باندھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔''

(البریلویہ صفحہ 88 ادارۃ ترجمان السنہ لاہور)

یہاں اعلیٰ حضرت پر یہ بہتان لگایا جارہا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ذات پر جھوٹ باندھا یعنی خود سے یہ کہہ دیا

ہے جبکہ اعلیٰ حضرت نے یہ کلام شرح زرقانی سے نقل کیا ہے چنانچہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اصحابہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب "ترجمہ: صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد10، صفحہ113، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ صرف جھلکیاں دکھائی ہیں، اس پوری کتاب میں احسان الٰہی ظہیر صاحب کی علمی بددیانتیاں آپ کو واضح کریں گے کہ کس طرح ظہیر صاحب نے عبارتوں میں ہیرا پھیری کر کے ''البریلویۃ'' کتاب لکھی۔ ظہیر صاحب کی علمی بددیانتی کا خود ان کے وہابی مولویوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی لکھتا ہے: ''یہ شکایت اُس (ظہیر) کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، صفحہ6، شمارہ13 اگست 1984ء)

''البریلویہ'' کا پورا جواب پڑھ کر قارئین جان جائیں گے کہ نیا فرقہ بریلوی ہے یا وہابی ہے؟ بریلوی عقائد و نظریات قرآن وحدیث کے مطابق ہیں یا وہابی؟ کون انگریزوں کا ایجنٹ تھا؟ بات بات پر کفر کے فتوے بریلوی لگاتے ہیں یا وہابی ذرا ذرا سی بات کو شرک و بدعت کہتے ہیں؟ وہابیوں کا ''البریلویہ'' کتاب کے متعلق دعویٰ کرنا کہ ''اس کتاب کو پڑھ کر کئی سنی وہابی بن جائیں گے۔'' جبکہ ہم قارئین کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان شاء اللہ عزوجل جب آپ اس پوری کتاب کا جواب پڑھیں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ اس کتاب ''البریلویہ'' میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کوئی بات نہیں کی گئی، صرف جھوٹ و بہتان ہی شامل کیا گیا ہے۔ اگر کوئی وہابی بھی طلبِ حق کے لئے اس کتاب کے جواب کو پڑھے گا تو ان شاء اللہ عزوجل وہ وہابی عقائد و نظریات کو چھوڑ دے گا۔ اگر کوئی کٹر وہابی بھی اس کتاب کو پڑھے گا تو اس کا دل اتنا ضرور کہے گا کہ ظہیر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر ہمیں کئی سالوں سے بے وقوف ہی بنایا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ۔۔۔ باب اول :تعارفِ امام احمد رضاخان بریلوی رَحِمَہُ اللہ ۔۔۔

ظہیر صاحب نے اس باب کا نام "بریلویت" رکھا تھا، جس میں انہوں نے امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ذات پر جھوٹے الزامات لگائے۔اس باب میں ان الزامات کا جواب دیا جائے گا۔

## فصل: تاریخ و بانی

﴿ بریلویت پاکستان میں پائے جانے والے احناف کے مختلف مکاتب فکر میں سے ایک مکتبہ فکر ہے۔ بریلوی حضرات جن عقائد کے حامل ہیں، ان کی تاسیس و تنظیم کا کام بریلوی مکتبہ فکر کے پیروکاروں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی نے انجام دیا۔ بریلویت کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔1

جناب احمد رضا ہندوستان کے صوبے اتر پردیش (یوپی) (2) میں واقع بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔3

بریلوی حضرات کے علاوہ احناف کے دوسرے گروہوں میں دیوبندی اور توحیدی قابل ذکر ہیں۔

بریلویت کے مؤسس و بانی راہنما علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نقی علی اور دادا رضا علی کا شمار احناف کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔4

ان کی پیدائش 14 جون 1865ء میں ہوئی۔5۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ والدہ نے ان کا نام امن میاں رکھا۔ والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا۔6

لیکن جناب احمد رضا ان اسماء میں سے کسی پر بھی مطمئن نہ ہوئے اور اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔7 اور خط وکتابت میں اسی نام کا استعمال کثرت سے کرتے رہے۔ ﴾

### امام احمد رضاخان کا اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھنا

یہ ظہیر کا بہتان ہے کہ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن کسی اور نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔آپ کا نام احمد رضا ہی تھا اور آپ نے عبدالمصطفیٰ نام نہیں رکھا تھا بلکہ یہ بطور لقب تھا۔عبدالمصطفیٰ بطور عَلَم (ذاتی نام) رکھنا آپ کے نزدیک مکروہ تھا چنانچہ

فرماتے ہیں: ''فقیر کے اس بارے میں تین رسالے ہیں جو میرے مجموعہ فتاوٰی میں ہیں۔ ایک در بارہ غلام مصطفٰی اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسرا در بارہ عبد المصطفٰی اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ توصیفاً بلاشبہہ جائز اور اجلہ صحابہ سے ثابت۔ کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ669، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوٰی رضویہ میں عبد المصطفٰی بطور لقب رکھنے پر کثیر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ابن بشران امالی اور ابو احمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا حمد و درود کے بعد فرمایا "ایها الناس انی قد علمت انکم کنتم تونسون منی شدة وغلظة وذلك انی کنت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم وکنت عبده وخادمه'' ترجمہ: لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گزار تھا۔

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے، سب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔'' (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ705، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## امام احمد رضا خان کا رنگ

﴿ جناب احمد رضا کا رنگ نہایت سیاہ تھا۔ ان کے مخالفین انہیں اکثر چہرے کی سیاہی کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ ان کے خلاف لکھی جانے والی ایک کتاب کا نام ہی ''الطین اللازب علی الاسود الکاذب'' یعنی'' کالے جھوٹے کے چہرے پر چپک جانے والی مٹی'' رکھا گیا۔ 8

اس بات کا اعتراف ان کے بھتیجے نے بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں: ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ گہرا گندمی تھا۔ لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔'' 9 ﴾

کسی کے کالے رنگ ہونے پر اس کے علم و فضل پر طعن کرنا نری حماقت ہے۔ خود ظہیر جتنا سفید تھا سب کو پتہ ہے۔ (اگر کسی نے ظہیر صاحب کا رنگ اور خشخشی داڑھی والی شکل دیکھنا ہو تو انٹرنیٹ میں You Tube پر دیکھ سکتا ہے۔) ظہیر صاحب کا اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا، جھوٹ ہے۔ دن رات کی محنت سے وہ چمک نہیں رہتی جو ابتداء میں ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا؟۔ امام احمد رضا خان ہرگز کالے رنگ کے نہیں تھے بلکہ سفید رنگ بارعب شخصیت تھے۔ ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں: ''منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیۂ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ داڑھی اس وقت سفید ہو چکی

تھی، مگر نہایت خوبصورت تھی۔'' (مقالاتِ یوم رضا حصہ 3، صفحہ 17، رضا اکیڈمی، لاہور)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں: ''ان کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری (عاجزی وانکساری) کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔''

(افتتاحیہ حیاتِ رضا صفحہ 17، عظیم پبلی کیشنز، لاہور)

پھر ظہیر صاحب نے یہ اپنے پاس سے ہی کہہ دیا کہ لوگ ان کے سیاہ چہرے پر طعن کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے کے حوالہ سے جو ظہیر صاحب نے کہا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ کو گہرا گندمی کہا، یہ بھی جھوٹ ہے۔ انہوں نے چمکدار گندمی لکھا تھا۔ ظہیر صاحب کو چمکدار گندمی کی صحیح عربی نہیں آئی تو انہوں نے "اسمر اللون" لکھ دیا۔ اعلیٰ حضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خان بریلوی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں ''ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ ابتداء سے وصال تک مسلسل محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب وتاب ختم کردی تھی۔'' (اعلیٰ حضرت بریلوی، صفحہ 20، مکتبہ نبویہ، لاہور)

## امراض میں مبتلا ہونا

﴿ جناب احمد رضا نحیف ونزار تھے۔(10) درد گردہ اور دوسری کمزور کردینے والی بیماریوں میں مبتلا تھے۔(11) کمر کی درد کا شکار رہتے۔12 ﴾

کثیر دینی خدمت کے سبب امراض کا شکار رہنا کوئی عیب نہیں۔ گردوں کی تکلیف تھی لیکن جب آپ مکہ سے مدینہ کے سفر کی طرف چلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے صدقے رب تعالیٰ نے گردوں کے درد سے ہمیشہ کے لئے شفاء دے دی چنانچہ ملفوظات میں ہے: ''24 صفر 1324ھ کو کعبہ تن سے کعبہ جاں (یعنی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ) کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال (یعنی جھٹکوں) سے کیا حال ہوگا! ولہٰذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی بلکہ جدہ سے براہِ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا۔ مگر ان کے کرم کے صدقے! ان سے استعانت عرض (یعنی مدد کی درخواست) کی اور ان کا نام پاک لے کر اونٹ پر سوار ہوا۔ ہال (جھٹکے) کا ضرر پہنچنا درکنار وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی، دفعۃً دفع ہوگئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔ یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 2، صفحہ 215، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

﴿ اسی طرح سر درد اور بخار کی شکایت بھی عموماً رہتی۔13 ﴾

ظہیر صاحب نے البریلویہ میں کہا تھا کہ انہیں شدید درد سر رہتا تھا۔ مترجم صاحب نے لفظ شدید کا ترجمہ ہی نہیں کیا کیونکہ اصل حوالے میں لفظ شدید نہیں تھا بلکہ ظہیر صاحب نے بطور جھوٹ اپنی طرف سے شامل کیا تھا۔ ملفوظات میں صرف اس قدر ہے: ''الحمد للہ! کہ مجھے اکثر حرارت ودردِ سر رہتا ہے۔'' (ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 119، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

## کیا امام احمد رضا خان ایک آنکھ سے اندھے تھے؟

ان کی دائیں آنکھ میں نقص تھا۔ اس میں تکلیف رہتی اور وہ پانی اتر آنے سے بے نور ہوگئی تھی۔طویل مدت تک علاج کراتے رہے مگر وہ ٹھیک نہ ہوسکی۔14

ایک مرتبہ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا۔انہوں نے سالن کھالیا مگر چپاتیوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ان کی بیوی نے کہا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے نظر ہی نہیں آئیں۔حالانکہ وہ سالن کے ساتھ ہی رکھی ہوئی تھیں۔15

آنکھ سے بے نور ہونا بھی کوئی علمی عیب نہیں۔مسجد نبوی کے ایک خطیب بھی نابینا ہیں۔یہاں بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ایک آنکھ بے نور ہوگئی تھی۔آپ کی دونوں آنکھیں الحمد للہ درست تھیں۔دراصل آپ کی داہنی آنکھ میں ایک چھوٹا سا حلقہ پڑ گیا تھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آپ کی آنکھ چند سالوں بعد موتیا کے سبب بے نور ہو جائے گی۔لیکن آپ نے موتیا کے مریض کو دیکھ کر وہ دعا پڑھی تھی جس کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مریض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے والا اس مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔لہٰذا اس دعا کی برکت سے آپ موتیا کے مرض سے ساری زندگی محفوظ رہے۔پورا واقعہ آپ یوں فرماتے ہیں: "جمادی الاولیٰ 1300ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال (یعنی مسلسل) دیکھنا ہوا۔گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسطِ شے مرئی (یعنی نظر آنے والی چیز کے درمیان) میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہو وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔یہاں اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر علاج چشم میں بہت سربرآوردہ تھا۔سینڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔میرے استاذ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے۔علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا: "کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست (یعنی خشکی) آگئی ہے۔پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔" مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے، فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے (یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدانا کردہ) پانی اتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی۔) میں نے التفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزول آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا۔ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔انہوں نے بیس برس کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔الحمد للہ کہ بیس درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا، نہ بعونہ

تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائم معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ میں اگر انہی واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے تو ایک دفتر ہو۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 70، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

ظہیر صاحب کی تحریف دیکھیں کہ ملفوظات کے حوالے سے لکھ دیا کہ ساری زندگی وہ بے نور آنکھ ٹھیک نہ ہوسکی جبکہ اوپر واضح انداز میں بتایا گیا کہ آنکھ بے نور نہیں ہوئی تھی فقط تھوڑا سا حلقہ تھا جو مزید نہیں بڑھا۔ ان کی بددیانتی ملاحظہ ہو۔ باقی چپاتیاں نظر نہ آنا آنکھ کے بے نور ہونے کی دلیل نہیں۔ کیا ایک آنکھ والے کو روٹی نظر نہیں آتی؟ کسی سوچ میں گم ہونے کی وجہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔

## اعلیٰ حضرت کا حافظہ

﴿ جناب بریلوی نسیان میں مبتلا تھے۔ ان کی یادداشت کمزور تھی۔ ایک دفعہ عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ان کے ماتھے پر ہے۔ کافی دیر تک پریشان رہے، اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آ کر رک گئی۔ تب پتہ چلا کہ عینک تو ماتھے پر تھی۔ 16 ﴾

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن قوی حافظے کے مالک تھے اور ان کے قوی حافظے کی مثال فتاوٰی رضویہ میں موجود ہزاروں مسائل ہیں جو بے شمار جزئیات پر مشتمل ہیں۔ ایک مفتی کے فتوے میں موجود دلائل اس کی علمیت و حافظے کی عکاسی کرتے ہیں کہ مفتی اپنے علم و حافظے کے سبب دلائل نقل کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے حافظے و ذہانت کے متعلق فرماتے ہیں: ''میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا۔ جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بلفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 112، کتب انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

آپ کے قوت حافظہ کا عالم یہ تھا کہ تیس دنوں میں پورا قرآن حفظ فرما لیا چنانچہ جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضور (اعلیٰ حضرت) نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنا دیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشیں کر لینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لئے پہلے روز کا کاشانہ اقدس سے آتے وقت سورۃ بقرۃ شریف تلاوت میں تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا۔ جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرما لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد حالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ

اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ252، کمسمیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور)

مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب دار الافتاء میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتاء (سوال) آیا، دار الافتاء میں کام کرنے والوں نے پڑھا اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا اور جواب جزئیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا۔ فقہاء کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے رد المحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاوٰی ہندیہ میں، خیریہ میں، یہ یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل وکمال نے علماء کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ255، کمسمیر انٹر نیشنل پبلیشرز، لاہور)

وہابیوں کے رد میں آپ نے علمائے حرم کے کہنے پر مکہ معظمہ میں دو دن میں علم غیب پر پوری کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' لکھ دی۔ باقی ظہیر کا عینک والی بات سے نسیان کا استدلال کرنا عجیب بات ہے۔ جو لوگ عینک استعمال کرتے ہیں انہیں بخوبی تجربہ ہوگا کہ بعض اوقات عینک ماتھے یا سر پر کھڑی کر کے کام کرتے ہوئے ذہن سے نکل جاتا ہے کہ عینک کہاں ہے۔ مجھے امید ہے کہ عینک استعمال کرنے والے ظہیر کے اس بیوقوفانہ اعتراض پر ہنس رہیں ہوں گے۔

دنیا میں کئی مشہور سائنسدانوں، علمائے حضرات کے متعلق اس طرح کے واقعات کتابوں میں مذکورہ ہیں کہ وہ ذہن کسی اور طرف مرکوز ہونے کے سبب اس طرح کی بھول کرتے ہیں۔ مسند احمد اور مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث پاک ہے "عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال إن رجالا من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ و سلم حین توفی النبی صلی اللہ علیہ و سلم حزنوا علیہ حتی کاد بعضہم یوسوس قال عثمان و کنت منہم فبینا أنا جالس فی ظل أطم من الآطام مر علی عمر رضی اللہ عنہ فسلم علی فلم أشعر أنہ مر ولا سلم فانطلق عمر حتی دخل علی أبی بکر رضی اللہ عنہ فقال لہ ما یعجبک أنی مررت علی عثمان فسلمت علیہ فلم یرد علی السلام وأقبل ہو وأبو بکر فی ولایۃ أبی بکر رضی اللہ عنہ حتی سلما علی جمیعا ثم قال أبو بکر جاء نی أخوک عمر فذکر أنہ مر علیک فسلم فلم ترد علیہ السلام فما الذی حملک علی ذلک قال قلت ما فعلت فقال عمر بلی واللہ لقد فعلت ولکنہا عبیتکم یا بنی أمیۃ قال قلت واللہ ما شعرت أنک مررت ولا سلمت قال أبو بکر صدق عثمان" ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس دوران کہ میں ایک ٹیلے کے سائے میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق میرے پاس سے گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہ چلا۔ جناب عمر فاروق نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری شکایت کی۔ پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر فاروق کے سلام کا جواب نہ دیا؟ میں نے کہا میں نے تو ایسا نہ کیا۔ عمر فاروق بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے خبر نہیں کہ تم گزرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ19، المکتب الاسلامی، بیروت)

خود امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس طرح کا واقعہ ہو جانے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ردالمحتار میں ہے ہماری بات کی بعض کے اس قول سے تائید ہوتی ہے کہ عاقل وہ ہے جس کا کلام اور افعال درست ہوتے ہیں ماسوائے نادر موقع کے۔ دیکھو! تصریح کرتے ہیں کہ اگر نادراً بعض کلمات وحرکات قانون عقل سے خارج بھی صادر ہوں، تو عاقل ہی کہا جائے گا۔ آگے چل کر فرماتے ہیں "فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش ونحوه اناطة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله وافعاله الخارجة عن عادته"

قابل اعتماد بات یہ ہے کہ مدہوش اور اس جیسوں کا حکم ان سے خلل کے غلبے کی وجہ سے عادۃً صادر ہونے والے اقوال وافعال پر لگے گا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ بعض اوقات کسی خیال کے استغراق یا تکلیف کی شدت یا فرحت کی کثرت یا اور کسی صورت سے وہ بات بیخودی کی اس سے صادر ہو جاتی ہے کہ جب خیال کرتا ہے تو خود ہی اسے تعجب ہوتا ہے، پھر کیا اس سے یہ لازم آسکتا ہے کہ اسے مسلوب الحواس ٹھہرادیں اور اس کے تصرفات کا نفاذ نہ مانیں، اور یہاں طولِ عہدِ مرض ایک قرینہ قویہ بھی ہے کہ اس کی پریشانی میں اگر نادراً کسی ایسے فعل کا وقوع ہو جائے تو کچھ جائے تعجب نہیں۔ "فی ردالمحتار عن هشام ابن کلبی قال حفظت مالم یحفظ احد ونسیت مالم ینسه احد حفظت القران فی ثلثة ایام واردت ان اقطع من لحیتی مازاد علی القبضة فنسیت فقطعت من اعلاها"

ردالمحتار میں ہشام بن کلبی سے منقول ہے اس نے کہا میں نے ایسا حفظ کیا جو کسی نے نہ کیا اور میں بھولا کہ اس طرح کوئی نہ بھولا۔ میں نے قرآن پاک تین دن میں حفظ کرلیا اور میں نے اپنی داڑھی کی مٹھی سے زائد مقدار کو کاٹنے کا ارادہ کیا لیکن بھول کر مٹھی کے اوپر سے بھی کاٹ دی۔

دیکھو ایسا صحیح الضبط قوی الدماغ آدمی جس نے روزانہ دس دس پارے قرآن مجید کے یاد کر کے تین روز میں کلام اللہ شریف پورا حفظ کرلیا، اس سے ایسی خطاءِ عظیم واقع ہوئی کہ جس پر وہ خود کہتے ہیں مجھ سے وہ بھول ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی، اب کیا اس نادر بات پر ان کی قوت بالکل زائل اور مسلوب الحواسی حاصل پائی جائے گی؟ بالجملہ جب تک غالب افعال واقوال ایسے ہی نہ ثابت کئے جائیں۔ ہرگز بکار آمد نہیں کہ فقہائے کرام عدم اعتبار نادر کی تصریح فرما چکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ620، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## اعلیٰ حضرت کو کیا طاعون ہوا تھا؟

﴿ ایک دفعہ وہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور خون کی قے کی۔17 ﴾

یہ بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے۔حیات اعلیٰ حضرت میں صاف لکھا ہے کہ آپ کو طاعون نہیں ہوا تھا کیونکہ آپ نے پہلے ہی طاعون زدہ کو دیکھ کر دعا پڑھی ہوئی تھی چنانچہ پورا واقعہ بیان کرتے ہوئے مفتی ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی اور بکری کا قورمہ تھا۔گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔اعلیٰ حضرت فرماتے تھے ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔میرے ساتھ تشریف لے گئے۔وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں، یہی کھانا تھا۔سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے، بہتر ہے کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔میں نے کہا میری عادت نہیں (یعنی میز بانوں کو فرمائش کرنا عادت نہیں)۔وہی پوریاں، کباب کھائے۔اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا تھا اور اسی پر اکتفا کرتا۔بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔یہاں تک کہ قراءت سریہ بھی میسر نہ تھی۔سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قراءت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا۔اسلئے انہیں جواب نہ دے سکا۔حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔نہ مجھے طاعون ہے اور نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بار ہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔اس بلا سے محفوظ رہے گا۔وہ دعا یہ ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا" ہوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔الحمد للہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔۔۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی "اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب" (اے ہمارے رب! تیرا حبیب سچا ہے اور طبیب جھوٹا ہے۔) کسی نے میرے دہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں۔ لوگ باری باری میرے لئے جاگتے تھے، اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھے۔غرض بمشکل سمجھے۔جب دونوں چیزیں آئیں۔بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دبا لیا۔پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی۔اس کے بعد ایک کلی خون

کی اور آئی اور بحمد اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہوگیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ170، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اب دوبارہ ظہیر صاحب کی عبارت دیکھیں کہ اسی کتاب کے حوالے سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو طاعون ہوا جبکہ اس جگہ طاعون نہ ہونے کی نفی ہے، یہ جھوٹ و تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

## کیا اعلیٰ حضرت تیز مزاج اور فحش گو تھے؟

﴿ بہت تیز مزاج تھے۔(18) بہت جلد غصے میں آجاتے۔ زبان کے مسئلے میں بہت غیر محتاط(19) اور لعن طعن کرنے والے تھے۔ فحش کلمات کا کثرت سے استعمال کرتے۔ بعض اوقات اس مسئلے میں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے اور ایسے کلمات کہتے کہ ان کا صدور صاحب علم و فضل سے تو درکنار کسی عام آدمی کے بھی لائق نہ ہوتا۔ ان کے ایک معتقد بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ مخالفین کے حق میں سخت تند مزاج واقع ہوئے تھے اور اس سلسلے میں شرعی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔20

یہی وجہ تھی کہ لوگ ان سے متنفر ہونا شروع ہو گئے۔ بہت سے ان کے مخلص دوست بھی ان کی عادت کے باعث ان سے دور ہوتے چلے گئے۔ ان میں سے مولوی محمد یٰسین بھی ہیں جو مدرسہ اشاعۃ العلوم کے مدیر تھے اور جنہیں جناب احمد رضا اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے وہ بھی ان سے علیحدہ ہو گئے۔21

اس پر مستزاد یہ کہ مدرسہ مصباح التہذیب جو ان کے والد نے بنوایا تھا، وہ ان کی ترش روئی، سخت مزاجی، بذات لسانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اس کے منتظمین ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے وہابیوں سے جا ملے اور حالت یہ ہوگئی کہ بریلویت کے مرکز میں احمد رضا صاحب کی حمایت میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا۔ باوجودیکہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت وہاں اپنی تمام تر سرگرمیوں سمیت موجود تھے۔22 ﴾

یہ سب بھی جھوٹ ہے۔ بہت تیز مزاج کا یہ مطلب نہیں کہ بڑی جلدی غصہ آجاتا تھا بلکہ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے جسم میں حرارت زیادہ تھی جیسا کہ کئی لوگوں کو ہوتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔ میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا اور اگر پیوں تو با آنکہ (یعنی اس وجہ سے کہ) مزاج گرم ہے فوراً زکام ہوجاتا ہے۔ میری پیدائش سے پہلے حکیم سید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی پانی کو منع کر دیا تھا۔ جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے۔ تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کی سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے اس میں کلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔ مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں، تازہ باسی بکثرت پیا اور نفع ہی کیا۔'' (ملفوظات، حصہ 2، صفحہ200، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

باقی ظہیر کا کہنا کہ لعن طعن کرتے، فحش کلمات کی کثرت کرتے تھے یہ بہتان ہے۔ آپ گمراہ گستاخ فرقوں کے عقائد کا شدومد سے ردضرور کرتے تھے لیکن آج بھی ان کی تحریر گواہ ہے اس میں کسی قسم کی فحش گوئی نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''جب وہ رسول اللہ عزوجل وصلی

اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، انکو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، انکی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اسکی مولویت، بزرگی، فضیلت، کو خطرے میں لاؤ۔ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔" (ایمان کی پہچان، صفحہ، 58، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بتائیں اس میں کیا فحش کلامی ہے؟ کیا ان کا یہ فرمان درست نہیں ہے؟ شروع سے ہی علمائے کرام اپنے دور کے گمراہ فرقوں کا اسی طرح شدومد سے رَد فرماتے رہے ہیں۔ حدیث پاک میں اس کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم "خذلهم الله تعالى اجمعين" (اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار کرے۔) مسلمانوں کو بہکائے فتنہ وفساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے ﴿يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ اور خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا نہ شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی کا کام ہو سکتا ہے۔ جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوتے ہیں۔ ادھر ہندو سے وداد واتحاد منایا، ادھر روافض ومرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سد فتنہ نا جائز ٹھہرایا، غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھری حلال کر دیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گرو، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں، ان پر فرض ہے کہ روافض ومرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سدباب کریں، وعظ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں، حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'لما ظهرت الفتن اوقال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملئكة والنا لايقبل الله منه صرفا ولا عدلا' جب فتنے یا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔"

جب بدمذہبوں کے دفع نہ کرنے والے پر لعنتیں ہیں تو جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب ولعنت اکبر ہوگی ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ اور ظالم جلدی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہر بدمذہب کے ساتھ سختی نہیں کرتے تھے بلکہ جو اپنی بدمذہبی پر جم جاتے تھے ان کے ساتھ سختی فرماتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ

بات نہ ہوتی۔جن لوگوں کے عقائد مُذَبذَب (یعنی ڈانوا ں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداءً بہت نرمی کی گئی۔مگر چونکہ اِن کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہوگئی تھی اور مصداق ﴿ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ ﴾ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا۔اس وقت سختی کی گئی کہ ربّ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ﴾ اے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ﴾ لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ 1، صفحہ 90، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سنت متوارثہ یہی ہے کہ جہاں تک اپنی ذات کا تعلق ہو معاف کر دینا افضل ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کی پوری سیرت میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لیا ہو بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے معاف ہی فرمایا ہے چنانچہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔وہ ان حضرات کے فرزندان روحی ومعنوی ہیں جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ ورسول عز وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑ اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کر لیا ہے۔ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا ورسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا اور تقریراً وتحریراً اس کا اعلان کیا۔بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہوسکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ذریات نے اگر چہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جوبات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، اذناب اسے کیا بناتے۔آخر اسی غم میں ماردم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھائے، دل ہی دل میں جلتے۔﴿قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ﴾ جب غصتاب سے باہر ہو جاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے اور سمجھتے کہ بہت بڑا کارنمایاں کیا۔غرض اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھا لیا اور پڑھنے لگے۔اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔اس لئے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان میں تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سے پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کیلئے ذریعہ عبرت ونصیحت ہو۔ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھئے۔اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھئے۔ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔جن کو پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں، میں اس کا عادی ہوں۔لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ

حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام واکرام جاگیر وعطیات سے مالا مال کردیجئے، پھر گالی دینے والوں کو سزادلوانے کی فکر کیجئے گا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ومعذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام و اکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشہا پشت کو کافی ہو۔ مگر میری وسعت سے باہر ہے۔ فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان نہ پہنچایئے۔ ﴿كُلُّ امْرِءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ164، کنسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

دیکھیں! کس احسن انداز میں آپ نے اصلاح فرمائی۔ پتہ چلا کہ فحش گوئی اس وقت کے وہابیوں کا طرز عمل تھا لیکن کیا دور آگیا ہے کہ ظہیر جیسے اعلیٰ حضرت کو فحش گو ثابت کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ ظہیر صاحب نے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ بھی تحریف سے بھرے پڑے ہیں۔ حیات اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مولوی یٰسین کے بارے میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں استاد کا درجہ دیتے تھے، اور وہ اعلیٰ حضرت کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ مکمل عبارت پیش خدمت ہے: ''اہل سنت کے لئے سوائے بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ اگرچہ بریلی میں 1312ھ میں ایک مدرسہ سرائے خام میں قائم ہوا تھا اور اس کا نام اشاعت العلوم تھا۔ اس کے بانی مولوی محمد یٰسین صاحب پنجابی شاگرد حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھے۔ یہ ایک زمانہ تک تو خاموشی کے ساتھ صرف درس وتدریس میں مشغول تھے۔ جب دیوبندیوں نے 1327ھ میں اپنی جماعت بندی اور جتھا قائم کرنے کے لئے ابتدائے قیام مدرسہ دیوبند سے اس وقت تک جتنے فارغ التحصیل ہوئے تھے یا وہاں پہنچ کر حدیث کا دورہ تمام کیا یا کچھ دنوں کے لئے شریک درس ہوگئے تھے اگرچہ کسی جگہ کے فارغ ہوں، ان سب کو بلا کر ان کی دستار بندی کردی تھی۔ مولوی محمد یٰسین صاحب بھی انہیں لوگوں میں تھے کہ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے کتابیں تمام کیں، چند دنوں کے لئے دیوبند جا کر دورہ میں شرکت کی تھی، ان کی بھی دستار بندی دیوبندیوں نے کردی تھی۔ اس زمانہ سے ان کا میلان دیوبندیوں کی طرف زیادہ ہونے لگا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں آمدورفت میں کمی شروع کردی تھی اور رفتہ رفتہ وہابی دیوبندی ہوگئے۔ ورنہ پہلے ان کے تعلقات اعلیٰ حضرت سے اچھے تھے اور اعلیٰ حضرت کو بمنزلہ اپنے استاذ کے سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اعلیٰ حضرت کی بے حد عزت کرتے اور بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ508، کنسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس میں کہاں یہ لکھا ہے کہ وہ آپ کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر گئے تھے؟ پھر یہاں یہ لکھا ہے کہ مولوی یٰسین اعلیٰ حضرت کو اپنا استاد سمجھتے تھے، لیکن ظہیر صاحب نے اس کا الٹ کردیا کہ اعلیٰ حضرت انہیں اپنا استاد سمجھتے تھے۔

حضور پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت لکھی ہے اس میں بھی غضب ناک اور زبان دراز، کثرت سے لعنت بھیجنے والے، گالیاں دینے والے اور فحش گوئی کرنے والے الفاظ ظہیر کے اپنے ہیں جو انہوں نے تحریفی انداز میں پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ شرف ملت حضور عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت یوں نقل کرتے ہیں: ''اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت

ہے لیکن کسی مقام پر تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔وہ ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔
مگر ان کے مخالفین ناموس اسلاف کی حفاظت میں تیغ بُراں نظر آتے ہیں۔دونوں کے طرز عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ99،مکتبہ قادریہ لاہور)

## دورانِ تعلیم قرآن کا واقعہ

﷽ جہاں تک بریلوی حضرات کا تعلق ہے تو دوسرے باطل فرقوں کی مانند اپنے امام وقائد کے فضائل ومناقب بیان کرتے وقت بہت سی جھوٹی حکایات اور خود ساختہ کہانیوں کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔بریلوی حضرات اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ جھوٹ کسی کی قدر ومنزلت میں اضافے کی بجائے اس کی تذلیل اور استہزاء کا باعث ہوتا ہے۔چنانچہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:''آپ کی ذہانت وفراست کا یہ عالم تھا کہ چار برس کی مختصر عمر میں جس میں عموماً دوسرے بچے اپنے وجود سے بھی بے خبر ہوتے ہیں،قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا۔آپ کی رسم بسم اللہ خوانی کے وقت ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے لوگوں کو دریائے حیرت واستعجاب میں ڈال دیا۔حضور کے استاد محترم نے آپ کو''بسم اللہ الرحمن الرحیم''پڑھانے کے بعد الف،با،تا،پڑھایا۔پڑھاتے پڑھاتے جب لام الف (لا) کی نوبت آئی تو آپ نے خاموشی اختیار فرمالی۔استاد نے دوبارہ کہا کہ کہو میاں لام الف!حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے پھر دوبارہ کیوں؟اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خان صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا:بیٹا استاد کا کہا مانو۔حضور نے ان کی طرف نظر کی۔جد امجد نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا کہ بچے کو شبہ ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے۔اب اس میں ایک لفظ مرکب کیوں آیا؟ اگر چہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو منکشف کرنا مناسب نہ تھا،مگر حضرت جد امجد نے خیال فرمایا کہ یہ بچہ آگے چل کے آفتاب علم وحکمت بن کر افق عالم پر تجلی ریز ہونے والا ہے،ابھی سے اسرار ونکات کے پردے اس کی نگاہ ودل پر سے ہٹا دیئے جائیں۔چنانچہ فرمایا:بیٹا تمہارا خیال بجا ودرست ہے،لیکن پہلے جو حرف الف پڑھ چکے ہو وہ دراصل ہمزہ ہے اور یہ الف ہے،لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ چونکہ ابتداء ناممکن ہے،اس لئے ایک حرف یعنی لام اول میں لاکر اس کی ادائیگی مقصود ہے۔حضور نے اس کے جواب میں کہا تو کوئی بھی حرف ملا دینا کافی تھا لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ با،تا،دال اور سین بھی شروع میں لا سکتے تھے۔جد امجد علیہ الرحمہ نے انتہائی جوش محبت میں آپ کو گلے لگالیا اور دل سے بہت سی دعائیں دیں۔پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃً خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے۔لا یا لا اور سیرت اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام۔23

اس بے معنی عبارت کو ملاحظہ فرمائیے۔اندازہ لگائیں کہ بریلوی حضرات چار برس کی عمر میں اپنے اعلیٰ حضرت کی ذہانت وفراست بیان کرنے میں کس قسم کے علم کلام کا سہارا لے رہے ہیں اور لغو قسم کے قواعد وضوابط کو بنیاد بنا کر ان کے ذریعہ سے اپنے امام کی علمیت ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔خود اہل زبان عرب میں سے تو کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس لا یعنی قاعدے کو پہچان سکے اور اس کی وضاحت کرسکے۔لیکن ان عجمیوں نے الف اور لام کے درمیان صورت وسیرت کے لحاظ

سے مناسبت کو پہچان کر اس کی وضاحت کر دی۔ ﷺ

شرف ملت عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "حالانکہ بات ظاہر ہے کہ لام اور الف میں صورۃً مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے کہ لا سے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ لام بصورتِ الف اور الف بصورتِ لام لکھا گیا ہے اور سیرۃً مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا اسم لام (ل ا م) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حروف تہجی کا پہلا حرف "ا" ہے، اس کا اسم الف (ا ل ف) ہے، اس کے درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان صورۃً و سیرۃً مناسبت ہے، لہٰذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا، تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔ لا یہ وہ باریک نکتہ تھا جو امام احمد رضا نے بچپن میں سمجھ لیا اور نام کے ماہرین تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔"

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 105، مکتبہ قادریہ لاہور)

## غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا

ﷺ دراصل بریلوی قوم اپنے امام کو انبیاء اور سل سے تشبیہ ہی نہیں بلکہ ان پر افضلیت دینا چاہتی ہے اور یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ ان کے امام و قائد کو کسی کی طرف سے تعلیم دینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا سینہ علوم و معارف کا مرکز و مہبط بن چکا تھا اور تمام علوم انہیں وہبی طور پر عطا کیے جا چکے تھے۔ اس امر کی وضاحت نسیم بستوی کی اس نص سے بھی ہو جاتی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: "عالم الغیب نے آپ کا مبارک سینہ علوم و معارف کا گنجینہ اور ذہن و دماغ و قلب و روح کو ایمان و یقین کے مقدس فکر و شعور اور پاکیزہ احساس و تخیل سے لبریز فرما دیا تھا۔ لیکن چونکہ ہر انسان کا عالم اسباب سے بھی کسی نہ کسی نہج سے رابطہ استوار رہتا ہے اس لیے بظاہر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) کو بھی عالم اسباب کی راہوں پر چلنا پڑا۔"24

یعنی ظاہری طور پر تو جناب احمد رضا صاحب نے اپنے اساتذہ سے اکتساب علم کیا مگر حقیقی طور پر وہ ان کی تعلیم کے محتاج نہ تھے کیونکہ ان کا معلم و مربی خود رب کریم تھا۔ ﷺ

ظہیر نے بہتان لگاتے ہوئے دعویٰ یہ کیا ہے کہ سنی اعلیٰ حضرت کو انبیاء و رسل علیہم السلام پر ترجیح دیتے ہیں لیکن جتنے بھی حوالے دیئے ہیں کیا ان میں ایک بھی حوالہ ایسا ہے جس میں کہا گیا ہو کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں؟ اس حوالے میں تو اللہ عزوجل کے اس فضل کا ذکر ہے جو اعلیٰ حضرت پر ہوا ہے اور ان کی سیرت و کتب سے واضح ہوتا ہے۔ اس طرح کے خصائص کئی بزرگانِ دین میں پائے جاتے ہیں جیسے حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے متعلق کتب سیرت میں ملتا ہے۔ ان خصائص سے انبیاء پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے جب غلام کا یہ حال ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔ مگر اسے وہی سمجھے گا جس کے دل میں انبیاء اور اولیاء کی محبت ہوگی نہ کہ وہ وہابی جن کے دلوں میں بدعت و شرک کے ابہام بھرے ہوئے ہیں۔

رہی یہ بات کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا یہ تو صریح کفر ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شیعوں کے عقائد

پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان کا ہر تنقص سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ودیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔شفاءشریف،صفحہ 365 میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے "وکذلك نقطع بتكفير غلاة الرافضة في قولهم ان الائمة افضل من الانبياء "اوراسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جوائمہ کوانبیاءسے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام،مطبع مصر،صفحہ 44 میں کلامِ شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں۔ملاعلی قاری شرح شفا،مطبوعہ قسطنطنیہ،جلد2،صفحہ 526 میں فرماتے ہیں"هذا كفر صريح "یہ کُھلا کفر ہے۔منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر،مطبع حنفی،ص146 میں ہے "ما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولي افضل من النبي كفر و ضلالة والحاد وجهالة"وہ جوبعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفروضالت و بے دینی وجہالت ہے۔شرح مقاصد،مطبوع قسطنطنیہ،جلد2،ص305 اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی،آخر فصل اول باب ثانی میں ہے "واللفظ لها ان الاجماع منعقد على ان الانبياء افضل من الاولياء " بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ،مطبع مصر،جلد1،ص215 میں ہے "التفضيل على نبي تفضيل على كل نبي "کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاءسے افضل بتانا ہے۔شرح عقائد نسفی،مطبع قدیم،ص65 پھر طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ،ص215 میں ہے "واللفظ لهما (تفضيل الولي على النبي)مرسلا كان اولا(كفر و ضلال كيف و هو تحقير النبي)بالنسبة الى الولي (وخرق الاجماع)حيث اجمع المسلمون على فضيلة النبي على الولي الخ باختصاره ''ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفروضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ارشادالساری شرح صحیح بخاری،جلد1،صفحہ 175 میں ہے "النبي افضل من الولي وهو امر مقطوع به والقائل بخلا فه كافر لا نه معلوم من الشرع بالضرورة" نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔۔۔۔'' (فتاوٰی رضویہ،جلد14،صفحہ262،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

## دیوبندیوں کے نزدیک امتی عمل میں اپنے نبی سے بڑھ سکتا ہے

البتہ دیوبندیوں کے امام قاسم نانوتوی کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے چنانچہ تحذیر الناس میں لکھتا ہے:''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں،باقی رہا عمل،اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں،بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔'' (تحذیر الناس،صفحہ7،دارالاشاعت،کراچی)

## اعلیٰ حضرت کو دردِسر اور بخار رہنا

جناب بریلوی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں:''دردسر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتے

تھے۔'' آگے چل کر لکھتے ہیں: ''الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت اور دردِ سر رہتا ہے۔'' 25

جناب احمد رضا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی جسمانی کیفیت انبیاء کرام علیہم السلام سے مشابہت رکھتی ہے۔ ﴿

کسی جسمانی کیفیت انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہونا قابلِ اعتراض نہیں بلکہ باعثِ سعادت ہے۔حضرت حسنین کریمین کا جسم مبارک حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کی طرح تھا چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ''الحسن أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين الصدر إلى الرأس، والحسين أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان أسفل من ذلك'' ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے سر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینے سے نیچے تمام بدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد5، صفحہ660، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اظہارِ نعمت کے طور پر کہا تھا کہ انہیں اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کے ایک عمل سے موافقت عطا فرمائی ہے۔اصل کلام یہ ہے: ''دردِ سر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتے تھے۔ایک ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ سر ہوا، آپ نے اس شکریہ میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا تھا۔اللہ اکبر! یہاں یہ حالت کہ اگر برائے نام درد معلوم ہو تو یہ خیال ہوتا ہے کہ جلد نماز پڑھ لیں۔'' پھر فرمایا: ''ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس موضع (یعنی جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے۔لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے جس سے باذنہ تعالیٰ تمام رگ رگ کے گناہ نکال لیتا ہے۔الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت و دردِ سر رہتا ہے۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ118، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

صفت میں مشابہت ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دعویٰ نبوت کیا جا رہا ہے۔لیکن ظہیر صاحب اپنی کم علمی میں اس سے باطل استدلال کر رہے ہیں، جو ان کی عادت ہے۔

## ظہیر صاحب کا علمِ ابجد پر اعتراض

﴿ اپنی تقدیس ثابت کرنے کے لیے ایک جگہ فرماتے ہیں: میری تاریخ ولادت ابجدی حساب سے قرآن کریم کی اس آیت سے نکلتی ہے جس میں ارشاد ہے ﴿أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی روحانی تائید فرما دی ہے۔ 26 ﴿

یہ اعتراض علم ابجد کو نہ جاننے کی بنا پر ہے۔جمل یا ابجد یا حروف کے اعداد کا تصور مسلمانوں میں بہت پرانا ہے، بزرگانِ دین اس کا استعمال کرتے رہے ہیں۔لوگ عہدِ رسالت میں اس سے آشنا تھے چنانچہ علامہ قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں ﴿الم﴾ کی بحث میں فرماتے ہیں ''أو إلى مدد أقوام وآجال بحساب الجمل كما قال أبو العالية متمسكاً بما روى أنه عليه الصلاة والسلام لما أتاه اليهود تلا عليهم الم البقرة فحسبوه وقالوا كيف ندخل في دين مدته إحدى

وسبعون سنة، فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا :فهل غيره، فقال المص والر والمر، فقالوا خلطت علينا فلا ندري بأيها نأخذ، فإن تلاوته إياها بهذا الترتيب عليهم وتقريرهم على استنباطهم دليل على ذلك " ترجمہ:یا بعض سورتوں کے شروع میں مذکوران حروف مقطعات سے بحساب جمل بعض قوموں کی بقا کی میعاد کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابوالعالیہ نے رسول اللہ کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب یہود آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں ﴿آلم﴾ البقرۃ پڑھ کر سنائی تو انہوں نے حساب لگایا اور کہا کہ ہم ایسے دین میں کیسے داخل ہوں جس کی کل مدت ہی 71 سال ہے ۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے ہتو اس پر یہود نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ پھر آپ نے آلمصٓ، آلر، آلمر وغیرہ دیگر ایسی آیات پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے کہا آپ نے معاملہ ہم پر مشتبہ کردیا، اب ہمیں سمجھ نہیں آرہا ہے کہ ہم ان میں سے کسے بنیاد بنا کر حساب لگائیں۔یہود پر حضور کا ترتیب کے ساتھ آیات پڑھنا اور ان کے استنباط پر خاموش رہنا اس علم پر دلیل ہے۔

(أنوار التنزيل وأسرار التاويل،في تفسير، سورة البقرة، سورت2، آیت1، جلد1، صفحہ34، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

کئی بزرگانِ دین انہی اعداد کے لحاظ سے اپنی تاریخ پیدائش نکالتے ہیں، اپنا تاریخی نام بھی اسی سے رکھتے ہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ جو 786 لکھا ہوتا ہے وہ بھی علم اعداد کے لحاظ سے ہے۔

## معصوم ومحفوظ میں فرق

﴾ نیز ان کے بارے میں ان کے پیروکاروں نے لکھا ہے:''آپ کے استاد محترم کسی آیت کریمہ میں بار بار زبر بتا رہے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے جد امجد رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بلالیا اور کلام مجید منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب کی غلطی سے اعراب غلط لکھا گیا تھا۔یعنی جو زیر حضور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زبان حق ترجمان سے نکلتا ہے وہی صحیح اور درست تھا۔پھر جد امجد نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح بتاتے ہیں اسی کے مطابق پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔''27

نتیجہ یہ نکلا کہ اعلیٰ حضرت صاحب کو بچپن سے ہی معصوم عن الخطاء کا مقام ومرتبہ حاصل تھا۔بریلوی حضرات نہ صرف یہ کہ مختلف واقعات بیان کرکے اس قسم کا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں بلکہ وہ اپنے امام وبانی کے متعلق صراحتاً اس عقیدے کا اظہار بھی کرتے ہیں چنانچہ عبدالکریم قادری صاحب لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی قلم وزبان ہر قسم کی لغزش سے محفوظ تھی۔اور باوجودیکہ ہر عالم کی کوئی نہ کوئی لغزش ہوتی ہے مگر اعلیٰ حضرت نے ایک نقطے کی غلطی بھی نہیں کی۔''28

ایک دوسرے صاحب لکھتے ہیں:''اعلیٰ حضرت نے اپنی زبان مبارک سے کبھی غیر شرعی لفظ ادا نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھا۔''29

نیز یہ کہ اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے غلطیوں سے مبرا تھے۔صراط مستقیم کی اتباع آپ کے اندر ودیعت کردی گئی تھی۔30

انوار رضا میں ایک صاحب بڑے برملا انداز میں تحریر فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم اور زبان کو غلطیوں سے پاک کر دیا تھا۔"31

مزید کہا جاتا ہے: "اعلیٰ حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم اور غوث اعظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماتے تھے۔"32

ایک بریلوی شاعر اپنے اعلیٰ حضرت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ہے حق کی رضا احمد کی رضا　　احمد کی رضا مرضی رضا　　یعنی احمد رضا بریلوی33

اہل سنت ہرگز اعلیٰ حضرت کو نبی علیہ السلام کے برابر یا افضل نہیں مانتے اور نہ ہی کسی سنی عالم نے کسی کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یوں کہا ہے۔ علمائے کرام کا یہ کہنا کہ وہ ذہین تھے، خطا سے محفوظ تھے، ان کے قلم سے حق نکلتا تھا وغیرہ، کوئی غیر شرعی بات نہیں ہے۔ علمائے کرام نے یہ اعلیٰ حضرت کی تحریرات کو مدنظر رکھ کر فرمایا ہے کہ آپ نے جن گمراہ عقیدوں کا، غلط فتوؤں کا قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں رد فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح فرمایا، آج تک گمراہ لوگ اس کا جواب نہیں دے سکے۔ شرعی طور پر انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے برعکس اولیاء کرام گناہوں سے پاک نہیں ہوتے البتہ اللہ عزوجل انہیں خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بد دینی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو لیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے، بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے، ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔" (بہار شریعت جلد 1، حصہ 1، صفحہ 8، ضیاء القرآن، لاہور)

خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہل سنت سے خارج ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد 14، صفحہ 187، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معصوم کسی بھی سنی عالم نے نہیں کہا اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے۔ ہاں شرعی اعتبار سے خطاؤں سے محفوظ کہنا درست ہے۔

دنیا میں کئی ایسے علماء کرام و اولیائے کرام گزرے ہیں جن کے بچپن کی ذہانت کے متعلق واقعات موجود ہیں۔ اللہ عزوجل کا اپنے پیارے بندوں کو علم لدنی عطا فرمانا مستند کتب میں مذکور ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ چند دنوں میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اگر امام احمد رضا خان جلد سبق یاد کر لیتے تھے تو اس میں کیا عجیب بات ہے؟ تصوف کے امام میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں: "خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ماں کے پیٹ سے بہرہ ور با نصیب پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ

خواجہ میرے پیٹ میں تھے۔ ہر آدھی رات کو میرے پیٹ میں حرکت کرتے اور یا اللہ یا اللہ یا اللہ کی آواز نکالتے اور میں آدھی رات سے ایک پہر تک یہ آواز سنتی۔" (سبع سنابل، صفحہ438،فرید بک سٹال،لاہور)

اگر مزید اس طرح کے واقعات لکھیں جائیں تو کئی صفحات بھر جائیں۔ درحقیقت ظہیر کا ان واقعات کو عجیب سمجھنا اس لئے بے جا نہیں کہ وہابیوں میں آج تک نہ کوئی ولی پیدا ہوا اور نہ کوئی اتنا ذہین۔ اولیاء اللہ اس گروہ میں پیدا ہوتے ہیں جو اولیاء اللہ کا احترام کرتے ہوں اور کرامات کو ماننے والے ہوں اور وہ صرف اہل سنت وجماعت ہیں۔

﴿ ان کے ایک اور پیر وکار لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت کا وجود اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔"34 ﴾

اللہ عزوجل کی نشانی ہونے پر اعتراض کرنا بھی کم علمی کی دلیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، اولیاء کرام، علمائے کرام اللہ عزوجل کی نشانیاں ہیں کہ یہ اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔ قرآن پاک میں صفا اور مروہ پہاڑ کو اللہ عزوجل کی نشانی کہا گیا ہے۔ ایک جگہ قربانی کے جانور کو اللہ عزوجل کی نشانی فرمایا گیا، جب پہاڑ اور جانور اللہ کی نشانی ہو سکتے ہیں تو اشرف المخلوقات مسلمان کا اللہ عزوجل کی نشانی ہونا کوئی محال نہیں۔ سورۃ حج میں فرمایا ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے۔ (سورۃ الحج،سورۃ22،آیت36)

## اعلیٰ حضرت کی زیارت

﴿ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایک گستاخ اپنے امام وراہنما کے بارے میں کہتا ہے: "اعلیٰ حضرت کی زیارت نے صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم کردیا ہے۔"35 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت والا حوالہ تحریف شدہ ہے۔ اصل عبارت وواقعہ کو پیش کرتے ہوئے عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "امام احمد رضا بریلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ تھے۔ وصایا شریف کے پہلے ایڈیشن کا کاتب اہل سنت وجماعت کا مخالف تھا۔ اس نے یہ عبارت تبدیل کردی اور غلط عبارت چھپ گئی۔ مرتب وصایا مولانا حسنین رضا خان نے وضاحت کی کہ میری مصروفیت کے سبب وصایا شریف ویسے ہی چھپ گیا۔ پھر انہوں نے مذکورہ بالا صحیح عبارت بھی بیان کردی کہ چونکہ میری غفلت اور بے توجہی شامل ہے، اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے صفحہ 24 میں اس عبارت کو کاٹ کر مذکورہ بالا لکھیں۔" اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔" (البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ112،مکتبہ قادریہ لاہور)

وہابیوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس فرمان پر اعتراض ہے تو دیوبندیوں کے متعلق وہابی کیا حکم لگائیں گے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی الیاس (بانی تبلیغی جماعت) کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آ جاتے

ہیں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف امیر تبلیغی جماعت، صفحہ 133 بحوالہ وصایا شریف، صفحہ 51)

دیوبندی مولوی ابوالحسن علی حسنی مولوی الیاس بانی تبلیغی جماعت کی مستند ترین سوانح عمری دینی دعوت میں رقمطراز ہیں: ''امی بی مولانا (الیاس بانی تبلیغی جماعت) پر بہت شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اکثر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے۔ کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔''

(کتاب مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، صفحہ 43 بحوالہ وصایا شریف صفحہ 50)

یہاں تبلیغی جماعت والوں کو صحابہ کی سی صورتیں کہا اور دوسری جگہ دیوبندیوں نے حد ہی کر دی چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی کے مرنے پر دیوبندی اخبار ہفت روزہ خدام الدین لاہور نے شیخ الاسلام مدنی نمبر شائع کیا، اس میں صاف لکھا ہے: ''ایک دفعہ رات کے وقت پیلی ٹیوب کی روشنی میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کو دیکھا کھدر کی ٹوپی کھدر کا کرتہ کھدر کا پائجامہ پہنا ہوا تھا سیدھے سادھے صحابی معلوم ہوتے تھے۔ ملخصاً۔''

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور شیخ الاسلام مدنی نمبر، ماخوذ از وصایا شریف، صفحہ 49)

> ﴿ مبالغہ آرائی کرتے وقت عموماً عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک بریلوی مصنف اس کا مصداق بنتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ساڑھے تین سال کی عمر شریف کے زمانے میں ایک دن اپنی مسجد کے سامنے جلوہ افروز تھے کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں تشریف لائے اور آپ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ نے (ساڑھے تین برس کی عمر میں) فصیح عربی میں ان سے کلام کیا اور اس کے بعد ان کی صورت دیکھنے میں نہیں آئی۔''36
>
> ایک صاحب لکھتے ہیں: ''ایک روز استاد صاحب نے فرمایا: احمد میاں! تم آدمی ہو کہ جن؟ مجھے پڑھاتے ہوئے دیر لگتی ہے لیکن تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ دس برس کی عمر میں ان کے والد جو انہیں پڑھاتے بھی تھے ایک روز کہنے لگے: تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ پڑھاتے ہو۔''37 ﴾

بچپن کے یہ واقعات ناممکن نہیں، ظہیر صاحب کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا چاہئے تھا کہ بچپن ایسا نہیں ہوسکتا۔ قرآن وحدیث سے ظہیر صاحب کیسے ناجائز ثابت کر سکتے تھے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے واقعات سے لے کر کئی بزرگان دین کے متعلق ایسے بے شمار مستند واقعات موجود ہیں چنانچہ بہجۃ الاسرار میں حضور غوث پاک سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دودھ پینے کے دور کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو سعد عبد اللہ بن سلیمان بن جعر ان ہاشمی جیلی رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ احمد جیلیہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: والدہ ماجدہ شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کا اس (سلوک) میں بڑا قدم تھا۔ ہم نے ان سے کئی مرتبہ سنا کہ وہ فرماتی ہیں جب میں نے اپنے بیٹے عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو جنا تو وہ رمضان شریف کے دن میں دودھ نہ پیتا تھا۔ رمضان کا چاند لوگوں کو غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا تو میرے پاس پوچھنے آئے میں نے کہا کہ (میرے بچے نے) آج دودھ نہیں پیا، پھر معلوم ہوا کہ یہ دن رمضان کا تھا اور ہمارے شہر میں اس وقت یہ بات مشہور ہو گئی کہ شریفوں (سیدزادوں) میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے کہ رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

(اسام الاولیا ترجمہ: بہجۃ الاسرار، صفحہ 215، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

## کیا اعلیٰ حضرت کا استاد قادیانی تھا؟

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ 38

ظہیر صاحب کا اعلیٰ حضرت کے استاد غلام قادر بیگ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی کہنا صریح جھوٹ ہے۔ غلام احمد قادیانی کا بھائی 1883ء/1301ھ میں مرگیا تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کے استادِ محترم مرزا غلام قادر بیگ کی پیدائش یکم محرم 1243ھ بمطابق جولائی 1827ء کی ہے اور سن وفات یکم محرم 1336ھ بمطابق 18 اکتوبر 1917ء ہے۔ مولانا مرزا غلام قادر بیگ نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک استفتا بھیجا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1305ھ میں تاریخی نام سے ایک رسالہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" لکھا۔ پھر یہی مولانا مرزا قادر بیگ 1310ھ میں کلکتہ سے استفسار کرتے ہیں۔ پھر 1311ھ میں کلکتہ ہی سے 1314ھ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہیں۔ یہ فتوے فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 125، فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 45، رضا فاؤنڈیشن، لاہور اور فتاوی رضویہ قدیم، جلد 3، صفحہ 32 میں موجود ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص 1301ھ میں فوت ہوا ہو پھر دوبارہ 1305ھ میں زندہ ہوجائے اور کئی سال تک فتوے طلب کرے؟

(ماخوذ از حاشیہ ملفوظات، حصہ 1 صفحہ 70، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک مسلمان عالم دین کو نہ صرف قادیانی کہنا بلکہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے کے متعلق شرعی حکم بھی ملاحظہ فرمالیں۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "ایما امرء قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما علیہ" ترجمہ: جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

(مسلم شریف، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر، جلد 1، صفحہ 79، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

## امام احمد رضا خان کا پہلا فتویٰ

جناب بستوی صاحب کم سنی میں اپنے امام کے علم وفضل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "14 برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد قبلہ کی خدمت عالی میں پیش کیا۔ جواب بالکل درست (صحیح) تھا۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کے جواب سے آپ کی ذہانت وفراست کا اندازہ لگالیا اور اس دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کردیا۔" اس سے پہلے آٹھ سال کی عمر مبارک میں آپ نے ایک مسئلہ وراثت کا جواب تحریر فرمایا: "واقعہ یہ ہوا کہ والد ماجد باہر گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ کہیں سے سوال آیا آپ نے اس کا جواب لکھا اور والد صاحب کی واپسی پر ان کو دکھایا۔ جسے دیکھ کر ارشاد ہوا: معلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ اَمن میاں (اعلیٰ حضرت) نے لکھا ہے۔ ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں اس جیسا کوئی بڑا مسئلہ لکھ کر دکھائے تو جانیں۔" 39

اس نص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت صاحب نے آٹھ برس کی عمر میں فتوٰی نویسی کا آغاز کر دیا تھا۔ مگر خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "سب سے پہلا فتوٰی میں نے 1286ھ میں لکھا تھا جب میری عمر 13 برس تھی۔ اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز اور دوسرے احکام فرض ہوئے تھے۔"40

یعنی بستوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے آٹھ برس کی عمر میں ہی وراثت جیسے پیچیدہ مسئلے کے متعلق فتوٰی صادر فرما دیا تھا جب کہ خود اعلیٰ حضرت صاحب اس کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں نے سب سے پہلا فتوٰی 13 برس کی عمر میں دیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ بریلوی حضرات کا یہ دعوٰی ہے کہ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے 14 برس کی عمر میں ہی تعلیم مکمل کر کے سند فراغت حاصل کر لی تھی۔ 41

مگر کئی مقامات پر خود ہی اس کی تردید بھی کر جاتے ہیں چنانچہ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق خیر آبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہے لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔"(42)

بستوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر 20 برس تھی۔ 43

اسی طرح بریلوی صاحب کے ایک معتقد لکھتے ہیں: "اعلیٰ حضرت نے سید آل رسول شاہ کے سامنے 1294ھ میں شرف تلمذ طے کیا اور ان سے حدیث اور دوسرے علوم میں سند اجازت لی۔"44

ظفر بہاری صاحب کہتے ہیں: "آپ نے سید آل رسول شاہ کے بیٹے ابوالحسین احمد سے 1296ھ میں بعض علوم حاصل کیے۔"45

بہر حال ایک طرف تو بریلوی حضرات یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ احمد رضا 13 برس یا 14 برس کی عمر میں ہی تمام علوم سے فارغ ہو چکے تھے دوسری طرف بے خیالی میں اس کی تکذیب بھی کر رہے ہیں۔ اب کسے نہیں معلوم کہ 1272ھ یعنی احمد رضا صاحب کی تاریخ پیدائش اور 1296ھ میں بھی بعض علوم حاصل کیے ہوں تو 14 برس کی عمر میں سند فراغت کے حصول کا کیا معنی ہے؟ مگر بہت دیر پہلے کسی نے کہہ دیا تھا "لا ذاکرۃ لکذّاب" یعنی دروغ گو را حافظہ نباشد۔ (جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔) ☆

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جو 8 سال کی عمر میں مسئلہ لکھا تھا وہ ایک اتفاقی تھا اور انہیں اس پر فتوی لکھنے کی اجازت نہ دی گئی اور 13 سال کی عمر میں باقاعدہ آپ نے فتوٰی نویسی شروع کی اور آپ کو اسی دن آپ کی مہارت کے سبب منصب افتاء عطا ہوا۔ لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔ پورا واقعہ یوں ہے: "جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے 8 سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض (وراثت) تحریر فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی۔ جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امن میاں (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھادے تو میں جانوں ۔ بتاریخ 14 ماہ شعبان 1286ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا ۔ جواب بالکل صحیح تھا ۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ذہن نقادوطبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا ۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ323، کمسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اوپر سب سے پہلا حوالہ بستوی صاحب سے نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ 14 برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اور اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے ۔ جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے 13 برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا ۔ اس 13 اور 14 میں آخر تضاد کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تضاد نہیں دراصل ظہیر صاحب نے بستوی صاحب کی عبارت یوں نقل کی تھی "انه فرغ من التعليم والدراسة و جلس على مسند الافتاء وعمره لم يتجاوز الرابع عشرة سنة" (اس کا صحیح ترجمہ یہ تھا) اعلیٰ حضرت جس وقت تعلیم وتدریس سے فارغ ہوئے اس وقت آپ کی عمر 14 سال سے زائد نہ تھی ۔

(البریلویہ، صفحہ20، ترجمان السنۃ، لاہور)

یعنی آپ کی عمر 14 سال سے زیادہ نہیں تھی بلکہ کم تھی جو 13 سال اور کچھ مہینے بنتی ہے ۔ جبکہ مترجم صاحب نے اپنی عادت تحریف کی تسکین کیلئے صحیح ترجمہ نہ کیا اور یہ لکھ دیا کہ آپ کی عمر چودہ سال تھی ۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حصول علم پر ظہیر کا اعتراض کرنا بھی بڑا عجیب ہے ۔ کیا موجودہ دور میں درس نظامی سے فارغ ہو کہ مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی؟ B.A کر کے بندہ گریجویٹ بن جاتا ہے کیا مزید تعلیم حاصل کرنا اس کے گریجویٹ ہونے کے منافی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 14 سال کی عمر میں مروجہ علوم وکتب پڑھ لی تھیں ۔ مزید تعلیم وراہ سلوک کی تعلیم کے لئے آپ دیگر حضرات کے پاس گئے ۔

## علامہ عبدالحق سے اعلیٰ حضرت کا نہ پڑھنا

ظہیر صاحب کا یہ کہنا کہ عبدالحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علم منطق اس وجہ سے نہیں پڑھائی کہ آپ کی زبان مخالفین کے متعلق بہت سخت ہے، بالکل جھوٹ ہے ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان سے علم حاصل نہیں کیا تھا ۔ واقعہ یوں ہے کہ رامپور میں جب اچانک آپ کی ملاقات علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ منطق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قاضی مبارک ۔ یہ سن کر علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا ۔ آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا ۔ بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا تدریس، افتاء، تصنیف ۔ (خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا) کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردّ وہابیہ میں ۔ علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سنی تھے، مگر سنی گر نہ تھے ۔

خاص حمایت دین کا کوئی شوق وولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، (انہوں نے) فرمایا آپ بھی ردو ہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا۔ اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو زیبا تھا یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو۔ اسلئے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور علامہ عبد الحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی حمایت دین ونکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ (خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے متعلق) اس لفظ کو سن کر (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا: جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے کیا اور "تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی" مستقل کتاب مولوی اسماعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔ یہ سن کر مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیانِ سنت کی توہین وتحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ249، کمسیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ظہیر صاحب اور وہابیوں سے یہ بات ہضم نہیں ہوتی کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بچپن ہی سے بہت ذہین تھے، اس لئے وہ اِدھر اُدھر کے بے تکے اعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ خود دیوبندیوں سمیت وہابیوں کے کئی مولوی اعلیٰ حضرت کی علمی شان کے قائل ہیں چنانچہ وہابی ترجمان ہفت روزہ الاسلام لاہور میں لکھتا ہے: "ہمیں ان (فاضل بریلوی) کی ذہانت وفطانت سے انکار نہیں ہے ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بالکل اوائل عمر میں ہی علوم درسیہ سے فارغ التحصیل ہوکر مسند درس وافتاء کی زینت بن گئے تھے۔"

(ہفت روزہ الاسلام، 23 جنوری 1976ء، لاہور)

یہ ظہیر کی کتاب "البریلویۃ" کی پہلی فصل پوری ہوئی۔ قارئین اندازہ لگالیں کہ اس مختصر سی فصل میں ظہیر نے کس قدر جھوٹ، بہتان اور تحریفات کی ہیں۔ آگے پوری کتاب اسی طرح کی لغویات سے بھری پڑی ہے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

1 ملاحظہ ہو دائرۃ المعاف الاسلامیہ اردو، جلد۴ ص ۴۸۵، مطبوعہ پنجاب، ۱۹۶۹ء

2 دائرۃ المعارف، جلد۴ ص ۴۸۷

3 اعلیٰ حضرت بریلوی، مصنفہ بستوی ص ۱۲۵، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری رضوی، مطبوعہ کراچی

4 تذکرۃ علمائے ہند، ص ۶۴

5 حیات اعلیٰ حضرت، جلد۱ ص ۱

6 اعلیٰ حضرت، از بستوی ص ۲۵

7 ملاحظہ ہو "من ھو احمد رضا" از شجاعت علی قادری ص ۱۵
8 اس کتاب کے مصنف مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی مرحوم ہیں۔

﴿ بریلوی حضرات مصنف رحمہ اللہ کے اس پیرائے پر بہت جز بز ہوئے ہیں حالانکہ یہ ایسی بات نہیں ہے کہ اس پر چیں بہ جبیں ہوا جائے۔ مصنف یہاں جناب احمد رضا کا حلیہ بیان کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ حلیہ بیان کرتے وقت کالی رنگت کا ذکر آ جانا معیوب شے نہیں ہے اور ندامت اور شرمندگی کا اظہار تو کسی عیب پر کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں ندامت سے بچنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں اور خود ساختہ عبارتوں سے کسی کتاب میں تردیدی دلائل کا ذکر کر کے کالے کو گورا کرنے کی سعی لاحاصل بہر حال بے معنی ہے۔ علامہ مرحوم نے حرمین شریفین کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا ذکر جس انداز سے کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

1: بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ ہم نے جناب احمد رضا صاحب کی رنگت کا ذکر کیوں کیا ہے حالانکہ یہ قابل اعتراض بات نہیں۔

2: اس کے جواب میں بعض حضرات نے سیاہ کو سفید ثابت کرنے کے لئے اپنی کتاب کے صفحات کو بھی بلاوجہ سیاہ کر دیا ہے۔

3: جواب میں کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ تو سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا اور رنگ کی آب و تاب بھی ختم ہو چکی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ گہرا گندمی رنگ کی کون سی قسم ہے۔ کیا ضرورت ہے ان تاویلات میں پڑنے کی؟ سیدھا اعتراف کیوں نہیں کر لیا جاتا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا۔

4: اس جواب میں جن لوگوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سفید تھا ان میں سے اب کوئی بھی موجود نہیں۔ یہ خود ساختہ دلائل ہیں۔

5: آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ بہر حال یہ عیب کی بات نہیں۔ کچھ لوگوں نے ہمارے حوالے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ ہم نے ان کی تردید ضروری سمجھی۔ ﴾

## دنیا و آخرت میں روشن چہرے سُنّیوں کے ہیں

ظہیر صاحب اور مترجم صاحب نے بات کو تسلیم نہیں کیا مزید تحریفات کا سہارا لیا۔ علمائے اہل سنت کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ "اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا" حالانکہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتاب میں گہرا گندمی کا ذکر نہیں کیا بلکہ خالی گندمی کا ذکر کیا اور واضح دلائل کے ساتھ آپ کا سفید رنگ ہونے کے دلائل نقل کئے ہیں جس کے متعلق وہابیوں نے صرف یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ اہل سنت کے علماء نے بلاوجہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ حالانکہ وہابیوں کو رنگ سیاہ ہونے پر دلائل دینے چاہئے تھے۔ پھر ایک عجیب جواب یہ دیا ہے کہ "سفید رنگ ہونے پر جن کے حوالے دیئے گئے ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں" ظاہری بات ہے کہ حوالہ انہی لوگوں کا دیا جائے گا جنہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ ظہیر نے تو بغیر حوالہ ہی سیاہ رنگ

ہونے کا کہہ دیا ہے۔ آخر میں جو جھوٹ بولا ہے کہ آج بھی احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ اگر وہابیوں کو مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے سے فرصت ملے تو عصر حاضر ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا دیدار کرلیں۔ ان کے پرنور انتہائی سفید سرخی مائل چہرے کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ واضح ہوجائے گا۔

بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک کی چلی ہے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادوں کا حسن بھی ملاحظہ فرمالیجیے:۔ڈاکٹر محمد عبدالنعیم عزیزی ایڈیٹر اسلامک ٹائمز اردو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے شہزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضور حجۃ الاسلام بہت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ وشکیل تھے۔ جانے کتنے غیر مسلم حتی کے عیسائی پادری بھی آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کا چہرہ ہی برہان تھا اور آپ صورت وسیرت ہر اعتبار اور ہر ادا سے اسلام کی حجت، حقانیت کی دلیل اور سچائی کی برہان تھے۔ جے پور، چتوڑ گڑھ، اودے پور اور گوالیر کے راجگان آپ کے دیدار کے لئے بیتاب رہا کرتے تھے اور آپ جب ان راجگان میں سے کسی کے شہر میں بسلسلہ پروگرام یا مریدین ومتوسلین کے یہاں آپ تشریف لے جاتے تھے تو آپ کی زیارت کے لئے امنڈ پڑتے تھے۔ کئی بدمذہب اور مرتدین صرف آپ کے چہرہ زیبا ہی کو دیکھ کر تائب ہوئے۔''

(فتاوی حامدیہ، صفحہ72، شبیر برادرز، لاہور)

دوسرے شہزادے حضور مفتی اعظم ہند ابوالبرکات محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی فرماتے ہیں: ''صورت نورانی، رنگ سرخی مائل سفید، قد میانہ، بدن نحیف، سر بڑا گول، اس پر عمامہ کی بہار، چہرہ گول، روشن وتابناک، نور برساتا ہوا، جسے دیکھ کر خدا کی یاد آجائے۔۔۔۔'' (فتاوی مصطفویہ، صفحہ34، شبیر برادرز، لاہور)

15 شوال المکرّم 1352ھ 1934ء میں لاہور میں جماعت اہل سنت اور دیوبندی جماعت کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک میٹنگ رکھی گئی، جو بعد میں مناظرہ میں تبدیل ہوگئی، دونوں طرف کے ذمہ داروں کی یہ خواہش تھی کہ گفتگو کے ذریعہ مسئلہ طے ہوجائے اور حق واضح ہونے پر حق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں ایک ہوجائیں۔ لہٰذا دیوبندی مکتبہ فکر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کا انتخاب ہوا اور جماعت اہل سنت کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا۔ آپ بریلی سے لاہور تشریف لے گئے، مگر ادھر تھانوی جی نہیں پہنچے۔ اس موقع پر حجۃ الاسلام نے جو خطبہ دیا وہ بے مثال خطبہ تھا اور سننے والے بڑے بڑے علماوفضلاء ان کی نصاحت وبلاغت اور علم وفضل کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

اسی موقع پر پنجابی مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی مناظر نہیں آیا تو چھوڑو، ان کے چہرے دیکھ لو (حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی جانب اشارہ کرکے) اور فیصلہ کرلو کہ حق کدھر ہے۔ (یعنی حامد رضا خان کا نورانی چہرہ ہی بتاتا ہے کہ آپ حق پر ہیں۔)

(مقدمہ فتاوی حامدیہ، صفحہ53، شبیر برادرز، لاہور)

ان ہستیوں کی بات چھوڑیں موجودہ دور کے سنی علماء اور وہابی مولویوں کے چہرے دیکھ لیں واضح ہو جائے گا کہ کن کا چہرہ نورانی ہوتا ہے۔کئی وہابی مولوی مرے جن کے چہرے مرنے کے بعد دکھائے نہیں گئے کہ دیکھنے کے قابل نہیں تھے اور سنی علماء کے چہرے مرنے کے بعد چمکتے دیکھے گئے ہیں۔تو چہروں کا نورانی ہونا سنیوں کا خاصہ ہے اور قیامت والے دن یقیناً اہل سنت ہی کے چہرے روشن ہوں گے اور بدمذہبوں کے سیاہ ہوں گے۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ترجمہ کنزالایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔ (سورۃ آل عمران، سورت3،آیت106)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی اور وہابیوں کے بہت بڑے عالم مولوی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر میں اور ابن تیمیہ نے جامع الرسائل میں یہ روایت نقل کی ہے"فقال ابن عباس تبیض وجوه أهل السنة وتسود وجوه أهل البدعة"ترجمہ:حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اہل سُنّت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(تفسیر بغوی،تفسیر ابن کثیر،تفسیر قرطبی،فتح القدیر،فی تفسیر،سورۃ آل عمران،سورت3،آیت106)

جس انداز سے ظہیر اور مترجم نے اعلیٰ حضرت اور ان کی اولاد کو سیاہ ثابت کرنے کے لئے سیاہ جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔اس کا حکم خود حدیث سے سنئے چنانچہ شعب الایمان میں ہے"عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال:((الکذب یسود الوجه))کریم نے فرمایا: جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے۔ (شعب الإیمان،حفظ اللسان،جلد6،صفحہ456،مکتبۃ الرشد،الریاض)

9 اعلیٰ حضرت از بستوی،ص ۴۰

10 حیات اعلیٰ حضرت،مصنفہ ظفر الدین بہاری،جلد ا،ص ۳۵

11 ملاحظہ ہو مضمون حسنین رضا درج شدہ اعلیٰ حضرت بریلوی،ص ۴۰

12 بستوی،ص ۴۸

13 ملفوظات اعلیٰ حضرت،ص ۶۴۔

جناب عبدالحکیم صاحب کو شکایت ہے کہ مصنف نے یہاں بھی حضرت صاحب کی آنکھ کے نقص کا ذکر کیوں کیا ہے۔حالانکہ یہ بھی انسانی حلئے کا ایک حصہ ہے اور اس پر غیض وغضب کا اظہار کسی طور پر بھی روا نہیں۔جواب میں قادری صاحب رقمطراز ہیں کہ:''حقیقۃً یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ہوا یہ کہ 1300ھ میں مسلسل ایک مہینہ باریک خط کی کتابیں دیکھتے رہے۔گرمی کی شدت کے پیش نظر ایک دن غسل کیا۔سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اتر آئی ہے۔بائیں آنکھ بند کرکے داہنی سے دیکھا تو وسط سے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔''

جناب قادری صاحب نے یہ عبارت''ملفوظات'' سے ذکر کی ہے لیکن علمی بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مکمل عبارت تحریر کرنے کی بجائے عبارت کا اگلا حصہ حذف کر گئے ہیں۔اس کے متصل بعد ملفوظات میں لکھا ہے:''دائیں آنکھ کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوتا ہے(یعنی جس چیز کو دائیں آنکھ سے دیکھتے) وہ نا صاف اور دبا معلوم ہوتا۔''

اس عبارت کو چھوڑنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ قادری صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کی آنکھ کے نقص کو چھپانا چاہتے ہیں۔حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے۔کسی آنکھ میں نقص کا پایا جانا انسان کے بس کی بات نہیں ربّ کائنات کا اختیار ہے لہٰذا ہم قادری صاحب سے گذارش کریں گے کہ وہ اظہار ندامت کی بجائے اعتراف حقیقت کرلیں۔(ثاقب) ﷺ

عجیب بات ہے پوری عبارت کی ہیرا پھیری خود کرتے ہیں اور علمی بد دیانتی کا الزام شرف ملت حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پر لگاتے ہیں۔ہم نے پیچھے بھی کہا کہ آنکھ سے اندھا ہونا کوئی دینی عیب نہیں، لیکن تشویش اس بات کی ہے کہ ایک عظیم شخصیت کو محض عداوت کی وجہ سے اندھا ثابت کیا جارہا ہے۔ملفوظات کی مکمل عبارت اوپر پیش کی گئی ہے جس میں صراحت ہے کہ صرف آنکھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ حلقہ پڑا تھا جو مزید نہ بڑھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آنکھ موتیا سے بے نور ہوجائے گی لیکن وہ دعا کی برکت سے بے نور نہیں ہوئی۔اتنا حصہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں: ''مقدمہ نزول آب ہے(یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد(خدا نا کردہ) پانی اتر آئے گا(یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی۔) میں نے التفات نہ کیا(یعنی توجہ نہ دی) اور نزول آب(یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد(خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا۔ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔انہوں نے بیس برس کہے تھے،انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل(یعنی کمزور) ہوتا۔الحمد للہ کہ بیس در کنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا،نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے،نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی،نہ ان شاءاللہ تعالیٰ کمی کروں۔'' (ملفوظات،حصہ1،صفحہ70،المکتبۃ المدینہ،کراچی)

مترجم صاحب نے جو عبارت مزید دلیل کے طور پر پیش کی ہے کہ: ''وہ نا صاف اور دبا معلوم ہوتا۔'' اس عبارت میں ہی مترجم صاحب کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے کہ نا صاف دکھائی دینے اور بالکل نہ دکھائی دینے میں فرق ہے یا نہیں؟

مترجم نے اوپر لکھا کہ ''حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے'' تو مترجم و مصنف کی عقل میں یہ کیوں نہ آیا کہ یہ ایسی خرابی و عیب بھی نہیں کہ جسے بیان کر کے کسی مسلمان کو گندہ کرنے کی ناپاک و ناکام کوشش کی جائے۔

14 ملفوظات ص ۲۰،۲۱۔

ﷺ بریلویت کے موسس و مجدد جناب احمد رضا نہایت فحش اور غلیظ زبان استعمال کرتے تھے۔ذیل میں ان کی غیر مہذبانہ زبان کے چند نمونے ذکر کیے جاتے ہیں۔وہ اپنی کتاب وقعات السنان میں رقمطراز ہیں: ضربت مرداں دیدی نعمت رحمٰن کشیدی۔تھانوی صاحب! اس دسویں کہاوی پر اعتراضات میں ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالئے۔دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔کیا اتنی ضربات عظیم کے بعد بھی نہ سوجی ہوگی۔(وقعات السنان ص 51 مطبوعہ کراچی بحوالہ ''شریعت حضرت محمد مصطفیٰ اور دین احمد رضا'' از ملک حسن علی بی اے علیگ) رسلیا کہتی ہے میں نہیں جانتی میری ٹھہرائی پر

اتر۔۔۔۔۔دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھول لیتے ہو۔(ایضاً)اف ری رسلیا تیرا بھول پن۔خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔ (وقعات السنان ص60)رسلیا والے نے۔۔۔۔۔اپنی دوشتی میں تیرا احتمال بھی داخل کرلیا۔

(وقعات السنان ص 27)

اپنی کتاب خالص الاعتقاد میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق لکھتے ہیں:"کبھی کسی بے حیا ناپاک گھنونی سی گھنونی بے باک سے بے باک۔پاجی کمینی گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابلے بے دھڑک ایسی حرکات کیں؟آنکھیں میچ کر گندہ منہ پھاڑ کر ان پر فخر کئے؟انہیں سر بازار شائع کیا؟ اور ان پر افتخار ہی نہیں بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی ، حیادار، شرمیلی، بانکی نکیلی، میٹھی، رسیلی، اچیل البیلی چنچلا نیلی، اجودھیاباشی آنکھ یہ تان لیتی اوبجی ہے ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں گھونگھٹ اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام"شہاب ثاقب" رکھا ہے۔" (خالص الاعتقاد ص22)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں:"کفر پارٹی وہابیہ کا بزرگ ابلیس لعین۔۔۔۔خبیثو!تم کافر ٹھہر چکے ہو۔ابلیس کے مسخرے،دجال کے گدھے۔۔۔۔اے منافقو۔۔۔۔۔وہابیہ کی پوچ ذلیل،عمارت قارون کی طرح تحت الثریٰ پہنچتی نجدیت کے کوے سسکتے، وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوح گستاخ پھڑکتے۔" (خالص الاعتقاد ص 2 تا 20)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:"سرکش، طاغی،شیطان لعین، بندہ داغی۔"

(الامن والعلیٰ ص 112)

فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:"غیر مقلدین و دیوبندیہ جہنم کے کتے ہیں۔رافضیوں(شیعہ) کو ان سے بدتر کہنا رافضیوں پر ظلم اور ان کی شان خباثت میں تنقیص ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد2،ص 90)

سبحان السبوح میں ارشاد کرتے ہیں:"جو شاہ اسماعیل اور نذیر حسین وغیرہ کا معتقد ہوا، ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔غیر مقلدین سب بے دین، پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔" (سبحان السبوح،ص 134)

## بدمذہبوں کو زجر کرنا

مترجم صاحب کی کم عقلی اور کم علمی کا اندازہ لگائیں کہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ کونسی کتاب کس کی ہے؟ وقعات السنان اعلیٰ حضرت کی کتاب نہیں ہے۔یہ مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے اور مترجم صاحب نے اسے اعلیٰ حضرت کی تصنیف ٹھہرا کر، عبارات توڑ موڑ کر بے ربط نقل کی ہیں اور اسے فحش کلامی پر محمول کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔آپ یہ کتاب پوری پڑھ لیں کہیں بھی ایسی پیش کی گئی عبارات نہیں ملیں گی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جگہ جگہ لفظ رسلیا استعمال کیا گیا ہے۔رسلیا کا مطلب ہے رنگیلا۔اس لفظ کو استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہابی مولوی اپنی گستاخانہ عبارات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی باطل تاویلیں کرتے ہیں۔اس قسم کے الفاظ ان کے دلائل کو زجر کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں کہ گستاخی الفاظوں کے ہیر پھیر سے نہیں چھپتی۔اس طرح کے الفاظ بطور زجر کہنے کی کئی مثالیں کتب احادیث

وغیرہ میں موجود ہیں۔المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمیر بن وہب کے متعلق کہا "ھذا الکلب عدو اللہ عمیر بن وھب ما جاء إلا لشر" ترجمہ: یہ کتا اللہ عزوجل کا دشمن عمیر بن وہب شر کے ارادے سے آیا ہے۔

(المعجم الکبیر،باب العین، جلد17، صفحہ58، مکتبۃ ابن تیمیہ القاہرۃ)

حدیث پاک میں والدین کو گالی دینے والے کو لعنتی کہا گیا ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث پاک ہے "عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((ملعون من سب أباہ ملعون من سب أمہ))" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملعون ہے جو اپنے ماں، باپ کو گالی دے۔

(مسند احمد،مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، جلد5، صفحہ83، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

جب ماں، باپ کو گالی دینے والا ملعون ہے تو گستاخ رسول کیوں ملعون نہیں؟ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کو رب تعالیٰ نے حرامی کہا چنانچہ فرمایا﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ ﴾ترجمہ کنز الایمان: درشت خُو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

(سورۃ القلم، سورۃ 68، آیت13)

دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴾ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ (سورۃ المجادلہ، سورت58، آیت 20)

گستاخ کافر حکم بن ابی العاص اور اس کی اولاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون کہا چنانچہ "اخبار مکہ'' میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق المکی الفاکہی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا "إن الحکم بن أبی العاص وولدہ ملعونون علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ترجمہ: بے شک حکم بن ابی العاص اور اس کی اولاد کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنتی قرار دیا۔ (أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ، جلد1، صفحہ 355، دار خضر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گستاخوں کو بدتر، جہنم کے کتے کہا، وہ آپ نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ احادیث کا فیصلہ ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: ''بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ)) تمام جہان سے بدتر ہیں۔دوسری حدیث میں ہے ((اصحاب البدع کلاب اھل النار)) بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔'' (فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ499، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

15 انوار رضا ص ۳۶۰

16 حیات اعلیٰ حضرت ص ۶۴

17 ایضاً ص ۲۲

18 انوار رضا ص ۳۵۸

19 الفاضل البریلوی مصنفہ مسعود احمد ص ۱۹۹

20 مقدمہ مقالات رضا از کوکب، ص ۳۰، مطبوعہ لاہور

21 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۱۱

22 ایضاً ص ۲۱۱

23 البریلوی، از بستوی ص ۲۶، ۲۷، انوار رضا ص ۳۵۵ وغیرہ

24 انوار رضا ص ۳۵۵، بستوی ص ۲۷

25 ملفوظات، جلد ۱، ص ۶۴

26 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری ص ۱

27 بستوی، ص ۲۸، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۲

28 یاد اعلیٰ حضرت، از عبد الحکیم شرف قادری، ص ۳۲

29 مقدمہ الفتاویٰ الرضویہ، جلد ۲، ص ۱۵، از محمد اصغر علوی

30 انوار رضا ص ۲۲۳

31 ایضاً ۲۷۱

32 ایضاً ۲۷۰

33 باغ فردوس، مصنفہ ایوب رضوی، ص ۷

34 انوار رضا ص ۱۰۰

35 وصایا شریف، ص ۲۴

36 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری ص ۲۲

37 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، ص ۶

38 بستوی، ص ۳۲

39 اعلیٰ حضرت بریلوی، ص ۳۲

40 من ہو احمد رضا، از قادری ص ۱۷۔

﴿ یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ حضور کی شریعت میں نماز دس برس کی عمر میں فرض ہے اور جناب احمد رضا پر نماز ۱۳ برس کی عمر میں فرض ہوئی (ناشر) ﴾

## وقتِ بلوغت

ایک سے بڑھ کر ایک جاہل ہے۔ یہاں ناشر صاحب نے اپنی کم علمی میں اعتراض کر دیا اور یہ پتہ ہی نہیں کہ نماز کب فرض ہوتی

ہے؟نماز کس عمر میں فرض ہوتی ہے اس کے متعلق امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہےتو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں،قول اس کاواجب القبول ہے اور تحدیدات میں ولا لاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہوجائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہوتو بے اقراریا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہوسکتا"فی الدر المختار فان لم یوجد فیھماشیء فحتی یتم لکل منھماخمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی" درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔" (فتاوی رضویہ،جلد6،صفحہ477،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

پتہ چلا کہ فقہ حنفی میں نماز تب فرض ہوتی ہے جب عمر پندرہ سال ہوجائے یا پندرہ سال سے قبل احتلام ہوجائے۔فقہ حنفی کا یہ مسئلہ احادیث وصحابہ کرام وائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ماخوذ ہے چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر قال عرضت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جیش وأناابن أربع عشرۃ فلم یقبلنی فعرضت علیہ من قابل فی جیش و أنا ابن خمس عشرۃ فقبلنی قال نافع وحدثت بھذا الحدیث عمر بن عبد العزیز فقال ھذا حد ما بین الصغیر والکبیر ثم کتب أن یفرض لمن یبلغ الخمس عشرۃ ۔۔۔ھذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ھذا عند أھل العلم،وبہ یقول سفیان الثوری،وابن المبارک، والشافعی،وأحمد، وإسحاق یرون أن الغلام إذا استکمل خمس عشرۃ سنۃ فحکمہ حکم الرجال وإن احتلم قبل خمس عشرۃ فحکمہ حکم الرجال "ترجمہ:حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی تو ایک غزوہ میں جانے کے لئے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا،آپ نے قبول نہ فرمایا۔پھر دوسرے غزوہ کے لئے پیش ہوا،اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے مجھے جہاد کیلئے قبول فرمالیا۔حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ پندرہ سال بڑے ہونے کی حد ہے پھر لکھا کہ جو پندرہ سال کا ہوجائے اس پر (نماز،روزہ) فرض ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔حضرت سفیان ثوری،ابن مبارک،امام شافعی،امام احمد،امام اسحاق فرماتے ہیں کہ جب لڑکے کی عمر پندرہ سال ہو یا اس سے قبل اسے احتلام ہوجائے تو اس کا حکم مردوں کے حکم کی طرح ہے۔

(سنن الترمذی،ابواب الاحکام،باب ما جاء فی حد بلوغ الرجل والمرأۃ،جلد3،صفحہ633،مصطفی البابی الحلبی،مصر)

41 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت،از بہاری،ص ۳۳۔ایضاً انوار رضا،صفحہ ۳۵۷ وغیرہ

42 بہاری،ص ۱۳۳،ایضاً انوار رضا ص ۳۵۷

43 نسیم بستوی،ص ۳۵

44 انوار رضا ص ۳۵۶

45 حیات اعلیٰ حضرت،ص ۳۴،۳۵

# فصل: خاندان

## کیا اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان سے تھے؟

﴿ جناب احمد رضا کے خاندان کے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ ان کے والد اور دادا کا شمار احناف کے علماء میں ہوتا ہے۔ البتہ جناب بریلوی صاحب کے مخالفین الزام لگاتے ہیں کہ ان کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا۔ انہوں نے ساری عمر تقیہ کیے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تاکہ وہ اہل سنت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔ ان کے مخالفین اس کے ثبوت کے لیے جن دلائل کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے چند ایک یہاں بیان کیے جاتے ہیں: جناب احمد رضا کے آباء اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب ہے: احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔ 46 ﴾

یہاں ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت اور ان کے آباؤ اجداد رحمہم اللہ کو شیعہ ٹھہرانے کی ناکام و باطل کوشش کی ہے۔ لیکن ایک سچ ان سے نقل گیا کہ ان کے مخالفین ان کو شیعہ کہتے ہیں۔ تو مخالفین کا کام ہی الزام لگانا ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور انکے آباؤ اجداد ہرگز شیعہ نہیں تھے بلکہ سنی حنفی اور اہل علم حضرات تھے۔

## اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا ردِّ شیعیت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رَدِّ شیعیت میں متعدد رسائل لکھے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

(1) ردّ الرفضۃ (تبرائی رافضیوں کا ردِ بلیغ)

(2) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (روافض کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلا فصل کا شدید رد)

(3) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھندو بیان الشھادۃ (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

**مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:**

(1) غایۃ الحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (پہلے خلیفہ برحق کی تحقیق)

(2) الکلام البھی فی تشبیہ الصدیق بالنبی (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہتیں)

(3) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقیٰ (آیہ کریمہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ کی تفسیر اور مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(4) مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (شیخین کریمین کی افضلیت پر مبسوط کتاب)

(5) وجہ المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق (شیخین کریمین کے وہ اسماء مبارکہ جو احادیث میں وارد ہیں)

(6) جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان (قرآن کریم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع

القرآن کیوں کہتے ہیں؟)

**مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

(1) البشری العاجلہ من تحف آجلہ (**تفضیلیہ اور مفسّقانِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد**)

(2) عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوك الاسلام (**مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**)

(3) ذب الاهواء الواهية فی باب الامیر معاویة (**حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مطاعن کا جواب**)

(4) اعلام الصحابة الموافقین للامیر معاویة وام المومنین (**حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے؟**)

(5) الاحادیث الراویة لمدح الامیر معاویہ (**امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کی احادیث**)

**ردِ تفضیلیہ**

(1) الجرح الوالج فی بطن الخوارج (**تفضیلیہ اور مفسّقہ کا رد**)

(2) الصمصام الحیدری علی حمق العیّار المفتری (**تفضیلیہ اور مفسّقہ کا رد**)

(3) الرائحة العنبریّہ عن الجمرة الحیدریہ (**مسئلہ تفضیل اور تفضیل من جمیع الوجوہ کا بیان**)

(4) لمعة الشمعر لهدی شیعة الشنعہ (**تفضیل و تفسیق کے متعلق سات سوالوں کے جواب**)

**ابوطالب کا حکم**

(1) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (**ایک سو کتب تفسیر وعقائد وغیرہا سے ایمان نہ لانا ثابت کیا۔**)

ان کے علاوہ رسائل اور قصائد جو سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں وہ شیعہ و روافض کی تردید ہیں۔ کیونکہ شیعہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے، اس لئے کہ حضرت غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 131، مکتبہ قادریہ لاہور)

جس قدر اعلیٰ حضرت نے شیعہ مذہب کا رد لکھا، اتنا کسی وہابی، دیوبندی نے نہیں لکھا۔ مگر شدت پسندی کی انتہا دیکھیں کہ کتنی جرأت سے شیعہ کہہ کر کے اسے تقیہ پر محمول کر دیا۔ پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک تقیہ کس چیز کا نام ہے؟ خود وہابیوں کے گروہ دیوبندیوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رَدِّ شیعیت کو تسلیم کیا۔ دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز قاضی مظہر حسین دیوبندی آف چکوال لکھتے ہیں: "مسلک بریلویت کے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم نے بھی ہندوستان میں فتنہ رفض کے انسداد میں بہت مؤثر کام کیا ہے۔ روافض کے اعتراضات کے جواب میں اصحاب رسول کی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ بحث ماتم کے درمیان مولانا بریلوی کے فتاویٰ نقل کئے جا چکے ہیں۔ منکرین صحابہ کی تردید میں ردالرفضہ۔۔۔۔۔ ردتعزیہ داری الادلة الطاعنہ فی اذان الملاعنہ

وغیرہ آپ کے یادگار رسائل ہیں جن میں سنی شیعہ نزاعی پہلو سے آپ نے مذہب اہلسنت کا مکمل تحفظ کردیا ہے۔"

(بشارات الدارین، صفحہ 529)

دیوبندی امیر عزیمت بانی نام نہاد سپاہ صحابہ حق نواز جھنگوی کہتا ہے: "علامہ (احمد رضا) بریلوی جن کا قائد جن کا راہنما بلکہ بقول بریلوی علماء کا مجدد احترام کے ساتھ نام لوں گا۔ احمد رضا خان نے تو یہاں تک شیعہ سے نفرت دلائی ہے کہ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اگر شیعہ کنویں میں داخل ہو جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ہے یا کچھ ڈول نکالنے کے بعد کنویں کا پانی پاک ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: کنویں کا سارا پانی نکال دیں جب کنواں پاک ہوگا اور وجہ لکھتے ہیں کہ شیعہ سنی کو ہمیشہ حرام کھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اس سے اور کچھ بھی نہ ہوسکا تب بھی وہ اہل سنت کے کنویں میں پیشاب ضرور کر آئے گا۔ اس لئے اس کنویں کا سارا پانی نکال دینا لازمی اور ضروری ہے۔"

(حق نواز جھنگوی کی 15 تاریخ ساز تقریریں، صفحہ 13،15، طبع لاہور)

وہابی مولوی محمد شفیع نے کہا کہ یہ بریلوی بھی شیعہ ہی ہیں یونہی حنفیوں میں گھس آئے ہیں (دوسرے وہابی عبد القادر رائے پوری نے) کہا: "یہ غلط ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب شیعہ کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ بانس بریلی میں ایک شیعہ تفضیلی تھے۔ ان کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔"

(حیات طیبہ، صفحہ 232، طبع لاہور)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ شیعہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ حیات اعلیٰ حضرت میں ایک واقعہ ہے: "حضرت ننھے میاں رحمۃ اللہ علیہ (برادر خورد اعلیٰ حضرت) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدر آباد سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آ رہا ہے۔ تالیف قلوب کے لئے اس سے بات چیت کر لیجئے، کہ اتنے میں وہ بھی آ گیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطب نہ فرمانے سے اس کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا۔ غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لئے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرما لینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے۔ پھر فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد شریف سے تشریف لا رہے ہیں، راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے میں بھوکا ہوں۔ آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کاشانہ اقدس تک پہنچتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو کھانا لانے کے لئے حکم فرماتے ہیں۔ خادم کھانا لاتا ہے اور دستر خوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے۔ وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھا لیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے۔ خادم فوراً تعمیل کرتا ہے۔ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا: "اخرج یا فلاں انك منافق" اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 206، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس کے باوجود وہابیوں کے نزدیک امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن معاذ اللہ شیعہ ہیں اور تقیہ میں زندگی گزاردی تا کہ اہل سنت

میں شیعہ مذہب کو رواج دے سکیں۔لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔درحقیقت تقیہ کا مرض وہابیوں میں عام ہے سنیوں کی مسجدوں میں سنی بن کر درس وتبلیغ کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے عقیدے میں لے آتے ہیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتد ادمبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ ان لوگوں سے میل جول رکھتا، ان کی مجالس وعظ میں جاتا ہے،اس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کوسنی کہتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ534، رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ظہیر صاحب نے جو ناموں سے استدلال کر کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے وہ بھی نرالا ہے۔عبدالحکیم شریف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے چندوہابی مولویوں کے ناموں کا ذکر فرماتے ہیں:''نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسنین، بیٹے کا نام میر علی خاں اور میر نورالحسن خان۔غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی ہیں، مدارس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔قنوج کے مولوی کا نام رستم علی ابن علی اصغر، ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسنین ابن مولوی حسین علی۔ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتاب ابجد العلوم کی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔اہل حدیث کے جریدے اشاعۃ السنۃ کے ایڈیٹر کا نام محمد حسین بٹالوی ہے۔کیا یہ سب شیعہ ہیں؟''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ139، مکتبہ قادریہ،لاہور)

## حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کا الزام

﴿ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔عقیدہ اہلسنت سے وابستہ کوئی شخص ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔اپنے ایک قصیدے میں لکھا ہے:۔

تنگ وچست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار | مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت | کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ وبر 47

انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر واشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔48

کوئی ظاہری شیعہ اپنے اس مقصد میں اتنا کامیاب نہ ہوتا جتنی کامیابی احمد رضا صاحب کو اس سلسلے میں تقیہ کے لبادے میں حاصل ہوئی ہے۔انہوں نے اپنے تشیع پر پردہ ڈالنے کے لیے چند ایسے رسالے بھی تحریر کیے جن میں بظاہر شیعہ مذہب کی مخالفت اور اہل سنت کی تائید پائی جاتی ہے۔شیعہ تقیہ کا یہی مفہوم ہے جس کا تقاضا انہوں نے کماحقہ ادا کیا۔ ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جو اشعار لکھے گئے ہیں یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہے بلکہ کسی رافضی کے ہیں۔اس کے متعلق عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان دو حصے پر مشتمل ہے۔یہ 1325ھ/1907ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ماہ صفر 1340ھ/1921ء کو آپ کا وصال ہوا۔وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ 1342ھ/1923ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کردیا۔انہوں نے مسودہ نابھہ سٹیم پریس، نابھہ (پٹیالہ،مشرقی پنجاب بھارت) کے سپرد کردیا، پریس والوں نے کتابت کروائی اور

کتاب چھاپ دی۔ کاتب بدمذہب تھا، اس نے دانستہ یا نادانستہ چند ایسے اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کردیئے جو ام زرع وغیرہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے، ان عورتوں کا ذکر حدیث کی کتابوں مسلم شریف، ترمذی شریف اور نسائی شریف وغیر میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تسامح ہوئے:۔

(1) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریس والوں پر اعتماد کر کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چیک نہ کیا۔

(2) کتاب کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ باقیاتِ رضا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھتے۔

(3) ٹائیٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ 1325ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ یہ سن پہلے دو حصوں کی ترتیب کا تھا جو مصنف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔ تیسرا حصہ تو 1342ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ اسی لیے ٹائیٹل پیج پر امام احمد رضا بریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کی زندگی اور 1325ھ میں یہ کتاب چھپتی تو ایسے دعائیہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(4) یہ مجموعہ مرتب کر کے امام احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خاں یا بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کیے بغیر چھاپ دیا۔

(5) کتاب چھپنے کے بعد جیسے ہی صورتِ حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کردیتے تو صورتِ حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہلِ علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کردی جائیگی۔

محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی کے صاحبزادے حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں فرماتے ہیں: ''مجھے محبوب الملت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے خلوص سے انکار نہیں اور نہ ہی یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم رنجش کی بناء پر ایسا کیا، لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کیے بغیر حدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے۔ ایک ایسا تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی، ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچانہ سکی۔ سوچ کر بتایئے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو، آنے والا مؤرخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا۔''

ایک عرصہ بعد دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے پورے شدومد سے یہ پروپگنڈا کیا گیا کہ مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے، لہٰذا انہیں بمبئی کی سنی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔ مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کیا جو ایک سچے مسلمان کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف جرائد اور اخبارات میں اپنا توبہ نامہ شائع کرالیا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنف خون کے آنسو) نے ایک ہفت روزہ کے ذریعے انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آج 9 ذیقعدہ 1374ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر حدائق بخشش حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جواباً پہلے فقیر

حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے، خدا تعالیٰ معافی بخشے، آمین۔"

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہ لیا، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر علمائے اہل سنت سے فتوے حاصل کیے گئے کہ ان کی توبہ یقیناً مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو ام المومنین کے بارے میں کہے اور نہ لکھے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاعلان اور بار بار توبہ کی ہے اور درِ توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ فیصلہ مقدسہ کے نام سے 1375ھ میں چھپ گئے اور تمام شور اور شر ختم ہو گیا، اس میں ایک سو انیس علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمد للہ! کہ فیصلہ مقدسہ، مرکزی مجلس رضا لاہور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو، اس میں پائی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟" (البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 139، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ایک تحریف بھرے شعر کو لے کر ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کا ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا اور اعلیٰ حضرت نے درجنوں مقامات پر جو شیعوں کو رگڑا ہے اسے سنیت کا لبادہ قرار دے دیا۔ واہ! اسے کہتے ہیں وہابیوں کی تقیہ چالا کی۔

## اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

جناب احمد رضا نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہلسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مثلاً "انّ علیّا قسیم النار" "انّ فاطمۃ سمّیت بفاطمۃ لانّ اللہ فمھا و ذریّتھا من النّار" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز جہنم تقسیم کریں گے۔ 49

اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ 50

شیعہ کے اماموں کو تقدیس کا درجہ دینے کے لیے انہوں نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ اغواث (جمع غوث یعنی مخلوقات کی فریاد رسی کرنے والے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے حسن عسکری تک پہنچتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے وہی ترتیب ملحوظ رکھی جو شیعہ کے اماموں کی ہے۔ 51

احمد رضا نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا قرار دیا اور کہا: جو شخص مشہور دعائے سیفی (جو شیعہ عقیدے کی عکاسی کرتی ہے) پڑھے اس کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

دعائے سیفی درج ذیل ہے:۔

نادِ علیًّا مظھر العجائب — تجدہ عونا لّک فی النّوائب

کلّ همّ وغمّ سینجلّی　　بولایتك یا علی یا علی

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارو جن سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔تم انہیں مددگار پاؤ گے۔اے علی رضی اللہ عنہ آپ کی ولایت کے طفیل تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔52

اسی طرح انہوں نے پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کیا اور اس شعر کو رواج دیا:۔

لی خمسة اطفی بها حرّالوباء الحاطمة　　المصطفی المرتضٰی وابناهما و الفاطمة

یعنی پانچ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی برکت سے میری امراض کو دور کرتی ہیں۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی رضی اللہ عنہ،حسن رضی اللہ عنہ،حسین رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔53

انہوں نے شیعہ عقیدے کی عکاسی کرنے والی اصطلاح "جفر" کی تائید کرتے ہوئے اپنی کتاب "خالص الاعتقاد" میں لکھا ہے:"جفر چمڑے کی ایک ایسی کتاب ہے جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اہل بیت کے لیے لکھی۔اس میں تمام ضرورت کی اشیاء درج کر دی ہیں۔اس طرح اس میں قیامت تک رونما ہونے والے تمام واقعات بھی درج ہیں۔"54

اسی طرح شیعہ اصطلاح الجامعۃ کا بھی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"الجامعۃ ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعات عالم کو حروف کی ترتیب کے ساتھ لکھ دیا ہے۔آپ کی اولاد میں سے تمام ائمہ امور و واقعات سے باخبر تھے۔"55

جناب بریلوی نے ایک اور شیعہ روایت کو اپنے رسائل میں ذکر کیا ہے کہ امام احمد رضا (شیعہ کے آٹھویں امام) سے کہا گیا کہ کوئی دعا ایسی سکھلائیں جو ہم اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھا کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ قبر کے قریب جا کر چالیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر کہو السلام علیکم یا اہل البیت، اے اہل بیت میں اپنے مسائل اور مشکلات کے حل کے لیے آپ کو خدا کے حضور سفارشی بنا کر پیش کرتا ہوں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے براءت کرتا ہوں۔56

یعنی شیعہ کے اماموں کو مسلمانوں کے نزدیک مقدس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت سے افضل قرار دینے کے لئے انہوں نے اس طرح کی روایات عام کیں۔حالانکہ اہل تشیع کے اماموں کی ترتیب اور اس طرح کے عقائد کا عقیدہ اہل سنت سے کوئی ناطہ نہیں ہے۔جناب احمد رضا شیعہ تعزیہ کو اہل سنت میں مقبول بنانے کے لیے اپنی ایک کتاب میں رقمطراز ہیں:"تبرک کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقبرے کا نمونہ بنا کر گھر کے اندر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔"57

اس طرح کی لاتعداد روایات اور مسائل کا ذکر ان کی کتب میں پایا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ مذہب کے ردّ پر کثیر کتابیں لکھیں، جگہ جگہ ان کے متعلق شرعی احکام صادر فرمائے۔وہابیوں نے ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا اور سیاق وسباق کو ذکر کئے بغیر چند حوالہ پیش کر کے اس سے اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ شیعہ ثابت کیا ہے۔جن دلیلوں سے ظہیر صاحب نے شیعیت کا الزام لگایا ہے، آئیں دیکھتے ہیں ان دلیلوں کے تحت کون کون سے لوگ شیعہ بنتے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جن روایات کی بنا پر شیعہ ثابت کیا گیا وہ روایات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نہیں ہیں بلکہ احادیث ہیں چنانچہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: "سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا "انـا قسیـم الـنـار" میں قسیم دوزخ (دوزخ تقسیم کرنے والا) ہوں۔ یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ "رواه شاذان الفضيلي رضي الله تعالى عنه في جزء ردّالشمس جعلنا الله ممن والاه كما يحبّه ويرضاه بجاه جمال محبّاه امين" اس کو شاذان نے جزء ردالشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔ آمین۔

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے احادیث حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی کو قسیم النار فرمایا۔ شفاء شریف میں فرماتے ہیں "قـد خـرج اهـل الـصـحـيـح والائمة ما اعلم به اصحابه صلى الله تعالى عليه وسلم مما وعدهم به من الظهور على اعدائه (الى قوله) وقتل علي وان اشقاها الذى يخضب هذه من هذه اى لحيته من رّاسه وانه قسيم النار يدخل اولياء ه الجنة واعداء ه النار۔رضى الله تعالى عنه وعنابه امين" بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ترین ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولا علی قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے صدقے ہم سے راضی ہو۔ آمین۔

نسیم میں عبارت نہایہ "ان علیّاً رضى الله تعالى عنه قال انا قسيم النار" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں قسیم دوزخ ہوں۔ ذکر کر کے فرمایا "ابن الاثير ثقة وما ذكره على لايقال من قبل الراى فهو فى حكم المرفوع اذ لا مجال فيه للاجتهاد اه اقول: كلام النسيم انه لم يره مرويّا عن على فاحال على وثاقة ابن الاثير وقد ذكرنا تخريجه ولله الحمد" ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنے رائے سے نہیں کہا جا سکتا ہے، لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں۔ میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا ہے اور ہم نے اس کی تخریج کردی ہے۔ وللہ الحمد۔" (فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 434، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں: "ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن مسعود سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انما سميت فاطمة لان الله فطمها وذريتها عن النار يوم القيمة)) اس کا نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روز قیامت آگ سے محفوظ فرما دیا۔" (فتاوی رضویہ جلد 15، صفحہ 731، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کی حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے متعلق کجی دیکھیں کہ ان کی شان جو احادیث میں بیان ہوئی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ

علیہ نے ان احادیث کو نقل کیا تو اس نقل کرنے پر شیعہ ہونے کا الزام لگا دیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اماموں اور غوث کے متعلق جو کہا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہابی بارہ اماموں کی عظمت کے قائل نہیں ہیں جبکہ اہل سنت ان اماموں کی تعظیم کرتے ہیں اگر چہ ہم ان اماموں کے متعلق وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو رافضی رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے غوث کے تذکرہ میں فقط ان اماموں کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سب سے پہلے ذکر کیا چنانچہ امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں اور وزیر دستِ راست (دائیں) عبد الرب اور دستِ چپ (بائیں) عبد الملک ہوتا ہے۔ اس سلطنت میں وزیرِ چپ وزیرِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ ہوتا ہے۔ غوثِ اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پھر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیرِ دست چپ تھے اور فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارتِ غوثیت پر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت ہوئی۔ حضرت عمر فاروق جب اس درجہ پر آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درجہ پر فائز ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرتبہ غوثیت عطا ہوا تو امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک سب حضرات مستقل غوث ہوتے گئے۔ اور امام عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقل غوث تھے۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔ سیدنا عبد القادر جیلانی غوثِ اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی ہیں آپ کے بعد جتنے غوث ہوئے ہیں اور جتنے ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت میں ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری پر انہیں غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔"

(الملفوظات، صفحہ 178، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہ بات فقط اعلیٰ حضرت ہی نے نہیں کہی بلکہ اور بزرگوں سے بھی مروی ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی "سیف المسلول" میں لکھتے ہیں: "کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے، پھر اس سے تقسیم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے متعلق تھا، جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔"

(السیف المسلول، صفحہ 527، فاروقی کتب خانہ ملتان)

دعائے سیفی کا جو ذکر کیا گیا وہ دعا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شاہ ولی اللہ کے

متعلق لکھتے ہیں:"ایضا ایں فقیر درسفر حج چوں بہ لاہور رسید ودست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ وسند خود بیان کردند وایشاں دریں زمانہ یکی ازاں عیاں مشائخ طریقہ احسنیہ وشطاریہ بودند وچوں کسے را اجازت می دادند او را دعوت رجعت نمی شود رحمۃ اللہ تعالی ،سند قال الشیخ المعمر الثقۃ حاجی محمد سعید لاہوری اخذت الطریقۃ الشطاریۃ واعمال الجواہر الخمسۃ من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاہوری عن الشیخ عبد الملک عن الشیخ البایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری انتہی" اورنیز فقیر (شاہ ولی اللہ) جب حج کے سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف واعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں اور انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف واعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انہوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی سے انہوں نے وجیہ الدین گجراتی انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے۔

حضرات منکرین! ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سنی،موحد،محدثانہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے "نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند وآں اینست نادعلیا مظہر العجائب تجدہ عونالک فی النوائب کل ہم وغم سینجلی بولایتک یاعلی یاعلی یاعلی" نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا، ہر پریشانی اور غم ختم ہو گا آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی۔" (فتاوی رضویہ،جلد7،صفحہ621،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

کیا وہابیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جن کو وہابی بہت زیادہ مانتے ہیں) بھی اس دعائے سیفی کے سبب شیعہ ہیں؟ جو پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کرنے کا کہا گیا تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں۔کیا وہابی ان پانچ ہستیوں کے منکر ہیں؟ دوسرا یہ کہ وہ اشعار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہیں بلکہ کسی نے سوال پوچھا تھا اور ظہیر صاحب نے اس کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کر دی۔عبارت یوں ہے:''کیا فرماتے ہیں حضرات علماءدین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانناشہر کلکتہ میں چند دنوں سے یہ امر مروج ہوا ہے کہ برائے دفع وبا اکثر محلوں چند چند لوگ ایک ایک فرقہ ہو کر راتوں کو مع علَم ونشان وروشنی وغیرہ نکلتے ہیں اور ہر گلی کوچہ وشارع عام میں آوازیں ملا ملا کر بآواز بلند شعر

لی خمسة اطفی بھا حرالوباء الحاطمه     المصطفی والمرتضی وابناھما والفاطمه

(میرے لئے پانچ (ہستیاں) ہیں ان کے ذریعے توڑ کر رکھ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں اور وہ پانچ (ہستیاں) یہ ہیں (1) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (2) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3,4) ان کے دونوں صاحبزادے (حسن، حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما (5) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ کو پڑھتے پھرتے ہیں اس فعل کو قطع نظر اہل تشیّع کے حضرات علماء اہلسنت وجماعت سے بھی بعض صاحب جائز بتاتے اور اکثر حضرات ناجائز بتاتے ہیں پس شعر مذکور کو دافع وبا اعتقاد کر کے بہ ہیئت مذکورہ پڑھتے پھرنا از روئے شریعت غرا عند اہل السنۃ والجماعۃ کیسا ہے؟

جواباً فرمایا: "مضمون شعر فی نفسہٖ حسن ہے اور محبوبان خدا سے توسّل محمود اور ذکر خمسہ پر شبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار میں حصر غیر مقصود، عدد نافی زیادت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "((ان لـــــی خــــ ـوصلة اسـ
البخاری عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنه "میرے پانچ نام ہیں۔ اسے بخاری نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((اعطیت خمسا لم یعطھا احد من الانبیاء قبلی)) عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ تعالی عنھما "مجھے پانچ اوصاف عطا ہوئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ بخاری ومسلم نے اس کو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

مگر علَم ونشان مہمل اور ان سے توسل باطل اور ہیأت مذکورہ لہو اشبہ، توسّل دعاء ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء۔ واللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ جلد 24، صفحہ 179، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھی جانے والی روایت بھی اعلیٰ حضرت کی اپنی نہیں ہے بلکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: "سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل "قیل لموسٰی الرضا رضی اللّٰہ تعالی عنه علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر و کبراللّٰہ اربعین مرّۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالة انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشھد اللّٰہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللّٰہ من اعداء محمد وال محمد من الجن ولانس (ملخصا) "یعنی امام ابن الامام الیٰ ستۃ آباء کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیں کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 791، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اب کیا وہابی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شیعہ کہیں گے؟ ظہیر صاحب کا کہنا کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اماموں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر افضلیت دی، بہتان عظیم ہے۔ امام احمد رضا خان نے اماموں کو تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل قرار دینے کو گمراہ لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "فتاوٰی خلاصہ قلمی، کتاب الصلوۃ اور خزانۃ المفتین قلمی، کتاب الصلوۃ، فصل فی من یصح الاقتداء بہ و من لا یصح میں ہے "الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو کافر" رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ250، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باقی علم جفر، الجامعۃ اور روضہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر کو بطور تبرک لگانے پر طعن کرنا بھی عجیب ہے۔ کیا جو علم اہل بیت اطہار سے منقول ہو اس پر عمل پیرا ہونے پر بندہ شیعہ ہو جاتا ہے؟ علم جفر کئی بزرگوں سے ثابت ہے کیا وہ سب شیعہ تھے؟ الجامعۃ کتاب کی طرح بزرگوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں انہوں نے علم جفر جیسے علوم کے تحت آئندہ وقت میں ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کی ہیں۔ بزرگوں کے روضہ مبارک کی تصویر لگانا پوری دنیا میں رائج ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ اہل بیت سے محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ خود وہابیوں کے بہت بڑے امام مولوی وحید الزماں نے صراحت کے ساتھ کہا: **"ہم اہل حدیث شیعانِ علی ہیں۔"** (نزل الابرار، جلد1، صفحہ7)

المختصر یہ کہ ظہیر صاحب نے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے اور اس پر جن باتوں کو آپ کے اقوال قرار دے کر آپ کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ دراصل احادیث ہیں، ظہیر کا ان کو اس محل پر پیش کرنا بالکل غلط و بے معنی ہے۔ اس طرح کے ڈھکوسلے مار کر کسی سنّی کو شیعہ ثابت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی وہابی کو کہہ دے کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے اور دلیل یہ دے کہ تیری شکل اپنے باپ سے نہیں ملتی۔

## ظہیر صاحب کی ناقص عربی

> جناب احمد رضا نے شیعہ کے اماموں پر مبنی سلسلہ بیعت کو بھی رواج دیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں ایک عربی عبارت وضع کی ہے جس سے ان کی عربی زبان سے واقفیت کے تمام دعوؤں کی حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اللّٰھم صلّ وسلّم علی وبارك علی سیّدنا مولانا محمّد المصطفی رفیع المکان المرتضی علی الشان الذی رجیل من امّته خیر من رجال من السّالفین و حسین من زمرته احسن من کذا و کذا حسنا من السّابقین السّیّد السّجاد زین العابدین باقر علوم الانبیاء والمرسلین ساقی الکوثر و مالك تسنیم و جعفر الّذی یطلب موسی الکلیم رضا ربّه بالصّلاۃ علیه" 58
>
> عربی زبان کا ادنیٰ علم رکھنے والا بھی اس عبارت کی عجمیت رکاکت اور بے مقصدیت کا اندازہ کرسکتا ہے۔ ایسے شخص

کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ساڑھے تین برس کی عمر میں فصیح عربی بولا کرتا تھا کس قدر عجیب لگتا ہے؟ ''حسبین من زمرته احسن من وکذا وکذا حسنا من السّابقین'' کیسی بے معنی ترکیب ہے۔''یطلب موسی الکلیم رضا ربّه بالصّلاة علیه'' میں موسیٰ الکلیم سے مراد کون ہیں؟ اگر مراد موسیٰ کاظم ہیں تو کلیم سے کیا معنی؟ اور اگر مراد نبی ورسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) امام جعفر صادق پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ بہر حال یہ عبارت مجموعہ رکاکت بھی ہے اور مجموعہ خرافات بھی۔حاصل کلام یہ ہے کہ رضا بریلوی صاحب نے اس نص میں شیعہ کے اماموں کو ایک خاص ترتیب سے ذکر کر کے مسلمانوں کو رفض وتشیع سے قریب لانے کی سعی کی ہے۔ ؎

اس اعتراض کا خوبصورت تفصیلی جواب عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے جو مختصر اپیش خدمت ہے: ''مارہرہ شریف کے بزرگ سید شاہ اسماعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی تشریف فرما تھے۔ میں نے مولانا عبدالمجید بدایونی کا شجرہ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے۔وہ فرماتے ہیں اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کئے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصّع ومسجّع درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ تحریر فرمایا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوار رضا صفحہ 28 تا 30 میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں 21 محرم بروز جمعہ 1306ھ کو تحریر فرمایا۔بلا شبہ عربی زبان پر اما احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے۔لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔جب کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے۔اصل عبارت یہ تھی ''خیر من رجال من السالفین'' اسے یوں نقل کر دیا ''خیر من الرجال السالفین''یعنی رجال پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد من خذف کر دیا۔رجال پر تنوین تعظیم کے لئے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔(وہابیوں نے اب اس عربی غلطی کو عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی نشاندہی پر ٹھیک کر لیا ہے، انس) پھر کئی جگہ قومہ بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا۔مثلاً کذا و کذا، حسنا کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسی الکلیم کے درمیان۔جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہئے تھا، جو نہیں دیا گیا۔اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آ جاتا تو یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بتا دیا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس درود شریف کا ترجمہ ملاحظہ ہو، تردد جاتا رہے گا۔''اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منتخب بلند مرتبے والے، پسندیدہ عالی شان والے پر۔جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔سردار بہت

سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء ومرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ہیں۔شجرہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بے ادبی تھا۔اس لئے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں: ''جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔''

سبحان اللہ! کیا پاس ادب ہے اور کیا حسنِ بیان! چونکہ اس عبارت کا مطلب (ظہیر صاحب) نہیں سمجھے، اس لئے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں: ''پتہ نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟'' مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔پھر کہتے ہیں ''باقر علوم الانبیاء'' کا کیا مطلب ہے؟ اتنی واضح عبارت کا معنیٰ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی، گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا جا چکا ہے، اسے دیکھنے سے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لئے کہتے ہیں "لانـــــہ بقر العلم ای شقه و فتحه فعرف اصله و تمكن فيه" کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے۔''باقر علوم الانبیاء'' کا معنیٰ ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے۔یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف ہے۔پھر کہتے ہیں "وما معنى بالصلاة عليه؟" بالصلاۃ علیہ کا معنیٰ کیا ہے؟ پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔''وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ161، مکتبہ قادریہ، لاہور)

پتہ چلا کہ ظہیر صاحب کی اپنی عربی کمزور ہے اور وہ اعتراض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی پر کر رہے ہیں۔اور ظہیر صاحب کی اپنی عربی دانی پر ان کے اپنے بھی گواہ ہیں، وہابی مولوی حافظ عبدالرحمٰن مدنی ظہیر صاحب کی عربی پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، صفحہ6، شمارہ3 اگست 1984ء)

## اعلیٰ حضرت پر بلاوجہ تکفیر کرنے کا الزام

﴿ جناب بریلوی صاحب نے برصغیر کے اہل سنت اکابرین کی تکفیر کی اور فتویٰ دیا کہ ان کی مساجد کا حکم عام گھروں جیسا ہے انہیں خدا کا گھر تصور نہ کیا جائے۔ ﴾

ظہیر صاحب نے البریلویۃ میں یہ بہتان لگایا تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا بھر کے اہل سنت کی تکفیر کی۔مترجم صاحب نے چالاکی سے اس بہتان کو کچھ کم کیا اور برصغیر کا لفظ اپنے پاس سے اضافہ کر دیا۔یہ تو ان کی دیانت کا حال ہے۔اعلیٰ حضرت نے بلاوجہ کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا بلکہ فتاویٰ رضویہ میں کئی مقامات پر بخاری ومسلم کی اس حدیث پاک کو نقل کیا کہ جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو

کفر اس کی طرف لوٹے گا۔ درحقیقت وہابی خود اپنے سوا پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں اور ان کا شرک شرک کا نعرہ ان کی کتب اور ہر جاہل وہابی سے پڑھنے، سننے کو ملتا ہے، جس وہابی کو استنجا کرنے کا طریقہ پتہ نہیں وہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز اکابر اہلسنت کی تکفیر نہیں کی، آپ نے کفریہ اور گستاخانہ عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی ہے۔ ایک جزئیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کو پڑھ کر قاری خود اندازہ لگالے کہ آپ نے کس کو کس وجہ سے کافر کہا ہے چنانچہ فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: ''وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص ودخل بشری کا اقرار تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت سوال کا عکس ہو یعنی سنی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے" کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ'' (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" میں تحقیق کی ہے۔) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے "احکامھم مثل احکام المرتدین" ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔۔۔ اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالیٰ کہ وہ عقائد رکھتے ہیں انہیں امام وپیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری ودرمختار وشفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے "واللفظ للشفاء مختصراً اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علما کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بدمذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے۔) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ ''الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ'' میں ہے اور بقدر کافی رسالہ" سل السیوف الھندیہ علی کفریات بابا النجدیۃ" میں مذکور۔ اور اگرچہ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو شرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدہ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنی ادنی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جابجا حکم شرک لگادینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے ان کے دفاتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں؟ کیا ان کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں؟ کیا ہر سنی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے "اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقاد ھم مشرکون" ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔

فقیر نے رسالہ "النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ

سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر و شنیع وباطل وفظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وامام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیاہراسی وامام ابن سمعانی وامام اجل امام الحرمین وصاحبان خلاصہ وایضاح وجامع الرموز وبحر الرائق ونہر الفائق وتنویر الابصار ودرمختار وفتاوٰی خیریہ وغمز العیون وجواہر الاخلاطی ومنیہ وسراجیہ ومصفی وجواھر وتتارخانیہ ومجمع وکشف وعالمگیریہ ومولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی وغیر ہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے، ذخیرہ وبزازیہ وفصول عمادی وفتاوٰی قاضی خاں وجامع الفصولین وخزانۃ المفتین وجامع الرموز وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ ونہر الفائق ودرمختار ومجمع الانہر واحکام علی الدرر وحدیقہ ندیہ وعالمگیری وردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: "المختار للفتوی "(فتوی کے لیے مختار ہے۔) شرح تنویر میں فرمایا "به یفتی" "اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔۔۔۔

تو فقہائے کرام کے قول کے مطلق وحکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ سے مستفاد صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ایما امرء قال لاخیه کافرا فقد باء بها احدهما، زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت علیه)) کہ ان دونوں میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے "لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو الله و لیس کذلك الا حار علیه "جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوی ہے تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیاء وعلماء کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے "یجب اکفار الخوارج فی اکفارهم جمیع الامة سواهم "خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔"لا جرم الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیة" میں فرمایا"هؤلاء الملاحدة المکفرة للمسلمین "یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔" (فتاوی رضویه جلد 11، صفحه 377، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے تمام اہل سنت کو کافر نہیں کہا بلکہ کافر کو ہی کافر کہا ہے۔جن مولویوں کو کافر کہا ہے ان کے کفر کو ثابت کر کے حرمین شریفین کے علمائے کرام سے تصدیق بھی کروائی ہے۔اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہابیہ کا اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب اور افتراءِ خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان مفسدوں کو کافر فرمایا جو ضروریاتِ دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن و حدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ نصوص نقل فرمائے، جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہیں دیا اور نہ کبھی وہ جواب دے سکتے ہیں۔ ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے جس کا اعتراف خود مولوی اشرف علی تھانوی نے ''**بسط البنان**'' میں کیا ہے۔''

(مقدمہ، فتاوی صدر الافاضل، صفحہ 85، شبیر برادرز، لاہور)

## امام باڑہ کی ابجدی ترتیب

﴿ اسی طرح انہوں نے اہل سنت کے ساتھ مجالست ومناکحت کو حرام قرار دیا اور جہاں تک شیعہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے اماموں کے باڑوں کے ابجدی ترتیب سے نام تجویز کرتے رہے۔ 59 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کی صحبت و نکاح کو بھی ناجائز و حرام فرمایا ہے لیکن وہابیوں کو وہ عبارات نظر نہیں آتیں۔ امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنے کا جواب دیتے ہوئے عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ 1286ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چودہ سال تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔ آپ نے برجستہ فرمایا: بدر رفض (1286ھ) نام رکھ لیں۔ اس نے کہا امام باڑہ گزشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا ''دار رفض'' (1285ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء 1284ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا در رفض مناسب رہے گا۔

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے ان کی خواہش کے مطابق فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجویز کیا جو شیعہ کے لئے قابل قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ اسی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 165، مکتبہ قادریہ لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے ساتھ مجالست و مناکحت کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ جو گستاخوں اور گمراہوں کے ساتھ تعلقات کو حرام قرار دیا ہے، جو آپ کی کتب سے عیاں ہے۔

## بارہ امام

﴿ احمد رضا صاحب پر رفض وتشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے شیعہ کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے۔ 60 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اماموں کے متعلق کونسے مبالغہ آمیز قصیدے لکھے ہیں، ذرا وہابی دکھائیں تو سہی؟ آپ نے تو بارہ اماموں پر کلام کرتے ہوئے شیعوں کے عقیدہ کا رد کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''امامت اگر بمعنی مقتدی فی الدین ہونے کے ہے تو بلا شبہہ ان

کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدی فی الدین ہیں اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں عبد الملک و عبد الرب، انہیں امامین کہتے ہیں تو بلاشبہہ یہ سب حضرات خود غوث ہوئے۔ اور اگر امامت بمعنی خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی وبس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے جس کو فرمایا ﴿إِنِّـيْ جَـاعِـلُـكَ لِلنَّـاسِ إِمَـامًـا﴾ (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔) وہ امامت کسی غیر نبی کے لئے نہیں مانی جاسکتی۔ ﴿أَطِيْـعُـوا الـلّٰـهَ وَأَطِيْـعُـوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔) ہر غیر نبی کی امامت اولی الامر منکم تک ہے جسے فرمایا ﴿وَجَـعَـلْـنَـاهُمْ أَئِـمَّـةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا﴾ (اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔) مگر ﴿اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کے مرتبے تک نہیں ہوسکتی اس حد پر ماننا جیسے روافض مانتے ہیں صریح ضلالت و بے دینی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تو بلاشبہہ یہ حضرات مجتہدین وائمہ مجتہدین تھے اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 430، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت میں کہاں بارہ اماموں کی شان میں غلو کیا گیا ہے؟ بلکہ شیعوں کے عقیدے کا رڈ کیا ہے کہ جو اماموں کی اطاعت کو رسولوں کی اطاعت کا درجہ دیتے ہیں۔ پھر صراحت کے ساتھ آپ نے خلافت عامہ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ واضح کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد خلافت حضرت علی المرتضیٰ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملی اور اب امام مہدی کو ملے گی۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**


46 حیات اعلیٰ حضرت، ص۲

47 حدائق بخشش، جلد۳ ص ۲۳

48 فتاویٰ بریلویہ، ص ۱۴

49 الامن والعلی، مصنفہ احمد رضا بریلوی، ص ۵۸

50 ختم نبوت، از احمد رضا، ص ۹۸

51 ملفوظات، ص ۱۱۵

52 الامن والعلی، ص ۱۲، ۱۳

53 فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ ص ۱۸۷

54 خالص الاعتقاد، از احمد رضا، ص ۴۸

55 ایضاً ص ۴۸

56 حیاۃ الموات درج شدہ فتاویٰ رضویہ، از احمد رضا بریلوی، جلد ۴، ص ۲۴۹

57 رسالہ بدر الانوار، ص ۵۷

## عربی غلطیاں

58 انوار رضا، ص ۲۷۔

﴿ فصاحتِ عربی سے ناواقفی ۔ جناب احمد رضا کی یہ عبارت بے معنی ترکیبوں اور عجمیت زدہ جملوں کا مجموعہ ہے مگر عبدالحکیم قادری صاحب کو اصرار ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہیں دلیل سے خالی اصرار کا تو کوئی جواب نہیں اگر انہیں اصرار ہے تو سو بار رہے، ہمیں اس پر کوئی انکار نہیں ۔ان کے اصرار سے یہ شکستہ عبارت درست تو نہیں ہوجائے گی ۔مگر ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ ایک صاحب نے مصنف رحمہ اللہ علیہ کی عربی کتاب میں سے بزعم خویش چند غلطیاں نکال کر اپنی جہالت کا ثبوت جس طرح دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے ۔ انہوں نے اپنی عجمیت زدہ ذہنیت سے جب "البریلویہ" کا مطالعہ کیا تو انہیں کچھ عبارتیں ایسی نظر آئیں جو ان کی تحقیق کے مطابق عربی قواعد کے اعتبار سے غیر صحیح تھیں ۔ساتھ ہی انہوں نے ان غلطیوں کی تصحیح بھی کی ہوئی تھی اور یہی تصحیح ان کی جہالت کا راز کھولنے کا سبب بن گئی ۔

ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان کی تصحیح میں کس قدر تغلیط ہے ۔ہم ذیل میں ان کی چند تصحیحات نقل کرتے ہیں ۔ تاکہ قارئین ان کی علمی تحقیقی کاوش سے استفادہ فرماسکیں ۔

الحجم الصغیر: موصوف لکھتے ہیں کہ یہ لفظ غلط ہے اس کی بجائے القطع الصغیر ہونا چاہیے تھا۔ جناب کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے ۔موصوف کا گمان یہ ہوا کہ چونکہ حجم تو اردو میں مستعمل ہے لہٰذا عربی کا لفظ نہیں ہوسکتا۔ المنجد مادہ ح ج م میں الحجم کا معنی مقدار الحجم سے کیا گیا ہے ۔موصوف کو چاہئے کہ وہ اپنی معلومات درست کرلیں ۔

المواضیع: اس کی تصحیح جناب نے المواضع سے کی ہے ۔پوری عبارت ہے "فلاجل ذلك تضاربت اقوالهم في هذا الخصوص (اي الموضوع) مثل المواضيع (جمع الموضوع) الاخرى "موصوف نے اسے "موضع" کی جمع سمجھ لیا اور اس کی تصحیح "مواضع" سے کردی، جو بجائے خود ایک غلطی ہے ۔

نظرۃ تقدیر واحترام: تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "نظرۃ تعظیم واحترام" گویا جناب نے اپنی علمیت کے زور پر یہ سمجھا کہ یہ عربی کا لفظ نہیں ہے ۔حالانکہ عربی لغت کی تمام کتب نے اس لفظ کو ادا کیا ہے ۔اور اس کا معنی "الحرمتہ والوقار" سے کیا ہے ۔ملاحظہ ہو المنجد، ص 245 وغیرہ مادہ القدر

بين السنة: موصوف کو یہ علم نہیں کہ لفظ "السنه" کہہ کر اہلسنت کا مفہوم بھی ادا کیا جاتا ہے ۔مولف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الشيعه والسنه" میں "السنه" سے مراد اہلسنت ہیں ۔عربی زبان سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی اس معنی سے ناآشنا نہیں ۔اس کی تصحیح "اهل السنّه" سے کرنا اس لفظ کے استعمال سے عدم واقفیت کی دلیل ہے ۔

ان یبوس: فرماتے ہیں کہ یہ عجمی لفظ ہے، اس لیے عربی میں اس کا استعمال نادرست ہے ۔موصوف کو اگر عربی ادب

سے ذرا سی بھی واقفیت ہوتی تو شاید یہ بات لکھ کر علمی حلقوں میں جگ ہنسائی کا باعث نہ بنتے۔ کیونکہ عربی زبان میں اس کا استعمال عام رائج ہے۔ ملاحظہ ہو المنجد، مادہ، ب و س ''باسہ'' بوسا۔

قبلہ ترك التكايا: لکھتے ہیں: یہ عجمی لفظ ہے، حالانکہ یہ ''اتکا'' سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے ''اسند ظهره الى شئى'' ملاحظہ ہو المنجد مادہ و ک ا۔

رسید: ان کا اعتراض ہے: یہ لفظ عربی زبان میں مستعمل نہیں۔ حالانکہ عرب ممالک میں ''رسيد الامتعة'' کا استعمال عام رائج ہے۔ اسے رصید بھی لکھا جاتا ہے۔ المنجد میں ہے۔ انظر مادہ ر ص د۔

اصدرو فرمانا: المنجد مادہ ف ر م۔ '' الفرمان (جمع) فرامين اى عهد السلطان للولاة'' وہ الفاظ وکلمات جو عربی کے ساتھ ساتھ دوسری لغات میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ان کا استعمال غلط نہیں ہے۔ ان کی تغلیط جہالت کی واضح دلیل ہے۔

کتب فیہا لال البیت: شیعہ کے نزدیک آل بیت اور اہل بیت کا مفہوم ایک ہی ہے ''البریلویہ'' کی اس عبارت میں آل بیت کا استعمال ہی صحیح ہے۔ کیونکہ اس احمد رضا صاحب نے شیعوں کی ترجمانی کی ہے۔

ومن جاء ان کی تصحیح '' الىٰ من جاء '' سے کی ہے۔ یہاں الیٰ کا استعمال اس لیے نہیں کیا گیا کہ پہلی الیٰ پر عطف ہے۔ اس لیے دوبارہ استعمال ضروری نہ رہا۔

علاوہ ازیں کچھ غلطیاں ایسی درج ہیں جو کتاب وطباعت کی ہیں۔ مثلاً ''كبيب النمل'' کہ اصل میں ہے ''كدبيب النمل'' ٹائپ کی غلطی سے وہ حذف ہوگئی ہے۔ اسی طرح القراءت میں ءکی جگہ ۃ غلطی سے ٹائپ ہوگیا ہے۔ ''مناصرة للاستمار'' کہ اصل میں ''مناصرة للاستعمار'' یا استرقاق کی بجائے استرتقاق وغیرہ۔ بہر حال غلطیوں کی یہ فہرست قادری صاحب کی عربی زبان پر عدم قدرت کی بین اور واضح دلیل ہے۔ بریلویت کے حاملین کی علمیت پہلے ہی مشکوک تھی، قادری صاحب نے اس پر مہر ثبت کردی ہے۔ (ثاقب) ﴾

علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر صاحب کی 43 عربی غلطیاں نکالیں۔ مترجم صاحب نے چند لفظوں پر کلام کر کے باقی کو چھوڑ کر یہ ثابت کر دیا کہ باقی غلطیاں جو نکالی ہیں وہ درست ہیں۔ پھر ان غلطیوں کو صحیح کرنے کی انتہائی غلط کوشش کی ہے۔ اگر شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ حیات ہوتے تو مترجم صاحب کی تفصیلاً تمام باتوں کا جواب دیتے۔ راقم الحروف اپنے علم کے مطابق مترجم صاحب کا اغلاط کو صحیح کرنے کی کوشش کو غلط ثابت کرتا ہے:۔

☆ علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''یبوس'' کو عجمی لفظ ٹھہرایا تھا اور مترجم صاحب نے یبوس کو عربی کا لفظ ثابت کیا جبکہ یہ عربی کا لفظ نہیں چنانچہ المعجم الوسیط میں اس لفظ کے ساتھ بریکٹ میں صراحت کے ساتھ واضح کیا ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے چنانچہ لکھا ہے ''باسہ۔ بوسا، بوسہ لینا۔ (فارسی مغرب)۔'' (المعجم الوسیط، صفحہ 91، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

عربی لغت میں لفظ یبوس خشکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔لساب العرب، تاج العروس میں اس کی صراحت ہے ۔تفسیر طبری میں ہے "(فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا)یقول:فاتخذ لھم فی البحر طریقا یابسا،والیبس والیبس :یجمع أیباس، تقول:وقفوا فی أیباس من الأرض،والیبس المخفف:یجمع یبوس"

(جامع البیان فی تاویل القرآن، جلد18،صفحہ343،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

☆علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''رسید'' کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے اورمترجم صاحب نے اسے عربی ثابت کیا جبکہ رسید ہرگز عربی کالفظ نہیں ،یہ کسی بھی مستندعربی لغت میں نظر سے نہیں گزرا۔اگر اہل عرب میں اب یہ استعمال بھی ہوتا ہے تو یہ عربی ہونے کی دلیل نہیں ۔رسید فارسی کالفظ ہے چنانچہ جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون میں یہ فارسی میں استعمال ہوا ہے:۔

سر وجود ذات بإنسان **رسيد** وماند     جون وحی آسمان که بقرآن **رسيد** وماند

(جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون، جلد1، صفحہ134،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

کثیر کتب میں لفظ ''رسید'' فارسی زبان کے ساتھ استعمال ہوا ہے ۔تفسیر روح البیان میں کئی جگہ فارسی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔

ایک جگہ ہے:۔خود بزرکی عرش باشد بس مديد     ليك صورت كيست چون معنی **رسيد**

(روح البیان، جلد1،صفحہ404،دار الفکر،بیروت)

☆لفظ ''فرمانا'' کوبھی مترجم صاحب نے عربی کہا جبکہ جیسا علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بالکل درست تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے۔عربی لغت کی معتبر کتب لسان العرب وغیرہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ۔بلکہ المعجم الوسیط میں بھی لفظ فرمان موجود نہیں۔البتہ بعد کی جدید کتب جیسے منجد وغیرہ میں غیر عربی سے اسے عربی میں شمار کیا گیا ہے ۔لغت کی ان جدید کتب سے بالکل واضح ہے کہ یہ ترکوں کی حکومت میں عربی میں داخل ہوا چنانچہ احمد مختار عبد الحمید عمر (المتوفی 1424ھ) کی جدید عربی لغت کتاب "معجم اللغة العربية المعاصرة" میں ہے:"ف ر م ا ن فرمان (مفرد) ج فرمانات وفرامينُ:۔

1۔قرار أوحكم كان يصدره الباب العالي (السُّلطان) إبّان الحكم التركيّ

2۔ مرسوم "أصدر فرمانًا بزيادة ساعات العمل" (معجم اللغۃ العربیۃ لمعاصرۃ)

کتاب"تكملة المعاجم العربية" میں لفظ ''فرمان'' کا ذکراس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے چنانچہ لکھا ہے "خاتم للتخليد:هو خاتم يختم به ملاك الفرس البراءة أي الفرمان حين يهب اقطاعه"

(تکملۃ المعاجم العربیہ جلد4، صفحہ163، وزارۃ الثقافۃ والإعلام، الجمہوریۃ العراقیۃ)

☆ لفظ "التكايا "کوجومترجم صاحب نے عربی میں شمار کیا۔میری کافی کوشش کی باوجود یہ ثابت نہیں ہو پایا کہ یہ عربی کا لفظ ہے۔

علامہ شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر صاحب کی 43 غلطیاں انتہائی مہذب انداز میں نکالیں ۔مترجم صاحب نے

چند غلطیاں نکالیں اور اس پر اتنی اچھل کود کی ہے۔ غلطی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اپنے مولوی کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کی اتنی بے تکی کوشش نہیں کرنی چاہیے کہ خود مزید غلطیاں ہو جائیں۔

59 ملاحظہ ہو یادِ اعلیٰ حضرت، ص ۲۹

60 ملاحظہ ہو حدائق بخشش، از احمد رضا، مختلف صفحات

# فصل: ذریعہ معاش

## اعلیٰ حضرت زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟

﴿ جناب احمد رضا صاحب کے ذریعہ معاش کے متعلق مختلف روایات آئیں ہیں۔بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ وہ زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور گھر کے اخراجات کے لئے انہیں سالانہ رقم مل جاتی تھی جس سے وہ گزر بسر کرتے۔61

بعض اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی اور وہ دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہوجاتے کیونکہ ان کے پاس ڈاک کے ٹکٹ خریدنے کے لیے بھی رقم موجود نہ ہوتی۔62

کبھی کہا جاتا کہ انہیں دست غیب سے بکثرت مال و دولت ملتا تھا ظفر الدین بہاری راوی ہیں کہ جناب بریلوی کے پاس ایک مقفل کنجی صندوقچی تھی جسے وہ بوقت ضرورت ہی کھولتے تھے۔اور جب اسے کھولتے تو مکمل طور پر نہیں کھولتے تھے اس میں ہاتھ ڈالتے اور مال، زیور اور کپڑے جو چاہتے نکال لیتے تھے۔63

جناب بریلوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے احباب اور دوسرے لوگوں میں بکثرت زیورات اور دوسری چیزیں تقسیم کرتے تھے اور یہ سارا کچھ وہ اس چھوٹی سی صندوقچی سے نکالتے۔ہمیں حیرت ہوتی کہ نا معلوم اتنی اشیاء اس میں کہاں سے آتی ہیں۔64

ان کے مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ''دستِ غیب'' کا صندوقچی وغیرہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا جو انہیں اپنے اغراض ومقاصد کے لیے استعمال کرنے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے امداد دیتا تھا۔65

میری رائے یہ ہے کہ ان کی آمدن کا بڑا ذریعہ لوگوں کی طرف سے ملنے والے تحائف اور امامت کی تنخواہ تھی۔جس طرح ہمارے ہاں عام رواج ہے کہ دیہاتوں میں اپنے علماء کی خدمت صدقات وخیرات سے کی جاتی ہے اور عموماً یہی ان کا ذریعہ معاش ہوتا ہے۔ان کے ایک پیروکار بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک روز ان کے پاس خرچ کے لیے ایک دمڑی نہ تھی۔آپ ساری رات بے چین رہے۔صبح ہوئی تو کسی تاجر کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے 51 روپے بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیے۔''67

ایک مرتبہ ڈاک کا ٹکٹ خریدنے کے لیے ان کے پاس کچھ رقم نہیں تھی تو ایک مرید نے انہیں دو سو روپے کی رقم ارسال کی۔68

باقی جہاں تک زمینداری اور صندوقچی وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں۔یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا خاندان زراعت وغیرہ سے متعلق تھا۔باقی کرامتوں کے نام پہ صندوقچی وغیرہ کے افسانے بھی مریدوں کی نظر میں تقدیس واحترام کا مقام دینے کے لیے وضع کیے گئے ہیں یہ سب بے سروپا باتیں ہیں۔ ﴾

ظہیر صاحب کا یہ سارا بیان تضاد سے بھرا ہوا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ انگریز امداد کرتے تھے پھر کہا جاتا ہے یہ سب بے سروپا باتیں ہیں، کبھی کہا جاتا ہے کہ لوگ امداد کرتے تھے۔ درحقیقت ظہیر صاحب نے پیچھے جھوٹ و بہتان باندھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو کمتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زمیندار سے نکال کر عام مولوی جو لوگوں کی نذرونیاز پر گزر بسر کرتا ہے وہ ثابت کیا ہے۔ مسجد کی امامت کی تنخواہ پر زندگی گزارنا کوئی عیب نہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک زمیندار کو دھکے سے غیر زمیندار ظاہر کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاندانی زمیندار تھے۔ جناب سید الطاف علی بریلوی جنہوں نے بچپن میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی، وہ فرماتے ہیں: ''مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے، معقول زمینداری تھی، جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان صاحب کرتے تھے۔ مولانا اور ان کے اہل خاندان کے محلّہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے، بلکہ پورا محلّہ ایک طرح سے ان کا تھا۔''

جناب منور حسین سیف الاسلام جو نوعمری میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے: ''یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی حضرات تھے، سب پرانے خاندانی زمیندار تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے باغات تھے۔ شہر بریلی میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے مکانات تھے۔ جن کا کرایہ آتا تھا، مگر مجھ کو کرایہ وصول کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ غریبوں، بیواؤں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔'' مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی لکھتے ہیں: ''اس خاندان کی دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی تھی۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 175، مکتبہ قادریہ لاہور)

## اعلیٰ حضرت کا کسی سے پیسے نہ مانگنا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سخی آدمی تھے، غریبوں کی امداد کرتے تھے اور اگر کوئی فتویٰ کے عوض تحفۃً دیتا تو آپ نہ لیتے تھے۔ لوگوں کے سوالوں کے جواب بذریعہ ڈاک اپنی جیب سے بھیجتے تھے۔ ظہیر صاحب کا کہنا کہ ان کے پاس بعض اوقات کچھ نہیں ہوتا تھا تو ایسی صورت حال پیدا ہونا زمیندار ہونے کے منافی نہیں۔ کئی مرتبہ زمینوں سے پیسہ آنے میں تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ بڑے بڑے زمیندار قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہی صورت حال بعض اوقات ہوتی تھی کہ آپ کو زمینوں سے پیسے دیر سے آتے تھے۔ لیکن ہرگز اعلیٰ حضرت گزر بسر کے لئے اپنے چاہنے والوں سے پیسے نہیں مانگتے تھے۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا، جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔ والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے، اس لئے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے۔ لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔ میں نے سو یا دوسو کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی۔ جسے مولانا صاحب نے وصول کر لیا اور رسید بھی آ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا منی

آرڈر آیا۔ جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔ والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے، باقی زنان خانے میں بھیج دیئے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے اور گاؤں (یعنی زمینوں) سے رقم آئی نہیں تھی اور میں اپنی ضروریات کے لئے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔ حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔ اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرہ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے۔ چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔" (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ 184، کمسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت کے شہزادے حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زمیندارانہ سیرت کے متعلق حافظ ملت حضرت علامہ محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "آپ کو شہسواری کا بھی شوق تھا، آپ کی زمینداری میں اچھی نسل کے گھوڑے موجود تھے۔"

(فتاوی حامدیہ صفحہ 72، شبیر برادرز، لاہور)

صندوقچی والے مسئلہ کی نسبت جو ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے بیٹے کی طرف کی ہے وہ غلط ہے۔ وہ بیان آپ کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اس صندوقچی سے نکال کر خیرات کرنے کو کرامت پر محمول کیا ہو، جبکہ ہوسکتا ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود اس صندوقچی میں رکھتے ہوں۔ اگر اسے کرامت بھی سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں، البتہ جو کرامت کے منکر ہیں ان کے لئے ایسی باتیں قصے کہانیاں ہی ہیں۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

61 انوار رضا، ص ۳۶۰

62 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۸

63 اعلیٰ حضرت بستوی، ص ۵۷، انوار رضا، ص ۵۷

64 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۷

65 اس کا تفصیلاً ذکر آگے آ رہا ہے۔

66 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۶

67 ایضاً، ص ۵۶

68 ایضاً، ص ۵۸

# فصل: عادات اور طرز گفتگو

﴾ بریلوی اعلیٰ حضرت پان کثرت سے استعمال کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان المبارک میں وہ افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا کرتے۔69

اسی طرح حقہ بھی پیتے تھے۔70

دوسری کھانے پینے کی اشیاء پر حقہ کو ترجیح دیتے۔ ہمارے ہاں دیہاتیوں اور بازاری قسم کے لوگوں کی طرح آنے جانے والے مہمان کی تواضع بھی حقے سے کرتے۔71

مزے کی بات ہے کہ بریلوی اعلیٰ حضرت سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تاکہ شیطان بھی میرے ساتھ شریک ہو جائے۔"72 ﴿

## حقہ اور پان کا شرعی حکم

حقہ اور پان بلاشبہ جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "پان بیشک حلال ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان سے پہلے اولیاء کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی اس میں چونے کا جواز کتاب "نصاب الاحتساب" میں مصرح ہے۔ حقہ کا جواز غمز العیون وشرح ہدیہ ابن العماد و کتاب الصلح بین الاخوان و درمختار وطحطاوی وردالمحتار وغیرہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے۔ حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا ظلم شدید بلکہ ضلال بعید ہے وہ اسے حکم شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے اور اللہ پر افتراء کرنے والا عذاب شدید کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے جھوٹ لگاؤ۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہو سکتے۔" (فتاوی رضویہ جلد 24، صفحہ 556، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دراصل حقہ اور پان اس زمانے میں عام رائج تھا، زمیندار و عزت دار لوگ اس کا استعمال کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں حقہ رائج ہونے کے متعلق کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علمائے عظام حرمین محترمین زادھما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع و ناجائز کہنا احوال قلیان سے بے خبری پر مبنی ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد 25، صفحہ 81، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی مکہ مدینہ میں بھی حقہ پینا رائج تھا۔ اسی طرح پان رائج تھا بلکہ یہاں تک کہ ختم شریف میں کھانے کے ساتھ پان کا اہتمام ہوتا تھا چنانچہ ایک جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں: "اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ

ضیافت کرنی پڑتی ہے، یہاں تک کہ میّت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بار ہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 666، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو پان یا حقہ نوش فرماتے تھے وہ موجودہ آوارہ لوگوں کی طرح نہ تھا کہ کثرت پان سے منہ خراب اور بدبو اتنی کہ پاس کھڑا نہ ہوا جائے بلکہ آپ خاندانی معزز لوگوں کی طرح مہذب انداز میں اس کا استعمال فرماتے تھے۔ ایک جگہ تمبا کو اور حقہ کا فرق اور حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تمبا کو اور حقہ کا ایک حکم ہے، جیسا وہ حرام ہے یہ بھی حرام ہے اور جیسا وہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو باکراہت ورنہ بلا کراہت۔ فقط ایک فرق ہے جو لوگ غیر خوشبو دار تمبا کو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے۔ اس طرح تمبا کو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے بخلاف حقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہو جاتا ہے۔'' (فتاوی رضویہ جلد 24، صفحہ 555، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک جگہ آپ نے حقہ کے جواز پر پورا رسالہ بنام "حُقّة المرجان لمهم حكم الدّخان" (مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں) لکھا۔ اس رسالے میں آپ نے کثیر دلائل سے اسے جائز ثابت کیا۔ اس رسالے کا مختصر مواد پیش خدمت ہے: ''فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوی باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں۔ میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ "من شرب الدخان فكانما شرب دم الانبياء" جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا۔ اور دوسری حدیث یوں تراشی "من شرب الدخان فكانما زنى بامّه فى الكعبة" جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔ ﴿انّا لله وانّا اليه راجعون﴾ (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔) جہل بھی کیا بد بلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ ودانستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان اُٹھایا اور حدیث متواتر (من كذب علىّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے) کا اصلاً دھیان نہ لایا۔۔۔ علامہ عبدالغنی بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں "من البدع العادية استعمال التتن و القهوة الشائع ذكرهما فى هذا الزمان بين الاسافل والاعيان والصواب انه لاوجه لحرمتهما ولالكراهتهما فى الاستعمال" بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔۔۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس ودماغ میں فتور لاتے اور دیدہ ودل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع وناجائز وگناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عزوجل ہدایت

بخشے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔۔۔ اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو بے کلی کیے منہ صاف کیے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہہ حلال ہے اور اسے کھا کر جب تک بو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع، مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کلی سے بھی بکلی زائل نہ ہو تو قرب جماعت میں اس کا پینا شرعاً نا جائز کہ اب وہ ترک جماعت و ترک سجدہ یا بد بو کے ساتھ دخول مسجد کا موجب ہوگا اور یہ دونوں ممنوع و نا جائز ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف مؤدی ہو ممنوع و نا روا ہے۔۔۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 25، صفحہ 81، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں! اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقے کے جواز کو بھی ثابت کیا اور اس کے احکام بھی بتائے کہ منہ سے بد بو دور کر کے مسجد میں جائے اور نماز کے وقت کے قریب حقہ نہ پیئے جبکہ منہ سے بد بو دیر سے دور ہوتی ہو۔ ظہیر صاحب نے پان، حقے کا ذکر بطور اعتراض تو کیا ہے لیکن اس کے نا جائز ہونے کو ثابت نہیں کیا۔ ثابت بھی کیسے کر سکتے ہیں جب قرآن و حدیث اور فقہ میں یہ نا جائز ہی نہیں۔ بلکہ دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر وہابی مولویوں نے حقے کو جائز کہا ہے۔ وہابیوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب حقہ جائز ہے تو پھر اس کے پینے والے پر اس طرح اعتراض نا جائز ہے۔ جہاں تک حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے کا تعلق ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو بغیر بسم اللہ کھائے پیئے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے اور بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایسوں کو مغربین فرمایا جو انسان و شیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔ اگر کھانے کی ابتداء میں بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے تو فوراً "بسم اللہ علی اولہ وآخرہ" پڑھے شیطان [illegible] قے" کر دیتا ہے اور بفضلہ میں بھوکا ہی مارتا ہوں یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور جب چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف۔ ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔ وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہے ہوتو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) شیطان ہر وقت تمہاری گھات میں ہے اس سے غافل کسی وقت نہ ہو۔"

(الملفوظات، حصہ 2، صفحہ 227، شبیر برادرز، لاہور)

## قدم بوسی کا شرعی حکم

﴿ لوگوں کے پاؤں چومنے کی عادت بھی تھی۔ ان کے ایک معتقد راوی ہیں کہ: "آپ حضرت اشرفی میاں کے پاؤں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔"73

جب کوئی صاحب حج کر کے واپس آجاتے تو ایک روایت کے مطابق فوراً اس کے پاؤں چوم لیتے۔74 ﴾

پاؤں چومنے پر اعتراض بھی عجیب ہے کہ قدم بوسی جب احادیث و فقہ سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا گویا احادیث پر اعتراض کرنا ہے۔ ابوداؤد، شعب الایمان اور شرح السنۃ للبغوی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہونے والے وفد عبدالقیس میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں "لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا، فنقبل ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ" ترجمہ: جب ہم مدینہ پاک پہنچے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دینے لگے۔ (سنن أبی داود، کتاب الادب، باب فی قبلۃ الرجل، جلد4، صفحہ357، المکتبۃ العصریہ بیروت)

فتاوی رضویہ میں امام احمد رضا خان اس کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پیر کا اپنے مریدوں سے ہاتھ چومونا بایں معنی کہ وہ چومنا چاہیں تو یہ منع نہیں کرتا بلکہ ہاتھ بڑھا دیتا ہے کوئی حرج نہیں رکھتا بلکہ اگر قدم چومنا چاہیں اور یہ منع نہ کرے جب بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے "طلب من عالم اوزاھد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ و قیل لا "کسی عالم یا کسی زاہد (پرہیز گار) سے کسی نیازمند نے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پاؤں اس کے حوالے کردے اور ان پر اسے تسلط اور قابو پانے کا اختیار دے تاکہ وہ انہیں بوسہ دے تو عالم اور زاہد اس کی درخواست قبول فرمائے، (یعنی پاؤں چومنے کی اجازت دے) اور (ایک ضعیف روایت میں) کہا گیا کہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔

ردالمحتار میں ہے "لما اخرجہ الحاکم ان رجلااتی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاذن لہ فقبل رجلیہ " کیونکہ محدث حاکم نے اس روایت کی تخریج فرمائی ہے کہ ایک صاحب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے (انہوں نے آپ کے پاؤں چومنے کی درخواست کی) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے آپ کے قدم چومے۔''

(فتاوی رضویہ جلد22، صفحہ339، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت بزرگ اور حاجی کا پاؤں محبت میں چوم لیتے تھے لیکن اپنا پاؤں کسی کو چومنے نہیں دیتے تھے۔ آپ کی سیرت میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی محب نے آپ کے قدموں کا اچانک بوسہ لیا تو آپ اس پر ناخوش ہوئے۔ باقی وہابیوں کا قدم بوسی پر اعتراض کرنا بجا ہے کہ قدم بوسی بطور ادب ہے اور ان کے ہاں تو ادب شرک ہوتا ہے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

69 انوار رضا ص ۲۵۶

70 ﴿ کتنی عجیب بات ہے دوسروں کو معمولی باتوں پر کافر قرار دینے والا خود کیسے حقہ نوشی کو جائز سمجھتا ہے اور اس کا مرتکب ہے؟ ﴾

مترجم صاحب کتنی عجیب بات ہے کہ آپ بغیر دلیل حقہ کو ناجائز کہہ رہے ہو۔ نام آپ نے اپنے فرقے کا لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے اہل حدیث رکھا ہے لیکن شرک، بدعت، حلال وحرام کے فتوے اپنی عقل سے دیتے ہو۔ کچھوا، کوا کھانا جائز کہہ دیتے ہو اور ختم کے کھانے کو مثل خنزیر قرار دیتے ہو۔ وہ بھی قرآن وحدیث کی کسی دلیل کے بغیر۔ مزا تو تب ہے کہ آپ تحریفات کی بجائے قرآن وسنت سے حقہ اور پان کو ناجائز ثابت کرو۔ معمولی باتوں پر شرک کے فتوے تو آپ لگاتے ہو۔

71 حیات اعلیٰ حضرت، ص ٦٧

72ملفوظات

73اذکار حبیت رضا طبع مجلس رضا، لاہور، ص ۲۴

74انوار رضا ص ۳۰۶

# فصل: اسلوبِ بیان

﴿ اپنے سے معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کے خلاف سخت زبان استعمال کیا کرتے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ بڑے فحش اور غلیظ لفظ بولتے۔ مخالف کو کتا، خنزیر، کافر، سرکش، فاجر، مرتد اور اس طرح کے دوسرے سخت اور غلیظ کلمات کی بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ بے مہا و بے دریغ یہ کلمات ادا کرجاتے۔ ان کی کوئی کتاب اس انداز گفتگو اور اخلاقیات سے بھری ہوئی طرز تحریر سے خالی نہیں ہے۔ ﴾

## گمراہوں کو خبیث و مردود کہنا

پیچھے بیان کیا گیا کہ گمراہ اور گستاخوں کو احادیث و مستند کتب میں کافر، کتا، خنزیر، فاسق، فاجر، ملعون کہا گیا ہے۔ خارجیوں کے متعلق ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے ''عن ابن أبی أوفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((الخوارج کلاب النار))
ترجمہ: حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خارجی جہنم کے کتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی ذکر الخوارج، جلد1، صفحہ61، دار احیاء الکتب العربیہ)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنتظم فی تاریخ الامم والملوک'' میں مانی اور یونس بن فروہ کو زندیق کہا۔ پھر آگے ایک جگہ ان الفاظ کی ہیڈنگ بنائی ''أحمد بن یحیی بن إسحاق أبو الحسین الریوندی الملحد الزندیق'' امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھا ''وإسحاق بن محمد بن أبان النخعی الأحمر الزندیق الإلحادی'' پھر آگے یوں لکھتے ہیں ''أبو جعفر بن أبی العزاقر الشلمغانی الزندیق'' امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ طبری کی ساتویں جلد میں کئی مقامات پر صاحب الزنج کو فاسق و خبیث لکھا ہے۔ ایک شخص کے متعلق یوں لکھتے ہیں ''جعفر بن أحمد خال ابن الخبیث الملعون'' ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ ''الکامل فی التاریخ'' میں لکھتے ہیں ''جعفر بن إبراہیم المعروف بالسجان وکان من ثقات الخبیث'' امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ان الفاظ کے ساتھ خبیث کہا ''قلت أخبرت أحمد بن حنبل فقال قاتلہ اللہ، الخبیث'' طبرانی اوسط کی حدیث پاک ہے ''عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال أتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وترکت أبی یلحقنی، فقال: ((لیطلعن الآن رجل لعین، فخفت أن یکون أبی أزل خارجا وداخلا حتی طلع الحکم بن أبی العاص)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے پیچھے اپنے والد کو چھوڑ آیا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ابھی ایک لعنتی شخص آئے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں میں ڈرا کے میرے پیچھے میرے والد صاحب تھے کہیں وہ نہ آئیں، ابھی کوئی آیا یا گیا نہیں تھا کہ (گستاخ کافر) حکم بن ابی العاص آیا۔

(المعجم الأوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، جلد7، صفحہ160، دار الحرمین، القاہرۃ)

معلوم ہوا اسلاف بھی اپنے دور کے گمراہوں کو بسبب ان کے عقائد زندیق، ملعون، کافر، خبیث وغیرہ کہتے اور لکھتے تھے۔ لہٰذا اعلیٰ

حضرت نے بھی اس طرح کے الفاظ گمراہ و گستاخوں کے ساتھ استعمال کئے ہیں جو کہتے تھے کہ نبی مر کر مٹی ہو گئے، انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، نماز میں بیل گدھے کے خیال سے نبی کا خیال لانا بدتر ہے، حضور کے بعد کوئی اور نبی بھی آ سکتا ہے، اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ اعلیٰ حضرت نے تو کئی مقامات پر مسلمانوں کو گالی دینا ناجائز لکھا چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: "بلا وجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ)) آدمی کے برا ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون آبرو مال۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ((سباب المسلم فسوق)) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 127، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

## دیوبندی، وہابیوں کے نزدیک رب تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے

﴿ ان کی شیرینیٔ لب کا ذکر گزشتہ صفحات میں حاشیہ کے اندر گزر چکا ہے۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر ان کی مختلف عبارتوں میں سے ایک قطعہ نقل کرتے ہیں جس سے ان کے اسلوب بیان کی تصویر قارئین کے سامنے آ جائے گی۔ وہ دیوبندیوں کے خدا کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں: "تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا بھی کرائے، ورنہ دیوبند کی چکلے والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا۔ (75) پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو۔ اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو۔ یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن بھی ماننی پڑے گی۔" 76 نستغفر اللہ۔

اندازہ لگائیں اس طرح کا انداز تحریر کسی عالم دین کو زیب دیتا ہے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ تجدید دین کا دعویٰ۔ مجدد دین کے لیے اس قسم کی گفتگو کا اختیار کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ انہیں عالم دین کہنے پر اصرار ہو تو ضرور کہئے مگر مجدد کہتے ہوئے تھوڑی سی جھجک ضرور محسوس کر لیا کریں۔ ﴾

ظہیر صاحب نے اپنی سابقہ عادت کی طرح یہاں بھی بغیر سیاق وسباق عبارات پیش کی ہیں۔ حقیقت وتفصیل یوں ہے کہ دیوبندیوں کے بڑے مولویوں نے بغیر دلیل شرعی کے ایک خود ساختہ باطل عقیدہ بنا لیا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اور اس پر یہ دلیل پیش کی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کئی رسالوں میں تفصیلی رد فرمایا کہ جھوٹ ایک عیب ہے جو رب تعالیٰ کیلئے محال ہے اور محال فعل تحت قدرت نہیں ہوتا ورنہ تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے جیسا ایک اور خدا بنا سکتا ہے، اپنا خدا ہونا سلب (ختم) کر سکتا ہے وغیرہ چنانچہ "سُبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح" (کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ومنزہ ہے۔) میں فرماتے ہیں: یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو بھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ

بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھودینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یو ہیں منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذاً باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا" تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا" (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عز اسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے، للہ انصاف ۔۔۔ (اعلیٰ حضرت اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اب بتوفیق اللہ تعالیٰ نصوص ائمہ وکلمات علماء نقل کرتا ہوں: شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے "الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللّٰہ تعالی محال" جھوٹ با جماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ۔۔۔ شرح عقائد نسفی میں ہے "کذب کلام اللّٰہ تعالی محال" کلام الٰہی کا کذب محال ہے۔

طوالع الانوار کی فرع متعلق بمبحث کلام میں ہے "الکذب نقص والنقص علی اللّٰہ تعالی محال "جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔ مواقف کی بحث کلام میں ہے "انہ تعالی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عند المعتزلہ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللّٰہ محال اجماعا" یعنی اہلسنت ومعتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔۔۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں "یستحیل علیہ تعالی سمات النقص کالجھل والکذب" جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل وکذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں ۔۔۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے "﴿ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا﴾ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لان نقص وھو علی اللّٰہ تعالی محال" "اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کے سچے ہونے کا انکار ہے کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ۔۔۔ شرح عقائد جلالی میں ہے "الکذب نقص والنقص علیہ محال فلایکون من الممکنات ولاتشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالی کالجھل والعجز" جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔ مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں "الکذب علیہ تعالی محال" "اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔۔۔

افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبا چچا اور علما باپ اور طریقۃ دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالیٰ ﴿فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗ﴾ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ یوں تصریح کی "خبر اوتعالی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات اوراہ نمی یابد در حق اوتعالی کہ

مبراز جمیع عیوب ونقائص ست خلاف خبر مطلقا نقصان ست'' اللہ تعالیٰ کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پا سکتا اللہ تعالیٰ کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔'' (فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ322۔۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

المختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر مستند دلائل سے اس اعتقاد کا رد فرمایا کہ رب جھوٹ بول سکتا ہے۔ پھر ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو بطور زجر فرمایا: ''اگر دہلوی ملا کی یہ دلیل سچی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہو جائیں، وجہ سنئے جب یہ اقرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کیلئے کر سکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعا جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جن کے باعث انہیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا، بہر حال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعا ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ﴾ تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے پوجنے والا ہوں۔

تو قطعا دو خدا کا امکان ہوا اگر چہ منافی گیر ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن ہو تو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کو انتہا نہیں ''ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' خامسا: ملائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کر لے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلا لے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہو جائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہوگا، ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں) غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کر سکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں کر سکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں محتاج ہو محتاج خدا نہیں۔ ملوث ہوا ملوث خدا نہیں۔ تو شمس وامس کی طرح اظہر وازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃ انکار خدا کی طرف منجر ﴿مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ ''والعیاذ باللہ من اضل الشیطن'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

مگر سبحان ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان

اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ وارادہ الٰہیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق و درخور۔"**تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، وسبحن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدا کثیرا**" اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تقدیس وپاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔۔۔۔۔۔"

(فتاوی رضویہ جلد15، صفحہ 367۔۔۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اللہ عزوجل کی شان میں ایسے کلمات کہنے والوں کو بطور زجر ایسے کلمات کہے تھے۔اس طرح کے کلمات تو اسلاف سے ثابت ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ بن مسعود کو کہا "امصص بظر اللات" ترجمہ: لات کی بظر چوس۔ (صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، جلد3، صفحہ193، دار طوق النجاۃ)

یہ جملہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس گستاخ کافر کو بطور زجر کہا تھا، اگر کسی کافر یا گستاخ کو اس کے کفر وگستاخی کی وجہ سے اس طرح کے سخت جملے کہنے ناجائز وحرام اور فحش گوئی ہوتے تو کیا ابوبکر صدیق جیسی ہستی سے اس کا ارتکاب ہوتا، کیا وہابی ابوبکر صدیق کو بھی فحش گو کہیں گے؟ نعوذ باللہ۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:"وفیہ جواز النطق بما یستبشع من الألفاظ لإرادة زجر"یعنی جو منہ پھٹ ہو اسے اس قسم کے الفاظ بطور زجر کہنا جائز ہے۔

(فتح الباری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع أہل الحرب وکتابۃ الشروط، جلد5، صفحہ340، دار المعرفہ، بیروت)

> اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ یہ بریلوی صاحب ایک مرتبہ کسی کے ہاں تعلیم کی غرض سے گئے۔مدرس نے پوچھا کہ آپ کا شغل کیا ہے؟ کہنے لگے:"وہابیوں کی گمراہی اور ان کے کفر کا پول کھولتا ہوں۔"مدرس کہنے لگے:"یہ انداز درست نہیں۔"تو جناب بریلوی صاحب وہاں سے واپس لوٹ آئے (77) اور ان سے پڑھنے سے انکار کردیا۔کیونکہ انہوں نے احمد رضا صاحب کو موحدین کی تکفیر وتفسیق سے روکا تھا۔

پیچھے ظہیر صاحب نے کہا تھا کہ مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پڑھانے سے انکار کردیا تھا اور یہاں اپنا پچھلا جھوٹ خود ثابت کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے پڑھنے سے انکار کردیا۔پھر پہلے کی طرح یہاں بھی ہیرا پھیری اور جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔مولانا عبد الحق نے یوں فرمایا تھا:"اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔"اعلیٰ حضرت نے فرمایا:"آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیان سنت کی توہین وتحقیر سنی ہوگی۔اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا۔" (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ249، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

## اعلیٰ حضرت کی علمیت

> جہاں تک ان کی لغت کا تعلق ہے تو وہ نہایت پیچیدہ قسم کی عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔بے معنی الفاظ وتراکیب استعمال کرکے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ انہیں علوم ومعارف میں بہت گہری دسترس حاصل ہے۔کیونکہ ہمارے ہاں اس عالم

دین کو جو اپنا مافی الضمیر کھول کر بیان نہ کر سکے اور جس کی بات سمجھ میں نہ آئے اسے بڑے پائے کا عالم دین تصور کیا جاتا ہے۔ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں کہ: ''اعلیٰ حضرت کی بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان علم کا سمندر ہو۔''78

جب انسان اپنے مخالف کو تعصب کی آنکھ سے دیکھے تو اس کی خوبیاں بھی خامیاں لگتی ہیں۔ظہیر صاحب کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔جب ان کو اعلیٰ حضرت کی عربی سمجھ نہیں آتی تو اسے اپنی کم علمی نہیں سمجھتے بلکہ الٹا اعتراض کر دیتے ہیں کہ وہ پیچیدہ عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔اس کی ایک مثال پیچھے عربی شجرہ میں گزر چکی ہے کہ جس کی ظہیر صاحب کو سمجھ نہیں آئی تھی۔اعلیٰ حضرت کی علمیت و ادب کو وہابی مولویوں سمیت کئی بڑے بڑے ادیبوں،شاعروں، پروفیسروں نے مانا ہے۔دیوبندی مودودی لکھتا ہے: ''مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ188،مکتبہ قادریہ لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں: ''میرا خیال یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالبا واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم ونثر، دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔''

(حیابان رضا،ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ،صفحہ191،مکتبہ قادریہ لاہور)

ادھر ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنی عبارتوں میں بے معنی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ادھر وہابی ترجمان ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں لکھا ہے: ''فاضل بریلوی نے ترجمہ اور ترجمانی کی درمیانی راہ اختیار کی اور ان کی تمام تر توجہ اس امر پر رہی کہ قرآن مجید کے ان بعض الفاظ جو عربی اور اردو زبان میں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کا ایسا ترجمہ کیا جائے کہ غیر مسلم ان پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کی نوبت ہی نہ آئے بلاشبہ بعض الفاظ کے ترجمہ کی حد تک وہ (فاضل بریلوی) کامیاب بھی رہے۔''

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، 22ستمبر 1989ء،ماخوذ از رضائے مصطفٰے،دسمبر 1989ء)

وہابی ترجمان المنبر لائل پور لکھتا ہے: ''مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ (قرآن، کنزالایمان) کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔''

(المنبر لائل پور، 6 صفر المظفر 1386ء،ماخوذ از رضائے مصطفٰے، فروری 1976ء)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی مہارت ولفاظی کا اعتراف آج دنیا میں ہو رہا ہے۔دنیا کے مختلف جامعات میں اعلیٰ حضرت کی علمی، ادبی اور دینی خدمات پر بے شمار مقالات ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر رقم کیے گئے۔عربی اشعار کی تجمیع وتدوین کے لئے جامعۃ الازھر کے فاضل استاد حازم محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ پاکستان تشریف لائے اور آپ نے یہاں قیام پذیر ہو کر نہایت محنت شاقہ سے اور شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف القادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ومشائخ کے تعاون سے قبلہ اعلیٰ حضرت کے عربی اشعار کو مجتمع کر کے کم وبیش سات سو پچانوے ابیات پر مشتمل ''بساتین الغفران'' کے نام سے دیوان مرتب کیا۔یہ دیوان پہلی بار بین الاقوامی رضا اکیڈمی، لاہور اور ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے اشتراک سے 1997ء میں شائع کیا گیا۔آپ کے اس دیوان کا مطالعہ کرنے سے آپ کی عربی

زبان وادب پر گرفت اور وسیع مطالعہ کے ساتھ ساتھ آپ کے ایک طبّاع شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔آپ بلاشک وشبہ عربی شاعری کے اسلوب، ردیف وقوافی اور علمِ عروض کے ماہر اور کہنہ مشق شاعر کی حیثیت سے اپنا امتیازی مقام متعین فرماتے ہیں۔

## اعلیٰ حضرت کی فصاحت وروانی

﴿ ان کی زبان میں فصاحت وروانی نہیں تھی۔اس بنا پر تقریر سے گریز کرتے تھے صرف خودساختہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اپنے پیر آل رسول شاہ کے عرس کے موقعہ پر چند کلمات کہہ دیتے۔79 ﴾

ظہیر صاحب کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ وہ فصاحت و روانی نہ ہونے کے سبب تقریر سے گریز کرتے تھے۔دراصل آپ تحریری مصروفیت کی بنا پر زیادہ تقریروں سے گریز کرتے تھے اور سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت وجماعت۔دوسرا مجلس میلاد سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جوحضور کی طرف سے ہر سال 12 ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی اعلیٰ حضرت کا آبائی مکان ہے،منعقد ہوتی تھی۔تیسرا وعظ 18 ذی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس حضرت سید شاہ آل رسول مارہری رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر فرماتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ356، کسٹمر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ان تین موقع پر خصوصی طور پر تقریر ہوتی تھی ورنہ عید جمعہ اور دیگر مواقع پر نہایت شیریں،فصاحت والی اور موثر تقریر فرمایا کرتے تھے۔حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ جناب مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن وعظ فرمانے میں بہت احتراز فرماتے تھے۔ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کردیا،لوگ رک گئے۔مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا مگر جناب مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا!لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرمادیجئے۔سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کر کے سورۃ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ354، کسٹمر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جامع حالات حضرت ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش آیا اور غالبا یہ واقعہ سیتاپور سے پہلے کا ہے۔حضرت مولانا عبدالقیوم بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم اعلیٰ حضرت،موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے وعظ کا اعلان کردینا۔انہوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہوکر اعلان کردیا۔سب حضرات سنن ونوافل کے بعد تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔جب اعلیٰ حضرت سنن ونوافل سے فارغ ہوئے،دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق وشوق بیٹھے ہوئے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔مولانا عبدالقیوم صاحب نے فرمایا تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے اور دو گھنٹے کامل نہایت

ہی پر اثر زبردست وعظ فرمایا۔مولانا عبد القیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسی پُر از معلومات، پر اثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کرسکتا۔یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ354، کمسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جناب ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''والد نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے بریلی کی جامع مسجد نو رمحلّہ میں تشریف لے جاتے اور میں بھی اکثر آپ کے ساتھ ہوتا، اکثر و بیشتر ہمیں دوسری، تیسری صف میں بیٹھنے کا موقع مل جاتا۔اسی مسجد میں حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے۔منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ وسفید رنگ کے مالک تھے۔داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔آواز از حد شیریں اور گداز تھی۔آپ کا وعظ نہایت موثر ہوتا تھا۔میں اگرچہ بچہ تھا مگر اس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لئے کوئی کشش ضرور تھی۔اکثر مجھ پر انہماک سا طاری ہو جاتا اور حاضرین کی کیفیت تو اس سے بڑھ کر ہوتی تھی۔مجھے یہ بھی محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ خاصا طویل اور مفصل ہوتا ہوگا، مگر وہاں خطبہ جمعہ حاضرین کی سہولت کے لئے اکثر مختصر فرمادیتے۔''

(مقالات یوم رضا، حصہ3، صفحہ8، رضا اکیڈمی، لاہور)

بدایوں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والضحیٰ پر چھ گھنٹے وعظ فرمایا۔اور بھی کئی ایسی واقعات ہیں جن کو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔اگر سب کو چھوڑ دیں اور ظہیر صاحب والی ہی بات لے لیں کہ آپ سال میں دو مرتبہ تقریر کیا کرتے تھے، تو قارئین خود سوچیں کیا ان دو خاص موقعوں پر کوئی ایسا شخص تقریر کرسکتا ہے جس کو تقریر ہی نہیں کرنا آتی؟ حیات اعلیٰ حضرت میں آپ کی چند تقریریں تحریر ہیں ان کو پڑھ کر قاری اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ کیسی تقریر کرتے تھے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

75 سبحان السبوح، از احمد رضا بریلوی، ص۱۴۲

76 ایضاً

77 حیات اعلیٰ حضرت، ازظفر الدین بہاری

78 انوار رضا، ص۲۸۶

79 حیات اعلیٰ حضرت، ازظفر الدین بہاری رضوی

# فصل: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات

ان کی تصنیفات کے بیان سے قبل ہم قارئین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ بریلوی قوم کو مبالغہ آرائی کی بہت زیادہ عادت ہے اور مبالغہ آرائی کرتے وقت غلط بیانی سے کام لینا ان کی سرشت میں داخل ہے۔ تصنیفات کے سلسلہ میں بھی انہوں نے بے جا غلو سے کام لیا ہے اور حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کی سینکڑوں تصنیفات گنوادی ہیں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ان کے متضاد اقوال کا نمونہ درج ذیل ہے:۔ ان کے ایک راوی کہتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات 200 کے قریب تھیں۔80

ایک روایت ہے کہ 250 کے قریب تھیں۔81

ایک روایت ہے 350 کے قریب تھیں۔82

ایک روایت ہے 450 کے لگ بھگ تھیں۔83

ایک اور صاحب کہتے ہیں 500 سے بھی متجاوز تھیں۔84

بعض کا کہنا ہے 600 سے بھی زائد تھیں۔ ایک اور صاحب ان تمام سے آگے بڑھ گئے اور کہا کہ ایک ہزار سے بھی تجاوز کر گئی تھیں۔85

حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اس میں بھی مبالغہ ہو۔۔۔۔۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:۔

جناب بریلوی صاحب نے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ وہ فتویٰ نویسی اور عقیدہ توحید کے حاملین کے خلاف تکفیر و تفسیق میں مشغول رہے۔ لوگ ان سے سوالات کرتے اور وہ اپنے متعدد معاونین کی مدد سے جوابات تیار کرتے اور انہیں کتب و رسائل کی شکل دے کر شائع کروادیا جاتا۔ بسا اوقات بعض کتب دستیاب نہ ہونے کے باعث سوالات کو دوسرے شہروں میں بھیج دیا جاتا تاکہ وہاں موجود کتابوں سے ان کے جوابات کو مرتب کیا جاسکے۔ جناب بریلوی ان فتاویٰ کو بغیر تنقیح کے شائع کرواتے۔ اسی وجہ سے ان کے اندر ابہام اور پیچیدگی رہ جاتی اور قارئین کی سمجھ میں نہ آتے۔ جناب بریلوی مختلف اصحاب کے تحریر کردہ فتاویٰ کا کوئی تاریخی نام رکھتے چنانچہ اسے ان کی طرف منسوب کردیا جاتا۔

جناب بریلوی کا قلم سوالات کے ان جوابات میں خوب روانی سے چلتا، جن میں توحید وسنت کی مخالفت اور باطل نظریات وعقائد کی نشر واشاعت ہوتی۔ چند مخصوص مسائل مثلاً علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر، تصرفات وکرامات اور اس قسم کے دوسرے خرافی امور کے علاوہ باقی مسائل میں جناب بریلوی کا قلم سلاست وروانی سے محروم نظر آتا ہے۔ یہ کہنا کہ ان کی کتب ایک ہزار سے بھی زائد ہیں انتہائی مضحکہ خیز قول ہے۔

ان کی مشہور تصنیف جسے کتاب کہا جاسکتا ہے فتاویٰ رضویہ ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ

کی آٹھ جلدیں ہیں ہر ایک جلد مختلف فتاویٰ پر مبنی چھوٹے چھوٹے رسائل پر مشتمل ہے۔

بریلوی حضرات نے اپنے قائد ومؤسس کی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے لیے اس میں مندرج رسائل کو مستقل تصانیف ظاہر کیا ہے۔ نمونے کے طور پر ہم فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں مندرج رسائل کو شمار کرتے ہیں۔ اس میں 31 رسائل موجود ہیں جنھیں کتب ظاہر کیا گیا ہے۔۔۔۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں: حسن التعمم، باب العقائد، قوانین العلماء، الجد السعید، مجلی الشمعۃ، تبیان الوضوء، الدقہ والتبیان، الہی النمیر، الطلو لقول زفر، المطر السعید، لمع الاحکام، المعلم الطراز، نبہ القوم، اجلی الاعلام، الاحکام والعلل، الجود الحلو د، تنویر القندیل، آخر مسائل، النمیقۃ الانقی، رجب الساحۃ، ہبۃ الحمیر، مسائل اخر، افضل البشر، بارق النور، ارتفاع الحجب، الطرس المعدل، الطلبۃ البدیعۃ، برکات الاسماء، عطاء النبی، النور والنورق، سمع الندر۔ چند سو صفحات پر مشتمل ایک جلد میں موجود 31 رسائل کو بریلوی حضرات نے اپنے اعلیٰ حضرت کی 31 تصنیفات ظاہر کیا ہے۔86

یہ کہہ دینا کہ فلاں شخص نے ایک ہزار دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں سہل ہے مگر اسے ثابت کرنا آسان نہیں۔ بریلوی حضرات بھی اسی مخمصے کا شکار نظر آتے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت فرما رہے ہیں کہ ان کی کتابوں کی تعداد 200 کے قریب ہے۔87

ان کے ایک صاحبزادے کہہ رہے ہیں کہ (88) 400 کے لگ بھگ ہیں۔89

ان کے ایک خلیفہ ظفر الدین بہاری رضوی جب ان تصنیفات کو شمار کرنے بیٹھے تو 350 رسالوں سے زیادہ نہ گنوا سکے۔90

ایک اور صاحب نے 548 تک تصنیفات شمار کیں۔91 اب ذرا یہ لطیفہ بھی سن لیجئے کہ انہوں نے کس طرح یہ تعداد پوری کی ہے۔ انوار رضا میں ان کی جو تصانیف شمار کی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ قارئین پر کثرت تصانیف کے دعوے کا سربستہ راز منکشف ہو سکے۔ حاشیہ صحیح بخاری۔ حاشیہ صحیح مسلم۔ حاشیہ النسائی۔ حاشیہ ابن ماجہ۔ حاشیہ التقریب۔ حاشیہ مسند امام اعظم۔ حاشیہ مسند احمد۔ حاشیہ الطحاوی۔ حاشیہ خصائص کبریٰ۔ حاشیہ کنز العمال۔ حاشیہ کتاب الاسماء والصفات۔ حاشیہ الاصابہ۔ حاشیہ موضوعات کبیر۔ حاشیہ شمس بازغہ۔ حاشیہ عمدۃ القاری۔ حاشیہ فتح الباری۔ حاشیہ نصب الرایہ۔ حاشیہ فیض القدیر۔ حاشیہ اشعۃ اللمعات۔ حاشیہ مجمع بحار الانوار۔ حاشیہ تہذیب التہذیب۔ حاشیہ مسامرہ ومسایرہ۔ حاشیہ تحفۃ الاخوان۔ حاشیہ مفتاح السعادۃ۔ حاشیہ کشف الغمہ۔ حاشیہ میزان الشریعۃ۔ حاشیہ الہدایہ۔ حاشیہ بحر الرائق۔ حاشیہ منیۃ المصلی۔ حاشیہ رسائل شامی۔ حاشیہ الطحطاوی۔ حاشیہ فتاویٰ خانیہ۔ حاشیہ فتاویٰ خیراتیہ۔ حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ۔ حاشیہ شرح شفا۔ حاشیہ کشف الظنون۔ حاشیہ تاج العروس۔ حاشیہ الدر المکنون۔ حاشیہ اصول الہندسہ۔ حاشیہ سنن الترمذی۔ حاشیہ تیسیر شرح جامع الصغیر۔ حاشیہ کتاب الآثار۔ حاشیہ سنن دارمی۔ حاشیہ ترغیب والترہیب۔ حاشیہ نیل الاوطار۔ حاشیہ تذکرۃ الحفاظ۔ حاشیہ ارشاد الساری۔ حاشیہ مرعاۃ المفاتیح۔ حاشیہ میزان الاعتدال۔ حاشیہ العلل المتناہیہ۔ حاشیہ فقہ اکبر۔ حاشیہ کتاب

الخراج۔حاشیہ بدائع الصنائع۔حاشیہ کتاب الانوار۔حاشیہ فتاوی عالمگیری۔حاشیہ فتاوی بزازیہ۔حاشیہ شرح زرقانی۔حاشیہ میزان الافکار۔حاشیہ شرح چغمینی۔

یعنی وہ تمام کتب جو احمد رضا صاحب کے پاس تھیں اور ان کے زیر مطالعہ رہتیں اور انہوں نے ان کتب کے چند صفحات پر تعلیقاً کچھ تحریر کیا ان کتابوں کو بھی اعلیٰ حضرت صاحب کی تصنیفات شمار کیا گیا ہے۔اس طرح تو کسی شخص کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تصنیفات ہزاروں ہیں۔میری لائبریری میں پندرہ ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔فرقوں سے متعلقہ ہزاروں کتب میرے زیر مطالعہ رہ چکی ہیں۔خود البریلویہ کی تصنیف کے لیے میں نے 300 سے زائد کتب ورسائل کا مطالعہ کیا ہے اور تقریباً ہر کتاب کے حاشیہ پر تعلیقات بھی لکھی ہیں۔اس حساب سے میری تصنیفات ہزاروں سے متجاوز ہوجاتی ہیں۔

اگر معاملہ یہی ہو تو اس میں فخر کی بات کون سی ہے؟ آخر میں پھر ہم اس سلسلے میں بریلوی حضرات کے متضاد اقوال کو دہراتے ہیں۔خود احمد رضا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی کتب کی تعداد 200 ہے۔92

ان کے ایک خلیفہ کا ارشاد ہے 350 ہے۔93

بیٹے کا قول 400 ہے۔94

انوار رضا کے مصنف کہتے ہیں 548 ہے۔95

بہاری صاحب کا کہنا ہے 600 ہے۔96

ایک صاحب کا فرمان ہے کہ ایک ہزار ہے۔97

اعلیٰ حضرت کی تمام وہ کتب ورسائل جو آج تک چھپی ہیں ان کی تعداد 125 سے زائد نہیں۔98

اور یہ وہی ہیں جن کے مجموعے کا نام فتاویٰ رضویہ ہے۔یہاں ہم بریلوی حضرات کی ایک اور کذب بیانی نقل کرتے ہیں۔مفتی برہان الحق قادری کہتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت کے مجدد ہونے کی شہادت آپ کا مجموعہ فتاوی ہے جو بڑی تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں ایک ہزار صفحات سے زائد ہیں۔''99

اس بات سے قطع نظر کہ ان فتاوی کی علمی وقعت کیا ہے ہم ان کی کذب بیانی کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں:۔

اولاً: یہ کہنا کہ اس کی بارہ جلدیں ہیں سراسر غلط ہے۔اس کی صرف آٹھ جلدیں ہیں۔

ثانیاً: بڑی تقطیع کی صرف ایک جلد ہے۔تمام جلدوں کے متعلق کہنا کہ وہ بڑی تقطیع کی ہیں یہ بھی واضح جھوٹ ہے۔

ثالثاً: ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔بہرحال ایک ہزار صفحات کسی جلد کے بھی نہیں ہیں۔

ہم نے تصنیفات کے موضوع کو اس قدر تفصیل سے اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ بریلوی حضرات جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تعریف وتوصیف میں کس قدر مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔

ظہیر صاحب نے اہل سنت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور خود ظہیر نے جو تصانیف کے متعلق مبالغہ کیا ہے اس کے لئے لفظ مبالغہ بھی چھوٹا ہے۔ بڑے آرام سے کہہ دیا کہ: ''ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اس میں بھی مبالغہ ہو۔'' جبکہ موجودہ وقت میں اعلیٰ حضرت کی مبسوط چھپی ہوئی کتابیں دس سے کئی زیادہ ہیں۔ جس کا پتہ مترجم صاحب کو بھی ہوگا لیکن انہوں نے ترجمہ کرتے وقت اس کو مخفی رکھا۔ فتاوی رضویہ کے متعلق کہا: ''ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔ بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔'' پتہ نہیں ظہیر صاحب نے کس کتاب کو فتاوی رضویہ سمجھ رکھا ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1286ھ سے 1340ھ تک لاکھوں فتوے لکھے۔ لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جا سکا، جو نقل کر لئے گئے تھے ان کا نام ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' رکھا گیا۔ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی 30 جلدیں ہیں جن کے کل صفحات 21656، کل سوالات و جوابات 6847 اور کل رسائل 206 ہیں۔ مفتی ظفر الدین قادری اپنے وقت کے فتاوی رضویہ کے صفحات و سائز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فقیر کے پیش نظر فتاوی متقدمین و متاخرین سب ہیں۔ متقدمین میں فتاوی ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے جسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے کچھ نسبت دی جاسکتی ہے۔ ورنہ اِس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے فتاوی کو اعلیٰ حضرت کے فتاوی سے کوئی بھی نسبت ہو۔ یہ تو باعتبار کمیت ہے کہ اوروں کے فتاوی چھوٹے چھوٹے اوراق پر ڈیڑھ سو، دوسو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے فتاوی تقطیع کلاں، ہدایہ و ترمذی سائز پر 12 جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے اور باعتبار کیفیت و نفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاوی کا کوئی جوڑ نہیں۔ فتاوی جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔ یہ جلد 880 صفحات پر ختم ہے۔ اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔ اس میں بظاہر 114 فتوی اور حقیقۃً ہزارہا مسائل ہیں۔ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق و تنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ325، کنسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

یہی بارہ جلدیں تخریج و تراجم کے ساتھ رضا فاؤنڈیشن والوں نے 30 جلدوں میں چھاپیں ہیں جن میں ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے۔ پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک کتاب کی تعریف کیا ہے؟ درحقیقت کسی موضوع پر لکھی جانے والی علمی اور تحقیقی تحریر تصنیف میں شمار ہوتی ہے اگرچہ چند صفحات پر مشتمل ہو۔ جہاں تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل کا تعلق ہے تو آج فتاوی رضویہ عام ہے اور اس میں رسائل بھی موجود ہیں خود قارئین ان رسائل کے صفحات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی تعداد میں جو مختلف رائے ہیں یہ ہر ایک کی اپنی تحقیق ہے۔ کئی ایسے علماء گزرے ہیں جن کی تصانیف کی تعداد میں اختلاف ہے بلکہ ایسا اختلاف تو احادیث کو روایت کرنے والے صحابہ و تابعین کی روایت کردہ احادیث کی تعداد میں بھی ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر سے لے کر آخری وقت تک مسلسل تصنیفی کام کرتے رہے۔ کئی کتابیں لکھیں، کئی حاشیہ

لکھے،بعد میں آنے والوں کو جو کتاب، جو حاشیہ ملا اس نے اسی حساب سے اس کی گنتی کرلی۔خود اعلیٰ حضرت نے "الدولة المكية" میں اپنی تصانیف کی تعداد دوسو سے زائد بیان کی۔آپ کے شہزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے حاشیہ میں اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ نے صرف وہابیہ کے رد میں دوسو سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔بدنصیبی یہ کہ آپ کی کتابیں صرف مخطوطہ کی شکل ہی میں رہ گئیں اور کئی خرد برد ہوگئیں۔آج بھی وقتاً فوقتاً ان کتابوں کو چھاپا جارہا ہے۔ابھی حال ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتاوٰی شامی، فتاوٰی ہندیہ اور بخاری شریف پر حاشیہ چھپا ہے۔وہابی ان کے صفحات دیکھ لیں کہ ایک دو ہیں یا زیادہ ہیں؟ فتاوٰی شامی پر جو حاشیہ بنام "جدالممتار" تحریک **"دعوت اسلامی"** نے چھاپا ہے وہ فی الحال چار جلدوں پر ہے جس کی ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے بقیہ دو جلدیں بھی ان شاء اللہ چھپ جائیں گی۔فواتح الرحموت پر جو حاشیہ لکھا وہ مخطوطہ کی شکل میں عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس محفوظ ہے جس کے صفحات کی تعداد 418 ہے۔

الغرض ظہیر کا یہ کہنا غلط ہے کہ ایک دو صفحات کے حاشیہ ہوتے تھے۔بالفرض اگر چند صفحات کے بھی حاشیہ ہوں تو کیا وہ تصنیف میں شمار نہیں ہوتے؟ کیا وہابیوں کے پاس اس کے متعلق کوئی حدیث ہے کہ اتنے صفحات ہوں گے تو تصنیف ہے ورنہ نہیں؟ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بنام "اشارة المبحه" ہے جو ساڑھے تین صفحات پر مشتمل ہے۔فتاوٰی شاہ رفیع الدین کے نو رسائل صرف 40 صفحات پر مشتمل ہیں۔اسماعیل دہلوی کی کتاب ''یک روزی'' صرف 32 صفحات پر مشتمل ہے۔تصانیف کی تعداد چھوڑیں ابھی جتنا اعلیٰ حضرت کا مواد کتابی شکل میں موجود ہے وہ تمام باطل عقائد کے رد اور فقہ کے علاوہ دیگر موضوعات کے لئے بہت ہے۔ساری زندگی وہابی لگے رہیں ان کا جواب نہیں دے سکتے۔پھر جو بغض نکالا گیا کہ ان فتاوٰی میں بھی کئی غلطیاں اور پیچیدگیاں ہیں، ذرا وہابی ان غلطیوں اور پیچیدگیوں کی بھی وضاحت کردیں۔خالی کہہ دینا آسان ہے ثابت کرنا بہت مشکل ہے اور وہابیوں کے لئے تو ناممکن ہے۔

## دوسروں کی تحریر اپنے نام پر جاری کرنے کا الزام

✽ یہ بات قابل ذکر ہے کہ فتاویٰ نویسی میں جناب احمد رضا اکیلے نہ تھے بلکہ ان کے متعدد معاونین بھی تھے۔ان کے پاس استفتاء کی شکل میں سوال آتے تو وہ ان کا جواب اپنے معاونین کے ذمے لگا دیتے۔ جناب بریلوی اپنے معاونین کو دوسرے شہروں میں بھی بھیجتے۔100

ظفر الدین بہاری نے اپنے اعلیٰ حضرت کا ایک خط بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جو اس موضوع کو سمجھنے میں کافی مدد و معاون ثابت ہوسکتا ہے۔جناب احمد رضا صاحب اپنے کسی ایک معاصر کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں: ''تفسیر روح المعانی کون سی کتاب ہے اور یہ آلوسی بغدادی کون ہیں؟ اگر ان کے حالات زندگی آپ کے پاس ہوں تو مجھے ارسال کریں۔ نیز مجھے ''المدارک'' کی بعض عبارتیں بھی درکار ہیں۔101

کسی اور مسئلے کا ذکر کر کے ایک اور خط میں لکھتے ہیں: ''مجھے درج ذیل کتب کی فلاں مسئلے کے متعلق پوری عبارتیں

درکار ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہوں تو بہت بہتر ورنہ پٹنہ جا کر ان کتابوں سے عبارتیں نقل کر کے ارسال کر دیں۔ کتب درج ذیل ہیں: فتاویٰ تا تارخانیہ۔ زاد المعاد۔ عقد الفرید۔ نزہۃ المجالس۔ تاج العروس۔ قاموس۔ خالق زمخشری۔ مغرب مطرزی۔ نہایہ ابن الاثیر۔ مجمع البحار۔ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ ارشاد الساری۔ شرح مسلم نووی۔ شرح شمائل ترمذی۔ السراج المنیر۔ شرح جامع الصغیر۔"102

بہر حال گزشتہ تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب احمد رضا تنہا فتویٰ نویسی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے بہت سے معاونین بھی تھے جو مختلف سوالات کا جواب دیتے۔ اور ان کے اعلیٰ حضرت انہیں اپنی طرف منسوب کر لیتے۔ ❁

یہ بھی غلط بغیر دلیل ہے اور اس پر جو ایک دو حوالے دے کر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے۔ بعض اوقات کسی سے کوئی مواد لینا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ یہ مصنف ہی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت خود اپنے ہاتھوں سے تصانیف و فتاویٰ لکھا کرتے تھے اور معاونین اس تحریر کی نقلیں بناتے تھے۔ اس کا ثبوت حضرت مفتی ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے ہوتا ہے: "علمائے کرام جس درجہ علم و فضل میں کامل ہوتے ہیں، نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لئے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت پتہ نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کر سکے بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا، اس وقت جو لفظ مناسب معلوم ہوا بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علماء و اساتذہ زمان کو دیکھا مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات سے تھا جس درجہ علم و فضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کے لئے عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المبین" علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لئے بھیجنا تھا اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاویٰ رضویہ کی قلمی مجار میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے۔ جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سر مو فرق نہ ہو۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 327، کمسیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جو فتویٰ لکھتا تھا اعلیٰ حضرت اسی کے نام سے فتویٰ جاری کرتے تھے۔ ملفوظات میں ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے متعلق فرمایا: "ایک صاحب یہیں فتویٰ نویسی کرتے تھے، وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔

ایک روز ان سے کہا گیا: ''مولانا یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں، مناسب یہ ہے کہ آپ بعد نمازِ عصر اپنے لکھے ہوئے فتوؤں پر اصلاح لے لیا کریں۔'' انہوں نے کہا کہ: ''اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے غلط لکھا اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔'' اس بندہ خدا کے نام افریقہ اور امریکہ تک سے استفتاء آتے (یعنی وہاں سے لوگ فتوے پوچھتے) تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا تو لوگ انہیں کے نام استفتاء بھیجتے۔'' (الملفوظات، حصہ1، صفحہ143، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح ہوا کہ جو فتوی لکھتا تھا اس کے نام سے جاری ہوتا تھا اعلیٰ حضرت ان کی تربیت کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ وہابیوں میں بندہ دو چار حدیثیں پڑھ کر ڈائریکٹ ٹیڈی مجتہد بنتا ہے۔ جبکہ فتوی نویسی میں یہ ہوتا ہے کہ جب تک فتوی لکھنے والے میں مہارت نہ آئے وہ مفتی کے پاس ایک معاون کی حیثیت سے ہوتا ہے اور مفتی اس کے فتوئ کو چیک کر کے، اس کی اصلاح کر کے اپنے نام سے جاری کرتا ہے۔ خود ظہیر صاحب دوسروں کی لکھی کتابوں کو اپنے نام سے جاری کرتے تھے۔ یہ بات وہابی مولوی حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے کہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ''میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود ظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر ظہیر ان کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی میں اس کے نام سے شائع ہوں۔'' (ہفت روز اہل حدیث لاہور، صفحہ63، اگست 1984ء)

خدا کی قدرت دیکھیں! جو شخص اعلیٰ حضرت پر اس قسم کے الزام لگا کر لوگوں کی نظر میں انہیں کمتر کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کا اپنا حال یہ ہے کہ اس کے ہم عقیدہ لوگ اس کی اصلیت لوگوں کو بتاتے ہیں۔ اس وقت ظہیر پر ابو داؤد شریف کی یہ حدیث پاک منطبق ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((ما من امرء یخذل امرأ مسلما فی موضع تنتہک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ، إلا خذلہ اللہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ)) ترجمہ: جو کسی مسلمان کو ایسی جگہ ذلیل کرے جہاں اس کی عزت کی جاتی ہے اللہ عزوجل اسے اس جگہ ذلیل کرے گا جہاں اسکو اللہ عزوجل کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

(سنن أبي داود، كتاب الادب، باب من رد عن مسلم غيبة، ج4، صفحہ271، المكتبة العصرية، بيروت)

**حوالہ جات (البریلویہ)**

80 مقدمہ الدولۃ المکیہ، مصنفہ احمد رضا بریلوی، مطبوعہ لاہور

81 ایضاً

82 المجمل المعدد لتالیفات المجدد، از ظفر الدین بہاری

83 ایضاً

84 حیات البریلوی، ص۱۳

85 من ھو احمد رضا، ص۲۵

86 ملاحظہ ہو المجمل المعدد لتالیفات المجدد

87 الدولۃ المکیہ، ص ۱۰

88 یعنی چند صفحات پر مشتمل چھوٹے رسالے

89 الدولۃ المکیہ، ص ۱۱

90 ملاحظہ ہو المجمل المعدد

91 انوار رضا، ص ۳۲۵

92 الدولۃ المکیہ، ص ۱

93 المجمل المعدد

94 الدولۃ المکیہ ۳۲۳

95 الدولۃ المکیہ ۳۲۳

96 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۳

97 ضمیمہ المعتقد المنتقد ایضاً من ہو احمد رضا، ص ۲۵

98 انوار رضا، ص ۳۲۵

99 اعلیٰ حضرت بریلوی، از بستوی، ص ۱۸۰

100 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۴۴

101 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۶۶

102 ایضاً، ص ۲۸۱

# فصل :وھابیوں کا مسلمانوں پر جھاد اور انگریز غلامی

ظہیر صاحب نے یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد کا مخالف اور انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، جبکہ صورتحال اس کے برعکس ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

﴿ جناب بریلوی کا دور استعمار کا دور تھا، مسلمان آزمائش میں مبتلا تھے ان کا عہد اقتدار ختم ہو چکا تھا، انگریز مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے علماء کو تختہ دار پر لٹکایا جارہا تھا، مسلمان عوام ظلم وتشدد کا نشانہ بن رہے تھی اور ان کی جائیدادیں ضبط کی جارہی تھیں، انہیں کالا پانی اور دوسرے عقوبت خانوں میں مختلف سزائیں دی جارہی تھیں، ان کی شان وشوکت اور رعب ودبدبہ ختم ہو چکا تھا۔ انگریز مسلمان امت کے وجود کو برصغیر کی سرزمین سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ اس دور میں اگر کوئی گروہ ان کے خلاف صدا بلند کر رہا تھا اور پوری ہمت وشجاعت کے ساتھ جذبہ جہاد سے سرشار ان کا مقابلہ کر رہا تھا تو وہ وہابیوں کا گروہ تھا۔103

انہوں نے علم جہاد بلند کیا اپنی جائیدادیں ضبط کروائیں، کالا پانی کی سزائیں برداشت کیں، دار ورسن کی عقوبتوں سے دوچار ہوئے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، مگر انگریزی استعمار کو تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ اس دور کے وہابی چاہتے تھے کہ برصغیر میں مسلمان سیاسی واقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں۔

اس وقت ضرورت تھی اتفاق واتحاد کی مل جل کر جدوجہد کرنے کی، ایک پرچم تلے متحد ہو کر انگریزی استعمار کو ختم کرنے کی۔ مگر استعمار یہ نہ چاہتا تھا۔ وہ انہیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو باہم دست و گریبان دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اسے چند افراد درکار تھے جو اس کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں، انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کردیں اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کی قوت وشوکت کو کمزور کردیں۔ اس مقصد کے لئے انگریز نے مختلف اشخاص کو منتخب کیا، جن میں مرزا غلام احمد قادیانی 104

اور جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خان بریلوی صاحب سرفہرست تھے۔105

مرزا غلام احمد قادیانی کی سرگرمیاں تو کسی سے مخفی نہیں مگر جہاں تک احمد رضا صاحب کا تعلق ہے ان کا معاملہ ذرا محتاج وضاحت ہے۔ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے استعمار کے مخالفین وہابی حضرات کو سب وشتم اور طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا۔ ان وہابیوں کو جو انگریز کے خلاف محاذ آراء تھے اور ان کے خلاف جہاد میں مصروف تھے انگریز کی طرف سے ان کی بستیوں پر بلڈوزر چلائے گئے۔106 صرف بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی کی سزا دی گئی۔107 ﴾

ایک ہوتا ہے جھوٹ اور ایک ہوتی ہے چھوٹ، ظہیر نے ان دونوں کو اپنایا اور جھوٹ میں خوب چھوٹ کو اختیار کیا۔ کتنے دھڑلے سے ظہیر نے کہہ دیا کہ وہابیوں نے آزادی کے لئے بڑی کوششیں کی ہیں، جانیں اور جائیدادیں قربان کی ہیں۔ یہاں تک کہہ دیا کہ بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی دی گئی۔ وہابیوں کی موجودہ دور میں تعداد کا اندازہ لگالیں کہ جب کئی لاکھ ریال وہابی تبلیغ کے لئے خرچ

ہو چکے ہیں کسی ایک شہر میں وہابی علماء کی تعداد ایک لاکھ نہ ہو گی۔ بلکہ پورے پاکستان میں ایک لاکھ وہابی عالم شاید نہ ہوں گے۔ایک لاکھ علماء کی تعداد لکھ کر آخر میں وہابی مولویوں کے چار پانچ نام لکھے ہیں جن میں سوائے ایک کے کوئی مشہور ہی نہیں۔اہل سنت پر مبالغہ کا الزام لگاتے ہیں جبکہ ظہیر صاحب نے خود مبالغہ آرائی کی ٹانگیں توڑ دی ہیں۔ درحقیقت وہابیوں کا کفار سے جہاد کرنا حدیث پاک کے منافی ہے۔ان کا خودساختہ جہاد مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔بخاری شریف کی حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجی وہابیوں کے متعلق یہ غیبی خبر (جس غیب کے علم کے وہابی منکر ہیں) سنائی ((یقتلون أہل الإسلام ویدعون أہل الأوثان)) اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ137، دار طوق النجاۃ)

اس غیبی خبر کی تصدیق صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اب تک ہو رہی ہے۔خارجیوں نے ہر دور میں مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا۔تاریخ طبری میں ہے "وکانت الخوارج یلقی بعضهم بعضا، ویتذاکرون مکان إخوانهم بالنهروان ویرون أن فی الإقامة الغبن والوکف، وأن فی جهاد أهل القبلة الفضل والأجر" ترجمہ: خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں (جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ میں مارے گئے تھے) کو یاد کیا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ بیٹھے رہنے میں ظلم و خیانت ہے اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر و فضیلت ہے۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، سنہ اثنتین و اربعین، جلد5، صفحہ174، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

پاکستان کے وزیر داخلہ عبد الرحمٰن ملک نے صراحت کے ساتھ وہابی جہادی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیا ہے۔لہٰذا وہابیوں کا یہ کہنا کہ آزادی کی جدوجہد میں صرف وہابیوں نے حصہ لیا ہے کالا، نیلا، پیلا جھوٹ ہے۔تاریخ یہی کہتی ہے کہ وہابیوں کا جہاد مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے۔یہاں تک کہ جب فتنہ دجال ہو گا اس وقت بھی یہ دجال کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((یخرج فی آخر الزمان قوم کان هذا منهم یقرؤون القرآن لایجاوز تراقیهم یمرقون من الا[سلام کما] یمرق السهم من الرمیة سیماهم التحلیق لایزالون یخرجون حتی یخرج آخرهم مع المسیح الد[جال] ... لخلق والخلیقة)) فرمایا آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، یہ بھی ان میں سے ہے، جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ انکا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہے۔

(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، جلد7، صفحہ119، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

انگریز مصنف ہنٹر نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب Indian Muslims میں کہا ہے:

''ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔108

جنگ آزادی 1857ء کے بعد وہابیوں کے تمام اکابرین کو پھانسی کی سزا دی گئی۔109

1863ء کا عرصہ ان کے لیے نہایت دشوار تھا۔ اس عرصے میں انگریز کی طرف سے ان پر جو مظالم ڈھائے گئے ہندوستان کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔ وہابی علماء میں سے جن کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا، ان میں مولانا جعفر تھانیسری، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالغفار، مولانا یحییٰ علی صادق پوری، مولانا احمد اللہ اور شیخ الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہم سرفہرست ہیں۔ وہابی مجاہدین کی جائیدادیں ضبط کرنے کا حکم جاری کردیا گیا۔110

وہابیوں کے مکانوں کو مسمار کردیا گیا اور ان کے خاندانوں کی قبروں تک کو اکھیڑ دیا گیا۔111

ان کی بلڈنگوں پر بلڈوزر چلادیے گئے۔ 112

وہابی علماء کو گرفتار کرکے انہیں مختلف سزائیں دی گئیں۔ اس ضمن میں شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی گرفتاری کا واقعہ بہت مشہور ہے۔113

ان وہابیوں کے خلاف زبان استعمال کرنے کے لیے اور "فرق تسد" یعنی لڑاؤ اور حکومت کرو، کی مشہور انگریزی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لیے استعمار نے جناب احمد رضا صاحب کو استعمال کیا تاکہ وہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر ان کے اتحاد کو ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کردیں۔ اور عین اس وقت جب کہ انگریز کے مخالفین ان کی حکومت سے نبرد آزما تھے اور جہاد میں مصروف تھے جناب احمد رضا نے ان جملہ مسلم راہنمایان کا نام لے کر ان کی تکفیر کی جنہوں نے آزادی کی تحریک کے کسی شعبے میں بھی حصہ لیا۔114

ظہیر صاحب نے بغیر مستند دلائل کے اتنی کوشش یہ ثابت کرنے میں لگادی کہ آزادی کی کوشش صرف وہابیوں نے کی ہے پھر انگریز مصنف ہنٹر کا یہ قول لکھ دیا "ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔" پہلی بات تو یہ ہے ہنٹر نے یہ کہا ہی نہیں۔ انڈین مسلم کا جو حوالہ ظہیر صاحب نے دیا ہے اس میں یہ لکھا ہی نہیں ہوا۔ میں نے کافی ڈھونڈا مجھے یہ عبارت نہیں ملی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بقول وہابی مولوی عبدالرحمٰن مدنی صاحب کے ظہیر صاحب کو انگلش نہیں آتی تھی پھر انہوں نے یہ انگلش کی کتاب کیسے پڑھ لی؟ ہوسکتا ہے سنی سنائی بات لکھ دی ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ انگریز ہنٹر وہ شخص ہے جس نے وہابی مولویوں کی اُن کتابوں کی اشاعت کی جو مسلمانوں میں انتشار و فتنے کا باعث تھیں جیسے تقویۃ الایمان وغیرہ۔ سرسّید احمد خاں جو عقائد کے اعتبار سے نیچریت کی طرف مائل تھے اس کتاب کے بارے میں حقیقت بیان کرتے ہیں: "جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں سے ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالے جلد 12، 1825 میں چھپا۔"

(مقالات سرسّید، جلد 9، صفحہ 17)

یعنی ہنٹر تو خود وہابیت کو پھیلانے والا تھا پھر یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ ہمیں وہابیوں سے ڈر ہے؟ وہابی تو خود ان کے رحم و کرم پر تھے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ظہیر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سب مسلمان سوئے ہوئے تھے صرف چند مٹھی بھر وہابی جدوجہد کررہے تھے۔ لاکھوں

مسلمانوں نے جو اپنی جان و مال آزادی کی تحریک میں قربان کی وہ ایک افسانہ ہے۔ وہابی ذرا یہ تو بتائیں کہ وہابیوں نے کتنے انگریز مارے؟ کتنے شہر فتح کئے؟ کیا پاکستان وہابیوں نے بزور شمشیر کے آزاد کیا تھا؟ اگر ہم اپنے سنی علماء کی کتابوں سے وہابیوں کی اس دور کی کرتوت لکھیں گے تو ہوسکتا ہے کسی کے دل میں آئے کہ یہ الزام تراشی ہے۔ اس لئے آئیں ہم آپ کو وہابیوں کی اصل تصویر انہی کی کتب سے دکھاتے ہیں:۔

## انگریزوں کے خلاف جہاد پر وہابی علماء کے فتوے

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ نذیر حسین دہلوی انگریزوں کے خلاف جہاد میں سرفہرست تھے، جبکہ خود نذیر حسین دہلوی اپنے فتاوی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز کہتے ہیں چنانچہ جہاد کی شرائط کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''پس جب یہ بات بیان ہو چکی تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں تو کیونکر جہاد ہوگا، ہرگز نہیں۔ علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں۔ سرکار (انگریزوں) سے عہد کیا ہوا ہے۔ پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں؟ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔۔۔تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا۔'' (فتاوی نذیریہ جلد 3، صفحہ 284، مطبوعہ، لاہور)

ایک غلط فہمی کی بنا پر برٹش گورنمنٹ نے نذیر حسین کو پکڑ لیا بعد میں جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ اپنا وفادار ہے اور چھوڑ دیا۔ وہ جو غلط فہمی کی بنا پر چند دن جیل جانا پڑا وہابیوں کے نزدیک یہ وہ صعوبتیں تھیں جو شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے برداشت کیں۔

بہت بڑے وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے وہ برٹش گورنمنٹ سے اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''کسی قوم کی ترقی دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے اور موجودۃ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعاۃ و راس کے حضور عقیدت و انقیاد اور ارکان سلطنت سے رابطہ محبت و اتحاد، اسبابِ دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التاثیر سبب ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ، شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 194)

اگلے صفحے پر لکھتے ہیں: ''ان کا اور ان کے حریفوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم (وہابی) کے خادم و وکیل ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو یہ تعجب انگیز خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے صرف یہی ایک فرقہ اہل حدیث ہے جو اس سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو بلحاظ امن و آزادی اسلامی سلطنتوں کے زیرِ سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور سلطنت میں پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ، شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 195)

## وہابی علماء کا برٹش وفادار رہنے کی ترغیب

پھر آگے محمد حسین بٹالوی اپنے وہابیوں کو انگریزوں کا غلام بنے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس تمہید کو پڑھ کر امید ہے ہمارے اخوان اہل حدیث خصوصا ان کے اکابر و رہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے۔ بلکہ خود بھی ''اشاعۃ السنۃ'' کی تقلید اختیار کر کے جابجا اسی قسم کی کاروائیاں شروع کردیں گے۔ واعظین و مدرسین اپنی مجالس وعظ و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں

اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قولاً وعملاً گورنمنٹ پر اپنے سچے اور وفادارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔''

(اشاعۃ السنہ، شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 196)

دربھنگہ کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں: ''حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں سرکار سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت (وہابی) علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔''

(اشاعۃ السنہ شمارہ 2، جلد 10، صفحہ 36، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 57 تا 377 مکتبہ قادریہ لاہور)

## وہابیوں پر انگریزوں کی کرم نوازیاں

وہابیوں کو اس انگریز نوازی کے بدلے میں جاگیریں بھی ملی تھیں۔ خود مولوی حسین بٹالوی اپنی وصیت میں لکھتا ہے: ''اراضی جو اللہ تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ہے۔''

(اشاعۃ السنہ شمارہ 9، جلد 19، صفحہ 277، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 57 تا 377 مکتبہ قادریہ، لاہور)

نذیر حسین دہلوی کے شاگرد مولوی تلطف حسین نے ایک موقع پر کہا: ''ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں گے کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے۔''

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ 162، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 400، مکتبہ قادریہ، لاہور)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابیوں کے بڑے مولویوں میں سے ہیں ان کے ساتھ ملکہ بھوپال نے نکاح کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ملکہ نے انہی کے ساتھ کیوں نکاح کیا؟ ظاہر یہی ہے کہ حسن بھوپالی صاحب انگریزوں کے معیار پر پورا اترتے ہوں گے۔ جب انگریزوں نے انہیں نوازا تو اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج وعزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفرازی حاصل ہوئی اور خلعتِ گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ وفیل وچنور پالکی وشمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔ بعد چندے خطاب نوابی وامیر الملکی دوالا جاہی 17 فیر شانگ سے سربلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔''

(ترجمانِ وہابیہ صفحہ 28، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ، لاہور)

وہابیوں کے اکابر مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی صاحب اپنے لیکچر میں کہتے ہیں: ''انگریزوں کی حکومت اگر حکومت صالحہ نہ ہوتی، تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرض اسلامی ہوتا۔ فکیف جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے۔ اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔''

(مولوی نذیر احمد دہلوی، صفحہ 156، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ لاہور)

ثناء اللہ امرتسری جو وہابیوں کا امام ہے ان کی انگریزوں سے وفاداری بھی دیکھ لیں۔ غلام رسول مہر اہل حدیث لکھتا ہے: ''1922 میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری بھی شریک تھے۔ وہ اہل حدیث کانفرنس کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے

ہمیں کانفرنس کے اغراض و مقاصد دیئے، تو ان میں پہلی شق یہ تھی **"حکومت برطانیہ سے وفاداری"** ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے۔ ہم ترک موالات کئے بیٹھے ہیں، تو وہ سخت غصے میں آگئے، لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوادی۔"

(افاداتِ سہر، صفحہ 236، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 424، مکتبہ قادریہ لاہور)

یہ اس کے ان وہابی مولویوں کا حال ہے جو ان کے اکابر تھے۔ ظہیر صاحب نے اپنے مولویوں کو مجاہد ثابت کر کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا۔ جبکہ خود ان وہابی مولویوں کی کتب میں ان کا انگریزوں کا غلام ہونا ثابت ہے۔ اسے کہتے آنکھوں میں مٹی ڈالنا۔ ظہیر صاحب کتاب ایسے لکھ رہے ہیں جیسے پڑھنے والے بے وقوف ہیں، ان کے پاس یہ کتابیں ہی نہیں جن سے ظہیر صاحب غلط ملط حوالے دے رہے ہیں۔ شاید ظہیر بھول گیا کہ پندرہویں صدی کے قارئین بغیر حوالہ کے مطمئن نہیں ہوتے۔

## اعلیٰ حضرت کی انگریزوں سے نفرت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزوں سے نفرت کا حال ملاحظہ فرمائیں:۔ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: "یہاں عیسائیوں خصوصا انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے ((لاتؤاکلوھم ولاتشاربوھم)) ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ ان کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے اور ان کا باورچی اگر چہ مسلمان ہو ناپاک گوشت پکاتا ہے ((ومن یرتع حول الحمی یوشک ان یقع فیہ)) تعالی اعلم" جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 651، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصاً انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے، آیا یہ نوکری جائز ہے یا حرام یا کفر ہے؟ بیّنوا توجروا۔"

اگر اعلیٰ حضرت معاذ اللہ انگریزوں کے غلام ہوتے تو فورا کہتے کہ یہ نوکری جائز ہے۔ لیکن آپ نے یوں جواب دیا: "مسلمان تو مسلمان، بلاوجہ شرعی کسی کافر، ذمّی یا مستامن کے قتل کی نوکری، کافر تو کافر، کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعا حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمّی پر ظلم مسلمان پہ ظلم سے اشد ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 23، صفحہ 597، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہندوؤں اور انگریزوں سے نفرت کا اظہار یوں کرتے ہیں: "یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں۔ صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان وصبیان کفار کے بارے میں فرمایا ((ھم منھم)) وہ انہیں میں سے ہیں۔ ولہذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے ان کی عورتوں بچوں کسی کو مستثنیٰ نہ فرمایا حکم عام دیا۔۔۔ معراج الدرایہ میں ہے "صلتہ لایکون براشرعا ولذالم یجز التطوع الیہ" حربی سے نیک سلوک شرعا کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 458، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لئے بگھی پر گن کیرج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے کوارٹروں کی طرف جارہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا: کم بخت بالکل بندر ہیں۔'' (اکرام امام احمد رضا، صفحہ 91، مجلس رضا، لاہور)

آپ کے متعلق یوں بھی لکھا ہے کہ آپ بطور نفرت ڈاک ٹکٹ پر موجود انگریزی تصویر کو الٹ لگاتے تھے۔ وہابیوں کو چیلنج ہے کہ سب مل کر کوشش کرلیں کوئی ایک بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ایسی نہیں لاسکتے کہ جس میں انہوں نے انگریز حکومت کی تعریف کی ہو، کہیں یہ کہا ہو کہ مجھے انگریز اتنا مہینہ دیتے ہیں، ہرگز کوئی دلیل نہ ملے گی، جبکہ خود وہابی مولویوں سے ایسی باتیں مل جائیں گی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ تحریک آزادی کے موقع پر جب کئی مسلمان گاندھی کو اپنا لیڈر بنائے ہوئے تھے اور کئی انگریزوں کی خوشنودی چاہتے تھے اس موقع پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید وغلامی، خوشنودی نصاریٰ تو کی اب کہ ان سے بگڑی اس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی، سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمان شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا اور وللہ الحمد۔ سنئے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا ورسول نہ تنبیہ وآگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد ومدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف وتغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعار اسلام بند کئے، شعار کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام وہادی بنایا، ان سے وداد واتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین، ان کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 479، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک بدیہی بات ہے کہ جو شخص انگریزوں کا ایجنٹ ہو اسے انگریز جاگیروں سے بھی نوازتے ہیں اور یہ جاگیریں لوگوں سے ڈھکی چھپی نہیں رہتی ہیں۔ ایک طرف تو ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عام دیہاتی مولوی کی طرح لوگوں کے چندوں پر گزارا کرتے تھے اور دوسری طرف انگریزوں کا ساتھی بھی ثابت کررہے ہیں۔ ان وہابیوں سے کوئی پوچھے کہ انگریزوں کی غلامی پر اعلیٰ حضرت کو انعام کیا ملا تھا؟ آج وہابیوں کو جو باہر کے ممالک سے امداد ملتی ہے وہ سب کو نظر آتی ہے کہ وہابی مرکز تعمیر ہورہے ہیں، وہابی مولویوں کے پاس اعلیٰ گاڑیاں اور کثیر سکیورٹی گارڈ ہیں۔

## بریلویوں کو برٹش غلام ثابت کرنے پر پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

وہ جماعتیں جنہوں نے تحریک آزادی ہند میں حصہ لیا ان میں وہابی تحریک کے علاوہ جمعیت علمائے ہند، مجلس

احرار، تحریک خلافت، مسلم لیگ، نیلی پوش مسلمانوں میں سے اور آزاد ہند فوج خاص ہندوؤں میں سے اور گاندھی کی کانگرس قابل ذکر ہیں۔ جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر وتفسیق کی۔ ان کے خلاف سب وشتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر ومرتد ہونے کے فتوے جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔ جناب احمد رضا کی سرپرستی میں بریلوی زعماء نے مسلمانوں کو ان تحریکوں سے دور رہنے کی تلقین کی اور جہاد کی سخت مخالفت کی۔ چونکہ شرعاً جہاد آزادی کا دارومدار ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر تھا اور اکابرین ملت اسلامیہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے چکے تھے، احمد رضا خاں صاحب نے اس بنا پر جہاد کو منہدم کرنے کے لیے یہ فتوی دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اور اس کے لیے بیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ''اعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' یعنی اکابرین کو ہندوستان کے دارالاسلام ہونے سے آگاہ کرنا تحریر کیا۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے اس رسالے کے شروع میں جس چیز پر زور دیا وہ یہ تھا کہ وہابی کافر مرتد ہیں۔ انہیں جزیہ لے کر بھی معاف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نہ انہیں پناہ دینا جائز، نہ ان سے نکاح کرنا، نہ ان کا ذبیحہ جائز، نہ ان کی نماز جنازہ جائز، نہ ان سے میل جول رکھنا جائز، نہ ان سے لین دین جائز، بلکہ ان کی عورتوں کو غلام بنایا جائے اور ان کے خلاف سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ اور آخر میں لکھتے ہیں ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ یعنی خدا انہیں غارت کرے وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں۔ 115

یہ رسالہ جناب احمد رضا کی اصلیت کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے ان کے مکروہ عزائم کھل کر سامنے آجاتے ہیں کہ وہ کس طرح مجاہدین کی مخالفت کر کے انگریز استعمار کی حمایت وتائید کر رہے تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دشمنان دین وملت کا دست بازو بن چکے تھے۔ جس وقت دنیا بھر کے مسلمان ترکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر انگریزوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے اور مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ اور دوسرے اکابرین کی زیر قیادت خلافت اسلامیہ کے تحفظ وبقاء کے لیے انگریزوں سے جنگ لڑ رہے تھے، عین اس وقت جناب احمد رضا انگریزوں کے مفاد میں جانے والی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔

بلاشبہ تحریک خلافت انگریزوں کو ان کی بدعہدی پر سزا دینے کے لیے نہایت موثر ثابت ہو رہی تھی۔ تمام مسلمان ایک پرچم تلے جمع ہو چکے تھے۔ علماء وعوام اس تحریک کی حمایت کر رہے تھے۔ خود ایک بریلوی مصنف اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''1918ء میں جنگ عظیم ختم ہوئی، جرمنی اور اس کے ساتھیوں ترکی آسٹریا وغیرہ کو شکست ہوئی، ترکوں سے آزادی ہند کے متعلق ایک معاہدہ طے پایا، لیکن انگریزوں نے بدعہدی اور وعدہ خلافی کی، جس سے مسلمانوں کو سخت دھچکا لگا، چنانچہ وہ بپھر گئے اور ان کے خلاف ہو گئے۔ اہل سیاست اس فکر میں تھے کہ کسی ترکیب سے انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سزا دی جائے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ خلافت اسلامیہ کا تحفظ فرائض وواجبات

میں سے ہے۔بس پھر کیا تھا ایک طوفان کھڑا ہوگیا۔"116

اور حقیقتاً تحریک خلافت انگریزوں کے خلاف ایک موثر ہتھیار ثابت ہورہی تھی۔مسلمان انگریزوں کے خلاف متحد ہوچکے تھے۔قریب تھا کہ یہ تحریک انگریزی سلطنت کے خاتمہ کا باعث بن جاتی۔اس امر کی وضاحت اہل حدیث جید عالم دین امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔117

مگر بریلوی مکتب فکر کے امام ومجدد نے انگریزوں کے خلاف چلنے والی اس تحریک کے اثرات ونتائج کو بھانپتے ہوئے انگریزوں سے دوستی کا ثبوت دیا اور تحریک خلافت کو نقصان پہنچانے کے لیے ایک دوسرا رسالہ "دوام العیش" کے نام سے تالیف کیا۔جس میں انہوں نے واضح کیا کہ چونکہ خلافت شرعیہ کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے، اس لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ترکوں کی حمایت ضروری نہیں، کیونکہ وہ قریشی نہیں ہیں۔اس بنا پر انہوں نے انگریزوں کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کی بھرپور مخالفت کی اور انگریزی استعمار کی مضبوطی کا باعث بنے۔احمد رضا خاں صاحب تحریک خلافت کے مسلم زعماء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے رقمطراز ہیں: "ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔اصل مقصود یہ ہے کہ خلافت کا نام لو۔عوام بپھریں خوب چندہ ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس سرزمینیں آزاد ہوں۔"118

جناب احمد رضا نے تحریک ترک موالات کی بھی شدید مخالفت کی۔کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ یہ تحریک انگریز کے زوال کا باعث بن سکتی ہے۔تحریک ترک موالات کا مقصود یہ تھا کہ انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔انہیں ٹیکس وغیرہ کی ادائیگی نہ کی جائے اس کے تحت چلنے والے سرکاری محکموں میں ملازمت نہ کی جائے،غرضیکہ ان کی حکومت کو یکسر مسترد کردیا جائے تاکہ وہ مجبور ہوکر ہندوستان کی سرزمین سے نکل جائیں۔اس مقصد کے لیے تمام مسلمانوں نے 1920ء میں متحد ہوکر جدوجہد شروع کردی۔جس سے انگریز حکومت کے خلاف ایک فتنہ کھڑا ہوگیا اور وہ متزلزل ہونے لگی۔اس تحریک کو گاندھی کے علاوہ جناب احمد رضا نے بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔اور ایک رسالہ تحریر کرکے اس کی سختی سے ممانعت کی اور اس تحریک کے سرکردہ راہنماؤں کے خلاف کفر کے فتوے صادر کیے۔چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے تحریر کیے گئے رسالے (والمحجتہ الموتمنہ فی آیۃ الممتحنۃ) میں اعتراف کرتے ہیں۔اس تحریک کا ہدف انگریز سے آزادی کا حصول ہے۔119

نیز اس رسالے میں جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں: "ہم مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں ہے۔(120)اور جو اس کی فرضیت کا قائل ہے وہ مسلمانوں کا مخالف ہے اور انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔"121

نیز لکھتے ہیں: "حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جہاد سے استدلال کرنا جائز نہیں کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی تھی اور حاکم وقت پر اس وقت تک جہاد فرض نہیں، جب تک اس میں کفار کے مقابلے کی طاقت نہ ہو۔چنانچہ ہم پر جہاد کیسے فرض ہوسکتا ہے کیونکہ ہم انگریز کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔"122

مسلمانوں کو جہاد وقتال نیز انگریز سے محاذ آرائی سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ﴾ یعنی اے ایماندارو!تم اپنے آپ

کے ذمہ دار ہو۔کسی دوسرے شخص کا گمراہ ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوسکتا بشرطیکہ تم خود ہدایت پر گامزن ہو۔123

یعنی ہر مسلمان انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرے، اجتماعی جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں اور اپنے رسالہ کے آخر میں ان تمام راہنماؤں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، جو انگریزی استعمار کے مخالف اور تحریک ترک موالات کے حامی تھے۔124

جناب احمد رضا نے جہاد کے منہدم کرنے کا فتویٰ اپنے رسالے "دوام العیش" میں بھی دیا ہے۔لکھتے ہیں:

"مسلمانان ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔"125

بہر حال احمد رضا صاحب کے متعلق مشہور ہوگیا تھا کہ وہ استعمار کے ایجنٹ ہیں اور ہر اس تحریک کے مخالف ہیں جو انگریزوں کے خلاف چلائی جاتی ہے۔بریلوی اعلیٰ حضرت کے ایک پیروکار لکھتے ہیں:"مسلمان احمد رضا سے بدظن ہوگئے تھے۔"126

ایک اور مصنف لکھتا ہے:"مسئلہ خلافت سے ان کو اختلاف تھا۔انتقال کے قریب ان کے خلاف مسلمانوں میں بہت چرچا ہوگیا تھا اور ان کے مرید اور معتقد اختلاف خلافت کے سبب ان سے برگشتہ ہوگئے تھے۔"127

بہر حال عین اس وقت، جب کہ مسلمانوں کو متحد ہوکر انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد کرنے کی ضرورت تھی، جناب احمد رضا خاں صاحب انگریزوں کے مفاد کے لیے کام کررہے تھے۔

اگر یہ نہ بھی کہا جائے کہ احمد رضا خاں صاحب انگریز کے ایجنٹ تھے تب بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان کی تمام تر سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف اور انگریز کے مفاد میں تھیں۔کیونکہ انہوں نے مجاہدین کی تو مخالفت کی مگر انگریز کے حامی ومؤید رہے۔مستشرق فرانسس رابنس نے جناب احمد رضا صاحب کے متعلق لکھا ہے:"احمد رضا بریلوی انگریزی حکومت کے حامی رہے۔انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں بھی انگریزی حکومت کی حمایت کی۔اسی طرح وہ تحریک خلافت میں 1921ء میں وہ انگریز کے حامی تھے۔نیز انہوں نے بریلی میں ان علماء کی کانفرنس بھی بلائی جو تحریک ترک موالات کے مخالف تھے۔" یہ تھے جناب احمد رضا اور ان کی سرگرمیاں۔128 ﴾

ظہیر صاحب نے تین باتوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ بتایا ہے:۔

(1) تحریک خلافت وغیرہ میں حصہ نہ لینا۔

(2) ہندوستان کو دارالاسلام کہنا اور جہاد کو فرض نہ قرار دینا۔

(3) وہابی مولویوں کی تکفیر کی۔

ان شاء اللہ ہم ان پر سیر حاصل گفتگو کریں گے:۔

## بریلویوں کا گاندھی کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت کرنا

(1) اعلیٰ حضرت کے دور میں جو تحریک خلافت تھی اس کا لیڈر گاندھی تھا، اس کی حمایت میں بعض سنی علماء بھی تھے۔گاندھی

کو منبروں پر بٹھایا جا رہا تھا، اس کے متعلق یہ کہا جانے لگا کہ نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔ ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی، اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا۔ میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے گاندھی اور ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے یہاں تک فتوے جاری کر دیئے کہ مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں کیونکہ ہندو گائے کی عبادت کرتے ہیں اور اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ گاندھی جیسے ایک مشرک کو مسلمانوں کا لیڈر ماننے پر راضی نہ تھے اور وہ گاندھی کی چالوں کو سمجھتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہندو شدت پسندی کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو۔ اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے؟ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انہیں ''لم یقاتلوکم فی الدین'' میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی؟ محاربہ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کے لئے لڑائی ہوتی ہے، اور ازالہ منکر تین قسم ہے کہ موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 454، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب گاندھی نے مسلمانوں کو مزید خستہ حالی میں لیجانے کی ایک اور چال چلی اور وہ یہ تھی کہ مسلمان انگریزوں کی نوکریاں چھوڑ دیں تا کہ بعد میں معاشی لحاظ سے کمزور ہو کر بھوکے مرنے لگے اور پھر بھیک مانگنے کے لئے ہمارے پاس آئیں جس کی بدولت ہم انہیں اپنی انگلیوں پر نچائیں یا مجبور ہو کر ہندوستان سے ہجرت کر جائیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور ہندوؤں کی چال سے آگاہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان جلسوں ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سو دو سو نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے تُرکوں کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان؟ غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزارہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جا رہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار و نامراد جا رہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر و سیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہو گئے اور ہوں گے۔ اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روز حساب ہی کھلے گا ﴿یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہو گا نہ کوئی مددگار۔ کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا؟ اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اتنوں نے تجارتیں اتنوں نے زمینداریاں؟۔۔۔ اور بفرض غلط و بفرض باطل اگر سب مسلمان زمیندلیاں

تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟ حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو، منافقانہ میل پر پھولے ہو، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے (انگریز کی نوکری) ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ "خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا" لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال، کل دولتیں، دنیاوی جمیع اعزاز، جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انہیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف وخطر کچا ہی چبائیں، یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی، یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ532، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت ہرگز آزادی کی جدوجہد کے خلاف نہ تھے بلکہ آپ اس ہندو مسلم اتحاد کے خلاف تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے مؤید محمد علی جوہر اور شوکت علی جب امام احمد رضا خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک خلافت میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: "مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔" اس جواب سے علی برادران کچھ ناراض سے ہوگئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کے لئے مکرر ارشاد فرمایا: "مولانا! میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔"

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، صفحہ45، ادارہ مسعودیہ کراچی)

اس طرح کے اور کئی دلائل ہیں جس سے یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ اور کسی سے مخفی نہیں کہ یہی نظریہ آگے چل کر مسلمانوں کی آزاد ریاست کے قیام کا ذریعہ بنا۔ آپ نے انگریز کی غلامی کو چھوڑ کو ہندوؤں کا غلام ہونے سے بچنے کا کہا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زائد کیا جا رہا ہے۔ یہ کون سا دین ہے؟ نصاریٰ کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب "فرمن المطر ووقف تحت المیزاب" چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر۔"

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ432، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب کا کہنا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترک مسلمانوں کے حامی نہ تھے صریح جھوٹ ہے۔ ترکوں کے دشمن خود وہابی تھے اور ان وہابیوں نے ہی ترکوں سے جنگ کر کے مکہ مدینہ پر قبضہ کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترکوں کے خیر خواہ تھے چنانچہ فرماتے ہیں: "وہابی و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں۔ لہٰذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن۔ اس لئے ان کی حمایت اس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔۔۔

ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور ہیں مخالفت انہیں کیونکر گوارا ہوتی، انہوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعویٰ نہ فرمایا اپنے آپکو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا۔ اس لحاظ مذہب کی برکت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین

سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین ۔ کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 225، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے جو کہا ''جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر وتفسیق کی۔ ان کے خلاف سب وشتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر و مرتد ہونے کے فتوی جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔''

یہ ظہیر صاحب کا حسب عادت بہتان سے بھرا بیان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ہرگز آزادی کے لئے کوشاں اکابرین کی تکفیر وتفسیق نہیں فرمائی ۔علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اولین مجاہدوں میں سے تھے، اعلیٰ حضرت ان کی بے حد تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔ وہابیوں کو چیلنج ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب میں سے کوئی ایک حوالہ ایسا دکھا دیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ جو انگریزوں سے آزادی چاہنے کی کوشش کرتا ہے وہ فاسق وفاجر ہے۔ ہرگز وہابی ایسا ثابت نہیں کر پائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نے آزادی کے لئے ہندو مسلم اتحاد کو قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں ناجائز قرار دیا ہے۔ اس اتحاد کرنے والوں کو بتایا ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہ میں کافر کی تعظیم سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اس اتحاد سے بچو۔ کافر کو اپنا لیڈر بنانے کے رد میں فرماتے ہیں: ''تو جو انہیں ہادی وامام بنائے گا قطعاً قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہ ہلاک پائے گا اور روز قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ﴾ جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 406، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر کا یہ دوسرا بہتان ہے کہ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے بھی مسلم لیگ کے لیڈروں کو کافر و مرتد کہا۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کے جانشینوں نے ہی مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی انتھک کوشش کی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے گاندھی کو اپنا لیڈر نہ مان کر دوقومی نظریے کی بنیاد رکھ دی تھی۔ آپ کے بعد آپ کے تلامذہ وخلفاء اسی راہ پر چلتے رہے اور انگریزوں کی طرح ہندوؤں کی غلامی کو بھی قبول نہیں کیا 1930ء میں جب شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے الہ آباد میں تقسیم ہند کی بات کی تو ہندوؤں نے اس پر بڑی ناراضگی کا اظہار کیا۔ طبقہ علماء میں سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تجویز کی پرزور تائید کی اور فرمایا: ''ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو اس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت (جمعیۃ العلماء ہند وغیرہ) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے، تو اس پر ہزار افسوس۔''

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 275، رضا پبلی کیشنز، لاہور)

مارچ 1925ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرس ہوئی جس میں صاحبزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ صدارت پڑھا۔ اسی کانفرنس میں "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ" (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، اس کے صدر منتخب کئے گئے۔ قائدین نے شبانہ روز کوشش سے متحدہ پاک وہند کے کوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں، ایک طرف اہل سنت و جماعت کے علماء ومشائخ کو منظم کیا تو دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریسی علماء کی چالوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ 1946ء میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ اس فتوی پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کے دستخط تھے، جن میں سرفہرست شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تھے اور دیگر علماء میں سے کوئی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ تھا تو کوئی شاگرد۔ 1946ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اپنے مریدوں اور مسلمانوں کو بہت سخت تاکید کی کہ وہ اپنا ووٹ مسلم لیگ کو دیں۔ 11 دسمبر 1945ء کو روزنامہ "وحدت" دہلی میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "میں فتوی دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔۔۔ فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مرجائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔" (ستر با ادب سوالات دینیہ ایمانیہ، صفحہ 56، پیلی بھیت، انڈیا)

آج پروفیسر طبقہ اس تاریخ کو مانتا ہے کہ علماء اہل سنت نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پروفیسر نثار احمد چوہدری فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے سنی بریلوی علماء، جو ملت اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے، کو یہ توفیق دی کہ وہ تحریک پاکستان اور دو قومی نظریہ کے مسلسل مؤید و حامی رہے۔ مولانا سلیمان اشرف جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اس زمانے میں بھی ہندو مسلم اتحاد کو غلط قرار دیتے تھے۔ جب تحریک خلافت کی وجہ سے مسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنالیا تھا، وہ کفر و اسلام کے اتحاد کو خواہ وہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ خارج از امکان قرار دیتے تھے۔"

(تاریخ پاکستان، صفحہ 347، مطبوعہ، لاہور)

علمائے اہلسنت خصوصا امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی ان کوششوں کو دیکھ کر محمد علی جناح صاحب نے کہا: "میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کو سچا ضرور کرے گا۔" (مجلہ برگ گل، صفحہ 1994، وفاقی اردو کالج، کراچی)

سید اختر حسین علی پوری لکھتے ہیں: ''جب مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی تو قائد اعظم نے بمبئی میں پیر جماعت علی شاہ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائد اعظم کو مبارک باد کا تار دیا۔جوابا انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔'' (سیرت امیر ملت، صفحہ 487، علی پور سیداں)

کیسا دور آگیا ہے کہ لوگوں کو صحیح تاریخ سے اندھا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔وہ سنی علماء جنہوں نے مسلم لیگ کی پوری حمایت کی انہیں غدار کہا جارہا ہے اور خود وہابی جو انگریزوں سے غلامی کا دم بھرتے رہے ہیں وہ مجاہد بن گئے۔تاریخ گواہ ہے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے مسلم لیگ کی کوئی حمایت نہیں کی بلکہ اس کی مخالفت کی۔اخبار ''**انقلاب لاہور**'' میں دیوبندی مولویوں کا حال یوں لکھا ہے: ''کانگریس جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو گالیاں سنائیں ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے۔ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزید سے تشبیہ دی۔''

(اخبار انقلاب لاہور، 15 مارچ 1939ء)

فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ان شاء اللہ اسی کتاب کے کسی مناسب مقام پر تفصیلا لکھا جائے گا کہ کس نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا؟ کس نے کہا تھا کہ پاکستان ایک درندے کی پیدائش ہے؟ پاکستان کو ناپاک ستان کس نے کہا تھا؟

### ہندوستان دار الاسلام ہے

(2) ظہیر صاحب نے دوسرا استدلال ایجنٹ ہونے پر یہ کیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کو دار الاسلام قرار دیا اور جہاد کو فرض قرار نہیں دیا۔گویا کہ ظہیر کے نزدیک ہر وہ عالم انگریزوں کا ایجنٹ ہے جو ہندوستان کو دار الاسلام قرار دے اور جہاد کو فرض قرار نہ دے۔لو اپنے ہی دام میں صیاد آگیا، آئیں دیکھیں! کون کون وہابی مولوی ظہیر کے بقول انگریزوں کا ایجنٹ بن رہا ہے؟ شاہ اسماعیل دہلوی سے کسی نے دوران تقریر انگریزوں سے جہاد کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: ''ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں۔بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔'' (حیات طیبہ، صفحہ 294، مکتبہ فاروقی، دہلی)

محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: ''جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک دار الحرب نہیں کہلاتا۔پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان پر برٹش نے تسلط قائم کیا ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائرِ اسلام کی آزادی رہے، وہ بحکم حالت قدیم دار الاسلام کہلاتا ہے۔''

(الاقتصاد، صفحہ 19، وکٹوریہ پریس)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا بیان ہے: ''علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرمارواہیں (کتنی عزت سے نام لیا جارہا ہے۔) اس وقت سے یہ ملک دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتوی ہے کہ یہ دار الاسلام ہے اور جب یہ ملک دار الاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ؟ بلکہ عزم جہاد

ایسی جگہ گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہر گز روا نہیں ۔جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں ۔''

مزید آگے صفحہ 30 پر لکھتے ہیں:''اسی طرح زمانہ غدر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی،وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔''

(ترجمانِ وہابیہ،صفحہ15، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ،صفحہ405،407،مکتبہ قادریہ لاہور)

## جہاد کی شرائط

یہ عبارتیں اور فتوے وہابیوں کی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں،اب وہابی بتائیں کہ ان کے اکابر کیا تھے مجاہد یا ایجنٹ؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہاد اور دارالاسلام کی تعریف و شرائط ہیں ۔اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی روشنی میں فرمایا کہ ہندوستان پر مسلمانوں نے کئی سالوں سے حکومت کی ہے اور آج بھی اس میں مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے، یہاں جمعہ،عیدین کی نماز ہوتی ہے پھر یہ دارالاسلام کیسے نہ رہا؟ جہاد کے متعلق فرمایا کہ جہاد کی شرائط کتب میں موجود ہیں جس میں ایک شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ (یعنی جنگ جیتنے ) کا یقین ہو،جبکہ ہندوستان میں اگر ایک ہندو یا ایک انگریز کو قتل کیا جائے گا تو وہ کئی مسلمانوں کو قتل کریں گے۔اس لئے آزادی حاصل کی جائے لیکن قتل و غارت گری کر کے نہیں بلکہ شرعی احکام کو سامنے رکھا جائے چنانچہ فقہ حنفی کی روشنی میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:''ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہر گز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلام کے احکام و شعائر مطلقا جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے ۔مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں ۔اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں ۔فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ، وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا، بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرابیضاء کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگر چہ ہنود و مجوس و نصاری ہوں اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت و جبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے والحمد للہ رب العالمین ۔''

(فتاوی رضویہ،جلد14، صفحہ105،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

پھر قرآن و فقہ حنفی کی روشنی میں جہاد کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطین اسلام و عساکر اسلام اصحاب خزائن و اسلحہ و استطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے، قال اللہ تعالیٰ ﴿لا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔۔۔مجتبیٰ و جامع الرموز و ردالمحتار میں ہے "یجب علی الامام ان یبعث سریۃ

الی دارالحرب کل سنة مرة اومرتین وعلی الرعیة الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیه وهذا اذا غلب علی ظنه انه یکافیهم والا فلایباح قتالهم " سلطان اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال ایک یا دوبار دارالحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔ خصوصا ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 446، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤقف کو کئی دلائل سے واضح کیا ہے۔ وہابیوں پر لازم تھا کہ وہ اعلیٰ حضرت کے ان دلائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیتے اور ان دلائل کو غلط ثابت کر کے کہتے کہ اعلیٰ حضرت کا مؤقف غلط ہے۔ جبکہ وہابی ان دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہیں اور زبردستی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے کر خود کو اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مزے کی بات یہ کہ جن وجوہات کی بناء پر اعلی حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے رہے ہیں وہ وجوہات ان کے اپنے نام نہاد اکابر کے فتاوی وکتب میں موجود ہیں جس کی چند ایک جھلکیاں ہم نے اوپر بیان کردیں۔

ہندوستان کے دارالاسلام ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ الگ ہے اور انگریزوں سے آزادی چاہنے یا نہ چاہنے کا مسئلہ الگ ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آزادی چاہتے تھے لیکن آپ یہ فرماتے تھے کہ ایک ہندو مسلمانوں کا لیڈر نہ ہو اور دوسرا یہ نہ کہا جائے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے کہ اس وقت جہاد کی شرائط پوری نہیں ہیں اور یہ ہندوؤں کی سازش ہے کہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھار کر انگریزوں سے شہید کروا دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت کی اسی حکمت عملی کو محمد علی جناح صاحب اور علماء اہل سنت نے اپنایا اور انگریزوں سے بغیر جنگ وجدل کئے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ وہابی کہتے ہیں ہم نے انگریزوں سے جہاد کر کے پاکستان بنایا ہے، ان سے پوچھا جائے کہ آپ کا سپہ سالار کون تھا، کس جگہ آپ کی اور انگریزوں کی جنگ ہوئی اور آپ غالب آگئے اور انگریزوں نے کہا جاؤ وہابیو! اتنی جگہ تمہارا ملک ہے؟ وہابیوں کو اتنا بڑا تاریخی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا سوچنا چاہئے۔

(3) ظہیر صاحب نے جگہ جگہ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ وہابیوں کی تکفیر کرتے تھے۔ لیکن یہ کہیں نہیں لکھتے کہ کیوں کرتے تھے؟ جن باتوں کو اعلیٰ حضرت کفر ٹھہراتے تھے اور اس پر دلائل دیتے تھے، وہابی ان باتوں کو غیر کفر ثابت کریں۔ جب وہابیوں سے اپنے مولویوں کی گستاخیوں پر پردہ نہیں ڈالا جاتا تو مجبوراً میاں مٹھو بن کر کہتے ہیں ہمارے مولویوں کو کافر کہا گیا۔ پھر ان مولویوں کو گستاخوں سے نکال کر مجاہدین میں شامل کر دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ ظاہر کریں کہ ان کی تکفیر مجاہد بننے کے سبب کی گئی ہے اور تکفیر کرنے والے انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ یہ وہابیوں نے خوب ڈرامہ بنایا ہوا ہے۔ پھر ان کی اتنی بھی عقل کام نہیں کرتی کہ جن مولویوں کے جس کفر کو چھپایا جا رہا ہے، وہ آج بھی کتابوں میں موجود ہیں۔ پتہ نہیں وہابی شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم شریعت کی طرح تاریخ میں بھی جو مرضی

کہہ دیں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ قارئین خود سوچیں کہ گستاخوں کی گستاخی کے سبب ان پر جو حکم کفر لگتا ہے وہ لگانا انگریز غلامی ہے یا اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گندے عقائد کی تشہیر کر کے مسلمانوں کے دلوں میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم کم کرنا انگریز غلامی ہے؟

## وہابیوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

باقی جو ظہیر صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمان اعلیٰ حضرت سے بدظن ہو گئے تھے نرا جھوٹ ہے اور جو عبارت پیش کی کہ جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ وہابی بھولے بھالوں کو اعلیٰ حضرت نے مرتد کہا ہے وہ عبارت یوں ہے: ''ان عبارات سے ظاہر ہولیا کہ ان مبتدعین منکرین ضروریاتِ دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول ومقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتیٰ بہ ہے۔ بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکمِ ارتداد ہی جاری کیا جائے گا، نہ ان سے سلطنت اسلام میں معاہدہ دائمہ جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز، نہ جزیہ لینا جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں ان سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز، نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز، نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔'' (فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 130، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی اس عبارت میں صراحت ہے کہ جو شخص چاہے وہ وہابی ہو یا غیر وہابی اگر وہ ضروریات دین کا منکر ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کرتا ہے، آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، قیامت، جنت دوزخ وغیرہ کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اس عبارت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تمام وہابی کافر ہیں؟ پھر یہ کہاں لکھا ہے کہ وہابیہ عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے؟ یہ تو خود وہابی نام نہاد جہادیوں کا قول ہے کہ بریلویوں سے جہاد جائز ہے اور ان کی عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہرگز اعلیٰ حضرت نے تمام وہابیوں کو کافر و مرتد نہیں کہا بلکہ لکھا ہے جو گستاخ رسول ہے وہ کافر ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ کفر تک نہ پہنچی ہو جب تو نکاح میں ان کا شاہد (گواہ) ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہوں تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کر سکتے ہیں اس کی وکالت صحیح ہو جائے گی اگرچہ اس سے میل جول اختلاط حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 11، صفحہ 218، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں! صراحت کے ساتھ فرمایا کہ جب ان کی گمراہی کفر تک پہنچی ہو۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''یہ فرقے اور اسی طرح دیوبندی ونیچری غرض جو بھی ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام، نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انہیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انہیں اپنے سے دور کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **''ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم''** سے بچو، انہیں دور رکھو تا کہ وہ تمہیں نہ گمراہ کریں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔'' (فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 412، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لہٰذا ہر بدمذہب گمراہ ضرور ہے لیکن کافر اس وقت ہو گا جب کسی ضروریات دین کا انکار کرے۔

آخر میں جو ظہیر صاحب نے انگریز رابنس کا قول نقل کیا ہے وہ بھی بغیر دلیل جھوٹ و باطل ہے۔ میری کافی کوشش کے باوجود رابنس کا یہ قول مجھے ملا نہیں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر اس نے کچھ ایسا کہا بھی ہوگا تو صرف اتنا ہی کہا ہوگا کہ احمد رضا خان نے تحریک خلافت کی مخالفت کی یہ نہیں لکھا ہوگا کہ احمد رضا ہمارا آدمی تھا۔ بہر حال تلاش جاری ہے جب یہ مل جائے گا تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں ظہیر صاحب کی یہ تحریف بھی لکھ دی جائے گی۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

103 ﴿ وہابی کا لفظ سب سے پہلے اہل حدیث حضرات کے لئے انگریز نے استعمال کیا تا کہ وہ انہیں بدنام کر سکیں وہابی کا لفظ باغی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ بلاشبہ وہابی انگریز کے باغی تھے۔ ﴾

مترجم صاحب نے اپنی خود ساختہ لغت میں وہابی کا مطلب باغی بنا لیا ہے۔ جبکہ لفظ وہابی ابن عبد الوہاب نجدی کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔ انگریزوں کے چندوں سے پلنے والے اب مجاہد بن گئے ہیں۔

104 اس ثبوت کے لئے ہماری کتاب القادیانیہ ملاحظہ کیجئے۔

105 اس کے لیے ملاحظہ ہو کتب: بریلوی فتوے، تکفیری افسانے، آئینہ صداقت، مقدمہ الشہاب الثاقب، مقدمہ رسائل چاندپوری، فاضل بریلوی، وغیرہ

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 7، جلد 9 صفحہ 194)

106 تذکرہ صادق، از عبد الرحیم

107 ملاحظہ ہو کتاب (Wahabi Trils)

108 انڈین مسلم ص ۳۲

109 تاریخ اہلحدیث کے متعلق ہم ایک مستقل رسالہ تصنیف کریں گے یہ علامہ مرحوم کے مستقبل کے عزائم میں شامل تھا، لیکن بہت سے دوسرے منصوبوں کی طرح یہ بھی نامکمل رہ گیا۔ ''ان اللہ فعال لما یرید''

110 وہابی تحریک ص ۲۹۲

111 تذکرہ صادقہ

112 ایضاً

113 وہابی تحریک، ۳۱۵

114 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب ''بریلویت اور تکفیری افسانے'' علاوہ ازیں ان کتابوں کی طرف رجوع کیجئے: آئینہ صداقت، مقدمہ شہاب ثاقب، مقدمہ رسائل چاندپوری، فاضل بریلوی، از مسعود احمد بریلوی۔

115 ملاحظہ ہو اعلام بان ہندوستان، دار الاسلام ص ۱۹، ۲۰

116 مقدمہ دوام العیش، از مسعود احمد، ص ۱۵

117 ایضاً ص ۱۷

118 دوام العیش، ص ۶۳، مطبوعہ بریلی، ص ۹۵ مطبوعہ لاہور

119 الحسبتہ الموتمنتہ، از احمد رضا، ص ۱۵۵۔

120 مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی یہی فتویٰ تھا۔

121 الحسبتہ الموتمنتہ، ص ۲۱۰۔

122 الحسبتہ الموتمنتہ، ص ۲۰۶

123 ملاحظہ ہو خاتمۃ الکتاب، ص ۲۱۱

124 دوام العیش، ص ۴۶

125 مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

126 مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

127 کتابی دنیا مقالہ حسن نظامی ص ۲، از مقدمہ دوام العیش، ص ۱۸

128 (Indian Muslims) ص ۴۴۳، مطبوعہ کیمرج یونیورسٹی، ۱۹۷۴ء

# فصل: وصال اعلیٰ حضرت

## میرا دین ومذہب

﴿ جناب بریلوی کی موت ذات الجنب کے مرض سے واقع ہوئی۔ مرتے وقت انہوں نے چند وصیتیں کیں جو''وصایا شریف'' کے نام سے ایک رسالے میں شائع ہوئیں۔ احمد رضا خاں صاحب نے مرتے وقت کہا: ''میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔''129 ﴾

ظہیر صاحب ذکرِ وصال کو اس لئے لائے کہ پوری کتاب میں ان کی سیرت کو جھوٹ وتحریفوں سے داغ دار کرنے کی کوشش مکمل ہوسکے اب وصال کو بھی جھوٹ بول کر ایسا ظاہر کروں کہ لوگ مزید متنفر ہوجائیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ذات الجنب کے مرض سے نہیں بلکہ اسہال کے مرض سے ہوا تھا جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت میں مذکور ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ 94، کشمیر انٹرنیشنل، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی وصیت میں فرمایا: ''میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ''اس پر اعتراض کرتے ہوئے وہابی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دین محمدی کو چھوڑ کر اپنے دین پر چلنے کا کہا۔ انہوں نے کوئی نیا مذہب بنایا تھا جس کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت کی۔ جبکہ وہابیوں کا یہ اعتراض کم علمی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی نیا دین نہیں بنایا تھا بلکہ گمراہ لوگوں کے باطل عقیدے کا رَدفرما کر دین محمدی کی تجدید کی تھی اور اس پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا۔ اب وہابیوں کو چیلنج ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے نظریات کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کر کے دکھائیں، اگلے باب میں ظہیر صاحب نے ان عقائد کو غلط ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگایا ہے لیکن کوئی ایسا عقیدہ ثابت نہیں کرسکے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔ لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ ''میرے دین ومذہب پر قائم رہنا'' بالکل جائز ہے۔ لفظ دین سے کوئی نئی شریعت مراد ہونا ضروری نہیں کیونکہ لفظ دین کا ایسا استعمال تو حدیث پاک میں ہوا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی بسند حسن حدیث پاک ہے ((الرجل علی دین خلیلہ، فلینظر أحدکم من یخالل)) آدمی اپنے خاص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر أن یجالس، جلد4، صفحہ 259، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

یہ حدیث امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فتاوی رضویہ میں بھی نقل کی ہے۔ گویا آپ کا یہ فرمانا حدیث پاک کی روشنی میں تھا۔ مشہور رائٹر شیخ محمد اکرام اعلیٰ حضرت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔'' (موج کوثر، صفحہ 70، طبع ہفتم 1966ء)

بلکہ اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ''امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسّی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔''

(شمع توحید، صفحہ 40، مطبوعہ سرگودھا)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا دین کوئی نیا نہیں تھا بلکہ وہی دین تھا جس پر ائمہ کرام، صوفیا کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے جس کا اعتراف خود وہابیوں کے پیشوا امرتسری نے بھی کیا۔

## اعلیٰ حضرت کی بدمذہبوں سے دور رہنے کی نصیحت

﴿ نیز انہوں نے کہا: "پیارے بھائیو! مجھے معلوم نہیں میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں۔ تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں جو تم کو بہکانہ چاہتے ہیں اور فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ مثلاً دیوبندی وغیرہ۔" 130 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیت میں دیگر فرقوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ شیعوں سے بھی بچنے کا کہا تھا چونکہ ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اس لئے پوری وصیت نہیں لکھی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی وصیت میں فرمایا وہ یہ ہے: "تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔ بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں جو تم کو بہکانہ چاہتے ہیں اور فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیریئے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ"

اگر فقیر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کی اس عبارت کی تشریح کرے تو بحمد للہ! کئی صفحے لکھ دے۔ مختصر یہ ہے کہ جتنے بھی گمراہ فرقے آتے ہیں وہ سنیوں ہی کو گمراہ کر کے اپنے فرقے میں لاتے ہیں، آج جتنے بھی گمراہ فرقے ہیں ان سب میں موجود لوگوں کو دیکھ لیں ان کے باپ دادا سنی ہی تھے بلکہ پہلے خود یہ سنی تھے۔ یہی وہابیوں کا حال دیکھ لیں کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں اور ان کے بعد جب تک سنیوں نے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو اپنائے رکھا ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، لوگ انہیں گستاخ سمجھتے ہوئے اپنی مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ پھر جب والدین کی اپنے بچوں کے عقائد کی طرف عدم توجہ ہوئی اور سنی مساجد میں جاہل صلح کلیت کی ماری انتظامیہ بننا شروع ہو گئی تو یہی وہابی مولویوں نے سنیوں کی مساجد میں آکر درس و بیان سے مسلمانوں کے عقائد خراب کر دیئے۔ آج بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لیا جائے تو یہ دین مزید تفرقہ سے بچ سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا گمراہوں سے بچنے کا کہنا عین حدیث پاک کی تعلیم تھا چنانچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدمذہبوں کے متعلق فرماتے ہیں "ایــــــاکــــم و ایــــــاهــــ یفتنونکم" ترجمہ: تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔

(صحیح مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، جلد 1، صفحہ 12، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## ایصالِ ثواب کرنے کی تلقین

﴿ اور وصیت کے آخر میں کہا: "اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا

کریں، دودھ کا برف خانہ ساز، اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، اردکی پھریری، دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اور روزانہ ایک چیز ہو سکے، یوں کیا کرو یا جیسے مناسب جانو۔۔۔''

پھر حاشیے میں درج ہے: دودھ کا برف، دوبارہ پھر بتایا، چھوٹے مولانا نے عرض کیا: اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں! فرمایا: پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے میرا رب صرف برف ہی عطا فرمائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب دفن کے وقت بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساتھ لے آئے۔ 131 ﴾

یہاں ظہیر صاحب اس وصیت پر اعتراض کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری وصیت پڑھ لیں اس میں کیا شرعی قباحت ہے، آپ نے مرغوب کھانوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا کہ اللہ عزوجل کی راہ میں وہ چیز صدقہ کرنا چاہئے جو اچھی ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 92)

## اعلیٰ حضرت کے جنازے پر مسلمانوں کی تعداد

﴿ بریلوی مکتب فکر کے اعلیٰ حضرت کی وفات 25 صفر 1340ھ بمطابق 1921ء 68 برس کی عمر میں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب بریلوی کا جنازہ قابل ذکر حاضری سے محروم تھا۔ بہر حال ہم اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے کیونکہ بغیر دلیل کے کوئی حکم لگانا ہم اپنے اسلوب تحریر کے منافی تصور کرتے ہیں۔ تاہم قرائن وشواہد سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ عوام ان کی تلخ لسانی، بات بات پر تکفیر کے فتووں اور انگریز کی عدم مخالفت کی وجہ سے ان سے متنفر ہو گئے تھے۔ 132

اس بات کا اعتراف ایک بریلوی مصنف نے بھی کیا ہے کہ مسلمان امام احمد رضا سے متنفر ہو گئے تھے۔ نیز ان کے مرید ومعتقد بھی اختلاف خلافت کے سبب ان سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ ویسے بھی بریلویت کے پیروکار چونکہ اپنے امام ومجدد کے بارے میں بہت زیادہ غلو ومبالغہ کے عادی ہیں اگر جنازے کی حاضری کسی عام عالم دین کے جنازے کے برابر بھی ہوتی تو ان کی تصانیف اس سلسلے میں مبالغہ آمیز دعووں سے بھری ہوتیں۔۔۔۔۔ جب کہ انہوں نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ البتہ بریلوی قوم حاضری کے علاوہ ان کے جنازے کے بارے میں دوسرے چند ایک مبالغوں سے باز نہیں آئی۔ ﴾

یہ ظہیر صاحب کا مسلسل جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے لوگ متنفر ہو گئے تھے، جگہ جگہ اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے جھوٹے حوالے دیتے جا رہے ہیں۔ ان دیئے گئے حوالوں میں ہرگز ایسا نہیں لکھا ہوا۔ جہاں تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں لوگوں کی شرکت کا تعلق ہے تو سید الطاف علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نمازِ جنازہ کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلّہ سوداگراں سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلہ پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عید

گاہ، جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے، لے جائی گئی۔ اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی، لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم ازکم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔۔۔اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا۔"

(جہان رضا، صفحہ 113، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 277، مکتبہ قادریہ لاہور)

اتنے جھوٹ و بہتان باندھنے کے باوجود ظہیر صاحب ایک اور جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں: "بغیر دلیل کے کوئی حکم لگانا ہم اپنے اسلوب تحریر کے منافی تصور کرتے ہیں۔" اس طرح کے لچھے دار بیان عوام کو بہکانے کے لئے ہوتے ہیں مگر ظہیر کو معلوم نہیں کہ عوام کو اعلیٰ حضرت جیسی شخصیت سے بہکانا کوئی آسان کام نہیں۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

129 وصایا شریف، ص 10، ترتیب حسنین رضا مطبوعہ ہند

130 اعلیٰ حضرت بریلوی، از بستوی، ص 105

131 بستوی، 9، 10

132 بستوی، ص 111

133 مقدمہ دوام العیش، از مسعود احمد ص 18

134 ایضاً

# فصل: شانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو علمائے کرام نے اپنے تاثرات دیئے، ظہیر صاحب اسے مبالغہ آرائی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

## فرشتوں کا مومن کے جنازہ میں شرکت کرنا اور جنازہ اٹھانا

﴿ ایک صاحب لکھتے ہیں:''جب جناب احمد رضا صاحب کا جنازہ اٹھایا گیا تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ اسے فرشتوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔''135 ﴾

اس میں کونسی بات خلاف شرع ہے؟ کیا ملائکہ کا کسی عالم دین، ولی اللہ کے جنازے میں شریک ہونا، اسے اٹھانا حدیث پاک میں ناممکن فرمایا گیا ہے۔ بلکہ حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہے کہ ملائکہ ہر مومن کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث ہے "عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ناسا ركبانا على دوابهم في جنازة، فقال ((ألا تستحيون أن ملائكة الله يمشون على أقدامهم، وأنتم ركبان))" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی سواریوں پر سوار ہیں، آپ نے فرمایا تم کو حیا نہیں آتی کہ ملائکہ پیدل چل رہے ہیں اور تم سوار ہو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز،باب ماجاء فی شهود الجنائز،جلد1، صفحہ 475، دار إحياء الكتب العربية،الحلبي)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں "وهذا الحديث يدل على أن الملائكة تحضر الجنازة والظاهر أن ذلك عام مع المسلمين بالرحمة ومع الكفار باللعنة" ترجمہ: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ فرشتے ہر مسلمان کے جنازے میں بطور رحمت شریک ہوتے ہیں اور کافر کے جنازے میں لعنت بھیجتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔

(شرح سنن ابن ماجہ، صفحہ 106، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جہاں تک فرشتوں کا کسی نیک ہستی کا جنازہ اٹھانے کا تعلق ہے تو یہ بھی ثابت ہے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے "عن أنس بن مالك قال لما حملت جنازة سعد بن معاذ قال المنافقون ما أخف جنازته وذلك لحكمه في بني قريظة فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال ((إن الملائكة كانت تحمله))" انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے کہا کہ سعد نے جو بنو قریظہ کے خلاف فیصلہ کیا تھا اس کے سبب ان کا جنازہ ہلکا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ان کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔

(سنن الترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جلد5،صفحہ690، مصطفی البابی، مصر)

## نبی کریم ﷺ کو کسی عاشق کے وصال کا علم ہونا

﴿ بستوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا کی وفات کے بعد ایک عرب بزرگ تشریف لائے، انہوں نے کہا25 صفر المظفر 1340ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی! خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں۔لیکن مجلس پر ایک سکوت طاری ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے۔میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا (فداك ابی وامی) کس کا انتظار ہے؟فرمایا: احمد رضا کا انتظار ہے۔میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں؟فرمایا: ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔میں ہندوستان آیا اور بریلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے اور وہی 25 صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔136 ﴾

اس میں بھی کیا خلاف شرع بات ہے؟ کیا قبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوتی؟ کیا یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم کو پتہ چل جائے کہ میرا کونسا عاشق دنیا سے رخصت ہوکر ہمارے پاس آنے والا ہے؟ ایسے کثیر واقعات اس پر دلیل ہیں۔امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح ارشاد الساری کے شروع میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں"قال عبد الواحد بن آدم الطواویسی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و معہ جماعۃ من اصحابہ وھو واقف فی موضع فسلمت علیہ فردّ علیّ السلام فقلت ما وقوفك ھنا یا رسول اللہ ؟ قال انتظر محمد بن اسماعیل،قال فلما کان بعد ایام بلغنی موتہ فنظرت فاذا ھو فی الساعۃ التی رایت فیھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولما ظھرامرہ بعد وفاتہ خرج بعض مخالفیہ الی قبرہ واظھروا التوبۃ والندامۃ" ترجمہ:حضرت عبد الواحد آدم طواویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کو ایک جگہ کھڑے دیکھا۔میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور عرض کی یارسول اللہ! آپ کس لئے کھڑے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاری) کا انتظار کررہا ہوں۔کچھ دنوں بعد مجھے امام بخاری کے وصال کا علم ہوا، میں نے جب غور کیا تو یہ اسی دن فوت ہوئے تھے جس دن مجھے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی تھی۔جب یہ بات امام بخاری کے مخالفین کو پہنچی تو وہ ان کی قبر پر آئے اور توبہ اور ندامت کا اظہار کیا۔

(ارشاد الساری، جلد1، صفحہ56، دار الفکر، بیروت)

بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو خواب میں آکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیبی خبر دی کہ آج تم اپنا روزہ ہمارے پاس آکر کھولو گے۔امام بخاری کے استاد محترم حضرت ابن شیبہ روایت کرتے ہیں"عن أم ھلال بنت وكیع، عن امرأة عثمان قالت أغفى عثمان فلما استیقظ قال إن القوم یقتلوننی ، قلت كلا یا أمیر المؤمنین، قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وأبا بكر، وعمر ، قال قالوا: ((أفطر عندنا اللیلة)قالوا ((إنك تفطر عندنا اللیلة))حضرت ام ہلال بنت وکیع حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلکی نیند سوئے اور جب نیند سے جاگے تو فرمایا

مجھے لوگ قتل کر دینگے۔ آپ کی زوجہ نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ آج تم رات ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الایمان، ما ذکر عن عثمان، رضی اللہ عنہ فی الرؤیا، جلد6، صفحہ181، مکتبۃ الرشد، الریاض)

﴾ بارگاہ رسالت میں بریلوی حضرات نے اپنے امام کی مقبولیت کو ثابت کرنے کے لیے جن من گھڑت واقعات اور دعووں کا سہارا لیا ہے ان میں سے ایک "وصایا شریف" میں بھی درج ہے وہ (یعنی احمد رضا) آپ کی خوشبوؤں سے بسے ہوئے سدھارے۔137

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احمد رضا کو غسل دینے کے لیے خصوصی طور پر آب زمزم اور عطر کسی حاجی کے ہاتھ ارسال کیا تا کہ احمد رضا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت مدینہ منورہ کی خوشبو سے معطر ہوں۔ العیاذ باللہ۔ ﴿

وصایا شریف کی اصل عبارت یہ ہے: "عین وقت غسل ایک حاجی صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ سے ملنے تشریف لائے انہیں یہاں آکر وصال شریف کی خبر ہوئی، تحفہ میں زم زم شریف اور مدینہ طیبہ کا عطر اور دیگر تبرکات ساتھ لائے تھے۔ زم زم شریف میں کافور تر کیا گیا اور خلعت رخصت میں لگا دیا گیا۔ تاجدار مدینہ کے قربان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ طیبہ سے سرکاری عطائیں عین وقت پر پہنچیں وصال محبوب کے لئے وہ ان کی خوشبوؤں سے بسے ہوئے سدھارے۔" (وصایا شریف، صفحہ28)

ظہیر صاحب کی نقل کردہ عبارت اور اصل عبارت میں فرق نمایاں ہے۔ حضور علیہ السلام کی عطائیں انہی عاشقوں پر ہوتی ہے جو عطاؤں کو ماننے والے ہیں، وہابی عطاؤں کے منکر ہیں اور رہیں گے۔

﴾ اگر مبالغات کا ذکر شروع ہو ہی گیا ہے تو مناسب ہے کہ چند مزید مبالغہ آمیز اقوال ذکر کر دیئے جائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی پر مبنی کسی بریلوی کا قول ہے: "میں نے بعض مشائخ کو کہتے سنا ہے: امام احمد رضا کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا۔"138 ﴿

اس اعتراض کا پہلے بھی جواب دیا گیا ہے لیکن ظہیر صاحب کا حافظہ کمزور لگتا ہے جو ایک اعتراض بار بار ذکر کرتے ہیں۔ پہلے اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ عبارت تحریف شدہ ہے۔ اصل عبارت یوں تھی: "امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقوی کا مکمل نمونہ تھے۔"

(البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ112، مکتبہ قادریہ لاہور)

﴾ گزشتہ دو صدی کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آتا۔139

ایک اور بریلوی مصنف ارشاد کرتے ہیں: "آپ کی علمی جلالت اور علمی کمال کی کوئی نظیر نہیں۔ امام احمد رضا صاحب اپنے علم اور اصابت رائے میں منفرد تھے۔"140

اور: "امام احمد رضا صاحب نے دین کی تعلیمات کو از سر نو زندہ کیا۔"141

فتاویٰ رضویہ میں ہزارہا مسائل (142) ایسے ہیں جن سے علماء کے کان بھی آشنا نہیں۔143

اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ فتاوی رضویہ کو دیکھ لیتے تو اس کے مؤلف کو اپنے جملہ اصحاب میں شامل فرما لیتے۔144

ایک دوسرے بریلوی مصنف کا کہنا ہے: "امام احمد رضا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے۔"145

ایک اور بریلوی مصنف مبالغہ آراء ہیں: "امام احمد رضا کے دماغ میں امام ابوحنیفہ کی مجتہدانہ ذہانت ابوبکر رازی کی عقل اور قاضی خاں کا حافظہ تھا۔"146 ﷺ

## شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے اعلیٰ حضرت کے متعلق تاثرات

کیا یہ ناممکن ہے؟ کئی بزرگان دین کے علم وعمل کے متعلق علمائے اسلاف نے ایسے الفاظ فرمائے ہیں۔ اگر اس پر لکھنے بیٹھیں تو کئی صفحے بھر جائیں، صرف ایک شخصیت کا حوالہ کافی ہے جسے وہابی بھی مانتے ہیں چنانچہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال صاحب امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی شان میں فرماتے ہیں: "وہ (امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاوٰی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک وہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔"

(مقالات یوم رضا، جلد3 صفحہ 10، مطبوعہ لاہور)

## اعلیٰ حضرت صحابہ کرام کے مظہر

ﷺ بریلوی حضرات نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے امام ومجدد کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق ٹھہراتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے لکھا ہے: "امام احمد رضا حق میں صدیق اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر، رحم وکرم میں ذوالنورین کی تصویر اور باطل شکنی میں حیدری شمشیر تھے۔" معاذ اللہ۔147 ﷺ

ظہیر صاحب جو زبردستی اسے توہین قرار دے رہے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں مظہر کا معنی ہی پتہ نہیں۔ یہاں مظہر کا معنی معاذ اللہ برابری نہیں بلکہ عکس ہے۔ مسند احمد میں ہے "عن جابر بن عبد الله قال لما أراد رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يخلف عليا، قال قال له علي ما يقول الناس في إذا خلفتني؟ قال فقال **((أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى؟ إلا أنه ليس بعدي نبي))** "ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی نے عرض کی جب آپ مجھے پیچھے چھوڑ جائیں گے تو لوگ

کیا کہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے ایسے ہی ہوں جیسے موسی علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام تھے۔مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل،مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ،جلد23،صفحہ9،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

اب کیا یہاں حضرت علی المرتضی کی حضرت ہارون علیہ السلام سے برابر پائی جارہی ہے؟ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لن یخلو الارض من ثلثین مثل ابراهیم بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون" خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے،انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جاتی ہے اور انہیں کے سبب رزق دیا جاتا ہے اور انہیں کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ (کنزالعمال بحوالہ حب فی تاریخہ،جلد12،صفحہ342،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

تحفہ اثناء عشریہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رب تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا مظہر کہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:''ابوبکر مظہر صفتِ الٰہی تھے۔لہٰذا ان کی شان میں فرمایا ((ارحم امتی بامتی ابوب امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں۔پس کام مسلمانوں کا کہ موردِ رحمت الٰہی ہیں،اس کو ان کے حوالہ کیا اور علی مرتضی کہ شیرِ خدا مظہر جلال وقہر الٰہی تھے کافر کشی شیوہ ان کا تھا۔'' (تحفہ اثناء عشریہ(مترجم)،صفحہ567،انجمن تحفظ ناموس اسلام،کراچی)

## ولی کی کرامت معجزہ نبی سے ہے

> اس پر بھی مستزاد:''اعلیٰ حضرت معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک معجزہ تھے۔''148
>
> قارئین کو علم ہونا چاہئے کہ معجزہ اس خرقِ عادت شے کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی علیہ السلام کے ہاتھوں پر صادر ہو۔اب یہ بریلوی حضرات ہی بتاسکتے ہیں کہ کیا احمد رضا کی ذات کی پیدائش یا ان کی صفات اور خصائل خلافِ عادت تھیں؟ اور پھر چودھویں صدی میں ان کا وجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کیسے ہوسکتا ہے؟

شرعی طور پر ایسا کہنا بالکل جائز ہے کہ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے۔ولی اللہ کی کرامت کے متعلق صراحت ہے کہ یہ کرامت نبی علیہ السلام کا معجزہ ہوتی ہے۔ردالمحتار میں ہے "جواب عن قول المعتزلة المنكرين الكرامات للأولياء،لأنها لو ظهرت لاشتبهت بالمعجزة فلم يتميز النبي من غيره .والجواب أن المعجزة لا بد أن تكون ممن يدعي الرسالة تصديقا لدعواه، والولي لا بد من أن يكون تابعا لنبي وتكون كرامته معجزة لنبيه، لأنه لا يكون وليا ما لم يكن محقا في ديانته واتباعه لنبيه'' ترجمہ:معتزلہ منکرین کراماتِ اولیاء جو دلیل بناتے ہیں کہ اگر کرامات ظاہر ہوجائیں تو معجزہ میں شبہ ہوجائے گا اور نبی اور غیر نبی میں تمیز نہیں رہے گی۔اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کہ وہ مدعی رسالت سے اس کی تصدیق کیلئے ظاہر ہو اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے تابع ہو اور اس کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔اس لئے کہ ولی اس وقت تک ولی نہیں ہوسکتا جب تک وہ دیندار اور نبی علیہ السلام کا فرمانبردار نہ ہو۔

(ردالمحتار،کتاب الطلاق،فصل فی ثبوت النسب،جلد3،صفحہ551،دارالفکر،بیروت)

وہابی مولوی سعید بن علی بن وہب القحطانی اپنی کتاب "فقہ الدعوۃ فی صحیح الإمام البخاری" میں لکھتا ہے "قد جزم الإمام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ أن کرامات الأولیاء من معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأوضح أن الآیات الدالۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ترجمہ: ابن تیمیہ نے تاکید کی کہ کرامات اولیاء معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔ اور یہ واضح کیا کہ یہ کرامات نبوت محمدی پر دلیل ہیں۔

(فقہ الدعوۃ فی صحیح الإمام البخاری، جلد1، صفحہ768، الرئاسۃ العامۃ لإدارات البحوث العلمیۃ والإفتاء والدعوۃ والإرشاد)

جس طرح ولی اللہ کی کرامت کو نبی کا معجزہ کہہ سکتے ہیں، اسی طرح ولی اللہ کو بھی نبی علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ ولی اللہ اپنے اخلاق و کردار سے نبی علیہ السلام کا مطیع ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور نبی کی ذات خود سراپا معجزہ ہوتی ہے۔

## اللہ عزوجل کی حجت سے کیا مراد ہے؟

﴾ جناب بریلوی کے اس معتقد نے تو انہیں معجزہ ہی کہا تھا۔ ان کے ایک اور پیروکار نے تو انہیں واجب الاطاعت نبی کے مقام پر فائز قرار دے دیا۔ وہ کہتے ہیں: "اعلیٰ حضرت زمین میں اللہ تعالیٰ کی حجت تھے۔"149

اب ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی حجت تو نبی کی ذات ہی ہوتی ہے۔ بریلوی حضرات سمجھنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر جناب خاں صاحب کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، ان کی بات کو ٹھکرایا گیا اور ان کی اتباع اور اطاعت سے انکار کیا گیا تو یہ رب کائنات کی طرف سے پیش کی جانے والی دلیل و حجت کو ٹھکرانے کے مترادف ہوگا۔

ان تمام مبالغہ آمیز دعووں سے ثابت ہوتا ہے کہ خاں صاحب بریلوی کے متبعین ان کی ذات کو مقدس قرار دینے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ ہم گزشتہ صفحات میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ بریلوی حضرات اپنے مجدد اعلیٰ حضرت کو غلطیوں سے مبرا اور معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ اور بلاشبہ عصمت انبیائے کرام علیہ السلام کی خاصیت ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی امتی کو معصوم سمجھنا ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سوء الاعتقادی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ﴿

ہم اللہ عزوجل سے یہی دعا مانگتے ہیں جو ظہیر و مترجم نے لکھی (اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سوء الاعتقادی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔) مگر لگتا ہے ظہیر صاحب اور مترجم نے یہ دعا فقط لکھی ہے دل سے مانگی نہیں کہ اگر واقعی یہ دعا مانگتے تو اس طرح کی جاہلانہ روش اختیار نہ کرتے۔

بہرکیف یہ تحریر ظہیر و مترجم کی کم علمی اور شدت پسندی کی عکاسی کرتی ہے۔ ظہیر صاحب کو "حجۃ اللہ" کے معنی کا پتہ ہی نہیں۔ انہوں نے پتہ نہیں کہاں سے پڑھ لیا ہے کہ اللہ کی حجت صرف نبی علیہ السلام کی ذات ہوتی ہے جبکہ کتب حدیث مثل سنن الدارمی، شعب الایمان، مصنف ابن ابی شیبہ میں احادیث ہیں "عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((العلم علمان علم فی القلب فذاک العلم النافع وعلم علی اللسان فذاک حجۃ اللہ علی عبادہ)) "حسن سے مروی رسول اللہ نے فرمایا: علم دو طرح کا

ہے۔ایک علم قلب ہے جو علم نافع ہے اور ایک علم لسان ہے جو اللہ عزوجل کی حجت ہے لوگوں پر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزہد جلد7، صفحہ82، مکتبۃ الرشد، الریاض)

دیکھیں! صراحۃً حدیث نبوی میں علم کو حجۃ اللہ کہا گیا۔دراصل حجت کا مطلب دلیل ہے۔جس طرح قرآن، حدیث، انبیاء علیہم السلام حجۃ اللہ ہیں، اسی طرح صحابہ کرام، تابعین، صوفیا کرام اور علمائے کرام بھی حجۃ اللہ ہیں کہ یہ قرآن وحدیث کے احکام لوگوں تک پہنچانے والے، لوگوں کو شریعت پر چلانے والے ہوتے ہیں۔امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ "تلبیس ابلیس" میں فرماتے ہیں "أن سهل بن عبد الله يقول أنا حجة الله على الخلق فاجتمعوا عنده فأقبل عليه الزبيرى فقال له بلغنا أنك قلت أنا حجة الله على الخلق فبماذا أنبى أنت أصديق أنت قال سهل لم أذهب حيث تظن ولكن إنما قلت هذا هذا لأخدى الحلال" ترجمہ: حضرت سہل بن عبداللہ نے کہا میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت ہوں۔لوگ ان کے پاس جمع ہوئے اور زبیری نے ان سے پوچھا ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت ہوں تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کیا آپ نبی ہیں یا صدیق ہیں؟ حضرت سہل نے کہا کہ آپ جیسا گمان رکھتے ہیں میں ایسا نہیں ہوں۔میں نے یہ اس لئے کہا کہ میں حلال کو اپناتا ہوں۔

(تلبیس ابلیس، صفحہ185، دار الفکر، بیروت)

کئی کتب میں علمائے کرام کو حجۃ اللہ کہا گیا ہے۔شرف المصطفی میں عبد الملک بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (المتوفی 407) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "قال أبو العباس الزاهد كان أبو على فى عصره حجة الله على خلقه" ترجمہ: حضرت ابو العباس زاہد نے فرمایا کہ ابو علی اپنے دور میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت تھے۔ (شرف المصطفی، جلد5، صفحہ284، دار البشائر الإسلامیۃ، مکہ)

خود وہابی مولوی سخاوت علی جونپوری نے نذیر حسین دہلوی کو حجۃ اللہ علی العالمین کہتے ہوئے لکھتے ہیں: "تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العالمین مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم۔"

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ523، مکتبہ شعیبہ کراچی)

نواب صدیق حسن خاں کی تعریف میں وہابی مولوی عبد الباری سہوانی لکھتا ہے:۔

هو حجة لله قاهرة     هو بيننا اعجوبة الدهر

هو اية فى الخلق ظاهرة     انواره اربت على الفجر

اس کے باوجود یہ تصریح کرتے ہیں "وثنائى هذا عليه ليس من المبالغة فى شى ء" ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کی حجت قاہرہ ہیں، وہ ہمارے درمیان زمانے کا عجوبہ ہیں، وہ مخلوق میں آیت ظاہرہ ہیں، جس کے انوار صبح صادق سے زیادہ ہیں۔اس میں کچھ مبالغہ نہیں۔"

(خاتمہ ابجد العلوم جلد3، صفحہ294، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ282، مکتبہ قادریہ لاہور)

## اعلیٰ حضرت کا گرتے والا واقعہ

﴿ گزشتہ غلو آمیز دعووں کے علاوہ چند اور مبالغات کا ذکر کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ساڑھے

تین برس کی عمر میں جناب احمد رضا ایک بازار سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے صرف ایک بڑا سا کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا، سامنے سے طوائفیں آ رہی تھیں، انہوں نے اپنا کرتہ اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں۔ طوائفوں نے کہا: ''واہ منے میاں! آنکھیں تو چھپالیں مگر ستر ننگا کردیا۔'' ساڑھے تین برس کی عمر میں بریلویت کے موسس نے جواب دیا: ''جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔''150

اب ان سے کوئی پوچھے کہ ساڑھے تین برس کی عمر میں خاں صاحب کو کیسے علم ہوگیا کہ آنے والی طوائفیں ہیں؟ اور پھر جس بچے نے ابھی ستر ڈھانپنا شروع نہ کیا ہو اسے نظر اور دل کے بہکنے سے ستر کے بہکنے کا جنسی راز کیسے معلوم ہوگیا؟ لیکن جھوٹ بولنے کے لیے عقل وخرد کا ہونا تو ضروری نہیں۔ ﴿﴾

## اعلیٰ حضرت کے حکمت بھرے الفاظ پر اعتراض کا جواب

بڑا تعجب ہوا کہ ظہیر صاحب کو یہ معلوم ہے کہ جھوٹ بولنے کے لیے عقل وخرد کا ہونا ضروری نہیں۔ بہرکیف جہاں تک طوائف کے علم کا مسئلہ ہے تو یہ کوئی بعید نہیں، جس نے یہ واقعہ بتایا ہے ہوسکتا ہے وہ جانتا ہو کہ یہ عورتیں طوائفیں ہیں جیسا کہ گلی محلے کی بدکار عورتوں کے متعلق لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ پھر بچپن میں ایسی حکمت بھری بات ہونا بھی ناممکن نہیں، احادیث میں تو چند ماہ کے بچوں کا حکمت بھرا کلام ثابت ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے واقعہ میں وہاں موجود چھوٹے بچے نے فیصلہ کیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے ﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا۔ (سورۂ یوسف، سورۃ12، آیت26)

اس آیت کی تفسیر میں کئی مفسرین خصوصا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''وقال العوفی عن ابن عباس فی قولہ (وشهد شاهد من أهلها) قال کان صبیا فی المهد وكذا روی عن أبی هريرة، وهلال بن يساف، والحسن، وسعيد بن جبير والضحاك بن مزاحم: أنه كان صبيا فی الدار واختاره ابن جرير وقد ورد فيه حديث مرفوع فقال ابن جرير: حدثنا الحسن بن محمد، حدثنا عفان، حدثنا حماد هو ابن سلمة أخبرنی عطاء بن السائب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال تكلم أربعة وهم صغار فذكر فيهم شاهد يوسف'' یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پاک کی اس آیت: ''اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔'' کی تفسیر میں فرمایا وہ گواہ جھولے میں پڑا بچہ تھا۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ، ہلال بن یساف، حسن، سعید بن جبیر اور ضحاک بن مزاحم رحمھم اللہ سے مروی ہے کہ وہ اس گھر کا ایک بچہ تھا اور ابن جریر نے اسے اختیار کیا ہے۔ اس پر مرفوع حدیث وارد ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ چار بچوں نے بہت چھوٹی عمر میں کلام کیا ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ کا تذکرہ بھی

کیا۔ (تفسیر القرآن العظیم،فی تفسیر،سورۃ یوسف،سورۃ12،آیت 26،جلد4،صفحہ 383،دار طیبہ)

جب جھولے میں پڑا بچہ رب تعالیٰ کی عطا سے حکمت والا کلام بول سکتا ہے تو ساڑھے تین سال کے بچے کا ایسے حکمت بھرے الفاظ بولنا کیسے ناممکن ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ کو ایک چھوٹے بچے نے جواب دیا کہ میں پھسلوں گا تو کچھ نہیں ہوگا، آپ پھسلیں گے تو امت پھسل جائے گی۔ اس طرح کے کثیر واقعات ہیں فقط ایک واقعہ روض الریاحین کا پیش خدمت ہے: "شہر بصرہ کی ایک گلی میں بچے اخروٹ اور بادام سے باہم کھیل رہے تھے۔حضرت بہلول دانا مجذوب کا گزر ہوا۔انہوں نے دیکھا تھوڑی دوری پر ایک کمسن بچہ تنہا کھڑا ہے چہرے پر حزن وغم کے آثار ہیں اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔حضرت بہلول: میاں صاحبزادے! آپ شاید اس لئے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کھیلنے کو اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔آیئے میں آپ کے لئے اخروٹ فراہم کردوں۔بچہ: جناب! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟ حضرت بہلول: پھر کس کام کے لئے پیدا ہوئے؟ بچہ: ہم تو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ علم حاصل کریں اور رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔حضرت بہلول: رب تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے آپ کو اس مختصر سی عمر میں یہ علم کہاں سے ملا؟ بچہ: رب تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا ہے اور تم پلٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے۔

حضرت بہلول: آپ تو مجھے صاحب عقل دکھائی دیتے ہیں، ذرا مجھے کوئی نصیحت کریں۔بچہ: دنیا محو سفر ہے نہ یہ کسی کے لئے رہے گی اور نہ کوئی دنیا میں رہے گا۔انسان کے لئے اس عالم میں حیات وموت ان دو تیز گھوڑوں کی طرح ہیں جو آگے پیچھے دوڑتے ہیں۔اے وارفتہ دنیا! دنیا کو ترک کر اور اسی میں آخرت کے لئے زادِ سفر بنا۔صاحبزادہ نے آسمان کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ان کے نورانی رخساروں پر آنکھوں سے آنسو یاقوت کی طرح رلنے لگے اور مناجات زبان پر جاری ہوگئیں۔مناجات کے اشعار نہایت پراثر اور رقت انگیز تھے۔اس کے بعد بے ہوش ہوکر گر پڑے۔حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرشتہ صورت کو خاک پر گرا دیکھا تو فوراً سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔گرد وغبار آستین سے صاف کرنے لگے کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولیں خوف خدا نے ان کے رخسار وجسم کو پیلا کردیا تھا۔

حضرت بہلول: صاحبزادہ بلند اقبال! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ آپ تو ابھی کمسن بچے ہیں گناہوں اور بدکاریوں کی سیاہی سے آپ کا دامن اعمال بالکل صاف ہے پھر اتنی فکرمندی کیوں؟ بچہ: مجھے اپنے حال پر چھوڑیئے میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ جب چولہا جلاتی ہیں تو بڑی لکڑیوں میں یک بیک آگ نہیں لگاتیں بلکہ پہلے گھاس پھوس اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جلاتی ہیں اس کے بعد بڑی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ جہنم کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کے طور پر استعمال ہونے والوں میں کہیں میرا ابھی نام نہ ہو۔حضرت بہلول: اے خشیت کے پیکر صاحبزادے! آپ تو عقل وفراست میں کمال رکھتے ہیں مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔بچہ: حیف میں غفلت میں سرمست اور موت پیچھے لگی ہے، آج نہیں تو کل جانا یقینی ہے۔اس دنیا میں اگر جسم کو خوبصورت، بیش قیمت اور ملائم لباس سے چھپایا تو کیا حاصل آخر تو اسے ایک دن خاک ہونا ہے اور قبر میں خاک ہی کا بستر اور خاک ہی کی چادر ہوگی۔وہاں سارا حسن وجمال زائل ہو

جائے گا۔ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان بھی نہیں رہے گا۔افسوس عمر گزر گئی اور کچھ حاصل نہ کیا۔سفر کیلئے کوئی زادِ سفر نہ کیا۔مجھے اپنے مالک حقیقی اور احکم الحاکمین کے حضور اس انداز میں حاضر ہونا ہے کہ گناہوں کی گٹھڑی سر پر ہوگی۔دنیا میں رہ کر چھپ کر جو گناہ کئے وہاں سب ظاہر ہوں گے۔دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عقاب وعتاب سے بےخوف ہو کر گناہ نہیں کئے بلکہ اس کی رحمت وکرم پر بھروسہ کرکے،اب وہ ارحم الراحمین اگر عدل کرے تو عذاب دے اور اگر فضل کرے تو معاف کرے سب اسی کے احسان وکرم پر ہے۔نورانی پیشانی والے کمسن صاحبزادے کا دل ہلا دینے والا وعظ سن کر حضرت بہلول دانا بیخود ہو گئے۔خوف وہراس سے جسم کانپنے لگا اور بےہوش ہو گئے۔جب ہوش آیا تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔حضرت بہلول کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس گئے اور انہیں تلاش کیا۔بچوں نے بتایا۔جناب عالی! آپ جس بچے کی بابت پوچھ رہے ہیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چمن کا پھول،گلشن مرتضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہار،بوستان فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشبو ہے۔شہزادہ گلگوں قبا شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا چراغ ہے۔حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یقیناً ایسا پھل ایسے ہی درخت پر ہوسکتا ہے۔'' (روض الریاحین فی حکایات الصالحین،صفحہ 137تا139،رضا پبلیکیشنز،لاہور)

## اعلیٰ حضرت کے متعلق علماء کے تاثرات

بریلوی حضرات کہتے ہیں: ''امام احمد رضا کے علمی دبدبے سے یورپ کے سائنسدان اور ایشیا کے فلاسفر لرزتے رہے۔'' 151 نیز: ''اعلیٰ حضرت کو خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ برس کی کتابیں حفظ تھیں ان کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لیے اہل لغت لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔'' 152 نیز: ''اعلیٰ حضرت جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو انہیں مسجد خیف میں مغفرت کی بشارت دی گئی۔'' 153

بریلوی شاعر ایوب علی رضوی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے:۔

اندھوں کو بینا کردیا بہروں کو شنوا کردیا — دین نبی زندہ کیا یا سیدی احمد رضا
امراض روحانی و نفسانی امت کے لیے — در ہے تیرا دارالشفاء یا سیدی احمد رضا
یا سیدی یا مرشدی یا مالکی یا شافعی — اے دستگیر راہنما یا سیدی احمد رضا
جب جان کنی کا وقت ہو اور رہزنی شیطاں کرے — حملہ سے اس کے لے بچا یا سیدی احمد رضا
احمد کا سایہ غوث پر اور تجھ پر سایہ غوث کا — اور ہم پہ ہے سایہ تیرا یا سیدی احمد رضا
احمد پہ ہو رب کی رضا احمد کی ہو تجھ پر رضا — اور ہم پہ ہو تیری رضا یا سیدی احمد رضا 154

ان کے ایک اور شاعر ہرزہ سرا ہیں:۔

خلق کے حاجت روا احمد رضا — ہے میرا مشکل کشا احمد رضا
کون دیتا ہے مجھ کو کس نے دیا؟ — جو دیا تم نے دیا احمد رضا
دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا — ہاں مدد فرما شاہ احمد رضا

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش　　اپنے دامن میں چھپا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے　　جام کوثر کا پلا احمد رضا
قبر ونشر وحشر میں تو ساتھ دے　　ہو میرا مشکل کشا احمد رضا
تو ہے داتا اور میں منگتا ترا　　میں ترا ہوں اور تو مرا احمد رضا155

یہ تو ہیں جناب بریلوی اوران کے پیروکار! اور یہ ہیں ان کی پھیلائی ہوئی تعلیمات! غلومبالغہ آمیزی میں اس قوم کی کوئی نظیر نہیں، ہرآنے والا جانے والے کواس طرح کی شرکیہ خرافات سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوانظرآتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کوراہ راست پرآنے کی توفیق عطافرمائے۔ ﷺ

ظہیر کے آخری دعائیہ جملے "اللہ تعالیٰ اس قوم کوراہ راست پرآنے کی توفیق عطافرمائے" اچھے ہیں، دعا اچھی ہے مگر افسوس ہم ظہیر کے لئے نہیں کرسکتے کیونکہ وہ تو مرکرمٹی ہوچکے، ہاں! ان کی باقیات اوران کی خودساختہ تعلیمات پرعمل کرنے والی قوم کے لئے ایک مرتبہ پھر کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ اس قوم کوراہ راست پرآنے کی توفیق عطافرمائے" وہابیوں کوشاید بلکہ یقیناً منقبت کی شرعی حیثیت کاعلم نہیں۔ دنیا میں بے شمارعلمائے کرام گزرے ہیں جن کے علم ومرتبہ کوبعد میں آنے والوں نے بیان کیا ہے۔خودوہابیوں نے اپنے کئی مولویوں کی تعریف میں بہت کچھ کہا ہے چنانچہ وہابی مولوی نواب صدیق حسن خاں کی تعریف میں وہابی مولوی نے یوں کہا "تمکن من اعنته البیان مالم یتمکن علیه الاعیان فجاء فی عصره عدیم النظر فی مایکون و کان" وہ بیان کی ان لگاموں پرقادرہیں، جن پربڑے بڑے قادرنہ ہوسکے، وہ اپنے زمانے میں بےنظیر ہیں، ان کی نظیر ماضی میں ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔" (حالانکہ آئندہ کی خبر (علم غیب) تو ان کے نزدیک کسی کے پاس نہیں، شاید ان کا مؤقف یہ ہوکہ ان کےعلاوہ کسی کے پاس نہیں۔)

(خاتمہ ابجد العلوم جلد3، صفحہ 291، البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ282، مکتبہ قادریہ لاہور)

اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت لکھتا ہے "نسبت پیر خود تا اینکه روزے حضرت جل و علادست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفته و چیزے راز امور قدسیه که بس رفیع بدیع بود پیش روے حضرت ایشاں کرده فرمود که ترا ایں چنیں داده ام و چیز هائے دیگر خواهم داد" ترجمہ: یہاں تک کہ ایک روزان کادایاں ہاتھ اللہ نے اپنے خاص دست قدرت میں پکڑا اورامورقدسیہ کی بلندوبالاچیزکوان کے سامنے پیش کرکے فرمایا کہ تجھے میں نے یہ چیز دے دی اورمزید چیزیں دوں گا۔

(صراط مستقیم، باب چہارم خاتمہ دربیان پارہ از واردات الخ، صفحہ164، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

ہم کسی کوپیر بنائیں اوراپنے پیر کے بارے کوئی محبت بھرا جملہ کہیں تو حرام بلکہ شرک کافتوی اور خود اندر کھاتے سب کچھ کرتے ہیں۔ واہ وہابیوں واہ!

## کعبہ کرتا ہے طواف دروالاتیرا

ﷺ خود جناب بریلوی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں مبالغہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

کریں اقطاب عالم کعبہ کا طواف     کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا ﷺ

یہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کی جا رہی ہے جو کہنا جائز و غلو نہیں۔ کعبہ کا کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی اللہ کی تعظیم و زیارت کرنا و طواف کرنا محال نہیں ہے۔ علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی کہ کعبہ کسی ولی کی زیارت کے لیے جا سکتا ہے۔ خاتم المحققین ابن عابدین علامہ امین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "فی البحر عن عدۃ الفتاوی الکعبۃ اذا رفعت عن مکانھا لزیارۃ لاصحاب الکرامۃ ففی تلک الحالۃ جازت الصلاۃ الی ارضھا ۔۔ وما ذکر فی البحر نقلہ فی التاترخانیۃ عن الفتاوی العتابیۃ قال الخیر الرملی ھذا صریح فی کرامات الاولیاء" ترجمہ: بحر میں بہت سے فتاوی سے نقل ہے کہ کعبہ جب اپنی جگہ سے کسی صاحب کرامت کی زیارت کے لیے جائے تو اس حالت میں اس زمین کی طرف منہ کر کے نماز جائز ہے، جو کچھ بحر نے ذکر کیا یہ تاتر خانیہ سے اور انہوں نے فتاوی عتابیہ سے نقل کیا ہے، علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ کرامات اولیاء میں صریح ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ، جلد1، صفحہ432، دار الفکر، بیروت)

دیوبندی مولوی زکریا صاحب لکھتے ہیں: "بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جو طواف کر رہے ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے۔" (فضائل حج، صفحہ 87، ماخوذ از تفہیم توحید، صفحہ288، توحید اکیڈمی، لاہور)

انیس الارواح اور دیگر کتب میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت کو کعبہ گیا اور دیکھا گیا کہ وہ ان کا طواف کر رہا تھا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ کعبہ کیسے ولی اللہ کی زیارت و طواف کے لئے جا سکتا ہے، کعبہ کی حرمت کیا ولی اللہ سے کم ہے؟ تو اس کا جواب حدیث سے سنئے چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول ((ما أطیبک وأطیب ریحک، ما أعظمک وأعظم حرمتک، والذی نفس محمد بیدہ، لحرمۃ المؤمن أعظم عند اللہ حرمۃ منک، مالہ ودمہ)) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے کعبہ کو فرمایا: کیا ہی تیری خوشبو ہے، کیا ہی تیری عظمت و رفعت ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، مؤمن کے جان و مال کی حرمت اللہ عزوجل کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ، جلد2، صفحہ1297، دار احیاء الکتب العربیۃ، الحلبی)

اس حدیث کے تحت شرح ابن ماجہ میں ہے "ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر وإنما قال حرمۃ المؤمن أعظم عند اللہ حرمۃ منك لأن فیھم الأنبیاء والصلحاء لا سیما النور الأول المحمدی صلی اللہ علیہ وسلم وإنما شرف الکعبۃ لتعبد المؤمن الیہ فھذا یدل علی مسجودیۃ وان المسجودیۃ لا تدل علی الفضیلۃ الکلیۃ وفضل الکعبۃ فضل جزء وفضل الإنسان کلی" ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں فرمایا: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کعبہ سے فرمانا) اللہ عزوجل کے نزدیک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ مؤمنین میں انبیاء علیہم السلام اور صلحاء ہیں، خصوصاً نور محمدی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم ہے۔ کعبے کوشرف اس وجہ سے ہے کہ مؤمن اس کی طرف سجدہ کرتا ہےاوراس کی طرف سجدہ کرنا اس پر دلیل نہیں کہ کعبہ کوفضیلت کلی حاصل ہے بلکہ اس کو یہ فضیلت جزوی ہے اورمؤمن کوفضیلت کلی ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ مجموع من 3 شروح، صفحہ 282، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

## ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

❁ اپنے بارے میں ارشادفرماتے ہیں:۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم  جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں 157 ❁

یہ شعر اعلیٰ حضرت کا اپنا نہیں بلکہ جب داغ دہلوی کو آپ کا نعتیہ کلام سنایا گیا تو انہوں نے یہ شعر آپ کی شان میں کہا۔بالفرض اگر یہ آپ نے بھی کہا ہوتو ایسا کہنا جائز ہے،کئی بزرگان دین سے ایسا کہنا تحدیث نعمت کے طور پر ثابت ہے۔امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم کے کسی ایک مسئلہ کو لے کر کوفہ کے محدثین وفقہاپر دورہ کرتا اور جب دوسرے دن مجلس منعقد ہوتی تو امام اعظم فرماتے فلاں نے اس مسئلہ میں یہ کہا ہوگا اورفلاں نے یہ۔امام ابو یوسف یہ سنکر حیران رہ جاتے اور امام اعظم اس پر فرماتے:''میں تمام علم کوفہ کا عالم ہوں۔''

(فتاوی اجملیہ، جلد1، صفحہ 63، شبیر برادرز، لاہور)

## میرا سینہ ایک صندوق ہے

❁ نیز:''میرا سینہ ایک صندوق ہے کہ جس کے سامنے کسی علم کا بھی سوال پیش کیا جائے،فوراً جواب مل جائے گا۔''158 ❁

یہ بھی کوئی ناممکن اورقرآن وسنت کے خلاف نہیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے آپ نے سرعام فرمایا مجھ سے قیامت تک جو جو چیز ہونے والی ہے اس کا پوچھو بتادوں گا چنانچہ امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اورامام ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی''قال شهدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فواللہ لاتسألونی عن شیء الی یوم القیمة الاحدثتکم به'' ترجمہ:میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشادفرمایا:مجھ سے دریافت کروخدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ،باب فی ابتداء العالم جلسہ بالفائدۃ و قولہ سلونی، جلد1، صفحہ138، دارالفکر، بیروت)

اسی طرح اوربزرگان دین کے متعلق اس طرح کی روایات ملتی ہیں۔

## خودکوبطورعاجزی کتا کہنا

❁ احمد رضا صاحب ایک طرف تو اپنے بارے میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لے رہے اوردوسری طرف اپنے آپ کودائرہ انسانیت سے خارج کرتے ہوئے نغمہ سرا ہیں:۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا  تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں 159

مزید:۔

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے مجھ کو نسبت　　میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا160

ایک مرتبہ خاں صاحب بریلوی کے پیر صاحب نے رکھوالی کے لیے اچھی نسل کے دو کتے منگوائے، تو جناب بریلوی اپنے دونوں بیٹوں کو لیے اپنے پیر صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ''میں آپ کی خدمت میں دو اچھی اور اعلیٰ قسم کے کتے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ انہیں قبول فرمالیجئے۔''161

تو یہ ہیں جناب احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت کے دونوں پہلو، ایک طرف تو وہ امام غوث قطب اور قاضی الحاجات وغیرہ کے القاب سے متصف ہیں اور دوسری طرف شرف انسانیت سے بھی گرے ہوئے ہیں اور انسان کی بجائے ایک ناپاک جانور سے خود کو تشبیہ دینے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔

خود کو بطور عاجزی کے کتا کہنا جائز ہے اور اسے انسانیت سے خارج سمجھنا صریح جہالت ہے۔ کسی کو بہادری کے سبب شیر کہا جاتا ہے تو کیا یہ اسے انسانیت سے خارج کرنا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کا لقب اسد اللہ تھا، اس کا مطلب ہے اللہ عزوجل کا شیر، اب وہابی اس کے متعلق کیا کہیں گے؟ چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں کہ بزرگان دین نے اپنے آپ کو بطور عاجزی ایسا فرمایا ہے:۔

ایران کے مشہور صوفی شاعر شمس الدین محمد المعروف حافظ شیرازی رحمۃ اللہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہیں:۔

شنیدم کہ سگاں را قلادہ مے بندی　　چرا بہ گردن حافظ نمے نہی رسنے

ترجمہ: میں نے سنا ہے آپ نے اپنے کتوں کے گلے میں پٹا ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال دیتے!

(سگ مدینہ کہنا کیسا؟ صفحہ36، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت سیدنا شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ النورانی منقبتِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام میں فرماتے ہیں:۔

سگ درگاہِ جیلانی بہاؤ الدین ملتانی　　لقائے دینِ سلطانی محی الدین جیلانی

(سگ مدینہ کہنا کیسا؟ صفحہ37، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خود وہابی مولویوں کا بھی خود کو کتا کہنا ثابت ہے چنانچہ غیر مقلد وہابی مولوی عبد السلام مبارکپوری اپنی کتاب سیرت البخاری میں لکھتا ہے اور حضور سے متعلق اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے:۔

من نہ ھمیں مدح سرائے شھم　　شاہ جہانم کہ سگ در گھمہ

ترجمہ: میں نہ صرف رسول اللہ کا مدح سرا ہوں بلکہ شاہ جہاں ہوں کیونکہ میں رسول اللہ کی درگاہ کا کتا ہوں۔

(سیرت البخاری، صفحہ 25، فاروقی کتب خانہ ملتان)

مشہور غیر مقلد لیڈر پروفیسر ساجد میر کے دادا سابق امیر اہل حدیث مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنی کتاب ''سراجا منیرا'' میں عاشق رسول حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنے کے بعد ان کا ایک شعر نقل کرتا ہے:۔

تاب صلت کارِ پاکاں من از ایشاں نیستم　　چوں سگانم جاءے دہ در سایہ دیوار خویش

اس کے بعد لکھتا ہے کہ میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں۔(یعنی کتے سے بھی گیا گزرا ہوں۔)

(کتاب سراج امنیر اہ صفحہ 91،25،102، مطبوعہ سیالکوٹ)

دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں خود کو مدینے کے کتوں میں شمار کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار　　　　مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھکو مرغ و مار

(قصائد قاسمی، صفحہ5، 7، مکتبہ رشیدیہ ملتان)

دیوبندی مولوی محمود الحسن گنگوہی اپنے متعلق کہتا ہے:''میں اتنا بڑا پیٹ کا کتا ہوں کہ دینی خدمات دنیا کے بدلہ کرتا ہوں۔''

(آداب الاختلاف، صفحہ174، جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی)

اہل سنت کے نزدیک تو بطور عاجزی خود کو مدینے کا کتا، پیر کے در کا کتا کہنا جائز ہے۔ ظہیر صاحب کے نزدیک یہ کہنا جائز نہیں اور ایسا کہنے والا انسانیت سے خارج ہے، اس کے تحت وہابیوں کے یہ مولوی خود ان کے مذہب میں انسانیت سے خارج ہو گئے۔

## تذکرہ علمائے اہل سنت بزبان ظہیر

جاتے جاتے ظہیر صاحب نے علمائے اہل سنت کا تذکرہ کیا اور ان پر الزامات کی کچھ یوں بوچھاڑ کی:۔

﴿ اس باب کے آخر میں ہم بریلوی مذہب کے چند اکابرین کا ذکر کر کے اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نعیم مراد آبادی ہیں۔ یہ 1883ء میں پیدا ہوئے۔ یہ جناب بریلوی کے ہم عصروں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی جناب بریلوی کی طرح توحید و سنت کی مخالفت، شرک و بدعت کی حمایت اور غیر شرعی رسم و رواج کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کا ایک مدرسہ بھی تھا جس کا نام شروع میں ''مدرسہ اہل السنۃ'' تھا، بعد میں تبدیل کر کے ''جامعہ نعیمیہ'' رکھ دیا گیا۔ اس مدرسے سے فارغ ہونے والے نعیمی کہلاتے ہیں۔ ان کی تالیفات میں ''خزائن العرفان'' جسے بعد میں جناب احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ قرآن کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔۔۔۔۔162

''اطیب البیان'' جو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تصنیف ''تقویۃ الایمان'' کے جواب میں لکھی گئی اور ''الکلمۃ العلیا'' قابل ذکر ہیں۔ ان کی وفات 1948ء میں ہوئی۔163

بریلوی حضرات انہیں ''صدر الافاضل'' کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

بریلوی زعماء میں امجد علی بھی ہیں۔ یہ ہندوستان کے صوبہ اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اور مدرسہ حنفیہ جون پور میں تعلیم حاصل کی۔ جناب امجد علی احمد رضا صاحب کے بھی کچھ عرصہ تک زیر تربیت رہے اور ان کے مذہب کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی تصنیف ''بہار شریعت'' بریلوی فقہ کی مستند کتاب ہے، جس میں احمد رضا صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی احکام و مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔ ان کی وفات 1948ء میں ہوئی۔164

ان کے اکابرین میں سے دیدار علی بھی ہیں، جو نواب پور میں 1270ھ میں پیدا ہوئے اور احمد علی سہارن پوری سے تعلیم حاصل کی اور 1293ھ میں فارغ ہونے کے بعد مستقل طور پر لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا

جاتا ہے: ''مولانا دیدار علی نے لاہور شہر کو وہابیوں اور دیوبندیوں کے زہریلے عقائد سے محفوظ رکھا۔'' 165

ان کی وفات 1935ء میں ہوئی ان کی تالیفات میں ''تفسیر میزان الادیان'' اور ''علامات وہابیہ'' قابل ذکر ہیں۔

ان میں حشمت علی بھی ہیں۔ یہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے ان کے والد سید عین القضاۃ کے مریدوں میں سے تھے۔ یہ جناب بریلوی کے مدرسے منظر اسلام میں زیر تعلیم رہے۔ انہوں نے امجد علی صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 1340ھ میں فارغ ہوئے۔ اس طرح انہوں نے احمد رضا صاحب کے بیٹے سے بھی سندلی اور بعد میں جناب بریلوی کی تعلیمات پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔ احمد رضا صاحب کے بیٹے نے انہیں ''غیظ المنافقین'' کے لقب سے نوازا۔ 1380ھ میں سرطان میں مبتلا ہوئے اور پیلی بھیت میں وفات پائی۔ 166

ان کے قائدین میں سے احمد یار نعیمی بھی ہیں۔ یہ بدایون میں 1906ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے دیوبندیوں کے مدرسے ''المدرسۃ الاسلامیہ'' میں پڑھتے رہے پھر یہ نعیم مراد آبادی کے ہاں چلے گئے اور ان سے تعلیم مکمل کی۔ مختلف شہروں میں گھومنے پھرنے کے بعد گجرات میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور وہاں ''جامعہ غوثیہ نعیمیہ'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے اپنی کتاب ''جاء الحق'' میں جناب بریلوی کے مذہب کی تائید اور متبعین کتاب وسنت کی مخالفت میں کافی زور لگایا ہے۔

جناب احمد یار نے احمد رضا صاحب کے ترجمہ قرآن پر ''نور العرفان'' کے نام سے حاشیہ بھی لکھا ہے جس میں اپنے پیشتر قائدین کی طرح بڑے شدومد سے قرآن کریم کی بہت سی آیات کی تاویل ومعنوی تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ اسی طرح ان کی دو معروف کتابیں ''رحمۃ الالٰہ بوسیلۃ الاولیاء'' اور ''سلطنۃ مصطفٰی'' بھی ہے۔ ان کی وفات 1971ء میں ہوئی۔ 167

یہ تھے بریلوی مذہب کے زعماء جنہوں نے اس مذہب کے اصول اور ضوابط وضع کیے اور جناب بریلوی کے لگائے ہوئے پودے کو پروان چڑھایا۔ اگلے باب میں ہم ان کے عقائد بیان کریں گے۔ واللہ الموفق!

شرعی واخلاقی تقاضہ تو یہ تھا کہ ظہیر صاحب ثابت بھی کرتے کہ اعلیٰ حضرت کے جانشینوں نے شرک وبدعت وغیر اسلامی رسموں کی ترویج کی ہے، ظہیر صاحب نے مفتی صاحب کے حاشیہ کے بارے کہا کہ اس میں تحریف سے کام لیا گیا ہے، خالی اس طرح کہنے سے ظہیر کی کوئی نہیں مانے گا بلکہ دلیل دینی ہوگی، پر افسوس شروع سے لے کر آخر تک ظہیر صاحب صرف الزام تراشی ہی کرتے رہے ہیں، اپنے دعووں کو ثابت نہیں کر پائے۔ ان علمائے اہل سنت نے اپنے زمانے کے ہر گمراہ فرقے سے مناظرے کئے اور مذہب اہل سنت کو حق ثابت کیا، مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ہندوؤں سے مناظرے کئے، اسلام پر لگائے ہوئے الزامات کے جوابات دیئے۔ ظہیر صاحب نے ان سب کو نظر انداز کر کے، اپنی نفرت کا اظہار کر دیا۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

135 انوار رضا، ص 272، ایضاً روحوں کی دنیا، مقدمہ ص 22

136 بستوی، ص 121، فتاویٰ رضویہ، جلد 12، المقدمہ، ص 13

137 وصایا شریف، ص 19

138 وصایا شریف، ص 24، ترتیب حسنین رضا

139 ایضاً

140 شرح الحقوق، مقدمہ، ص 8

141 ایضاً 7

142 ﴿﴾ جی ہاں! احکام و مسائل کے نام پر قصے کہانیوں سے واقعی علماء کے کان آشنا نہیں۔ ﴿﴾ وہابی شرک و بدعت کہنے اور سننے سے آشنا ہیں۔

143 بہار شریعت، جلد ا، ص 3

144 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد 11، ص 4

145 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد 5

146 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، ص 210

147 ایضاً، ص 263

148 ایضاً

149 ایضاً ص، 303

150 سوانح اعلیٰ حضرت، از بدر الدین، ص 110، و انوار رضا

151 روحوں کو دنیا، ص 26

152 انوار رضا، ص 65

153 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری، ص 12۔ ایضاً انوار رضا، ص 235

154 مدائح اعلیٰ حضرت، از ایوب علی رضوی، ص 5

155 نفحۃ الروح، از ایوب رضوی، ص 47، 48

156 حدائق بخشش، از بریلوی، ص 7

157 انوار رضا، ص 319، و ایضاً حدائق بخشش

158 مقدمہ شرح الحقوق، ص 8

159 ایضاً، ص 11، حدائق بخشش، 43

160 حدائق بخشش، ص 5

161 انوار رضا، ص 238

162 ﷺ اس کتاب کا رد مراد آبادی کے اہل حدیث مشہور عالم دین مولانا عزیز الدین مراد آبادی مرحوم نے اپنی کتاب "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" میں کیا ہے۔ اور نعیم الدین صاحب کے استدلالات کو باطل ثابت کیا ہے۔ ﷺ باطل ثابت کیا نہیں بلکہ ڈھکو سلے مار کر باطل ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے، جس طرح ظہیر صاحب نے اہل سنت بریلوی عقائد کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

163 ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے اہل سنت اور حیات صدر الافاضل وغیرہ

164 حاشیہ الاستمداد، ص 90، 91

165 ایضاً، ص 94، تذکرہ علمائے اہل سنت 83

166 تذکرہ علمائے اہل سنت، از محمود بریلوی، ص 82، مطبوعہ کانپور

167 تذکرہ اکابر اہل السنہ، ص 5859، از اشرف قادری، الیواقیت المہریہ، ص 39، سیرۃ سالک از کوکب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## باب اول: تعارفِ امام احمد رضاخان بریلوی رَحِمَہُ اللہ

ظہیر صاحب نے اس باب کا نام ''بریلویت'' رکھا تھا، جس میں انہوں نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ذات پر جھوٹے الزامات لگائے۔ اس باب میں ان الزامات کا جواب دیا جائے گا۔

## فصل: تاریخ و بانی

﴿ بریلویت پاکستان میں پائے جانے والے احناف کے مختلف مکاتب فکر میں سے ایک مکتبہ فکر ہے۔
بریلوی حضرات جن عقائد کے حامل ہیں، ان کی تاسیس وتنظیم کا کام بریلوی مکتبہ فکر کے پیروکاروں کے مجدد جناب احمد رضا بریلوی نے انجام دیا۔ بریلویت کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔1

جناب احمد رضا ہندوستان کے صوبے اتر پردیش (یوپی) (2) میں واقع بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔3

بریلوی حضرات کے علاوہ احناف کے دوسرے گروہوں میں دیوبندی اور توحیدی قابل ذکر ہیں۔

بریلویت کے مؤسس وبانی راہنما علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نقی علی اور دادا رضا علی کا شمار احناف کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔4

ان کی پیدائش 14 جون 1865ء میں ہوئی۔5۔ ان کا نام محمد رکھا گیا۔ والدہ نے ان کا نام امن میاں رکھا۔ والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا۔6

لیکن جناب احمد رضا ان اسماء میں سے کسی پر بھی مطمئن نہ ہوئے اور اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا۔7 اور خط وکتابت میں اسی نام کا استعمال کثرت سے کرتے رہے۔ ﴾

## امام احمد رضا خان کا اپنا نام عبد المصطفیٰ رکھنا

یہ ظہیر کا بہتان ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کسی اور نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام عبد المصطفیٰ رکھ لیا۔ آپ کا نام احمد رضا ہی تھا اور آپ نے عبد المصطفیٰ نام نہیں رکھا تھا بلکہ یہ بطور لقب تھا۔ عبد المصطفیٰ بطور علَم (ذاتی نام) رکھنا آپ کے نزدیک مکروہ تھا چنانچہ فرماتے ہیں: ''فقیر کے اس بارے میں تین رسالے ہیں جو میرے مجموعہ فتاوی میں ہیں۔ ایک دربارہ غلام مصطفیٰ اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسرا دربارہ عبد المصطفیٰ اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ توصیفاً بلاشبہہ جائز اور اجلہ صحابہ سے ثابت۔ کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ669، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں عبد المصطفیٰ بطور لقب رکھنے پر کثیر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: '' ابن بشران امالی اور ابواحمد دہقان جزءحدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر اطہر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا حمد و درود کے بعد فرمایا "ایھا الناس انّی قد علمت انکم کنتم تونسون منّی شدّۃ وغلظۃ وذلك انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم وکنت عبدہ وخادمه" ترجمہ: لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمت گزار تھا۔

اب تو ظاہر ہوا کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں۔ ذرا وہابی صاحب بھی اتنا سن رکھیں کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ کہہ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے، سب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ705، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## امام احمد رضا خان کا رنگ

❀ جناب احمد رضا کا رنگ نہایت سیاہ تھا۔ ان کے مخالفین انہیں اکثر چہرے کی سیاہی کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ ان کے خلاف لکھی جانے والی ایک کتاب کا نام ہی ''الطّین اللّازب علی الاسود الکاذب ''یعنی''

کالے جھوٹے کے چہرے پر چپک جانے والی مٹی'' رکھا گیا۔8

اس بات کا اعتراف ان کے بھتیجے نے بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں: ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ گہرا گندمی تھا۔ لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔''9

کسی کے کالے رنگ ہونے پر اس کے علم و فضل پر طعن کرنا نری حماقت ہے۔خود ظہیر جتنا سفید تھا سب کو پتہ ہے۔(اگر کسی نے ظہیر صاحب کا رنگ اور خشخشی داڑھی والی شکل دیکھنا ہو تو انٹرنیٹ میں You Tube پر دیکھ سکتا ہے۔)ظہیر صاحب کا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہنا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا، جھوٹ ہے۔دن رات کی محنت سے وہ چمک نہیں رہتی جو ابتداء میں ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا؟ ۔امام احمد رضا خان ہرگز کالے رنگ کے نہیں تھے بلکہ سفید رنگ بارعب شخصیت تھے۔ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں: ''منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیۂ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی، مگر نہایت خوبصورت تھی۔''

(مقالات یوم رضا، حصہ 3، صفحہ 17، رضا اکیڈمی، لاہور)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں: ''ان کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری (عاجزی و انکساری) کے باوجود ان کے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔''

(افتتاحیہ خیابانِ رضا، صفحہ 17، عظیم پبلی کیشنز، لاہور)

پھر ظہیر صاحب نے یہ اپنے پاس سے ہی کہہ دیا کہ لوگ ان کے سیاہ چہرے پر طعن کرتے تھے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے کے حوالہ سے جو ظہیر صاحب نے کہا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ کو گہرا گندمی کہا، یہ بھی جھوٹ ہے۔انہوں نے چمکدار گندمی لکھا تھا۔ظہیر صاحب کو چمکدار گندمی کی صحیح عربی نہیں آئی تو انہوں نے "اسمر اللون" لکھ دیا۔اعلیٰ حضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خان بریلوی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں''ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ابتداء سے وصال تک مسلسل محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔''

(اعلیٰ حضرت بریلوی، صفحہ 20، مکتبہ نبویہ، لاہور)

## امراض میں مبتلا ہونا

﴾ جناب احمد رضا نحیف و نزار تھے۔(10) درد گردہ اور دوسری کمزور کر دینے والی بیماریوں میں مبتلا تھے۔(11) کمر کی درد کا شکار رہتے۔12 ﴿

کثیر دینی خدمت کے سبب امراض کا شکار رہنا کوئی عیب نہیں۔ گردوں کی تکلیف تھی لیکن جب آپ مکہ سے مدینہ کے سفر کی طرف چلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے صدقے رب تعالیٰ نے گردوں کے درد سے ہمیشہ کے لئے شفاء دے دی چنانچہ ملفوظات میں ہے: ''24 صفر 1324ھ کو کعبہ تن سے کعبہ جاں (یعنی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ) کی طرف روانہ ہوا۔ براہِ بشریت مجھے بھی خیال آتا تھا کہ اونٹ کی ہال (یعنی جھٹکوں) سے کیا حال ہوگا! ولہٰذا اس بار سلطانی راستہ اختیار نہ کیا کہ بارہ منزلیں اونٹ پر ہوں گی بلکہ جدہ سے براہِ کشتی رابغ جانے کا قصد کیا۔ مگر ان کے کرم کے صدقے! ان سے استعانت عرض (یعنی مدد کی درخواست) کی اور ان کا نام پاک لے کر اونٹ پر سوا ہوا۔ ہال (جھٹکے) کا ضرر پہنچنا درکنار وہ چمک کہ روزانہ پانچ چھ بار ہو جاتی تھی، دفعۃً دفع ہوگئی۔ وہ دن اور آج کا دن ایک قرن سے زیادہ گزرا کہ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک نہ ہوئی۔ یہ ہے ان کی رحمت، یہ ہے ان سے استعانت کی برکت! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ2، صفحہ215، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

﴾ اسی طرح سر درد اور بخار کی شکایت بھی عموماً رہتی۔13 ﴿

ظہیر صاحب نے البریلویہ میں کہا تھا کہ انہیں شدید درد سر رہتا تھا۔ مترجم صاحب نے لفظ شدید کا ترجمہ ہی نہیں کیا کیونکہ اصل حوالے میں لفظ شدید نہیں تھا بلکہ ظہیر صاحب نے بطور جھوٹ اپنی طرف سے شامل کیا تھا۔ ملفوظات میں صرف اس قدر ہے: ''الحمد للہ! کہ مجھے اکثرت حرارت و درد سر رہتا ہے۔''

(ملفوظات، حصہ1، صفحہ119، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

## کیا امام احمد رضا خان ایک آنکھ سے اندھے تھے؟

﴾ ان کی دائیں آنکھ میں نقص تھا۔ اس میں تکلیف رہتی اور وہ پانی اتر آنے سے بے نور ہوگئی تھی۔ طویل مدت تک علاج کراتے رہے مگر وہ ٹھیک نہ ہو سکی۔14

ایک مرتبہ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ انہوں نے سالن کھا لیا مگر چپاتیوں کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ ان کی بیوی نے کہا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے نظر ہی نہیں آئیں۔ حالانکہ وہ سالن کے ساتھ ہی رکھی ہوئی

تھیں۔15

آنکھ سے بے نور ہونا بھی کوئی علمی عیب نہیں۔ مسجد نبوی کے ایک خطیب بھی نابینا ہیں۔ یہاں بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ایک آنکھ بے نور ہوگئی تھی۔ آپ کی دونوں آنکھیں الحمد للہ درست تھیں۔ دراصل آپ کی داہنی آنکھ میں ایک چھوٹا سا حلقہ پڑ گیا تھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آپ کی آنکھ چند سالوں بعد موتیا کے سبب بے نور ہو جائے گی۔ لیکن آپ نے موتیا کے مریض کو دیکھ کر وہ دعا پڑھی تھی جس کی فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مریض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے والا اس مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔ لہٰذا اس دعا کی برکت سے آپ موتیا کے مرض سے ساری زندگی محفوظ رہے۔ پورا واقعہ آپ یوں فرماتے ہیں: ''جمادی الاولیٰ 1300ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال (یعنی مسلسل) دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسطِ شے مرئی (یعنی نظر آنے والی چیز کے درمیان) میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر علاج چشم میں بہت سربرآوردہ تھا۔ سینڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاذ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار فرمایا کہ اسے آنکھ دکھائی جائے۔ علاج کرنے نہ کرنے کا اختیار رہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں آنکھ پر روشنی ڈال کر آلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا: ''کثرت کتاب بینی سے کچھ یبوست (یعنی خشکی) آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔'' مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔ مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے، فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے (یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدا نا کردہ) پانی اتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی۔) میں نے التفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزول آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔ 1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔ بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس کہے تھے، انہوں

نے سولہ برس بعد چار کہے۔ مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔ الحمد للہ کہ بیس در کنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی، نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائم معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ میں اگر انہی واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے تو ایک دفتر ہو۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 70، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

ظہیر صاحب کی تحریف دیکھیں کہ ملفوظات کے حوالے سے لکھ دیا کہ ساری زندگی وہ بے نور آنکھ ٹھیک نہ ہو سکی جبکہ اوپر واضح انداز میں بتایا گیا کہ آنکھ بے نور نہیں ہوئی تھی فقط تھوڑا سا حلقہ تھا جو مزید نہیں بڑھا۔ ان کی بد دیانتی ملاحظہ ہو۔ باقی چپاتیاں نظر نہ آنا آنکھ کے بے نور ہونے کی دلیل نہیں۔ کیا ایک آنکھ والے کو روٹی نظر نہیں آتی؟ کسی سوچ میں گم ہونے کی وجہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔

## اعلیٰ حضرت کا حافظہ

﴿ جناب بریلوی نسیان میں مبتلا تھے۔ ان کی یادداشت کمزور تھی۔ ایک دفعہ عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ان کے ماتھے پر ہے۔ کافی دیر تک پریشان رہے، اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آ کر رک گئی۔ تب پتہ چلا کہ عینک تو ماتھے پر تھی۔16 ﴾

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن قوی حافظے کے مالک تھے اور ان کے قوی حافظے کی مثال فتاوی رضویہ میں موجود ہزاروں مسائل ہیں جو بے شمار جزئیات پر مشتمل ہیں۔ ایک مفتی کے فتوے میں موجود دلائل اس کی علمیت و حافظے کی عکاسی کرتے ہیں کہ مفتی اپنے علم و حافظے کے سبب دلائل نقل کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے حافظے و ذہانت کے متعلق فرماتے ہیں: ''میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا۔ جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے، ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ احمد میاں! یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن؟ کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 112، کمشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

آپ کے قوت حافظہ کا عالم یہ تھا کہ تیس دنوں میں پورا قرآن حفظ فرمایا لیا چنانچہ جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضور (اعلیٰ حضرت) نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقف حضرات میرے نام کے ساتھ حافظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اس لقب کا اہل نہیں ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی رکوع ایک بار پڑھ کر مجھے سنادیں، دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشین کر لینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرما دیا۔ جس کا وقت غالباً عشاء کا وضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ اس لئے پہلے روز کا کاشانہ اقدس سے آتے وقت سورۃ بقرۃ شریف تلاوت میں تھی اور تیسرے روز تیسرا پارہ قراءت میں تھا۔ جس سے پتہ چلا کہ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ سننے میں آیا۔ چنانچہ آئندہ ایک موقع پر اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ الفاظ ارشاد عالی کے یاد نہیں ہیں۔ مگر کچھ اسی طرح فرمایا کہ بحمد اللہ میں نے کلام پاک بالترتیب بکوشش یاد کر لیا اور یہ اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ثابت ہو۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 252، کمسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب دارالافتاء میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہو جاتے۔ ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی، جس کی مثال سنی بھی نہیں گئی۔ مثلاً استفتاء (سوال) آیا، دارالافتاء میں کام کرنے والوں نے پڑھا اور ایسا معلوم ہوا کہ نئے قسم کا حادثہ دریافت کیا گیا اور جواب جزئیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا۔ فقہاء کے اصول عامہ سے استنباط کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سوالات آرہے ہیں، اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا یہ تو بڑا پرانا سوال ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر کے فلاں صفحہ میں، ابن عابدین نے ردالمحتار کی فلاں جلد اور فلاں صفحہ پر، فتاوٰی ہندیہ میں، خیریہ میں، یہ یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ اب جو کتابوں کو کھولا تو صفحہ، سطر اور بتائی ہوئی عبارت میں ایک نقطہ کا فرق نہیں۔ اس خداداد فضل و کمال نے علماء کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 255، کمسمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

وہابیوں کے رد میں آپ نے علمائے حرم کے کہنے پر مکہ معظّمہ میں دو دن میں علم غیب پر پوری کتاب "الدولة المكية" لکھ دی۔ باقی ظہیر کا عینک والی بات سے نسیان کا استدلال کرنا عجیب بات ہے۔ جو لوگ عینک استعمال کرتے ہیں انہیں بخوبی

تجربہ ہوگا کہ بعض اوقات عینک ماتھے یا سر پر کھڑی کرکے کام کرتے ہوئے ذہن سے نکل جاتا ہے کہ عینک کہاں ہے۔ مجھے امید ہے کہ عینک استعمال کرنے والے ظہیر کے اس بیوقوفانہ اعتراض پر ہنس رہیں ہوں گے۔

دنیا میں کئی مشہور سائنسدانوں، علمائے حضرات کے متعلق اس طرح کے واقعات کتابوں میں مذکورہ ہیں کہ وہ ذہن کسی اور طرف مرکوز ہونے کے سبب اس طرح کی بھول کرتے ہیں۔ مسند احمد اور مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث پاک ہے ''عــــــن عثمان بن عفان رضی الله عنه قال إن رجالا من أصحاب النبی صلی الله علیه و سلم حین توفی النبی صلی الله علیه و سلم حزنوا علیه حتی کاد بعضهم یوسوس قال عثمان و کنت منهم فبینا أنا جالس فی ظل أطم من الآطام مر علی عمر رضی الله عنه فسلم علی فلم أشعر أنه مر ولا سلم فانطلق عمر حتی دخل علی أبی بکر رضی الله عنه فقال له ما یعجبك أنی مررت علی عثمان فسلمت علیه فلم یرد علی السلام و أقبل هو و أبو بکر فی ولایة أبی بکر رضی الله عنه حتی سلما علی جمیعا ثم قال أبو بکر جاء نی أخوك عمر فذکر أنه مر علیك فسلم فلم ترد علیه السلام فما الذی حملك علی ذلك قال قلت ما فعلت فقال عمر بلی والله لقد فعلت ولکنها عبیتکم یا بنی أمیة قال قلت والله ما شعرت أنك مررت ولا سلمت قال أبو بکر صدق عثمان'' ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہوگئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس دوران کہ میں ایک ٹیلے کے سائے میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق میرے پاس سے گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہ چلا۔ جناب عمر فاروق نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری شکایت کی۔ پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر فاروق کے سلام کا جواب نہ دیا؟ میں نے کہا میں نے تو ایسا نہ کیا۔ عمر فاروق بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے خبر نہیں کہ تم گزرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ9، المکتب الإسلامی، بیروت)

خود امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس طرح کا واقعہ ہو جانے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ردالمحتار میں ہے ہماری بات کی بعض کے اس قول سے تائید ہوتی ہے کہ عاقل وہ ہے جس کا کلام اور افعال درست ہوتے ہیں ماسوائے نادر موقع

کے۔ دیکھو! تصریح کرتے ہیں کہ اگر نادر ابعض کلمات وحرکات قانون عقل سے خارج بھی صادر ہوں، تو عاقل ہی کہا جائے گا۔ آگے چل کر فرماتے ہیں "فالذی ینبغی التعویل علیہ فی المدھوش ونحوہ اناطۃ الحکم بغلبۃ الخلل فی اقوالہ وافعالہ الخارجۃ عن عادتہ " قابل اعتماد بات یہ ہے کہ مدہوش اور اس جیسوں کا حکم ان سے خلل کے غلبے کی وجہ سے عادۃً صادر ہونے والے اقوال وافعال پر لگے لگا۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ بعض اوقات کسی خیال کے استغراق یا تکلیف کی شدت یا فرحت کی کثرت یا اور کسی صورت سے وہ بات بیخودی کی اس سے صادر ہوجاتی ہے کہ جب خیال کرتا ہے تو خود ہی اسے تعجب ہوتا ہے، پھر کیا اس سے یہ لازم آسکتا ہے کہ اسے مسلوب الحواس ٹھہرادیں اور اس کے تصرفات کا نفاذ نہ مانیں، اور یہاں طولِ عہدِ مرض ایک قرینہ قویہ بھی ہے کہ اس کی پریشانی میں اگر نادراً کسی ایسے فعل کا وقوع ہوجائے تو کچھ جائے تعجب نہیں۔ "فی ردالمحتار عن ھشام ابن کلبی قال حفظت مالم یحفظ احد ونسیت مالم ینسہ احد حفظت القراٰن فی ثلثۃ ایام واردت ان اقطع من لحیتی مازاد علی القبضۃ فنسیت فقطعت من اعلاھا " ردالمحتار میں ہشام بن کلبی سے منقول ہے اس نے کہا میں نے ایسا حفظ کیا جو کسی نے نہ کیا اور میں بھولا کہ اس طرح کوئی نہ بھولا۔ میں نے قرآن پاک تین دن میں حفظ کرلیا اور میں نے اپنی داڑھی کی مٹھی سے زائد مقدار کو کاٹنے کا ارادہ کیا لیکن بھول کر مٹھی کے اوپر سے بھی کاٹ دی۔

دیکھو ایسا صحیح الضبط قوی الدماغ آدمی جس نے روزانہ دس دس پارے قرآن مجید کے یاد کرکے تین روز میں کلام اللہ شریف پورا حفظ کرلیا، اس سے ایسی خطاء عظیم واقع ہوئی کہ جس پر وہ خود کہتے ہیں مجھ سے وہ بھول ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی، اب کیا اس نادر بات پر ان کی قوت بالکل زائل اور مسلوب الحواسی حاصل پائی جائے گی؟ بالجملہ جب تک غالب افعال واقوال ایسے ہی نہ ثابت کئے جائیں۔ ہرگز بکار آمد نہیں کہ فقہائے کرام عدم اعتبار نادر کی تصریح فرماچکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 620، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## اعلیٰ حضرت کو کیا طاعون ہوا تھا؟

﴿ ایک دفعہ وہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور خون کی قے کی۔ 17 ﴾

یہ بھی ظہیر صاحب کی تحریف ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت میں صاف لکھا ہے کہ آپ کو طاعون نہیں ہوا تھا کیونکہ آپ نے پہلے ہی طاعون زدہ کو دیکھ کر دعا پڑھی ہوئی تھی چنانچہ پورا واقعہ بیان کرتے ہوئے مفتی ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی عام غذا روٹی چکی کے پسے ہوئے آٹے کی اور بکری کا قورمہ تھا۔ گائے کا گوشت تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ایک شخص نے حضور کی دعوت کی، وہ باصرار لے گئے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے تھے ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی جیلانی فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں، یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ گائے کے گوشت کے عادی نہیں ہیں اور یہاں اور کوئی چیز موجود نہیں ہے، بہتر ہے کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا میری عادت نہیں (یعنی میزبانوں کو فرمائش کرنا عادت نہیں)۔ وہی پوریاں، کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑھوں میں ورم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہوگیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا تھا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کرسکتا تھا۔ یہاں تک کہ قراءت سریہ بھی میسر نہ تھی۔ سنتوں میں بھی کسی کی اقتدا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قراءت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا۔ اسلئے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے اور نہ ان شاء اللہ العزیز کبھی ہوگا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا'' جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔ الحمد للہ تعالیٰ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔۔۔ مجھے ارشاد حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا، میرے دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کی ''اللھم صدق الحبیب و کذب الطبیب'' (اے ہمارے رب! تیرا حبیب سچا ہے اور طبیب جھوٹا ہے۔) کسی نے میرے دہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں۔ لوگ باری باری میرے لئے جاگتے تھے، اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اشارہ سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھے۔ غرض بمشکل سمجھے۔ جب دونوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک

رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا کہ دانتوں نے بند ہو کر دیا لیا۔ پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی، مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمد اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں، منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہٖ تعالیٰ دفع ہو گیا۔ دو تین روز میں بخار بھی جاتا رہا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ170، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اب دوبارہ ظہیر صاحب کی عبارت دیکھیں کہ اسی کتاب کے حوالے سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو طاعون ہوا جبکہ اس جگہ طاعون نہ ہونے کی نفی ہے، یہ جھوٹ وتحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

## کیا اعلیٰ حضرت تیز مزاج اور فحش گو تھے؟

﴿ بہت تیز مزاج تھے۔(18) بہت جلد غصے میں آجاتے۔ زبان کے مسئلے میں بہت غیر محتاط(19) اور لعن طعن کرنے والے تھے۔ فحش کلمات کا کثرت سے استعمال کرتے۔ بعض اوقات اس مسئلے میں حد سے زیادہ تجاوز کر جاتے اور ایسے کلمات کہتے کہ ان کا صدور صاحب علم وفضل سے تو درکنار کسی عام آدمی کے بھی لائق نہ ہوتا۔ ان کے ایک معتقد بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آپ مخالفین کے حق میں سخت تند مزاج واقع ہوئے تھے اور اس سلسلے میں شرعی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔20

یہی وجہ تھی کہ لوگ ان سے متنفر ہونا شروع ہو گئے۔ بہت سے ان کے مخلص دوست بھی ان کی عادت کے باعث ان سے دور ہوتے چلے گئے۔ ان میں سے مولوی محمد یٰسین بھی ہیں جو مدرسہ اشاعۃ العلوم کے مدیر تھے اور جنہیں جناب احمد رضا اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے وہ بھی ان سے علیحدہ ہو گئے۔21

اس پر مستزاد یہ کہ مدرسہ مصباح التہذیب جو ان کے والد نے بنوایا تھا، وہ ان کی ترش روئی، سخت مزاجی، بذات لسانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اس کے منتظمین ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے وہابیوں سے جا ملے اور حالت یہ ہو گئی کہ بریلویت کے مرکز میں احمد رضا صاحب کی حمایت میں کوئی مدرسہ باقی نہ رہا۔ باوجودیکہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت وہاں اپنی تمام تر سرگرمیوں سمیت موجود تھے۔22 ﴾

یہ سب بھی جھوٹ ہے۔ بہت تیز مزاج کا یہ مطلب نہیں کہ بڑی جلدی غصہ آجاتا تھا بلکہ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے

جسم میں حرارت زیادہ تھی جیسا کہ کئی لوگوں کو ہوتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''زمزم شریف کہ مجھے ہر مشروب سے زیادہ عزیز ہے۔میری عادت ہے کہ باسی پانی کبھی نہیں پیتا اور اگر پیوں تو با آنکہ (یعنی اس وجہ سے کہ )مزاج گرم ہے فوراً زکام ہو جاتا ہے۔میری پیدائش سے پہلے حکیم سید وزیر علی مرحوم نے میرے یہاں باسی پانی کو منع کر دیا تھا۔جب سے معمول ہے کہ رات کے گھڑے بالکل خالی کر کے پینے کا پانی بھرا جاتا ہے۔تو میں نے دودھ بھی باسی پانی کا نہ پیا، نہ کبھی نہار منہ پانی پیتا ہوں، نہ کبھی کھانے کے سوا اور وقت میں، گرمیوں کی سہ پہر میں جو پیاس ہوتی ہے اس میں کلیاں کرتا ہوں، اس سے تسکین ہوتی ہے۔مگر زمزم شریف کی برکت کہ صحت میں، مرض میں، دن میں، رات میں، تازہ باسی بکثرت پیا اور نفع ہی کیا۔''

(ملفوظات، حصہ 2، صفحہ 200، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

باقی ظہیر کا کہنا کہ لعن طعن کرتے فحش کلمات کی کثرت کرتے تھے یہ بہتان ہے۔آپ گمراہ گستاخ فرقوں کے عقائد کا شدومد سے رد ضرور کرتے تھے لیکن آج بھی ان کی تحریر گواہ ہے اس میں کسی قسم کی فحش گوئی نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''جب وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، انکو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، انکی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اسکی مولویت، بزرگی، فضیلت، کو خطرے میں لاؤ۔آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔''

(ایمان کی پہچان، صفحہ، 58، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بتائیں اس میں کیا فحش کلامی ہے؟ کیا ان کا یہ فرمان درست نہیں ہے؟ شروع سے ہی علمائے کرام اپنے دور کے گمراہ فرقوں کا اسی طرح شدومد سے رَد فرماتے رہے ہیں۔حدیث پاک میں اس کی تلقین کی گئی ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''جب کوئی گمراہ بد دین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم " خذلهم الله تعالى اجمعين " (اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار کرے۔) مسلمانوں کو بہکائے فتنہ وفساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے ﴿يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔اور خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا نہ شیطان کے مکر کو دفع

کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی کا کام ہوسکتا ہے۔ جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوتے ہیں۔ ادھر ہندو سے وداد واتحاد منایا، ادھر روافض ومرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سد فتنہ ناجائز ٹھہرایا، غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھری حلال کردیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گرو، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں، ان پر فرض ہے کہ روافض ومرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اُٹھتا دیکھیں سدباب کریں، وعظ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں، حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لما ظہرت الفتن اوقال البدع فلیظہر العالم علمہ ومن لم یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا" جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔"

جب بدمذہبوں کے دفع نہ کرنے والے پر لعنتیں ہیں تو جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب ولعنت اکبر ہوگی ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ اور ظالم جلدی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 256، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہر بدمذہب کے ساتھ سختی نہیں کرتے تھے بلکہ جو اپنی بدمذہبی پر جم جاتے تھے ان کے ساتھ سختی فرماتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہوسکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مُذَبذَب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہوجائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں اِن سے بھی ابتداءً بہت نرمی کی گئی۔ مگر چونکہ اِن کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہوگئی تھی اور مصداق ﴿ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ﴾ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا۔ اس وقت سختی کی گئی کہ ربّ عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ اے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ لازم

ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ1، صفحہ90، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سنت متوارثہ یہی ہے کہ جہاں تک اپنی ذات کا تعلق ہو معاف کر دینا افضل ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کی پوری سیرت میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لیا ہو بلکہ انبیا علیہم السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے معاف ہی فرمایا ہے چنانچہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بعض مہذب حضرات نے گالی نامہ بھی بھیجے۔ وہ ان حضرات کے فرزندان روحی ومعنوی ہیں جنہوں نے باتباع شیطان رجیم اللہ ورسول عز وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کر کے اپنا دین ایمان بگاڑا اور اپنے کو دائرہ اسلام سے الگ حدود مسلمین سے جدا کر لیا ہے۔ ان کے متعلق جب حکم شرعی خدا اور رسول کا، اعلیٰ حضرت نے ظاہر فرمایا اور تقریراً وتحریراً اس کا اعلان کیا۔ بات حق تھی انکار کرتے نہ بنی، نہ کچھ جواب ہی ہوسکا، سوائے سکوت چارہ کار نہ تھا۔ ذریات نے اگرچہ بعد کو اس زخم کے اندمال کی کوشش کی، مگر جو بات ان کے بزرگوں سے نہ بن سکی، اذناب اسے کیا بناتے۔ آخر اسی غم میں ماردم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھائے، دل ہی دل میں جلتے۔ ﴿قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ﴾ جب غصہ تاب سے باہر ہوجاتا، ایک دو گالی نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا کرتے اور سمجھتے کہ بہت بڑا کارنمایاں کیا۔ غرض اسی قسم کا ایک خط گالیوں سے بھرا ہوا کسی صاحب کا آیا۔ میں نے چند سطریں پڑھ کر اس کو علیحدہ رکھ دیا اور عرض کیا کہ کسی وہابی نے اپنی شرارت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک مرید صاحب نے جو نئے نئے حلقہ ارادت میں آئے تھے، اس خط کو اٹھا لیا اور پڑھنے لگے۔ اتفاق وقت کہ بھیجنے والے کا جو نام اور پتہ لکھا واقعی یا فرضی، وہ ان صاحب کے اطراف کے تھے۔ اس لئے ان کو اور بھی بہت زیادہ رنج ہوا۔ اس وقت تو خاموش رہے لیکن جب اعلیٰ حضرت مغرب کی نماز کے بعد مکان میں تشریف لے جانے لگے، حضرت کو روک کر کہا۔ اس وقت جو خط میں نے پڑھا، جسے مولانا ظفر الدین صاحب نے ذرا سے پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، کسی بدتمیز نے نہایت ہی کمینہ پن کو راہ دی ہے۔ اس میں گالیاں لکھ کر بھیجی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان پر مقدمہ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تاکہ دوسروں کیلئے ذریعہ عبرت ونصیحت ہو۔ ورنہ دوسروں کو بھی ایسی جرأت ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تشریف رکھئے۔ اندر تشریف لے گئے اور دس پندرہ خطوط دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ ان کو پڑھئے۔ ہم لوگ متحیر تھے کہ کس قسم کے خطوط ہیں؟ خیال ہوا کہ شاید اسی قسم کے گالی نامے ہوں گے۔ جن کو پڑھوانے سے یہ مقصود ہوگا کہ اس قسم کے خط آج کوئی نئی بات نہیں، بلکہ زمانہ سے آرہے ہیں، میں اس کا عادی ہوں۔ لیکن خط پڑھتے جاتے تھے اور ان

صاحب کا چہرہ خوشی سے دمکتا جاتا تھا۔آخر جب سب خط پڑھ چکے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں بلکہ تعریف کا پل باندھنے والوں کو انعام واکرام جاگیر وعطیات سے مالا مال کر دیجئے ،پھر گالی دینے والوں کو سزا دلوانے کی فکر کیجئے گا۔انہوں نے اپنی مجبوری ومعذوری ظاہر کی اور کہا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان سب کو اتنا انعام واکرام دیا جائے کہ نہ صرف ان کو بلکہ ان کے پشہا پشت کو کافی ہو۔مگر میری وسعت سے باہر ہے۔فرمایا: جب آپ مخلص کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو مخالف کو نقصان نہ پہنچایئے۔﴿کُلُّ امْرِءٍ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ﴾

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1،صفحہ164،کنمسیر انٹرنیشنل پبلیشرز،لاہور)

دیکھیں! کس احسن انداز میں آپ نے اصلاح فرمائی ۔ پتہ چلا کہ نخش گوئی اس وقت کے وہابیوں کا طرزِ عمل تھا لیکن کیا دور آگیا ہے کہ ظہیر جیسے اعلیٰ حضرت کو نخش کو ثابت کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ظہیر صاحب نے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ بھی تحریف سے بھرے پڑے ہیں۔حیات اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مولوی یٰسین کے بارے میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انہیں استاد کا درجہ دیتے تھے، اور وہ اعلیٰ حضرت کی نخش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔وہ مکمل عبارت پیش خدمت ہے:''اہل سنت کے لئے سوائے بارگاہ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔اگر چہ بریلی میں 1312ھ میں ایک مدرسہ سرائے خام میں قائم ہوا تھا اور اس کا نام اشاعت العلوم تھا۔اس کے بانی مولوی محمد یٰسین صاحب پنجابی شاگرد حضرت استاذی مولانا احمد حسن صاحب کانپوری تھے۔یہ ایک زمانہ تک تو خاموشی کے ساتھ صرف درس وتدریس میں مشغول تھے۔جب دیوبندیوں نے 1327ھ میں اپنی جماعت بندی اور جتھا قائم کرنے کے لئے ابتدائے قیام مدرسہ دیوبند سے اس وقت تک جتنے فارغ التحصیل ہوئے تھے یا وہاں پہنچ کر حدیث کا دورہ تمام کیا یا کچھ دنوں کے لئے شریک درس ہوگئے تھے اگر چہ کسی جگہ کے فارغ ہوں، ان سب کو بلا کر ان کی دستار بندی کر دی تھی۔مولوی محمد یٰسین صاحب بھی انہیں لوگوں میں تھے کہ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے کتابیں تمام کیں، چند دنوں کے لئے دیوبند جا کر دورہ میں شرکت کی تھی، ان کی بھی دستار بندی دیوبندیوں نے کر دی تھی۔اس زمانہ سے ان کا میلان دیوبندیوں کی طرف زیادہ ہونے لگا اور اعلیٰ حضرت کے یہاں آمدورفت میں کمی شروع کر دی تھی اور رفتہ رفتہ وہابی دیوبندی ہوگئے۔ورنہ پہلے ان کے تعلقات اعلیٰ حضرت سے اچھے تھے اور اعلیٰ حضرت کو بمنزلہ اپنے استاذ کے سمجھتے تھے۔اس لئے کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری اعلیٰ حضرت کی بے حد عزت کرتے اور بہت وقعت

کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ508، کنسیمر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس میں کہاں یہ لکھا ہے کہ وہ آپ کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ کر گئے تھے؟ پھر یہاں یہ لکھا ہے کہ مولوی یٰسین اعلیٰ حضرت کو اپنا استاد سمجھتے تھے، لیکن ظہیر صاحب نے اس کا الٹ کردیا کہ اعلیٰ حضرت انہیں اپنا استاد سمجھتے تھے۔

حضور پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت لکھی ہے اس میں بھی غضب ناک اور زبان دراز، کثرت سے لعنت بھیجنے والے، گالیاں دینے والے اور فحش گوئی کرنے والے الفاظ ظہیر کے اپنے ہیں جو انہوں نے تحریفی انداز میں پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ شرف ملت حضور عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت یوں نقل کرتے ہیں: ''اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے لیکن کسی مقام پر تہذیب و شائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین ناموس اسلاف کی حفاظت میں تیغ بُرّاں نظر آتے ہیں۔ دونوں کے طرزِ عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ99، مکتبہ قادریہ، لاہور)

## دورانِ تعلیم قرآن کا واقعہ

❁ جہاں تک بریلوی حضرات کا تعلق ہے تو دوسرے باطل فرقوں کی مانند اپنے امام و قائد کے فضائل و مناقب بیان کرتے وقت بہت سی جھوٹی حکایات اور خود ساختہ کہانیوں کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بریلوی حضرات اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ جھوٹ کسی کی قدر و منزلت میں اضافے کی بجائے اس کی تذلیل اور استہزاء کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ: ''آپ کی ذہانت وفراست کا یہ عالم تھا کہ چار برس کی مختصر عمر میں جس میں عموماً دوسرے بچے اپنے وجود سے بھی بے خبر ہوتے ہیں، قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا۔ آپ کی رسم بسم اللہ خوانی کے وقت ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے لوگوں کو دریائے حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔ حضور کے استاد محترم نے آپ کو ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھانے کے بعد الف، با، تا، پڑھایا۔ پڑھاتے پڑھاتے جب لام الف (لا) کی نوبت آئی تو آپ نے خاموشی اختیار فرمالی۔ استاد

نے دوبارہ کہا کہ کہو میاں لام الف! حضور نے فرمایا کہ یہ دونوں تو پڑھ چکے پھر دوبارہ کیوں؟ اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خان صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا: بیٹا استاد کا کہا مانو۔ حضور نے ان کی طرف نظر کی۔ جد امجد نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا کہ بچے کو شبہ ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے۔ اب اس میں ایک لفظ مرکب کیوں آیا؟ اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کو منکشف کرنا مناسب نہ تھا، مگر حضرت جد امجد نے خیال فرمایا کہ یہ بچہ آگے چل کے آفتاب علم و حکمت بن کر افق عالم پر تجلی ریز ہونے والا ہے، ابھی سے اسرار و نکات کے پردے اس کی نگاہ و دل پر سے ہٹا دیئے جائیں۔ چنانچہ فرمایا: بیٹا تمہارا خیال بجا و درست ہے، لیکن پہلے جو حرف الف پڑھ چکے ہو وہ دراصل ہمزہ ہے اور یہ الف ہے، لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ چونکہ ابتداء ناممکن ہے، اس لئے ایک حرف یعنی لام اول میں لا کر اس کی ادائیگی مقصود ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں کہا تو کوئی بھی حرف ملا دینا کافی تھا لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ با، تا، دال اور سین بھی شروع میں لا سکتے تھے۔ جد امجد علیہ الرحمہ نے انتہائی جوش محبت میں آپ کو گلے لگا لیا اور دل سے بہت سی دعائیں دیں۔ پھر فرمایا کہ لام اور الف میں صورۃً خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے۔ لا یا لا اور سیرت اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام۔ 23

اس بے معنی عبارت کو ملاحظہ فرمائیے۔ اندازہ لگائیں کہ بریلوی حضرات چار برس کی عمر میں اپنے اعلیٰ حضرت کی ذہانت و فراست بیان کرنے میں کس قسم کے علم کلام کا سہارا لے رہے ہیں اور لغو قسم کے قواعد و ضوابط کو بنیاد بنا کر ان کے ذریعہ سے اپنے امام کی علمیت ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خود اہل زبان عرب میں سے تو کسی کو توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس لایعنی قاعدے کو پہچان سکے اور اس کی وضاحت کر سکے۔ لیکن ان عجمیوں نے الف اور لام کے درمیان صورت و سیرت کے لحاظ سے مناسبت کو پہچان کر اس کی وضاحت کر دی۔ ﷺ

شرف ملت عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حالانکہ بات ظاہر ہے کہ لام اور الف میں صورۃً مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے کہ لا سے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ لام بصورتِ الف اور الف بصورتِ لام لکھا گیا ہے اور سیرۃً مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا اسم لام (ل ا م) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حروف تہجی کا پہلا حرف ''ا'' ہے، اس کا اسم الف (ا ل ف) ہے، اس کے

درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان صورۃً وسیرۃً مناسبت ہے، لہٰذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا، تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔لا یہ وہ باریک نکتہ تھا جو امام احمد رضا نے بچپن میں سمجھ لیا اور نام کے ماہرین تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ 105، مکتبہ قادریہ، لاہور)

## غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا

﴿ دراصل بریلوی قوم اپنے امام کو انبیاء اور رسل سے تشبیہ ہی نہیں بلکہ ان پر افضلیت دینا چاہتی ہے اور یہ باور کرانا چاہتی ہے کہ ان کے امام و قائد کو کسی کی طرف سے تعلیم دینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا سینہ علوم ومعارف کا مرکز ومہبط بن چکا تھا اور تمام علوم انہیں وہبی طور پر عطا کیے جا چکے تھے۔اس امر کی وضاحت نسیم بستوی کی اس نص سے بھی ہو جاتی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:''عالم الغیب نے آپ کا مبارک سینہ علوم ومعارف کا گنجینہ اور ذہن ودماغ وقلب وروح کو ایمان ویقین کے مقدس فکر وشعور اور پاکیزہ احساس وتخیل سے لبریز فرما دیا تھا۔لیکن چونکہ ہر انسان کا عالم اسباب سے بھی کسی نہ کسی نہج سے رابطہ استوار رہتا ہے اس لیے بظاہر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) کو بھی عالم اسباب کی راہوں پر چلنا پڑا۔''24

یعنی ظاہری طور پر تو جناب احمد رضا صاحب نے اپنے اساتذہ سے اکتساب علم کیا مگر حقیقی طور پر وہ ان کی تعلیم کے محتاج نہ تھے کیونکہ ان کا معلم ومربی خود رب کریم تھا۔ ﴾

ظہیر نے بہتان لگاتے ہوئے دعوی یہ کیا ہے کہ سنی اعلیٰ حضرت کو انبیاء ورسل علیہم السلام پر ترجیح دیتے ہیں لیکن جتنے بھی حوالے دیئے ہیں کیا ان میں ایک بھی حوالہ ایسا ہے جس میں کہا گیا ہو کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ نبی علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں؟ اس حوالے میں تو اللہ عزوجل کے اس فضل کا ذکر ہے جو اعلیٰ حضرت پر ہوا ہے اور ان کی سیرت وکتب سے واضح ہوتا ہے۔اس طرح کے خصائص کئی بزرگانِ دین میں پائے جاتے ہیں جیسے حضور غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے متعلق کتب سیرت میں ملتا ہے۔ان خصائص سے انبیاء پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے جب غلام کا یہ حال ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا۔مگر اسے وہی سمجھے گا جس کے دل میں انبیاء اور اولیاء کی محبت ہوگی نہ کہ وہ وہابی جن کے دلوں میں بدعت وشرک کے ابہام بھرے ہوئے ہیں۔

رہی یہ بات کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر یا افضل جاننا یہ تو صریح کفر ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شیعوں کے عقائد پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔ شفاء شریف، صفحہ 365 میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے "وکذلك نقطع بتكفير غلاة الرافضة في قولهم ان الائمة افضل من الانبياء " اوراسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام، مطبع مصر، صفحہ 44 میں کلامِ شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں۔ ملا علی قاری شرح شفا، مطبوع قسطنطنیہ، جلد 2، صفحہ 526 میں فرماتے ہیں 'هذا كفر صريح " یہ کھلا کفر ہے۔ منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر، مطبع حنفی، ص 146 میں ہے "ما نقل عن بعض الكرامية من جواز كون الولي افضل من النبي كفر و ضلالة والحاد و جهالة" وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر وضلالت و بے دینی وجہالت ہے۔ شرح مقاصد، مطبوع قسطنطنیہ، جلد 2، ص 305 اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی، آخر فصل اول باب ثانی میں ہے "واللفظ لها ان الاجماع منعقد على ان الانبياء افضل من الاولياء " بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، مطبع مصر، جلد 1، ص 215 میں ہے "التفضيل على نبي تفضيل على كل نبي "کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔ شرح عقائد نسفی، مطبع قدیم، ص 65 پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ، ص 215 میں ہے "واللفظ لهما (تفضيل الولي على النبي) مرسلا كان اولا (كفر و ضلال كيف و هو تحقير النبي) بالنسبة الى الولي (وخرق الاجماع) حيث اجمع المسلمون على فضيلة النبي على الولي الخ باختصاره " ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رَد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 175 میں ہے "النبي افضل من الولي وهو امر مقطوع به والقائل بخلافه كافر لانه معلوم من الشرع بالضرورة" نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے

والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔۔۔۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ262، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## دیوبندیوں کے نزدیک امتی عمل میں اپنے نبی سے بڑھ سکتا ہے

البتہ دیوبندیوں کے امام قاسم نانوتوی کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ امتی عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے چنانچہ تحذیر الناس میں لکھتا ہے: ''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

(تحذیر الناس، صفحہ7، دار الاشاعت، کراچی)

## اعلیٰ حضرت کو دردِ سر اور بخار رہنا

﴿ جناب بریلوی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں: ''دردسر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتے تھے۔'' آگے چل کر لکھتے ہیں: ''الحمد للہ کہ مجھے اکثر حرارت اور دردسر رہتا ہے۔''25

جناب احمد رضا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی جسمانی کیفیت انبیاء کرام علیہم السلام سے مشابہت رکھتی ہے۔ ﴾

کسی جسمانی کیفیت انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہونا قابل اعتراض نہیں بلکہ باعث سعادت ہے۔حضرت حسنین کریمین کا جسم مبارک حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کی طرح تھا چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "الحسن أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما بين الصدر إلى الرأس، والحسين أشبه برسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان أسفل من ذلك'' ترجمہ:حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے سر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینے سے نیچے تمام بدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد5، صفحہ660، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار نعمت کے طور پر کہا تھا کہ انہیں اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کے ایک عمل سے موافقت عطا فرمائی ہے۔اصل کلام یہ ہے: ''دردِ سر اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتے تھے۔ ایک ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دردِ سر ہوا، آپ نے اس شکریہ میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے

مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا تھا۔ اللہ اکبر! یہاں یہ حالت کہ اگر برائے نام درد معلوم ہو تو یہ خیال ہوتا ہے کہ جلد نماز پڑھ لیں۔'' پھر فرمایا: ''ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس موضع (یعنی جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے۔ لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے جس سے باذنہ تعالیٰ تمام رگ رگ کے گناہ نکال لیتا ہے۔ الحمدللہ کہ مجھے اکثر حرارت و دردِ سر رہتا ہے۔''

(ملفوظات، حصہ 1، صفحہ 118، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

صفت میں مشابہت ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دعویٰ نبوت کیا جا رہا ہے۔ لیکن ظہیر صاحب اپنی کم علمی میں اس سے باطل استدلال کر رہے ہیں، جو ان کی عادت ہے۔

## ظہیر صاحب کا علمِ ابجد پر اعتراض

﴿ اپنی تقدیس ثابت کرنے کے لیے ایک جگہ فرماتے ہیں: میری تاریخ ولادت ابجدی حساب سے قرآن کریم کی اس آیت سے نکلتی ہے جس میں ارشاد ہے ﴿أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی روحانی تائید فرمادی ہے۔ 26 ﴾

یہ اعتراض علم ابجد کو نہ جاننے کی بنا پر ہے۔ جمل یا ابجد یا حروف کے اعداد کا تصور مسلمانوں میں بہت پرانا ہے، بزرگانِ دین اس کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ لوگ عہدِ رسالت میں اس سے آشنا تھے چنانچہ علامہ قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں ﴿الم﴾ کی بحث میں فرماتے ہیں ''أو إلى مدد أقوام وآجال بحساب الجمل كما قال أبو العالية متمسكاً بما روى أنه عليه الصلاة والسلام لما أتاه اليهود تلا عليهم الم البقرة فحسبوه وقالوا كيف ندخل في دين مدته إحدى وسبعون سنة، فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا: فهل غيره، فقال المص والر والمر، فقالوا خلطت علينا فلا ندري بأيها نأخذ، فإن تلاوته إياها بهذا الترتيب عليهم وتقريرهم على استنباطهم دليل على ذلك'' ترجمہ: یا بعض سورتوں کے شروع میں مذکوران حروف مقطعات سے بحساب جمل بعض قوموں کی بقا کی میعاد کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابو العالیہ نے رسول اللہ کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب یہود آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں ﴿آلـم﴾ البقرۃ پڑھ کر سنائی تو انہوں نے حساب لگایا اور کہا کہ ہم ایسے دین میں کیسے داخل ہوں جس کی کل مدت ہی 71 سال ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے تو اس پر یہود نے

پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ پھر آپ نے المص، الر، المر وغیرہ دیگر ایسی آیات پڑھ کر سنائیں تو انہوں نے کہا آپ نے معاملہ ہم پر مشتبہ کر دیا، اب ہمیں سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ ہم ان میں سے کسے بنیاد بنا کر حساب لگائیں۔ یہود پر حضور کا ترتیب کے ساتھ آیات پڑھنا اور ان کے استنباط پر خاموش رہنا اس علم پر دلیل ہے۔

(أنوار التنزيل وأسرار التأويل،في تفسير، سورة البقرة، سورت2، آیت1، جلد1، صفحہ34، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

کئی بزرگانِ دین انہی اعداد کے لحاظ سے اپنی تاریخ پیدائش نکالتے ہیں، اپنا تاریخی نام بھی اسی سے رکھتے ہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ جو 786 لکھا ہوتا ہے وہ بھی علم اعداد کے لحاظ سے ہے۔

## معصوم ومحفوظ میں فرق

﴿ نیز ان کے بارے میں ان کے پیروکاروں نے لکھا ہے: ''آپ کے استادِ محترم کسی آیت کریمہ میں بار بار زبر بتا رہے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے جد امجد رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور کلام مجید منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب کی غلطی سے اعراب غلط لکھا گیا تھا۔ یعنی جو زیر حضور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زبان حق ترجمان سے نکلتا ہے وہی صحیح اور درست تھا۔ پھر جد امجد نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح بتاتے ہیں اسی کے مطابق پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔''27

نتیجہ یہ نکلا کہ اعلیٰ حضرت صاحب کو بچپن سے ہی معصوم عن الخطاء کا مقام ومرتبہ حاصل تھا۔ بریلوی حضرات نہ صرف یہ کہ مختلف واقعات بیان کر کے اس قسم کا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں بلکہ وہ اپنے امام وبانی کے متعلق صراحتاً اس عقیدے کا اظہار بھی کرتے ہیں چنانچہ عبدالکریم قادری صاحب لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی قلم وزبان ہر قسم کی لغزش سے محفوظ تھی۔ اور باوجودیکہ ہر عالم کی کوئی نہ کوئی لغزش ہوتی ہے مگر اعلیٰ حضرت نے ایک نقطے کی غلطی بھی نہیں کی۔''28

ایک دوسرے صاحب لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے اپنی زبان مبارک سے کبھی غیر شرعی لفظ ادا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھا۔''29

نیز یہ کہ اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے غلطیوں سے مبرا تھے۔ صراط مستقیم کی اتباع آپ کے اندر ودیعت کر دی گئی تھی۔30

انوار رضا میں ایک صاحب بڑے برملا انداز میں تحریر فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم اور زبان کو غلطیوں سے پاک کر دیا تھا۔''31

مزید کہا جاتا ہے: ''اعلیٰ حضرت غوث اعظم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم اور غوث اعظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس طرح تھے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے سوا کچھ ارشاد نہ فرماتے تھے۔''32

ایک بریلوی شاعر اپنے اعلیٰ حضرت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ہے حق کی رضا احمد کی رضا     احمد کی رضا مرضی رضا     یعنی احمد رضا بریلوی 33

اہل سنت ہرگز اعلیٰ حضرت کو نبی علیہ السلام کے برابر یا افضل نہیں مانتے اور نہ ہی کسی سنی عالم نے کسی کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یوں کہا ہے۔ علمائے کرام کا یہ کہنا کہ وہ ذہین تھے، خطا سے محفوظ تھے، ان کے قلم سے حق نکلتا تھا وغیرہ، کوئی غیر شرعی بات نہیں ہے۔ علمائے کرام نے یہ اعلیٰ حضرت کی تحریرات کو مدنظر رکھ کر فرمایا ہے کہ آپ نے جن گمراہ عقیدوں کا، غلط فتووں کا قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں رد فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح فرمایا، آج تک گمراہ لوگ اس کا جواب نہیں دے سکے۔ شرعی طور پر انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے برعکس اولیاء کرام گناہوں سے پاک نہیں ہوتے البتہ اللہ عزوجل انہیں خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی اور بددینی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے، بخلاف ائمہ واکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے، ان سے گناہ ہوتا نہیں مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔''

(بہار شریعت، جلد 1، حصہ 1، صفحہ 8، ضیاء القرآن، لاہور)

خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہل سنت سے خارج ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 187، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معصوم کسی بھی سنی عالم نے نہیں کہا اور نہ ہی یہ کہنا جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا

ہے۔ہاں شرعی اعتبار سے خطاؤں سے محفوظ کہنا درست ہے۔

دنیا میں کئی ایسے علماء کرام واولیائے کرام گزرے ہیں جن کے بچپن کی ذہانت کے متعلق واقعات موجود ہیں۔اللہ عزوجل کا اپنے پیارے بندوں کو علم لدنی عطا فرمانا مستند کتب میں مذکور ہیں۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ چند دنوں میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا۔اگر امام احمد رضا خان جلد سبق یاد کرلیتے تھے تو اس میں کیا عجیب بات ہے؟ تصوف کے امام میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سبع سنابل میں فرماتے ہیں:''خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ماں کے پیٹ سے بہرہ ور با نصیب پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ خواجہ میرے پیٹ میں تھے۔ہر آدھی رات کو میرے پیٹ میں حرکت کرتے اور یا اللہ یا اللہ یا اللہ کی آواز نکالتے اور میں آدھی رات سے ایک پہر تک یہ آواز سنتی۔''

(سبع سنابل،صفحہ438،فرید بک سٹال،لاہور)

اگر مزید اس طرح کے واقعات لکھیں جائیں تو کئی صفحات بھر جائیں۔درحقیقت ظہیر کا ان واقعات کو عجیب سمجھنا اس لئے بے جا نہیں کہ وہابیوں میں آج تک نہ کوئی ولی پیدا ہوا اور نہ کوئی استاذ ہین۔اولیاء اللہ اس گروہ میں پیدا ہوتے ہیں جو اولیاء اللہ کا احترام کرتے ہوں اور کرامات کو ماننے والے ہوں اور وہ صرف اہل سنت وجماعت ہیں۔

﴿ ان کے ایک اور پیروکار لکھتے ہیں:''اعلیٰ حضرت کا وجود اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔''34 ﴾

اللہ عزوجل کی نشانی ہونے پر اعتراض کرنا بھی کم علمی کی دلیل ہے۔انبیاء علیہم السلام،صحابہ کرام،اولیاء کرام،علمائے کرام اللہ عزوجل کی نشانیاں ہیں کہ یہ اس کے تقرب کا ذریعہ ہیں۔قرآن پاک میں صفا اور مروہ پہاڑ کو اللہ عزوجل کی نشانی کہا گیا ہے۔ایک جگہ قربانی کے جانور کو اللہ عزوجل کی نشانی فرمایا گیا،جب پہاڑ اور جانور اللہ کی نشانی ہوسکتے ہیں تو اشرف المخلوقات مسلمان کا اللہ عزوجل کی نشانی ہونا کوئی محال نہیں۔سورۃ حج میں فرمایا﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان:اور قربانی کے ڈیل دار جانور اور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے۔

(سورۃ الحج،سورۃ22،آیت36)

## اعلیٰ حضرت کی زیارت

﴿ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایک گستاخ اپنے امام وراہنما کے بارے میں کہتا ہے:''اعلیٰ حضرت کی

زیارت نے صحابہ کرام کی زیارت کاشوق کم کردیا ہے۔‘‘35

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت والا حوالہ تحریف شدہ ہے۔اصل عبارت وواقعہ کوپیش کرتے ہوئے عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:’’امام احمد رضا بریلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع سنت کو دیکھ کرصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا۔یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ تھے۔وصایا شریف کے پہلے ایڈیشن کا کاتب اہل سنت وجماعت کا مخالف تھا۔اس نے یہ عبارت تبدیل کردی اور غلط عبارت چھپ گئی۔مرتب وصایا مولانا حسنین رضا خان نے وضاحت کی کہ میری مصروفیت کے سبب وصایا شریف ویسے ہی چھپ گیا۔پھر انہوں نے مذکورہ بالاصحیح عبارت بھی بیان کردی کہ چونکہ میری غفلت اور بےتوجہی شامل ہے،اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اورسنی مسلمانوں کواعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے صفحہ 24 میں اس عبارت کوکاٹ کرمذکورہ بالالکھیں۔‘‘اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔‘‘

(البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، صفحہ112،مکتبہ قادریہ،لاہور)

وہابیوں کواعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس فرمان پر اعتراض ہےتو دیوبندیوں کے متعلق وہابی کیا حکم لگائیں گے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مولوی الیاس (بانی تبلیغی جماعت) کودیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں۔

(سوانح مولانا محمد یوسف امیر تبلیغی جماعت،صفحہ133بحوالہ وصایا شریف،صفحہ51)

دیوبندی مولوی ابوالحسن علی حسنی مولوی الیاس بانی تبلیغی جماعت کی مستندترین سوانح عمری دینی دعوت میں رقمطراز ہیں:’’امی بی مولانا (الیاس بانی تبلیغی جماعت) پر بہت شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اکثر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے۔کبھی پیٹھ پر محبت سے ہاتھ رکھ کرفرماتیں کیابات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔‘‘

(کتاب مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت،صفحہ43،بحوالہ وصایا شریف صفحہ50)

یہاں تبلیغی جماعت والوں کوصحابہ کی سی صورتیں کہا اور دوسری جگہ دیوبندیوں نے حد ہی کردی چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی کانگریسی کے مرنے پر دیوبندی اخبار ہفت روزہ خدام الدین لاہور نے شیخ الاسلام مدنی نمبر شائع کیا،اس میں صاف لکھا ہے:’’ایک دفعہ رات کے وقت بجلی ٹیوب کی روشنی میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کودیکھا

کھدر کی ٹوپی کھدر کا کرتہ کھدر کا پائجامہ پہنا ہوا تھا سیدھے سادھے صحابی معلوم ہوتے تھے۔ ملخصاً۔''

(ہفت روزہ خدام الدین لاہور شیخ الاسلام مدنی نمبر، ساحو تاز وصایا شریف، صفحہ 49)

☜ مبالغہ آرائی کرتے وقت عموماً عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک بریلوی مصنف اس کا مصداق بنتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ساڑھے تین سال کی عمر شریف کے زمانے میں ایک دن اپنی مسجد کے سامنے جلوہ افروز تھے کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں تشریف لائے اور آپ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ نے (ساڑھے تین برس کی عمر میں) فصیح عربی میں ان سے کلام کیا اور اس کے بعد ان کی صورت دیکھنے میں نہیں آئی۔''36

ایک صاحب لکھتے ہیں: ''ایک روز استاد صاحب نے فرمایا: احمد میاں! تم آدمی ہو کہ جن؟ مجھے پڑھاتے ہوئے دیر لگتی ہے لیکن تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ دس برس کی عمر میں ان کے والد جو انہیں پڑھاتے بھی تھے ایک روز کہنے لگے: تم مجھ سے پڑھتے نہیں بلکہ پڑھاتے ہو۔''37 ☞

بچپن کے یہ واقعات ناممکن نہیں، ظہیر صاحب کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنا چاہئے تھا کہ بچپن ایسا نہیں ہو سکتا۔ قرآن وحدیث سے ظہیر صاحب کیسے ناجائز ثابت کر سکتے تھے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے واقعات سے لے کر کئی بزرگان دین کے متعلق ایسے بے شمار مستند واقعات موجود ہیں چنانچہ بہجۃ الاسرار میں حضور غوث پاک سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دودھ پینے کے دور کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو سعد عبد اللہ بن سلیمان بن جعفر ان ہاشمی جیلی رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ احمد جیلیہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: والدہ ماجدہ شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کا اس (سلوک) میں بڑا قدم تھا۔ ہم نے ان سے کئی مرتبہ سنا کہ وہ فرماتی ہیں جب میں نے اپنے بیٹے عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو جنا تو وہ رمضان شریف کے دن میں دودھ نہ پیتا تھا۔ رمضان کا چاند لوگوں کو غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا تو میرے پاس پوچھنے آئے میں نے کہا کہ (میرے بچے نے) آج دودھ نہیں پیا، پھر معلوم ہوا کہ یہ دن رمضان کا تھا اور ہمارے شہر میں اس وقت یہ بات مشہور ہوگئی کہ شریفوں (سیدزادوں) میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے کہ رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

(امام الاولیا ترجمہ بہجۃ الاسرار، صفحہ 215، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

## کیا اعلیٰ حضرت کا استاد قادیانی تھا؟

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔ 38

ظہیر صاحب کا اعلیٰ حضرت کے استاد غلام قادر بیگ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی کہنا صریح جھوٹ ہے۔ غلام احمد قادیانی کا بھائی 1883ء/1301ھ میں مرگیا تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کے استادِ محترم مرزا غلام قادر بیگ کی پیدائش یکم محرم 1243ھ بمطابق جولائی 1827ء کی ہے اور سن وفات یکم محرم 1336ھ بمطابق 18 اکتوبر 1917ء ہے۔ مولانا مرزا غلام قادر بیگ نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک استفتا بھیجا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1305ھ میں تاریخی نام سے ایک رسالہ ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین'' لکھا۔ پھر یہی مولانا مرزا قادر بیگ 1310ھ میں کلکتہ سے استفسار کرتے ہیں۔ پھر 1311ھ میں کلکتہ ہی سے 1314ھ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہیں۔ یہ فتوے فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 152، ،فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 45، رضا فاؤنڈیشن، لاہور اور فتاوی رضویہ قدیم، جلد 3، صفحہ 32 میں موجود ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص 1301ھ میں فوت ہوا ہو پھر دوبارہ 1305ھ میں زندہ ہو جائے اور کئی سال تک فتوے طلب کرے؟

(ماخوذ از حاشیہ ملفوظات، حصہ 1 صفحہ 70، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک مسلمان عالم دین کو نہ صرف قادیانی کہنا بلکہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے کے متعلق شرعی حکم بھی ملاحظہ فرمالیں۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **"ایما امرء قال لاخیہ کافر فقدباء بھا احدھما ان کان کما قال والارجعت علیہ"** جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

(مسلم شریف، کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر، جلد 1، صفحہ 79، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## امام احمد رضا خان کا پہلا فتویٰ

جناب بستوی صاحب کم سنی میں اپنے امام کے علم و فضل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''14 برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد قبلہ کی خدمت عالی میں پیش کیا۔ جواب بالکل درست (صحیح) تھا۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کے جواب سے آپ کی ذہانت و فراست کا اندازہ لگالیا اور اس دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کردیا۔'' اس سے پہلے آٹھ سال کی

عمر مبارک میں آپ نے ایک مسئلہ وراثت کا جواب تحریر فرمایا: ''واقعہ یہ ہوا کہ والد ماجد باہر گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ کہیں سے سوال آیا آپ نے اس کا جواب لکھا اور والد صاحب کی واپسی پر ان کو دکھایا۔ جسے دیکھ کر ارشاد ہوا بمعلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امن میاں (اعلیٰ حضرت) نے لکھا ہے۔ ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں اس جیسا کوئی بڑا مسئلہ لکھ کر دکھائے تو جانیں۔''39

اس نص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت صاحب نے آٹھ برس کی عمر میں فتویٰ نویسی کا آغاز کر دیا تھا۔ مگر خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''سب سے پہلا فتویٰ میں نے 1286ھ میں لکھا تھا جب میری عمر 13 برس تھی۔ اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز اور دوسرے احکام فرض ہوئے تھے۔''40

یعنی بستوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے آٹھ برس کی عمر میں ہی وراثت جیسے پیچیدہ مسئلے کے متعلق فتویٰ صادر فرما دیا تھا جب کہ خود اعلیٰ حضرت صاحب اس کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں نے سب سے پہلا فتویٰ 13 برس کی عمر میں دیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ بریلوی حضرات کا یہ دعویٰ ہے کہ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے 14 برس کی عمر میں ہی تعلیم مکمل کر کے سند فراغت حاصل کر لی تھی۔41

مگر کئی مقامات پر خود ہی اس کی تردید بھی کر جاتے ہیں چنانچہ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق خیرآبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہے لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔''(42)

بستوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر 20 برس تھی۔43

اسی طرح بریلوی صاحب کے ایک معتقد لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت نے سید آل رسول شاہ کے سامنے 1294ھ میں شرف تلمذ طے کیا اور ان سے حدیث اور دوسرے علوم میں سند اجازت لی۔''44

ظفر بہاری صاحب کہتے ہیں: ''آپ نے سید آل رسول شاہ کے بیٹے ابوالحسین احمد سے 1296ھ میں بعض علوم حاصل کیے۔''45

بہر حال ایک طرف تو بریلوی حضرات یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ احمد رضا 13 برس یا 14 برس کی عمر میں

ہی تمام علوم سے فارغ ہو چکے تھے دوسری طرف بے خیالی میں اس کی تکذیب بھی کر رہے ہیں۔ اب کسے نہیں معلوم کہ 1272ھ یعنی احمد رضا صاحب کی تاریخ پیدائش اور 1296ھ میں بھی بعض علوم حاصل کیے ہوں تو 14 برس کی عمر میں سند فراغت کے حصول کا کیا معنی ہے؟ مگر بہت دیر پہلے کسی نے کہہ دیا تھا ''لا ذاکـــــرة لکذّاب'' یعنی دروغ گورا حافظہ نباشد۔ (جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جو 8 سال کی عمر میں مسئلہ لکھا تھا وہ ایک اتفاقی تھا اور انہیں اس پر فتوی لکھنے کی اجازت نہ دی گئی اور 13 سال کی عمر میں باقاعدہ آپ نے فتویٰ نویسی شروع کی اور آپ کو اسی دن آپ کی مہارت کے سبب منصب افتاء عطا ہوا۔ لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔ پورا واقعہ یوں ہے: ''جناب سید ایوب علی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا کہ امام اہل سنت قدس سرہ نے 8 سال کی عمر میں ایک مسئلہ فرائض (وراثت) تحریر فرمایا تھا۔ اتفاقاً حضرت رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی۔ جب وہ گاؤں سے بذریعہ بیل گاڑی تشریف لائے فرمایا: معلوم ہوتا ہے یہ مسئلہ امن میاں (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے ان کو ابھی نہ لکھنا چاہئے مگر ہمیں اس جیسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھادے تو میں جانوں۔ بتاریخ 14 ماہ شعبان 1286ھ میں فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ذہن نقاد وطبع وقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ323، کنسٹرز انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اوپر سب سے پہلا حوالہ بستوی صاحب سے نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ 14 برس کی عمر میں آپ سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اور اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے 13 برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اس 13 اور 14 میں آخر تضاد کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تضاد نہیں دراصل ظہیر صاحب نے بستوی صاحب کی عبارت یوں نقل کی تھی ''انہ فرغ من التعلیم والدراسة و جلس علی مسند الافتاء وعمرہ لم یتجاوز الرابع عشرة سنة'' (اس کا صحیح ترجمہ یہ تھا) اعلیٰ حضرت جس وقت تعلیم وتدریس سے فارغ ہوئے اس وقت آپ کی 14 سال سے زائد نہ تھی۔

(البریلویہ صفحہ20، ترجمان السنہ لاہور)

یعنی آپ کی عمر 14 سال سے زیادہ نہیں تھی بلکہ کم تھی جو 13 سال اور کچھ مہینے بنتی ہے۔جبکہ مترجم صاحب نے اپنی عادت تحریف کی تسکین کیلئے صحیح ترجمہ نہ کیا اور یہ لکھ دیا کہ آپ کی عمر چودہ سال تھی۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حصول علم پر ظہیر کا اعتراض کرنا بھی بڑا عجیب ہے۔کیا موجودہ دور میں درس نظامی سے فارغ ہو کہ مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی؟ B.A کرکے بندہ گریجویٹ بن جاتا ہے کیا مزید تعلیم حاصل کرنا اس کے گریجویٹ ہونے کے منافی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 14 سال کی عمر میں مروجہ علوم وکتب پڑھ لی تھیں۔مزید تعلیم وراہ سلوک کی تعلیم کے لئے آپ دیگر حضرات کے پاس گئے۔

### علامہ عبدالحق سے اعلیٰ حضرت کا نہ پڑھنا

ظہیر صاحب کا یہ کہنا کہ عبدالحق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو علم منطق اس وجہ سے نہیں پڑھائی کہ آپ کی زبان مخالفین کے متعلق بہت سخت ہے، بالکل جھوٹ ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان سے علم حاصل نہیں کیا تھا۔واقعہ یوں ہے کہ رامپور میں جب اچانک آپ کی ملاقات علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ منطق کی کتاب کہاں تک پڑھی ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قاضی مبارک۔یہ سن کر علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ جس دماغ اور شان سے مولانا نے یہ سوال کیا، اسی انداز پر جواب دیا گیا۔آپ کے یہاں قاضی مبارک کے بعد تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ یہ جواب سن کر مولانا نے خیال فرمایا کہ ہاں یہ بھی کوئی شخص ہے، اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسرا سوال کیا۔بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا تدریس، افتا، تصنیف۔(خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا) کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردِّ وہابیہ میں۔علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سنی تھے، مگر سنی گر نہ تھے۔خاص حمایت دین کا کوئی شوق و ولولہ دل میں نہ رکھتے تھے، (انہوں نے) فرمایا آپ بھی ردوہابیہ کرتے ہیں؟ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں مبتلا رہتا ہے۔یہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا۔اتنے بڑے عالم کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو زیبا تھا یا نہیں؟ یہ ناظرین کی فہم سلیم پر چھوڑتے ہیں۔ممکن ہے کہ دونوں میں بے تکلفی اور آپس کی محبت کا اثر ہو۔اسلئے کہ حضرت تاج الفحول علامہ فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے

شاگرد رشید اور علامہ عبدالحق صاحب مرحوم کے استاد بھائی، رفیق اور ساتھی تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی حمایت دین ونکایت مفسدین کی وجہ سے بہت عزت کرتے تھے۔ (خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے متعلق) اس لفظ کو سن کر (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ) بہت کبیدہ ہوئے اور فرمایا: جناب والا! سب سے پہلے وہابیہ کا رد حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد نے کیا اور ''تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی'' مستقل کتاب مولوی اسماعیل کے رد میں تصنیف فرمائی۔ یہ سن کر مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کرلیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیانِ سنت کی توہین وتحقیر سُنی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کردیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 249، کمسیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ظہیر صاحب اور وہابیوں سے یہ بات ہضم نہیں ہوتی کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بچپن ہی سے بہت ذہین تھے، اس لئے وہ اِدھر اُدھر کے بے تکے اعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ خود دیوبندیوں سمیت وہابیوں کے کئی مولوی اعلیٰ حضرت کی علمی شان کے قائل ہیں چنانچہ وہابی ترجمان ہفت روزہ الاسلام لاہور میں لکھتا ہے: ''ہمیں ان (فاضل بریلوی) کی ذہانت وفطانت سے انکار نہیں ہے ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بالکل اوائل عمر میں ہی علوم درسیہ سے فارغ التحصیل ہوکر مسند درس وافتاء کی زینت بن گئے تھے۔''

(ہفت روزہ الاسلام، 23 جنوری 1976ء، لاہور)

یہ ظہیر کی کتاب ''البریلویۃ'' کی پہلی فصل پوری ہوئی۔ قارئین اندازہ لگالیں کہ اس مختصر سی فصل میں ظہیر نے کس قدر جھوٹ، بہتان اور تحریفات کی ہیں۔ آگے پوری کتاب اسی طرح کی لغویات سے بھری پڑی ہے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

1 ملاحظہ ہو دائرۃ المعاف الاسلامیہ اردو، جلد۴، ص ۴۸۵، مطبوعہ پنجاب، ۱۹۶۹ء

2 دائرۃ المعارف، جلد۴، ص ۴۸۷

3 اعلیٰ حضرت بریلوی، مصنفہ بستوی، ص ۱۲۵، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت از ظفر الدین بہاری رضوی، مطبوعہ کراچی

4 تذکرۃ علمائے ہند، ص ۶۴

5حیات اعلیٰ حضرت، جلد ا، ص ا

6اعلیٰ حضرت، از بستوی، ص ۲۵

7ملاحظہ ہو ''من ھو احمد رضا'' از شجاعت علی قادری، ص ۱۵

8اس کتاب کے مصنف مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی مرحوم ہیں۔

﴿ بریلوی حضرات مصنف رحمہ اللہ کے اس پیرائے پر بہت جز بز ہوئے ہیں حالانکہ یہ ایسی بات نہیں ہے کہ اس پر چیں بہ جبیں ہوا جائے۔ مصنف یہاں جناب احمد رضا کا حلیہ بیان کررہے ہیں اور ظاہر ہے کہ حلیہ بیان کرتے وقت کالی رنگت کا ذکر آجانا معیوب شے نہیں ہے اور ندامت اور شرمندگی کا اظہار تو کسی عیب پر کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں ندامت سے بچنے کے لئے مختلف حیلے بہانوں اور خود ساختہ عبارتوں سے کسی کتاب میں تردیدی دلائل کا ذکر کر کے کالے کو گورا کرنے کی سعی لاحاصل بہر حال بے معنی ہے۔ علامہ مرحوم نے حرمین شریفین کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا ذکر جس انداز سے کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

1: بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ ہم نے جناب احمد رضا صاحب کی رنگت کا ذکر کیوں کیا ہے حالانکہ یہ قابل اعتراض بات نہیں۔

2: اس کے جواب میں بعض حضرات نے سیاہ کو سفید ثابت کرنے کے لئے اپنی کتاب کے صفحات کو بھی بلاوجہ سیاہ کردیا ہے۔

3: جواب میں کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ تو سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا اور رنگ کی آب وتاب بھی ختم ہوچکی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ گہرا گندمی رنگ کی کون سی قسم ہے۔ کیا ضرورت ہے ان تاویلات میں پڑنے کی؟ سیدھا اعتراف کیوں نہیں کرلیا جاتا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا۔

4: اس جواب میں جن لوگوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سفید تھا ان میں سے اب کوئی بھی موجود نہیں۔ یہ خود ساختہ دلائل ہیں۔

5: آج بھی احمد رضا صاحب کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔ بہر حال یہ عیب کی بات نہیں۔ کچھ لوگوں نے ہمارے حوالے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ ہم نے ان کی تردید ضروری سمجھی۔ ﴾

## دنیا و آخرت میں روشن چہرے سُنّیوں کے ہیں

ظہیر صاحب اور مترجم صاحب نے بات کو تسلیم نہیں کیا مزید تحریفات کا سہارا لیا۔علمائے اہل سنت کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے کہاں ہے کہ ''اعلیٰ حضرت کا رنگ سیاہ نہیں تھا البتہ گہرا گندمی تھا۔'' حالانکہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتاب میں گہرا گندمی کا ذکر نہیں کیا بلکہ خالی گندمی کا ذکر کیا اور واضح دلائل کے ساتھ آپ کا سفید رنگ ہونے کے دلائل نقل کئے ہیں جس کے متعلق وہابیوں نے صرف یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ اہل سنت کے علماء نے بلاوجہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔حالانکہ وہابیوں کو رنگ سیاہ ہونے پر دلائل دینے چاہئے تھے۔پھر ایک عجیب جواب یہ دیا ہے کہ ''سفید رنگ ہونے پر جن کے حوالے دیئے گئے ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں۔'' ظاہری بات ہے کہ حوالہ انہی لوگوں کا دیا جائے گا جنہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ظہیر نے تو بغیر حوالہ ہی سیاہ رنگ ہونے کا کہہ دیا ہے۔آخر میں جو جھوٹ بولا ہے کہ آج بھی احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ساری اولاد کا رنگ سیاہ ہے۔اگر وہابیوں کو مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے سے فرصت ملے تو عصر حاضر ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا دیدار کرلیں۔ان کے پرنور انتہائی سفید سرخی مائل چہرے کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ واضح ہو جائے گا۔

بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک کی چلی ہے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادوں کا حسن بھی ملاحظہ فرمالیجئے:۔ ڈاکٹر محمد عبد النعیم عزیزی ایڈیٹر اسلامک ٹائمز اردو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے شہزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضور حجۃ الاسلام بہت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ وشکیل تھے۔ جانے کتنے غیر مسلم حتی کے عیسائی پادری بھی آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔آپ کا چہرہ ہی برہان تھا اور آپ صورت وسیرت ہر اعتبار اور ہر ادا سے اسلام کی حجت، حقانیت کی دلیل اور سچائی کی برہان تھے۔ جے پور، چتوڑگڑھ، اودے پور اور گوالیر کے راجگان آپ کے دیدار کے لئے بیتاب رہا کرتے تھے اور آپ جب ان راجگان میں سے کسی کے شہر میں بسلسلہ پروگرام یا مریدین ومتوسلین کے یہاں آپ تشریف لے جاتے تھے تو آپ کی زیارت کے لئے امنڈ پڑتے تھے۔کئی بدمذہب اور مرتدین صرف آپ کے چہرہ زیبا ہی کو دیکھ کر تائب ہوئے۔''

(فتاوی حامدیہ صفحہ72،شبیر برادرز،لاہور)

دوسرے شہزادے حضور مفتی اعظم ہند ابوالبرکات محمد مصطفےٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے حضرت

مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی فرماتے ہیں: ''صورت نورانی، رنگ سرخی مائل سفید، قد میانہ، بدن نحیف، سر بڑا گول، اس پر عمامہ کی بہار، چہرہ گول، روشن وتابناک، نور برساتا ہوا، جسے دیکھ کر خدا کی یاد آجائے۔۔۔۔''

(فتاوی مصطفویہ صفحہ 34، شبیر برادرز، لاہور)

15 شوال المکرم 1352ھ 1934ء میں لاہور میں جماعت اہل سنت اور دیوبندی جماعت کے سر برآوردہ لوگوں کی ایک میٹنگ رکھی گئی، جو بعد میں مناظرہ میں تبدیل ہوگئی، دونوں طرف کے ذمہ داروں کی یہ خواہش تھی کہ گفتگو کے ذریعہ مسئلہ طے ہوجائے اور حق واضح ہونے پر حق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں ایک ہوجائیں۔ لہٰذا دیوبندی مکتبہ فکر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کا انتخاب ہوا اور جماعت اہل سنت کی طرف سے حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا۔ آپ بریلی سے لاہور تشریف لے گئے، مگر ادھر تھانوی جی نہیں پہنچے۔ اس موقع پر حجۃ الاسلام نے جو خطبہ دیا وہ بے مثال خطبہ تھا اور سننے والے بڑے بڑے علما وفضلاء ان کی فصاحت وبلاغت اور علم وفضل کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

اسی موقع پر پنجابی مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی مناظر نہیں آیا تو چھوڑو، ان کے چہرے دیکھ لو (حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی جانب اشارہ کر کے) اور فیصلہ کرلو کہ حق کدھر ہے۔ (یعنی حامد رضا خان کا نورانی چہرہ ہی بتاتا ہے کہ آپ حق پر ہیں۔)

(مقدمہ فتاوی حامدیہ صفحہ 53، شبیر برادرز، لاہور)

ان ہستیوں کی بات چھوڑیں موجودہ دور کے سنی علماء اور وہابی مولویوں کے چہرے دیکھ لیں واضح ہوجائے گا کہ کن کا چہرہ نورانی ہوتا ہے۔ کئی وہابی مولوی مرے جن کے چہرے مرنے کے بعد دکھائے نہیں گئے کہ دیکھنے کے قابل نہیں تھے اور سنی علماء کے چہرے مرنے کے بعد چمکتے دیکھے گئے ہیں تو چہروں کا نورانی ہونا سنیوں کا خاصہ ہے اور قیامت والے دن یقیناً اہل سنت ہی کے چہرے روشن ہوں گے اور بدمذہبوں کے سیاہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے۔

(سورۃ آل عمران، سورت 3، آیت 106)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی اور وہابیوں کے بہت بڑے عالم مولوی شوکانی کی تفسیر فتح القدیر میں اور ابن تیمیہ نے جامع الرسائل میں یہ روایت نقل کی ہے "فقال ابن عباس تبیض وجوہ أھل السنۃ وتسود

وجوہ أھل البدعة" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اہل سُنّت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، فتح القدیر، فی تفسیر، سورۃ آل عمران، سورت3، آیت106)

جس انداز سے ظہیر اور مترجم نے اعلیٰ حضرت اور ان کی اولاد کو سیاہ ثابت کرنے کے لئے سیاہ جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔ اس کا حکم خود حدیث سے سنئے چنانچہ شعب الایمان میں ہے "عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((**الکذب یسود الوجہ**)) نبی کریم نے فرمایا: جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے۔

(شعب الإیمان، حفظ اللسان، ج6، صفحہ456، مکتبۃ الرشد، الریاض)

9 اعلیٰ حضرت از بستوی، ص۲۰

10 حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ ظفر الدین بہاری، جلد۱، ص ۳۵

11 ملاحظہ ہو مضمون حسنین رضا درج شدہ اعلیٰ حضرت بریلوی، ص۲۰

12 بستوی، ص ۲۸

13 ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص۶۴۔

☆ جناب عبدالحکیم صاحب کو شکایت ہے کہ مصنف نے یہاں بھی حضرت صاحب کی آنکھ کے نقص کا ذکر کیوں کیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی انسانی حلئے کا ایک حصہ ہے اور اس پر غیض وغضب کا اظہار کسی طور پر بھی روا نہیں۔ جواب میں قادری صاحب رقمطراز ہیں کہ: ''حقیقۃً یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ ہوا یہ کہ 1300ھ میں مسلسل ایک مہینہ باریک خط کی کتابیں دیکھتے رہے۔ گرمی کی شدت کے پیش نظر ایک دن غسل کیا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اتر آئی ہے۔ بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسط سے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔''

جناب قادری صاحب نے یہ عبارت ''ملفوظات'' سے ذکر کی ہے لیکن علمی بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مکمل عبارت تحریر کرنے کی بجائے عبارت کا اگلا حصہ حذف کر گئے ہیں۔ اس کے متصل بعد ملفوظات میں لکھا ہے: ''دائیں آنکھ کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوتا ہے (یعنی جس چیز کو دائیں آنکھ سے دیکھتے) وہ ناصاف اور دبا معلوم ہوتا۔''

اس عبارت کو چھوڑنے کا مطلب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ قادری صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کی آنکھ کے نقص کو چھپانا چاہتے ہیں۔حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے۔کسی آنکھ میں نقص کا پایا جانا انسان کے بس کی بات نہیں ربّ کائنات کا اختیار ہے لہٰذا ہم قادری صاحب سے گذارش کریں گے کہ وہ اظہار ندامت کی بجائے اعتراف حقیقت کرلیں۔(ثاقب)

عجیب بات ہے پوری عبارت کی ہیرا پھیری خود کرتے ہیں اور علمی بددیانتی کا الزام شرف ملت حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ پر لگاتے ہیں۔ہم نے پیچھے بھی کہا کہ آنکھ سے اندھا ہونا کوئی دینی عیب نہیں،لیکن تشویش اس بات کی ہے کہ ایک عظیم شخصیت کو محض عداوت کی وجہ سے اندھا ثابت کیا جارہا ہے۔ملفوظات کی مکمل عبارت اوپر پیش کی گئی ہے جس میں صراحت ہے کہ صرف آنکھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ حلقہ پڑ اتھا جو مزید نہ بڑھا اور طبیبوں نے کہا تھا کہ آنکھ موتیا سے بے نور ہوجائے گی لیکن وہ دعا کی برکت سے بے نور نہیں ہوئی۔اتنا حصہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں:''مقدمہ نزول آب ہے (یعنی پانی اترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدانا کردہ) پانی اتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی۔) میں نے التفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزول آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہوگیا۔ 1316ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا۔بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئیگا۔ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔انہوں نے بیس برس کہے تھے،انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔الحمد للہ کہ بیس درکنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا،نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے،نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی،نہ ان شاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔''

(ملفوظات،حصہ1،صفحہ70،المکتبۃ المدینہ،کراچی)

مترجم صاحب نے جو عبارت مزید دلیل کے طور پر پیش کی ہے کہ:''وہ ناصاف اور دبا معلوم ہوتا۔''اس عبارت میں ہی مترجم صاحب کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے کہ ناصاف دکھائی دینے اور بالکل نہ دکھائی دینے میں فرق ہے یا نہیں؟

مترجم نے اوپر لکھا کہ''حالانکہ یہ ایسی چیز نہیں جس کے ذکر پر ندامت محسوس کی جائے''تو مترجم و مصنف کی عقل میں یہ کیوں نہ آیا کہ یہ ایسی خرابی و عیب بھی نہیں کہ جسے بیان کرکے کسی مسلمان کو گندہ کرنے کی ناپاک و ناکام کوشش کی جائے۔

14 ملفوظات ص ۲۰، ۲۱۔

ﷺ بریلویت کے موسس ومجدد جناب احمد رضا نہایت فحش اور غلیظ زبان استعمال کرتے تھے۔ذیل میں ان کی غیر مہذبانہ زبان کے چند نمونے ذکر کیے جاتے ہیں۔وہ اپنی کتاب وقعات السنان میں رقمطراز ہیں:ضربت مرداں دیدی قمت رحمٰن کشیدی۔تھانوی صاحب!اس دسویں کہاوی پر اعتراضات میں ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالئے۔دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔کیا اتنی ضربات عظیم کے بعد بھی نہ سوجی ہوگی۔(وقعات السنان،ص 51 مطبوعہ کراچی،بحوالہ''شریعت حضرت محمد مصطفیٰ اور دین احمد رضا''از ملک حسن علی بی اے علیگ)
رسلیا کہتی ہے میں نہیں جانتی میری ٹھہرائی پر اتر۔۔۔۔۔دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو۔(ایضاً)اف ہی رسلیا تیرا بھول پن۔خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔ (وقعات السنان،ص 60)
رسلیا والے نے۔۔۔۔۔اپنی دوشتی میں تیرا احتمال بھی داخل کرلیا۔

(وقعات السنان،ص 27)

اپنی کتاب خالص الاعتقاد میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق لکھتے ہیں:''کبھی کسی بے حیاء ناپاک گھنونی سی گھنونی بے باک سے بے باک۔پاجی کمینی گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابلے بے دھڑک ایسی حرکات کیں؟آنکھیں میچ کر گندہ منہ پھاڑ کر ان پر فخر کیے؟انہیں سربازار شائع کیا؟اور ان پر افتخار ہی نہیں بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی،حیادار،شرمیلی،بانکی،نکیلی،میٹھی،رسیلی،اچپل البیلی،چنچلا نیلی،اجودھیاباشی آنکھ بیتان لیتی اوبجی ہے ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں گھونگھٹ اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام''شہاب ثاقب''رکھا ہے۔'' (خالص الاعتقاد،ص 22)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں:''کفر پارٹی وہابیہ کا بزرگ ابلیس لعین۔۔۔۔خبیثو!تم کافر ٹھہر چکے ہو۔ابلیس کے مسخرے،دجال کے گدھے۔۔۔۔ارے منافقو۔۔۔۔۔وہابیہ کی پوچ ذلیل،عمارت قارون کی طرح تحت الثریٰ پہنچتی نجدیت کے کوے سکتے،وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوح گستاخ بھڑکتے۔''

(خالص الاعتقاد،ص 2 تا 20)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:''سرکش،طاغی،شیطان لعین،بندہ داغی۔''

(الامن والعلی، ص 112)

فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ''غیر مقلدین و دیوبندیہ جہنم کے کتے ہیں۔ رافضیوں (شیعہ) کو ان سے بدتر کہنا رافضیوں پر ظلم اور ان کی شان خباثت میں تنقیص ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 2، ص 90)

سبحان السبوح میں ارشاد کرتے ہیں: ''جو شاہ اسماعیل اور نذیر حسین وغیرہ کا معتقد ہوا، ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔ غیر مقلدین سب بے دین، پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔''

(سبحان السبوح، ص 134)

## بد مذہبوں کو زجر کرنا

مترجم صاحب کی کم عقلی اور کم علمی کا اندازہ لگائیں کہ انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ کونسی کتاب کس کی ہے؟ وقعات السنان اعلیٰ حضرت کی کتاب نہیں ہے۔ یہ مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے اور مترجم صاحب نے اسے اعلیٰ حضرت کی تصنیف ٹھہرا کر، عبارات توڑ موڑ کر بے ربط نقل کی ہیں اور اسے فحش کلامی پر محمول کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ آپ یہ کتاب پوری پڑھ لیں کہیں بھی ایسی پیش کی گئی عبارات نہیں ملیں گی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جگہ جگہ لفظ رسلیا استعمال کیا گیا ہے۔ رسلیا کا مطلب ہے رنگیلا۔ اس لفظ کو استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہابی مولوی اپنی گستاخانہ عبارات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی باطل تاویلیں کرتے ہیں۔ اس قسم کے الفاظ ان کے دلائل کو زجر کرنے کے لئے کہے جاتے ہیں کہ گستاخی الفاظوں کے ہیر پھیر سے نہیں چھپتی۔ اس طرح کے الفاظ بطور زجر کہنے کی کئی مثالیں کتب احادیث وغیرہ میں موجود ہیں۔ المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمیر بن وہب کے متعلق کہا "ھذا الکلب عدو اللہ عمیر بن وھب ما جاء إلا لشر" ترجمہ: یہ کتا اللہ عزوجل کا دشمن عمیر بن وہب شر کے ارادے سے آیا ہے۔

(المعجم الکبیر، باب العین، جلد 17، صفحہ 58، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ)

حدیث پاک میں والدین کو گالی دینے والے کو لعنتی کہا گیا ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث پاک ہے "عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((ملعون من سب أباہ، ملعون من سب أمہ))" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ملعون ہے جو اپنے ماں، باپ کو گالی دے۔

(مسند احمد، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، جلد5، صفحہ83، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

جب ماں، باپ کو گالی دینے والا ملعون ہے تو گستاخ رسول کیوں ملعون نہیں؟ گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کو رب تعالیٰ نے حرامی کہا چنانچہ فرمایا ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: درشت خُو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

(سورۃ القلم، سورۃ 68، آیت13)

دوسری جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

(سورۃ المجادلہ، سورت 58، آیت 20)

گستاخ کافر حکم بن ابی العاص اور اس کی اولاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون کہا چنانچہ ''اخبار مکہ'' میں حضرت ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق المکی الفاکہی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا "إن الحكم بن أبي العاص وولده ملعونون على لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم" ترجمہ: بے شک حکم بن ابی العاص اور اس کی اولاد کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنتی قرار دیا۔

(أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه، جلد1، صفحہ 355، دار خضر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گستاخوں کو بدتر، جہنم کے کتے کہا، وہ آپ نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ احادیث کا فیصلہ ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: ''بد مذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اهل البدع شر الخلق والخليقة)) یہ تمام جہان سے بدتر ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے ((اصحاب البدع كلاب اهل النار)) بد مذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد6، صفحہ499، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

15 انوار رضا ص ۳۶۰

16 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۶۴

17 ایضاً ص ۲۲

18 انوار رضا ص ۳۵۸

19 الفاضل البریلوی مصنفہ مسعود احمد ص ۱۹۹

20 قدمہ مقالات رضا از کوکب، ص ۳۰، مطبوعہ لاہور
21 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۱۱
22 ایضاً ص ۲۱۱
23 البریلوی، از بستوی، ص ۲۶، ۲۷، انوار رضا، ص ۳۵۵ وغیرہ
24 انوار رضا ص ۳۵۵، بستوی ص ۲۷
25 ملفوظات، جلد ا ص ۶۴
26 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ا
27 بستوی، ص ۲۸، ایضاً حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۲
28 یاد اعلیٰ حضرت، از عبدالحکیم شرف قادری، ص ۳۲
29 مقدمہ الفتاویٰ الرضویہ، جلد ۲ ص ۱۵، از محمد اصغر علوی
30 انوار رضا ص ۲۲۳
31 ایضاً ۲۷۱
32 ایضاً ۲۷۰
33 باغ فردوس، مصنفہ ایوب رضوی، ص ۷
34 انوار رضا ص ۱۰۰
35 وصایا شریف، ص ۲۴
36 حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ۲۲
37 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲ ص ۶
38 بستوی، ص ۳۲
39 اعلیٰ حضرت بریلوی، ص ۳۲
40 من ہو احمد رضا، از قادری ص ۱۷۔

یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ حضور کی شریعت میں نماز دس برس کی عمر میں فرض ہے اور جناب احمد رضا پر

نماز ۱۳ برس کی عمر میں فرض ہوئی (ناشر) ✽

**وقتِ بلوغت**

ایک سے بڑھ کر ایک جاہل ہے۔یہاں ناشر صاحب نے اپنی کم علمی میں اعتراض کر دیا اور یہ پتہ ہی نہیں کہ نماز کب فرض ہوتی ہے؟ نماز کس عمر میں فرض ہوتی ہے اس کے متعلق امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وُہ احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں ،قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہو جائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بے اقراریا ظہورآ ثار حکم بلوغ نہیں ہوسکتا''فی الدر المختار فان لم یوجد فیهما شیء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى " درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ 477، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پتہ چلا کہ فقہ حنفی میں نماز تب فرض ہوتی ہے جب عمر پندرہ سال ہو جائے یا پندرہ سال سے قبل احتلام ہو جائے۔فقہ حنفی کا یہ مسئلہ احادیث وصحابہ کرام وائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ماخوذ ہے چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث پاک ہے"عن ابن عمر قال عرضت على رسول الله صلى الله عليه وسلم في جيش وأنا ابن أربع عشرة فلم يقبلني فعرضت عليه من قابل في جيش وأنا ابن خمس عشرة فقبلني قال نافع وحدثت بهذا الحديث عمر بن عبد العزيز فقال هذا حد ما بين الصغير والكبير ثم كتب أن يفرض لمن يبلغ الخمس عشرة ۔۔۔هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم،وبه يقول سفيان الثوري،وابن المبارك، والشافعي،وأحمد، وإسحاق يرون أن الغلام إذا استكمل خمس عشرة سنة فحكمه حكم الرجال وإن احتلم قبل خمس عشرة فحكمه حكم الرجال "ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی تو ایک غزوہ میں جانے کے لئے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا، آپ نے قبول نہ فرمایا۔پھر دوسرے غزوہ کے لئے پیش ہوا، اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے مجھے جہاد کیلئے قبول فرمالیا۔حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنائی تو

انہوں نے فرمایا کہ پندرہ سال بڑے ہونے کی حد ہے پھر لکھا کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے اس پر (نماز، روزہ) فرض ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ حضرت سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق فرماتے ہیں کہ جب لڑکے کی عمر پندرہ سال ہو یا اس سے قبل اسے احتلام ہو جائے تو اس کا حکم مردوں کے حکم کی طرح ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی حد بلوغ الرجل والمرأۃ جلد3، صفحہ633، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

41 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، از بہاری، ص ۳۳۔ ایضاً انوار رضا، صفحہ ۳۵۷ وغیرہ

42 بہاری، ص ۱۳۳، ایضاً انوار رضا، ص ۳۵۷

43 نسیم بستوی، ص ۳۵

44 انوار رضا، ص ۳۵۶

45 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۳۵،۳۴

# فصل: خاندان

## کیا اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان سے تھے؟

﴿ جناب احمد رضا کے خاندان کے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ ان کے والد اور دادا کا شمار احناف کے علماء میں ہوتا ہے۔ البتہ جناب بریلوی صاحب کے مخالفین الزام لگاتے ہیں کہ ان کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا۔ انہوں نے ساری عمر تقیہ کیے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تاکہ وہ اہل سنت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔ ان کے مخالفین اس کے ثبوت کے لیے جن دلائل کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے چند ایک یہاں بیان کیے جاتے ہیں: جناب احمد رضا کے آباء اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب ہے: احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔46 ﴾

یہاں ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت اور ان کے آباؤ اجداد رحمہم اللہ کو شیعہ ٹھہرانے کی ناکام و باطل کوشش کی ہے۔ لیکن ایک سچ ان سے نقل گیا کہ ان کے مخالفین ان کو شیعہ کہتے ہیں۔ تو مخالفین کا کام ہی الزام لگانا ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور انکے آباؤ اجداد ہرگز شیعہ نہیں تھے بلکہ سنی حنفی اور اہل علم حضرات تھے۔

## اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا ردِّ شیعیت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رَدِّ شیعیت میں متعدد رسائل لکھے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

(1) ردّ الرفضۃ (تبرائی رافضیوں کا رد بلیغ)

(2) الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملا عنہ (روافض کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلافصل کا شدید رد)

(3) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند و بیان الشھادۃ (تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم)

**مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:**

(1) غایۃ الحقیق فی امامۃ العلی والصدیق (پہلے خلیفہ برحق کی تحقیق)

(2) الکلام البھی فی تشبیہ الصدیق بالنبی (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہتیں)

(3) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقیٰ (آیہ کریمہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ کی تفسیر اور مناقب

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(4)مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (شیخین کریمین کی افضلیت پر مبسوط کتاب)

(5)وجہ المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق والفاروق (شیخین کریمین کے وہ اسماء مبارکہ جو احادیث میں وارد ہیں)

(6)جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان (قرآن کریم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع القرآن کیوں کہتے ہیں؟)

**مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ**

(1)البشری العاجلہ من تحف آجلہ (تفضیلیہ اور مفسقانِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد)

(2)عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوك الاسلام (مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(3) ذب الاھواء الواھیۃ فی باب الامیر معاویۃ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مطاعن کا جواب)

(4) اعلام الصحابۃ الموافقین للامیر معاویۃ وام المومنین (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے؟)

(5) الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معاویہ (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کی احادیث)

**ردِ تفضیلیہ**

(1) الجرح الوالج فی بطن الخوارج (تفضیلیہ اور مفسقہ کا رد)

(2)الصمصام الحیدری علی حمق العیّار المفتری (تفضیلیہ اور مفسقہ کا رد)

(3) الرائحۃ العنبریّہ عن الجمرۃ الحیدریہ (مسئلہ تفضیل اور تفضیل من جمیع الوجوہ کا بیان)

(4) لمعۃ الشمعہ لھدی شیعۃ الشنعہ (تفضیل و تفسیق کے متعلق سات سوالوں کے جواب)

**ابوطالب کا حکم**

(1)شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (ایک سو کتب تفسیر وعقائد وغیرہا سے ایمان نہ لانا ثابت کیا۔)

ان کے علاوہ رسائل اور قصائد جو سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھے ہیں وہ شیعہ و روافض کی تردید ہیں۔ کیونکہ شیعہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے، اس لئے کہ حضرت غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 131، مکتبہ قادریہ، لاہور)

جس قدر اعلیٰ حضرت نے شیعہ مذہب کا رد لکھا، اتنا کسی وہابی، دیوبندی نے نہیں لکھا۔ مگر شدت پسندی کی انتہا دیکھیں کہ کتنی جرأت سے شیعہ کہہ کر کے اسے تقیہ پر محمول کر دیا۔ پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک تقیہ کس چیز کا نام ہے؟ خود وہابیوں کے گروہ دیوبندیوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رَدِّ شیعیت کو تسلیم کیا۔ دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز قاضی مظہر حسین دیوبندی آف چکوال لکھتے ہیں: ''مسلک بریلویت کے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم نے بھی ہندوستان میں فتنہ رفض کے انسداد میں بہت مؤثر کام کیا ہے۔ روافض کے اعتراضات کے جواب میں اصحاب رسول کی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ بحث ماتم کے درمیان مولانا بریلوی کے فتاویٰ نقل کئے جا چکے ہیں۔ منکرین صحابہ کی تردید میں رد الرفضہ۔۔۔۔۔ ردتعزیہ داری الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ وغیرہ آپ کے یادگار رسائل ہیں جن میں سنی شیعہ نزاعی پہلو سے آپ نے مذہب اہلسنت کا مکمل تحفظ کر دیا ہے۔''

(بشارات الدارین، صفحہ 529)

دیوبندی امیر عزیمت بانی نام نہاد سپاہ صحابہ حق نواز جھنگوی کہتا ہے: ''علامہ (احمد رضا) بریلوی جن کا قائد جن کا راہنما بلکہ بقول بریلوی علماء کا مجدد احترام کے ساتھ نام لوں گا۔ احمد رضا خان نے تو یہاں تک شیعہ سے نفرت دلائی ہے کہ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اگر شیعہ کنویں میں داخل ہو جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ہے یا کچھ ڈول نکالنے کے بعد کنویں کا پانی پاک ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: کنویں کا سارا پانی نکال دیں جب کنواں پاک ہوگا اور وجہ لکھتے ہیں کہ شیعہ سنی کو ہمیشہ حرام کھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اس سے اور کچھ بھی نہ ہو سکا تب بھی وہ اہل سنت کے کنویں میں پیشاب ضرور کر آئے گا۔ اس لئے اس کنویں کا سارا پانی نکال دینا لازمی اور ضروری ہے۔''

(حق نواز جھنگوی کی 15 تاریخ ساز تقریریں، صفحہ 13,15، طبع لاہور)

وہابی مولوی محمد شفیع نے کہا کہ یہ بریلوی بھی شیعہ ہی ہیں یونہی حنفیوں میں گھس آئے ہیں (دوسرے وہابی عبد القادر

رائے پوری نے ) کہا: ''یہ غلط ہے ۔مولوی احمد رضا خان صاحب شیعہ کو بہت بُرا سمجھتے تھے ۔ بانس بریلی میں ایک شیعہ تفضیلی تھے ۔ ان کے ساتھ مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔''

(حیات طیبہ، صفحہ 232، طبع لاہور)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ شیعہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے ۔حیات اعلیٰ حضرت میں ایک واقعہ ہے: ''حضرت ننھے میاں رحمۃ اللہ علیہ (برادر خورد اعلیٰ حضرت ) عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد سے ایک رافضی محض آپ سے ملنے کی غرض سے پیچھے آرہا ہے ۔ تالیف قلوب کے لئے اس سے بات چیت کر لیجئے ، کہ اتنے میں وہ بھی آ گیا ۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور بالکل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے ۔ ننھے میاں نے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ حضور کے مخاطب نہ فرمانے سے اس کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ تقدیم کلام کرتا ۔غرض تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے حضور کو سناتے ہوئے کہا کہ اتنی دوری سے ملاقات کے لئے آیا تھا، اخلاقاً توجہ فرمالینے میں کیا حرج تھا؟ حضور نے جلال کے ساتھ ارشاد فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی اخلاق بتایا ہے ۔ پھر فرمایا: امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد شریف سے تشریف لا رہے ہیں، راہ میں ایک مسافر ملتا ہے اور سوال کرتا ہے میں بھوکا ہوں ۔ آپ ساتھ چلنے کا اشارہ فرماتے ہیں، وہ پیچھے پیچھے کاشانہ اقدس تک پہنچتا ہے ۔ امیر المومنین خادم کو کھانا لانے کے لئے حکم فرماتے ہیں ۔خادم کھانا لاتا ہے اور دستر خوان بچھا کر کھانا سامنے رکھتا ہے ۔ وہ کھانا کھانے میں کوئی بدمذہبی کے الفاظ زبان سے نکالتا ہے ۔امیر المومنین خادم کو حکم فرماتے ہیں: کھانا اس کے سامنے سے فوراً اٹھالیا جائے اور کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے ۔خادم فوراً تعمیل کرتا ہے ۔ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی شریف سے نام لے لے کر منافقین کو نکلوا دیا: "اخـــرج یـــا فـــلان انك منافق" ''اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے ۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 206، کممیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

اس کے باوجود وہابیوں کے نزدیک امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن معاذ اللہ شیعہ ہیں اور تقیہ میں زندگی گزار دی تاکہ اہل سنت میں شیعہ مذہب کو رواج دے سکیں ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ درحقیقت تقیہ کا مرض وہابیوں میں عام ہے سنیوں کی مسجدوں میں سنی بن کر درس و تبلیغ کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ اپنے عقیدے میں لے آتے ہیں ۔ اعلیٰ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتداد مبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ ان لوگوں سے میل جول رکھتا، ان کی مجالس وعظ میں جاتا ہے، اس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سنی کہتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد6، صفحہ534، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے جو ناموں سے استدلال کر کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے وہ بھی نرالا ہے۔ عبدالحکیم شریف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے چند وہابی مولویوں کے ناموں کا ذکر فرماتے ہیں: ''نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسنین، بیٹے کا نام میر علی خاں اور میر نور الحسن خان۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی ہیں، مدارس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔ قنوج کے مولوی کا نام رستم علی ابن علی اصغر، ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسنین ابن مولوی حسین علی۔ ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتاب ابجد العلوم کی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے جریدے اشاعۃ السنۃ کے ایڈیٹر کا نام محمد حسین بٹالوی ہے۔ کیا یہ سب شیعہ ہیں؟''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ139، مکتبہ قادریہ، لاہور)

## حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کا الزام

﴿ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدہ اہلسنت سے وابستہ کوئی شخص ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اپنے ایک قصیدے میں لکھا ہے:۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار     مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت     کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر 47

انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ 48

کوئی ظاہری شیعہ اپنے اس مقصد میں اتنا کامیاب نہ ہوتا جتنی کامیابی احمد رضا صاحب کو اس سلسلے میں تقیہ کے لبادے میں حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے تشیع پر پردہ ڈالنے کے لیے چند ایسے رسالے بھی تحریر کیے جن میں بظاہر شیعہ مذہب کی مخالفت اور اہل سنت کی تائید پائی جاتی ہے۔ شیعہ تقیہ کا یہی مفہوم ہے جس کا تقاضا انہوں نے کما حقہ ادا کیا۔ ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جو اشعار لکھے گئے ہیں یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہے بلکہ کسی رافضی کے ہیں۔اس کے متعلق عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان دو حصے پر مشتمل ہے۔ یہ 1325ھ/1907ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ماہِ صفر 1340ھ/1921ء کو آپ کا وصال ہوا۔وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ 1342ھ/1923ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا۔انہوں نے مسودہ نابھہ سٹیم پریس، نابھہ (پٹیالہ، مشرقی پنجاب بھارت) کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے کتابت کروائی اور کتاب چھاپ دی۔کاتب بدمذہب تھا، اس نے دانستہ یا نادانستہ چند ایسے اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کر دیئے جو ام زرع وغیرہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں تھے، ان عورتوں کا ذکر حدیث کی کتابوں مسلم شریف، ترمذی شریف اور نسائی شریف وغیر میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تسامح ہوئے:۔

(1) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریس والوں پر اعتماد کر کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چیک نہ کیا۔

(2) کتاب کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ باقیاتِ رضا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھتے

(3) ٹائیٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ 1325ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ یہ سن پہلے دو حصوں کی ترتیب کا تھا جو مصنف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔تیسرا حصہ تو 1342ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔اسی لیے ٹائیٹل پیج پر امام احمد رضا بریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔اگر ان کی زندگی اور 1325ھ میں یہ کتاب چھپتی تو ایسے دعائیہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(4) یہ مجموعہ مرتب کر کے امام احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے مولانا مصطفےٰ رضا خاں یا بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کیے بغیر چھاپ دیا۔

(5) کتاب چھپنے کے بعد جیسے ہی صورتِ حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کر دیتے تو صورتِ حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہلِ علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائیگی۔

محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی کے صاحبزادے حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں فرماتے ہیں: ''مجھے محبوب الملت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے خلوص سے انکار نہیں اور نہ ہی یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم رنجش کی بناء پر ایسا کیا، لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے مشورہ کیے بغیر حدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے۔ ایک ایسا تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی، ایک ایسی فاش غلطی جس کی تنہا ذمہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچا نہ سکی۔ سوچ کر بتایئے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو، آنے والا مؤرخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا۔''

ایک عرصہ بعد دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے پورے شدومد سے یہ پروپگنڈا کیا گیا کہ مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے، لہٰذا انہیں بمبئی کی سنی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔ مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کیا جو ایک سچے مسلمان کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف جرائد اور اخبارات میں اپنا توبہ نامہ شائع کرایا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی (مصنف خون کے آنسو) نے ایک ہفت روزہ کے ذریعے انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آج 9 ذیقعدہ 1374ھ کو بمبئی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر حدائق بخشش حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جواباً پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے، خدا تعالیٰ معافی بخشے، آمین۔''

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہ لیا، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر علمائے اہل سنت سے فتوے حاصل کے گئے کہ ان کی توبہ یقیناً مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو ام المومنین کے بارے میں کہے اور نہ لکھے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاعلان اور بار بار توبہ کی ہے اور در توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ فیصلہ مقدسہ کے نام سے 1375ھ میں چھپ گئے اور تمام شور اور شر ختم ہو گیا، اس میں ایک سو انیس علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمد للہ! کہ فیصلہ مقدسہ، مرکزی مجلس رضا لاہور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو، اس میں پائی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟'' (البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 139، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ایک تحریف بھرے شعر کو لے کر ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کا ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا اور اعلیٰ حضرت نے درجنوں مقامات پر جو شیعوں کو رگڑا ہے اسے سنیت کا لبادہ قرار دے دیا۔ واہ! اسے کہتے ہیں وہابیوں کی تقیہ چالاکی۔

## اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

جناب احمد رضا نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہلسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مثلاً ''انّ علیّا قسیم النار'' ''انّ فاطمة سمّیت بفاطمة لانّ الله فمها و ذریّتها من النّار'' یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز جہنم تقسیم کریں گے۔ 49

اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ 50

شیعہ کے اماموں کو تقدیس کا درجہ دینے کے لیے انہوں نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ اغواث (جمع غوث یعنی مخلوقات کی فریاد رسی کرنے والے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے حسن عسکری تک پہنچتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے وہی ترتیب ملحوظ رکھی جو شیعہ کے اماموں کی ہے۔ 51

احمد رضا نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا قرار دیا اور کہا: جو شخص مشہور دعائے سیفی (جو شیعہ عقیدے کی عکاسی کرتی ہے) پڑھے اس کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

دعائے سیفی درج ذیل ہے:۔

نادِ علیّا مظہر العجائب تجدہ عونالك فی النّوائب

کلّ همّ وغمّ سینجلی بولایتك یا علی یا علی

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارو جن سے عجائبات کا ظہور ہوتا ہے۔ تم انہیں مددگار پاؤ گے۔ اے علی رضی اللہ عنہ آپ کی ولایت کے طفیل تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ 52

اسی طرح انہوں نے پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کیا اور اس شعر کو رواج دیا:۔

لی خمسة اطفی بها حرّالوباء الحاطمة　　　المصطفی المرتضی وابناهما و الفاطمة

یعنی پانچ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی برکت سے میری امراض کو دور کرتی ہیں۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔53

انہوں نے شیعہ عقیدے کی عکاسی کرنے والی اصطلاح ''جفر'' کی تائید کرتے ہوئے اپنی کتاب'' خالص الاعتقاد'' میں لکھا ہے:''جفر چمڑے کی ایک ایسی کتاب ہے جو امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اہل بیت کے لیے لکھی۔اس میں تمام ضرورت کی اشیاء درج کر دیں ہیں۔اس طرح اس میں قیامت تک رونما ہونے والے تمام واقعات بھی درج ہیں۔''54

اسی طرح شیعہ اصطلاح الجامعۃ کا بھی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''الجامعۃ ایک ایسا صحیفہ ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعات عالم کو حروف کی ترتیب کے ساتھ لکھ دیا ہے۔آپ کی اولاد میں سے تمام ائمہ امور و واقعات سے باخبر تھے۔''55

جناب بریلوی نے ایک اور شیعہ روایت کو اپنے رسائل میں ذکر کیا ہے کہ امام احمد رضا (شیعہ کے آٹھویں امام) سے کہا گیا کہ کوئی دعا ایسی سکھلائیں جو ہم اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھا کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ قبر کے قریب جا کر چالیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر کہو السلام علیکم یا اہل البیت، اے اہل بیت میں اپنے مسائل اور مشکلات کے حل کے لیے آپ کو خدا کے حضور سفارشی بنا کر پیش کرتا ہوں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے براءت کرتا ہوں۔56

یعنی شیعہ کے اماموں کو مسلمانوں کے نزدیک مقدس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اہل سنت سے افضل قرار دینے کے لئے انہوں نے اس طرح کی روایات عام کیں۔حالانکہ اہل تشیع کے اماموں کی ترتیب اور اس طرح کے عقائد کا عقیدہ اہل سنت سے کوئی ناطہ نہیں ہے۔جناب احمد رضا شیعہ تعزیہ کو اہل سنت میں مقبول بنانے کے لیے اپنی ایک کتاب میں رقمطراز ہیں:''تبرک کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقبرے کا نمونہ بنا کر گھر کے اندر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''57

اس طرح کی لاتعداد روایات اور مسائل کا ذکر ان کی کتب میں پایا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ مذہب کے رَدّ پر کثیر کتابیں لکھیں، جگہ جگہ ان کے متعلق شرعی احکام صادر فرمائے۔ وہابیوں نے ان سب باتوں کو نظر انداز کر دیا اور سیاق وسباق کو ذکر کئے بغیر چند حوالہ پیش کر کے اس سے اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ شیعہ ثابت کیا ہے۔ جن دلیلوں سے ظہیر صاحب نے شیعیت کا الزام لگایا ہے، آئیں دیکھتے ہیں ان دلیلوں کے تحت کون کون سے لوگ شیعہ بنتے ہیں؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جن روایات کی بنا پر شیعہ ثابت کیا گیا وہ روایات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نہیں ہیں بلکہ احادیث ہیں چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: ''سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا "انا قسیم النار" میں قسیم دوزخ (دوزخ تقسیم کرنے والا) ہوں۔ یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ "رواہ شاذان الفضیلی رضی اللہ تعالی عنہ فی جزء ردّالشمس جعلنا اللہ ممن والاہ کما یحبّہ ویرضاہ بجاہ جمال محبّاہ امین'' اس کو شاذان نے جزء ردالشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔ آمین۔

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے احادیث حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی کو قسیم النار فرمایا۔ شفاء شریف میں فرماتے ہیں "قدخرج اھل الصحیح والائمۃ ما اعلم بہ اصحابہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مما وعدھم بہ من الظھور علی اعدائہ (الی قولہ) وقتل علیٍ وان اشقاھا الذی یخضب ھذہ من ھذہ ای لحیتہ من رّاسہ وانہ قسیم النار یدخل اولیاء ہ الجنۃ واعداء ہ النار۔ رضی اللہ تعالی عنہ وعنابہ امین" بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ بد بخت ترین ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا اور یہ کہ مولا علی قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے صدقے ہم سے راضی ہو۔ آمین۔

نسیم میں عبارت نہایہ "ان علیاًرضی اللہ تعالی عنہ قال انا قسیم النار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں قسیم دوزخ ہوں۔ ذکر کر کے فرمایا "ابن الاثیر ثقۃ وما ذکرہ علی لایقال من قبل الرای فھو فی حکم المرفوع اذ لا

محال فیه للاجتهاد اه اقول: کلام النسیم انه لم یره مرویًا عن علی فاحال علی وثاقة ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجه ولله الحمد" ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنے رائے سے نہیں کہا جا سکتا ہے، لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں ۔ میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا ہے اور ہم نے اس کی تخریج کر دی ہے ۔ وللہ الحمد ۔''

(فتاوی رضویہ جلد 30، صفحہ 434، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں: ''ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن مسعود سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انما سمیت فاطمة لان الله فطمها وذریتها عن النار یوم القیامة)) نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روزِ قیامت آگ سے محفوظ فرما دیا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 731، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کی حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے متعلق کجی دیکھیں کہ ان کی شان جو احادیث میں بیان ہوئی اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو نقل کیا تو اس نقل کرنے پر شیعہ ہونے کا الزام لگا دیا ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔

اماموں اور غوث کے متعلق جو کہا گیا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہابی بارہ اماموں کی عظمت کے قائل نہیں ہیں جبکہ اہل سنت ان اماموں کی تعظیم کرتے ہیں اگر چہ ہم ان اماموں کے متعلق وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو رافضی رکھتے ہیں ۔ اعلیٰ حضرت نے غوث کے تذکرہ میں فقط ان اماموں کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سب سے پہلے ذکر کیا چنانچہ امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں اور وزیر دستِ راست (دائیں) عبد الرب اور دستِ چپ (بائیں) عبد الملک ہوتا ہے ۔ اس سلطنت میں وزیرِ چپ وزیرِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے ۔ بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ ہوتا ہے ۔ غوثِ اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پھر صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیرِ دست چپ تھے اور فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیرِ دست راست ۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارتِ غوثیت پر امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرحمت ہوئی ۔ حضرت عمر

فاروق جب اس درجہ پر آئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درجہ پر فائز ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرتبہ غوثیت عطا ہوا تو امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک سب حضرات مستقل غوث ہوتے گئے۔ اور امام عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقل غوث تھے۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔ سیدنا عبد القادر جیلانی غوثِ اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی آپ کے بعد جتنے غوث ہوئے ہیں اور جتنے ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت میں ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری پر انہیں غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔''

(الملفوظات، صفحہ 178، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

یہ بات فقط اعلیٰ حضرت ہی نے نہیں کہی بلکہ اور بزرگوں سے بھی مروی ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ''سیف المسلول'' میں لکھتے ہیں: ''کارخانہ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوئے، پھر اس سے تقسیم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا۔ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے متعلق تھا، جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔''

(السیف المسلول، صفحہ 527، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

دعائے سیفی کا جو ذکر کیا گیا وہ دعا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن شاہ ولی اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: "ایضا ایں فقیر در سفر حج چوں به لاهور رسید ودست بوس شیخ محمد سعید لاهوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواهر خمسه وسند خود بیان کردند وایشاں دریں زمانه یکی ازاں عیاں مشائخ طریقه احسنیه وشطاریه بودند وچوں کسے را اجازت می دادند او را دعوت رجعت نمی شود رحمة الله تعالی، سند قال الشیخ المعمر الثقة حاجی محمد سعید

لاھوری اخذت الطریقة الشطاریة واعمال الجواھر الخمسة من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاھوری عن الشیخ عبد الملك عن الشیخ البایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری انتھی" اورنیز فقیر (شاہ ولی اللہ) جب حج کے سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انہوں نے ان تمام وظائف واعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں اور انہوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف واعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انہوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی سے انہوں نے وجیہ الدین گجراتی انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے۔

حضرات منکرین! ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد، محدث انہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے "نادعلی ھفت باریا سہ باریا یکبار بخوانند وآں اینست نادعلیا مظھر العجائب تجدہ عونالك فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتك یاعلی یاعلی یاعلی" نادعلی سات باریا تین باریا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا، ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی۔''

(فتاوی رضویہ جلد 7، صفحہ 621، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کیا وہابیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جن کو وہابی بہت زیادہ مانتے ہیں) بھی اس دعائے سیفی کے سبب شیعہ ہیں؟ جو پنجتن پاک کی اصطلاح کو عام کرنے کا کہا گیا تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ کیا وہابی ان پانچ ہستیوں کے منکر ہیں؟ دوسرا یہ کہ وہ اشعار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں ہیں بلکہ کسی نے سوال پوچھا تھا اور ظہیر صاحب نے اس کی نسبت اعلیٰ

حضرت کی طرف کر دی ۔عبارت یوں ہے:'' کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانا شہر کلکتہ میں چند دنوں سے یہ امر مروج ہوا ہے کہ برائے دفع وبا اکثر محلوں چند چند لوگ ایک ایک فرقہ ہو کر راتوں کو مع عَلَم ونشان وروشنی وغیرہ نکلتے ہیں اور ہر گلی کوچہ وشارع عام میں آوازیں ملا ملا کر بآواز بلند شعر

لی خمسۃ اطفی بھا حرالوباء الحاطمہ المصطفی والمرتضی وابناھما والفاطمہ

(میرے لئے پانچ (ہستیاں) ہیں ان کے ذریعے توڑ کر رکھ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں اور وہ پانچ (ہستیاں) یہ ہیں (1) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (2) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (3,4) ان کے دونوں صاجزادے (حسن، حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما (5) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ کو پڑھتے پھرتے ہیں اس فعل کو قطع نظر اہل تشیع کے حضرات علماء اہلسنت وجماعت سے بھی بعض صاحب جائز بتاتے اور اکثر حضرات نا جائز بتاتے ہیں پس شعر مذکور کو دافع وبا اعتقاد کر کے بہ ہیئت مذکورہ پڑھتے پھرنا ازروئے شریعت غرا عند اہل السنۃ والجماعۃ کیسا ہے؟

جواباً فرمایا:''مضمون شعر فی نفسہ حسن ہے اور محبوبان خدا سے توسّل محمود اور ذکر خمسہ پر شبہہ مردود کہ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار میں حصر غیر مقصود وعدد نافی زیادت نہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "((ان لی خمسۃ اسماء)) رواہ البخاری عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالی عنہ "میرے پانچ نام ہیں ۔اسے بخاری نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((اعطیت خمسا لم یعطھا احد من الانبیاء قبلی)) رواہ الشیخان عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنھما " مجھے پانچ اوصاف عطا ہوئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے ۔بخاری ومسلم نے اس کو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ۔

مگر عَلَم ونشان مہمل اور ان سے توسل باطل اور ہیأت مذکورہ لہوا شبہ، توسّل دعاء ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء ۔واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم ۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 179، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے وقت پڑھی جانے والی روایت بھی اعلیٰ حضرت کی اپنی نہیں ہے بلکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:''سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل "قیل

لموسی الرضا رضی اللّٰہ تعالی عنہ علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر و کبراللّٰہ اربعین مرّۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم و مقدمکم امام طلبی وارادتی ومسالتی وحاجتی واشھد اللّٰہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللّٰہ من اعداء محمد وال محمد من الجن ولانس (ملخصا) '' یعنی امام ابن الامام الیٰ ستۃ آباء کرام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیں کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب وخواہش وسوال وحاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالیٰ علی محمد وآل محمد وبارک وسلم آمین۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 791، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اب کیا وہابی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شیعہ کہیں گے؟ ظہیر صاحب کا کہنا کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اماموں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر افضلیت دی، بہتان عظیم ہے۔ امام احمد رضا خان نے اماموں کو تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل قرار دینے کو گمراہ لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ''فتاوی خلاصہ قلمی، کتاب الصلوۃ اور خزانۃ المفتین قلمی، کتاب الصلوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ ومن لا یصح میں ہے "الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فھو کافر" رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ250، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

باقی علم جفر، الجامعۃ اور روضہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر کو بطور تبرک لگانے پر طعن کرنا بھی عجیب ہے۔ کیا جو علم اہل بیت اطہار سے منقول ہو اس پر عمل پیرا ہونے پر بندہ شیعہ ہو جاتا ہے؟ علم جفر کئی بزرگوں سے ثابت ہے کیا وہ سب شیعہ تھے؟ الجامعۃ کتاب کی طرح بزرگوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں انہوں نے علم جفر جیسے علوم کے تحت آئندہ وقت میں ہونے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کی ہیں۔ بزرگوں کے روضہ مبارک کی تصویر لگانا پوری دنیا میں رائج ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ اہل بیت سے محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ خود وہابیوں کے بہت بڑے امام

مولوی وحید الزماں نے صراحت کے ساتھ کہا: ''

**ہم اہل حدیث شیعانِ علی ہیں۔''**

(نزل الابرار، جلد1، صفحہ7)

المختصر یہ کہ ظہیر صاحب نے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا ہے اور اس پر جن باتوں کو آپ کے اقوال قرار دے کر آپ کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ دراصل احادیث ہیں، ظہیر کا ان کو اس محل پر پیش کرنا بالکل غلط و بے معنی ہے۔ اس طرح کے ڈھکو سلے مار کر کسی سنّی کو شیعہ ثابت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی وہابی کو کہہ دے کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے اور دلیل یہ دے کہ تیری شکل اپنے باپ سے نہیں ملتی۔

## ظہیر صاحب کی ناقص عربی

☆ جناب احمد رضا نے شیعہ کے اماموں پر مبنی سلسلہ بیعت کو بھی رواج دیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں ایک عربی عبارت وضع کی ہے جس سے ان کی عربی زبان سے واقفیت کے تمام دعووں کی حقیقت بھی عیاں ہوجاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''اللّٰھم صلّ وسلّم علی وبارك علی سیّدنا مولانا محمّد المصطفٰی رفیع المکان المرتضٰی علی الشان الّذی رجیل من امّته خیر من رجال من السّالفین و حسین من زمرته احسن من کذا و کذا حسنا من السّابقین السّیّد السّجاد زین العابدین باقر علوم الانبیاء والمرسلین ساقی الکوثر و مالك تسنیم و جعفر الّذی یطلب موسی الکلیم رضا ربّه بالصّلاة علیه''58

عربی زبان کا ادنیٰ علم رکھنے والا بھی اس عبارت کی عجمیت رکاکت اور بے مقصدیت کا اندازہ کرسکتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ ساڑھے تین برس کی عمر میں فصیح عربی بولا کرتا تھا کس قدر عجیب لگتا ہے؟ ''حسین من زمرته احسن من و کذا و کذا حسنا من السّابقین'' کیسی بے معنی ترکیب ہے۔ ''یطلب موسی الکلیم رضا ربّه بالصّلاة علیه'' میں موسی الکلیم سے مراد کون ہیں؟ اگر مراد موسیٰ کاظم ہیں تو کلیم سے کیا معنی؟ اور اگر مراد نبی و رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) امام جعفر صادق پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ بہر حال یہ عبارت مجموعہ رکاکت بھی ہے اور مجموعہ خرافات بھی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ رضا بریلوی صاحب نے اس نص میں شیعہ کے اماموں کو ایک

خاص ترتیب سے ذکر کر کے مسلمانوں کو رفض و تشیع سے قریب لانے کی سعی کی ہے۔ ﷺ

اس اعتراض کا خوبصورت تفصیلی جواب عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے جو مختصراً پیشِ خدمت ہے: ''مارہرہ شریف کے بزرگ سید شاہ اسماعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی تشریف فرما تھے۔ میں نے مولانا عبد المجید بدایونی کا شجرہ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے۔ وہ فرماتے ہیں اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسوّدہ کئے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصّع و مسجّع درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ تحریر فرمایا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوارِ رضا صفحہ 28 تا 30 میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں 21 محرم بروز جمعہ 1306ھ کو تحریر فرمایا۔ بلا شبہ عربی زبان پر اما احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے۔ لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کرسکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔ جب کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے۔ اصل عبارت یہ تھی ''خیر من رجال من السالفین'' اسے یوں نقل کر دیا ''خیر من الرجال السالفین'' یعنی رجال پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد من حذف کر دیا۔ رجال پر تنوین تعظیم کے لئے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ (وہابیوں نے اب اس عربی غلطی کو عبد الحکیم شرف قادری صاحب کی نشاندہی پر ٹھیک کر لیا ہے، انس) پھر کئی جگہ قومہ بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا۔ مثلاً کذا و کذا، حسنا کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسیٰ الکلیم کے درمیان۔ جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہئے تھا، جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بنا دیا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس درود شریف کا ترجمہ ملاحظہ ہو تر دد جاتا رہے گا۔

''اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتخب بلند مرتبے والے، پسندیدہ عالی شان

والے پر۔ جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حُسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔ سردار بہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء ومرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ہیں۔ شجرہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بے ادبی تھا۔ اس لئے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں: ''جن کے گروہ کا چھوٹا سا حُسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔''

سبحان اللہ! کیا پاس ادب ہے اور کیا حسنِ بیان! چونکہ اس عبارت کا مطلب (ظہیر صاحب) نہیں سمجھے، اس لئے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں: ''پتہ نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟'' مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں ''باقر علوم الانبیاء'' کا کیا مطلب ہے؟ اتنی واضح عبارت کا معنی بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی، گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا جا چکا ہے، اسے دیکھنے سے معنی سمجھ میں آجائے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لئے کہتے ہیں "لانه بقرالعلم ای شقه و فتحه فعرف اصله و تمكن فيه" کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے۔ ''باقر علوم الانبیاء'' کا معنی ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں "وما معنى بالصلوٰة عليه؟" بالصلاۃ علیہ کا معنی کیا ہے؟ پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنی سمجھ میں آجائے گا۔ ''وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ 161، مکتبہ قادریہ، لاہور)

پتہ چلا کہ ظہیر صاحب کی اپنی عربی کمزور ہے اور وہ اعتراض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی پر کر رہے ہیں۔ اور ظہیر صاحب کی اپنی عربی دانی پر ان کے اپنے بھی گواہ ہیں، وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی ظہیر صاحب کی عربی پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی

باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، صفحہ 6، شمارہ 3 اگست 1984ء)

## اعلیٰ حضرت پر بلاوجہ تکفیر کرنے کا الزام

﴿ جناب بریلوی صاحب نے برصغیر کے اہل سنت اکابرین کی تکفیر کی اور فتوی دیا کہ ان کی مساجد کا حکم عام گھروں جیسا ہے انہیں خدا کا گھر تصور نہ کیا جائے۔ ﴾

ظہیر صاحب نے البریلویۃ میں یہ بہتان لگایا تھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا بھر کے اہل سنت کی تکفیر کی۔ مترجم صاحب نے چالاکی سے اس بہتان کو کچھ کم کیا اور برصغیر کا لفظ اپنے پاس سے اضافہ کردیا۔ یہ تو ان کی دیانت کا حال ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بلاوجہ کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا بلکہ فتاوی رضویہ میں کئی مقامات پر بخاری و مسلم کی اس حدیث پاک کو نقل کیا کہ جو کسی کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ ہو تو کفر اس کی طرف لوٹے گا۔ درحقیقت وہابی خود اپنے سوا پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں اور ان کا شرک شرک کا نعرہ ان کی کتب اور ہر جاہل وہابی سے پڑھنے، سننے کو ملتا ہے، جس وہابی کو استنجا کرنے کا طریقہ پتہ نہیں وہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز اکابر اہلسنت کی تکفیر نہیں کی، آپ نے کفریہ اور گستاخانہ عقیدہ رکھنے والوں کی تکفیر کی ہے۔ ایک جزئیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کو پڑھ کر قاری خود اندازہ لگا لے کہ آپ نے کس کو کس وجہ سے کافر کہا ہے چنانچہ فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: ''وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص و دخل بشری کا اقرار، تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت سوال کا عکس ہو یعنی سنی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے'' کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ'' (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ ''المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ'' میں تحقیق کی ہے۔) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے ''احکامھم مثل احکام المرتدین '' ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔۔۔ اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلھم اللہ تعالیٰ کہ وہ عقائد رکھتے ہیں انہیں امام و پیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری ودرمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے ''والـلـفـظ لـلـشـفـاء مختصراً اجمع العلماء ان من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر '' شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علما کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر

وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگر چہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگر چہ بد مذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے۔) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ "الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ" میں ہے اور بقدر کافی رسالہ "سل السیوف الھندیہ علی کفریات باباالنجدیۃ" میں مذکور۔ اور اگر چہ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدہ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنی ادنی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جابجا حکم شرک لگادینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے ان کے دفاتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں؟ کیا ان کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں؟ کیا ہر سنی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے "اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقاد ھم مشرکون" ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔

فقیر نے رسالہ "النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاً وہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وفظیع بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وامام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیاہراسی وامام ابن سمعانی وامام اجل امام الحرمین وصاحبان خلاصہ وایضاح وجامع الرموز وبحر الرائق ونہر الفائق وتنویر الابصار ودرمختار وفتاوی خیریہ وغمز العیون وجواہر الاخلاطی ومنیہ وسراجیہ ومصفی وجواہر وتتارخانیہ ومجمع وکشف وعالمگیریہ ومولانا شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالیٰ، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ

جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے، ذخیرہ و بزازیہ و فصول عمادی و فتاوی قاضی خاں و جامع الفصولین و خزانۃ المفتین و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و شرح وہبانیہ و نہر الفائق و درمختار و مجمع الانہر و احکام علی الدرر و حدیقہ ندیہ و عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: ''المختار للفتوی ''(فتوی کے لیے مختار ہے۔) شرح تنویر میں فرمایا ''به یفتی ''اس پر فتوی دیا جاتا ہے۔۔۔۔

تو فقہائے کرام کے قول کے مطلق و حکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ سے مستفاد صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ایما امرء قال لاخیه کافرا فقد باء بها احدهما، زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت الیه) جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہے "لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو الله و لیس کذلك الا حار علیه "جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوی ہے، تو ثابت ہوا کہ حدیث و فقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ و اولیاء و علماء کی معاذ اللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے ''یجب اکفار الخوارج فی اکفارهم جمیع الامة سواهم "خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔ "لا جرم الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیة" میں فرمایا "هؤلاء الملاحدة المکفرة للمسلمین " یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد 11، صفحہ 377، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے تمام اہل سنت کو کافر نہیں کہا بلکہ کافر کو ہی کافر کہا ہے۔ جن مولویوں کو کافر کہا ہے ان کے کفر کو ثابت کر کے حرمین شریفین کے علمائے کرام سے تصدیق بھی کروائی ہے۔ اسی مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ

اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہابیہ کا اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب اور افتراء خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان مفسدوں کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے۔ ایسوں کو قرآن وحدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ نصوص نقل فرمائے، جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہیں دیا اور نہ کبھی وہ جواب دے سکتے ہیں۔ ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے جس کا اعتراف خود مولوی اشرف علی تھانوی نے ''**بسط البنان**'' میں کیا ہے۔''

(مقدمہ، فتاویٰ صدر الافاضل، صفحہ 85، شبیر برادرز، لاہور)

## امام باڑہ کی ابجدی ترتیب

﴿ اسی طرح انہوں نے اہل سنت کے ساتھ مجالست ومناکحت کو حرام قرار دیا اور جہاں تک شیعہ کا تعلق ہے تو وہ ان کے اماموں کے باڑوں کے ابجدی ترتیب سے نام تجویز کرتے رہے۔59 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کی صحبت ونکاح کو بھی ناجائز وحرام فرمایا ہے لیکن وہابیوں کو وہ عبارات نظر نہیں آتیں۔ امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنے کا جواب دیتے ہوئے عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ 1286ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چودہ سال تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔ آپ نے برجستہ فرمایا: بدر رفض (1286ھ) نام رکھ لیں۔ اس نے کہا امام باڑہ گزشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا ''دارِ رفض'' (1285ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء 1284ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا دررفض مناسب رہے گا۔

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے ان کی خواہش کے مطابق فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجویز کیا جو شیعہ کے لئے قابل قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ اسی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 165، مکتبہ قادریہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے ساتھ مجالست ومناکحت کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ جو گستاخوں اور گمراہوں کے ساتھ تعلقات کو حرام قرار دیا ہے، جو آپ کی کتب سے عیاں ہے۔

## بارہ امام

﴿ احمد رضا صاحب پر رفض وتشیع کا الزام اس لیے بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے شیعہ کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے۔60 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اماموں کے متعلق کونسے مبالغہ آمیز قصیدے لکھے ہیں، ذرا وہابی دکھائیں تو سہی؟ آپ نے تو بارہ اماموں پر کلام کرتے ہوئے شیعوں کے عقیدہ کا رد کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''امامت اگر بمعنی مقتدی فی الدین ہونے کے ہے تو بلاشبہہ ان کے غلام اور غلاموں کے غلام مقتدی فی الدین ہیں اور اگر اصطلاح مقامات ولایت مقصود ہے کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں عبد الملک وعبد الرب، انہیں امامین کہتے ہیں، تو بلاشبہہ یہ سب حضرات خود غوث ہوئے۔ اور اگر امامت بمعنی خلافت عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی وبس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، باقی جو منصب امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہے جس کو فرمایا ﴿اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔) وہ امامت کسی غیر نبی کے لئے نہیں مانی جاسکتی۔ ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ﴾ (حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔) ہر غیر نبی کی امامت اولی الامر منکم تک ہے جسے فرمایا ﴿وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ (اور ہم نے انہیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔) مگر ﴿اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کے مرتبے تک نہیں ہوسکتی اس حد پر ماننا جیسے روافض مانتے ہیں صریح ضلالت وبے دینی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تو بلاشبہہ یہ حضرات مجتہدین وائمہ مجتہدین تھے اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ430، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت میں کہاں بارہ اماموں کی شان میں غلو کیا گیا ہے؟ بلکہ شیعوں کے عقیدے کا رد کیا ہے کہ جو اماموں کی اطاعت کو رسولوں کی اطاعت کا درجہ دیتے ہیں۔ پھر صراحت کے ساتھ آپ نے خلافت عامہ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ واضح کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد خلافت حضرت علی المرتضیٰ اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملی اور اب امام مہدی کو ملے گی۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

46حیات اعلیٰ حضرت، ص۲

47 حدائق بخشش، جلد۳ ص ۲۳

48 فتاویٰ بریلویہ ص ۱۴

49 الامن والعلی، مصنفہ احمد رضا بریلوی ص ۵۸

50 ختم نبوت، از احمد رضا ص ۹۸

51 ملفوظات ص ۱۱۵

52 الامن والعلی، ص ۱۲، ۱۳

53 فتاویٰ رضویہ، جلد ۶ ص ۱۸۷

54 خالص الاعتقاد، از احمد رضا ص ۴۸

55 ایضاً ص ۴۸

56 حیاۃ الموات درج شدہ فتاویٰ رضویہ، از احمد رضا بریلوی، جلد ۴ ص ۲۴۹

57 رسالہ بدر الانوار ص ۵۷

## عربی غلطیاں

58 انوار رضا ص ۲۷۔

﴿ فصاحت عربی سے ناواقفی۔ جناب احمد رضا کی یہ عبارت بے معنی ترکیبوں اور عجمیت زدہ جملوں کا مجموعہ ہے مگر عبدالحکیم قادری صاحب کو اصرار ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہیں دلیل سے خالی اصرار کا تو کوئی جواب نہیں اگر انہیں اصرار ہے تو سو بار رہے، ہمیں اس پر کوئی انکار نہیں۔ ان کے اصرار سے یہ شکستہ عبارت درست تو نہیں ہو جائے گی۔ مگر ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ ایک صاحب نے مصنف رحمہ اللہ علیہ کی عربی کتاب میں سے بزعم خویش چند غلطیاں نکال کر اپنی جہالت کا ثبوت جس طرح دیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے اپنی عجمیت زدہ ذہنیت سے جب ''البریلویہ'' کا مطالعہ کیا تو انہیں کچھ عبارتیں ایسی نظر آئیں جو ان کی تحقیق کے مطابق عربی قواعد کے اعتبار سے غیر صحیح تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے ان غلطیوں کی تصحیح بھی کی ہوئی تھی اور یہی تصحیح ان کی جہالت کا راز کھولنے کا سبب بن گئی۔

ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ ان کی تصحیح میں کس قدر تغلیط ہے۔ ہم ذیل میں ان کی چند تصحیحات نقل

کرتے ہیں۔تاکہ قارئین ان کی علمی تحقیقی کاوش سے استفادہ فرماسکیں۔

الجم الصغیر: موصوف لکھتے ہیں کہ یہ لفظ غلط ہے اس کی بجائے القطع الصغیر ہونا چاہیے تھا۔جناب کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے۔موصوف کا گمان یہ ہوا کہ چونکہ حجم تو اردو میں مستعمل ہے لہٰذا عربی کا لفظ نہیں ہوسکتا۔المنجد مادہ ح ج م میں الحجم کا معنی مقدار الجم سے کیا گیا ہے۔موصوف کو چاہئے کہ وہ اپنی معلومات درست کرلیں۔

المواضیع: اس کی تصحیح جناب نے المواضع سے کی ہے۔پوری عبارت ہے''فلاجل ذلك تضاربت اقوالهم في هذا الخصوص (اى الموضوع)مثل المواضيع (جمع الموضوع) الاخرى''موصوف نے اسے ''موضع'' کی جمع سمجھ لیا اوراس کی تصحیح ''مواضع'' سے کردی، جو بجائے خود ایک غلطی ہے۔

نظرۃ تقدیر واحترام: تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں''نظرۃ تعظیم واحترام'' گویا جناب نے اپنی علمیت کے زور پر یہ سمجھا کہ یہ عربی کا لفظ نہیں ہے۔حالانکہ عربی لغت کی تمام کتب نے اس لفظ کو ادا کیا ہے۔اور اس کا معنی ''الحرمۃ والوقار'' سے کیا ہے۔ملاحظہ ہو المنجد،ص 245 وغیرہ مادہ القدر

بين السنة: موصوف کو یہ علم نہیں کہ لفظ ''السنہ'' کہہ کر اہلسنت کا مفہوم بھی ادا کیا جاتا ہے۔مولف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الشیعہ والسنہ'' میں ''السنہ'' سے مراد اہلسنت ہیں۔عربی زبان سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی اس معنی سے ناآشنا نہیں۔اس کی تصحیح ''اهــل السنّــه'' سے کرنا اس لفظ کے استعمال سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

ان یبوس: فرماتے ہیں کہ یہ عجمی لفظ ہے، اس لیے عربی میں اس کا استعمال نادرست ہے۔موصوف کو اگر عربی ادب سے ذرا سی بھی واقفیت ہوتی تو شاید یہ بات لکھ کر علمی حلقوں میں جگ ہنسائی کا باعث نہ بنتے۔کیونکہ عربی زبان میں اس کا استعمال عام رائج ہے۔ملاحظہ ہو المنجد، مادہ، ب وس ''باسہ'' بوسا۔

قبله ترك التكايا: لکھتے ہیں: یہ عجمی لفظ ہے، حالانکہ یہ ''اتکا'' سے ماخوذ ہے۔جس کا معنی ہے ''اسند ظهره الى شئى ''ملاحظہ ہو المنجد مادہ وک ا۔

رسید: ان کا اعتراض ہے: یہ لفظ عربی زبان میں مستعمل نہیں۔حالانکہ عرب ممالک میں ''رسيــــــد الامتعته '' کا استعمال عام رائج ہے۔اسے رصید بھی لکھا جاتا ہے۔المنجد میں ہے۔انظر مادہ رص د۔

اصدروافرمانا: المنجد مادہ ف رم۔" الفرمان (جمع) فرامین ای عهد السلطان للولاة "وہ الفاظ وکلمات جوعربی کے ساتھ ساتھ دوسری لغات میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ان کا استعمال غلط نہیں ہے۔ ان کی تغلیط جہالت کی واضح دلیل ہے۔

کتب فیہالال البیت: شیعہ کے نزدیک آل بیت اور اہل بیت کا مفہوم ایک ہی ہے "البریلویہ" کی اس عبارت میں آل بیت کا استعمال ہی صحیح ہے۔ کیونکہ اس احمد رضا صاحب نے شیعوں کی ترجمانی کی ہے۔

ومن جاء: ان کی تصحیح" الیٰ من جاء " سے کی ہے۔ یہاں الی کا استعمال اس لیے نہیں کیا گیا کہ پہلی الی پر عطف ہے۔ اس لیے دوبارہ استعمال ضروری نہ رہا۔

علاوہ ازیں کچھ غلطیاں ایسی درج ہیں جو کتابت وطباعت کی ہیں۔ مثلاً "کیب النمل" کہ اصل میں ہے "کدیب النمل" تانپ کی غلطی سے وہ حذف ہوگئی ہے۔ اسی طرح القراءت میں ء کی جگہ ۃ غلطی سے ٹائپ ہوگیا ہے۔ "مناصرۃ للاستمار" کہ اصل میں "مناصرۃ للاستعمار "یا استرقاق کی بجائے استرتقاق وغیرہ۔ بہرحال غلطیوں کی یہ فہرست قادری صاحب کی عربی زبان پر عدم قدرت کی بین اور واضح دلیل ہے۔ بریلویت کے حاملین کی علمیت پہلے ہی مشکوک تھی، قادری صاحب نے اس پر مہر ثبت کردی ہے۔ (ثاقب)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر صاحب کی 43 عربی غلطیاں نکالیں۔ مترجم صاحب نے چند لفظوں پر کلام کرکے باقی کو چھوڑ کر یہ ثابت کردیا کہ باقی غلطیاں جو نکالی ہیں وہ درست ہیں۔ پھر ان غلطیوں کو صحیح کرنے کی انتہائی غلط کوشش کی ہے۔ اگر شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ حیات ہوتے تو مترجم صاحب کی تفصیلاً تمام باتوں کا جواب دیتے۔ راقم الحروف اپنے علم کے مطابق مترجم صاحب کا اغلاط کو صحیح کرنے کی کوشش کو غلط ثابت کرتا ہے:۔

☆ علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "یــــوس "کو عجمی لفظ ٹھہرایا تھا اور مترجم صاحب نے یبوس کو عربی کا لفظ ثابت کیا جبکہ یہ عربی کا لفظ نہیں چنانچہ المعجم الوسیط میں اس لفظ کے ساتھ بریکٹ میں صراحت کے ساتھ واضح کیا ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے چنانچہ لکھا ہے "باسہ۔ بوسا، بوسہ لینا۔ (فارسی مغرب)۔"

(المعجم الوسیط، صفحہ 91، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

عربی لغت میں لفظ یبوس خشکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لسان العرب، تاج العروس میں اس کی صراحت ہے

تفسیر طبری میں ہے "(فاضرب لهم طريقا في البحر يبسا) يقول:فاتخذ لهم في البحر طريقا يابسا،واليبس واليبس:يجمع أيباس، تقول:وقفوا في أيباس من الأرض،واليبس المخفف:يجمع يبوس"

(جامع البیان فی تاویل القرآن،جلد18،صفحہ343،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

☆علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ''رسید'' کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے اور مترجم صاحب نے اسے عربی ثابت کیا جبکہ رسید ہرگز عربی کا لفظ نہیں، یہ کسی بھی مستند عربی لغت میں نظر سے نہیں گزرا۔اگر اہل عرب میں اب یہ استعمال بھی ہوتا ہے تو یہ عربی ہونے کی دلیل نہیں ۔رسید فارسی کا لفظ ہے چنانچہ جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون میں یہ فارسی میں استعمال ہوا ہے:۔

جون وحی آسمان کہ بقرآن **رسید** وماند      سر وجود ذات بإنسان **رسید** وماند

(جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون،جلد1،صفحہ134،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

کثیر کتب میں لفظ ''رسید'' فارسی زبان کے ساتھ استعمال ہوا ہے ۔تفسیر روح البیان میں کئی جگہ فارسی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔ایک جگہ ہے: ۔خود بزرکی عرش باشد بس مدید لیك صورت کیست چون معنی **رسید**

(روح البیان،جلد1،صفحہ404،دار الفکر،بیروت)

☆لفظ ''فرمانا'' کو بھی مترجم صاحب نے عربی کہا جبکہ جیسا علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بالکل درست تھا کہ یہ عجمی لفظ ہے۔عربی لغت کی معتبر کتب لسان العرب وغیرہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ۔بلکہ المعجم الوسیط میں بھی لفظ فرمان موجود نہیں ۔البتہ بعد کی جدید کتب جیسے منجد وغیرہ میں غیر عربی سے اسے عربی میں شمار کیا گیا ہے ۔لغت کی ان جدید کتب سے بالکل واضح ہے کہ یہ ترکوں کی حکومت میں عربی میں داخل ہوا چنانچہ احمد مختار عبد الحمید عمر (المتوفی 1424ھ) کی جدید عربی لغت کتاب **"معجم اللغة العربية المعاصرة"** میں ہے:"ف ر م ا ن فرمان (مفرد) ج فرمانات وفرامينُ:۔

1۔قرار أو حكم كان يصدره الباب العالي (السُّلطان) إبّان الحكم التركيّ

2۔ مرسوم "أصدر فرمانًا بزيادة ساعات العمل"

(معجم اللغۃ العربیۃ لمعاصرۃ)

کتاب ''تکملة المعاجم العربية'' میں لفظ ''فرمان'' کا ذکر اس کے عجمی ہونے کی دلیل ہے چنانچہ لکھا ہے "خاتم للتخليد: هو خاتم يختم به ملك الفرس البراءة أي الفرمان حين يهب اقطاعه"

(تکملة المعاجم العربيه، جلد4، صفحه163، وزارة الثقافة والإعلام، الجمهورية العراقية)

☆ لفظ "التكايا" کو جو مترجم صاحب نے عربی میں شمار کیا۔ میری کافی کوشش کی باوجود یہ ثابت نہیں ہو پایا کہ یہ عربی کا لفظ ہے۔

علامہ شرف قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ظہیر صاحب کی 43 غلطیاں انتہائی مہذب انداز میں نکالیں۔ مترجم صاحب نے چند غلطیاں نکالیں اور اس پر اتنی اچھل کود کی ہے۔ غلطی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اپنے مولوی کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کی اتنی بے تکی کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ خود مزید غلطیاں ہو جائیں۔

59 ملاحظہ ہو یادِ اعلیٰ حضرت، ص ۲۹

60 ملاحظہ ہو حدائق بخشش، از احمد رضا، مختلف صفحات

# فصل: ذریعہ معاش

## اعلیٰ حضرت زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟

✿ جناب احمد رضا صاحب کے ذریعہ معاش کے متعلق مختلف روایات آئیں ہیں۔ بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ وہ زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور گھر کے اخراجات کے لئے انہیں سالانہ رقم مل جاتی تھی جس سے وہ گزر بسر کرتے۔ 61

بعض اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی اور وہ دوسروں سے قرض لینے پر مجبور ہوجاتے کیونکہ ان کے پاس ڈاک کے ٹکٹ خریدنے کے لیے بھی رقم موجود نہ ہوتی۔ 62

کبھی کہا جاتا کہ انہیں دست غیب سے بکثرت مال و دولت ملتا تھا۔ ظفر الدین بہاری راوی ہیں کہ جناب بریلوی کے پاس ایک مقفل کنجی صندوقچی تھی جسے وہ بوقت ضرورت ہی کھولتے تھے۔ اور جب اسے کھولتے تو مکمل طور پر نہیں کھولتے تھے اس میں ہاتھ ڈالتے اور مال، زیور اور کپڑے جو چاہتے نکال لیتے تھے۔ 63

جناب بریلوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے احباب اور دوسرے لوگوں میں بکثرت زیورات اور دوسری چیزیں تقسیم کرتے تھے اور یہ سارا کچھ وہ اس چھوٹی سی صندوقچی سے نکالتے۔ ہمیں حیرت ہوتی کہ نامعلوم اتنی اشیاء اس میں کہاں سے آتی ہیں۔ 64

ان کے مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ''دستِ غیب'' کا صندوقچی وغیرہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا جو انہیں اپنے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کرنے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے امداد دیتا تھا۔ 65

میری رائے یہ ہے کہ ان کی آمدن کا بڑا ذریعہ لوگوں کی طرف سے ملنے والے تحائف اور امامت کی تنخواہ تھی۔ جس طرح ہمارے ہاں عام رواج ہے کہ دیہاتوں میں اپنے علماء کی خدمت صدقات وخیرات سے کی جاتی ہے اور عموماً یہی ان کا ذریعہ معاش ہوتا ہے۔ ان کے ایک پیروکار بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک روز ان کے پاس خرچ کے لیے ایک دمڑی نہ تھی۔ آپ ساری رات بے چین رہے۔ صبح ہوئی تو کسی تاجر کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے 51 روپے بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں پیش کیے۔'' 67

ایک مرتبہ ڈاک کا ٹکٹ خریدنے کے لیے ان کے پاس کچھ رقم نہیں تھی تو ایک مرید نے انہیں دوسو

روپے کی رقم ارسال کی۔68

باقی جہاں تک زمینداری اور صندوقچی وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا خاندان زراعت وغیرہ سے متعلق تھا۔باقی کرامتوں کے نام پہ صندوقچی وغیرہ کے افسانے بھی مریدوں کی نظر میں تقدیس واحترام کا مقام دینے کے لیے وضع کیے گئے ہیں یہ سب بے سروپا باتیں ہیں۔

ظہیر صاحب کا یہ سارا بیان تضاد سے بھرا ہوا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ انگریز امداد کرتے تھے پھر کہا جاتا ہے یہ سب بے سروپا باتیں ہیں، کبھی کہا جاتا ہے کہ لوگ امداد کرتے تھے۔درحقیقت ظہیر صاحب نے پیچھے جھوٹ و بہتان باندھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو کمتر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زمیندار سے نکال کر عام مولوی جو لوگوں کی نذرونیاز پر گزربسر کرتا ہے وہ ثابت کیا ہے۔مسجد کی امامت کی تنخواہ پر زندگی گزارنا کوئی عیب نہیں۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک زمیندار کو دھکے سے غیر زمیندار ظاہر کیا جائے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خاندانی زمیندار تھے۔ جناب سید الطاف علی بریلوی جنہوں نے بچپن میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی، وہ فرماتے ہیں: ''مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے،معقول زمینداری تھی،جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خان صاحب کرتے تھے۔مولانا اور ان کے اہل خاندان کے محلّہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے، بلکہ پورا محلّہ ایک طرح سے ان کا تھا۔''

جناب منور حسین سیف الاسلام جو نوعمری میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ان کا بیان ہے: ''یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی حضرات تھے،سب پرانے خاندانی زمیندار تھے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے باغات تھے۔شہر بریلی میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے مکانات تھے۔جن کا کرایہ آتا تھا،مگر مجھ کو کرایہ وصول کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ غریبوں، بیواؤں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔'' مولوی عبد العزیز خاں بریلوی لکھتے ہیں: ''اس خاندان کی دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی تھی۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ175،مکتبہ قادریہ،لاہور)

## اعلیٰ حضرت کا کسی سے پیسے نہ مانگنا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سخی آدمی تھے،غریبوں کی امداد کرتے تھے اور اگر کوئی فتویٰ کے عوض تحفہ دیتا تو آپ نہ لیتے تھے۔لوگوں کے سوالوں کے جواب بذریعہ ڈاک اپنی جیب سے بھیجتے تھے۔ظہیر صاحب کا کہنا کہ ان کے پاس بعض اوقات کچھ نہیں ہوتا تھا تو ایسی صورت حال پیدا ہونا زمیندار ہونے کے منافی نہیں۔کئی مرتبہ زمینوں سے پیسہ آنے میں تاخیر ہو ہی جاتی

ہے۔بڑے بڑے زمیندار قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔یہی صورت حال بعض اوقات ہوتی تھی کہ آپ کو زمینوں سے پیسے دیر سے آتے تھے۔لیکن ہرگز اعلیٰ حضرت گزر بسر کے کے لئے اپنے چاہنے والوں سے پیسے نہیں مانگتے تھے۔مولوی محمد ابراہیم صاحب فریدی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بیان ہے کہ حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف نے فرمایا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک خط بھیجا،جس کا جواب بڑی تاخیر سے آیا۔والا نامہ میں مذکور کہ حضرت شاہزادہ صاحب! چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے دام نہیں تھے،اس لئے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔میں نے خیال کیا کہ ان دنوں مولانا صاحب کے پاس داموں کی کمی ہے۔لہٰذا کچھ فتوحات سے بھیج دوں۔میں نے سو یا دو سو کی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج دی۔جسے مولانا صاحب نے وصول کر لیا اور رسید بھی آگئی۔کچھ دنوں کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا منی آرڈر آیا۔جس میں میری بھیجی ہوئی رقم بھی شامل تھی۔والا نامہ میں مذکور تھا کہ فقیر کی عادت ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق تھوڑے روپے رکھ لئے،باقی زنان خانے میں بھیج دیئے۔آپ کے گرامی نامہ کی وصولی سے پہلے وہ روپے خرچ ہو چکے تھے اور گاؤں (یعنی زمینوں) سے رقم آئی نہیں تھی اور میں اپنی ضروریات کے لئے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں۔حضرت شاہزادہ صاحب! یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ ہی کے یہاں کا ہے۔اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں،تو حضرت میاں صاحب کے بیاض سے شجرہ زر کا عمل نقل کر کے بھیج دیجئے۔چنانچہ میں نے بیاض سے نقل کر کے بھیج دیا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت،جلد1،صفحہ184،کمسیر انٹرنیشنل پبلیشرز،لاہور)

اعلیٰ حضرت کے شہزادے حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی زمیندارانہ سیرت کے متعلق حافظ ملت حضرت علامہ محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''آپ کو شہسواری کا بھی شوق تھا،آپ کی زمینداری میں اچھی نسل کے گھوڑے موجود تھے۔''

(فتاوی حامدیہ،صفحہ72،شبیر برادرز،لاہور)

صندوقچی والے مسئلہ کی نسبت جو ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے بیٹے کی طرف کی ہے وہ غلط ہے۔وہ بیان آپ کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ممکن ہے کہ انہوں نے اس صندوقچی سے نکال کر خیرات کرنے کو کرامت پر محمول کیا ہو،جبکہ ہو سکتا ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود اس صندوقچی میں رکھتے ہوں۔اگر اسے کرامت بھی سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں،البتہ جو کرامت کے منکر ہیں ان کے لئے ایسی باتیں قصے کہانیاں ہی ہیں۔

## حوالہ جات (البریلویہ)

61 انوار رضا، ص ۳۶۰

62 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۸

63 اعلیٰ حضرت بستوی، ص ۷۵، انوار رضا، ص ۵۷

64 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۷

65 اس کا تفصیلاً ذکر آگے آرہا ہے۔

66 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۵۶

67 ایضاً، ص ۵۶

68 ایضاً، ص ۵۸

# فصل: عادات اور طرزِ گفتگو

❁ بریلوی اعلیٰ حضرت پان کثرت سے استعمال کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان المبارک میں وہ افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا کرتے۔69

اسی طرح حقہ بھی پیتے تھے۔70

دوسری کھانے پینے کی اشیاء پر حقہ کو ترجیح دیتے۔ ہمارے ہاں دیہاتیوں اور بازاری قسم کے لوگوں کی طرح آنے جانے والے مہمان کی تواضع بھی حقے سے کرتے۔71

مزے کی بات ہے کہ بریلوی اعلیٰ حضرت سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تاکہ شیطان بھی میرے ساتھ شریک ہو جائے۔''72 ❁

## حقہ اور پان کا شرعی حکم

حقہ اور پان بلاشبہ جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پان بیشک حلال ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان سے پہلے اولیاء کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی اس میں چونے کا جواز کتاب ''نصاب الاحتساب'' میں مصرح ہے۔ حقہ کا جواز غمز العیون وشرح ہدیہ ابن العماد وکتاب الصلح بین الاخوان ودرمختار وطحطاوی وردالمحتار وغیرہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے۔ حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا ظلم شدید بلکہ ضلال بعید ہے وہ اسے حکم شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے اور اللہ پر افتراء کرنے والا عذاب شدید کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے جھوٹ لگاؤ۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہو سکتے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 556، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دراصل حقہ اور پان اس زمانے میں عام رائج تھا، زمیندار وعزت دار لوگ اس کا استعمال کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ

اللہ علیہ اپنے دور میں حقہ رائج ہونے کے متعلق کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علمائے عظام حرمین محترمین زادھما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع وناجائز کہنا احوال قلیان سے بے خبری پر مبنی ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد25، صفحہ81، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی مکہ مدینہ میں بھی حقہ پینا رائج تھا۔اسی طرح پان رائج تھا بلکہ یہاں تک کہ ختم شریف میں کھانے کے ساتھ پان کا اہتمام ہوتا تھا چنانچہ ایک جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں: ''اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے، یہاں تک کہ میّت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ666، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جو پان یا حقہ نوش فرماتے تھے وہ موجودہ آوارہ لوگوں کی طرح نہ تھا کہ کثرت پان سے منہ خراب اور بدبو اتنی کہ پاس کھڑا نہ ہوا جائے بلکہ آپ خاندانی معزز لوگوں کی طرح مہذب انداز میں اس کا استعمال فرماتے تھے۔ ایک جگہ تمباکو اور حقہ کا فرق اور حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تمباکو اور حقہ کا ایک حکم ہے، جیسا وہ حرام ہے یہ بھی حرام ہے اور جیسا وہ جائز ہے یہ بھی جائز، بدبو ہے تو باکراہت ورنہ بلاکراہت۔فقط ایک فرق ہے جو لوگ غیر خوشبو دار تمباکو کھاتے ہیں اور اسے منہ میں دبا رکھنے کے عادی ہیں ان کا منہ اس کی بدبو سے بس جاتا ہے کہ قریب سے بات کرنے میں دوسرے کو احساس ہوتا ہے۔اس طرح تمباکو کھانا جائز نہیں کہ یہ نماز بھی یوں ہی پڑھے گا اور ایسی حالت سے نماز مکروہ تحریمی ہے بخلاف حقہ کے کہ اس میں کوئی جرم منہ میں باقی نہیں رہتا اور اس کا تغیر کلیوں سے فوراً زائل ہوجاتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ555، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاوی رضویہ میں ایک جگہ آپ نے حقہ کے جواز پر پورا رسالہ بنام ''حُقّۃ المرجان لمهم حكم الدّخان'' (مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں) لکھا۔اس رسالے میں آپ نے کثیر دلائل سے اسے جائز ثابت کیا۔اس رسالے کا مختصر مواد پیش خدمت ہے: ''فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوی باطل پر دلیل نہیں

پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں۔میں نے انکی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ "من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء "جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون پیا۔اوردوسری حدیث یوں تراشی"من شرب الدخان فکانما زنی بامہ فی الکعبۃ" جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اوراسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔)جہل بھی کیا بد بلا ہے،خصوصا مرکب کہ لا دوا ہے۔مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ ودانستہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان اُٹھایا اورحدیث متواتر ((من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار)) پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے) کا اصلاً دھیان نہ لایا۔۔۔علامہ عبدالغنی بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں "من البدع العادیۃ استعمال التتن و القھوۃ الشائع ذکرھما فی ھذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انہ لا وجہ لحرمتھما ولالکراھتھما فی الاستعمال "بدعات عادیہ سے ہے حقہ اورکافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام وخواص میں شائع ہے اورحق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔۔۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلادہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیتے اوردم لگاتے اورحواس ودماغ میں فتورلاتے اوردیدہ ودل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع وناجائز وگناہ ہے اوروہ بھی معاذاللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرمفتر چیز سے نہی فرمائی اوراس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔۔۔اگر حقہ سے منہ کی بو متغیر ہو بے کلی کئے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں،اسی قدر سے خود حقہ پر حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اوراسے کھا کر جب تک بو زائل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع،مگر جو حقہ ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذاللہ تغیر باقی پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کلی سے بھی بکلی زائل نہ ہو تو قرب جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ ترک جماعت وترک سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخول مسجد کا موجب ہوگا اوریہ دونوں ممنوع وناجائز ہیں اورہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف مؤدی ہو ممنوع وناروا ہے۔۔۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد 25،صفحہ 81،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

دیکھیں!اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقے کے جواز کو بھی ثابت کیا اوراس کے احکام بھی بتائے کہ منہ سے بدبو دور کرکے مسجد میں جائے اورنماز کے وقت کے قریب حقہ نہ پیئے جبکہ منہ سے بدبو دیر سے دور ہوتی ہو۔ظہیر صاحب نے پان،حقے

کا ذکر بطور اعتراض تو کیا ہے لیکن اس کے ناجائز ہونے کو ثابت نہیں کیا۔ ثابت بھی کیسے کر سکتے ہیں جب قرآن وحدیث اور فقہ میں یہ ناجائز ہی نہیں۔ بلکہ دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر وہابی مولویوں نے حقے کو جائز کہا ہے۔ وہابیوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب حقہ جائز ہے تو پھر اس کے پینے والے پر اس طرح اعتراض ناجائز ہے۔ جہاں تک حقہ پیتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے کا تعلق ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو بغیر بسم اللہ کھائے پئے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہوتا ہے اور بغیر بسم اللہ عورت کے پاس جائے اس کی اولاد میں شیطان کا ساجھا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایسوں کو مغربین فرمایا جو انسان وشیطان کے مجموعی نطفے سے بنتے ہیں۔ اگر کھانے کی ابتداء میں بھول جائے اور درمیان میں یاد آجائے تو فوراً "بسم اللہ علی اولہ وآخرہ" پڑھے شیطان اسی وقت قے کر دیتا ہے اور بفضلہ میں بھوکا ہی مارتا ہوں یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور جب چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف۔ ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔ وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہے ہوتو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر بھر کا بھوکا پیاسا اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا بھوک پیاس میں حقہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) شیطان ہر وقت تمہاری گھات میں ہے اس سے غافل کسی وقت نہ ہو۔''

(الملفوظات، حصہ2، صفحہ227، شبیر برادرز، لاہور)

## قدم بوسی کا شرعی حکم

لوگوں کے پاؤں چومنے کی عادت بھی تھی۔ ان کے ایک معتقد راوی ہیں کہ: ''آپ حضرت اشرفی میاں کے پاؤں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔'' 73

جب کوئی صاحب حج کر کے واپس آجاتے تو ایک روایت کے مطابق فوراً اس کے پاؤں چوم لیتے۔ 74

پاؤں چومنے پر اعتراض بھی عجیب ہے کہ قدم بوسی جب احادیث وفقہ سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا گویا احادیث پر اعتراض کرنا ہے۔ ابوداؤد، شعب الایمان اور شرح السنۃ للبغوی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت زراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفد عبد القیس میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں "لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا، فنقبل ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ" ترجمہ: جب ہم مدینہ پاک پہنچے تو اپنی سواریوں

سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ کے دستِ مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دینے لگے۔

(سنن أبی داود، کتاب الادب، باب فی قبلة الرجل، جلد4، صفحہ357، المکتبة العصریہ بیروت)

فتاوی رضویہ میں امام احمد رضا خان اس کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پیر کا اپنے مریدوں سے ہاتھ چومو انا بایں معنی کہ وہ چومنا چاہیں تو یہ منع نہیں کرتا بلکہ ہاتھ بڑھا دیتا ہے کوئی حرج نہیں رکھتا بلکہ اگر قدم چومنا چاہیں اور یہ منع نہ کرے جب بھی جائز ہے۔ درمختار میں ہے "طلب من عالم اوزاھد ان یدفع الیه قدمه ویمکنه من قدمه لیقبله اجابه و قیل لا " کسی عالم یا کسی زاہد (پرہیزگار) سے کسی نیازمند نے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے پاؤں اس کے حوالے کردے اور ان پر اسے تسلط اور قابو پانے کا اختیار دے تا کہ وہ انہیں بوسہ دے تو عالم اور زاہد اس کی درخواست قبول فرمائے، (یعنی پاؤں چومنے کی اجازت دے) اور (ایک ضعیف روایت میں) کہا گیا کہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔

ردالمحتار میں ہے "لما اخرجه الحاکم ان رجلااتی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فاذن له فقبل رجلیه " کیونکہ محدث حاکم نے اس روایت کی تخریج فرمائی ہے کہ ایک صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے (انہوں نے آپ کے پاؤں چومنے کی درخواست کی) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے آپ کے قدم چومے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ339، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت بزرگ اور حاجی کا پاؤں محبت میں چوم لیتے تھے لیکن اپنا پاؤں کسی کو چومنے نہیں دیتے تھے۔ آپ کی سیرت میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی محبّ نے آپ کے قدموں کا اچانک بوسہ لیا تو آپ اس پر ناخوش ہوئے۔ باقی وہابیوں کا قدم بوسی پر اعتراض کرنا بجا ہے کہ قدم بوسی بطور ادب ہے اور ان کے ہاں تو ادب شرک ہوتا ہے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

69 انوار رضا ص ۲۵۶

70 ﴿ کتنی عجیب بات ہے دوسروں کو معمولی باتوں پر کافر قرار دینے والا خود کیسے حقہ نوشی کو جائز سمجھتا ہے اور اس کا مرتکب ہے؟ ﴾

مترجم صاحب کتنی عجیب بات ہے کہ آپ بغیر دلیل حقہ کو ناجائز کہہ رہے ہو۔ نام آپ نے اپنے فرقے کا لوگوں کو متاثر

کرنے کے لئے اہل حدیث رکھا ہے لیکن شرک، بدعت، حلال وحرام کے فتوے اپنی عقل سے دیتے ہو۔ کچھوا، کوا کھانا جائز کہہ دیتے ہو اور ختم کے کھانے کو مثل خنزیر قرار دیتے ہو۔ وہ بھی قرآن وحدیث کی کسی دلیل کے بغیر۔ مزا تو تب ہے کہ آپ تحریفات کی بجائے قرآن وسنت سے حقہ اور پان کو ناجائز ثابت کرو۔ معمولی باتوں پر شرک کے فتوے تو آپ لگاتے ہو۔

71 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۶۷

72 ملفوظات

73 اذکار حبیت رضا، طبع مجلس رضا، لاہور، ص ۲۴

74 انوار رضا، ص ۳۰۶

# فصل: اسلوبِ بیان

﴿ اپنے سے معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کے خلاف سخت زبان استعمال کیا کرتے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی رورعایت کے قائل نہ تھے۔ بڑے فحش اور غلیظ لفظ بولتے۔ مخالف کو کتا، خنزیر، کافر، سرکش، فاجر، مرتد اور اس طرح کے دوسرے سخت اور غلیظ کلمات کی بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ بے محابا و بے دریغ یہ کلمات ادا کر جاتے۔ ان کی کوئی کتاب اس انداز گفتگو اور اخلاقیات سے بھری ہوئی طرز تحریر سے خالی نہیں ہے۔ ﴾

## گمراہوں کو خبیث ومردود کہنا

پیچھے بیان کیا گیا کہ گمراہ اور گستاخوں کو احادیث و مستند کتب میں کافر، کتا، خنزیر، فاسق، فاجر، ملعون کہا گیا ہے۔ خارجیوں کے متعلق ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے "عن ابن أبی أوفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((الخوارج کلاب النار)) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خارجی جہنم کے کتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی ذکر الخوارج، جلد1، صفحہ 61، دار احیاء الکتب العربیۃ)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنتظم فی تاریخ الامم والملوک'' میں مانی اور یونس بن فروہ کو زندیق کہا۔ پھر آگے ایک جگہ ان الفاظ کی ہیڈنگ بنائی "أحمد بن یحیی بن إسحاق أبو الحسین الریوندی الملحد الزندیق" امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھا "وإسحاق بن محمد بن أبان النخعی الأحمر الزندیق الإلحادی" پھر آگے یوں لکھتے ہیں "أبو جعفر بن أبی العزاقر الشلمغانی الزندیق" امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ طبری کی ساتویں جلد میں کئی مقامات پر صاحب الزنج کو فاسق وخبیث لکھا ہے۔ ایک شخص کے متعلق یوں لکھتے ہیں "جعفر بن أحمد خال ابن الخبیث الملعون" ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ ''الکامل فی التاریخ'' میں لکھتے ہیں "جعفر بن إبراهیم المعروف بالسجان و کان من ثقات الخبیث" امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام'' میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ان الفاظ کے ساتھ خبیث کہا "قدمت أخبرت أحمد بن حنبل فقال قاتله اللہ، الخبیث" طبرانی اوسط کی حدیث پاک ہے "عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال أتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وترکت أبی یلحقنی، فقال:((لیطلعن الآن رجل لعین، فخفت أن یکون أبی، فلم أزل خارجا وداخلا، حتی طلع الحکم بن أبی العاص)) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنے پیچھے اپنے والد کو چھوڑ آیا۔آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ابھی ایک لعنتی شخص آئے گا۔حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں میں ڈرا کے میرے پیچھے میرے والد صاحب تھے کہیں وہ نہ آئیں، ابھی کوئی آیا یا گیا نہیں تھا کہ (گستاخ کافر) حکم بن ابی العاص آیا۔

(المعجم الأوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، جلد7، صفحہ160، دار الحرمین، القاہرۃ)

معلوم ہوا اسلاف بھی اپنے دور کے گمراہوں کو بسبب ان کے عقائد زندیق، ملعون، کافر، خبیث وغیرہ کہتے اور لکھتے تھے۔لہٰذا اعلیٰ حضرت نے بھی اس طرح کے الفاظ گمراہ و گستاخوں کے ساتھ استعمال کئے ہیں جو کہتے تھے کہ نبی مر کر مٹی ہو گئے، انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، نماز میں بیل گدھے کے خیال سے نبی کا خیال لانا بدتر ہے، حضور کے بعد کوئی اور نبی بھی آسکتا ہے، اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ورنہ اعلیٰ حضرت نے تو کئی مقامات پر مسلمانوں کو گالی دینا ناجائز لکھا چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''بلاوجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ)) آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون آبرو مال۔دوسری حدیث میں ہے کہ((سباب المسلم فسوق)) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 127، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## دیوبندی، وہابیوں کے نزدیک رب تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے

ان کی شیرینیٔ لب کا ذکر گزشتہ صفحات میں حاشیہ کے اندر گزر چکا ہے۔یہاں ہم نمونے کے طور پر ان کی مختلف عبارتوں میں سے ایک قطعہ نقل کرتے ہیں جس سے ان کے اسلوب بیان کی تصویر قارئین کے سامنے آجائے گی۔وہ دیوبندیوں کے خدا کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا بھی کرائے، ورنہ دیوبند کی چھلکے والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا۔(75) پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو۔اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو۔یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن بھی

ماننی پڑے گی۔'' 76 نستغفر اللہ۔

اندازہ لگائیں اس طرح کا انداز تحریر کسی عالم دین کو زیب دیتا ہے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ تجدید دین کا دعویٰ ۔مجدد دین کے لیے اس قسم کی گفتگو کا اختیار کرنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ انہیں عالم دین کہنے پر اصرار ہو تو ضرور کہئے مگر مجدد کہتے ہوئے تھوڑی سی جھجک ضرور محسوس کرلیا کریں۔

ظہیر صاحب نے اپنی سابقہ عادت کی طرح یہاں بھی بغیر سیاق وسباق عبارات پیش کی ہیں ۔حقیقت وتفصیل یوں ہے کہ دیوبندیوں کے بڑے مولویوں نے بغیر دلیل شرعی کے ایک خودساختہ باطل عقیدہ بنالیا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اور اس پر یہ دلیل پیش کی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی ۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کئی رسالوں میں تفصیلی ردّ فرمایا کہ جھوٹ ایک عیب ہے جو رب تعالیٰ کیلئے محال ہے اور محال فعل تحت قدرت نہیں ہوتا ورنہ تو یہ بھی لازم آتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے جیسا ایک اور خدا بنا سکتا ہے، اپنا خدا ہونا سلب (ختم) کرسکتا ہے وغیرہ چنانچہ ''سبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح'' (کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ومنزہ ہے۔) میں فرماتے ہیں: یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو بھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھودینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یوہیں منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذاًباللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا'' تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا'' (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عز اسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہوجانا ہے، للہ انصاف۔۔۔(اعلیٰ حضرت اپنے موقف کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اب بتوفیق اللہ تعالیٰ نصوص ائمہ وکلمات علماء نقل کرتا ہوں: شرح مقاصد کے مبحث

کلام میں ہے "الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللّٰہ تعالی محال "جھوٹ باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ---شرح عقائد نسفی میں ہے "کذب کلام اللّٰہ تعالی محال" کلام الٰہی کا کذب محال ہے۔

طوالع الانوار کی فرع متعلق بمبحث کلام میں ہے "الکذب نقص والنقص علی اللّٰہ تعالی محال "جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ۔مواقف کی بحث کلام میں ہے "انہ تعالی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عند المعتزلہ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللّٰہ محال اجماعا" یعنی اہلسنت ومعتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے،معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے---

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں "یستحیل علیہ تعالی سمات النقص کالجھل والکذب" جتنی نشانیاں عیب کی ہیں،جیسے جہل وکذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں---تفسیر بیضاوی شریف میں ہے "﴿ومن اصدق من اللّٰہ حدیثا﴾ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لان نقص وھو علی اللّٰہ تعالی محال" اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کے سچے ہونے کا انکار ہے کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال---شرح عقائد جلالی میں ہے "الکذب نقص والنقص علیہ محال فلایکون من الممکنات ولاتشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالی کالجھل والعجز "جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال،تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں،نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں "الکذب علیہ تعالی محال "اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے---

افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبا چچا اور علما باپ اور طریقۃ دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالیٰ﴿فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗ﴾ اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔یوں تصریح کی "خبر او تعالی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات

اوراہ نمی یابد در حق اوتعالی کہ مبراز جمیع عیوب ونقائص ست خلاف خبر مطلقا نقصان ست" اللہ تعالیٰ کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پا سکتا اللہ تعالیٰ کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ322،،،،،،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

المختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر مستند دلائل سے اس اعتقاد کا رد فرمایا کہ رب جھوٹ بول سکتا ہے۔ پھر ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو بطور زجر فرمایا: ''اگر دہلوی ملا کی یہ دلیل سچی ہوتو دوخدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہو جائیں، وجہ سنئے جب یہ اقرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کیلئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعا جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جن کے باعث انہیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا، بہر حال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعا ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ﴾ تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے پوجنے والا ہوں۔

تو قطعا دوخدا کا امکان ہوا اگر چہ منافی گیر ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن ہو تو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کو انتہا نہیں "ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" خامسا: ملائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کر لے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلا لے، خاک پر لیٹے، کانٹوں

پر لوٹے، رافضی ہو جائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہوگا، ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔

اقول (میں کہتا ہوں) غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کر سکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں کر سکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں محتاج ہوا محتاج خدا نہیں۔ملوث ہوا ملوث خدا نہیں۔تو شمس و امس کی طرح اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ "والعیاذ باللّٰہ من اضل الشیطٰن" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صحیح قدر نہیں کی۔اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

مگر سبحان ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ و ارادہ الٰہیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق و درخور۔"**تعالٰی اللّٰہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا، وسبحن اللّٰہ بکرۃ واصیلا، والحمد اللّٰہ حمدا کثیرا**" اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔۔۔۔۔۔''

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ367۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اللہ عزوجل کی شان میں ایسے کلمات کہنے والوں کو بطور زجر ایسے کلمات کہے تھے۔اس طرح کے کلمات تو اسلاف سے ثابت ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عروہ بن مسعود کو کہا "امصص ببظر اللات" ترجمہ: لات کی بظر چوس۔

(صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد۔۔ جلد3، صفحہ193، دار طوق النجاۃ)

یہ جملہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس گستاخ کافر کو بطور زجر کہا تھا، اگر کسی کافر یا گستاخ کو اس کے کفر و گستاخی کی وجہ سے اس طرح کے سخت جملے کہنے ناجائز و حرام اور فحش گوئی ہوتے تو کیا ابوبکر صدیق جیسی ہستی سے اس کا ارتکاب ہوتا، کیا وہابی ابوبکر صدیق کو بھی فحش گو کہیں گے؟ نعوذ باللہ۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:''وفیہ جواز النطق بما یستبشع من الألفاظ لإرادۃ زجر''یعنی جو منہ پھٹ ہوا سے اس قسم کے الفاظ بطور زجر کہنا جائز

ہے۔

(فتح الباری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع أہل الحرب وکتابۃ الشروط، جلد5، صفحہ340، دار المعرفہ بیروت)

❁ اس ضمن میں ایک واقعہ ہے کہ یہ بریلوی صاحب ایک مرتبہ کسی کے ہاں تعلیم کی غرض سے گئے۔ مدرس نے پوچھا کہ آپ کا شغل کیا ہے؟ کہنے لگے: ''وہابیوں کی گمراہی اور ان کے کفر کا پول کھولتا ہوں۔'' مدرس کہنے لگے: ''یہ انداز درست نہیں۔'' تو جناب بریلوی صاحب وہاں سے واپس لوٹ آئے (77) اور ان سے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے احمد رضا صاحب کو موحدین کی تکفیر وتفسیق سے روکا تھا۔ ❁

پیچھے ظہیر صاحب نے کہا تھا کہ مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو پڑھانے سے انکار کر دیا تھا اور یہاں اپنا پچھلا جھوٹ خود ثابت کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ پھر پہلے کی طرح یہاں بھی ہیرا پھیری اور جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔ مولانا عبد الحق نے یوں فرمایا تھا: ''اگر ایسی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہوسکتا۔'' اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علمائے ملت، حامیان سنت کی توہین وتحقیر سننی ہوگی۔ اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کر دیا۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ249، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

## اعلیٰ حضرت کی علمیت

❁ جہاں تک ان کی لغت کا تعلق ہے تو وہ نہایت پیچیدہ قسم کی عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ بے معنی الفاظ وتراکیب استعمال کرکے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ انہیں علوم ومعارف میں بہت گہری دسترس حاصل ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں اس عالم دین کو جو اپنا ما فی الضمیر کھول کر بیان نہ کر سکے اور جس کی بات سمجھ میں نہ آئے اسے بڑے پائے کا عالم دین تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں کہ: ''اعلیٰ حضرت کی بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان علم کا سمندر ہو۔''78 ❁

جب انسان اپنے مخالف کو تعصب کی آنکھ سے دیکھے تو اس کی خوبیاں بھی خامیاں لگتی ہیں۔ ظہیر صاحب کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ جب ان کو اعلیٰ حضرت کی عربی سمجھ نہیں آتی تو اسے اپنی کم علمی نہیں سمجھتے بلکہ الٹا اعتراض کر دیتے ہیں کہ وہ پیچیدہ عبارتوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال پیچھے عربی شجرہ میں گزر چکی ہے کہ جس کی ظہیر صاحب کو سمجھ نہیں آئی تھی۔ اعلیٰ

حضرت کی علمیت وادب کو وہابی مولویوں سمیت کئی بڑے بڑے ادیبوں، شاعروں، پروفیسروں نے مانا ہے۔دیوبندی مودودی لکھتا ہے:''مولانا احمد رضا خاں کے علم وفضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔''

(البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ188، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:''میرا خیال یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے اردو نظم ونثر، دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔''

(خیابانِ رضا، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ191، مکتبہ قادریہ، لاہور)

ادھر ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنی عبارتوں میں بے معنی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ادھر وہابی ترجمان ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں لکھا ہے:''فاضل بریلوی نے ترجمہ اور ترجمانی کی درمیانی راہ اختیار کی اور ان کی تمام تر توجہ اس امر پر رہی کہ قرآن مجید کے ان بعض الفاظ جو عربی اور اردو زبان میں مختلف مفہوم رکھتے ہیں کا ایسا ترجمہ کیا جائے کہ غیر مسلم ان پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کی نوبت ہی نہ آئے بلاشبہ بعض الفاظ کے ترجمہ کی حد تک وہ (فاضل بریلوی) کامیاب بھی رہے۔''

(ہفت روزہ الاعتصادم لاہور، 22ستمبر 1989ء، ماخوذ از رضائے مصطفے، دسمبر 1989ء)

وہابی ترجمان المنبر لائل پور لکھتا ہے:''مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ (قرآن، کنز الایمان) کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔''

(المنبر لائل پور، 6 صفر المظفر 1386ھ، ماخوذ از رضائے مصطفے، فروری 1976ء)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عربی مہارت ولفاظی کا اعتراف آج دنیا میں ہو رہا ہے۔دنیا کے مختلف جامعات میں اعلیٰ حضرت کی علمی، ادبی اور دینی خدمات پر بے شمار مقالات ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ڈی کی سطح پر رقم کئے گئے۔عربی اشعار کی تجمیع وتدوین کے لئے جامعۃ الازہر کے فاضل استاد حازم محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ پاکستان تشریف لائے اور آپ نے یہاں قیام پذیر ہو کر نہایت محنت شاقہ سے اور شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف القادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ومشائخ کے تعاون سے قبلہ اعلیٰ حضرت کے عربی اشعار کو مجتمع کر کے کم وبیش سات سو چھانوے ابیات پر مشتمل ''بساتین الغفران'' کے نام سے دیوان

مرتب کیا۔ یہ دیوان پہلی بار بین الاقوامی رضا اکیڈمی، لاہور اور ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کے اشتراک سے 1997ء میں شائع کیا گیا۔ آپ کے اس دیوان کا مطالعہ کرنے سے آپ کی عربی زبان وادب پر گرفت اور وسیع مطالعہ کے ساتھ ساتھ آپ کے ایک طبّاع شاعر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آپ بلا شک وشبہ عربی شاعری کے اسلوب، ردیف وقوافی اور علمِ عروض کے ماہر اور کہنہ مشق شاعر کی حیثیت سے اپنا امتیازی مقام متعین فرماتے ہیں۔

## اعلیٰ حضرت کی فصاحت وروانی

﴿ ان کی زبان میں فصاحت وروانی نہیں تھی۔ اس بنا پر تقریر سے گریز کرتے تھے صرف خود ساختہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اپنے پیر آل رسول شاہ کے عرس کے موقعہ پر چند کلمات کہہ دیتے۔79 ﴾

ظہیر صاحب کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ وہ فصاحت وروانی نہ ہونے کے سبب تقریر سے گریز کرتے تھے۔ دراصل آپ تحریری مصروفیت کی بنا پر زیادہ تقریروں سے گریز کرتے تھے اور سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت وجماعت۔ دوسرا مجلس میلاد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو حضور کی طرف سے ہر سال 12 ربیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی اعلیٰ حضرت کا آبائی مکان ہے، منعقد ہوتی تھی۔ تیسرا وعظ 18 ذی الحجہ الحرام عرس سراپا قدس حضرت سید شاہ آل رسول مارہری رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر فرماتے تھے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ356، کسمسر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

ان تین مواقع پر خصوصی طور پر تقریر ہوتی تھی ورنہ عید جمعہ اور دیگر مواقع پر نہایت شیریں، فصاحت والی اور موثر تقریر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سید اسماعیل حسن میاں صاحب نے فرمایا کہ جناب مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن وعظ فرمانے میں بہت احتراز فرماتے تھے۔ ایک بار جامع مسجد سیتاپور میں ایک صاحب نے بلا اجازت وعلم مولانا کے وعظ کا اعلان کر دیا، لوگ رک گئے۔ مولانا کو ان کا اعلان کرنا بہت ناگوار گزرا مگر جناب مولانا عبد القادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مولانا! لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرما دیجئے۔ سنن ونوافل سے فارغ ہونے کے بعد وضو جدید کر کے سورۃ اعلیٰ کا نہایت ہی اعلیٰ بیان فرمایا۔

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ354، کسمسر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جامع حالات حضرت ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اسی قسم کا ایک واقعہ جامع مسجد شمسی بدایوں میں پیش

آیا اور غالبا یہ واقعہ سیتا پور سے پہلے کا ہے۔حضرت مولانا عبد القیوم بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اطلاع وعلم اعلیٰ حضرت، موذن مسجد سے کہہ دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے وعظ کا اعلان کر دینا۔انہوں نے فرض جمعہ کے سلام کے ساتھ ہی کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔سب حضرات سنن ونوافل کے بعد تشریف رکھیں، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا وعظ ہوگا۔جب اعلیٰ حضرت سنن ونوافل سے فارغ ہوئے، دیکھا کہ سب لوگ انتظار میں بہزار ذوق وشوق بیٹھے ہوئے ہیں۔اعلیٰ حضرت نے عذر فرمایا کہ میں تو وعظ نہیں کہا کرتا۔مولانا عبد القیوم صاحب نے فرمایا تو آج یہیں سے وعظ کی ابتدا ہو۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے سے خبر نہ دی۔مولانا نے فرمایا کہ آپ کے لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔اعلیٰ حضرت حسب اصرار منبر پر تشریف لے گئے اور دو گھنٹے کامل نہایت ہی پر اثر زبردست وعظ فرمایا۔مولانا عبد القیوم صاحب نے بعد ختم وعظ مصافحہ کیا اور فرمایا کہ کوئی عالم کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسی پُر از معلومات، پر اثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کرسکتا۔یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد 1، صفحہ 354، کمسمبر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جناب ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''والد نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے بریلی کی جامع مسجد نور محلّہ میں تشریف لے جاتے اور میں بھی اکثر آپ کے ساتھ ہوتا، اکثر وبیشتر ہمیں دوسری، تیسری صف میں بیٹھنے کا موقع مل جاتا۔اسی مسجد میں حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے۔منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سرخ وسفید رنگ کے مالک تھے۔داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔آواز ازحد شیریں اور گداز تھی۔آپ کا وعظ نہایت موثر ہوتا تھا۔ میں اگرچہ بچہ تھا مگر اس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لئے کوئی کشش ضرور تھی۔اکثر مجھ پر انہماک سا طاری ہو جاتا اور حاضرین کی کیفیت تو اس سے بڑھ کر ہوتی تھی۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ خاصا طویل اور مفصل ہوتا ہوگا، مگر وہاں خطبہ جمعہ حاضرین کی سہولت کے لئے اکثر مختصر فرما دیتے۔''

(مقالات یوم رضا، حصہ 3، صفحہ 8، رضا اکیڈمی، لاہور)

بدایوں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ والضحیٰ پر چھ گھنٹے وعظ فرمایا۔اور بھی کئے ایسی واقعات ہیں جن کو بطور

دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔اگر سب کو چھوڑ دیں اور ظہیر صاحب والی ہی بات لے لیں کہ آپ سال میں دو مرتبہ تقریر کیا کرتے تھے تو قارئین خود سوچیں کیا ان دو خاص موقعوں پر کوئی ایسا شخص تقریر کر سکتا ہے جس کو تقریر ہی نہیں کرنا آتی؟ حیات اعلیٰ حضرت میں آپ کی چند تقریریں تحریر ہیں ان کو پڑھ کر قاری اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ کیسی تقریر کرتے تھے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

75 سبحان السبوح، از احمد رضا بریلوی، ص ۱۴۲

76 ایضاً

77 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری

78 انوار رضا، ص ۲۸۶

79 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری رضوی

# فصل: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات

ان کی تصنیفات کے بیان سے قبل ہم قارئین کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ بریلوی قوم کو مبالغہ آرائی کی بہت زیادہ عادت ہے اور مبالغہ آرائی کرتے وقت غلط بیانی سے کام لینا ان کی سرشت میں داخل ہے۔تصنیفات کے سلسلہ میں بھی انہوں نے بے جا غلو سے کام لیا ہے اور حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے ان کی سینکڑوں تصنیفات گنوادی ہیں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ان کے متضاد اقوال کا نمونہ درج ذیل ہے:۔ان کے ایک راوی کہتے ہیں: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات 200 کے قریب تھیں۔80

ایک روایت ہے کہ 250 کے قریب تھیں۔81

ایک روایت ہے 350 کے قریب تھیں۔82

ایک روایت ہے 450 کے لگ بھگ تھیں۔83

ایک اور صاحب کہتے ہیں 500 سے بھی متجاوز تھیں۔84

بعض کا کہنا ہے 600 سے بھی زائد تھیں۔ایک اور صاحب ان تمام سے آگے بڑھ گئے اور کہا کہ ایک ہزار سے بھی تجاوز کر گئی تھیں۔85

حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔شاید اس میں بھی مبالغہ ہو۔۔۔۔۔تفصیل ملاحظہ فرمائیں:۔

جناب بریلوی صاحب نے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی۔وہ فتویٰ نویسی اور عقیدہ توحید کے حاملین کے خلاف تکفیر و تفسیق میں مشغول رہے۔لوگ ان سے سوالات کرتے اور وہ اپنے متعدد معاونین کی مدد سے جوابات تیار کرتے اور انہیں کتب و رسائل کی شکل دے کر شائع کروادیا جاتا۔بسا اوقات بعض کتب دستیاب نہ ہونے کے باعث سوالات کو دوسرے شہروں میں بھیج دیا جاتا تاکہ وہاں موجود کتابوں سے ان کے جوابات کو مرتب کیا جاسکے۔جناب بریلوی ان فتاویٰ کو بغیر تنقیح کے شائع کرواتے۔اسی وجہ سے ان کے اندر ابہام اور پیچیدگی رہ جاتی اور قارئین کی سمجھ میں نہ آتے۔جناب بریلوی مختلف اصحاب کے تحریر کردہ فتاویٰ کا کوئی تاریخی نام رکھتے چنانچہ اسے ان کی طرف منسوب کردیا جاتا۔

جناب بریلوی کا قلم سوالات کے ان جوابات میں خوب روانی سے چلتا، جن میں توحید وسنت کی مخالفت اور باطل نظریات وعقائد کی نشر واشاعت ہوتی۔ چند مخصوص مسائل مثلاً علم غیب، حاضر وناظر، نور وبشر، تصرفات وکرامات اور اس قسم کے دوسرے خرافی امور کے علاوہ باقی مسائل میں جناب بریلوی کا قلم سلاست و روانی سے محروم نظر آتا ہے۔ یہ کہنا کہ ان کی کتب ایک ہزار سے بھی زائد ہیں انتہائی مضحکہ خیز قول ہے۔

ان کی مشہور تصنیف جسے کتاب کہا جاسکتا ہے فتاویٰ رضویہ ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی آٹھ جلدیں ہیں ہر ایک جلد مختلف فتاویٰ پرمبنی چھوٹے چھوٹے رسائل پر مشتمل ہے۔

بریلوی حضرات نے اپنے قائد ومؤسس کی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے لیے اس میں مندرج رسائل کو مستقل تصانیف ظاہر کیا ہے۔ نمونے کے طور پر ہم فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں مندرج رسائل کو شمار کرتے ہیں۔ اس میں 31 رسائل موجود ہیں جنہیں کتب ظاہر کیا گیا ہے ۔۔۔۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں: حسن التعمم، باب العقائد، قوانین العلماء، الجد السعید، مجلی الشمعۃ، تبیان الوضوء، الدقتہ والتبیان، النہی النمیر، الظفر لقول زفر، المطر السعید، لمع الاحکام، المعلم الطراز، نبہ القوم، اجلی الاعلام، الاحکام والعلل، الجود الحلو، تنویر القندیل، آخر مسائل، النمیقۃ الانقی، رجب السلۃ، ہبۃ الحبیر، مسائل اخر، افضل البشر، بارق النور، ارتفاع الحجب، الطرس المعدل، الطلبۃ البدیعۃ، برکات الاسماء، عطاء النبی، النور والنورق، سمع الندر۔ چند سو صفحات پر مشتمل ایک جلد میں موجود 31 رسائل کو بریلوی حضرات نے اپنے اعلیٰ حضرت کی 31 تصنیفات ظاہر کیا ہے۔86

یہ کہہ دینا کہ فلاں شخص نے ایک ہزار دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں سہل ہے مگر اسے ثابت کرنا آسان نہیں۔ بریلوی حضرات بھی اسی مخمصے کا شکار نظر آتے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ ان کی کتابوں کی تعداد 200 کے قریب ہے۔87

ان کے ایک صاحبزادے کہہ رہے ہیں کہ (88) 400 کے لگ بھگ ہیں۔89

ان کے ایک خلیفہ ظفر الدین بہاری رضوی جب ان تصنیفات کو شمار کرنے بیٹھے تو 350 رسالوں سے زیادہ نہ گنوا سکے۔90

ایک اور صاحب نے 548 تک تصنیفات شمار کیں۔91 اب ذرا یہ لطیفہ بھی سن لیجئے کہ انہوں نے

کس طرح یہ تعداد پوری کی ہے۔انوار رضا میں ان کی جو تصانیف شمار کی ہیں ۔ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں تا کہ قارئین پر کثرت تصانیف کے دعوے کا سر بستہ راز منکشف ہو سکے۔حاشیہ صحیح بخاری۔حاشیہ صحیح مسلم۔حاشیہ النسائی۔حاشیہ ابن ماجہ۔حاشیہ التقریب۔حاشیہ مسند امام اعظم۔حاشیہ مسند احمد۔حاشیہ الطحاوی۔ حاشیہ خصائص کبری۔حاشیہ کنز العمال۔حاشیہ کتاب الاسماء والصفات۔حاشیہ الاصابہ۔حاشیہ موضوعات کبیر۔ حاشیہ شمس بازغہ۔ حاشیہ عمدۃ القاری۔ حاشیہ فتح الباری۔ حاشیہ نصب الرایہ۔ حاشیہ فیض القدیر۔ حاشیہ اشعۃ اللمعات۔حاشیہ مجمع بحار الانوار۔حاشیہ تہذیب التہذیب۔حاشیہ مسامرہ ومسایرہ۔حاشیہ تحفۃ الاخوان۔حاشیہ مفتاح السعادۃ۔حاشیہ کشف الغمہ۔حاشیہ میزان الشریعۃ۔حاشیہ الہدایہ۔حاشیہ بحر الرائق۔حاشیہ منیۃ المصلی۔ حاشیہ رسائل شامی۔حاشیہ الطحطاوی۔حاشیہ فتاوی خانیہ۔حاشیہ فتاوی خیراتیہ۔حاشیہ فتاوی عزیزیہ۔حاشیہ شرح شفا۔حاشیہ کشف الظنون۔حاشیہ تاج العروس۔حاشیہ الدر المکنون۔حاشیہ اصول الہندسہ۔حاشیہ سنن الترمذی۔ حاشیہ تیسیر شرح جامع الصغیر۔ حاشیہ کتاب الاثار۔ حاشیہ سنن دارمی۔ حاشیہ ترغیب والترہیب۔ حاشیہ نیل الاوطار۔حاشیہ تذکرۃ الحفاظ۔حاشیہ ارشاد الساری۔حاشیہ مرعاۃ المفاتیح۔حاشیہ میزان الاعتدال۔حاشیہ العلل المتناہیہ۔حاشیہ فقہ اکبر۔حاشیہ کتاب الخراج۔حاشیہ بدائع الصنائع۔حاشیہ کتاب الانوار۔حاشیہ فتاوی عالمگیری۔ حاشیہ فتاوی بزازیہ۔حاشیہ شرح زرقانی۔حاشیہ میزان الافکار۔حاشیہ شرح چغمینی۔

یعنی وہ تمام کتب جو احمد رضا صاحب کے پاس تھیں اور ان کے زیر مطالعہ رہتیں اور انہوں نے ان کتب کے چند صفحات پر تعلیقاً کچھ تحریر کیا ان کتابوں کو بھی اعلیٰ حضرت صاحب کی تصنیفات شمار کیا گیا ہے۔اس طرح تو کسی شخص کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیفات ہزاروں ہیں۔میری لائبریری میں پندرہ ہزار سے زائد کتب موجود ہیں۔فرقوں سے متعلقہ ہزاروں کتب میرے زیر مطالعہ رہ چکی ہیں۔خود البریلویہ کی تصنیف کے لیے میں نے 300 سے زائد کتب ورسائل کا مطالعہ کیا ہے اور تقریباً ہر کتاب کے حاشیہ پر تعلیقات بھی لکھی ہیں۔اس حساب سے میری تصنیفات ہزاروں سے متجاوز ہو جاتی ہیں۔

اگر معاملہ یہی ہو تو اس میں فخر کی بات کون سی ہے؟ آخر میں پھر ہم اس سلسلے میں بریلوی حضرات کے متضاد اقوال کو دہراتے ہیں۔خود احمد رضا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی کتب کی تعداد 200 ہے۔92

ان کے ایک خلیفہ کا ارشاد ہے 350 ہے۔93

بیٹے کا قول 400 ہے۔94

انوار رضا کے مصنف کہتے ہیں 548 ہے۔95

بہاری صاحب کا کہنا ہے 600 ہے۔96

ایک صاحب کا فرمان ہے کہ ایک ہزار ہے۔97

اعلیٰ حضرت کی تمام وہ کتب و رسائل جو آج تک چھپی ہیں ان کی تعداد 125 سے زائد نہیں۔98

اور یہ وہی ہیں جن کے مجموعے کا نام فتاویٰ رضویہ ہے۔ یہاں ہم بریلوی حضرات کی ایک اور کذب بیانی نقل کرتے ہیں۔ مفتی برہان الحق قادری کہتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت کے مجدد ہونے کی شہادت آپ کا مجموعہ فتاوی ہے جو بڑی تقطیع کی بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد میں ایک ہزار صفحات سے زائد ہیں۔''99

اس بات سے قطع نظر کہ ان فتاوی کی علمی وقعت کیا ہے ہم ان کی کذب بیانی کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں:۔

اولاً: یہ کہنا کہ اس کی بارہ جلدیں ہیں سراسر غلط ہے۔ اس کی صرف آٹھ جلدیں ہیں۔

ثانیاً: بڑی تقطیع کی صرف ایک جلد ہے۔ تمام جلدوں کے متعلق کہنا کہ وہ بڑی تقطیع کی ہیں یہ بھی واضح جھوٹ ہے۔

ثالثاً: ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔ بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔ بہر حال ایک ہزار صفحات کسی جلد کے بھی نہیں ہیں۔

ہم نے تصنیفات کے موضوع کو اس قدر تفصیل سے اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ بریلوی حضرات جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تعریف و توصیف میں کس قدر مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔ ✽

ظہیر صاحب نے اہل سنت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور خود ظہیر نے جو تصانیف کے متعلق مبالغہ کیا ہے اس کے لئے لفظ مبالغہ بھی چھوٹا ہے۔ بڑے آرام سے کہہ دیا کہ: ''ان کی کتب کی تعداد جن پر کتاب کا اطلاق ہوتا ہے دس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاید اس میں بھی مبالغہ ہو'' جبکہ موجودہ وقت میں اعلیٰ حضرت کی مبسوط

چھپی ہوئی کتابیں دس سے کئی زیادہ ہیں۔جس کا پتہ مترجم صاحب کو بھی ہوگا لیکن انہوں نے ترجمہ کرتے وقت اس کو مخفی رکھا۔فتاوی رضویہ کے متعلق کہا: ''ان میں سے کوئی بھی ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہیں ہے۔ بڑی تقطیع والی جلد کے کل صفحات 264 ہیں باقی جلدوں کے صفحات پانچ چھ سو صفحات سے زیادہ نہیں۔'' پتہ نہیں ظہیر صاحب نے کس کتاب کو فتاوی رضویہ سمجھ رکھا ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے 1286ھ سے 1340ھ تک لاکھوں فتوے لکھے۔لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جا سکا، جو نقل کر لئے گئے تھے ان کا نام ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' رکھا گیا۔فتاویٰ رضویہ (جدید) کی 30 جلدیں ہیں جن کے کل صفحات 21656، کل سوالات و جوابات 6847 اور کل رسائل 206 ہیں۔مفتی ظفر الدین قادری اپنے وقت کے فتاوی رضویہ کے صفحات و سائز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فقیر کے پیش نظر فتاوی متقدمین و متاخرین سب ہیں۔متقدمین میں فتاوی ہندیہ تو بے شک اس مقدار میں ہے جسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے کچھ نسبت دی جا سکتی ہے۔ورنہ اِس وقت کے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے فتاوی کو اعلیٰ حضرت کے فتاوی سے کوئی بھی نسبت ہو۔یہ تو باعتبار کمیت ہے کہ اوروں کے فتاوی چھوٹے چھوٹے اوراق پر ڈیڑھ سو، دو سو، تین سو صفحات، زیادہ سے زیادہ پانچ سو صفحات تک ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے فتاوی تقطیع کلاں، ہدایہ و ترمذی سائز پر 12 جلدوں میں، ہر جلد پچاس ساٹھ نہیں، آٹھ سو یا نو سو صفحات کے درمیان ہے اور باعتبار کیفیت و نفاست مضامین تو اس کا اور معاصروں کے فتاوی کا کوئی جوڑ نہیں۔فتاوی جلد اول کو چھپے ہوئے عرصہ گزرا۔یہ جلد 880 صفحات پر ختم ہے۔اس جلد میں صرف باب التیمم تک کے مسائل ہیں۔اس میں بظاہر 114 فتوی اور حقیقۃً ہزارہا مسائل ہیں۔اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق و تنقیح کے ساتھ کہ آج تک کسی کتاب میں نہ ملے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ325، کنمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

یہی بارہ جلدیں تخریج و تراجم کے ساتھ رضا فاؤنڈیشن والوں نے 30 جلدوں میں چھاپیں ہیں جن میں ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے۔ پتہ نہیں وہابیوں کے نزدیک کتاب کی تعریف کیا ہے؟ درحقیقت کسی موضوع پر لکھی جانے والی علمی اور تحقیقی تحریر تصنیف میں شمار ہوتی ہے اگرچہ چند صفحات پر مشتمل ہو۔جہاں تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل کا تعلق ہے تو آج فتاوی رضویہ عام ہے اور اس میں رسائل بھی موجود ہیں خود قارئین ان رسائل کے صفحات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی تعداد میں جو مختلف رائے ہیں یہ ہر ایک کی اپنی تحقیق ہے۔کئی ایسے علماء گزرے ہیں جن کی تصانیف کی تعداد میں اختلاف ہے بلکہ ایسا اختلاف تو احادیث کو روایت کرنے والے صحابہ و تابعین کی روایت کردہ احادیث کی

تعداد میں بھی ہو جاتا ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر سے لے کر آخری وقت تک مسلسل تصنیفی کام کرتے رہے۔ کئی کتابیں لکھیں، کئی حاشیہ لکھے،بعد میں آنے والوں کو جو کتاب، جو حاشیہ ملا اس نے اسی حساب سے اس کی گنتی کر لی۔خود اعلیٰ حضرت نے "الدولة المكية" میں اپنی تصانیف کی تعداد دوسو سے زائد بیان کی۔آپ کے شہزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے حاشیہ میں اس کی وضاحت کی ہے کہ آپ نے صرف وہابیہ کے رد میں دوسو سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔بدنصیبی یہ کہ آپ کی کتابیں صرف مخطوطہ کی شکل ہی میں رہ گئیں اور کئی خرد برد ہوگئیں۔آج بھی وقتاً فوقتاً ان کتابوں کو چھاپا جارہا ہے۔ابھی حال ہی میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتاوی شامی، فتاوی ہندیہ اور بخاری شریف پر حاشیہ چھپا ہے۔وہابی ان کے صفحات دیکھ لیں کہ ایک دو ہیں یا زیادہ ہیں؟ فتاوی شامی پر جو حاشیہ بنام "جدالممتار" تحریک **"دعوت اسلامی"** نے چھاپا ہے وہ فی الحال چار جلدوں پر ہے جس کی ہر جلد 600 صفحات سے زیادہ ہے بقیہ دو جلدیں بھی ان شاء اللہ چھپ جائیں گی۔فواتح الرحموت پر جو حاشیہ لکھا وہ مخطوطہ کی شکل میں عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس محفوظ ہے جس کے صفحات کی تعداد 418 ہے۔

الغرض ظہیر کا یہ کہنا غلط ہے کہ ایک دو صفحات کے حاشیہ ہوتے تھے۔بالفرض اگر چند صفحات کے بھی حاشیہ ہوں تو کیا وہ تصنیف میں شمار نہیں ہوتے؟ کیا وہابیوں کے پاس اس کے متعلق کوئی حدیث ہے کہ اتنے صفحات ہوں گے تو تصنیف ہے ورنہ نہیں؟ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بنام **"اشارة المسبحه"** ہے جو ساڑھے تین صفحات پر مشتمل ہے۔فتاوی شاہ رفیع الدین کے نو رسائل صرف 40 صفحات پر مشتمل ہیں۔اسماعیل دہلوی کی کتاب ''یک روزی'' صرف 32 صفحات پر مشتمل ہے۔تصانیف کی تعداد چھوڑیں ابھی جتنا اعلیٰ حضرت کا مواد کتابی شکل میں موجود ہے وہ تمام باطل عقائد کے رد اور فقہ کے علاوہ دیگر موضوعات کے لئے بہت ہے۔ساری زندگی وہابی لگے رہیں ان کا جواب نہیں دے سکتے۔پھر جو بغض نکالا گیا کہ ان فتاوی میں بھی کئی غلطیاں اور پیچیدگیاں ہیں، ذرا وہابی ان غلطیوں اور پیچیدگیوں کی بھی وضاحت کردیں۔خالی کہہ دینا آسان ہے ثابت کرنا بہت مشکل ہے اور وہابیوں کے لئے تو ناممکن ہے۔

## دوسروں کی تحریر اپنے نام پر جاری کرنے کا الزام

یہ بات قابل ذکر ہے کہ فتاویٰ نویسی میں جناب احمد رضا اکیلے نہ تھے بلکہ ان کے متعدد معاونین بھی

تھے۔ ان کے پاس استفتاء کی شکل میں سوال آتے تو وہ ان کا جواب اپنے معاونین کے ذمے لگا دیتے۔ جناب بریلوی اپنے معاونین کو دوسرے شہروں میں بھی بھیجتے۔100

ظفر الدین بہاری نے اپنے اعلیٰ حضرت کا ایک خط بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جو اس موضوع کو سمجھنے میں کافی مدد و معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ جناب احمد رضا صاحب اپنے کسی ایک معاصر کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں: ''تفسیر روح المعانی کون سی کتاب ہے اور یہ آلوسی بغدادی کون ہیں؟ اگر ان کے حالات زندگی آپ کے پاس ہوں تو مجھے ارسال کریں۔ نیز مجھے ''المدارک'' کی بعض عبارتیں بھی درکار ہیں۔101

کسی اور مسئلے کا ذکر کر کے ایک اور خط میں لکھتے ہیں: ''مجھے درج ذیل کتب کی فلاں مسئلے کے متعلق پوری عبارتیں درکار ہیں۔ اگر آپ کے پاس ہوں تو بہت بہتر ورنہ پٹنہ جا کر ان کتابوں سے عبارتیں نقل کر کے ارسال کردیں۔ کتب درج ذیل ہیں: فتاوی تاتارخانیہ۔ زاد المعاد۔ عقد الفرید۔ نزہۃ المجالس۔ تاج العروس۔ قاموس۔ خالق زمخشری۔ مغرب مطرزی۔ نہایہ ابن الاثیر۔ مجمع البحار۔ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ ارشاد الساری۔ شرح مسلم نووی۔ شرح شمائل ترمذی۔ السراج المنیر۔ شرح جامع الصغیر۔''102

بہر حال گزشتہ تمام نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب احمد رضا تنہا فتوی نویسی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے بہت سے معاونین بھی تھے جو مختلف سوالات کا جواب دیتے۔ اور ان کے اعلیٰ حضرت انہیں اپنی طرف منسوب کرلیتے۔ ﴿﴾

یہ بھی غلط بغیر دلیل ہے اور اس پر جو ایک دو حوالے دے کر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے۔ بعض اوقات کسی سے کوئی مواد لینا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ یہ مصنف ہی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت خود اپنے ہاتھوں سے تصانیف وفتاوی لکھا کرتے تھے اور معاونین اس تحریر کی نقلیں بناتے تھے۔ اس کا ثبوت حضرت مفتی ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے ہوتا ہے: ''علمائے کرام جس درجہ علم وفضل میں کامل ہوتے ہیں، نسبتاً خوش خط نہیں ہوا کرتے۔ ایک بہت بڑے عالم کے متعلق مشہور ہے کہ ان کا خط ایسا تھا کہ دوسرے تو دوسرے بسا اوقات خود ان سے نہیں پڑھا جاتا تھا۔ اسی لئے ان کی تصنیفات کے نسخے مختلف پائے جاتے ہیں۔ کوئی شاگرد لکھنے لگے، کسی جگہ عبارت پتہ نہ چلی، حضرت سے دریافت کیا، پڑھا نہ گیا۔ شاگرد نے پوچھا کہ کیا لکھ دوں؟ کوئی لفظ جو اس مفہوم کو ادا کرسکے بتا دیا۔ دوسری مرتبہ دوسرے نقل کرنے والے نے پوچھا، اس وقت جو لفظ مناسب

معلوم ہوا بتا دیا۔ میں نے خود اپنے معاصرین علماء و اساتذہ زمان کو دیکھا مگر خوش خط نہ پایا۔ یہ فضل و کمال اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات سے تھا جس درجہ علم و فضل میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کے لئے عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کرنے پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ چنانچہ رسالہ مبارکہ **"فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المبین"** علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے لئے بھیجنا تھا اور وقت بہت کم تھا کہ حجاج جلد جانے والے تھے، اس وقت اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ حضور کے مسودات کریمہ میں اس کا بھی مشاہدہ کیا گیا کہ ایک سطر کا مضمون، جو بظاہر گنجان بھی نہیں معلوم ہوتا، اگر نقل کیا جائے تو اس کی مساوی سطر میں نہیں آتا، بلکہ تجاوز کر جاتا۔ نیز تیز رقم اس قدر کہ ناظرین کو دست مبارک میں رعشہ کا گمان ہوتا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ فقیر نے خود فتاوی رضویہ کی قلمی مجار میں ایک رسالہ بخط نستعلیق زیارت کی ہے۔ جو بغیر امداد مسطر تحریر فرمایا ہے۔ مگر بین السطور و دوائر اس قدر مستقیم و مساوی و دیدہ زیب ہیں کہ اگر پرکار سے پیمائش کی جائے تو سرمو فرق نہ ہو۔''

(حیات اعلیٰ حضرت، جلد1، صفحہ327، کشمیر انٹرنیشنل پبلیشرز، لاہور)

جو فتویٰ لکھتا تھا اعلیٰ حضرت اسی کے نام سے فتویٰ جاری کرتے تھے۔ ملفوظات میں ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے متعلق فرمایا: ''ایک صاحب یہیں فتویٰ نویسی کرتے تھے، وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اصلاح دے کر بھیج دیا۔ ایک روز ان سے کہا گیا: ''مولانا یوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا مگر آپ کو یہ نہ معلوم ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں، مناسب یہ ہے کہ آپ بعد نماز عصر اپنے لکھے ہوئے فتوؤں پر اصلاح لے لیا کریں۔'' انہوں نے کہا کہ: ''اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں، اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے غلط لکھا اور مجھے اس میں ندامت ہوگی۔'' اس بندہ خدا کے نام افریقہ اور امریکہ تک سے استفتاء آتے (یعنی وہاں سے لوگ فتوے پوچھتے) تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ان کے نام سے جواب جاتا تو لوگ انہیں کے نام استفتاء بھیجتے۔''

(الملفوظات، حصہ1، صفحہ143، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

واضح ہوا کہ جو فتوی لکھتا تھا اس کے نام سے جاری ہوتا تھا اعلیٰ حضرت ان کی تربیت کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ وہابیوں میں بندہ دو چار حدیثیں پڑھ کر ڈائریکٹ ٹیڈی مجتہد بنتا ہے۔ جبکہ فتوی نویسی میں یہ ہوتا ہے کہ جب تک فتوی لکھنے والے میں مہارت نہ آئے وہ مفتی کے پاس ایک معاون کی حیثیت سے ہوتا ہے اور مفتی اس کے فتوی کو چیک کر کے، اس کی اصلاح کر کے اپنے نام سے جاری کرتا ہے۔ خود ظہیر صاحب دوسروں کی لکھی کتابوں کو اپنے نام سے جاری کرتے تھے۔ یہ بات وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب نے کہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ''میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود ظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر ظہیر ان کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی میں اس کے نام سے شائع ہوں۔''

(ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، صفحہ 63، اگست 1984ء)

خدا کی قدرت دیکھیں! جو شخص اعلیٰ حضرت پر اس قسم کے الزام لگا کر لوگوں کی نظر میں انہیں کمتر کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کا اپنا حال یہ ہے کہ اس کے ہم عقیدہ لوگ اس کی اصلیت لوگوں کو بتاتے ہیں۔ اس وقت ظہیر پر ابوداؤد شریف کی یہ حدیث پاک منطبق ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((ما من امرء یخذل امرأ مسلما فی موضع ت حرمته وينتقص فيه من عرضه، إلا خذله الله في موطن يحب فيه نصرته)) جو کسی مسلمان کو اس جگہ ذلیل کرے جہاں اس کی عزت کی جاتی ہے اللہ عزوجل اسے اس جگہ ذلیل کرے گا جہاں اسکو اللہ عزوجل کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

(سنن أبي داود، كتاب الادب، باب من رد عن مسلم غيبة جلد4، صفحہ271، المكتبة العصرية، بيروت)

**حوالہ جات (البریلویہ)**

80 مقدمہ الدولۃ المکیہ، مصنفہ احمد رضا بریلوی، مطبوعہ لاہور

81 ایضاً

82 المجمل المعدد لتالیفات المجدد، از ظفر الدین بہاری

83 ایضاً

84 حیات البریلوی ص ۱۳

85 من ھو احمد رضا، ص ۲۵

86 ملاحظہ ہو المجمل المعدد لتا لیفار المجدد

87 الدولۃ المکیہ، ص ۱۰

88 یعنی چند صفحات پر مشتمل چھوٹے رسالے

89 الدولۃ المکیہ، ص ۱۱

90 ملاحظہ ہو المجمل المعدد

91 انوار رضا، ص ۳۲۵

92 الدولۃ المکیہ، ص ۱

93 المجمل المعدد

94 الدولۃ المکیہ ۳۲۳

95 الدولۃ المکیہ ۳۲۳

96 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۳

97 ضیمہ المعتقد المنتقد ایضاً من ھو احمد رضا، ص ۲۵

98 انوار رضا، ص ۳۲۵

99 اعلیٰ حضرت بریلوی، از بستوی، ص ۱۸۰

100 ملاحظہ ہو حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۴۴

101 حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۶۶

102 ایضاً ص ۲۸۱

## فصل :وھابیوں کا مسلمانوں پر جھاد اور انگریز غلامی

ظہیر صاحب نے یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد کا مخالف اور انگریزوں کا ایجنٹ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے، جبکہ صورتحال اس کے برعکس ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

﴿ جناب بریلوی کا دور استعمار کا دور تھا مسلمان آزمائش میں مبتلا تھے ان کا عہد اقتدار ختم ہو چکا تھا، انگریز مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے علماء کو تختہ دار پر لٹکایا جا رہا تھا مسلمان عوام ظلم وتشدد کا نشانہ بن رہے تھی اور ان کی جائیداد یں ضبط کی جا رہی تھیں، انہیں کالا پانی اور دوسرے عقوبت خانوں میں مختلف سزائیں دی جا رہی تھیں، ان کی شان وشوکت اور رعب ودبدبہ ختم ہو چکا تھا۔ انگریز مسلمان امت کے وجود کو برصغیر کی سرزمین سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ اس دور میں اگر کوئی گروہ ان کے خلاف صدا بلند کر رہا تھا اور پوری ہمت وشجاعت کے ساتھ جذبہ جہاد سے سرشار ان کا مقابلہ کر رہا تھا تو وہ وہابیوں کا گروہ تھا۔103

انہوں نے علم جہاد بلند کیا اپنی جائیداد یں ضبط کروائیں، کالا پانی کی سزائیں برداشت کیں، دار ورسن کی عقوبتوں سے دوچار ہوئے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، مگر انگریزی استعمار کو تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوئے۔

اس دور کے وہابی چاہتے تھے کہ برصغیر میں مسلمان سیاسی واقتصادی طور پر مضبوط ہو جائیں۔

اس وقت ضرورت تھی اتفاق واتحاد کی، مل جل کر جدوجہد کرنے کی، ایک پرچم تلے متحد ہو کر انگریزی استعمار کو ختم کرنے کی۔ مگر استعمار یہ نہ چاہتا تھا۔ وہ انہیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو باہم دست وگریبان دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اسے چند افراد درکار تھے جو اس کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں، انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کر دیں اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کی قوت وشوکت کو کمزور کر دیں۔ اس مقصد کے لئے انگریز نے مختلف اشخاص کو منتخب کیا، جن میں مرزا غلام احمد قادیانی 104

اور جناب بریلوی کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خان بریلوی صاحب سرفہرست تھے۔105

مرزا غلام احمد قادیانی کی سرگرمیاں تو کسی سے مخفی نہیں مگر جہاں تک احمد رضا صاحب کا تعلق ہے ان کا معاملہ ذرا محتاج وضاحت ہے۔ جناب احمد رضا بریلوی صاحب نے استعمار کے مخالفین وہابی حضرات کو سب وشتم

اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ ان وہابیوں کو جو انگریز کے خلاف محاذ آراء تھے اور ان کے خلاف جہاد میں مصروف تھے انگریز کی طرف سے ان کی بستیوں پر بلڈوزر چلائے گئے ۔106 صرف بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ 107

ایک ہوتا ہے جھوٹ اور ایک ہوتی ہے چھوٹ، ظہیر نے ان دونوں کو اپنایا اور جھوٹ میں خوب چھوٹ کو اختیار کیا۔ کتنے دھڑلے سے ظہیر نے کہہ دیا کہ وہابیوں نے آزادی کے لئے بڑی کوششیں کی ہیں، جانیں اور جائیدادیں قربان کی ہیں ۔یہاں تک کہہ دیا کہ بنگال میں ایک لاکھ وہابی علماء کو پھانسی دی گئی ۔وہابیوں کی موجودہ دور میں تعداد کا اندازہ لگالیں کہ جب کئی لاکھ ریال وہابی تبلیغ کے لئے خرچ ہو چکے ہیں کسی ایک شہر میں وہابی علماء کی تعداد ایک لاکھ نہ ہوگی۔ بلکہ پورے پاکستان میں ایک لاکھ وہابی عالم شاید نہ ہوں گے۔ایک لاکھ علماء کی تعداد لکھ کر آخر میں وہابی مولویوں کے چار پانچ نام لکھے ہیں جن میں سوائے ایک کے کوئی مشہور ہی نہیں ۔اہل سنت پر مبالغہ کا الزام لگاتے ہیں جبکہ ظہیر صاحب نے خود مبالغہ آرائی کی ٹانگیں توڑ دی ہیں۔ درحقیقت وہابیوں کا کفار سے جہاد کرنا حدیث پاک کے منافی ہے ۔ان کا خود ساختہ جہاد مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجی وہابیوں کے متعلق یہ غیبی خبر (جس غیب کے علم کے وہابی منکر ہیں) سنائی ((یقتلون أہل الإسلام ویدعون أہل الأوثان)) اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ137، دار طوق النجاۃ)

اس غیبی خبر کی تصدیق صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر اب تک ہو رہی ہے ۔خارجیوں نے ہر دور میں مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا۔تاریخ طبری میں ہے ''وكانت الخوارج يلقى بعضهم بعضا، ويتذاكرون مكان إخوانهم بالنهروان ويرون أن في الإقامة الغبن والوكف، وأن في جهاد أهل القبلة الفضل والأجر'' ترجمہ: خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں (جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ میں مارے گئے تھے) کو یاد کیا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ بیٹھے رہنے میں ظلم وخیانت ہے اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر وفضیلت ہے۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، سنہ اثنین و اربعین، جلد5، صفحہ174، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

پاکستان کے وزیر داخلہ عبد الرحمٰن ملک نے صراحت کے ساتھ وہابی جہادی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دیا ہے ۔لہٰذا وہابیوں کا یہ کہنا کہ آزادی کی جدوجہد میں صرف وہابیوں نے حصہ لیا ہے کالا، نیلا، پیلا جھوٹ ہے ۔تاریخ یہی کہتی ہے کہ وہابیوں

کا جہاد مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب فتنہ دجال ہوگا اس وقت بھی یہ دجال کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((یخرج فی آخر الزمان قوم کان ھذا منھم یقرؤون القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیۃ سیماھم التحلیق لایزالو یخرج اخرھم مع المسیح الدجال فاذا لقیتموھم ھم شرا لخلق والخلیقۃ)) یایا آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی، یہ بھی ان میں سے ہے، جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، ان کی علامت سر منڈانا ہے، یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ انکا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا، تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہے۔

(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، جلد 7، صفحہ 119، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب)

❁ انگریز مصنف ہنٹر نے اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب Indian Muslims میں کہا ہے: ''ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔108

جنگ آزادی 1857ء کے بعد وہابیوں کے تمام اکابرین کو پھانسی کی سزا دی گئی۔109

1863ء کا عرصہ ان کے لیے نہایت دشوار تھا۔ اس عرصے میں انگریز کی طرف سے ان پر جو مظالم ڈھائے گئے ہندوستان کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔ وہابی علماء میں سے جن کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا، ان میں مولانا جعفر تھانیسری، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالغفار، مولانا یحیی علی صادق پوری، مولانا احمد اللہ اور شیخ الکل مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہم سرفہرست ہیں۔ وہابی مجاہدین کی جائیدادیں ضبط کرنے کا حکم جاری کردیا گیا۔110

وہابیوں کے مکانوں کو مسمار کردیا گیا اور ان کے خاندانوں کی قبروں تک کو اکھیڑ دیا گیا۔111

ان کی بلڈنگوں پر بلڈوزر چلا دیے گئے۔ 112

وہابی علماء کو گرفتار کرکے انہیں مختلف سزائیں دی گئیں۔ اس ضمن میں شیخ الکل سید نذیر حسین محدث

دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی گرفتاری کا واقعہ بہت مشہور ہے۔113

ان وہابیوں کے خلاف زبان استعمال کرنے کے لیے اور ''فرق تسد'' یعنی لڑاؤ اور حکومت کرو، کی مشہور انگریزی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لیے استعمار نے جناب احمد رضا صاحب کو استعمال کیا تا کہ وہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر ان کے اتحاد کو ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کر دیں۔ اور عین اس وقت جب کہ انگریز کے مخالفین ان کی حکومت سے نبرد آزما تھے اور جہاد میں مصروف تھے جناب احمد رضا نے ان جملہ مسلم راہنمایان کا نام لے کر ان کی تکفیر کی جنہوں نے آزادی کی تحریک کے کسی شعبے میں بھی حصہ لیا۔114 ؔ

ظہیر صاحب نے بغیر مستند دلائل کے اتنی کوشش یہ ثابت کرنے میں لگا دی کہ آزادی کی کوشش صرف وہابیوں نے کی ہے پھر انگریز مصنف ہنٹر کا یہ قول لکھ دیا ''ہمیں اپنے اقتدار کے سلسلے میں مسلمان قوم کے کسی گروہ سے خطرہ نہیں۔ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کے ایک اقلیتی گروہ وہابیوں سے ہے۔ کیونکہ صرف وہی ہمارے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔'' پہلی بات تو یہ ہے ہنٹر نے یہ کہا ہی نہیں۔ انڈین مسلم کا جو حوالہ ظہیر صاحب نے دیا ہے اس میں یہ لکھا ہی نہیں ہوا۔ میں نے کافی ڈھونڈا مجھے یہ عبارت نہیں ملی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بقول وہابی مولوی عبد الرحمٰن مدنی صاحب کے ظہیر صاحب کو انگلش نہیں آتی تھی پھر انہوں نے یہ انگلش کی کتاب کیسے پڑھ لی؟ ہوسکتا ہے سنی سنائی بات لکھ دی ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ انگریز ہنٹر وہ شخص ہے جس نے وہابی مولویوں کی اُن کتابوں کی اشاعت کی جو مسلمانوں میں انتشار و فتنے کا باعث تھیں جیسے تقویۃ الایمان وغیرہ۔ سرسّید احمد خاں جو عقائد کے اعتبار سے نیچریت کی طرف مائل تھے اس کتاب کے بارے میں حقیقت بیان کرتے ہیں: ''جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں سے ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالے جلد 12، 1825 میں چھپا۔''

(مقالات سرسید جلد 9، صفحہ 17)

یعنی ہنٹر تو خود وہابیت کو پھیلانے والا تھا پھر یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ ہمیں وہابیوں سے ڈر ہے؟ وہابی تو خود ان کے رحم و کرم پر تھے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ظہیر صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سب مسلمان سوئے ہوئے تھے صرف چند مٹھی بھر وہابی جدوجہد کر رہے تھے۔ لاکھوں مسلمانوں نے جو اپنی جان و مال آزادی کی تحریک میں قربان کی وہ ایک افسانہ ہے۔ وہابی ذرا یہ تو بتائیں کہ وہابیوں نے کتنے انگریز مارے؟ کتنے شہر فتح کیے؟ کیا پاکستان وہابیوں نے بزور شمشیر کے آزاد کیا تھا؟ اگر ہم اپنے سنی علماء کی

کتابوں سے وہابیوں کی اس دور کی کرتوت لکھیں گے تو ہوسکتا ہے کسی کے دل میں آئے کہ یہ الزام تراشی ہے۔اس لئے آئیں ہم آپ کو وہابیوں کی اصل تصویر انہی کی کتب سے دکھاتے ہیں:۔

## انگریزوں کے خلاف جہاد پر وہابی علماء کے فتوے

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ نذیر حسین دہلوی انگریزوں کے خلاف جہاد میں سرفہرست تھے،جبکہ خود نذیر حسین دہلوی اپنے فتاوٰی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کو ناجائز کہتے ہیں چنانچہ جہاد کی شرائط کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''پس جب یہ بات بیان ہو چکی تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں تو کیونکر جہاد ہوگا، ہرگز نہیں۔علاوہ بریں ہم لوگ معاہد ہیں۔سرکار(انگریزوں) سے عہد کیا ہوا ہے۔پھر کیوں کر عہد کے خلاف کرسکتے ہیں؟ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔۔۔تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا۔''

(فتاوی نذیریہ، جلد3، صفحہ284، مطبوعہ،لاہور)

ایک غلط فہمی کی بنا پر برٹش گورنمنٹ نے نذیر حسین کو پکڑ لیا بعد میں جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ اپنا وفادار ہے اور چھوڑ دیا۔وہ جو غلط فہمی کی بنا پر چند دن جیل جانا پڑا وہابیوں کے نزدیک یہ وہ صعوبتیں تھیں جو شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے برداشت کیں۔

بہت بڑے وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے وہ برٹش گورنمنٹ سے اپنی عقیدت کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''کسی قوم کی ترقی دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے اور موجودۃ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعاۃ و راس کے حضور عقیدت وانقیاد اور ارکان سلطنت سے رابطہ محبت واتحاد، اسبابِ دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التاثیر سبب ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ7، جلد9، صفحہ194)

اگلے صفحے پر لکھتے ہیں: ''ان کا اور ان کے حریفوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم (وہابی) کے خادم ووکیل ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو یہ تعجب انگیز خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے صرف یہی ایک فرقہ اہل حدیث ہے جو اس سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو بلحاظ امن وآزادی اسلامی سلطنتوں کے زیرِ سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور

سلطنت میں پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 195)

## وہابی علماء کا برٹش وفادار رہنے کی ترغیب

پھر آگے محمد حسین بٹالوی اپنے وہابیوں کو انگریزوں کا غلام بنے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس تمہید کو پڑھ کر امید ہے ہمارے اخوان اہل حدیث خصوصا ان کے اکابر و رہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے۔ بلکہ خود بھی ''اشاعۃ السنۃ'' کی تقلید اختیار کر کے جا بجا اسی قسم کی کاروائیاں شروع کر دیں گے۔ واعظین و مدرسین اپنی مجالس وعظ و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قولاً و عملاً گورنمنٹ پر اپنے سچے اور وفادارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 7، جلد 9، صفحہ 196)

دربھنگہ کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں: ''حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں سرکار سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت (وہابی) علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 2، جلد 10، صفحہ 36، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 57 تا 377 مکتبہ قادریہ، لاہور)

## وہابیوں پر انگریزوں کی کرم نوازیاں

وہابیوں کو اس انگریز نوازی کے بدلے میں جاگیریں بھی ملی تھیں۔ خود مولوی حسین بٹالوی اپنی وصیت میں لکھتا ہے: ''اراضی جو اللہ تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ہے۔''

(اشاعۃ السنۃ، شمارہ 9، جلد 19، صفحہ 277، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 57 تا 377 مکتبہ قادریہ، لاہور)

نذیر حسین دہلوی کے شاگرد مولوی تلطف حسین نے ایک موقع پر کہا: ''ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں گے کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے۔''

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ 162، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ صفحہ 400، مکتبہ قادریہ، لاہور)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابیوں کے بڑے مولویوں میں سے ہیں ان کے ساتھ ملکہ بھوپال نے نکاح کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ملکہ نے انہی کے ساتھ کیوں نکاح کیا؟ ظاہر یہی ہے کہ حسن بھوپالی صاحب انگریزوں کے معیار پر پورا اترتے

ہوں گے۔ جب انگریزوں نے انہیں نوازا تو اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج وعزت روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفرازی حاصل ہوئی اور خلعتِ گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ وفیل وچنو وپالکی وشمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔ بعد چندے خطاب نوابی وامیر الملکی دوالا جاہی 17 فیر شانگ سے سربلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔''

(ترجمانِ وہابیہ صفحہ 28، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ، لاہور)

وہابیوں کے اکابر مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی صاحب اپنے لیکچر میں کہتے ہیں: ''انگریزوں کی حکومت اگر حکومت صالحہ نہ ہوتی، تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرض اسلامی ہوتا۔ فکیف جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے۔ اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔''

(مولوی نذیر احمد دہلوی، صفحہ 156، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 403، مکتبہ قادریہ، لاہور)

**ثناء اللہ امرتسری جو وہابیوں کا امام ہے ان کی انگریزوں سے وفاداری بھی دیکھ لیں۔ غلام رسول مہر اہل حدیث لکھتا** ہے: ''1922 میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری بھی شریک تھے۔ وہ اہل حدیث کانفرنس کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے ہمیں کانفرنس کے اغراض ومقاصد دیئے، تو ان میں پہلی شق یہ تھی **''حکومت برطانیہ سے وفاداری''** ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے۔ ہم ترک موالات کئے بیٹھے ہیں، تو وہ سخت غصے میں آگئے، لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوا دی۔''

(افاداتِ مہر، صفحہ 236، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 424، مکتبہ قادریہ، لاہور)

یہ اس کے ان وہابی مولویوں کا حال ہے جو ان کے اکابر تھے۔ ظہیر صاحب نے اپنے مولویوں کو مجاہد ثابت کر کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا۔ جبکہ خود ان وہابی مولویوں کی کتب میں ان کا انگریزوں کا غلام ہونا ثابت ہے۔ اسے کہتے آنکھوں میں مٹی ڈالنا! ظہیر صاحب کتاب ایسے لکھ رہے ہیں جیسے پڑھنے والے بے وقوف ہیں، ان کے پاس یہ کتابیں ہی نہیں جن سے ظہیر صاحب غلط ملط حوالے دے رہے ہیں۔ شاید ظہیر بھول گیا کہ پندرہویں صدی کے قارئین بغیر حوالہ کے مطمئن نہیں ہوتے۔

## اعلیٰ حضرت کی انگریزوں سے نفرت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزوں سے نفرت کا حال ملاحظہ فرمائیں:۔ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: ''یہاں عیسائیوں خصوصا انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں ۔حدیث میں ہے (( لاتواکلوھم ولاتشاربوھم)) ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ ان کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے اور ان کا باورچی اگرچہ مسلمان ہو ناپاک گوشت پکاتا ہے((ومن یرتع حول الحمی یوشک ان یقع فیہ)) اعلم "جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 651، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصاً انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے، آیا یہ نوکری جائز ہے یا حرام یا کفر ہے؟ بینوا توجروا۔''

اگر اعلیٰ حضرت معاذ اللہ انگریزوں کے غلام ہوتے تو فورا کہتے کہ یہ نوکری جائز ہے ۔لیکن آپ نے یوں جواب دیا: ''مسلمان تو مسلمان، بلاوجہ شرعی کسی کافر، ذمّی یا مستامن کے قتل کی نوکری، کافر تو کافر، کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعا حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمّی پر ظلم مسلمان پہ ظلم سے اشد ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 23، صفحہ 597، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ہندوؤں اور انگریزوں سے نفرت کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں ۔صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان وصبیان کفار کے بارے میں فرمایا ((ھم منھم)) وہ انہیں میں سے ہیں ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے ان کی عورتوں بچوں کسی کو مستثنیٰ نہ فرمایا حکم عام دیا۔۔۔معراج الداریہ میں ہے "صلتہ لایکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ ''حربی سے نیک سلوک شرعا کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 458، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لئے بگھی پر گن

کیرج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے کوارٹروں کی طرف جا رہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا: کم بخت بالکل بندر ہیں۔''

(اکرام امام احمد رضا، صفحہ 91، مجلس رضا، لاہور)

آپ کے متعلق یوں بھی لکھا ہے کہ آپ بطور نفرت ڈاک ٹکٹ پر موجود انگریزی تصویر کو الٹ لگاتے تھے۔ وہابیوں کو چیلنج ہے کہ سب مل کر کوشش کرلیں کوئی ایک بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ایسی نہیں لا سکتے کہ جس میں انہوں نے انگریز حکومت کی تعریف کی ہو، کہیں یہ کہا ہو کہ مجھے انگریز اتنا مہینہ دیتے ہیں، ہرگز کوئی دلیل نہ ملے گی، جبکہ خود وہابی مولویوں سے ایسی باتیں مل جائیں گی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ تحریک آزادی کے موقع پر جب کئی مسلمان گاندھی کو اپنا لیڈر بنائے ہوئے تھے اور کئی انگریزوں کی خوشنودی چاہتے تھے اس موقع پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید وغلامی، خوشنودی نصاریٰ تو کی اب کہ ان سے بگڑی اس سے بدر جہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی، سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمان شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا اور وللہ الحمد۔ سنئے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا ورسول نہ تنبیہ وآگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد و مدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف وتغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعار اسلام بند کئے، شعار کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام وہادی بنایا، ان سے وداد واتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین، ان کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 479، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک بدیہی بات ہے کہ جو شخص انگریزوں کا ایجنٹ ہو اسے انگریز جاگیروں سے بھی نوازتے ہیں اور یہ جاگیریں لوگوں سے ڈھکی چھپی نہیں رہتی ہیں۔ ایک طرف تو ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عام دیہاتی مولوی کی طرح لوگوں کے چندوں پر گزارا کرتے تھے اور دوسری طرف انگریزوں کا ساتھی بھی ثابت کر رہے ہیں۔ ان وہابیوں سے کوئی پوچھے کہ انگریزوں کی غلامی

پر اعلیٰ حضرت کو انعام کیا ملا تھا؟ آج وہابیوں کو جو باہر کے ممالک سے امداد ملتی ہے وہ سب کو نظر آتی ہے کہ وہابی مرکز تعمیر ہو رہے ہیں، وہابی مولویوں کے پاس اعلیٰ گاڑیاں اور کثیر سکیورٹی گارڈ ہیں۔

## بریلویوں کو برٹش غلام ثابت کرنے پر پیش کئے گئے دلائل کے جوابات

وہ جماعتیں جنہوں نے تحریک آزادی ہند میں حصہ لیا ان میں وہابی تحریک کے علاوہ جمعیت علمائے ہند، مجلس احرار، تحریک خلافت، مسلم لیگ، نیلی پوش مسلمانوں میں سے اور آزاد ہند فوج خاص ہندوؤں میں سے اور گاندھی کی کانگرس قابل ذکر ہیں۔ جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر و تفسیق کی۔ ان کے خلاف سب و شتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر و مرتد ہونے کے فتوے جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔ جناب احمد رضا کی سرپرستی میں بریلوی زعماء نے مسلمانوں کو ان تحریکوں سے دور رہنے کی تلقین کی اور جہاد کی سخت مخالفت کی۔ چونکہ شرعاً جہادِ آزادی کا دارومدار ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر تھا اور اکابرین ملت اسلامیہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے چکے تھے، احمد رضا خاں صاحب نے اس بنا پر جہاد کو منہدم کرنے کے لیے یہ فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اور اس کے لیے بیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ''اعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' یعنی اکابرین کو ہندوستان کے دارالاسلام ہونے سے آگاہ کرنا تحریر کیا۔ جناب احمد رضا خاں صاحب نے اس رسالے کے شروع میں جس چیز پر زور دیا وہ یہ تھا کہ وہابی کافر مرتد ہیں۔ انہیں جزیہ لے کر بھی معاف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نہ انہیں پناہ دینا جائز، نہ ان سے نکاح کرنا، نہ ان کا ذبیحہ جائز، نہ ان کی نماز جنازہ جائز، نہ ان سے میل جول رکھنا جائز، نہ ان سے لین دین جائز، بلکہ ان کی عورتوں کو غلام بنایا جائے اور ان کے خلاف سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ اور آخر میں لکھتے ہیں ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ﴾ یعنی خدا انہیں غارت کرے وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں۔ 115

یہ رسالہ جناب احمد رضا کی اصلیت کو بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے ان کے مکروہ عزائم

کھل کر سامنے آجاتے ہیں کہ وہ کس طرح مجاہدین کی مخالفت کر کے انگریز استعمار کی حمایت وتائید کر رہے تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دشمنان دین وملت کا دست بازو بن چکے تھے۔جس وقت دنیا بھر کے مسلمان ترکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر انگریزوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے اور مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ اور دوسرے اکابرین کی زیر قیادت خلافت اسلامیہ کے تحفظ و بقاء کے لیے انگریزوں سے جنگ لڑ رہے تھے، عین اس وقت جناب احمد رضا انگریزوں کے مفاد میں جانے والی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔

بلاشبہ تحریک خلافت انگریزوں کو ان کی بدعہدی پر سزا دینے کے لیے نہایت موثر ثابت ہو رہی تھی۔تمام مسلمان ایک پرچم تلے جمع ہو چکے تھے۔علماء وعوام اس تحریک کی حمایت کر رہے تھے۔خود ایک بریلوی مصنف اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:''1918ء میں جنگ عظیم ختم ہوئی، جرمنی اور اس کے ساتھیوں ترکی آسٹریا وغیرہ کو شکست ہوئی، ترکوں سے آزادی ہند کے متعلق ایک معاہدہ طے پایا، لیکن انگریزوں نے بدعہدی اور وعدہ خلافی کی، جس سے مسلمانوں کو سخت دھچکا لگا، چنانچہ وہ بپھر گئے اور ان کے خلاف ہو گئے۔اہل سیاست اس فکر میں تھے کہ کسی ترکیب سے انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سزا دی جائے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو یہ باور کرایا کہ خلافت اسلامیہ کا تحفظ فرائض وواجبات میں سے ہے۔بس پھر کیا تھا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔''116

اور حقیقتاً تحریک خلافت انگریزوں کے خلاف ایک موثر ہتھیار ثابت ہو رہی تھی۔مسلمان انگریزوں کے خلاف متحد ہو چکے تھے۔قریب تھا کہ یہ تحریک انگریزی سلطنت کے خاتمہ کا باعث بن جاتی۔اس امر کی وضاحت اہل حدیث جید عالم دین امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔117

مگر بریلوی مکتب فکر کے امام ومجدد نے انگریزوں کے خلاف چلنے والی اس تحریک کے اثرات ونتائج کو بھانپتے ہوئے انگریزوں سے دوستی کا ثبوت دیا اور تحریک خلافت کو نقصان پہنچانے کے لیے ایک دوسرا رسالہ ''دوام العیش'' کے نام سے تالیف کیا۔جس میں انہوں نے واضح کیا کہ چونکہ خلافت شرعیہ کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے، اس لیے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ترکوں کی حمایت ضروری نہیں، کیونکہ وہ قریشی نہیں ہیں۔اس بنا پر انہوں نے انگریزوں کے خلاف چلائی جانے والی اس تحریک کی بھرپور مخالفت کی اور انگریزی استعمار کی مضبوطی کا باعث بنے۔احمد رضا خاں صاحب تحریک خلافت کے مسلم زعماء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے رقمطراز ہیں:''ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔اصل مقصود یہ ہے کہ خلافت کا نام لو۔عوام بپھریں خوب چندہ

ملے اور گنگا و جمنا کی مقدس سرزمینیں آزاد ہوں۔''118

جناب احمد رضا نے تحریک ترک موالات کی بھی شدید مخالفت کی۔ کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ یہ تحریک انگریز کے زوال کا باعث بن سکتی ہے۔ تحریک ترک موالات کا مقصود یہ تھا کہ انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ انہیں ٹیکس وغیرہ کی ادائیگی نہ کی جائے اس کے تحت چلنے والے سرکاری محکموں میں ملازمت نہ کی جائے، غرضیکہ ان کی حکومت کو یکسر مسترد کر دیا جائے تاکہ وہ مجبور ہو کر ہندوستان کی سرزمین سے نکل جائیں۔ اس مقصد کے لیے تمام مسلمانوں نے 1920ء میں متحد ہو کر جدوجہد شروع کر دی۔ جس سے انگریز حکومت کے خلاف ایک فتنہ کھڑا ہو گیا اور وہ متزلزل ہونے لگی۔ اس تحریک کو گاندھی کے علاوہ جناب احمد رضا نے بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اور ایک رسالہ تحریر کر کے اس کی سختی سے ممانعت کی اور اس تحریک کے سرکردہ راہنماؤں کے خلاف کفر کے فتوے صادر کیے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے تحریر کئے گئے رسالے (والمحجته الموتمنه فی آیة الممتحنة) میں اعتراف کرتے ہیں۔ اس تحریک کا ہدف انگریز سے آزادی کا حصول ہے۔119

نیز اس رسالے میں جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں: ''ہم مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں ہے۔ (120) اور جو اس کی فرضیت کا قائل ہے وہ مسلمانوں کا مخالف ہے اور انہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔''121

نیز لکھتے ہیں: ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جہاد سے استدلال کرنا جائز نہیں کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی تھی اور حاکم وقت پر اس وقت تک جہاد فرض نہیں، جب تک اس میں کفار کے مقابلے کی طاقت نہ ہو۔ چنانچہ ہم پر جہاد کیسے فرض ہو سکتا ہے کیونکہ ہم انگریز کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔''122

مسلمانوں کو جہاد و قتال نیز انگریز سے محاذ آرائی سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ یعنی اے ایماندارو! تم اپنے آپ کے ذمہ دار ہو۔ کسی دوسرے شخص کا گمراہ ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہو سکتا بشرطیکہ تم خود ہدایت پر گامزن ہو۔123

یعنی ہر مسلمان انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرے، اجتماعی جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں اور اپنے رسالہ کے آخر میں ان تمام راہنماؤں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، جو انگریزی استعمار کے مخالف اور تحریک ترک موالات کے

حامی تھے۔124

جناب احمد رضا نے جہاد کے منہدم کرنے کا فتوی اپنے رسالے ''دوام العیش'' میں بھی دیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''مسلمانان ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔''125

بہر حال احمد رضا صاحب کے متعلق مشہور ہوگیا تھا کہ وہ استعمار کے ایجنٹ ہیں اور ہر اس تحریک کے مخالف ہیں جو انگریزوں کے خلاف چلائی جاتی ہے۔ بریلوی اعلیٰ حضرت کے ایک پیروکار لکھتے ہیں: ''مسلمان احمد رضا سے بدظن ہو گئے تھے۔''126

ایک اور مصنف لکھتا ہے: ''مسئلہ خلافت سے ان کو اختلاف تھا۔ انتقال کے قریب ان کے خلاف مسلمانوں میں بہت چرچا ہوگیا تھا اور ان کے مرید اور معتقد اختلاف خلافت کے سبب ان سے برگشتہ ہو گئے تھے۔''127

بہر حال عین اس وقت، جب کہ مسلمانوں کو متحد ہو کر انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد کرنے کی ضرورت تھی، جناب احمد رضا خاں صاحب انگریزوں کے مفاد کے لیے کام کر رہے تھے۔

اگر یہ نہ بھی کہا جائے کہ احمد رضا خاں صاحب انگریز کے ایجنٹ تھے تب بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان کی تمام تر سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف اور انگریز کے مفاد میں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے مجاہدین کی تو مخالفت کی مگر انگریز کے حامی ومویدرہے۔ مشترق فرانسس رابنس نے جناب احمد رضا صاحب کے متعلق لکھا ہے: ''احمد رضا بریلوی انگریزی حکومت کے حامی رہے۔ انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں بھی انگریزی حکومت کی حمایت کی۔ اسی طرح وہ تحریک خلافت میں 1921ء میں وہ انگریز کے حامی تھے۔ نیز انہوں نے بریلی میں ان علماء کی کانفرنس بھی بلائی جو تحریک ترک موالات کے مخالف تھے۔'' یہ تھے جناب احمد رضا اور ان کی سرگرمیاں۔128 ﴾

ظہیر صاحب نے تین باتوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ بتایا ہے:۔

(1) تحریک خلافت وغیرہ میں حصہ نہ لینا۔

(2) ہندوستان کو دارالاسلام کہنا اور جہاد کو فرض نہ قرار دینا۔

(3)وہابی مولویوں کی تکفیر کی۔

ان شاء اللہ ہم ان پر سیر حاصل گفتگو کریں گے:۔

## بریلویوں کا گاندھی کی مخالفت اور مسلم لیگ کی حمایت کرنا

(1) اعلیٰ حضرت کے دور میں جو تحریک خلافت تھی اس کا لیڈر گاندھی تھا، اس کی حمایت میں بعض سنی علماء بھی تھے ۔گاندھی کو منبروں پر بٹھایا جارہا تھا، اس کے متعلق یہ کہا جانے لگا کہ نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔ ابوالکلام آزاد صاحب نے کیمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین وحضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی، اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا۔ میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے گاندھی اور ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے یہاں تک فتوے جاری کردیئے کہ مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں کیونکہ ہندو گائے کی عبادت کرتے ہیں اور اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ گاندھی جیسے ایک مشرک کو مسلمانوں کا لیڈر ماننے پر راضی نہ تھے اور وہ گاندھی کی چالوں کو سمجھتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہندو شدت پسندی کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو۔ اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے؟ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انہیں ''لم یقاتلوکم فی الدین'' میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی؟ محاربہ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رو سے زشت ومنکر جانے، اسی کے ازالہ کے لئے لڑائی ہوتی ہے، اور ازالہ منکر تین قسم ہے کہ موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 454، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب گاندھی نے مسلمانوں کو مزید خستہ حالی میں لیجانے کی ایک اور چال چلی اور وہ یہ تھی کہ مسلمان انگریزوں کی

نوکریاں چھوڑ دیں تا کہ بعد میں معاشی لحاظ سے کمزور ہوکر بھوکے مرنے لگے اور پھر بھیک مانگنے کے لئے ہمارے پاس آئیں جس کی بدولت ہم انہیں اپنی انگلیوں پر نچائیں یا مجبور ہوکر ہندوستان سے ہجرت کرجائیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور ہندوؤں کی چال سے آگاہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان جلسوں ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سو دو سو نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے تُرکوں کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان؟ غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزار ہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جارہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار و نامراد جارہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر و سیاحت کے سفرخرچ اور جلسہ و اقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہوگئے اور ہوں گے۔ اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روزِ حساب ہی کھلے گا ﴿یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔ کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا؟ اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اتنوں نے تجارتیں اتنوں نے زمینداریاں؟۔۔۔اور بفرض غلط و بفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیرخواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے؟ حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں، مکار نہیں، اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو، منافقانہ میل پر پھولے ہو، سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے (انگریز کی نوکری) ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری، تجارت، زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ ''خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا'' لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال، کل دولتیں، دنیاوی جمیع اعزاز، جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انہیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف و خطر کچا ہی چبائیں، یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیرخواہی، یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ532، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت ہرگز آزادی کی جدوجہد کے خلاف نہ تھے بلکہ آپ اس ہندو مسلم اتحاد کے خلاف تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کے

مؤید محمد علی جوہر اور شوکت علی جب امام احمد رضا خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک خلافت میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ''مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔'' اس جواب سے علی برداران کچھ ناراض سے ہوگئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کے لئے مکرر ارشاد فرمایا: ''مولانا! میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔''

(فاضل بریلوی اور ترک سوالات، صفحہ 45، ادارہ مسعودیہ کراچی)

اس طرح کے اور کئی دلائل ہیں جس سے یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ اور کسی سے مخفی نہیں کہ یہی نظریہ آگے چل کر مسلمانوں کی آزاد ریاست کے قیام کا ذریعہ بنا۔ آپ نے انگریز کی غلامی کو چھوڑ کو ہندوؤں کا غلام ہونے سے بچنے کا کہا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''اب مشرکین کی پوری غلامی ہورہی ہے، ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زائد کیا جارہا ہے۔ یہ کون سا دین ہے؟ نصاریٰ کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب "فرمن المطر و وقف تحت المیزاب" چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 432، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب کا کہنا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترک مسلمانوں کے حامی نہ تھے صریح جھوٹ ہے۔ ترکوں کے دشمن خود وہابی تھے اور ان وہابیوں نے ہی ترکوں سے جنگ کرکے مکہ مدینہ پر قبضہ کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ترکوں کے خیرخواہ تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''وہابی و دیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں۔ لہٰذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن۔ اس لئے ان کی حمایت اس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔۔۔

ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور ہیں مخالفت انہیں کیونکر گوارا ہوتی، انہوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعویٰ نہ فرمایا اپنے آپکو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا۔ اس لحاظ مذہب کی برکت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین۔ کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 225، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے جو کہا ''جناب بریلوی آزادی ہند کی ان تمام تحریکوں سے نہ صرف لاتعلق رہے بلکہ ان تمام جماعتوں اور ان کے اکابرین کی تکفیر وتفسیق کی۔ ان کے خلاف سب وشتم میں مصروف رہے اور ان میں شمولیت کو حرام قرار دیا۔ جناب احمد رضا تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر ومرتد ہونے کے فتوی جاری کیے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار کے ہاتھ مضبوط کیے۔''

یہ ظہیر صاحب کا حسب عادت بہتان سے بھرا بیان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ہرگز آزادی کے لئے کوشاں اکابرین کی تکفیر وتفسیق نہیں فرمائی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اولین مجاہدوں میں سے تھے، اعلیٰ حضرت ان کی بے حد تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔ وہابیوں کو چیلنج ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب میں سے کوئی ایک حوالہ ایسا دکھا دیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ جو انگریزوں سے آزادی چاہنے کی کوشش کرتا ہے وہ فاسق وفاجر ہے۔ ہرگز وہابی ایسا ثابت نہیں کر پائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نے آزادی کے لئے ہندو مسلم اتحاد کو قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں ناجائز قرار دیا ہے۔ اس اتحاد کرنے والوں کو بتایا ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہ میں کافر کی تعظیم سے منع کیا گیا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اس اتحاد سے بچو۔ کافر کو اپنا لیڈر بنانے کے رد میں فرماتے ہیں: ''تو جو انہیں ہادی وامام بنائے گا قطعاً قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہ ہلاک پائے گا اور روز قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 406، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر کا یہ دوسرا بہتان ہے کہ آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے بھی مسلم لیگ کے لیڈروں کو کافر ومرتد کہا۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کے جانشینوں نے ہی مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی انتھک کوشش کی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے گاندھی کو اپنا لیڈر نہ مان کر دوقومی نظریے کی بنیاد رکھ دی تھی۔ آپ کے بعد آپ کے تلامذہ وخلفاء اسی راہ پر چلتے رہے اور انگریزوں کی طرح ہندوؤں کی غلامی کو بھی قبول نہیں کیا 1930 میں جب شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے الہٰ آباد میں تقسیم ہند کی بات کی تو ہندوؤں نے اس پر بڑی ناراضگی کا اظہار کیا۔ طبقہ علماء میں سب سے پہلے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تجویز کی پرزور تائید کی اور فرمایا: ''ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو اس قدر اس پر غیظ آیا یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی

نا انصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برانگیختہ کرتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت (جمعیۃ العلماء ہند وغیرہ) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے، تو اس پر ہزار افسوس۔''

(تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، صفحہ 275، رضا پبلی کیشنز، لاہور)

مارچ 1925ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرس ہوئی جس میں صاحبزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے صدرِ مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ صدارت پڑھا۔ اسی کانفرنس میں ''الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ'' (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ صدر الا فاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، اس کے صدر منتخب کئے گئے۔ قائدین نے شبانہ روز کوشش سے متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں، ایک طرف اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کو منظم کیا تو دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریسی علماء کی چالوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ 1946ء میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ اس فتوی پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کے دستخط تھے، جن میں سرفہرست شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تھے اور دیگر علماء میں سے کوئی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ تھا تو کوئی شاگرد۔ 1946ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اپنے مریدوں اور مسلمانوں کو بہت سخت تاکید کی کہ وہ اپنا ووٹ مسلم لیگ کو دیں۔ 11 دسمبر 1945ء کو روزنامہ ''وحدت'' دہلی میں حضرت امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں فتوی دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو۔۔۔فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مرجائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔''

(ستر باادب سوالات دینیہ ایمانیہ صفحہ 56، پیلی بھیت، انڈیا)

آج پروفیسر طبقہ اس تاریخ کو مانتا ہے کہ علماء اہل سنت نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پروفیسر نثار احمد چوہدری فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے سنی بریلوی علماء، جو ملت اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے، کو یہ توفیق دی کہ وہ تحریک پاکستان اور دوقومی نظریہ کے مسلسل مؤید وحامی رہے۔ مولانا سلیمان اشرف جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اس زمانے میں بھی ہندو مسلم اتحاد کو غلط قرار دیتے تھے۔ جب تحریک خلافت کی وجہ سے مسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنالیا تھا، وہ کفر و اسلام کے اتحاد کو خواہ وہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ خارج از امکان قرار دیتے تھے۔''

(تاریخ پاکستان، صفحہ 347، مطبوعہ، لاہور)

علمائے اہلسنت خصوصاً امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب کی ان کوششوں کو دیکھ کر محمد علی جناح صاحب نے کہا: ''میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کو سچا ضرور کرے گا۔''

(مجلہ برگ گل، صفحہ 1994، وفاقی اردو کالج، کراچی)

سید اختر حسین علی پوری لکھتے ہیں: ''جب مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی تو قائداعظم نے بمبئی میں پیر جماعت علی شاہ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارکباد دی اور کہا کہ یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائداعظم کو مبارکباد کا تار دیا۔ جواباً انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔''

(سیرت امیر ملت، صفحہ 487، علی پور سیداں)

کیسا دور آگیا ہے کہ لوگوں کو صحیح تاریخ سے اندھا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ وہ سنی علماء جنہوں نے مسلم لیگ کی پوری حمایت کی انہیں غدار کہا جارہا ہے اور خود وہابی جو انگریزوں سے غلامی کا دم بھرتے رہے ہیں وہ مجاہد بن گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے مسلم لیگ کی کوئی حمایت نہیں کی بلکہ اس کی مخالفت کی۔ اخبار ''**انقلاب لاہور**'' میں دیوبندی مولویوں کا حال یوں لکھا ہے: ''کانگریس جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری

نے مسلم لیگ کو جو گالیاں سنائیں ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے۔ ان لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزید سے تشبیہ دی۔''

(اخبار انقلاب لاہور، 15 مارچ 1939ء)

فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ اسی کتاب کے کسی مناسب مقام پر تفصیلاً لکھا جائے گا کہ کس نے قائداعظم کو کافر اعظم کہا تھا؟ کس نے کہا تھا کہ پاکستان ایک درندے کی پیدائش ہے؟ پاکستان کو ناپاک ستان کس نے کہا تھا؟

**ہندوستان دارالاسلام ہے**

(2) ظہیر صاحب نے دوسرا استدلال ایجنٹ ہونے پر یہ کیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور جہاد کو فرض قرار نہیں دیا۔ گویا کہ ظہیر کے نزدیک ہر وہ عالم انگریزوں کا ایجنٹ ہے جو ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے اور جہاد کو فرض قرار نہ دے۔ لو اپنے ہی دام میں صیاد آ گیا، آئیں دیکھیں! کون کون وہابی مولوی ظہیر کے بقول انگریزوں کا ایجنٹ بن رہا ہے؟ شاہ اسماعیل دہلوی سے کسی نے دوران تقریر انگریزوں سے جہاد کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: ''ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔''

(حیات طیبہ صفحہ 294، مکتبہ فاروقی، دہلی)

محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: ''جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پا لیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان پر برٹش نے تسلط قائم کیا ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائرِ اسلام کی آزادی رہے، وہ بحکم حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔''

(الاقتصاد، صفحہ 19، وکٹوریہ پریس)

نواب صدیق حسن بھوپالی کا بیان ہے: ''علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرمارواہیں (کتنی عزت سے نام لیا جا رہا ہے۔) اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔ اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے

بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔'' مزید آگے صفحہ 30 پر لکھتے ہیں: ''اسی طرح زمانہ غدر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی، وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔''

(ترجمانِ وہابیہ صفحہ 15، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 405، 407، مکتبہ قادریہ، لاہور)

## جہاد کی شرائط

یہ عبارتیں اور فتوے وہابیوں کی کتابوں میں آج بھی موجود ہیں، اب وہابی بتائیں کہ ان کے اکابر کیا تھے مجاہد یا ایجنٹ؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہاد اور دارالاسلام کی تعریف و شرائط ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فقہ حنفی کی روشنی میں فرمایا کہ ہندوستان پر مسلمانوں نے کئی سالوں سے حکومت کی ہے اور آج بھی اس میں مسلمانوں کو اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے، یہاں جمعہ، عیدین کی نماز ہوتی ہے پھر یہ دارالاسلام کیسے نہ رہا؟ جہاد کے متعلق فرمایا کہ جہاد کی شرائط کتب میں موجود ہیں جس میں ایک شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ (یعنی جنگ جیتنے) کا یقین ہو، جبکہ ہندوستان میں اگر ایک ہندو یا ایک انگریز کو قتل کیا جائے گا تو وہ کئی مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اس لئے آزادی حاصل کی جائے لیکن قتل و غارت گری کر کے نہیں بلکہ شرعی احکام کو سامنے رکھا جائے چنانچہ فقہ حنفی کی روشنی میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلام کے احکام و شعائر مطلقا جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے۔ مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔ اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ، وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا، بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرا بیضاء کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں

اور بحمد اللہ یہ بھی شوکت وجبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرما تی ہے والحمد للہ رب العالمین ۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ105، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر قرآن وفقہ حنفی کی روشنی میں جہاد کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطین اسلام وعساکر اسلام اصحاب خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے، قال اللہ تعالیٰ ﴿لا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔۔۔۔مجتبیٰ وجامع الرموز وردالمحتار میں ہے "یجب علی الامام ان یبعث سریۃ الی دارالحرب کل سنۃ مرۃ اومرتین وعلی الرعیۃ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والافلایباح قتالھم" سلطان اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال ایک یا دوبار دارالحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔ خصوصا ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ446، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مؤقف کو کئی دلائل سے واضح کیا ہے۔ وہابیوں پر لازم تھا کہ وہ اعلیٰ حضرت کے ان دلائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیتے اور ان دلائل کو غلط ثابت کر کے کہتے کہ اعلیٰ حضرت کا مؤقف غلط ہے۔ جبکہ وہابی ان دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہیں اور زبردستی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے کر خود کو اور لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مزے کی بات یہ کہ جن وجوہات کی بناء پر اعلی حضرت کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے رہے ہیں وہ وجوہات ان کے اپنے نام نہاد اکابر کے فتاوی وکتب میں موجود ہیں جس کی چند ایک جھلکیاں ہم نے اوپر بیان کر دیں۔

ہندوستان کے دارالاسلام ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ الگ ہے اور انگریزوں سے آزادی چاہنے یا نہ چاہنے کا مسئلہ الگ ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آزادی چاہتے تھے لیکن آپ یہ فرماتے تھے کہ ایک ہندو مسلمانوں کا لیڈر نہ ہو اور دوسرا یہ نہ کہا

جائے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور ہر مسلمان پر جہاد فرض ہے کہ اس وقت جہاد کی شرائط پوری نہیں ہیں اور یہ ہندوؤں کی سازش ہے کہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھار کر انگریزوں سے شہید کروادیا جائے۔اعلیٰ حضرت کی اسی حکمت عملی کو محمد علی جناح صاحب اورعلماء اہل سنت نے اپنایا اور انگریزوں سے بغیر جنگ وجدل کئے پاکستان معرض وجود میں آیا۔وہابی کہتے ہیں ہم نے انگریزوں سے جہاد کر کے پاکستان بنایا ہے،ان سے پوچھا جائے کہ آپ کا سپاہ سالار کون تھا،کس جگہ آپ کی اور انگریزوں کی جنگ ہوئی اورآپ غالب آگئے اور انگریزوں نے کہا جاؤ وہابیوں!اتنی جگہ تمہارا ملک ہے؟وہابیوں کو اتنا بڑا تاریخی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا سوچنا چاہئے۔

(3)ظہیر صاحب نے جگہ جگہ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ وہابیوں کی تکفیر کرتے تھے۔لیکن یہ کہیں نہیں لکھتے کہ کیوں کرتے تھے؟جن باتوں کو اعلیٰ حضرت کفر ٹھہراتے تھے اوراس پر دلائل دیتے تھے،وہابی ان باتوں کو غیر کفر ثابت کریں۔جب وہابیوں سے اپنے مولویوں کی گستاخیوں پر پردہ نہیں ڈالا جاتا تو مجبوراً میاں مٹھو بن کر کہتے ہیں ہمارے مولویوں کو کافر کہا گیا۔پھر ان مولویوں کو گستاخوں سے نکال کر مجاہدین میں شامل کردیتے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ ظاہر کریں کہ ان کی تکفیر مجاہد بننے کے سبب کی گئی ہے اور تکفیر کرنے والے انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔یہ وہابیوں نے خوب ڈرامہ بنایا ہوا ہے۔پھر ان کی اتنی بھی عقل کام نہیں کرتی کہ جن مولویوں کے جس کفر کو چھپایا جارہا ہے،وہ آج بھی کتابوں میں موجود ہیں۔پتہ نہیں وہابی شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم شریعت کی طرح تاریخ میں بھی جو مرضی کہہ دیں کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔قارئین خود سوچیں کہ گستاخوں کی گستاخی کے سبب ان پر جو حکم کفر لگتا ہے وہ لگانا انگریز غلامی ہے یا اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گندے عقائد کی تشہیر کر کے مسلمانوں کے دلوں میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم کم کرنا انگریز غلامی ہے؟

## وہابیوں کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

باقی جو ظہیر صاحب نے لکھا ہے کہ مسلمان اعلیٰ حضرت سے بدظن ہوگئے تھے نرا جھوٹ ہے اور جو عبارت پیش کی کہ جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ وہابی بھولے بھالوں کو اعلیٰ حضرت نے مرتد کہا ہے وہ عبارت یوں ہے:''ان عبارات سے ظاہر ہولیا کہ ان مبتدعین منکرین ضروریاتِ دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول ومقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتیٰ بہ ہے۔بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکمِ ارتداد ہی جاری کیا جائے گا،نہ ان سے سلطنت اسلام میں معاہدہ دائمہ جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز،نہ جزیہ لینا

جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں ان سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز، نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز، نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 130، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی اس عبارت میں صراحت ہے کہ جو شخص چاہے وہ وہابی ہو یا غیر وہابی اگر وہ ضروریات دین کا منکر ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کرتا ہے، آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، قیامت، جنت دوزخ وغیرہ کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اس عبارت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ تمام وہابی کافر ہیں؟ پھر یہ کہاں لکھا ہے کہ وہابیہ عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے؟ یہ تو خود وہابی نام نہاد جہادیوں کا قول ہے کہ بریلویوں سے جہاد جائز ہے اور ان کی عورتوں کو لونڈی بنانا جائز ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہرگز اعلیٰ حضرت نے تمام وہابیوں کو کافر ومرتد نہیں کہا بلکہ لکھا ہے جو گستاخ رسول ہے وہ کافر ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ کفر تک نہ پہنچی ہو جب تو نکاح میں ان کا شاہد (گواہ) ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہوں تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کرسکتے ہیں اس کی وکالت صحیح ہوجائے گی اگرچہ اس سے میل جول اختلاط حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 218، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں! صراحت کے ساتھ فرمایا کہ جب ان کی گمراہی کفر تک پہنچی ہو۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''یہ فرقے اور اسی طرح دیوبندی ونیچری غرض جو بھی ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام، نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انہیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انہیں اپنے سے دور کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم" وہ تمہیں نہ گمراہ کریں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 412، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

لہٰذا ہر بدمذہب گمراہ ضرور ہے لیکن کافر اس وقت ہوگا جب کسی ضروریات دین کا انکار کرے۔

آخر میں جو ظہیر صاحب نے انگریز رابنس کا قول نقل کیا ہے وہ بھی بغیر دلیل جھوٹ وباطل ہے۔ میری کافی کوشش کے

باوجود راہنس کا یہ قول مجھے ملا نہیں ہے۔لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر اس نے کچھ ایسا کہا بھی ہوگا تو صرف اتنا ہی کہا ہوگا کہ احمد رضاخان نے تحریک خلافت کی مخالفت کی یہ نہیں لکھا ہوگا کہ احمد رضا ہمارا آدمی تھا۔بہر حال تلاش جاری ہے جب یہ مل جائے گا تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں ظہیر صاحب کی یہ تحریف بھی لکھ دی جائے گی۔

**حوالہ جات(البریلویہ)**

03﴿ وہابی کا لفظ سب سے پہلے اہل حدیث حضرات کے لئے انگریز نے استعمال کیا تا کہ وہ انہیں بدنام کرسکیں وہابی کا لفظ باغی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔بلاشبہ وہابی انگریز کے باغی تھے۔ ﴾

مترجم صاحب نے اپنی خود ساختہ لغت میں وہابی کا مطلب باغی بنا لیا ہے۔جبکہ لفظ وہابی ابن عبد الوہاب نجدی کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔انگریزوں کے چندوں سے پلنے والے اب مجاہد بن گئے ہیں۔

104 اس ثبوت کے لئے ہماری کتاب القادیانیہ ملاحظہ کیجئے۔

105 اس کے لیے ملاحظہ ہو کتب: بریلوی فتوے،تکفیری افسانے،آئینہ صداقت،مقدمہ الشہاب الثاقب،مقدمہ رسائل چاندپوری، فاضل بریلوی، وغیرہ

(اشاعۃ السنۃ،شمارہ7،جلد9،صفحہ194)

106 تذکرہ صادق، ازعبدالرحیم

107 ملاحظہ ہو کتاب(Wahabi Trils)

108 انڈین مسلم،ص۳۲

109 تاریخ اہلحدیث کے متعلق ہم ایک مستقل رسالہ تصنیف کریں گے یہ علامہ مرحوم کے مستقبل کے عزائم میں شامل تھا لیکن بہت سے دوسرے منصوبوں کی طرح یہ بھی نامکمل رہ گیا۔'' ان اللہ فعال لما یرید''

110 وہابی تحریک،ص۲۹۲

111 تذکرہ صادقہ

112 ایضاً

113 وہابی تحریک،۳۱۵

114 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب ''بریلویت اور تکفیری افسانے'' علاوہ ازیں ان کتابوں کی طرف رجوع کیجئے: آئینہ صداقت، مقدمہ شہاب ثاقب، مقدمہ رسائل چاند پوری، فاضل بریلوی، از مسعود احمد بریلوی۔

115 ملاحظہ ہو اعلام بان ہندوستان، دار الاسلام ص ۱۹، ۲۰

116 مقدمہ دوام العیش، از مسعود احمد ص ۱۵

117 ایضاً ص ۱۷

118 دوام العیش ص ۶۳ مطبوعہ بریلی ص ۹۵ مطبوعہ لاہور

119 الحسبتہ الموتمنتہ، از احمد رضا ص ۱۵۵۔

120 مرزا غلام احمد قادیانی کا بھی یہی فتویٰ تھا۔

121 الحسبتہ الموتمنتہ ص ۲۱۰۔

122 الحسبتہ الموتمنتہ ص ۲۰۶

123 ملاحظہ ہو خاتمۃ الکتاب ص ۲۱۱

124 دوام العیش ص ۴۶

125 مقدمہ دوام العیش ص ۱۸

126 مقدمہ دوام العیش ص ۱۸

127 کتابی دنیا مقالہ حسن نظامی ص ۲، از مقدمہ دوام العیش ص ۱۸

128 (Indian Muslims) ص ۴۴۳، مطبوعہ کیمرج یونیورسٹی، ۱۹۷۴ء

# فصل: وصالِ اعلیٰ حضرت

### میرا دین ومذہب

﴿ جناب بریلوی کی موت ذات الجنب کے مرض سے واقع ہوئی۔مرتے وقت انہوں نے چند وصیتیں کیں جو''وصایا شریف'' کے نام سے ایک رسالے میں شائع ہوئیں۔احمد رضاخاں صاحب نے مرتے وقت کہا:''میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔''129 ﴾

ظہیر صاحب ذکرِ وصال کو اس لئے لائے کہ پوری کتاب میں ان کی سیرت کو جھوٹ وتحریفوں سے داغ دار کرنے کی کوشش مکمل ہو سکے اب وصال کو بھی جھوٹ بول کر ایسا ظاہر کروں کہ لوگ مزید متنفر ہو جائیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ذات الجنب کے مرض سے نہیں بلکہ اسہال کے مرض سے ہوا تھا جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت میں مذکور ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت،جلد1،صفحہ94،کنسیر انٹرنیشنل،لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی وصیت میں فرمایا:''میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا''اس پر اعتراض کرتے ہوئے وہابی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دین محمدی کو چھوڑ کر اپنے دین پر چلنے کا کہا۔انہوں نے کوئی نیا مذہب بنایا تھا جس کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت کی۔جبکہ وہابیوں کا یہ اعتراض کم علمی ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی نیا دین نہیں بنایا تھا بلکہ گمراہ لوگوں کے باطل عقیدے کا رَد فرما کر دین محمدی کی تجدید کی تھی اور اس پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا۔اب وہابیوں کو چیلنج ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے نظریات کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کر کے دکھائیں، اگلے باب میں ظہیر صاحب نے ان عقائد کو غلط ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگایا ہے لیکن کوئی ایسا عقیدہ ثابت نہیں کر سکے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ''میرے دین ومذہب پر قائم رہنا''بالکل جائز ہے۔لفظ دین سے کوئی نئی شریعت مراد ہونا ضروری نہیں کیونکہ لفظ دین کا ایسا استعمال تو حدیث پاک میں ہوا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی بسند حسن حدیث پاک ہے **((الرجل علی دین خلیله، فلینظر أحدکم من یخالل))** ترجمہ: آدمی اپنے خاص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب من یؤمر أن یجالس، جلد4، صفحہ259، المکتبۃ العصریہ بیروت)

یہ حدیث امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فتاوی رضویہ میں بھی نقل کی ہے۔گویا آپ کا یہ فرمانا حدیث پاک کی

روشنی میں تھا۔مشہور رائٹر شیخ محمد اکرام اعلیٰ حضرت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔''

(موج کوثر، صفحہ 70، طبع ہفتم 1966ء)

بلکہ اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ''امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسّی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔''

(شمع توحید، صفحہ 40، مطبوعہ سرگودھا)

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا دین کوئی نیا نہیں تھا بلکہ وہی دین تھا جس پر ائمہ کرام، صوفیا کرام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے جس کا اعتراف خود وہابیوں کے پیشوا امرتسری نے بھی کیا۔

## اعلیٰ حضرت کی بدمذہبوں سے دور رہنے کی نصیحت

﴿ نیز انہوں نے کہا: ''پیارے بھائیو! مجھے معلوم نہیں میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں۔تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں جو تم کو بہکانہ چاہتے ہیں اور فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ان سے بچو اور دور بھاگو۔مثلاً دیوبندی وغیرہ۔''130 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیت میں دیگر فرقوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ شیعوں سے بھی بچنے کا کہا تھا چونکہ ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اس لئے پوری وصیت نہیں لکھی۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی وصیت میں فرمایا وہ یہ ہے: ''تم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ہو۔بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں جو تم کو بہکانہ چاہتے ہیں اور فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ان سے بچو اور دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیریئے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔''

اگر فقیر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کی اس عبارت کی تشریح کرے تو بحمد للہ! کئی صفحے لکھ دے۔مختصر یہ ہے کہ جتنے بھی گمراہ فرقے آتے ہیں وہ سنیوں ہی کو گمراہ کر کے اپنے فرقے میں لاتے ہیں، آج جتنے بھی گمراہ فرقے ہیں ان سب میں موجود لوگوں کو

دیکھ لیں ان کے باپ دادا سنی ہی تھے بلکہ پہلے خود یہ سنی تھے۔یہی وہابیوں کا حال دیکھ لیں کہ اعلیٰ حضرت کے دور میں اور ان کے بعد جب تک سنیوں نے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو اپنائے رکھا ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی،لوگ انہیں گستاخ سمجھتے ہوئے اپنی مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔پھر جب والدین کی اپنے بچوں کے عقائد کی طرف عدم توجہ ہوئی اور سنی مساجد میں جاہل صلح کلیت کی ماری انتظامیہ بننا شروع ہوگئی تو یہی وہابی مولویوں نے سنیوں کی مساجد میں آکر درس و بیان سے مسلمانوں کے عقائد خراب کر دیئے۔آج بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھام لیا جائے تو یہ دین مزید تفرقہ سے بچ سکتا ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا گمراہوں سے بچنے کا کہنا عین حدیث پاک کی تعلیم تھا چنانچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدمذہبوں کے متعلق فرماتے ہیں"**ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم**"سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔

(صحیح مسلم،باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ،جلد1،صفحہ12،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

## ایصالِ ثواب کرنے کی تلقین

﴿ اور وصیت کے آخر میں کہا:''اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں،دودھ کا برف خانہ ساز،اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو،مرغ کی بریانی،مرغ پلاؤ،خواہ بکری کا شامی کباب،پراٹھے اور بالائی،فیرنی،ارد کی پھریری،دال مع ادرک ولوازم،گوشت بھری کچوریاں،سیب کا پانی،انار کا پانی،سوڈے کی بوتل،دودھ کا برف اور روزانہ ایک چیز ہو سکے،یوں کیا کرو یا جیسے مناسب جانو۔۔۔''

پھر حاشیے میں درج ہے:دودھ کا برف،دوبارہ پھر بتایا،چھوٹے مولانا نے عرض کیا:اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں!فرمایا:پھر لکھو۔انشاء اللہ مجھے میرا رب صرف برف ہی عطا فرمائے گا۔اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب دفن کے وقت بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساتھ لے آئے۔131 ﴾

یہاں ظہیر صاحب اس وصیت پر اعتراض کر رہے ہیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری وصیت پڑھ لیں اس میں کیا شرعی قباحت ہے،آپ نے مرغوب کھانوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا کہ اللہ عزوجل کی راہ میں وہ چیز صدقہ کرنا چاہئے جو اچھی ہو۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿**لَن تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ**﴾ ترجمہ کنز الایمان:تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو

معلوم ہے۔

(سورۃ آل عمران، سورت3، آیت92)

## اعلیٰ حضرت کے جنازے پر مسلمانوں کی تعداد

﴿ بریلوی مکتب فکر کے اعلیٰ حضرت کی وفات 25 صفر 1340ھ بمطابق 1921ء 68 برس کی عمر میں ہوئی۔معلوم ہوتا ہے کہ جناب بریلوی کا جنازہ قابل ذکر حاضری سے محروم تھا۔بہر حال ہم اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے کیونکہ بغیر دلیل کے کوئی حکم لگانا ہم اپنے اسلوب تحریر کے منافی تصور کرتے ہیں۔تاہم قرائن و شواہد سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ عوام ان کی تلخ لسانی،بات بات پر تکفیر کے فتووں اور انگریز کی عدم مخالفت کی وجہ سے ان سے متنفر ہوگئے تھے۔132

اس بات کا اعتراف ایک بریلوی مصنف نے بھی کیا ہے کہ مسلمان امام احمد رضا سے متنفر ہوگئے تھے۔ نیز ان کے مرید و معتقد بھی اختلاف خلافت کے سبب ان سے برگزشتہ ہوگئے تھے۔ویسے بھی بریلویت کے پیروکار چونکہ اپنے امام و مجدد کے بارے میں بہت زیادہ غلو و مبالغہ کے عادی ہیں اگر جنازے کی حاضری کسی عام عالم دین کے جنازے کے برابر بھی ہوتی تو ان کی تصانیف اس سلسلے میں مبالغہ آمیز دعووں سے بھری ہوتیں۔۔۔۔۔جب کہ انہوں نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی۔البتہ بریلوی قوم حاضری کے علاوہ ان کے جنازے کے بارے میں دوسرے چند ایک مبالغوں سے باز نہیں آئی۔ ﴾

یہ ظہیر صاحب کا مسلسل جھوٹ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے لوگ متنفر ہوگئے تھے،جگہ جگہ اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے جھوٹے حوالے دیتے جارہے ہیں۔ان دیئے گئے حوالوں میں ہرگز ایسا نہیں لکھا ہوا۔جہاں تک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں لوگوں کی شرکت کا تعلق ہے تو سید الطاف علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نمازِ جنازہ کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''حضرت کی میت ان کی جائے قیام محلّہ سوداگراں سے شہر کے باہر تین چار میل کے فاصلہ پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عیدگاہ، جہاں وہ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے، لے جائی گئی۔اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی، لیکن اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔۔۔اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا۔''

(جہان رضا، صفحہ 113، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 277، مکتبہ قادریہ، لاہور)

اتنے جھوٹ و بہتان باندھنے کے باوجود ظہیر صاحب ایک اور جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں: ''بغیر دلیل کے کوئی حکم لگانا ہم اپنے اسلوب تحریر کے منافی تصور کرتے ہیں۔'' اس طرح کے لچھے دار بیان عوام کو بہکانے کے لئے ہوتے ہیں مگر ظہیر کو معلوم نہیں کہ عوام کو اعلیٰ حضرت جیسی شخصیت سے بہکانا کوئی آسان کام نہیں۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

129 وصایا شریف، ص 10، ترتیب حسنین رضا مطبوعہ ہند

130 اعلیٰ حضرت بریلوی، از بستوی، ص 105

131 بستوی، 9، 10

132 بستوی، ص 111

133 مقدمہ دوام العیش، از مسعود احمد ص 18

134 ایضاً

# فصل: شانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو علمائے کرام نے اپنے تاثرات دیئے، ظہیر صاحب اسے مبالغہ آرائی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

## فرشتوں کا مومن کے جنازہ میں شرکت کرنا اور جنازہ اٹھانا

﴿ ایک صاحب لکھتے ہیں: ''جب جناب احمد رضا صاحب کا جنازہ اٹھایا گیا تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ اسے فرشتوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔''135 ﴾

اس میں کونسی بات خلاف شرع ہے؟ کیا ملائکہ کا کسی عالم دین، ولی اللہ کے جنازے میں شریک ہونا، اسے اٹھانا حدیث پاک میں ناممکن فرمایا گیا ہے۔ بلکہ حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہے کہ ملائکہ ہر مومن کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث ہے ''عن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناسا رکبانا علی دوابھم فی جنازۃ، فقال ((ألا تستحیون أن ملائکۃ اللہ یمشون علی أقدامھم وأنتم رکبان؟)) ترجمہ: حضرت ثوبان مولی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنازہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی سواریوں پر سوار ہیں، آپ نے فرمایا تم کو حیا نہیں آتی کہ ملائکہ پیدل چل رہے ہیں اور تم سوار ہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی شھود الجنائز، جلد1، صفحہ 475، دار إحیاء الکتب العربیۃ الحلبی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں ''وھذا الحدیث یدل علی أن الملائکۃ تحضر الجنازۃ والظاھر أن ذلک عام مع المسلمین بالرحمۃ ومع الکفار باللعنۃ'' ترجمہ: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ فرشتے ہر مسلمان کے جنازے میں بطور رحمت شریک ہوتے ہیں اور کافر کے جنازے میں لعنت بھیجتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔

(شرح سنن ابن ماجہ، صفحہ 106، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جہاں تک فرشتوں کا کسی نیک ہستی کا جنازہ اٹھانے کا تعلق ہے تو یہ بھی ثابت ہے چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے

''عن أنس بن مالک قال لما حملت جنازۃ سعد بن معاذ قال المنافقون ما أخف جنازتہ وذلک لحکمہ فی بنی

قریظة فبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فقال ((ان الملئکة کانت تحمله))حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقوں نے کہا کہ سعد نے جو بنوقریظہ کے خلاف فیصلہ کیا تھا اس کے سبب ان کا جنازہ ہلکا تھا۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ان کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔

(سنن الترمذی،ابواب المناقب،باب مناقب سعد بن معاذ رضی الله عنه، جلد5، صفحه690، مصطفی البابی ،مصر)

## نبی کریم ﷺ کو کسی عاشق کے وصال کا علم ہونا

﴿ بستوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا کی وفات کے بعد ایک عرب بزرگ تشریف لائے ، انہوں نے کہا25 صفر المظفر 1340ء کو میری قسمت بیدار ہوئی! خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حاضر دربار ہیں۔لیکن مجلس پر ایک سکوت طاری ہے۔قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے۔میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا (فداك ابی وامی) کس کا انتظار ہے؟فرمایا: احمد رضا کا انتظار ہے۔میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں؟فرمایا: ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔بیداری کے بعد مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔میں ہندوستان آیا اور بریلی پہنچا تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے اور وہی 25 صفر ان کی تاریخ وصال تھی۔136 ﴾

اس میں بھی کیا خلاف شرع بات ہے؟ کیا قبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوتی؟ کیا یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم کو پتہ چل جائے کہ میرا کونسا عاشق دنیا سے رخصت ہوکر ہمارے پاس آنے والا ہے؟ ایسے کثیر واقعات اس پر دلیل ہیں۔امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح ارشاد الساری کے شروع میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں"قال عبد الواحد بن آدم الطواویسی رأیت النبی صلی الله علیه وآله وسلم و معه جماعة من اصحابه وهو واقف فی موضع فسلمت علیه فردّ علیّ السلام فقلت ما وقوفك هنا یا رسول الله ؟ قال انتظر محمد بن اسماعیل،قال فلما کان بعد ایام بلغنی موته فنظرت فاذا هو فی الساعة التی رایت فیها النبی صلی الله علیه وآله وسلم ولما ظهرامره بعد وفاته خرج بعض مخالفیه الی قبره واظهروا التوبة والندامة"ترجمہ:حضرت عبدالواحد آدم

طواویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کو ایک جگہ کھڑے دیکھا۔ میں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ کس لئے کھڑے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاری) کا انتظار کر رہا ہوں۔ کچھ دنوں بعد مجھے امام بخاری کے وصال کا علم ہوا، میں نے جب غور کیا تو یہ اسی دن فوت ہوئے تھے جس دن مجھے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی تھی۔ جب یہ بات امام بخاری کے مخالفین کو پہنچی تو وہ ان کی قبر پر آئے اور توبہ اور ندامت کا اظہار کیا۔

(ارشاد الساری، جلد 1، صفحہ 56، دار الفکر، بیروت)

بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو خواب میں آ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیبی خبر دی کہ آج تم اپنا روزہ ہمارے پاس آ کر کھولو گے۔ امام بخاری کے استاذِ محترم حضرت ابن شیبہ روایت کرتے ہیں "عن أم هلال بنت وكيع، عن امرأة عثمان قالت أغفى عثمان فلما استيقظ قال إن القوم يقتلوني، قلت كلا يا أمير المؤمنين، قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبا بكر، وعمر، قال قالوا: ((أفطر عندنا الليلة)) أو ((إنك تفطر عندنا الليلة)) ترجمہ: حضرت ام ہلال بنت وکیع حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہلکی نیند سوئے اور جب نیند سے جاگے تو فرمایا مجھے لوگ قتل کر دینگے۔ آپ کی زوجہ نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا ہے کہ آج تم رات ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الایمان، ما ذکر عن عثمان رضی اللہ عنہ فی الرؤیا، جلد 6، صفحہ 181، مکتبۃ الرشد، الریاض)

ﷺ بارگاہ رسالت میں بریلوی حضرات نے اپنے امام کی مقبولیت کو ثابت کرنے کے لیے جن من گھڑت واقعات اور دعووں کا سہارا لیا ہے ان میں سے ایک "وصایا شریف" میں بھی درج ہے وہ (یعنی احمد رضا) آپ کی خوشبوؤں سے بسے ہوئے سدھارے۔ 137

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احمد رضا کو غسل دینے کے لیے خصوصی طور پر آب زمزم اور عطر کسی حاجی کے ہاتھ ارسال کیا تاکہ احمد رضا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت مدینہ منورہ کی خوشبو سے معطر

ہوں۔العیاذ باللہ۔ ﴾

وصایا شریف کی اصل عبارت یہ ہے: ''عین وقت غسل ایک حاجی صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ سے ملنے تشریف لائے انہیں یہاں آکر وصال شریف کی خبر ہوئی تحفہ میں زم زم شریف اور مدینہ طیبہ کا عطر اور دیگر تبرکات ساتھ لائے تھے۔زم زم شریف میں کافور تر کیا گیا اور خلعت رخصت میں لگادیا گیا۔تاجدار مدینہ کے قربان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدینہ طیبہ سے سرکاری عطائیں عین وقت پر پہنچیں وصالِ محبوب کے لئے وہ ان کی خوشبوؤں سے بسے ہوئے سدھارے۔''

(وصایا شریف صفحہ 28)

ظہیر صاحب کی نقل کردہ عبارت اور اصل عبارت میں فرق نمایاں ہے۔حضور علیہ السلام کی عطائیں انہی عاشقوں پر ہوتی ہے جو عطاؤں کو ماننے والے ہیں، وہابی عطاؤں کے منکر ہیں اور رہیں گے۔

﴿ اگر مبالغات کا ذکر شروع ہو ہی گیا ہے تو مناسب ہے کہ چند مزید مبالغہ آمیز اقوال ذکر کردیئے جائیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی پر مبنی کسی بریلوی کا قول ہے: ''میں نے بعض مشائخ کو کہتے سنا ہے: امام احمد رضا کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا۔'' 138 ﴾

اس اعتراض کا پہلے بھی جواب دیا گیا ہے لیکن ظہیر صاحب کا حافظہ کمزور لگتا ہے جو ایک اعتراض بار بار ذکر کرتے ہیں۔پہلے اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ عبارت تحریف شدہ ہے۔اصل عبارت یوں تھی: ''امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا۔یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ تھے۔''

(البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ 112، مکتبہ قادریہ، لاہور)

﴿ گزشتہ دو صدی کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آتا۔139

ایک اور بریلوی مصنف ارشاد کرتے ہیں: ''آپ کی علمی جلالت اور علمی کمال کی کوئی نظیر نہیں۔امام احمد رضا صاحب اپنے علم اور اصابت رائے میں منفرد تھے۔'' 140

اور: ''امام احمد رضا صاحب نے دین کی تعلیمات کو از سر نو زندہ کیا۔'' 141

فتاویٰ رضویہ میں ہزارہا مسائل (142) ایسے ہیں جن سے علماء کے کان بھی آشنا نہیں۔143

اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ فتاوی رضویہ کو دیکھ لیتے تو اس کے مؤلف کو اپنے جملہ اصحاب میں شامل فرما لیتے۔144

ایک دوسرے بریلوی مصنف کا کہنا ہے: ''امام احمد رضا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ تھے۔''145

ایک اور بریلوی مصنف مبالغہ آراء ہیں: ''امام احمد رضا کے دماغ میں امام ابوحنیفہ کی مجتہدانہ ذہانت ابوبکر رازی کی عقل اور قاضی خاں کا حافظہ تھا۔''146 ﴾

## شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے اعلیٰ حضرت کے متعلق تاثرات

کیا یہ ناممکن ہے؟ کئی بزرگان دین کے علم و عمل کے متعلق علمائے اسلاف نے ایسے الفاظ فرمائے ہیں۔ اگر اس پر لکھنے بیٹھیں تو کئی صفحے بھر جائیں، صرف ایک شخصیت کا حوالہ کافی ہے جسے وہابی بھی مانتے ہیں چنانچہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال صاحب امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی شان میں فرماتے ہیں: ''وہ (امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاوی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔''

(مقالات یوم رضا، جلد3 صفحہ 10، مطبوعہ لاہور)

## اعلیٰ حضرت صحابہ کرام کے مظہر

﴾ بریلوی حضرات نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے امام ومجدد کو ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کا مصداق ٹھہراتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے لکھا ہے: ''امام احمد رضا حق میں صدیق اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر، رحم و کرم میں ذوالنورین کی تصویر اور باطل شکنی میں حیدری شمشیر تھے۔'' معاذ اللہ۔147 ﴾

ظہیر صاحب جوزبردستی اسے توہین قرار دے رہے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں مظہر کا معنی ہی پتہ نہیں۔ یہاں مظہر کا معنی معاذ اللہ برابری نہیں بلکہ عکس ہے۔ مسند احمد میں ہے ''عن جابر بن عبد اللہ قال لما أراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یخلف علیا، قال قال لہ علی ما یقول الناس فی إذا خلفتنی؟ قال فقال **((أما ترضی**

أن تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی؟ إلا أنہ لیس بعدی نبی" حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی نے عرض کی جب آپ مجھے پیچھے چھوڑ جائیں گے تو لوگ کیا کہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ میرے لئے ایسے ہی ہوں جیسے موسی علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جلد 23، صفحہ 9، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

اب کیا یہاں حضرت علی المرتضیٰ کی حضرت ہارون علیہ السلام سے برابر پائی جارہی ہے؟ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لن یخلو الارض من ثلثین مثل ابراہیم بھم تمطرون" ترجمہ: ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے، انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جاتی ہے اور انہیں کے سبب رزق دیا جاتا ہے اور انہیں کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ (کنز العمال بحوالہ حب فی تاریخہ، جلد 12، صفحہ 342، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

تحفہ اثناء عشریہ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رب تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا مظہر کہا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''ابوبکر مظہر صفتِ الٰہی تھے۔ لہٰذا ان کی شان میں فرمایا ((ارحم امتی بامتی ابوبکر)) میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں۔ پس کام مسلمانوں کا کہ مورد رحمت الٰہی ہیں، اس کو ان کے حوالہ کیا اور علی مرتضیٰ کہ شیر خدا مظہر جلال وقہر الٰہی تھے کافر کشی شیوہ ان کا تھا۔''

(تحفہ اثنا عشریہ (مترجم)، صفحہ 567، انجمن تحفظ ناموس اسلام، کراچی)

## ولی کی کرامت معجزہ نبی سے ہے

اس پر بھی مستزاد: ''اعلیٰ حضرت معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک معجزہ تھے۔''148

قارئین کو علم ہونا چاہئے کہ معجزہ اس خرق عادت شے کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی علیہ السلام کے ہاتھوں پر صادر ہو۔ اب یہ بریلوی حضرات ہی بتا سکتے ہیں کہ کیا احمد رضا کی ذات کی پیدائش یا ان کی صفات اور خصائل خلاف عادت تھیں؟ اور پھر چودھویں صدی میں ان کا وجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کیسے

ہوسکتا ہے؟ 🙢

شرعی طور پر ایسا کہنا بالکل جائز ہے کہ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے۔ ولی اللہ کی کرامت کے متعلق صراحت ہے کہ یہ کرامت نبی علیہ السلام کا معجزہ ہوتی ہے۔ردالمحتار میں ہے"جواب عن قول المعتزلة المنكرين الكرامات للأولياء، لأنها لو ظهرت لاشتبهت بالمعجزة فلم يتميز النبی من غيره . والجواب أن المعجزة لا بد أن تكون ممن يدعی الرسالة تصديقا لدعواه، والولی لا بد من أن يكون تابعا لنبی وتكون كرامته معجزة لنبيه، لأنه لا يكون وليا ما لم يكن محقا فی ديانته واتباعه لنبيه"ترجمہ:معتزلہ منکرین کرامات اولیاء جو دلیل بناتے ہیں کہ اگر کرامات ظاہر ہوجائیں تو معجزہ میں شبہ ہوجائے گا اور نبی اور غیر نبی میں تمیز نہیں رہے گی۔اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کہ وہ مدعی رسالت سے اس کی تصدیق کیلئے ظاہر ہو اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے تابع ہو اور اس کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔اس لئے کہ ولی اس وقت تک ولی نہیں ہوسکتا جب تک وہ دیندار اور نبی علیہ السلام کا فرمانبردار نہ ہو۔

(ردالمحتار، کتاب الطلاق،فصل فی ثبوت النسب، جلد3، صفحہ551، دارالفکر،بیروت)

وہابی مولوی سعید بن علی بن وہب القحطانی اپنی کتاب "فقه الدعوة فی صحيح الإمام البخاری" میں لکھتا ہے "قد جزم الإمام ابن تيمية رحمه الله أن كرامات الأولياء من معجزات النبی صلی الله عليه وآله وسلم وأوضح أن الآيات الدالة علی نبوة محمد صلی الله عليه وآله وسلم" ترجمہ: ابن تیمیہ نے تاکید کی کہ کرامات اولیاء معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں۔اور یہ واضح کیا کہ یہ کرامات نبوت محمدی پر دلیل ہیں۔

(فقه الدعوة فی صحيح الإمام البخاری، جلد1، صفحہ768، الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد)

جس طرح ولی اللہ کی کرامت کو نبی کا معجزہ کہہ سکتے ہیں، اسی طرح ولی اللہ کو بھی نبی علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ ولی اللہ اپنے اخلاق و کردار سے نبی علیہ السلام کا مطیع ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور نبی کی ذات خود سراپا معجزہ ہوتی ہے۔

## اللہ عزوجل کی حجت سے کیا مراد ہے؟

🙡 جناب بریلوی کے اس معتقد نے تو انہیں معجزہ ہی کہا تھا۔ان کے ایک اور پیروکار نے تو انہیں واجب

الاطاعت نبی کے مقام پر فائز قرار دے دیا۔ وہ کہتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت زمین میں اللہ تعالیٰ کی حجت تھے۔''149

اب ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی حجت تو نبی کی ذات ہی ہوتی ہے۔ بریلوی حضرات سمجھانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر جناب خاں صاحب کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، ان کی بات کو ٹھکرایا گیا اور ان کی اتباع اور اطاعت سے انکار کیا گیا تو یہ رب کائنات کی طرف سے پیش کی جانے والی دلیل و حجت کو ٹھکرانے کے مترادف ہوگا۔

ان تمام مبالغہ آمیز دعووں سے ثابت ہوتا ہے کہ خاں صاحب بریلوی کے متبعین ان کی ذات کو مقدس قرار دینے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ ہم گزشتہ صفحات میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ بریلوی حضرات اپنے مجدد اعلیٰ حضرت کو غلطیوں سے مبرا اور معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ اور بلاشبہ عصمت انبیائے کرام علیہ السلام کی خاصیت ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی امتی کو معصوم سمجھنا ختم نبوت سے انکار کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سوء الاعتقادی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ﷺ

ہم اللہ عزوجل سے یہی دعا مانگتے ہیں جو ظہیر و مترجم نے لکھی (اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور سوء الاعتقادی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔) مگر لگتا ہے ظہیر صاحب اور مترجم نے یہ دعا فقط لکھی ہے دل سے مانگی نہیں کہ اگر واقعی یہ دعا مانگتے تو اس طرح کی جاہلانہ روش اختیار نہ کرتے۔

بہرکیف یہ تحریر ظہیر و مترجم کی کم علمی اور شدت پسندی کی عکاسی کرتی ہے۔ ظہیر صاحب کو ''حجۃ اللہ'' کے معنی کا پتہ ہی نہیں۔ انہوں نے پتہ نہیں کہاں سے پڑھ لیا ہے کہ اللہ کی حجت صرف نبی علیہ السلام کی ذات ہوتی ہے جبکہ کتب حدیث مثل سنن الدارمی، شعب الایمان، مصنف ابن ابی شیبہ میں احادیث ہیں "عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((العلم علمان علم فی القلب فذاک العلم النافـ

عبـاده)): حضرت حسن سے مروی رسول اللہ نے فرمایا: علم دو طرح کا ہے۔ ایک علم قلب ہے جو علم نافع ہے اور ایک علم لسان ہے جو اللہ عزوجل کی حجت ہے لوگوں پر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزہد، ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی الزہد، جلد7، صفحہ82، مکتبۃ الرشد، الریاض)

دیکھیں! صراحۃً حدیث نبوی میں علم کو حجۃ اللہ کہا گیا۔ دراصل حجت کا مطلب دلیل ہے۔ جس طرح

قرآن ،حدیث، انبیاء علیہم السلام حجۃ اللہ ہیں، اسی طرح صحابہ کرام ،تابعین ،صوفیا کرام اور علمائے کرام بھی حجۃ اللہ ہیں کہ یہ قرآن وحدیث کے احکام لوگوں تک پہنچانے والے ،لوگوں کو شریعت پر چلانے والے ہوتے ہیں۔امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ ''تلبیس ابلیس'' میں فرماتے ہیں "أن سهل بن عبد الله يقول أنا حجة الله على الخلق فاجتمعوا عنده فأقبل عليه الزبيري فقال له بلغنا أنك قلت أنا حجة الله على الخلق فبماذا أنبي أنت أصديق أنت قال سهل لم أذهب حيث تظن ولكن إنما قلت هذا هذا لأخذي الحلال" ترجمہ:حضرت سہل بن عبد اللہ نے کہا میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت ہوں ۔لوگ ان کے پاس جمع ہوئے اور زبیری نے ان سے پوچھا ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت ہوں ۔تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کیا آپ نبی ہیں یا صدیق ہیں؟ حضرت سہل نے کہا کہ آپ جیسا گمان رکھتے ہیں میں ایسا نہیں ہوں ۔میں نے یہ اس لئے کہا کہ میں حلال کو اپناتا ہوں ۔

(تلبیس ابلیس،صفحہ185، دار الفکر ،بیروت)

کئی کتب میں علمائے کرام کو حجۃ اللہ کہا گیا ہے۔شرف المصطفی میں عبد الملک بن محمد بن ابراہیم النیسابوری (المتوفی 407 )رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "قال أبو العباس الزاهد كان أبو علي في عصره حجة الله على خلقه" ترجمہ:حضرت ابو العباس زاہد نے فرمایا کہ ابو علی اپنے دور میں لوگوں پر اللہ عزوجل کی حجت تھے ۔

(شرف المصطفی، جلد5،صفحہ284،دار البشائر الإسلامیہ ،مکہ)

خود وہابی مولوی سخاوت علی جونپوری نے نذیر حسین دہلوی کو حجۃ اللہ علی العالمین کہتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العالمین مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم۔''

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ523،مکتبہ شعیب، کراچی)

نواب صدیق حسن خاں کی تعریف میں وہابی مولوی عبد الباری سہوانی لکھتا ہے:۔

هو حجة لله قاهرة　　　　هو بيننا اعجوبة الدهر

هو اية في الخلق ظاهرة　　　　انواره اربت على الفجر

اس کے باوجود یہ تصریح کرتے ہیں "وثنائي هذا عليه ليس من المبالغة في شيء" ترجمہ:وہ اللہ تعالیٰ کی حجت قاہرہ ہیں ،وہ ہمارے درمیان زمانے کا عجوبہ ہیں ،وہ مخلوق میں آیت ظاہرہ ہیں ،جس کے انوار صبح صادق سے زیادہ ہیں ۔اس

میں کچھ مبالغہ نہیں۔''

(حاشیہ ابجد العلوم جلد3، صفحہ294، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ282، مکتبہ قادریہ، لاہور)

## اعلیٰ حضرت کا کرتے والا واقعہ

﴿ گزشتہ غلو آمیز دعووں کے علاوہ چند اور مبالغات کا ذکر کرکے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ساڑھے تین برس کی عمر میں جناب احمد رضا ایک بازار سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے صرف ایک بڑا سا کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا، سامنے سے طوائفیں آ رہی تھیں، انہوں نے اپنا کرتہ اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں۔ طوائفوں نے کہا: ''واہ منے میاں! آنکھیں تو چھپالیں مگر ستر ننگا کردیا۔'' ساڑھے تین برس کی عمر میں بریلویت کے موسس نے جواب دیا: ''جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔''150

اب ان سے کوئی پوچھے کے ساڑھے تین برس کی عمر میں خاں صاحب کو کیسے علم ہوگیا کہ آنے والی طوائفیں ہیں؟ اور پھر جس بچے نے ابھی ستر ڈھانپنا شروع نہ کیا ہو اسے نظر اور دل کے بہکنے سے ستر کے بہکنے کا جنسی راز کیسے معلوم ہوگیا؟ لیکن جھوٹ بولنے کے لیے عقل وخرد کا ہونا تو ضروری نہیں۔ ﴾

## اعلیٰ حضرت کے حکمت بھرے الفاظ پر اعتراض کا جواب

بڑا تعجب ہوا کہ ظہیر صاحب کو یہ معلوم ہے کہ جھوٹ بولنے کے لیے عقل وخرد کا ہونا ضروری نہیں۔ بہرکیف جہاں تک طوائف کے علم کا مسئلہ ہے تو یہ کوئی بعید نہیں، جس نے یہ واقعہ بتایا ہے ہوسکتا ہے وہ جانتا ہو کہ یہ عورتیں طوائفیں ہیں جیسا کہ گلی محلے کی بدکار عورتوں کے متعلق لوگوں کو علم ہوتا ہے۔ پھر بچپن میں ایسی حکمت بھری بات ہونا بھی ناممکن نہیں، احادیث میں تو چند ماہ کے بچوں کا حکمت بھرا کلام ثابت ہے، حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے واقعہ میں وہاں موجود چھوٹے بچے نے فیصلہ کیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے ﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: کہا اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا۔

(سورۃ یوسف، سورۃ12، آیت26)

اس آیت کی تفسیر میں کئی مفسرین خصوصا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''وقال العوفی عن ابن عباس فی قولہ (وشھد شاھد من أھلھا) قال کان صبیا فی المھد وکذا روی عن أبی ھریرۃ، وھلال بن یساف، والحسن، وسعید بن جبیر والضحاك بن مزاحم: أنہ کان صبیا فی الدار واختارہ ابن جریر وقد ورد فیہ حدیث مرفوع فقال ابن جریر: حدثنا الحسن بن محمد، حدثنا عفان، حدثنا حماد ھو ابن سلمۃ أخبرنی عطاء بن السائب، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تکلم أربعۃ وھم صغار فذکر فیھم شاھد یوسف'' یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پاک کی اس آیت: ''اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔'' کی تفسیر میں فرمایا وہ گواہ جھولے میں پڑا بچہ تھا۔اسی طرح حضرت ابوہریرہ، ہلال بن یساف، حسن، سعید بن جبیر اور ضحاک بن مزاحم رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ وہ اس گھر کا ایک بچہ تھا اور ابن جریر نے اسے اختیار کیا ہے۔اس پر مرفوع حدیث وارد ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ چار بچوں نے بہت چھوٹی عمر میں کلام کیا ہے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے گواہ کا تذکرہ بھی کیا۔

(تفسیر القرآن العظیم، فی تفسیر سورۃ یوسف، سورۃ 12، آیت 26، جلد 4، صفحہ 383، دار طیبۃ)

جب جھولے میں پڑا بچہ رب تعالیٰ کی عطا سے حکمت والا کلام بول سکتا ہے تو ساڑھے تین سال کے بچے کا ایسے حکمت بھرے الفاظ بولنا کیسے ناممکن ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ کو ایک چھوٹے بچے نے جواب دیا کہ میں پھسلوں گا تو کچھ نہیں ہوگا، آپ پھسلیں گے تو امت پھسل جائے گی۔اس طرح کے کثیر واقعات ہیں فقط ایک واقعہ روض الریاحین کا پیش خدمت ہے: ''شہر بصرہ کی ایک گلی میں بچے اخروٹ اور بادام سے باہم کھیل رہے تھے۔حضرت بہلول دانا مجذوب کا گزر ہوا۔انہوں نے دیکھا تھوڑی دوری پر ایک کمسن بچہ تنہا کھڑا ہے چہرے پر حزن وغم کے آثار ہیں اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔حضرت بہلول: میاں صاحبزادے! آپ شاید اس لئے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کھیلنے کو اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔آیئے میں آپ کے لئے اخروٹ فراہم کردوں۔بچہ: جناب! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟ حضرت بہلول: پھر کس کام کے لئے پیدا ہوئے؟ بچہ: ہم تو اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ علم حاصل کریں اور رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔حضرت بہلول: رب تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے آپ کو اس مختصر سی عمر میں یہ علم کہاں سے ملا؟ بچہ: رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا

خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ ترجمہ: کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا ہے اور تم پلٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے۔

حضرت بہلول: آپ تو مجھے صاحب عقل دکھائی دیتے ہیں، ذرا مجھے کوئی نصیحت کریں۔ بچہ: دنیا محو سفر ہے نہ یہ کسی کے لئے رہے گی اور نہ کوئی دنیا میں رہے گا۔ انسان کے لئے اس عالم میں حیات وموت ان دو تیز گھوڑوں کی طرح ہیں جو آگے پیچھے دوڑتے ہیں۔ اے وارفتہ دنیا! دنیا کو ترک کر اور اسی میں آخرت کے لئے زادِ سفر بنا۔ صاحبزادہ نے آسمان کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ ان کے نورانی رخساروں پر آنکھوں سے آنسو یاقوت کی طرح رلنے لگے اور مناجات زبان پر جاری ہوگئیں۔ مناجات کے اشعار نہایت پر اثر اور رقت انگیز تھے۔ اس کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرشتہ صورت کو خاک پر گرا دیکھا تو فوراً سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ گرد وغبار آستین سے صاف کرنے لگے کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولیں خوف خدا نے ان کے رخسار وجسم کو پیلا کر دیا تھا۔

حضرت بہلول: صاحبزادہ بلند اقبال! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ آپ تو ابھی کمسن بچے ہیں گناہوں اور بدکاریوں کی سیاہی سے آپ کا دامن اعمال بالکل صاف ہے پھر اتنی فکر مندی کیوں؟ بچہ: مجھے اپنے حال پر چھوڑیئے میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ جب چولہا جلاتی ہیں تو بڑی لکڑیوں میں یک بیک آگ نہیں لگاتیں بلکہ پہلے گھاس پھوس اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جلاتی ہیں اس کے بعد بڑی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ جہنم کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کے طور پر استعمال ہونے والوں میں کہیں میرا بھی نام نہ ہو۔ حضرت بہلول: اے خشیت کے پیکر صاحبزادے! آپ تو عقل وفراست میں کمال رکھتے ہیں مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ بچہ: حیف میں غفلت میں سرمست اور موت پیچھے لگی ہے، آج نہیں تو کل جانا یقینی ہے۔ اس دنیا میں اگر جسم کو خوبصورت، بیش قیمت اور ملائم لباس سے چھپایا تو کیا حاصل آخر تو اسے ایک دن خاک ہونا ہے اور قبر میں خاک ہی کا بستر اور خاک ہی کی چادر ہوگی۔ وہاں سارا حسن وجمال زائل ہو جائے گا۔ ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان بھی نہیں رہے گا۔ افسوس عمر گزر گئی اور کچھ حاصل نہ کیا۔ سفر کیلئے کوئی زادِ سفر نہ کیا۔ مجھے اپنے مالک حقیقی اور احکم الحاکمین کے حضور اس انداز میں حاضر ہونا ہے کہ گناہوں کی گٹھڑی سر پر ہوگی۔ دنیا میں رہ کر چھپ کر جو گناہ کئے وہاں سب ظاہر ہوں گے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عقاب وعتاب سے بے خوف ہو کر گناہ نہیں کئے بلکہ اس کی رحمت وکرم پر بھروسہ کر کے، اب وہ ارحم الراحمین اگر عدل

کرے تو عذاب دے اور اگر فضل کرے تو معاف کرے سب اسی کے احسان و کرم پر ہے۔نورانی پیشانی والے کمسن صاحبزادے کا دل ہلا دینے والا وعظ سن کر حضرت بہلول دانا بیخود ہو گئے۔خوف وہراس سے جسم کانپنے لگا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔حضرت بہلول کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس گئے اور انہیں تلاش کیا۔بچوں نے بتایا۔جناب عالی! آپ جس بچے کی بابت پوچھ رہے ہیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چمن کا پھول، گلشن مرتضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہار، بوستان فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خوشبو ہے۔شہزادہ گلگوں قبا شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا چراغ ہے۔حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یقیناً ایسا پھل ایسے ہی درخت پر ہو سکتا ہے۔'' (روض الریاحین فی حکایات الصالحین، صفحہ 137تا139، رضا پبلیشرز، لاہور)

## اعلیٰ حضرت کے متعلق علماء کے تاثرات

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں: ''امام احمد رضا کے علمی دبدبے سے یورپ کے سائنسدان اور ایشیا کے فلاسفر لرزتے رہے۔''151 نیز: ''اعلیٰ حضرت کو خداداد قوت حافظہ سے ساری چودہ برس کی کتابیں حفظ تھیں ان کے بلند مقام کو بیان کرنے کے لیے اہل لغت لفظ پانے سے عاجز رہے ہیں۔''152 نیز: ''اعلیٰ حضرت جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو انہیں مسجد خیف میں مغفرت کی بشارت دی گئی۔''153

بریلوی شاعر ایوب علی رضوی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے:۔

اندھوں کو بینا کردیا بہروں کو شنوا کردیا — دین نبی زندہ کیا یا سیدی احمد رضا
امراض روحانی و نفسانی امت کے لیے — در ہے تیرا دارالشفاء یا سیدی احمد رضا
یا سیدی یا مرشدی یا مالکی یا شافعی — اے دستگیر راہنما یا سیدی احمد رضا
جب جان کنی کا وقت ہو اور رہزنی شیطاں کرے — حملہ سے اس کے لے بچایا سیدی احمد رضا
احمد کا سایہ غوث پر اور تجھ پر سایہ غوث کا — اور ہم پہ ہے سایہ تیرا یا سیدی احمد رضا
احمد پہ ہو رب کی رضا احمد کی ہو تجھ پر رضا — اور ہم پہ ہو تیری رضا یا سیدی احمد رضا154

ان کے ایک اور شاعر ہرزہ سرا ہیں:۔

خلق کے حاجت روا احمد رضا — ہے میرا مشکل کشا احمد رضا

کون دیتا ہے مجھ کو کس نے دیا؟ — جو دیا تم نے دیا احمد رضا
دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا — ہاں مدد فرما شاہ احمد رضا
حشر میں جب ہو قیامت کی تپش — اپنے دامن میں چھپا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے — جام کوثر کا پلا احمد رضا
قبر ونشر وحشر میں تو ساتھ دے — ہو میرا مشکل کشا احمد رضا
تو ہے داتا اور میں منگتا ترا — میں ترا ہوں اورتو مرا احمد رضا155

یہ تو ہیں جناب بریلوی اوران کے پیروکار! اور یہ ہیں ان کی پھیلائی ہوئی تعلیمات! غلو مبالغہ آمیزی میں اس قوم کی کوئی نظیر نہیں، ہر آنے والا جانے والے کو اس طرح کی شرکیہ خرافات سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس قوم کوراہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ؎

ظہیر کے آخری دعائیہ جملے'' اللہ تعالیٰ اس قوم کو راہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے'' اچھے ہیں، دعا اچھی ہے مگر افسوس ہم ظہیر کے لئے نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو مر کر مٹی ہو چکے، ہاں! ان کی باقیات اوران کی خودساختہ تعلیمات پر عمل کرنے والی قوم کے لئے ایک مرتبہ پھر کہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اس قوم کو راہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے'' وہابیوں کو شاید بلکہ یقیناً منقبت کی شرعی حیثیت کا علم نہیں۔دنیا میں بے شمار علمائے کرام گزرے ہیں جن کے علم ومرتبہ کو بعد میں آنے والوں نے بیان کیا ہے۔خود وہابیوں نے اپنے کئی مولویوں کی تعریف میں بہت کچھ کہا ہے چنانچہ وہابی مولوی نواب صدیق حسن خاں کی تعریف میں وہابی مولوی نے یوں کہا''تمکن من اعنته البیان مالم یتمکن علیه الاعیان فجاء فی عصره عدیم النظر فی مایکون وکان'' وہ بیان کی ان لگاموں پر قادر ہیں، جن پر بڑے بڑے قادر نہ ہو سکے، وہ اپنے زمانے میں بے نظیر ہیں، ان کی نظیر ماضی میں ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔''(حالانکہ آئندہ کی خبر (علم غیب) تو ان کے نزدیک کسی کے پاس نہیں، شاید ان کا مؤقف یہ ہو کہ ان کے علاوہ کسی کے پاس نہیں۔)

(حلتمہ ابجد العلوم جلد3، صفحہ291، البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ282، مکتبہ قادریہ، لاہور)

اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت لکھتا ہے''نسبت پیر خود تا اینکه روزے حضرت جل و علا دست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفته و چیزے راز امور قدسیه که بس رفیع بدیع بود پیش روے حضرت ایشاں کرده فرمود که ترا ایں چنیں داده ام و چیز هائے دیگر خواهم داد'' ترجمہ: یہاں تک

کہ ایک روز ان کا دایاں ہاتھ اللہ نے اپنے خاص دست قدرت میں پکڑا اور امور قدسیہ کی بلند و بالا چیز کو ان کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ تجھے میں نے یہ چیز دے دی اور مزید چیزیں دوں گا۔

(صراط مستقیم، باب چہارم خاتمہ دربیان پارہ از واردات الخ، صفحہ164، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

ہم کسی کو پیر بنائیں اور اپنے پیر کے بارے کوئی محبت بھرا جملہ کہیں تو حرام بلکہ شرک کا فتوی اور خود اندر کھاتے سب کچھ کرتے ہیں۔ واہ وہابیوں واہ!

## کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

﷽ خود جناب بریلوی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی کی شان میں مبالغہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

کریں اقطاب عالم کعبہ کا طواف — کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا ﷽

یہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کی جارہی ہے جو کہنا جائز وغلو نہیں۔ کعبہ کا کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی اللہ کی تعظیم وزیارت کرنا وطواف کرنا محال نہیں ہے۔ علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی کہ کعبہ کسی ولی کی زیارت کے لیے جاسکتا ہے۔ خاتم المحققین ابن عابدین علامہ امین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "فی البحر عن عدۃ الفتاوی الکعبہ اذا رفعت عن مکانھا لزیارۃ لاصحاب الکرامۃ ففی تلک الحالۃ جازت الصلاۃ الی ارضھا ۔۔وما ذکر فی البحر نقلہ فی التاترخانیۃ عن الفتاوی العتابیۃ قال الخیرالرملی ھذا صریح فی کرامات الاولیاء" ترجمہ: بحر میں بہت سے فتاوی سے نقل ہے کہ کعبہ جب اپنی جگہ سے کسی صاحبِ کرامت کی زیارت کے لیے جائے تو اس حالت میں اس زمین کی طرف منہ کرکے نماز جائز ہے، جو کچھ بحر نے ذکر کیا یہ تاتر خانیہ سے اور انہوں نے فتاوی عتابیہ سے نقل کیا ہے، علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ کراماتِ اولیاء میں صریح ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ باب شروط الصلوۃ، جلد1، صفحہ432، دار الفکر، بیروت)

دیوبندی مولوی زکریا صاحب لکھتے ہیں: '' بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا ہے کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جو طواف کررہے ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے۔''

(فضائل حج، صفحہ 87، ماخوذ از تفہیم توحید صفحہ288، توحید اکیڈمی، لاہور)

انیس الارواح اور دیگر کتب میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت کو کعبہ گیا اور دیکھا گیا کہ وہ ان کا طواف کر رہا تھا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ کعبہ کیسے ولی اللہ کی زیارت وطواف کے لئے جاسکتا ہے، کعبہ کی حرمت کیا ولی اللہ سے کم ہے؟ تو اس کا جواب حدیث سے سنئے چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبة ویقول ((ما أطیبک وأطیب ریحک، ما أعظمک وأعظم حرمتک، و نفس محمد بیدہ، لحرمة المؤمن أعظم عند اللہ حرمة منک، ماله ودمه)) " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے کعبہ کو فرمایا: کیا ہی تیری خوشبو ہے، کیا ہی تیری عظمت ورفعت ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے، مؤمن کے جان ومال کی حرمت اللہ عزوجل کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ج2، صفحہ1297، دار إحیاء الکتب العربیة، الحلبی)

اس حدیث کے تحت شرح ابن ماجہ میں ہے "ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر وإنما قال حرمة المؤمن أعظم عند اللہ حرمة منك لأن فیھم الأنبیاء والصلحاء لا سیما النور الأول المحمدی صلی اللہ علیہ وسلم وإنما شرف الکعبة لتعبد المؤمن الیہ فھذا یدل علی مسجودیة وان المسجودیة لا تدل علی الفضیلة الکلیة وفضل الکعبة فضل جزء وفضل الإنسان کلی " ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں فرمایا: (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کعبہ سے فرمانا) اللہ عزوجل کے نزدیک مؤمن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ مؤمنین میں انبیاء علیہم السلام اور صلحاء ہیں، خصوصاً نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کعبے کو شرف اس وجہ سے ہے کہ مؤمن اس کی طرف سجدہ کرتا ہے اور اس کی طرف سجدہ کرنا اس پر دلیل نہیں کہ کعبہ کو فضیلت کلی حاصل ہے بلکہ اس کو یہ فضیلت جزوی ہے اور مؤمن کو فضیلت کلی ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ مجموع من 3 شروح، صفحہ282، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

## ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

؏ اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم      جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے

ہیں 157

یہ شعر اعلیٰ حضرت کا اپنا نہیں بلکہ جب داغ دہلوی کو آپ کا نعتیہ کلام سنایا گیا تو انہوں نے یہ شعر آپ کی شان میں کہا۔ بالفرض اگر یہ آپ نے بھی کہا ہو تو ایسا کہنا جائز ہے، کئی بزرگان دین سے ایسا کہنا تحدیث نعمت کے طور پر ثابت ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم کے کسی ایک مسئلہ کو لے کر کوفہ کے محدثین وفقہا پر دورہ کرتا اور جب دوسرے دن مجلس منعقد ہوتی تو امام اعظم فرماتے فلاں نے اس مسئلہ میں یہ کہا ہوگا اور فلاں نے یہ۔ امام ابو یوسف یہ سنکر حیران رہ جاتے اور امام اعظم اس پر فرماتے: ''میں تمام علم کوفہ کا عالم ہوں۔''

(فتاوی احملیہ جلد1، صفحہ 63، شبیر برادرز، لاہور)

## میرا سینہ ایک صندوق ہے

نیز: ''میرا سینہ ایک صندوق ہے کہ جس کے سامنے کسی علم کا بھی سوال پیش کیا جائے، فوراً جواب مل جائے گا۔''
158

یہ بھی کوئی ناممکن اور قرآن وسنت کے خلاف نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے آپ نے سرعام فرمایا مجھ سے قیامت تک جو جو چیز ہونے والی ہے اس کا پوچھو بتادوں گا چنانچہ امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابو عمر بن عبد البر کتاب العلم میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی "قال شھدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبتہ سلونی فواللہ لاتسألونی عن شیء الی یوم القیمۃ الا حدثتکم بہ" ترجمہ: میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدۃ و قولہ سلونی، جلد1، صفحہ138، دارالفکر، بیروت)

اسی طرح اور بزرگان دین کے متعلق اس طرح کی روایات ملتی ہیں۔

## خود کو بطور عاجزی کتا کہنا

احمد رضا صاحب ایک طرف تو اپنے بارے میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لے رہے اور دوسری طرف اپنے آپ کو دائرہ انسانیت سے خارج کرتے ہوئے نغمہ سرا ہیں:۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا　　　تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں 159

مزید:۔

تجھ سے دردر سے سگ اور سگ سے مجھ کو نسبت　　　میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا 160

ایک مرتبہ خاں صاحب بریلوی کے پیر صاحب نے رکھوالی کے لیے اچھی نسل کے دو کتے منگوائے، تو جناب بریلوی اپنے دونوں بیٹوں کو لیے اپنے پیر صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ''میں آپ کی خدمت میں دو اچھی اور اعلیٰ قسم کے کتے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ انہیں قبول فرما لیجئے۔'' 161

تو یہ ہیں جناب احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت کے دونوں پہلو، ایک طرف تو وہ امام غوث قطب اور قاضی الحاجات وغیرہ کے القاب سے متصف ہیں اور دوسری طرف شرف انسانیت سے بھی گرے ہوئے ہیں اور انسان کی بجائے ایک ناپاک جانور سے خود کو تشبیہ دینے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔ ؎

خود کو بطور عاجزی کے کتا کہنا جائز ہے اور اسے انسانیت سے خارج سمجھنا صریح جہالت ہے۔ کسی کو بہادری کے سبب شیر کہا جاتا ہے تو کیا یہ اسے انسانیت سے خارج کرنا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کا لقب اسد اللہ تھا، اس کا مطلب ہے اللہ عزوجل کا شیر، اب وہابی اس کے متعلق کیا کہیں گے؟ چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں کہ بزرگان دین نے اپنے آپ کو بطور عاجزی ایسا فرمایا ہے:۔

ایران کے مشہور صوفی شاعر شمس الدین محمد المعروف حافظ شیرازی رحمۃ اللہ بارگاہ رسالت میں عرض گزار ہیں:۔

شنیدم کہ سگاں را قلادہ مے بندی　　　چرابہ گردن حافظ نمے نہی رسنے

ترجمہ: میں نے سنا ہے آپ نے اپنے کتوں کے گلے میں پٹا ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال دیتے!

(سگ مدینہ کہنا کیسا؟ صفحہ 36، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حضرت سیدنا شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ النورانی منقبتِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرام میں فرماتے ہیں:۔

سگ درگاہ جیلانی بہاؤالدین ملتانی　　　لقائے دینِ سلطانی محی الدین جیلانی

(سگ مدینہ کہنا کیسا؟ صفحہ 37، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خود وہابی مولویوں کا بھی خود کو کتا کہنا ثابت ہے چنانچہ غیر مقلد وہابی مولوی عبد السلام مبارکپوری اپنی کتاب سیرت البخاری میں لکھتا ہے اور حضور سے متعلق اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے:۔

من نہ ہمیں مدح سرائے شہم          شاہ جہانم کہ سگ در گہمہ

ترجمہ: میں نہ صرف رسول اللہ کا مدح سرا ہوں بلکہ شاہ جہاں ہوں کیونکہ میں رسول اللہ کی درگاہ کا کتا ہوں۔

(سیرت البخاری، صفحہ 25، فاروقی کتب خانہ، ملتان)

مشہور غیر مقلد لیڈر پروفیسر ساجد میر کے دادا سابق امیر اہل حدیث مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنی کتاب ''سراجا منیرا'' میں عاشق رسول حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنے کے بعد ان کا ایک شعر نقل کرتا ہے:۔

تاب صلت کارِ پاکاں من ازیشاں نیستم          چوں سگانم جاے دہ در سایہ دیوار خویش

اس کے بعد لکھتا ہے کہ میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں۔(یعنی کتے سے بھی گیا گزرا ہوں۔)

(کتاب سراجا منیراء صفحہ 91، 25، 102، مطبوعہ سیالکوٹ)

دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں خود کو مدینے کے کتوں میں شمار کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار          مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھکو مرغ و مار

(قصائد قاسمی، صفحہ 5، 7، مکتبہ رشیدیہ، ملتان)

دیوبندی مولوی محمود الحسن گنگوہی اپنے متعلق کہتا ہے: ''میں اتنا بڑا پیٹ کا کتا ہوں کہ دینی خدمات دنیا کے بدلہ کرتا ہوں۔''

(آداب الاختلاف، صفحہ 174، جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی)

اہل سنت کے نزدیک تو بطور عاجزی خود کو مدینے کا کتا، پیر کے در کا کتا کہنا جائز ہے۔ ظہیر صاحب کے نزدیک یہ کہنا جائز نہیں اور ایسا کہنے والا انسانیت سے خارج ہے، اس کے تحت وہابیوں کے یہ مولوی خود ان کے مذہب میں انسانیت سے خارج ہو گئے۔

## تذکرہ علمائے اہل سنت بزبان ظہیر

جاتے جاتے ظہیر صاحب نے علمائے اہل سنت کا تذکرہ کیا اور ان پر الزامات کی کچھ یوں بوچھاڑ کی:۔

ﷺ اس باب کے آخر میں ہم بریلوی مذہب کے چند اکابرین کا ذکر کر کے اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نعیم مراد آبادی ہیں۔ یہ 1883ء میں پیدا ہوئے۔ یہ جناب بریلوی کے ہم عصروں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی جناب بریلوی کی طرح توحید و سنت کی مخالفت، شرک و بدعت کی حمایت اور غیر شرعی رسم و رواج کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کا ایک مدرسہ بھی تھا جس کا نام شروع میں ''مدرسہ اہل السنۃ'' تھا، بعد میں تبدیل کر کے ''جامعہ نعیمیہ'' رکھ دیا گیا۔ اس مدرسے سے فارغ ہونے والے نعیمی کہلاتے ہیں۔ ان کی تالیفات میں ''خزائن العرفان'' جسے بعد میں جناب احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ قرآن کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔۔۔۔۔162

''اطیب البیان'' جو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تصنیف ''تقویۃ الایمان'' کے جواب میں لکھی گئی اور'' الکلمۃ العلیا'' قابل ذکر ہیں۔ ان کی وفات 1948ء میں ہوئی۔163

بریلوی حضرات انہیں ''صدر الافاضل'' کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

بریلوی زعماء میں امجد علی بھی ہیں۔ یہ ہندوستان کے صوبہ اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اور مدرسہ حنفیہ جون پور میں تعلیم حاصل کی۔ جناب امجد علی احمد رضا صاحب کے بھی کچھ عرصہ تک زیر تربیت رہے اور ان کے مذہب کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی تصنیف **''بہار شریعت''** بریلوی فقہ کی مستند کتاب ہے، جس میں احمد رضا صاحب کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی احکام و مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔ ان کی وفات 1948ء میں ہوئی۔164

ان کے اکابرین میں سے دیدار علی بھی ہیں، جو نواب پور میں 1270ھ میں پیدا ہوئے اور احمد علی سہارن پوری سے تعلیم حاصل کی اور 1293ھ میں فارغ ہونے کے بعد مستقل طور پر لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے: ''مولانا دیدار علی نے لاہور شہر کو وہابیوں اور دیوبندیوں کے زہریلے عقائد سے محفوظ رکھا۔'' 165

ان کی وفات 1935ء میں ہوئی ان کی تالیفات میں ''تفسیر میزان الادیان'' اور ''علامات وہابیہ'' قابل ذکر ہیں۔

ان میں حشمت علی بھی ہیں۔ یہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے ان کے والد سید عین القضاۃ کے مریدوں میں سے

تھے۔ یہ جناب بریلوی کے مدرسے منظر اسلام میں زیر تعلیم رہے۔ انہوں نے امجد علی صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 1340ھ میں فارغ ہوئے۔ اس طرح انہوں نے احمد رضا صاحب کے بیٹے سے بھی سند لی اور بعد میں جناب بریلوی کی تعلیمات پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔ احمد رضا صاحب کے بیٹے نے انہیں ''غیظ المنافقین'' کے لقب سے نوازا۔ 1380ھ میں سرطان میں مبتلا ہوئے اور بیلی بھیت میں وفات پائی۔ 166

ان کے قائدین میں سے احمد یار نعیمی بھی ہیں۔ یہ بدایون میں 1906ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے دیوبندیوں کے مدرسے ''المدرسۃ الاسلامیہ'' میں پڑھتے رہے پھر یہ نعیم مرادآبادی کے ہاں چلے گئے اور ان سے تعلیم مکمل کی۔ مختلف شہروں میں گھومنے پھرنے کے بعد گجرات میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور وہاں ''جامعہ غوثیہ نعیمیہ'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے اپنی کتاب ''جاء الحق'' میں جناب بریلوی کے مذہب کی تائید اور متبعین کتاب وسنت کی مخالفت میں کافی زور لگایا ہے۔

جناب احمد یار نے احمد رضا صاحب کے ترجمہ قرآن پر ''نور العرفان'' کے نام سے حاشیہ بھی لکھا ہے جس میں اپنے پیشتر قائدین کی طرح بڑے شدومد سے قرآن کریم کی بہت سی آیات کی تاویل ومعنوی تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ اسی طرح ان کی دو معروف کتابیں ''رحمۃ الالہ بوسیلۃ الاولیاء'' اور ''سلطنۃ مصطفیٰ'' بھی ہے۔ ان کی وفات 1971ء میں ہوئی۔ 167

یہ تھے بریلوی مذہب کے زعماء جنہوں نے اس مذہب کے اصول اور ضوابط وضع کیے اور جناب بریلوی کے لگائے ہوئے پودے کو پروان چڑھایا۔ اگلے باب میں ہم ان کے عقائد بیان کریں گے۔ واللہ الموفق! ﷺ

شرعی واخلاقی تقاضہ تو یہ تھا کہ ظہیر صاحب ثابت بھی کرتے کہ اعلیٰ حضرت کے جانشینوں نے شرک وبدعت وغیر اسلامی رسموں کی ترویج کی ہے، ظہیر صاحب نے مفتی صاحب کے حاشیہ کے بارے کہا کہ اس میں تحریف سے کام لیا گیا ہے، خالی اس طرح کہنے سے ظہیر کی کوئی نہیں مانے گا بلکہ دلیل دینی ہوگی، پر افسوس شروع سے لے کر آخر تک ظہیر صاحب صرف الزام تراشی ہی کرتے رہے ہیں، اپنے دعووں کو ثابت نہیں کرپائے۔ ان علمائے اہل سنت نے اپنے زمانے کے ہر گمراہ فرقے سے مناظرے کیے اور مذہب اہل سنت کو حق ثابت کیا، مفتی نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ہندوؤں سے مناظرے کیے، اسلام پر لگائے ہوئے الزامات کے جوابات دیئے۔ ظہیر صاحب نے ان سب کو نظر انداز کرکے، اپنی نفرت کا اظہار کردیا۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

135 انوار رضا، ص 272، ایضاً روحوں کی دنیا، مقدمہ ص 22

136 بستوی، ص 121، فتاویٰ رضویہ، جلد 12، المقدمہ ص 13

137 وصایا شریف، ص 19

138 وصایا شریف، ص 24، ترتیب حسنین رضا

139 ایضاً

140 شرح الحقوق، مقدمہ، ص 8

141 ایضاً 7

142 ﴿ جی ہاں! احکام ومسائل کے نام پر قصے کہانیوں سے واقعی علماء کے کان آشنا نہیں۔ ﴾
وہابی شرک وبدعت کہنے اور سننے سے آشنا ہیں۔

143 بہار شریعت، جلد ا، ص 3

144 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد 11، ص 4

145 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، جلد 5

146 مقدمہ فتاویٰ رضویہ، ص 210

147 ایضاً، ص 263

148 ایضاً

149 ایضاً ص، 303

150 سوانح اعلیٰ حضرت، از بدر الدین، ص 110، وانوار رضا

151 روحوں کو دنیا، ص 26

152 انوار رضا، ص 65

153 حیات اعلیٰ حضرت، از ظفر الدین بہاری، ص 12۔ ایضاً انوار رضا، ص 235

154 مدائح اعلیٰ حضرت، از ایوب علی رضوی، ص 5

155 نفحۃ الروح، از ایوب رضوی، ص 47، 48

156 حدائق بخشش، از بریلوی، ص 7

157 انوار رضا ص 319، وایضاً حدائق بخشش

158 مقدمہ شرح الحقوق، ص 8

159 ایضاً ص 11، حدائق بخشش، 43

160 حدائق بخشش، ص 5

161 انوار رضا ص 238

162 ﴿ اس کتاب کا رد مراد آبادی کے اہل حدیث مشہور عالم دین مولانا عزیز الدین مراد آبادی مرحوم نے اپنی کتاب "اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان" میں کیا ہے۔ اور نعیم الدین صاحب کے استدلالات کو باطل ثابت کیا ہے۔ ﴾

باطل ثابت کیا نہیں بلکہ ڈھکو سلے مار کر باطل ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے، جس طرح ظہیر صاحب نے اہل سنت بریلوی عقائد کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

163 ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے اہل سنت اور حیات صدر الافاضل وغیرہ

164 حاشیہ الاستمداد ص 90، 91

165 ایضاً ص 94، تذکرہ علمائے اہل سنت 83

166 تذکرہ علمائے اہل سنت، از محمود بریلوی ص 82، مطبوعہ کانپور

167 تذکرہ اکابر اہل السنۃ ص 5859، از اشرف قادری، الیواقیت المہریہ ص 39، سیرۃ سالک از کوکب

# باب : ردِّ وھابیت

ظہیر صاحب نے اپنی کتاب ''البریلویۃ'' میں چوتھا باب اس نام سے باندھا "البریلویۃ وتکفیر المسلمین" مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ''بریلویت اور تکفیری فتوے'' میں نے اس باب کا نام ''رِدّ وہابیت'' رکھا۔ اس نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندی اور وہابی عقائد ونظریات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں شدومد کے ساتھ رَدّ کیا اور جن دیوبندی مولویوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی تھیں، ان پر اعلیٰ حضرت نے کفر کے فتاوٰی صادر فرمائے اور حرمین شریفین کے مفتیانِ کرام نے ان کی تصدیق کی تو اب موجودہ دیوبندی اپنے مولویوں کی کفریہ عبارات کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ الٹا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام ٹھہراتے ہیں کہ انہوں نے بلاوجہ ہمارے علماء کی تکفیر کی۔ ظہیر صاحب نے بھی اپنے جھوٹ وبہتان سے بھری ہوئی کتاب کو مزید مزین کرنے کے لئے اپنے وہابی مولویوں کے ساتھ ساتھ دیوبندی مولویوں کو بے گناہ ثابت کیا۔ اس باب میں جہاں ظہیر صاحب ان مولویوں کو ''پوشاہ'' بنا کر پیش کریں گے کہ وہ تو بہت بڑے عالم تھے اور اعلیٰ حضرت پر الزام لگائیں گے کہ انہوں نے ان پر بلاوجہ کفر وگمراہی کا فتویٰ لگایا، وہیں ہم جواب میں ان مولویوں کی عبارتوں کو بھی پیش کیا جائے گا جس کی بنیاد پر ان پر شرعی حکم لگایا گیا ہے۔ تاکہ قارئین پر اصل صورت حال عیاں ہوجائے۔ اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی وہابیوں کے نظریات کا دلائل کی روشنی میں ردّ وابطال کیا ہے۔ لہٰذا اس باب کا نام ''ردّ وہابیت'' موضوع کے عین موافق ہے۔

## فصل : احکامِ تکفیر

### کلمہ گو کافر کب ہوتا ہے؟

اسلامی تعلیمات یہ نہیں ہیں کہ مسلمان ہو کر جو مرضی کہتے رہو، جو مرضی عقیدہ بنالو، کچھ فرق نہیں پڑتا مسلمان ہی رہو گے۔ بلکہ کئی کفریہ الفاظ کی بنا پر مسلمان معاذ اللہ کافر ومرتد ہوجاتا ہے۔ مسایرہ امام محقق ابن الہمام میں ہے "وبالجملة فقد ضم الى التصديق بالقلب في تحقق الايمان امور الاخلال بالايمان اتفاقا كترك السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف به ومخالف ماجمع عليه وانكاره بعد العلم به" ترجمہ: حاصل یہ کہ ایمان کے لئے تصدیق بالقلب کے ساتھ کچھ ایسے امور کا نہ ہونا ضروری ہے جو بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں جیسا کہ بت کو سجدہ کرنا، نبی کا قتل اور اس کی توہین اور اجماع کی مخالفت اور اجماع کو جانتے ہوئے اس کا انکار۔ (یعنی تصدیق بالقلب کے ساتھ مذکورہ کاموں کا نہ

ہونا ضروری ہے۔)

(الخاتمۃ فی بحث الایمان، صفحہ 337، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

اگر کوئی یہ کہے کہ کلمہ پڑھنے والا کبھی کافر نہیں ہوسکتا، چاہے جو مرضی کہے، جو مرضی عقیدہ رکھے، تو ایسا کہنے والا خود دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی کسی کفر کی بنا پر بندہ مرتد ہوسکتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے اور وہ چاہا تھا جو انہیں نہ ملا اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انہیں سخت عذاب کرے گا دنیا اور آخرت میں اور زمین میں کوئی نہ ان کا حمایتی ہوگا اور نہ مددگار۔

(سورۃ التوبہ سورۃ 9، آیت 74)

## قرآن کو ناقص یا اس کی ایک آیت کا انکار کرنا

کوئی نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وغیرہ فرائض میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اگر کوئی قرآن کو ناقص کہے کہ اس کے چالیس پارے تھے دس کم دیئے گئے ہیں یا قرآن پاک کی کسی ایک آیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ المعجم الصغیر کی حدیث پاک ہے "عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی ال... القرآن ف... ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کی کسی ایک آیت کا انکار کیا، تو تحقیق اس نے کفر کیا۔

(المعجم الصغیر، باب العین، من اسمہ عباد، جلد 2، صفحہ 28، المکتب الاسلامی، بیروت)

## حرام کو حلال سمجھنا

قرآن نے جن اشیاء کو حرام فرمایا، یا احادیث متواترہ سے جن کی حرمت ثابت ہے ان کا انکار بھی کفر ہے۔ منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے "لو قال حرمۃ الخمر لاتثبت بالقران کفر ای لانہ عارض نص القران وانکر تفسیر اھل الفرقان" ترجمہ: اگر کسی نے کہا شراب کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں تو وہ کافر ہے کیونکہ اس

نے نص قرآنی کے ساتھ معارضہ کیا اور اہل فرقان کی تفسیر کا انکار کیا۔

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ملاعلی قاری، فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃ صفحہ 190، مصطفی البابی، مصر)

## وہ بات کہنا جو اللہ عزوجل کی شایانِ شان نہ ہو

اللہ عزوجل کو ظالم کہنا، اس پر اعتراض کرنا جیسا کہ آجکل فلموں گانوں میں ہوتا ہے، کفر ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے "یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لایلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدہ او عیدہ اوجعل لہ شریکا او ولدا او زوجہ او نسبہ الی الجھل او العجز او النقص " ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کو ایسے وصف سے موصوف کیا جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کا مذاق اڑایا یا اس کے احکام میں سے کسی حکم کا مذاق اڑایا یا اس کے وعدے یا وعید کا انکار کیا یا کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا یا کسی کو اس کا بیٹا یا بیوی کہا یا اللہ عزوجل کی طرف جہالت، عجز، نقص کی نسبت کی تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب السیر، فی احکام المرتدین، ممایتعلق بذات اللہ تعالی ، جلد2، صفحہ258، دارالفکر، بیروت)

## دعویٔ نبوت

کوئی قادیانیوں کی طرح نبوت کا دعویٰ کرے یا خاتم النبیین کے معنی میں تغیر وتبدل کرے وہ پکا کافر ہے۔شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے"کذلك (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم اوبعدہ۔۔۔ فھؤلا کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم اخبرانہ خاتم النبیین ولانبی بعدہ واخبر عن اللّٰہ تعالی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولاتخصیص فلا شك فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا و سمعا"یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے اسکی تکفیر کی جائے گی۔ یہ سب کافر ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ خاتم النبیین ہیں اوران کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اوران کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اورامت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا ورسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جولوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، جلد2، صفحہ609، دار الفیحاء، عمان)

## انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اورواجب القتل ہے۔شفاء شریف میں ہے "اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید جارعلیہ بعذاب اللہ تعالی لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" ترجمہ:امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اوراس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اورامت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اورجو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگیا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، جلد2، صفحہ476، دار الفیحاء، عمان)

کتاب الخراج سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ میں ہے "قال ابویوسف وایمارجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم او کذبہ او عابہ تنقصہ فقد کفر باللہ تعالی وبانت زوجتہ" ترجمہ: جوشخص کلمہ گو ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے وہ بلاشبہہ کافر ہوگیا اوراس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

(کتاب الخراج ،فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام ، صفحہ199، المکتبۃ الأزہریۃ للتراث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اورنبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا بھی کافر ہے۔ذخیرۃ العقبیٰ میں ہے "قد اجمعت الامۃ علی ان الاستخفاف بنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبای نبی کان علیہم الصلوۃ والسلام کفر سواء فعلہ علی ذلک مستحلا م فعلہ معتقد الحرمۃ ولیس بین العلماء خلاف فی ذلک ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر" ترجمہ: بیشک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے،خواہ اسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر،بہر حال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اورجو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر۔

(ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمی، کتاب الجہاد ،باب الجزیہ ، جلد2، صفحہ319، مطبع نولکشور، کانپور)

## عالم وسیدزادے کی توہین کرنا

کسی سیدزادے کی توہین اس کے سید ہونے کی وجہ سے کرنا یا کسی عالم دین کی توہین اس کے عالم ہونے کے سبب کرنا

کفر ہے۔مجمع الانہر میں ہے "الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدابه الاستخفاف کفر" ترجمہ: سادات اور علمائے دین کی توہین کفر ہے۔جس نے بے ادبی وگستاخی کی نیت سے کسی عالم کو عویلم (ادنی عالم) یا کسی علوی کو علیوی کہا اس نے کفر کیا۔

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر،باب الفاظ الکفر انواع،جلد1،صفحہ695،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

## کرسمیس ڈے جیسے کفار کے تہواروں کی تعظیم کرنا

کرسمیس ڈے،دیوالی اور اسی طرح کفار کے دینی تہواروں کی تعظیم کفر ہے۔البحر الرائق میں ہے "قال أبو حفص الکبیر رحمه الله لو أن رجلا عبد الله تعالى خمسين سنة ثم جاء يوم النيروز وأهدى إلى بعض المشركين بيضة يريد تعظيم ذلك اليوم فقد كفر وحبط عمله" ترجمہ:حضرت ابو حفص الکبیر نے فرمایا کہ اگر آدمی پچاس سال اللہ عزوجل کی عبادت کرے پھر نیروز (کافروں کا تہوار) کا دن آجائے اور وہ اس دن کی تعظیم میں بعض مشرکین کو کوئی تحفہ دے اگرچہ انڈہ ہی ہو تو بے شک اس نے کفر کیا اور اس کے اعمال اکارت ہوجائیں گے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق،والإعطاء باسم النيروز والمهرجان لا يجوز،جلد8،صفحہ555،دار الکتاب الإسلامی،بیروت)

## کافر کو کافر کہنا وجاننا ضروریات دین سے ہے

کافر کو کافر کہنا وجاننا ضروریات دین سے ہے۔اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں کافر کو کافر کہا﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان:تم فرماؤ اے کافرو۔

(سورۃ الکافرون،سورۃ109،آیت1)

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک علمائے اسلام اپنے وقت کے گمراہ فرقوں کا رَدّ کرتے آئے ہیں اور جس فرقے کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ جاتی تھی صراحت کے ساتھ اسے کافر کہتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مسلمان معاذ اللہ کسی کفر سے کافر ہوجائے اور دوسرا مسلمان اس کفر کو جاننے کے باوجود اسے کافر نہ جانے،وہ خود کافر ہوجاتا ہے۔قرآن کلام باری تعالیٰ غیر مخلوق ہے،ایک فرقہ تھا جو قرآن کو مخلوق کہتا تھا،تابعین نے اس فرقے کو کافر کہا چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''السنۃ'' میں روایت کرتے ہیں "حدثني غياث بن جعفر قال سمعت سفيان بن عيينة، يقول القرآن كلام الله عز وجل، من قال مخلوق، فهو كافر، ومن شك في كفره فهو كافر" ترجمہ: مجھے غیاث بن جعفر نے روایت کیا کہ میں نے

حضرت سفیان بن عیینہ سے سنا کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے۔ جو اسے مخلوق کہے وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(السنۃ، سفیان بن عیینۃ رحمہ اللہ جلد1، صفحہ112، دار ابن القیم، الدمام)

شفاء شریف میں ہے "ولھذا نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شك اوصحح مذھبھم وان اظھر مع ذلك الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھارہ بما اظھر من خلاف ذلك ملخصا" ترجمہ: ہم اسی واسطے کافر کہتے ہیں ہر اس شخص کو جو کافروں کو کافر نہ کہے یا ان کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا اُن کے مذہب کی تصحیح کرے اگرچہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اُس کے خلاف اُس اظہار سے کہ کافر کو کافر نہ کہا خود کافر ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، جلد2، صفحہ610، دار الفیحاء، عمان)

خود وہابیوں میں بھی ہے کہ کافر کو کافر کہنا ضروری ہے چنانچہ فتاوی ثنائیہ مدنیہ میں وہابی مولوی ثناء اللہ مدنی لکھتے ہیں: ''اگر کوئی یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ کو کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔''

(فتاوی ثنائیہ مدنیہ جلد1، صفحہ442، دار الارشاد، لاہور)

## معروف شخص کی گمراہی کو روکنا

پھر کفر کا ارتکاب کرنے والا اگر کوئی معروف شخصیت ہو یا دین دار ہو تو اس کے عقائد ونظریات کو سرعام غلط کہنا چاہئے کہ لوگ کہیں اس کے عقائد ونظریات کے فتنے میں نہ آجائیں جیسے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر بادشاہ کے باطل مذہب دین اکبری کا بر ملا رَد فرمایا۔ آجکل یہ وبا عام ہوگئی ہے کہ میڈیا و کم علم لوگ گمراہ فرقوں کے عقائد ونظریات کے رد کرنے پر کہتے ہیں کہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں جبکہ خود ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ میڈیا پر لوگوں کی عزتوں کو اچھالا جاتا ہے۔ جب گمراہ فرقے اپنے عقائد کی ترویج کر رہے ہوں تو ان کے عقائد کو قرآن وحدیث کی روشنی میں باطل ثابت کرنا بہت ضروری ہے کہ لوگ کہیں اپنا عقیدہ خراب نہ کرلیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اترعون من ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس " ترجمہ: کیا تم بدکار کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہچانیں گے؟ لہٰذا بدکار کا ان برائیوں سے ذکر کرو جو اس میں موجود ہیں تاکہ لوگ اس سے بچیں اور ہوشیار رہیں۔

(نوادر الاصول للترمذی، الاصل السادس والستون والمائۃ، جلد2، صفحہ257، دار الجیل، بیروت)

## بدمذہب اور مرتد میں فرق

عقائد کے باب کے شروع میں عقائد کے درجات بیان کئے گئے ہیں مزید بدمذہب اور مرتد میں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ اس پورے باب میں ان دونوں اصطلاحات کو مدنظر رکھا جائے۔جس کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوں اسے بدمذہب وگمراہ اور بدعتی کہا جاتا ہے۔حضرت ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ بدمذہب کی تعریف بیان کرتے ہیں"کل (مبتدع) هو من خالف فی العقائد ما علیه أهل السنة مما کان علیه أهل السنة مما کان علیه النبی صلی الله علیه وسلم وأصحابه ومن بعدهم والمراد بهم فی الأزمنة المتأخرة إماماها أبو الحسن الأشعری وأبو منصور الماتریدی" یعنی: ہروہ شخص بدمذہب ہے جس کے عقائد اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہوں۔اہل سنت کے عقائد وہ ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،صحابہ کرام،تابعین،تبع تابعین،ائمہ کرام ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہیں۔

(تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، کتاب الشهادات، جلد10، صفحہ235، المکتبة التجاریة الکبری)

جب کسی کی بدمذہبی حدِ کفر تک چلی جائے یعنی وہ کسی ضروریاتِ دینی کا انکار کردے جیسے نماز،روزہ،حج،زکوۃ کی فرضیت کا انکار کردے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا۔

## اعلیٰ حضرت نے گمراہ فرقوں کے خلاف قلمی جہاد کیوں کیا؟

آج وہابی اعلیٰ حضرت پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے کئی مولویوں کو کافر کہا،جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن مولویوں کو کافر کہا یہ ان کے کفریات کی بنا پر تھا۔جب انگریزوں کی اشاروں پر قادیانی اور دیگر فرقے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کررہے تھے اس وقت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا منہ توڑ جواب دیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:''ایسے نازک وقت میں کہ ہر چہار طرف سے دین حق پر حملے ہورہے ہیں اور بیخ کنان سخت یکبارگی ٹوٹ پڑے ہیں کیا علمائے اہلسنت پر واجب نہیں کہ اپنے علم کو ظاہر کریں اور میدان میں آکر تحریراً تقریراً احیاءِ سنت اماتت بدعت ونصرت ملت فرمائیں؟ اگر ایسا نہ کریں سکوت وخاموشی سے کام لیں تو کیا اس حدیث شریف کے مورد نہ ہوں گے جو فتاوی الحرمین میں مذکور ہے۔"قال الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقة ان الحامل الداعی لی علی التالیف فی ذلك وان کنت قاصرا عن حقائق ماهنالك مااخرجه الخطیب البغدادی فی الجامع وغیره انه صلی الله تعالی علیه وسلم

قال اذا ظہرت الفتن او قال البدع وسب اصحابی فلیظہر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللّٰہ منہ صرفا ولاعدلا '' امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تالیف پر میرے لئے باعث وسبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوا اور محدثین نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے۔ جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول فرمائے نہ نفل۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 589، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سبب گمراہوں کا رد فرمایا۔ یہ ایک بدیہی سی بات ہے کہ جب ایک عالم کسی کفریہ عقائد رکھنے والے کو دلائل کی روشنی میں کافر کہے تو دوسرا جو اس فتویٰ کی مخالفت کرتا ہے اس پر یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ عالم نے جن دلائل سے اسے کافر کہا ہے وہ دلائل درست نہیں۔ نہ یہ کہ اس کے کفریہ عقائد پر توجہ نہ دے اور جس نے کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے الٹا اس کو الزام لگائے کہ اس نے کافر کہا ہے۔ یہ تو وہی حساب ہوا کہ ایک وہابی نے سنی کو گالی نکالی، سنی نے اسے تھپڑ مارا، اب وہابی لوگوں کو جا کر کہتا ہے کہ سنی نے مجھے تھپڑ مارا، سنی نے مجھے تھپڑ مارا، لیکن یہ نہیں کہتا کہ سنی نے تھپڑ کیوں مارا؟

یہی حال موجودہ وہابیوں کا ہے کہ اپنے مولویوں کے کفریات کی طرف توجہ نہیں کرتے، بلکہ ان کو کافر کہنے والوں پر الزام لگاتے ہیں۔ پھر آج تک یہ بھی ثابت نہیں کر پائے کہ ان کے مولویوں نے جو کفریات کہے تھے وہ کفریات نہ تھے، بس اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام تراشیاں کرتے رہتے اور انہیں برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس پر فرماتے ہیں: ''میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افتراء کرتے، برا کہتے ہیں اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں۔ میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آباء کرام کی آبروئیں عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سپر رہیں، اللّٰھم آمین۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 88، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آئیں اب دیکھتے ہیں کہ ظہیر صاحب نے کس طرح اپنے مولویوں کو پاک وصاف پیش کیا ہے اور اعلیٰ حضرت پر الزام

تراشی کی ہے:۔

## ظہیر صاحب کا میاں مٹھو بننا

﴿ بریلوی حضرات نے اکابرین اسلامیہ کی جس انداز سے تکفیر کی ہے، انہیں ملحد زندیق اور مرتد قرار دیا ہے اور انہیں غلیظ اور نجس گالیوں سے نوازا ہے، کسی شخص کا اس پر جذباتی ہونا اور جوابا وہی طرز و اسلوب اختیار کرنا اگرچہ فطری تقاضا ہے۔۔۔۔مگر ہمارا چونکہ انداز مثبت ،نرم اور غیر متشددانہ ہے، لہٰذا ہم کفر کے فتوں کو ذکر کرنے کے باوجود اپنے اسلوب میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آنے دیں گے۔ویسے بھی مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ لعن طعن کا اسلوب و انداز اختیار کرے۔ ﴾

یہ وہ شخص کہہ رہا ہے جس نے پوری کتاب میں جگہ جگہ امت مسلمہ کو بدعتی و مشرک قرار دیا ہے۔پھر یہاں کیسے میاں مٹھو بن رہا ہے۔ان وہابیوں کے بڑے خارجیوں کا تو یہ حال تھا کہ یہ فقط گناہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کو کافر کہتے تھے ،جس کا ذکر مستند کتب میں ہے۔ہدایہ کی شرح بنایہ اور عنایہ میں ہے "الخوارج :قوم من المسلمین خرجوا عن طاعة الإمام العدل بحیث یستحلون قتل العادل وماله بتأویل القرآن ودانوا ذلك وقالوا :من أذنب صغیرة أو كبیرة فقد كفر وحل قتله إلا أن یتوب "ترجمہ: خارجی مسلمانوں کا ایک ایسا گروہ ہے جس نے امام عادل کی اطاعت سے نکل کر اس کا خون و مال قرآن سے باطل تاویل کرکے حلال جان لیا اور اسے اپنا دین بنا لیا۔ان خارجیوں نے کہا کہ جو گناہ کرے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ کرے وہ کافر ہوجاتا ہے اور اس کا قتل حلال ہوجاتا ہے۔مگر یہ کہ توبہ کرلے۔

(العنایة شرح الهدایة، كتاب الزكوة،فصل فی الفصلان،جلد2،صفحہ198، دار الفكر،بیروت)

## ظہیر صاحب کا غلط عقائد بریلویوں کی طرف منسوب کرنا

﴿ بریلوی مذہب کے پیروکاروں نے اپنے مخصوص عقائد ونظریات کو اسلام کا نام دے رکھا ہے۔ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام اختیارات اولیاء کے پاس ہیں۔ان کے خود ساختہ بزرگان دین ہی خلق کی شنوائی اور ان کی حاجت روائی کرتے ہیں۔وہ علم غیب رکھتے ہیں اور آناً فاناً پوری دنیا کا چکر لگا کر اپنے مریدوں کی تکالیف کو دور کرتے ،انہیں دشمنوں سے نجات عطا کرتے اور مصائب ومشکلات سے چھٹکارا دیتے ہیں۔ان کے پاس نفع و نقصان پہنچانے ،مردے کو زندہ کرنے اور گناہ گاروں کو بخشنے جیسے اختیارات موجود ہیں۔وہ جب چاہیں بارش برسا دیں، جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم رکھیں۔حیوانات ان کے فرماں بردار ہیں فرشتے ان کے دربان

ہیں۔وہ حشر نشر اور حساب و کتاب کے وقت اپنے پیروکاروں کی مدد کرنے پر قادر ہیں۔زمین و آسمان میں ان کی بادشاہی ہے۔ جب چاہیں ایک ہی قدم میں عرش پر چلے جائیں اور جب چاہیں وہ سمندروں کی تہہ میں اتر جائیں۔سورج ان کی اجازت کے بغیر طلوع نہیں ہوتا۔وہ اندھے کو بینا کرسکتے ہیں اور کوڑھی کو شفا دے سکتے ہیں۔مرنے کے بعد ان کی قوت و طاقت میں حیرت ناک حد تک اضافہ ہوجاتا ہے۔دلوں کے راز جاننے والے اور موت وحیات کے مالک ہیں۔

یہ تمام اختیارات جب بزرگان دین کے پاس ہیں تو کسے کیا ضرورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پکارے،مساجد کارخ کرے،رات کی تاریکیوں میں اٹھ کر وہ اپنے رب کے حضور گڑگڑائے؟ وہ کسی پیر کے نام کی نذرونیاز دے گا،آپ کو اس کا مرید بنالے گا، وہ خود ہی اس کی نگہبانی کرے گا،مصائب میں اس کے کام آئے گا اور قیامت کے روز اسے جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کردے گا۔ ﴾

یہاں پھر ظہیر صاحب نے اہل سنت بریلوی کے عقائد کو تحریف کے ساتھ پیش کیا ہے۔اہل سنت کے نزدیک ایسا کہنا تو صریح کفر ہے کہ اللہ عزوجل کے اختیارات اولیاء کے پاس ہیں۔ہم نے عقائد کے باب میں یہ واضح کیا ہے کہ قرآن وحدیث و علمائے اسلاف کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ اولیاء کرام اللہ عزوجل کی عطا سے مدد کرتے ہیں۔اہل سنت کے نزدیک نذرونیاز کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رب تعالیٰ کی عبادت کی ضرورت نہیں، ایسا کہنا تو کفر ہے۔مگر افسوس وہابی اہل سنت کے متعلق جھوٹ بول کر اپنے مذہب کی ترویج کرتے ہیں۔

﴿ ظاہر ہے جس کی عقل سلامت ہو اور اسلام کی تعلیمات سے ادنیٰ سی بھی واقفیت رکھتا ہو، وہ تو ان عقائد کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ وہ تو رب کائنات کو اپنا خالق و مالک و رازق اور داتا و حاجت روا مانے گا اور مخلوق کو اس کا محتاج اور اس کے بندے تصور کرے گا۔ وہ انسان ہوکر انسان کی غلامی اختیار نہیں کرسکتا۔بس یہی قصور تھا اہل حدیث کا۔۔۔۔۔انہوں نے ہندوانہ و مشرکانہ عقائد کو نہ مانا چنانچہ وہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے پیروکاروں کے تکفیری فتووں کا نشانہ بن گئے۔ ﴾

شروع میں ظہیر صاحب نے کہا تھا ہم نرم زبان استعمال کریں گے، پھر چند الفاظوں کے بعد نرم زبانی سے مسلمانوں کے عقائد کو مشرکانہ و ہندوانہ عقائد کہہ دیا۔مسلمان کو منہ اٹھا کر کافر کہہ دینا گالی نکالنے سے بڑا گناہ ہے۔پیچھے قرآن وحدیث سے واضح کیا کہ اللہ عزوجل کے نیک بندے بھی حاجت روائی کرتے ہیں،صحابہ کرام علیہم الرضوان مصیبت کے وقت نبی کریم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ اہل سنت کا وہابیوں سے اصل اختلاف یہ نہیں کہ یہ رفع یدین کیوں کرتے ہیں، اللہ عزوجل کے اولیاء سے مدد کیوں نہیں مانگتے وغیرہ۔ بلکہ ہمارا ان سے یہ جھگڑا ہے کہ بات بات پر بغیر دلیل جائز کاموں پر شرک کے فتوے لگانا جائز نہیں۔ ان کے مولویوں نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں، یہ صاف کہہ دیں کہ ہم ان کلمات کو گستاخی کہتے ہیں۔ ہمارے علماء نے جو بعضوں پر کفر کے فتوے لگائے ہیں وہ ان کی گستاخیوں کے سبب لگائے ہیں۔

## وہابیوں کا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ اور احادیث سے اختلاف

﴿ اہل حدیث نے کہا ہمیں جناب بریلوی کی اطاعت کا نہیں بلکہ کتاب وسنت کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ انہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عزیز تھا((ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ نبیہ)) میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔1

یہی ایک جرم تھا جو انہیں مقتل لے گیا ان پر فتووں کی بوچھاڑ ہوئی اور وہ کافر، زندیق، ملحد اور مرتد ٹھہرے! ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔2

﴿اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَلَا تَوَلَّوۡا عَنۡہُ وَاَنۡتُمۡ تَسۡمَعُوۡنَ﴾ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور ان کے فرامین سننے کے باوجود ان سے روگردانی نہ کرو۔3

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ﴾ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت کرو۔4

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ مگر بریلوی عقائد وافکار کے دلائل چونکہ کتاب وسنت سے مہیا نہیں ہوتے اور اہل حدیث صرف کتاب وسنت پر اکتفا کرتے ہیں اور لوگوں کو اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں چنانچہ بریلوی حضرات کو ان پر سخت غصہ تھا کہ یہ ان کے کاروبار زندگی کو خراب اور ان کی چمکتی ہوئی دکانوں کو ویران کر رہے ہیں۔ یہی قصور امام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھیوں کا تھا۔ بریلوی حضرات کے نزدیک دیوبندی بھی اسلام سے خارج ہیں۔ ان کا

قصور یہ تھا کہ وہ ان کے تراشے ہوئے قصے کہانیوں پر ایمان نہیں لائے اور جناب احمد رضا کی پیروی نہیں کی۔

ابن عبد الوہاب نجدی جس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لئے سفر جائز نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ گرا دینے کے لائق ہے، اس کا اور اس کے چیلوں کا عقیدہ ہے ''یہ میری لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ یہ سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فوت ہو گئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں اٹھایا جا سکتا وہ بہرے تھے جو گزر گئے۔'' وہ ابن عبد الوہاب نجدی کہ جس کے غلط عقائد کی وجہ سے اسے نجد سے نکال دیا گیا۔ وہ ابن عبد الوہاب نجدی کے جس کے متعلق علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی کہ یہ خارجی گروہ میں سے تھا، ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے چیلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو وہابی نہیں وہ مشرک ہے۔ اس بات کی صراحت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کے بزرگوں نے کی ہے چنانچہ ردالمحتار میں گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے ''اعتقدوا انھم ھم المسلمون و ان من خالف اعتقاد ھم مشرکون'' ترجمہ: ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے

(ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب البغاۃ، جلد4، صفحہ262، دار الفکر، بیروت)

ایسا عقیدہ رکھنے والا وہابیوں کا امام ہے اور ظہیر صاحب اسے قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہونے والا بتا رہے ہیں۔ خود وہابی جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں وہ کتنا احادیث پر عمل پیرا ہیں، اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:۔

## وہابیوں کے نزدیک متعہ جائز

☆ وہابی مولوی وحید الزماں حیدر آبادی ''نزل الابرار'' جلد 2 صفحہ 33 پر لکھتے ہیں "وکذلک بعض اصحابنا فی نکاح المتعۃ فجوزوھا لانہ کان ثابتا جائزا فی الشریعۃ" ترجمہ: اور اسی طرح ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک نکاح متعہ جائز ہے۔ اس لئے کہ متعہ شریعت میں جائز و ثابت تھا۔ جبکہ مسلم شریف کی حدیث پاک ہے جس میں متعہ کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام فرمایا ہے ((فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ تعالی قد حرم ذلک الی یوم القیامۃ فمن کان عندہ منھن شیء فلیخل سبیلہ ولا تأخذوا مما آتیتموھن شیئا)) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگوں میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور بے شک اب اللہ عزوجل نے اس کو قیامت تک کیلئے حرام فرما دیا ہے تو پس جس کے پاس ان عورتوں میں سے کوئی ہے تو اس کو چھوڑ دے اور جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ نہ لو۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ندب من رأی امرأۃ فوقعت فی نفسہ، جلد2، صفحہ1052، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

مسلم شریف میں ہے ((عن علی ابن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیۃ)) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ندب من رأی امرأۃ فوقعت فی نفسہ، جلد2، صفحہ1027، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

## وہابی شیعوں کے نقشِ قدم پر

احسان الٰہی ظہیر صاحب نے پوری کتاب میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اپنے مولویوں کا حال دیکھیں کہ انہوں نے متعہ کو جائز کہہ دیا پھر مولوی وحید الزماں نے نزل الابرار میں اہل حدیثوں کو شیعانِ علی کہا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل قرار دے دیا اور صحابہ کرام علیہم الرضون کے اجماع کو حجت نہ مانا۔ چنانچہ وہابیوں کے مولوی صدیق حسن بھوپالی نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قول کی حجیت کا انکار کیا اور وحید الزماں نے ''ہدیۃ المہدی'' جلد 1، صفحہ 96 میں کہا: ''یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ شیخین کی تفضیل ایک اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ علماء نے اسے اہلسنت و جماعت کی نشانیوں میں سے نشانی قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ہمیں اجماع کا دعویٰ ہی تسلیم نہیں۔'' جبکہ شیخین کا افضل ہونا اجماع صحابہ و امت کے ساتھ احادیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((ابوبکر وعمر خیر الاولین والاخرین وخیر اہل السمٰوٰت وخیر اہل الارضین الا النبیین والمرسلین)) ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے افضل ہیں سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل أبی بکر وعمر رضی اللہ عنہما، جلد11، صفحہ805، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت پر کثیر دلائل دیئے ہیں اور ایک رسالہ مطلع القمرین اسی موضوع پر لکھا ہے۔ آپ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں "الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو کافر" ترجمہ: رافضی اگر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ250، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## وہابیوں کے نزدیک مشت زنی جائز ہے

☆ نواب نور الحسن خان کتاب عرف الجادی، صفحہ 3 پر مشت زنی کو جائز ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''منقول ہے کہ صحابہ کرام بھی مشت زنی کر لیا کرتے تھے۔'' (العیاذ باللہ) جبکہ مشت زنی کرنا ناجائز ہے حدیث میں ہے ((ناكح اليد ملعون)) ترجمہ: مشت زنی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

(الاسرار المرفوعة في اخبار الموضوعة، صفحه257، دار الكتب العلميه، بيروت)

## وہابیوں کے نزدیک ساس سے زنا کرنے پر عورت حرام نہیں ہوتی

☆ وہابی مولوی وحید الزماں حیدر آبادی ''نزل الابرار'' جلد 2، صفحہ 28 میں لکھتے ہیں "و كذلك لو جامع ام امراته لاتحرم عليه امراته" ترجمہ: اسی طرح اگر کسی شخص نے ساس سے جماع کیا تو اس پر اس کی عورت حرام نہیں ہوتی۔ مزید وحید الزماں ''نزل الابرار'' جلد 2، صفحہ 21، میں لکھتے ہیں "فلو زنا بامراة تحل له امها و بنتها و كذلك لو زنا ابنه بامراة تحل لابيه و كذلك لوزنا ابوه بامراة فتحل لابنه " ترجمہ: اگر کسی نے عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس زانی کے لئے حلال ہے اور اسی طرح اگر کسی کے بیٹے نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تو وہ عورت اس زانی کے باپ کے لئے بھی حلال ہے اور اسی طرح اگر کسی کے باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو وہی عورت بیٹے کے لئے بھی حلال ہے۔ جبکہ حدیث پاک میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((من نظر إلى فرج امرأة بشهوة أو لمسها بشهوة وابنتها وحرمت عليه أمها وابنتها)) ترجمہ: جو عورت کی شرمگاہ کی طرف نظر کرے یا اسے شہوت سے چھوئے اس عورت کی ماں، بیٹی اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور اس عورت پر اس مرد کا باپ، بیٹا حرام ہو جاتا ہے۔

(الاختيار لتعليل المختار، كتاب النكاح، فصل في محرمات النكاح، جلد3، صفحه 88، مطبعة الحلبي، القاهرة)

صحابہ کرام، وتابعین، وائمہ کرام علیہم الرضوان کے اس مسئلہ پر کثیر دلائل موجود ہیں۔ البنایہ شرح ہدایہ میں ہے ((وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنه أنه قال إذا جامع الرجل المرأة أو قبلها أو لمسها بشهوة أو نظر إلى فرجها بشهوة حرمت على أبيه وابنه وحرمت عليه أمها وابنتها)) بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا اس کا بوسہ لے یا اسے شہوت سے چھوئے یا اس کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھے تو یہ عورت اس کے باپ اور بیٹے پر حرام ہو جائے گی اور اس عورت کی ماں اور بیٹی اس چھونے والے پر حرام ہو جائے گی۔

(البناية شرح الهداية، كتاب النكاح، مسته امرأة بشهوة هل تحرم عليه أمها وبنتها، جلد5، صفحه 37، دار الكتب العلميه، بيروت)

امام بخاری کے استاد محترم حضرت ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ المصنف میں روایت کرتے ہیں "عن ابن أبی نجیح، قال مجاهد:إذا مس الرجل فرج الأمة أو مس فرجه فرجها أو باشرهافإن ذلك يحرمها على أبيه، وعلى ابنه" ترجمہ: حضرت ابن ابی نجیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی لونڈی کی شرم گاہ کو چھوئے، یا اس کی شرمگاہ اُس کی شرمگاہ کو چھوئے یا یہ مباشرت کریں تو یہ لونڈی اس مرد کے باپ اور بیٹے پر حرام ہو جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب النکاح ،فی الرجل یجرد المرأۃ ویلتمسہا من لا تحل لابنہ جلد3، صفحہ480، مکتبۃ الرشد،الریاض)

## شریعتِ وہابیہ میں سگی نانی و دادی سے نکاح جائز

☆ کتاب التوحید والسنۃ، صفحہ 273 میں ہے کہ وہابیوں کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے سگی نانی دادی سے نکاح مباح اور جائز قرار دیا۔ جبکہ قرآن پاک میں ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں۔

(سورۃ النساء، سورت4، آیت23)

مرد پر اس کی ماں، نانی، پرنانی، دادی، پردادی اوپر تک حرام ہے، پھر اولاد کی اولاد سب حرام ہے۔ مختصر الوقایہ میں ہے "حرم على المرء اصله وفرعه" ترجمہ: مرد پر اس کے اصول و فروع حرام ہیں۔

(مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ، کتاب النکاح، صفحہ52، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فيشتمل الجدات من قبل الأب او الام وان علون اجماعا" ترجمہ: اس پر اجماع ہے کہ جدات میں باپ کی ماں، نانی اوپر تک اور ماں کی ماں، نانی اوپر تک شامل ہیں۔ (یعنی حرام ہے۔)

(تفسیر مظہری، فی تفسیر سورۃ النساء، سورت4، آیت 23، جلد2، صفحہ56، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

## وہابیوں کے نزدیک نماز میں قہقہہ لگانے سے نماز نہیں ٹوٹتی

☆ وہابی مولوی وحید الزماں نزل الابرار، جلد 1 صفحہ 19 میں لکھتا ہے "ولا ينقض (الوضوء) بالقهقهة ولو من مصل بالغ فی صلوة" ترجمہ: قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ بالغ اپنی نماز میں قہقہہ لگائے۔ جبکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((من قہقہ فی الصلاۃ قہقہۃ فعلیہ الوضوء والصلاۃ ... نے نماز میں قہقہہ لگایا وہ وضو دوبارہ کرے اور نماز لوٹائے۔

(کنز العمال، کتاب الصلوٰۃ، الفرع الأول فی المفسدات، جلد 7، صفحہ 818، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

## وہابیوں کے نزدیک رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے

☆ وہابیہ کے مقتدا انور حسین گرجا کھی ''قرۃ العینین'' صفحہ 29 میں لکھتے ہیں: ''رفع یدین سنت مؤکدہ ہے بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔'' جبکہ ترمذی شریف کی حدیث پاک صحیح ہے ((حدثنا هناد حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال عبد أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة قال وفي البا بن عازب قال أبو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن وبه يقول غير واحد من أهل العلم من صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان الثوري وأهل الكوفة)) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں اس طریقے کے مطابق نماز پڑھاؤں جس انداز سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی تو ایک ہی مرتبہ یعنی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے۔ ابو عیسیٰ امام ترمذی ارشاد فرماتے ہیں حدیث ابن مسعود حسن ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین، امام سفیان ثوری اور اہل کوفہ اسی کے قائل ہیں۔

(سنن ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ، جلد 2، صفحہ 40، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

ائمہ کرام کا اس مسئلہ میں مؤقف مختلف ہے کہ رفع یدین کرنا سنت ہے یا نہیں؟ لیکن وہابیوں کی شدت دیکھیں انہوں نے بغیر دلیل کے اسے واجب قرار دے دیا۔

## وہابیوں کے ہاں سنتِ مؤکدہ کے ترک پر مواخذہ نہیں

☆ فتاویٰ ثنائیہ، جلد 1، صفحہ 628 میں وہابی مولوی ثناء اللہ امرتسری سے سوال ہوا: کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا؟ جواب میں لکھا: ''سنتوں کی وضع رفع درجات کے لئے ہے ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا، ان شاء اللہ۔'' جبکہ حدیث پاک میں ارشاد نبوی علیہ السلام ہے (( فمن رغب عن سنتی فلیس منی)) جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔ (یعنی

اس کا میرے ساتھ تعلق نہیں ۔)

(صحیح بخاری ، کتاب النکاح ، باب الترغیب فی النکاح، جلد7، صفحہ2، دار طوق النجاۃ)

درمختار میں ہے "وحکمہ ما یوجر علی فعلہ ویلام علی ترکہ"ترجمہ: سنت مؤکدہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب پائے گا اور ترک پر ملامت کا مستحق ہوگا۔

اسی کے تحت شامی میں ہے " لکن فی التلویح ترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی وفی التحریر ان تارکھا یستوجب التضلیل واللوم والمراد الترک بلاعذر علی سبیل الاصرار" ترجمہ: تلویح میں ہے سنت مؤکدہ کا ترک حرام کے قریب ہے اور اس کا مرتکب شفاعت سے محرومی کا مستحق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ آپ نے فرمایا جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت نہ پائے گا۔ اور تحریر میں ہے کہ اس کا تارک گمراہی اور ملامت کا مستحق ہے اور یہاں ترک سے مراد بلاعذر اصرار کے ساتھ ترک کرنا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الطہارت، فی السنۃ وتعریفھا، جلد1، صفحہ104، دارالفکر، بیروت)

## وہابیوں کو آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ نہیں ہوگا

☆ وہابیہ کے قاضی عبدالاحد خانپوری نے ''الفیصلہ المجازیہ'' صفحہ 27 میں لکھا ہے:''آخرت میں دیدار باری تعالیٰ نہیں ہوگا۔'' جبکہ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے ((عن جریر بن عبد اللہ البجلی قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنظر إلی القمر لیلۃ البدر، فقال إنکم ستعرضون علی ربکم فترونہ کما ترون ھذا القمر لا تضامون فی رؤیتہ)) ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور رب تعالیٰ کو اسی طرح دیکھ سکو گے جیسے یہ چاند دیکھ رہے ہو یعنی اسے دیکھنے میں بالکل زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی۔

(جامع ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی رؤیۃ الرب تبارک وتعالی، جلد4، صفحہ687، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

## کوئی نہیں جانتا کہ آسمان پر ستارے کتنے ہیں؟

☆ وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' صفحہ 40 پر کہتا ہے:''جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس

میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ ملادے مثلاً فلا نے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔'' جبکہ حدیث سے ثابت ہے آپ نہ صرف ستاروں کی تعداد جانتے تھے بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان ستاروں کی برابر کس کی نیکیاں ہیں۔

## وہابیوں کا پاخانہ اور جماع کے دوران ذکر اللہ کو جائز کہنا

☆ وہابیوں کی ''فقہ محمدیہ، جلد 13، صفحہ 12 میں ہے: ''پاخانہ اور جماع کے وقت اللہ کا ذکر کرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔'' کیا مطلب؟ یہ بے ادبی ہے یا نہیں؟ یا وہابیوں کے نزدیک یہ مطلقا جائز ہے؟ احادیث وکتب فقہ سے واضح ہے کہ ایسے موقع پر ذکر اللہ کرنا بے ادبی ہے بلکہ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے ((عن أنس قال كان رسول الله صلى الله وسلم إذا دخل الخلاء نزع خاتمه)) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب پاخانے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے۔

(جامع ترمذی، ابواب اللباس، باب ما جاء فی لبس الخاتم فی الیمین، جلد4، صفحہ229، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی پر لکھا تھا ''محمد رسول اللہ''۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ بیت الخلاء میں ذکر کرنا تو دور کی بات ہے کوئی متبرک کلام بغیر چھپائے لے جانا بے ادبی ہے۔ بے ادبی بعض اوقات تو کفر تک لے جاتی ہے۔

## وہابیوں کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

☆ وہابیوں کی کتاب ''فیض الباری'' جلد 1، صفحہ 121 میں ہے: ''اگر کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کرے تو جائز بلا کراہت ہے۔'' بلکہ اب تو کئی وہابی کہتے ہیں کہ پیشاب کھڑے ہو کر ہی کرنا چاہئے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ بخاری شریف میں بیٹھ کر پیشاب کرنے والی کوئی حدیث نہیں۔ جبکہ یہ ضروری نہیں کہ اگر بیٹھ کر پیشاب کرنے والی روایت بخاری میں نہیں تو بیٹھ کر پیشاب کرنا نا جائز ہو جائے۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((یا عمر لا تبل قائما)) ترجمہ: اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔

(جامع ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب النہی عن البول قائما، جلد1، صفحہ17، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((من الجفاء ان یبول الرجل قائما)) صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالی عنہ'' ترجمہ: بے ادبی وبدتہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔ اسے بزار نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار، باب مانہی عنہ فی الصلوٰۃ، جلد1، صفحہ266، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

## حیض کی مدت

☆ ''ہدیۃ المہدی'' جلد3، صفحہ 50 میں ہے کہ وہابیوں کے مجتہد قاضی شوکانی نے حیض کی مدت کے متعلق کہا "لم یأت فی تقدیر اقلہ واکثرہ " ترجمہ: حیض کی کم اور زیادہ دنوں کی کوئی مدت نہیں۔ یہی بات رسالہ اہل حدیث امرتسر میں ہے۔ جبکہ المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے ((عن أبی أمامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: أقل الحیض ثلاث)) حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کم سے کم حیض کے دن تین ہیں۔

(المعجم الکبیر، عن أبی أمامۃ، جلد8، صفحہ129، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ)

## وہابیوں کے نزدیک ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں جائز

☆ وہابیوں کے مولوی نواب صدیق ''عرف الجادی'' صفحہ 115 میں کہتے ہیں "پس چنانکہ باید شاید منتہض از برائے استدلال برمنع زیادت براربع نشود وآیہ کریمہ ﴿ **فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع** ﴾ برمحاورۃ عرب عرباء و آءمہ لغت مفید جواز نکاح **دو دو** سہ سہ و چہار چہار نساء دریک بارست دوراں تعرضے از برائے مقدار عدد زنان نیست" ترجمہ: چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنے کی ممانعت پر دلیل نہیں اور آیہ کریمہ ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ یہ عرب اور آئمہ لغت کے محاورہ پر ہے۔ یہ دو دو تین تین اور چار چار عورتیں نکاح میں یکبارگی رکھنے کے جواز پر ہے۔ اس آیت میں عورتوں کی مقدار مقررہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔'' جبکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں رکھنا ناجائز ہے۔ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے ((الأسدی قال أسلمت وعندی ثمان نسوۃ، فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اختر منہن أربعا)) ترجمہ: حضرت اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسلام قبول کیا تو میری آٹھ بیویاں تھیں۔ میں نے جب اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان آٹھ میں سے چار کو اختیار کرلو۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب فی من أسلم وعندہ نساء أکثر من أربع أو أختان، جلد2، صفحہ272، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

## وہابیوں کے نزدیک پاخانہ کرتے وقت قبلہ کو منہ اور پیٹھ کرنا جائز

☆ آج کل وہابی بخاری بخاری کرتے ہیں لیکن ان کے اپنے کئی اعمال ایسے ہیں جو بخاری شریف کے خلاف ہیں چنانچہ ''فقہ محمدیہ'' صفحہ 10,11 میں ہے وہابیوں کے مولوی محمد ابوالحسن نے کہا: ''پاخانے کے وقت قبلہ کو منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی آڑ ہو تو۔ بعض کہتے ہیں کہ آڑ نہ بھی ہو تو جائز ہے۔'' جبکہ بخاری شریف کی حدیث پاک میں ہے((عن أبی أیوب الأنصاری أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إذا أتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولکن ش غ ربوا)) ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم بیت الخلاء میں آؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ (یہ مدینہ کے حساب سے ہے کہ مدینہ میں قبلہ کی سمت مغرب کی طرف نہیں ہے۔)

(صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قبلة أہل المدینة وأہل الشام والمشرق، جلد1، صفحہ88، دار طوق النجاۃ)

## وہابی شریعت کی اصل

☆ وہابی خود کو اہل حدیث صرف لوگوں کو اپنے فرقے میں لانے کے لئے کہتے ہیں ورنہ ان کے کئی اعمال صریح قرآن وحدیث کی خلاف ہیں جس کو آپ شروع سے ملاحظہ فرماتے آرہے ہیں۔ اس فرقے کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ چاروں اماموں میں سے جس کا قول آسان لگے لے لو تا کہ لوگ وہابی مسلک کو آسان سمجھتے ہوئے وہابی بن جائیں۔ اگر کسی امام کا قول آسان نہ ہو تو خود سے ہی کوئی قول کہہ دو چاہے احادیث کے خلاف ہو جیسے کسی حدیث میں نہیں آیا اور نہ کسی امام نے فرمایا ہے کہ مرغی کی قربانی جائز ہے جبکہ مقاصد الامامۃ، صفحہ 2,5 میں ہے کہ مولوی عبد الوہاب ملتانی کہتا ہے: ''مرغ کی قربانی جائز ہے۔ چار آٹھ آنے کا گوشت بازار سے خرید کر قربانی کے دنوں میں تقسیم کر دینا قربانی ہے۔'' ظاہر ہے ہر کوئی قربانی نہیں کرسکتا اس کے لئے وہابی مسلک آسان ہے۔ وہابیوں میں ایک اور رعایتی فتویٰ ہے کہ چوتھے دن قربانی جائز ہے اور گھوڑے کی قربانی بھی جائز ہے۔ بیس تراویح پڑھنا بظاہر مشکل ہے وہابی مسلک نے آسانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آٹھ تراویح بغیر کسی صریح دلیل کے کر دیں۔ امام بخاری سمیت چاروں ائمہ کرام اور کثیر احادیث سے ثابت ہے کہ ایک وقت میں اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تین ہی ہوتی ہے لیکن وہابیوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ایک طلاق کا فتویٰ دینا شروع کر دیا۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث پاک نقل کرتے ہیں((قال سهل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما فر

قال عویمر کذبت علیها یارسول اللہ ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامرہ حضرت اللہ کی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا اور میں بھی لوگوں کے ساتھ موجود تھا۔ پس جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوگئے تو حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب اگر میں اسے اپنے پاس رکھوں تو جھوٹا ہوں۔ لہٰذا انہوں نے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے ہی تین طلاقیں دیدیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، جلد7، صفحہ 42، دار طوق النجاۃ)

اس حدیث شریف سے پتہ چلا کہ حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ((عن سهل بن سعد فی هذا الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول اللہ صلی الله علیه وسلم فانفذ تعالی علیه وآله وسلم)) حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نافذ فرمادیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی اللعان، جلد2، صفحہ 274، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

آئینہ دکھانے کے لئے فقط اتنے ہی حوالے کافی ہیں ورنہ اس پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ خود کو اہل حدیث کہنے سے کوئی اہل حدیث نہیں ہوجاتا جبکہ عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہوں۔ منکرین حدیث خود کو اہل قرآن کہتے ہیں جبکہ منکرین حدیث ہونے کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہیں، خالی نام کیا فائدے دے گا؟ ہر سنی چاہے وہ حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی وہ یقیناً احادیث پر عمل پیرا ہونے والا ہے کہ حدیث کا مطلقاً انکار تو کفر ہے۔

## وہابیوں کا کہنا کہ حضور علیہ السلام بھی وہابی تھے

ابن عبدالوہاب نجدی کے ماننے والوں کو وہابی کہا جاتا تھا اور کئی سالوں تک وہابی خود کو فخریہ انداز میں وہابی کہتے رہے بلکہ فتاوی سلفیہ صفحہ 126 میں ہے کہ وہابیہ کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی لکھتے ہیں: ''آنحضرت فداہ ابی وامی سخت قسم کے وہابی تھے۔''

پھر جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے وہابی عقائد کو قرآن وحدیث کی روشنی میں باطل ثابت کیا اور

مسلمانوں میں ان کی گستاخیاں مشہور ہوگئیں اور مسلمان وہابی نام کو بہت برا سمجھنے لگے تو وہابیوں نے انگریز حکومت سے درخواست کی کہ ہمیں وہابی نہ کہا جائے، اہل حدیث کہا جائے۔ چونکہ وہابیوں نے انگریزوں کی بہت خدمت کی تھی اسلئے انگریزوں نے سرکاری طور پر لفظ اہل حدیث پاس کردیا۔ اس کے بعد سے وہابیوں نے خود کو اہل حدیث کہنا شروع کردیا، جبکہ کوئی بھی صحابی خود کو اہل حدیث نہیں کہتا تھا۔ صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام سب سے ثابت ہے کہ وہ خود کو اہل سنت کہتے تھے۔ وہابیوں نے لفظ اہل حدیث بھی لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے رکھا، اس لئے کہ پچھلے دور میں جید محدثین جیسے امام بخاری، امام احمد بن حنبل وغیرہ کو بطور اصطلاح اہل حدیث کہا جاتا تھا کہ ان کی احادیث پر بہت مہارت تھی جیسے فقہ پر مہارت رکھنے والے کو فقیہ کہا جاتا ہے۔ وہابیوں نے اس اصطلاح کو عقیدہ بنالیا اور لوگوں کو یہ کہنا شروع کردیا کہ ہم وہی اہل حدیث ہیں جو پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے۔ جبکہ ان وہابیوں کی حدیث دانی اور پچھلے بزرگوں کی احادیث میں مہارت میں بہت فرق ہے اور وہ بزرگ عقیدہ کے اعتبار سے سنی تھے۔ اس مسئلہ پر فقیر نے اپنی کتاب ''دین کس نے بگاڑا؟'' میں تفصیلی کلام کیا ہے۔

جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ وہابی کہنے کا تعلق ہے تو یہ سراسر بے ادبی ہے۔ خود وہابی مولوی سے اس کا جواب سن لیں۔ فتاوی علمائے حدیث، جلد 9، صفحہ 139 میں کسی نے سوال کیا: ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی وہابی کہتے ہیں۔ ایسا کہنا جائز ہے؟ جواب میں وہابی مولوی کہتا ہے: ''ایسے لوگ بہت بے وقوف ہیں۔''

## بریلوی علماء پر شعراء و ماہرینِ تعلیم کی تکفیر کا الزام

﴿ تمام وہ شعراء حضرات جنہوں نے معاشرے کو غیر اسلامی رواجات سے پاک کرنا چاہا، وہ بھی بریلوی حضرات کے نزدیک کفار و مرتدین قرار پائے۔ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ لوگوں کو یہ کیوں بتلاتے ہیں کہ خانقاہی نظام اور آستانوں پر ہونے والی خرافات و بدعات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ ماہرین تعلیم بھی کافر و مرتد قرار پائے کیونکہ وہ تعلیم کے ذریعے شرک و جہالت کی تاریکیوں کا مقابلہ کرتے اور معاشرے سے ہندوانہ رسموں کو ختم کرنے کے لیے آواز بلند کرتے تھے اور اس سے ان (بریلوی ملاؤں) کا کاروبار ختم ہوسکتا تھا۔ ﴾

یہاں ظہیر صاحب کی شائستہ زبان دیکھیں کہ کس طرح مطلقاً ہر رسم کو ہندوانہ رسم کہا جارہا ہے۔ پھر کون سے شعراء و ماہرین تعلیم کو علماء نے کافر و مرتد کہا نہ ان کا نام ہے اور نہ ان کا کوئی کلام پیش کیا ہے۔ بس ہوا میں الزام تراشیاں کی جارہی ہیں۔

## کیااعلیٰ حضرت نے عبدالباری فرنگی محلی کی تکفیر کی؟

﴿ اسی طرح تحریک آزادی کے ہیرو،مسلم سیاستدان،تحریک خلافت کے قائدین،انگریزوں کے خلاف بغاوت بلند کرنے والے اور جہاد کی دعوت دینے والے بھی بریلویوں کے فتوؤں اور دشمنی سے محفوظ نہ رہ سکے،کیونکہ وہ جناب بریلوی کے افکار سے متفق نہ تھے۔بریلوی حضرات کی تکفیری مشین گن کی زد سے شائد ہی کوئی شخص محفوظ رہ سکا ہو۔ہر وہ شخص ان کے نزدیک کافر ومرتد ٹھہرا،جس کا ذرا سا بھی ان سے اختلاف ہوا۔حتیٰ کہ بہت سے ایسے لوگ بھی ان کی تکفیر سے نہ بچ سکے،جو عقائد وافکار میں تو ان سے متفق تھے،مگر مخالفین کو کافر کہنے پر آمادہ نہ ہوئے۔جب کہ بریلوی حضرات کے نزدیک مخالفین کے کفر وارتداد میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔اس کا ذکر مفصل آرہا ہے! انہوں نے اپنے ایک ساتھی عبدالباری لکھنوی کو بھی کافر قرار دے دیا،کیونکہ انہوں نے بعض علماء کو کافر قرار دینے سے انکار کردیا تھا۔ 5

چنانچہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ''الطاری الداری لھفوات عبدالباری''۔ ﴾

تمہید ایسے باندھی کہ جیسے بریلوی علماء نے تمام مسلمانوں کو کافر کہا ہے اور آگے نام صرف ایک کا لکھا اور وہ بھی جھوٹ و بہتان کے ساتھ۔ہرگز امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے عبدالباری فرنگی محلی کو کافر ومرتد نہیں کہا اور نہ ہی ان سے اختلاف کی یہ وجہ تھی کہ انہوں نے بعض علماء کو کافر قرار دینے سے انکار کیا تھا۔اصل میں عبدالباری فرنگی محلی صاحب تحریک خلافت کے بہت اہم کارکن تھے اور وہ گاندھی کو مسجدوں میں لاتے،منبر رسول پر بٹھاتے تھے،ان کی جے بولتے تھے،انہوں نے گاندھی کو خلیفہ ثابت کرنے کے لئے یہاں تک کہہ دیا کہ اسلام میں خلیفہ ہونے کے لئے قریشی ہونا ضروری نہیں،پھر ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے یہ فتویٰ دے دیا کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی نہ کی جائے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں رَد کیا کہ یہ ٹھیک نہیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی مشرک کو مسلمانوں کا لیڈر بنانا جائز نہیں اور نہ کسی کافر کی تعظیم کرنا درست ہے۔آپ نے گائے کی قربانی کو ہندوستان میں لازم قرار دیا کہ یہ مسلمانوں کا شعار ہے۔آپ اپنے موقف پر کئی دلائل دینے کے ساتھ ساتھ مجدد الف ثانی کا قول نقل کرتے ہیں''ذبح بقرہ در ھندوستان از اعظم شعائر اسلام است''ترجمہ:ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا اسلام کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے۔

(مکتوبات امام ربانی،جلد1،صفحہ106،نولکشور،لکھنو)

آپ نے اپنے دلائل میں عبدالباری فرنگی محلی اور اس کے والد محترم کے فتاوی بھی نقل کئے کہ مولوی عبدالباری

صاحب کے والد ماجد مولانا عبدالوہاب صاحب کے فتوی میں ہے:''ان بلاد میں مسلمانوں کو گاؤکشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے۔''

(فتاوی محمد عبدالوہاب بحوالہ مجموعہ فتاوی، جلد2، صفحہ283، مطبع یوسفی، لکھنؤ)

خودمولوی عبدالباری صاحب کے رسالہ قربانی میں ہے:''رکاوٹ ڈالنے کی صورت میں گائے کی قربانی واجب ہوجاتی ہے۔''

(رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلی، صفحہ20)

اسی کے صفحہ میں ہے:''جب سے ہندوؤں کو اس کا خیال ہوا کہ گائے کی قربانی روکی جائے اس وقت سے مسلمانوں کو بھی اپنا حق قائم رکھنے اور اپنے مذہبی حکم جاری رکھنے کا خیال پیدا ہوگیا، حکم شریعت بھی ایسا ہی ہے کہ جب قربانی روکی جائے تو لازم ہے کہ ہم اس کو کریں۔''

(رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلی، صفحہ21، ماخوذ از فتاوی رضویہ)

عبدالباری صاحب کے اس نظریے کا رد کرتے ہوئے کہ غیر قریشی کا خلیفہ ہونا جائز ہے، اعلیٰ حضرت احادیث و مستند کتب سے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔صحیح مسلم وصحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((لایزال هذاالامر فی قریش مابقی من الناس اثنان)) خلافت ہمیشہ قریش کیلئے ہے جب تک دنیا میں دوآدمی بھی رہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الامراء من قریش، جلد9، صفحہ62، دار طوق النجاۃ)

شرح مقاصد میں ہے "اتفقت الامۃ علی اشتراط کونہ قرشیا خلافا للخوارج لنا السنۃ والاجماع اماالسنۃ فقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الائمۃ من قریش واماالاجماع فھو انہ لما قال الانصار یوم السقیفۃ منا امیرومنکم امیرمنعھم ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ بعدم کونھم من قریش ولم ینکرہ علیہ احد من الصحابۃ فکان اجماعا"ترجمہ:سوائے خارجیوں کے تمام امت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قریشی ہونا شرط ہے۔ہماری دلیل حدیث اور اجماع امت ہے۔حدیث تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہیں اور اجماع یوں کہ جب انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روز سقیفہ بنی ساعدہ نے مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے۔انہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے دعوی خلافت سے یوں باز رکھا کہ تم قریشی نہیں (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اس پر کسی صحابی نے انکار نہ کیا تو اجماع ہوگیا۔

(شرح المقاصد، الفصل الرابع فی الامامۃ، جلد2، صفحہ277، دارالمعارف النعمانیہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عبد الباری فرنگی محلی کے دادا صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''بالجملہ دربارہ خلافت ہر طبقے اور ہر مذہب کے علمائے اہلسنت ایسا ہی فرماتے آئے یہاں تک کہ اب دورِ آخر میں مولوی عبد الباری صاحب کے جد اعلیٰ حضرت ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافتِ صدیقی پر اجماع قطعی کے منعقد ہونے میں فرمایا "باقی ماند که سعد بن عباده از بیعت متخلف ماند میگویم که سعد بن عباده امارات خود می خواست وایں مخالف نص ست چه حضرت صلی اللہ تعالی علیه وسلم فرموده اند الائمة من قریش ائمه از قریش اند پس مخالفت او دراجماع قدح ندارد چه مخالفت مررائهاے صحابه نبود بلکه مخالفتِ اجماع واواعتبار ندارد" باقی رہا یہ کہ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی تو ہم کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اپنے لئے خلافت کے خواہشمند تھے ان کی یہ خواہش نص کے خلاف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے لہٰذا ان کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ یہ محض صحابہ کرام کی رائے کی مخالفت نہ تھی بلکہ اجماع کی مخالفت تھی جس کا اعتبار نہیں ہے۔

(شرح الفقه الاکبر لعبد العلی فرنگی محلی)

گاندھی کو کوئی مولوی رسول کہہ رہا تھا تو کوئی اس کے نعرے مار رہا تھا، عبد الباری فرنگی محلی نے یہ کہہ دیا کہ ''میں نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی۔'' مشرک گاندھی کی اسی اندھی محبت پر تنبیہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مشرکوں سے صراحۃً موالات کر رہے ہیں بلکہ ان کے غلام بن رہے ہیں، ان میں جذب ہو چکے، ان میں فنا ہو رہے ہیں، مشرک کے پس رو ہوئے، اسے اپنا رہنما بنالیا، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، ان کے سب سے بڑے عالم مولوی عبد الباری فرنگی محلی نے صاف صاف ان باتوں کا اقرار کیا اور صراحۃً لکھ دیا کہ میں نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی۔ قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائیں مجوس ہوں خواہ یہود ونصاریٰ ہوں، خواہ ہنود، اور سب سے بدتر مرتد ان ہنود، اور یہ مدعیان ترک موالات مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد 15، صفحہ 273، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان علماء کو جو گاندھی کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے تھے انکی توجہ شرعی احکام کی طرف دلائی کہ شریعت ان کے متعلق کیا کہتی ہے دیکھ لیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکام ائمہ کرام

دیکھیں: حتی کہ فتاوٰی ظہیر صاحبیہ واشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودرمختار وغیر ہا معتمدات اسفار میں ہے "لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفرلان تبجیل الکافر کفر "اگر ذمی کو تعظیما سلام کرے کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاوٰی امام ظہیر الدین واشباہ درمختار وغیر ہا میں ہے "لو قال لمجوسی یااستاذ تبجیلا کفر " اگر مجوسی کو بطور تعظیم ''اے استاذ'' کہا کافر ہو گیا۔

اور یہاں حربی مشرک کی یہ کچھ تعظیم یہ کچھ مسلمانوں پر اس کی رفعت وتقدیم ہو رہی ہے اور پھر کفر بالائے طاق ان کے جواز کو بھی ٹھیس نہیں لگتی، اس حرام قطعی کو حلال کی کھال پہنا کر فتوے اور رسالے لکھے جا رہے ہیں، مجوسی کو تعظیما زبان سے استاد کہہ دینے والا کافر ہو لیکن مشرک بت پرست کو اسٹیج پر کھڑے ہو کر کہنے والا کہ خدا نے ان (گاندھی) کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے۔ ٹھیٹ مسلمان بنا رہے ہیں سبق پڑھانے والا اور سبق بھی کسی دنیوی حرفت کا نہیں بلکہ صاف کہا کہ تمہارا فرض دینی یاد دلانے کو، تو استاذ نے علم دین بتایا اور علم دین بھی کسی مستحب وغیرہ کا نہیں بلکہ خاص فرض دینی کا معلم استاذ بنایا اور کسی کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل۔ پہلو میں دل اور دل میں اسلام کی قدر ہو تو وہ ان لفظوں کو دیکھے کہ ''خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 14، صفحہ 527، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ اصل صورت حال تھی، لیکن وہابی تحریف کی اس باب میں ابتداء دیکھیں کہ بات کو کسی اور رنگ میں پیش کر دیا۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں اعلیٰ حضرت کے شہزادے مفتی حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ہاتھوں پر اپنے ان افعال سے توبہ کر لی تھی چنانچہ فتاوٰی حامدیہ میں ہے: ''حضرت حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے چند مشہور علماء کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں عبد الباری صاحب اور ان کے متعلقین ومریدین نے زبردست استقبال کیا۔ جب مولانا عبد الباری صاحب نے حجۃ الاسلام سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: جب تک میرے والد گرامی کے فتوٰی پر عمل کرتے ہوئے آپ توبہ نہیں کر لیں گے، میں آپ سے نہیں مل سکتا۔ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ''صوت الایمان'' تھا، لہٰذا انہوں نے حق کو حق سمجھ کر کھلے دل سے توبہ کر لی اور یہ فرمایا: ''لاج رہے یا نہ رہے، میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے توبہ کر رہا ہوں، مجھ کو اس کے دربار میں جانا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔''

(فتاوی حامدیہ، صفحہ 56، شبیر برادرز، لاہور)

عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر علماء کرام جو تحریک خلافت کے اہم رکن تھے جیسے مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شوکت علی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے بھی بعد میں گاندھی کو چھوڑ دیا تھا اور انہوں نے خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں توبہ کرلی تھی۔ یہ پیچھے واضح کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آزادی چاہتے تھے لیکن ہندو مسلم اتحاد کے قائل نہ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھ دی تھی اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء و تلامذہ نے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی تھی۔

❁ جناب احمد رضا اور ان کے ساتھی اس جملے کو بار بار دہراتے ہیں: ''جس نے فلاں کے کفر میں شک کیا، وہ بھی کافر'' جواسے۔۔۔۔۔۔6 ❁

ظاہری بات ہے کہ کافر کے کفر میں شک کرنا کفر ہے جیسے آج کل وہابی بھی سلمان رشدی، مرزا قادیانی کو کافر و مرتد کہتے ہیں، اب وہابیوں سے پوچھیں کہ جو سلمان رشدی اور مرزا قادیانی کے متعلق سب کچھ جاننے کے باوجود اسے کافر نہ کہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

## عبدالحئی لکھنوی کے اعلیٰ حضرت کے متعلق تاثرات

❁ مشہور اسلامی کاتب مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ احمد رضا خاں صاحب کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''احمد رضا فقہی اور کلامی مسائل میں بہت متشدد تھے۔ بہت جلد کفر کا فتویٰ لگادیتے۔ تکفیر کا پرچم اٹھا کر مسلمانوں کو کافر قرار دینے کی ذمہ داری انہوں نے خوب نبھائی۔ بہت سے ان کے ساتھی بھی پیدا ہوگئے جو اس سلسلے میں ان کا ساتھ دیتے رہے۔ جناب احمد رضا ہر اصلاحی تحریک کے مخالف رہے۔ بہت سے رسالے بھی ان کی تکفیر کو ثابت کرنے کے لیے تحریر کیے۔ حرمین شریفین کے علماء سے ان کے خلاف فتوے بھی لیے۔ استفتاء میں ایسے عقائد ان کی طرف منسوب کیے جن سے وہ بری الذمہ تھے۔ امام محمد بن قاسم نانوتوی، علامہ رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے اور برملا ان کے کفر و ارتداد کے فتووں کا اظہار کرتے تھے۔ اپنی کتاب حسام الحرمین میں لکھتے ہیں: ''جو شخص ان کے کفر اور عذاب میں ذرا سا بھی شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔'' جناب احمد رضا ساری زندگی مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگانے میں مصروف و مشغول رہے۔ حتیٰ کہ کفر کے فتوے کو ایک معمولی امر تصور کیا جانے لگا اور ان کے اس عمل کی وجہ سے

ہندوستان کے مسلمان اختلاف وانتشار کاشکار ہوگئے ۔'' 7

عبدالحی لکھنوی دوشخصیات تھیں ایک سنی تھے اور ایک وہابی ۔ جوسنی تھے ان کی وفات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں 1304ھ میں ہوچکی تھی ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اِس فتویٰ میں مجھ سے صرف ایک شخص (مولوی عبدالحی لکھنوی ) نے اختلاف کیا جنہیں اکابر علماء میں شمار کیا جاتا ہے ۔ مجھے ان کے اختلاف کی اطلاع ان کی وفات کے بعد اس وقت ہوئی جب کچھ مختصر اوراق اُن کے فتاویٰ کے نام سے چھپے ۔ اگر ان کی حیات میں ان سے اس مسئلہ پر میرا تبادلہ خیال ہوتا تو امید تھی کہ وہ اپنے فتویٰ سے رجوع کرلیتے ۔ کیونکہ ان کی عادت تھی کہ اگر انہیں سمجھایا جاتا اور بات ان کی سمجھ میں آجاتی تو وہ اپنے موقف سے رجوع کرلیا کرتے تھے، لہٰذا ہم اس مسئلہ کوقدرے تفصیل اور وضاحت سے بیان کرتے ہیں تاکہ حق کوقبول کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہے ۔''

(کرنسی نوٹ کے شرعی احکام، صفحہ114، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

وہابی عبدالحی لکھنوی کی وفات اعلیٰ حضرت کے بعد 1341ھ کوہوئی ہے ۔ ظہیر صاحب نے جس لکھنوی کا کلام نقل کیا ہے وہ وہابی ہے اور وہابی کا کلام ہم پر حجت نہیں، ان کی تو عادت ہی الزام تراشی ہے ۔ باقی یہاں جولکھنوی صاحب نے کہا کہ اعلیٰ حضرت نے حسام الحرمین میں خود سے عبارتیں قاسم نانوتوی، تھانوی وغیرہ کی طرف منسوب کرکے مکہ، مدینہ کے علماء سے کفر کے فتوے لئے تھے، یہ بالکل جھوٹ و بہتان ہے ۔ ان مولویوں کی کفریہ عبارات آج تک ان کی کتابوں میں موجود ہیں اور ان کے بعد میں آنے والے پیروکار بھی ان عبارتوں کے منکر نہیں بلکہ ان عبارتوں کی باطل تاویلیں پیش کرتے ہیں ۔ آجکل کے دیوبندی وہابی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہمارے بڑوں نے اپنے عقائد جب علمائے حرمین شریفین کو بتائے تو انہوں نے کہا ہم سے غلطی ہوگئی، آپ کے عقائد بالکل درست ہیں ۔ جبکہ صحیح حقیقت یہ ہے کہ دیوبندی مولوی خلیل احمد نے ان کفریہ عبارات کا ذکر کئے بغیر اپنے عقائد کوپیش کیا اور ان کے سوالات میں وہ جوابات دیئے جو اہل سنت والجماعت کے ہیں ۔ یہ صاف جھوٹ وتحریف تھی کہ اصل مسئلہ تو ان عبارتوں کا تھا جن میں گستاخیاں تھیں ۔ ان عبارات کوپیش ہی نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف بیان دے کر اپنا عقیدہ صحیح ثابت کروانے کی کوشش کی گئی ۔ اپنے مذہب کے لوگوں کوبھی آج تک اسی غلط فہمی میں مبتلا کیا ہوا ہے ۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک قادیانی کسی دوسرے ملک کے عالم سے جو عالم ان کے عقائد سے واقف نہیں یوں کہے کہ ہم اللہ عزوجل کو ایک مانتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوآخری نبی مانتے ہیں، کیا ہم مسلمان ہیں اور عالم اس بات سے بے خبر رہے کہ قادیانی خاتم النبیین کے کیا باطل معنی مراد لیتے ہیں اور یہ کہہ دے کہ آپ مسلمان ہیں ۔

وہابی لکھنوی صاحب کا کہنا کہ "جناب احمد رضا ساری زندگی مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگانے میں مصروف و مشغول رہے، حتیٰ کہ کفر کے فتوے کو ایک معمولی امر تصور کیا جانے لگا اور ان کے اس عمل کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اختلاف و انتشار کا شکار ہو گئے۔'' بہت بڑا بہتان ہے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ کفر کے فتویٰ کو معمولی امر سمجھا جانے لگا یا شرک کے فتوے کو۔ اہل سنت کفر کے فتوے لگاتے ہیں یا ہر نجدی وہابی شرک شرک کے فتوے لگاتا ہے۔ کس فرقے نے شروع سے لے کر اب تک انتشار پھیلایا ہوا ہے سب جانتے ہیں۔ وہابی مولوی کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس میں امت مسلمہ کو مشرک نہ ثابت کیا گیا ہو۔

## وہابی شروع سے ہی صحابہ وائمہ کرام کو اپنے سے کم علم سمجھتے تھے

﴾ تکفیر مسلمین میں جناب بریلوی تنہا نہیں تھے بلکہ ان کے متبعین نے بھی مسلمانوں کو کفار و مرتدین کے اس زمرے میں شامل کرنے کے لیے چوٹی کا زور صرف کیا۔ اہل حدیث کا اس کے علاوہ کیا جرم تھا کہ وہ عوام کو شرک و بدعت سے اجتناب کی تلقین کرتے اور اختلاف کے وقت کتاب و سنت ہی سے ہدایت و راہنمائی حاصل کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ اگر تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اس کے حل کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔8

اسی طرح اہل حدیث کی دعوت ہے کہ امت محمدیہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی اطاعت و اتباع فرض نہیں۔۔۔۔۔۔ خواہ کتنا بڑا ولی، محدث اور امام ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث میں ہے: "جب تک تم کتاب و سنت کی اطاعت کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔''9 ﴿

وہابی اور ان کے بڑے خارجی شروع ہی سے خود کو قرآن و حدیث کا عامل اور صحابہ وائمہ کو اپنے سے کم علم سمجھتے آئے ہیں، جس طرح موجودہ وہابی امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ان کو فقط پندرہ سولہ حدیثیں یاد تھیں، صوفیاء کرام کو جاہل سمجھتے ہیں، اسی طرح خارجی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے کم علم سمجھتے تھے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ تلبیس ابلیس میں فرماتے ہیں "وكانت الخوارج تتعبد إلا أن اعتقادهم أنهم أعلم من علي بن أبي طالب كرم الله وجهه وهذا مرض صعب" ترجمہ: خارجی لوگ بہت عبادت کیا کرتے تھے مگر ان کی احمقانہ سوچ یہ تھی کہ وہ لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر عالم ہیں اور یہ اعتقاد ان کا سخت مہلک مرض تھا۔

(تلبیس ابلیس، الباب الخامس، ذکر تلبیس ابلیس علی الخوارج، صفحہ 82، دار الفکر، بیروت)

حدیث پاک میں یہ ضرور آیا ہے کہ: ''جب تک تم کتاب وسنت کی اطاعت کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔'' یہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہوں گے وہ صحیح راہ پر ہوں گے بلکہ خارجیوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ صراط مستقیم کا دعویٰ کرنے والے ہوں گے لیکن بے دین ہوں گے چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((سیخرج قوم یتکلمون بالحق یخرجون من الحق کما یخرج السہم من الرمیۃ)) قوم نکلے گی جو حق والی باتیں کرے گی لیکن یہ حق ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، حق سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

(السنۃ لعبداللہ بن احمد، ج2، صفحہ 628، دار ابن القیم، الدمام)

## دین میں زیادتی سے کیا مراد ہے؟

﴿ اہل حدیث نے پاک وہند میں ہندوانہ رسم ورواج کو اسلامی تہذیب کا حصہ بننے سے روکا اور بدعات وخرافات کا کھل کر مقابلہ کیا انہوں نے کہا کہ دین اسلام کے مکمل ہو جانے کے بعد اب کسی نئی چیز کی ضرورت نہیں رہی ﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی﴾ یعنی دین اسلام عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی مکمل ہو چکا تھا۔ دین میں کسی نئے مسئلے کی ایجاد بدعت ہے اور بدعت کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ((من احدث فی امرنا ھذا فھو رد)) وفی روایۃ ((فشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ)) جو دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے، اسے رد کر دیا جائے۔ ایک روایت میں ہے سب سے بری چیز دین میں نئی ایجادات ہیں۔ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ 11

نیکی اور ثواب کے تمام کاموں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہونے والی رسوم و رواج اور بدعات دین اسلام کا حصہ نہیں، انہیں مسترد کر دیا جائے۔ اہل حدیث علماء نے اسی بات کی طرف دعوت دی۔ بریلوی حضرات نے اس دعوت کو اپنے عقائد و نظریات کے منافی سمجھا۔ کیونکہ اس دعوت میں ان کے میلے، عرس و میلاد، تیجے و چالیسویں، قوالی اور گانے بجانے، رقص وسرور کی محفلیں اور شکم پروری وخواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے ایجاد کی جانے والی دوسری بدعات خطرے میں پڑ جاتی تھیں چنانچہ انہوں نے علمائے اہل حدیث کو اپنا بدترین دشمن سمجھا اور ان کے خلاف تکفیر بازی کی مہم شروع کر دی۔ ﴾

یہی ہم کہتے ہیں کہ ثواب اور گناہ قرآن وحدیث میں آ گیا ہے جس طرح بغیر دلیل کسی کام کو ثواب نہیں کہا جا سکتا اسی طرح کسی فعل کو گناہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا ایک ٹانگ پر کھڑا ہونا جائز ہے اگر کوئی کہے نہیں ثواب ہے، فرض وواجب ہے تو یہ دین میں زیادتی کرنا ہے کہ شرع میں اسے ثواب یا فرض وواجب نہیں کہا گیا۔ اسی طرح قرآن پڑھنا نیکی ہے اب ختم وغیرہ میں پڑھنا بھی ثواب رہے گا، اگر کوئی وہابی کہے نہیں یہ ناجائز ہے تو وہ بھی دین میں زیادتی کر رہا ہے کہ ایک عمل کو شرع نے ثواب کہا اور یہ منہ اٹھا کر اسے ناجائز کہہ رہا ہے۔ عرس، میلاد، چالیسواں میں اگر قرآن خوانی، ذکر اذکار، الغرض ہر وہ کام ہو جس کو شریعت نے ثواب کہا ہے تو یہ ضرور جائز ومستحب ہے۔ ناچ گانا شریعت میں گناہ ہے اب یہ میلوں، قوالیوں میں ہوگا تو گناہ ہی ہوگا۔ اب بھی اگر کسی وہابی کو سمجھ نہیں آ رہی تو یوں سمجھیں کہ موجودہ وہابیوں نے کشمیری جہاد کے نام پر چندہ کھانے (جیسا کہ قرائن سے ثابت ہے) کے لئے مخصوص ناموں کی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں۔ اپنے الگ جھنڈے بنائے ہوئے ہیں۔ اب ان سے کوئی کہے کہ یہ تنظیموں کے نام، یہ مخصوص رنگ کے جھنڈے صحابہ سے ثابت نہیں؟ تو وہابی فورا کہیں گے یہ تو پہچان کے طور پر ہیں اصل تو جہاد ہی ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ چالیسواں، دسواں، قل فقط پہچان ہیں اصل قرآن وذکر اذکار کرنا ہے جو شرع میں ثواب ہے۔

آخر میں وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی کی ہمارے مؤقف پر تائید ملاحظہ ہو کہ انہوں نے بزرگان دین کے نئے نئے وظائف کو جائز کہا چنانچہ صراط مستقیم میں لکھتے ہیں "اشغال مناسبہ ہر وقت وریاضات ملائمہ ہر قرن جداجدا می باشند ولہٰذا محققاں ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دیدوقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود" ترجمہ: وقت کے مناسب وظائف اور ہر زمانہ کے لائق ریاضتیں جدا جدا ہیں لہٰذا ہر زمانہ کے محققین نے ہر سلسلہ کے اکابرین سے نئے وظائف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، اس بنا پر میں نے مصلحت دیکھی کہ وقت کا تقاضا ہے کہ اس کتاب کا ایک باب نئے وظائف واعمال میں جو اس وقت کے مناسب ہوں، کے لئے معین کروں۔

(صراط مستقیم، قبیل باب اول، صفحہ 7، مکتبہ سلفیہ، لاہور)

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انہیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ سے ثابت نہ تابعین سے ثابت، نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے

امید وصول الی اللہ رکھنی، کس نے جائز کی؟ اس پر یہ کیوں نہیں کہا گیا کہ دین مکمل ہو گیا ہے؟ یہ کیوں نہیں کہا گیا کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے؟

**حوالہ جات (البریلویہ)**

1 مشکوۃ شریف

2 (2 تا 4 قرآنی آیات)

5 مصحح دماغ مجنون، ص 14، مطبوعہ بریلی

6 اس کا ذکر آگے مفصلاً آئے گا۔

7 نزہۃ الخواطر، از امام عبدالحی لکھنوی، ج 8، ص 39

8 سورۃ النساء، آیت 59

9 مشکوۃ المصابیح

11 مشکوۃ المصابیح

# فصل : وھابی مولویوں کی گستاخیاں

## شاہ اسماعیل دہلوی کے باطل عقائد

﴿ اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے وہابی تحریک کے سرخیل شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو نشانہ بنایا کیونکہ شرک وبدعت کے خلاف کھلم کھلا اعلان جنگ کرنے والے وہ سب سے پہلے شخص تھے۔وہ توحید وسنت کا پرچم لے کر نکلے اور کفر وبدعت کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کرتے چلے گئے۔انہوں نے جب دیکھا کہ ہندووانہ عقائد اسلامی تہذیب کا حصہ بن رہے ہیں، حدود اللہ معطل ہو چکی ہیں، اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جارہا ہے اور جاہل صوفیاء غلط نظریات کا پرچار کررہے ہیں، وہ کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح اسلامی دعوت کا جھنڈا لے کر اٹھے اور انگریزوں کے خلاف عملی جہاد کے ساتھ ساتھ شرک وبدعت کے طوفان کا بھی مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اتر آئے۔انہوں نے جب اپنی کتاب تقویۃ الایمان (12) میں لوگوں کو توحید کے عقیدے کی طرف دعوت دی، غیر اللہ سے فریادرسی جیسے عقائد کو باطل ثابت کیا اور تقلید وجمود اور مذہبی تعصب کی بھی بیخ کنی کی۔ ﴾

اسماعیل وہ پہلا ہندوستانی وہابی ہے جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی تحریک چلائی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ودیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ خود خدائے تعالیٰ جل وعلا شانہ کی توہین کی۔انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چوہڑے چمار اور عاجز وناکارہ لوگوں سے تمثیل دی۔اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات میں عیب وآلائش کا آجانا جائز رکھا اور کہا رب تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال آنا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتایا وغیرہ۔اس وقت سے لے کر آج تک علمائے اہل سنت اس کے غلط عقائد کا قرآن وحدیث کی روشنی میں ردّ کرتے آئے ہیں۔جس شاہ اسماعیل دہلوی کو اتنا عظیم بنا کر پیش کیا اس کی تعلیمات ملاحظہ ہوں:۔

☆ اسماعیل دہلوی اپنے رسالہ یکروزی میں کہتا ہے کہ اللہ عزوجل جھوٹ بول سکتا ہے چنانچہ یکروزی کے صفحہ 17 پر ہے ''لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں برملائک و انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والالازم آید کہ قدرت انسانی ازید ازقدرت ربانی باشد ''ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے مذکور کذب کو ہم محال نہیں مانتے کیونکہ واقع کے خلاف کوئی قضیہ وخبر بنانا اور اس کو فرشتوں اور انبیاء پر القاء کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہوجائے۔

جبکہ اہل سنت کے نزدیک جھوٹ ایک عیب ہے اور اللہ عزوجل ہر عیب سے پاک ہے۔مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں''الکذب علیه تعالٰی محال ''ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ محال ہے۔

(منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر،الصفات الفعلیہ صفحہ23،مصطفی البابی،مصر)

خود شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عقیدے کی نفی فرمائی اور فتح العزیز میں فرماتے ہیں"خبر اوتعالی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصانے ست عظیم که هرگز بصفات اوراه نمی یابد در حق اوتعالی که مبراز جمیع عیوب ونقائص ست خلاف خبر مطلقا نقصان ست"ترجمہ:اللہ تعالیٰ کی خبر ازلی ہے،کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے۔لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا۔اللہ تعالیٰ کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے۔اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔

(فتح العزیز (تفسیر عزیزی)،تحت آیہ فلن یخلف اللہ عہدہ،پ1لم،صفحہ307،دارالکتب لال کنواں،دہلی)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کوئی اور پیدا نہیں ہوسکتا،آپ کا مثل ہونا محال ہے جبکہ اسماعیل دہلوی کا عقیدہ ہے کہ آپ کا مثل پیدا ہوسکتا ہے۔یکروزی کے صفحہ 17 پر کہتا ہے "بعد اخبار ممکن ست که ایشان را فراموش گردانیده شود پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصی از نصوص نگردد وسلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست"ترجمہ:خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھلا دے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم مثل ثابت کرنا ہرگز نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب نہیں اور قرآن پاک کے نازل کرنے کے بعد اس کا سلب ہوجانا ممکن ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرتے ہوئے صراط مستقیم،صفحہ 86 میں لکھا ہے:''زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال بہتر ہے اور اپنی ہمت کو شیخ اور ان جیسے معظم لوگوں خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں،کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی گنا بدتر ہے۔کیونکہ ان کا خیال تعظیم اور اجلال کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں چپک جاتا ہے،بخلاف گدھے اور گائے کے خیال میں نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ ہی تعظیم بلکہ ان کا خیال بے تعظیم اور حقیر ہوتا ہے اور یہ غیر کی تعظیم واجلال نماز میں ملحوظ ومقصود ہو تو شرک کی طرف کھینچ لیتی ہے۔''

اس پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''یہ صراحۃً حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو فحش گالی دینا ہے اور ان کی شان میں ادنٰی گستاخی کفر، جس کی مبارک مقدس منور تفصیل شفا شریف اور اس کی شرح میں ہے۔ للہ انصاف! بدر جہاں بدتر گناہ درکنار اگر تمہارا بیٹا یا نوکر یا غلام تمہاری کسی شے کو گدھے یا کتے سے صرف تشبیہ ہی دے کہ تمہاری فلاں بات گدھے کی سی ہے، فلاں چیز کتے سے ملتی ہے تو کیا اس نے تمہیں گالی نہ دی؟ کیا تمہارے ساتھ شدید گستاخی نہ کی؟ ذرا اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھو تو جانو کہ اس ملعون قول نے مسلمانوں کے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلی دشنام دے کر ان کے دلوں پر کیسا زخم عظیم پہنچایا ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ (اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔)''

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ249، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام غزالی اور دیگر علمائے اسلاف نے فرمایا کہ نماز میں جب التحیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور رکھو کہ انہیں سلام کر رہا ہوں۔ احیاء العلوم میں ہے "احضر فی قلبك النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته "ترجمہ: التحیات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت پاک کا تصور باندھ اور عرض کر السلام علیک ایہا النبی ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الصلوٰۃ، بیان تفصیل ماینبغی ان یحضر القلب الخ، جلد1، صفحہ169، دار المعرفہ بیروت)

جس تقویۃ الایمان کو وہابی توحید کی دعوت کہہ رہے ہیں اس کتاب کی گستاخیاں ملاحظہ ہوں:۔

☆ تقویۃ الایمان کی توحید یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو نہ مانو چنانچہ صفحہ 5 اور 12 میں لکھا ہے: ''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ اوروں کا ماننا محض خبط ہے۔''

☆ صفحہ 14 پر ہے: ''غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہئے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔''

حاشا اللہ! اللہ عزوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں کھلم کھلا اقرار کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو علم حاصل کر لے چاہے جاہل رہے۔ اہل سنت کے مذہب میں ازلاً ابداً ہر بات کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وہ کسی کے ارادہ واختیار سے نہ اس کا حاصل ہونا یا زائل ہو جانا کسی کے قابو واقتدار میں۔

☆ تقویۃ الایمان کے صفحہ 13 پر ہے: ''ہمارا خالق جب اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہئے اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں

رکھتا اور کسی چوڑھے چمار کا کیا ذکر۔''

☆ صفحہ 10 پر ہے: ''جس نے اللہ کا حق مخلوق کو دیا تو بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل کو دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر، اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔''

☆ صفحہ 20 پر ہے: ''ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہ پہنچا سکتے۔ محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے۔''

☆ صفحہ 38 پر ہے: ''سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔''

یہاں کتنے واضح الفاظ میں انبیاء و اولیاء کو معاذ اللہ ناکارہ، کمتر کہا جا رہا ہے اور گستاخانہ تشبیہات دی جا رہی ہیں۔ یہی اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرفات کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں "مقامت ولایت بل سائر خدمات مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا همه از عهد کرامت مهد حضرت مرتضی تا انقراض دنیا همه بواسطه ایشان ست ودر سلطنت سلاطین وامارتِ امرا همت ایشان رادخلے ست که برسیاحین عالم ملکوت مخفی نیست" ترجمہ: مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات مثل قطبیت، غوثیت و ابدالیت وغیرہ سب رہتی دنیا تک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے واسطے سے ملتے ہیں اور بادشاہوں کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں بھی آنجناب کی ہمت کا دخل ہے، یہ سیاحان عالم ملکوت پر پوشیدہ نہیں۔

(صراط مستقیم، باب دوم، فصل اول، صفحہ 58، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

کتنا ظلم ہے کہ وہ شخص جس نے مسلمانوں کو مشرک کہا، اللہ عزوجل اور انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کیں، اس کو توحید کا علمبردار کہا جا رہا ہے اور جس امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس گندے عقائد کا قرآن وحدیث کی روشنی میں رد کیا، اسے متشدد، انگریزوں کا ایجنٹ کہا جا رہا ہے۔ اہل سنت مظلوم ہیں کہ انہی کے علماء کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، انہی کے اجتماعات پر بم دھماکے ہوتے ہیں، اہل سنت کے علماء کو شہید کیا جاتا ہے۔ محکمہ اوقاف اور یونیورسٹیوں میں بدمذہب بڑے عہدوں پر فائز ہو کر اپنے عقیدے کے لوگوں کو بھرتی کرتے ہیں اور اپنا مذہب پھیلاتے ہیں، تعلیمی نصاب میں اپنے مولویوں کی جھوٹی شان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ یہ صریح ناانصافی ہے جس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اللہ عزوجل ایسے جھوٹ وفریب سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ آمین۔

## اسماعیل دہلوی کے جہاد کی اصل حقیقت

﴿ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ انگریزوں اور سکھوں کے خلاف جہاد میں مشغول رہے اور درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ذریعے بھی مسلمانوں کو توحید کا سبق دیتے رہے۔ دن کو جہاد کرتے، راتوں کو قیام کرتے۔ یوں مسلسل محنت اور جد وجہد سے شرک وبدعت کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ راہِ حق میں شہادت پا گئے۔ وہ اس آیت کا مصداق تھے ﴿اِنَّ اللّٰـهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ . . . . فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُـقْتَلُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کا مال خرید لیا ہے اور اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت لکھ دی ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور کافروں کو قتل کرتے کرتے خود بھی شہید ہو جاتے ہیں۔13 ﴾

جہاں تک شاہ اسماعیل کے کفار سے جہاد کا تعلق ہے تو وہ بھی تاریخی جھوٹ ہے۔ وہابی خود اعتراف کرتے آئے ہیں کہ اسماعیل دہلوی نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا، انگریزوں کے ساتھ نہیں۔ لیکن ظہیر صاحب نے یہ سوچتے ہوئے انگریزوں سے جہاد کا لکھ دیا کہ کون پوچھنے والا ہے؟ جبکہ اسماعیل دہلوی انگریزوں کے رکھوالے تھے۔ اسماعیل دہلوی سے کسی نے دورانِ تقریر انگریزوں سے جہاد کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: '' ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔''

(حیات طیبہ صفحہ 294، مکتبہ فاروقی، دہلی)

اس حوالے سے تو صاف انگریزوں سے جہاد کی نفی ہوگئی اور انگریزوں پر جاں نثاری کا ثبوت واضح ہے۔ وہابیوں کا دعویٰ کرنا کہ اسماعیل دہلوی نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا، یہ بھی بے معنی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو سکھوں کے ساتھ جہاد کا کیا فائدہ تھا؟ اس وقت ہندوستان پر قبضہ انگریزوں کا تھا سکھوں کا نہیں۔ درحقیقت سکھوں سے انگریزوں کو خطرہ تھا اور اسماعیل دہلوی انگریزوں کی سپورٹ پر سکھوں سے لڑ رہے تھے۔ وہابی خود اسماعیل کی حیات میں لکھتے ہیں: ''سید صاحب کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا، وہ اس وقت آزاد عمل داری کو اپنی ہی عمل داری سمجھتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ سرکار انگریز اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ ملتی، مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔''

(حیات سید احمد شہید صفحہ 293)

وہابی دیو بندی حضرات سید احمد کو تحریکِ آزادی کی بنیادی تحریک چلانے والا مردِ مجاہد بنا کر پیش کرتے ہیں لیکن ارواحِ ثلاثہ میں کچھ اس طرح ہے: ''سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔''

(ارواحِ ثلاثہ صفحہ 159,160)

اسماعیل دہلوی بالاکوٹ میں سکھوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ پٹھان مسلمانوں کے ہاتھوں مرے تھے۔ اس پر کئی تحقیقات ہو چکی ہیں۔ ضلع ہزارہ کے مشہور مؤرخ نے اپنی کتاب تاریخ ہزارہ میں اور دوسرے مؤرخین نے مولوی اسماعیل کا قتل مسلمانوں کے ہاتھ سے ہونا تحریر کیا ہے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ جرگہ یوسف زئی کے پٹھان جو کہ سکھوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے اور مولوی اسماعیل کے حامی ہو چکے تھے۔ ان کے خاندانوں میں رواج تھا کہ یہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی دیر سے کرتے تھے۔ مولوی اسماعیل نے خلیفہ سید احمد کو اس امر کی اطلاع دی تو خلیفہ صاحب نے ان پٹھانوں پر شرعی حکومت کا زور دے کر ان کی لڑکیوں میں سے بیس لڑکیاں اپنے پنجابی ہمراہیوں سے بیاہ لیں اور کچھ پٹھانوں کو راضی کر کے دو لڑکیوں کا نکاح خود کر لیا۔ اس معاملہ سے تمام یوسف زئی جرگہ میں مولوی اسماعیل اور سید احمد کے متعلق نفرت پھیل گئی اور ان لوگوں نے سید احمد کی بیعت توڑ دی اور اپنی لڑکیاں واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ مولوی اسماعیل وغیرہ نے انکار کیا اور سید احمد صاحب اور مولوی اسماعیل نے ان پٹھانوں پر کفر کا فتویٰ صادر کر کے ان سے جہاد کرنا فرض قرار دے دیا۔ ادھر پٹھانوں نے تنظیم قائم کر لی۔ ادھر پنجابیوں نے مقابلہ کیا۔ بالآخر پٹھان غالب ہوتے نظر آئے۔ تو ایک روز خود مولوی اسماعیل پٹھانوں سے مقابلے کے لئے نکلا، ایک یوسف زئی پٹھان نے ایسی گولی ماری کہ سب سے اول اسماعیل ہی کا خاتمہ کر دیا اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سب پنجابی بھاگ گئے اور پٹھان کامیاب ہو گئے۔

(تاریخ ہزارہ، انوار آفتاب صداقت، صفحہ 519، فریاد المسلمین، صفحہ 17، ماخوذ از دیوبندی مذہب، صفحہ 102، ضیاء القرآن، لاہور)

مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان سے لڑ کر مرنے والا وہابیوں کی تاریخ میں شہید اعظم ہے۔

## نذیر حسین دہلوی کے نظریات

﴿ شاہ شہید رحمہ اللہ علیہ کے بعد انہوں نے ان کی دعوت کے جانشین سید امام نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کو تکفیری مہم کا نشانہ بنایا۔ ﴾

یہاں خود اعتراف کر لیا گیا ہے کہ نذیر حسین دہلوی اسماعیل دہلوی کے جانشین تھے۔ اب آپ سمجھ جائیں کہ ان کے عقائد و نظریات کیا ہوں گے؟ ظاہری بات ہے وہی ہوں گے جو اسماعیل دہلوی کے تھے۔

ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے حدیث کی نشر و اشاعت میں اس وقت موجود پوری دنیا کے علماء سے زیادہ کردار ادا کیا۔ ان کے شاگردوں نے دنیا بھر میں علوم حدیث کے احیاء کے لیے مسلسل محنت کی اور درس تدریس میں مصروف رہے۔ اسی بناء پر مصری مفکر رشید رضا نے لکھا ہے: ''اگر ہمارے ہندوستانی اہلحدیث بھائی حدیث کے علوم کا اہتمام نہ کرتے تو شاید ان علوم کا بہت سے علاقوں میں وجود ختم ہو جاتا۔'' 14

کیونکہ: ''بہت سے مقلدین حدیث کی کتابوں کا سوائے تبرک کے کوئی فائدہ نہیں سمجھتے تھے۔'' 15

نذیر حسین دہلوی کے مناقب میں دلیل بھی لائے تو اپنے ہی وہابی مولوی کی۔ پھر تعریف کرتے ہوئے ہندوستان کے کثیر علمائے حدیث کے متعلق ثابت کر دیا کہ انہوں نے حدیث پر کوئی خاص کام نہیں کیا تھا، جبکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ وغیرہ بالاتفاق ماہر حدیث تھے اور ان کا علوم حدیث پر بہت کام ہے۔ یہ نذیر حسین دہلوی پہلے حنفی تھے۔ انہوں نے یہاں تک کہا تھا: ''جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے وہ چھوٹا رافضی یعنی شیعہ ہے۔''

(تاریخ اہل حدیث، صفحہ 73، از ابراہیم سیالکوٹی)

پھر ایسے وہابی ہوئے کہ ائمہ کرام وجید فقہائے کرام کو کسی کھاتے میں نہیں لاتے تھے۔ انہوں نے ایک کتاب معیار الحق لکھی جس میں انہوں نے تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل پڑھنا، تہائی رات سے زیادہ عبادت میں جاگنا بدعت مذمہ قرار دیا اور ائمہ کرام کی تقلید کو بدعت مذمومہ اور مخالف طریق اسلام قرار دیا اور ائمہ کرام کو مثل احبار و رہبان یعنی علمائے یہود و عیسائی بنایا اور حنفی، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا ﴿اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ: انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا خدا بنا لیا۔ پھر تقلید شخصی کو شرک قرار دے کر تمام مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا چنانچہ لکھتے ہیں: ''آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں۔''

(معیار الحق، بحث تلفیق، صفحہ 183، مکتبہ نذیریہ، چناب بلاک اقبال ٹاؤن لاہور)

شروع سے لے کر اب تک لاکھوں محدثین وفقہائے کرام آئے ہیں جو چاروں اماموں میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کرتے تھے۔ ان ہستیوں میں وہ بزرگ بھی شامل ہیں جن کے وہابی اپنے کتابوں میں حوالے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہابیوں کے اپنے پیشوا جیسے مجدد الف ثانی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ، حنفی سنی تھے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کی ہوس نے اپنے پیشواؤں کو بھی مشرک کہہ دیا۔ مجدد الف ثانی تقلید شخصی پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''امام محمد شیبانی گفته کان رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم یشیر و یصنع کما یصنع النبی

علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام ثم قال ھذا قولی و قول ابی حنیفۃرضی اللّٰہ تعالی عنھما از روایات نوادر ست نہ روایات اصول وفی المحیط اختلف المشائخ فیہ منھم من قال لایشیر ومنھم من قال یشیر وقد قیل سنۃ وقیل مستحب والصحیح حرام، ہر گاہ درروایات معتبرحرمت اشارت واقع شدہ باشد بر کراھت اشارت فتوٰی دادہ باشند مامقلدان رانمیر سد کہ بمقتضائی احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمائیم مرتکب ایں امراز حنفیہ یا علمائے مجتہدین راعلم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نمی نماید یا انگارد کہ اینھا بمقتضائے ارائے خود برخلاف احادیث حکم کردہ اند ہر دوشق فاسد ست تجویز نکند آنرا مگر سفیہ یا معاند، ظاھر اصول اصحاب ما عدم اشارت ست سنت علمائے ما تقدم شدہ ''ترجمہ: امام محمد شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جومنقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشارہ کیا کرتے تھے اورامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح کرتے جس طرح حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے اور پھر انھوں نے فرمایا یہی میرا اورامام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے، یہ نقل نا درروایات میں سے ہے کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔بعض نے فرمایا اشارہ نہ کرے اوربعض نے فرمایا اشارہ کرے اور اس کوسنت بھی کہاہےبعض نے مستحب کہا ہے اورصحیح یہ ہے کہ حرام ہے۔ ہرگاہ کہ معتبر روایات میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہے اوراشارہ کی کراہت پرفتوٰی دیا گیا ہے۔ہم مقلدین حضرات کو یہ حق نہیں کہ احادیث کے مقتضٰی پرعمل کریں اوراشارہ کرنے کی جرأت کریں، اس چیز کےمرتکب کوچاہئے کہ احناف یا مجتہدین کومعروف احادیث سے اشارہ کے جواز کا اثبات کرے یاپھر واضح کرے کہ وہ اپنی رائے سے احادیث کےخلاف حکم کررہے ہیں۔جبکہ دونوں شقیں فاسد ہیں، ان کو بیوقوف یا معاند کےبغیر کوئی بھی جائزنہیں کریگا، ہمارےاصحاب کاظاہراصول اشارہ کرنا ہےپس عدم اشارہ ہی ہمارےمتقدمین علماء کی سنت ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب بمیر محمد نعمان، جلد1، صفحہ449، نولکشور، لکھنؤ)

کتنے واضح انداز میں مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خودکومقلد کہا اوراپنے فقہ حنفی پرکاربند رہنے کی تاکید کی۔لیکن کیا خبرتھی کہ بعد میں آنے والے وہابی جوان کواپنا پیشوا کہیں گےوہ انہیں مشرک ثابت کریں گے۔وہابی یہ ہتھیاربہت استعمال کرتے ہیں کہ مقلدین حدیث کےمقابل اپنے امام کاقول لیتے ہیں۔جبکہ ایساہرگزنہیں وہ مسلمان ہی نہیں جوحدیث کونہ مانے۔بلکہ مقلدین ایک حدیث پراس وجہ سےعمل نہیں کرتے کہ ان کےامام نے دوسری قوی حدیث کو اپنا مذہب بنایا ہوتا ہے۔گویا مقلدین کرتےحدیث ہی پرعمل ہیں لیکن یہ عمل امام کی پیروی میں ہورہاہوتا ہے۔جسے وہابی لوگوں کو بےوقوف بنانے کے لئے

کہہ رہے ہوتے ہیں کہ حدیث کے مقابل امام کی پیروی کی جارہی ہے۔

نذیر حسین کے علاوہ بھی کثیر وہابیوں نے تقلید کو شرک اور کسی ایک امام کو تقلید کرنے والے کو شرک قرار دیا ہے۔اب آپ خود نذیر حسین اور دیگر وہابی مولویوں کے متعلق فیصلہ کرلیں کہ کیا مسلمانوں کو امام کی تقلید کرنے پر مشرک کہنا درست ہے؟ جبکہ حدیث پاک میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((ایما رجل اوقال لاخیہ کافر فقد باء بھا احد مسلم) ان کان کما قال والا رجعت علیہ)) حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے جسے کہا اگر وہ حقیقت میں کافر تھا تو خیر ورنہ یہ لفظ کہنے والا پر پلٹ آئے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیہ المسلم یا کافر، جلد1، صفحہ79، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے ''کذلک یا مشرك ونحوہ ''ترجمہ: اسی طرح کسی کو شرک یا اس کے مثل کوئی لفظ کہنا کہ جسے کہا وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہوگیا۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ النوع الرابع، جلد2، صفحہ236، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

اگر یہ شرک ہے تو اس کا مطلب ہوا شروع سے لے آج تک تمام مقلد مسلمان مشرک رہے جن میں شیوخ الحدیث، فقہائے کرام بھی شامل ہیں اور یہ مٹھی بھر وہابی فقط مسلمان ہیں۔یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو خود کو ہدایت پر سمجھے اور مسلمانوں کو گمراہ سمجھے وہ خود گمراہ ہے۔مسلم شریف کی حدیث پاک ہے ((عن أبی ہریرۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: إذا قال الرجل ہلک الناس فہو أہلکہم)) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کہے لوگ ہلاک ہوگئے وہ خود زیادہ ہلاکت پر ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النہی عن قول ہلک الناس، جلد4، صفحہ2024، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

شفاء شریف میں ہے ''نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ'' ترجمہ: جو شخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کے گمراہ ٹھہرنے کی راہ نکلتی ہو ہم بالیقین اسے کافر کہتے ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی بیان ما ھو من المقالات، جلد2، صفحہ610، دار الفیحاء، عمان)

احناف کا مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے سے قائل خود کافر نہیں ہوتا۔البتہ فقہاء کرام کی ایک تعداد کے نزدیک کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔لہٰذا نذیر حسین دہلوی کی تکفیر تقلید کو شرک کہنے پر نہیں ہوئی بلکہ اس وقت ہوئی جب انہوں نے کئی کفریہ عبارات پر اپنی تصدیق کی۔انکی یہ تصدیقات آج بھی موجود ہیں۔

## شاہ اسماعیل دہلوی کی 70 کفریہ عبارات

﴿ جناب بریلوی نے شاہ شہید اور سید نذیر حسین علیہما الرحمہ کو کافر قرار دیا۔ شاہ شہید علیہ الرحمہ کی تکفیر کے لئے انہوں نے ایک مستقل رسالہ ''الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات الوھابیہ'' تحریر کیا۔ اس کی ایک عبارت ملاحظہ ہو: ''اے سرکش منافقو اور فاسقو! تمہارا بڑا (شاہ اسماعیل شہید) یہ گمان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف عام انسانوں سے بھی کم ہے، رسول اللہ سے بغض وعداوت تمہارے منہ سے ظاہر ہوگئی، جو تمہارے سینوں میں ہے، وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ تم پر شیطان غالب آچکا ہے۔ اس نے تمہیں خدا کی یاد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بھلادی ہے۔ قرآن میں تمہاری ذلت ورسوائی بیان ہوچکی ہے۔ تمہاری کتاب تقویۃ الایمان اصل میں تفویت الایمان ہے یعنی وہ ایمان کو ضائع کردینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کفر سے غافل نہیں۔'' 16

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''وہابیہ اور ان کے پیشوا (شاہ اسماعیل) پر بوجوہ کثیر قطعاً یقیناً کفر لازم اور حسب تصریحات فقہائے کرام ان پر حکم کفر ثابت وقائم ہے۔ اور بظاہر ان کا کلمہ پڑھنا ان کو نفع نہیں پہنچا سکتا اور کافر ہونے سے نہیں بچا سکتا۔ اور ان کے پیشوا نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں اپنے اور اپنے سب پیروؤں کے کھلم کھلا کافر ہونے کا صاف اقرار کیا ہے۔'' 17

اب ذرا ان کے کافر ہونے کا سبب بھی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں: ''اسماعیل دہلوی کہتا ہے کہ ایک شخص کی تقلید پر جمے رہنا باوجودیکہ اس کے کہ اپنے امام کے خلاف صریح احادیث موجود ہوں درست نہیں ہے۔ اس کا یہ کہنا اس کی کفریات میں سے ہے۔'' 18

یعنی امام اسماعیل شہید رحمہ اللہ اس لیے کافر ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ صریح احادیث کے مقابلے میں کسی کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ ان کی کفریہ باتوں میں سے ہے۔ لکھتے ہیں: ''نہیں کافر کہنا فقہا واجب ہے۔'' ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کے ستر 70 کفریات نقل کیے، ان ستر کفریات میں ایک کفریہ نقل کیا کہ اسماعیل دہلوی تقلید کو شرک کہتا ہے اور بدلیل حدیث واقوال فقہاء کسی کو کافر ومشرک کہنا خود کفر ہے۔ ظہیر صاحب نے 69 کفریات کو چھوڑ کر صرف ایک بات کو تحریف کے ساتھ پیش کیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس وجہ سے ان کی تکفیر کی۔ یہ ہے وہابیوں کی ایمانداری۔ آئیے چند عبارتیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آپ کو پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''بلاشبہہ وہابیہ

مذکورین اور ان کے پیشوائے مسطور پر بوجوہ کثیر قطعاً یقیناً کفر لازم اور حسب تصریحات جماہیر فقہائے کرام اصحاب فتاوٰی اکابر واعلام رحمہم اللہ الملک المنعام ان پر حکم کفر ثابت وقائم اور بظاہر ان کا کلمہ پڑھنا اس حکم کا نافی اور ان کو نافع نہیں ہوسکتا۔ آدمی فقط زبان سے کلمہ پڑھے یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جبکہ اس کا قول یا فعل اس کے دعوے کا مکذب ہوگیا۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے کلمہ پڑھے بلکہ نماز وروزہ حج زکوٰۃ بھی ادا کرے باینہمہ خدا اور رسول کی باتیں جھٹلائے یا خدا اور رسول وقرآن کی جناب میں گستاخیاں کرے یا زنار باندھے، بت کے لئے سجدے میں گرے، تو وہ مسلمان قرار پا سکتایا عادت کے طور پر وہ کلمہ پڑھنا اس کے کام آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم ابھی حاشیہ خطبہ میں یہ مضمون آیات قرآنیہ سے ثابت کرچکے۔ درمختار مطبع ہاشمی، ص 318 "لو اتی بهما علی وجه العادة لم ينفعه مالم يتبرأ" اگر عادت کے طور پر کلمہ پڑھا تو نفع نہ دے گا جب تک اپنی اس کفری بات سے توبہ نہ کرے۔

امام الوہابیہ کا خود اپنے اقرار سے کافر ہونا نیز سب وہابیہ کا اپنے امام کی تصریح سے کافر ٹھہرنا:۔ ان کے مذہبی عقیدوں اور ان کے پیشوائے مذہب کی کتابوں میں بکثرت کلمات کفریہ ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار، اور ان کے پیشوا نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں (جسے یہ لوگ معاذ اللہ کتاب آسمانی کی مثل جانتے اور اپنے مذہب کی مقدس کتاب مانتے ہیں۔) اپنے اور اپنے سب پیرووں کے کھلم کھلا کافر ہونے کا صاف اقرار کیا ہے۔ میں پہلے ان کا وہ اقراری کفر نقل کروں پھر بطور نمونہ صرف ستر 70 کفریات ان کے اور لکھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ختم دنیا کا حال ارشاد فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعزی کی پھر پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھا لے گی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ اٹھا لیا جائے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور ہوجائے گی۔

تقویۃ الایمان مطبع فاروقی دہلی 1293ھ، ص 44 پر یہ حدیث بحوالہ مشکوٰۃ نقل کی اور خود اس کا ترجمہ کیا کہ ''پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی، سو جان نکال لے گی جن کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانہ بھر ایمان، سو رہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ سو پھر جائیں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔''

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بھی صراحۃً ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ہوا خروج دجال لعین ونزول عیسٰی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آئے گی۔ تقویۃ الایمان میں حدیث کے یہ الفاظ بھی خود ہی نقل کئے اور اس کا ترجمہ کیا ص 45 ''نکلے گا

دجال سو بھیجے گا اللہ عیسیٰ بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو، پھر تباہ کردے گا اس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ ٹھنڈی شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر مار ڈالے گی اس کو۔

باایں ہمہ حدیث مذکور لکھ کر اسی صفحہ پر صاف لکھ دیا: "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔"

اب نہ خروج دجال کی حاجت رہی نہ نزول عیسیٰ کی ضرورت بلکہ ان کے نصیبوں کے لئے وہ ہوا بھی چل گئی، تمام مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کے لئے ختم دنیا کی حدیث صاف صاف اپنے زمانہ موجودہ پر جمادی اور کچھ پروانہ کی کہ جب یہ وہی زمانہ ہے جس کی اس حدیث نے خبر دی اور وہ ہوا چل چکی اور جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان تھا مر گیا، اب تمام دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے ہیں تو یہ شخص خود اور اس کے سارے پیرو کیا دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستے ہیں؟ یہ خود اپنے اقرار سے ٹھیٹ کافر پکے بت پرست ہیں، یہ خود ان کا اقراری کفر تھا۔ اب گنئے کہ علمائے کرام فقہائے عظام کی صریح تصریحوں سے ان پر کتنی وجہ سے کفر لازم:۔

کفریہ 1۔ یہی اقرار کفر کہ جو اپنے کفر کا اقرار کرے وہ پکا کافر ہے۔ نوازل فقیہ ابواللیث، پھر خلاصہ، پھر تکملہ لسان الحکام مطبوعہ مصر ص 57 "رجل قال انا ملحد یکفر" جو اپنے الحاد کا اقرار کرے وہ کافر ہے۔

اشباہ فن ثانی کتاب السیر باب الردۃ "قیل لھا انت کافرۃ فقالت انا کافرۃ کفرت" کسی نے کہا تو کافرہ ہے، کہا میں کافرہ ہوں، وہ کافرہ ہوگئی۔

فتاوٰی عالمگیری، مطبع مصر 1310ھ، جلد 2، ص 279 "مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ماعلمت انه کفر لایعذر بھذا" ایک مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے کافر ہوجائے گا اور اگر کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ اس میں مجھ پر کفر عائد ہوگا تو یہ عذر نہ سنا جائے۔

کفریہ 2۔ اسی قول میں تمام امت کو کافر مانا، یہ خود کفر ہے۔ شفاء شریف امام قاضی عیاض، ص 362 وص 363 "نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة" جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے۔

کفریہ 3۔ تقویۃ الایمان ص 20: "غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجئے، یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔" یہاں اللہ سبحنہ کے علم کو لازم وضروری نہ جانا اور معاذ اللہ اس کا جہل ممکن مانا کہ غیب کا دریافت کرنا اسی کے اختیار

میں ہے چاہے دریافت کرلے چاہے جاہل رہے۔یہ صریح کلمہ کفر ہے۔عالمگیری، ج2،ص 258 "یکفر اذا وصف اللّٰه تعالی بما لایلیق به اونسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص " جوشخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جواس کے لائق نہیں یااسے جہل یاعجز یاکسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

بحرالرائق،مطبع مصر،ج5،ص129،بزازیہ،مطبع مصر،ج3،ص323،جامع الفصولین،مطبع مصر،ج2،ص298 "لووصف اللّٰه تعالی بما لا یلیق به کفر "اگر اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کہی جواس کے لائق نہیں کافر ہوگیا۔

کفریہ 4۔''جب چاہے دریافت کرنے'' کا صاف یہ مطلب کہ ابھی تک دریافت ہوانہیں ہاں اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کرلےتو علم الٰہی قدیم نہ ہوااور یہ کھلا کفر ہے۔عالمگیری، ج2،ص262 ''لو قال علم خدائے قدیم نیست یکفر کذا فی التتار خانیة ''جوعلم خداکوقدیم نہ مانے وہ کافر ہےایسا ہی تا رتا رخانیہ میں ہے۔

کفریہ 5۔:ایضاح الحق،مطبع فاروقی دہلی 1297ھ،ص35,36(میں اسماعیل دہلوی کہتا ہے )"تنزیه او تعالی از زمان ومکان وجهة واثبات رؤیت بلاجهت ومحاذات (الی قوله) همه از قبیل بدعات حقیقیه است اگر صاحب آں اعتقادات مذکوره را از جنس عقائد دینیه مے شمارد " اللہ تعالیٰ کوزمان ومکان اور جہت سے پاک قرار دینا اوراس کا دیدار بلاجہت وکیف ثابت کرنا (آگے یوں کہا) یہ تمام امور ازقبیل بدعت حقیقیہ ہیں اگر کوئی شخص ان مذکورہ اعتقادات کودینی اعتقادشمار کرے۔

اس میں صاف تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کوزمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اوراس کا دیدار بلاکیف ماننا بدعت وضلالت ہے، اس میں اس نے تمام ائمہ کرام وپیشوایان مذہب اسلام کوبدعتی وگمراہ بتایا۔شاہ عبدالعزیز صاحب،تحفہ اثناعشریہ مطبوعہ کلکتہ 1343ھ،ص255 میں فرماتے ہیں"عقیده سیزدهم :آنکه حق تعالی رامکان نیست واُوراجهتے از فوق وتحت متصور نیست وهمینست مذهب اهل سنت وجماعت " تیرھواں عقیدہ:یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اورفوق وتحت کی جہت متصورنہیں ہےاوریہی اہل سنت وجماعت کامذہب ہے۔

بحرالرائق،ج5،ص129،عالمگیری،ج2،ص259 "یکفر باثبات المکان للّٰه تعالی " اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے آدمی کافرہوجاتا ہے۔

فتاوی قاضی خاں فخر المطابع،ج4،ص43"رجل قال خدائے بر آسمان میداند که من چیزے ندارم یکون

کفرا لان اللہ تعالی منزہ عن المکان " کسی نے کہا کہ خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ کافر ہو گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔

خلاصہ، کتاب الفاظ الکفر فصل 2 جنس 2 "لو قال مرد بان بنه وبرآسمان برآئی وباخدائی جنگ کن یکفر لانه اثبت المکان للہ تعالی " اگر کوئی یوں کہے کہ سیڑھی لگاؤ اور آسمان پر جا کر خدا سے جنگ کرو، تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان مانا۔

کفریہ 6۔ رسالہ یکروزی، مطبع فاروقی، ص 144 (میں اسماعیل دہلوی کہتا ہے) "بعد اخبار ممکن ست کہ ایشان رافراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصی از نصوص نگردد وسلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست " خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھلا دے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم مثل ثابت کرنا ہرگز نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب نہیں اور قرآن پاک کے نازل کرنے کے بعد اس کا سلب ہو جانا ممکن ہے۔

اہل حق نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں حضور کا شریک وہمسر محال ہے اور بعض علماء اس پر دلیل لائے تھے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا، اگر حضور کا مثل بمعنی مذکور ممکن ہو تو معاذ اللہ کذب الٰہی لازم آئے۔ اس کے جواب میں شخص مذکور نے وہ کفری بول بولا کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن مجید دلوں سے بھلا کر ایسا کرے تو کس نص کی تکذیب ہوگی۔ یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہو جانے میں تو حرج نہیں حرج اس میں ہے کہ بندے اس کے جھوٹ پر مطلع ہوں اگر انہیں بھلا کر اپنی بات جھوٹی کر دے تو تکذیب کہاں سے آئیگی کہ اب کسی کو وہ نص یاد ہی نہیں جو جھوٹ ہو جانا بتائے غرض سارا ڈر بندوں کا ہے جب ان کی مت ماردی پھر پروا کیا "**تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا**" ظالموں کی باتوں سے اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے۔

شفاء شریف، ص 361 "من دان بالو حدانیة وصحة النبوة و نبوة نبینا صلی اللہ تعالی علیه و سلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا به ادعی فی ذلك المصلحة بزعمه اولم یدعها فهو کافر باجماع " جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، (پہلے نبیوں کی) نبوت کی حقانیت اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باینہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا

کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کا کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا اللہ عزوجل کا کذب جائز ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر مرتد نہ ہوگا؟ اس مسئلے میں شخص مذکور اور اس کا کاسہ لیسوں کے اقوال سخت ہولناک وبیباک وناپاک ہیں جن کی تفصیل وتشریح اور ان کے ردبلیغ کی تنقیح ہماری کتاب ''سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح'' سے روشن۔

کفریہ 6۔یکروزی، مطبع فاروقی، ص144 (میں اسماعیل دہلوی کہتا ہے)''لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں برملئك و انبیاء خارج از قدرت الهیه نیست والالازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد'' اللہ تعالیٰ کے لئے مذکور جھوٹ کو ہم محال نہیں مانتے کیونکہ واقع کے خلاف کوئی قضیہ وخبر بنانا اور اس کو فرشتوں اور انبیاء پر القاء کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو جائے۔

اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کرسکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا پینا، سونا، پاخانا پھرنا، پیشاب کرنا، چلنا، ڈوبنا، مرنا، سب کچھ داخل۔لہذا اس قول خبیث کے کفریات حد شمار سے خارج۔۔۔۔''

(فتاوی رضویہ جلد15، صفحہ176۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اسی طرح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کے کل ستر کفریات لکھے اور اس کا قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں ردّ بلیغ کیا۔ظہیر صاحب نے جھوٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سب کفریات کو صرف نظر کردیا اور ایک بات کو پیش کردیا۔ پھر مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے بھی تحریف کردی۔عبارت میں تقلید کو شرک کہا گیا تھا مترجم صاحب نے شرک کا لفظ ذکر ہی نہیں کیا اور اس کی جگہ لکھ دیا ''درست نہیں''اصل عبارت اسماعیل دہلوی کی یہ ہے''لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولة عن النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم الصریحة الدالة علی خلاف قول امام المقلد فان لم یترك قول امامه ففیه شائبة من الشرك ''ترجمہ:میں کیسے جانوں کہ ایک شخص کی تقلید کو لئے رہنا کیونکر حلال ہوگا جبکہ اپنے امام کے خلاف مذہب پر صریح حدیثیں پاسکے اس پر بھی امام کا قول نہ چھوڑے تو اس میں شرک کا میل ہے۔

مترجم صاحب نے عبارت میں لفظ شرک اس لئے نہیں لکھا کہ وہابی اس کتاب میں یہ ثابت کررہے ہیں کہ امام احمد

رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن مسلمانوں پر تکفیر کے فتوے لگاتے ہیں، اگر ہم بھی صحیح عبارتیں پیش کرنا شروع کر دیں گے جن میں بات بات پر شرک کہا گیا ہے تو اپنا گندہ منصوبہ کیسے کامیاب ہوگا؟ لوگ الٹا وہابیوں سے بدظن ہوں گے کہ بات بات پر شرک کی فتوے تو تم لوگ لگاتے ہو۔

پھر ہم نے پیچھے کہا کہ کوئی مسلمان صحیح حدیث کو چھوڑ کر امام کے قول پر کاربند نہیں ہوتا، وہ امام کی دلیل دوسری حدیث پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔ وہابی آج تک کوئی ایسی دلیل نہیں پیش کر سکے کہ حنفیوں نے بغیر دلیل امام کے قول پر عمل کیا ہو اور صحیح حدیث کو یہ کہہ کر چھوڑا ہو کہ ہم امام کے آگے حدیث کو نہیں مانتے۔ ایسا کہنا تو ویسے ہی ناجائز وحرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔

## اسمٰعیل دہلوی کے متعلق علمائے اہل سنت کے فتاوٰی

﴿ واضح ہو کہ وہابیہ منسوب ابن عبدالوہاب نجدی ہیں۔ ابن عبدالوہاب ان کا معلم اول تھا۔ اس نے کتاب التوحید لکھی ''تقویۃ الایمان'' اس کا ترجمہ ہے۔ ان کا پیشوا نجدی تھا۔ اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام ناہنجار پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم ہے اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر ہیں۔19

ایک اور جگہ کہتے ہیں: ''اسماعیل دہلوی کافر محض تھا۔''20

ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ اسماعیل دہلوی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ تو جواب دیا: ''میرا عقیدہ ہے، وہ مثل یزید کے ہے۔ اگر اسے کوئی کافر کہے تو اسے روکا نہ جائے۔''21 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حسام الحرمین سے پہلے مولوی مفتی غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہابی مولویوں کی گستاخانہ عبارتوں پر کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا اور اس کی تصدیق مکہ مدینہ کے علمائے کرام نے کی تھی۔ پھر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر برصغیر کے جید علمائے اسلام نے اسماعیل دہلوی پر کفر کے فتوے لگائے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسماعیل دہلوی کی کفریہ عبارتوں کا رد کیا۔ پھر آپ ہی کے دور میں یہ افواہ پھیلی کہ اسماعیل دہلوی نے اپنے ان عقائد سے توبہ کر لی تھی، تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احتیاطاً اس کی تکفیر نہیں کی۔ لیکن چونکہ آپ سے قبل علمائے کرام نے اسماعیل دہلوی کی اس کی کفریہ عبارتوں کے سبب تکفیر کی تھی، اس لئے آپ نے ان علماء کی نفی نہیں فرمائی۔

## تقویۃ الایمان کی عبارات کے تحت کئی وہابی پیشوا مشرک ٹھہرے

مزید: ''اسماعیل دہلوی سرکش، طاغی، شیطان لعین کا بندہ داغی تھا۔''22

نیز: ''امام الوہابیہ یہودی خیالات کا آدمی ہے۔''23

ان کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''تقویۃ الایمان ایمان کو برباد کر دینے والا وہابیہ کا جھوٹا قرآن ہے۔''24

نیز: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جدید قرآن تقویۃ الایمان کو جہنم پہنچایا۔''25

اس پر بھی مستزاد: ''تقویۃ الایمان وغیرہ سب کفری قول، نجس بول و براز ہیں۔ جو ایسا نہ جانے، زندیق ہے۔26

اس کتاب کا پڑھنا زنا اور شراب نوشی سے بھی بدتر ہے۔27

بالکل ٹھیک فرمایا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے، تقویۃ الایمان برصغیر میں فتنہ فساد و فرقہ واریت پھیلانے والی پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب کی گستاخانہ عبارات اس کتاب میں جگہ جگہ پیش کی گئی ہیں چند مزید عبارتیں ملاحظہ ہوں:۔

☆ تقویۃ الایمان کے صفحہ 7 میں ہے: ''روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کر دینا اقبال و ادبار دینا، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے، سو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔''

یہاں اسماعیل دہلوی نے اس نظریہ کو بھی شرک کہہ دیا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام مدد کرتے ہیں۔ جبکہ احادیث اور کثیر علمائے اسلاف سے ثابت ہے کہ اللہ عزوجل کی عطا سے اولیاء حاجت روائی کرتے ہیں چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ)) ترجمہ: ابن جمیل فقیر تھا اسے اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالی ﴿وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ﴾، جلد2، صفحہ122، دار طوق النجاۃ)

خود ان کے پیشوا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ عم میں فرماتے ہیں "بعضے از اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود کرد انیدہ اندریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ اند و استغراق

آنہا بجہت کمال وسعت مدارك آنہا مانع توجہ باین سمت نمیگردد، اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہامی نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند ومی یابند زبان حال آنہا درآن وقت ہم مترنم بایں مقال است من آیم بجان گر تو آئی بہ تن''ترجمہ: **بعض اولیاء کرام جنہوں نے اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی رہنمائی اور تکمیل کے لئے متصرف کررکھا ہے وہ (وفات کے بعد کی) حالت میں بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں اور کمال وسعت ادراک کی بناء پر ان کا استغراق اس طرف توجہ سے مانع نہیں بنتا اور اویسی خاندان باطنی کمالات کی تحصیل انہی اولیاء سے کرتے ہیں اور اہل حاجات ومشکلات انہی سے اپنی حاجات کا حل طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور یہ اولیاء کرام زبان حال سے اس وقت یہ فرماتے ہیں: اگر تو جسمانی طور پر آیا ہے تو میں جان سے حاضر ہوں۔**

(فتح العزیز (تفسیری عزیزی) پ عم س انشقاق، جلد3، صفحہ206، مطبع مسلم بک ڈپو، لال کنواں دہلی)

**بلکہ اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں بھی اس کا اقرار کیا ہے** ''ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق درتصرف عالم مثال وشہادت مے باشند وایں کبار اولی الایدی والابصار رامے رسد کہ تمامی کلیات رابسوئے خود نیست نمایند مثلا ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تافرش سلطنت ماست ''ترجمہ: **ان بلند منصب والے حضرات علم امثال وشہادت میں تصرف کرنے میں مجاز مطلق ہوتے ہیں، ان طاقتوں اور بصیرت والے اکابرین کو اختیار رہے کہ تمام امور کلیہ اپنی طرف منسوب کرلیں، مثلاً ان کو اختیار رہے کہ وہ عرش تا فرش اپنی سلطنت ہونے کا دعویٰ کریں۔**

(صراط مستقیم، باب دوم فصل چہارم افادہ، صفحہ101، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

**وہابی شریعت دیکھیں کہ ایک جگہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے تصرفات کو شرک کہا جارہا ہے اور دوسری جگہ اس پر ثبوت بھی دیا جارہا ہے۔ گویا اسماعیل دہلوی اپنی ہی عبارتوں سے مشرک ہورہے ہیں۔**

☆ **تقویۃ الایمان صفحہ 5 پر اسماعیل دہلوی صاحب کہتے ہیں: ''اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔''**

**پھر صراط مستقیم میں اپنے پیر کی نسبت لکھا** ''روزے حضرعت جل وعلا دست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفتہ وچیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع وبدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمودہ کہ ترا ایں چنیں دادہ ام وچیز ھائے دیگر خواھم داد'' ترجمہ: **ایک روز اللہ تعالیٰ نے اس حضرت کا دایاں ہاتھ اپنے دست قدرت میں پکڑا اور امور قدسیہ کی ایک بلند وبالا عجیب چیز کو پیش کرکے فرمایا تجھے یہ دیا اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی دیں گے۔**

(صراط مستقیم، خاتمہ دربیان پارہ صفحہ 164، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

اپنے پیر کے متعلق تصرفات عطائیہ کا ثبوت دیا اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے تصرفات کا انکار کردیا۔ پھر پیر کی شان بیان کرتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ کسی پیر کیلئے یہ ناممکن ہے کہ رب تعالیٰ اس سے کلام کرے۔ رب تعالیٰ کا کلام صرف انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے ساتھ ہے۔ تفسیر عزیزی میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ھمکلامی باخدائے عز وجل مختص است بملائکه وانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام وغیر ایشاں راهر گز میسر نمی شود، پس فرمائش همکلامی باخداگویا فرمائش آن ست که ماهمه راپیغمبراں یا فرشتهاسازد "ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی صرف انبیاء اور فرشتوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو ہرگز میسر نہیں ہوتی۔ پس اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی فرمائش کرنا گویا کہ اپنے کو پیغمبروں اور فرشتوں میں شمار کرنا ہے۔

(فتح العزیزی (تفسیر عزیزی)، صفحہ 427، مطبع مجتبائی، دہلی)

☆ تقویۃ الایمان کے صفحہ 28 پر اسماعیل دہلوی کہتا ہے: ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختار ہونے کی نفی کردی اور صراط مستقیم میں اولیاء کرام کے متعلق لکھتے ہیں" دریں مقام بعضے خلیفة الله مے باشند خلیفة الله اں کسے ست که برائے انصرام جمیع مهام اورامقرر کرده مانند نائب سازند " ترجمہ: اسی مقام پر بعض حضرات خلیفۃ اللہ ہوتے ہیں خلیفۃ اللہ وہ شخص ہوتا ہے جو تمام مہمات کے انتظام پر مقرر ہوتا ہے اور نائب کی طرح ہوتا ہے۔

(صراط مستقیم، باب سوم تکملہ دربیان سلوک، صفحہ 143، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

یہاں اولیاء کرام کو خلیفۃ اللہ کہہ دیا اور تقویۃ الایمان میں اسے شرک کہہ دیا چنانچہ لکھتے ہیں: ''جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے، گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الثالث، صفحہ 19، مطبع علیمی، اندرون لوہاری گیٹ لاہور)

☆ تقویۃ الایمان کے صفحہ 18 پر اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں: ''جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔''

یہاں انبیاء علیہم السلام ولیوں کے لئے کشف کو ناممکن مانا اور صراط مستقیم میں کشف کو ممکن مانتے ہوئے کہتے ہیں"

دریں حالت اطلاع برامکنہ افلاک وسیر بعضے مقامات زمین کہ دور ودراز از جائے وے بود بطور کشف حاصل مے آید وآں کشفش مطابق واقع می باشد ''ترجمہ: اس حالت میں وہ آسمانوں کے مقامات اور اپنے سے دور دراز تک زمین کے بعض مقامات کی سیر بطور کشف کرتے ہیں اور ان کا کشف واقع کے مطابق ہوتا ہے۔

(صراط مستقیم، باب سوم فصل اول افادہ، صفحہ 109، 110، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

اسماعیل دہلوی کے پیروکار دیوبندی وہابیوں کے امام اشرف علی تھانوی کا کشف ملاحظہ ہو: محمد عبدالمجید دیوبندی لکھتا ہے: ''حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سن وصال 1943ء سے قریب دوسال قبل دانت درست کرانے لاہور تشریف لائے۔ واپسی سے ایک روز پہلے آپ نے لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کی۔ سلاطین اور مساکین دونوں کی قبور پر فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کیا۔ حضرت خواجہ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر بہت دیر مراقب رہے۔ مولانا وصل بلگرامی مرحوم ساتھ تھے۔ مولانا بلگرامی نے یہ واقعہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو تھانہ بھون (یو۔ پی۔ بھارت) میں سنایا کہ حضرت تھانوی جب حضرت خواجہ ہجویری کے مزار سے لوٹے تو فرمایا کہ کوئی بہت بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں، میں نے ہزارہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا۔ یہ بھی فرمایا کہ سلاطین کو مساکین کی صورت میں دیکھا جیسے کوئی ان کا پرسان حال نہ ہو اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا وغیرہ۔ عالم برزخ، از حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مہتمم دارالعلوم دیوبند، صفحہ 24، ادارہ اسلامیات، لاہور۔''

(عین الیقین، صفحہ 29، مطبع فیروزسنز، لاہور)

☆ پھر تقویۃ الایمان صفحہ 36 میں کشف کو شرک کہہ دیا چنانچہ لکھتے ہیں: ''شرک سب عبادت کا نور کھو دیتا ہے کشف کا دعویٰ کرنے والے اس میں داخل ہیں۔''

جبکہ صراط مستقیم میں ہے ''برائے کشف ارواح وملائکہ ومقامات آنہا وسیر امکنہ زمین وآسمان وجنت ونار واطلاع بر لوح محفوظ شغل دورہ کند و باستعانت ہمان شغل بھر مقامیکہ از زمین وآسمان وبہشت ودوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آن مقام واحوال آنجا دریافت کند وبا اہل آن مقام ملاقات سازد ''ترجمہ: ارواح، ملائکہ اور ان کے مقامات اور زمین و آسمان، جنت، دوزخ اور لوح محفوظ پر دورہ کا شغل کرے اور اس شغل کی مدد سے زمین و آسمان، بہشت و دوزخ جس مقام کی طرف چاہے متوجہ ہوتا ہے اور اس مقام کی سیر سے وہاں کے احوال دریافت کرتا ہے اور وہاں کے رہنے والوں سے ملاقات کرتا ہے۔

(صراط مستقیم، باب سوم فصل دوم ہدایت ثانیہ افادہ، صفحہ 117، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

وہابی مولوی نواب صدیق حسن بھوپالی کشف ارواح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مشائخ قادریہ نے کہا ہے کہ جو طریقہ واسطے کشف ارواح کے جاری مجرب ہے وہ یہ ہے کہ ہمراہ خلوت ولباس پاک وغسل خوشبو کے مصلے پر بیٹھ کر داہنی طرف ''سُبُّوح'' کی ضرب لگائے اور بائیں طرف 'قُدُّوس' کی اور آسمان میں ''رَبُّ الملائِکۃ'' اور دل میں ''وَالروح'' کی۔

(کتاب التعویذات، صفحہ 175، اسلامی کتب خانہ، لاہور)

## کوئی وہابی تعویذ کو جائز کہتا ہے اور کوئی نا جائز وشرک

تقویۃ الایمان کے ساتھ ساتھ ایک جھلک وہابی مولویوں کی تعویذ کے متعلق بھی متضاد بیانی دیکھتے جائیں۔ ابن عبدالوہاب نجدی نے کتاب التوحید میں بیاری وغیرہ پر دھاگہ باندھنے کو شرک کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے: ''بخار کی وجہ سے دھاگہ وغیرہ باندھنا بھی شرک ہے۔''

(کتاب التوحید ترجمہ، صفحہ 50، دار السلام)

وہابی مولوی نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے تعویذات کے جواز پر پوری کتاب لکھی اور اس میں کئی تعویذ بھی لکھے چنانچہ بخار کے تعویذ کے متعلق لکھتے ہیں: ''اس کو لکھ کر بخار والے کے بازو پر باندھ دے باذنِ خدا جلد صحت ہو جائے گی۔ یہ وہی دعا ہے جس میں ام ملدم آیا ہے اور قول جمیل سے نقل ہو چکی ہے اور محررسطور کے تجربہ میں بار بار آئی ہے۔ وللہ الحمد۔ آیات تخفیف کو لکھ کر باندھ لے جلد اچھا ہو جائے گا۔ ﴿ذٰلِکَ تَخْفِیفٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَرَحْمَۃٌ﴾ ﴿یُرِیْدُ اللّٰہُ أَنْ یُخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا﴾ ﴿اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِیکُمْ ضَعْفًا﴾ ان سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں درود لکھے اور اگر اس آیت کو زیادہ کر دے تو اور بھی احسن تر ہے۔ ﴿قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ﴾''

(کتاب التعویذات، صفحہ 204، اسلامی کتب خانہ، لاہور)

تپ زدہ کا علاج بیان کرتے ہوئے بھوپالی صاحب لکھتے ہیں: ''ایک دھاگہ کتان کا لے کر اس پر سورہ الم نشرح نو مرتبہ پڑھے اور ہر مرتبہ پر گرہ لگائے، یہ نو گرہ ہوئیں، بائیں ہاتھ پر محموم کے فوق کوع (کلائی سے اوپر) باندھ دے۔ اللہ عزوجل کے اذن سے جلد تر صحت یاب ہو جائے گا۔ وقد جرب وصح۔ (یہ طریقہ صحیح اور آزمودہ ہے۔)''

(کتاب التعویذات، صفحہ 195، اسلامی کتب خانہ، لاہور)

یہاں تو صدیق حسن بھوپالی صاحب جسے وہابی عمدۃ المفسرین زبدۃ المحدثین کہتے ہیں وہ بھوپالی صاحب نہ صرف

تعویذ کو جائز کہہ رہے ہیں بلکہ تعویذ بتا بھی رہے ہیں دوسری طرف جدید وہابی مولوی ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی نے تعویذات کے ناجائز و شرک ہونے پر پوری کتاب لکھی۔ اس کتاب کے مقدمہ میں ہے: ''زیرِ کتاب میں ڈاکٹر موصوف نے تعویذ کی شرعی حیثیت کو اچھی طرح واضح کیا ہے اور کوڑیوں، موتیوں اور حیوانوں کی ہڈیوں نیز طلسماتی نقشوں اور غیر مفہوم یا غیر شرعی الفاظ وغیرہ سے بنے ہوئے تعویذوں کو لٹکانے یا پہننے کا دلائل کے ذریعہ شرک ہونا ثابت کیا ہے۔ البتہ قرآنی آیات اور ماثور دعاؤں پر مشتمل تعویذ لٹکانے کا ناجائز ہونا راجح قرار دیا ہے۔''

(تعویذ اور عقیدہ توحید، صفحہ 5، وزارت اسلامی امور و اوقاف، سعودیہ)

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مذہب ہوگا جس کا رَد اس کی اپنی ہی کتابوں میں ہوتا ہو۔ ایک جگہ ایک بات کو شرک کہا جاتا ہے پھر یا تو وہ بات خود اپنے میں پائی جاتی ہے یا اپنے پیشواء میں۔ یہ سب عبارات اور اس سے زائد عبارات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کے ستر کفریات میں نقل کی ہیں۔

## کتاب تقویۃ الایمان اصل میں تفویۃ الایمان ہے

ظاہر ہے یہ سارا غیظ و غضب اس لیے کہ تقویۃ الایمان کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور وہ شرک و قبر پرستی کی لعنت سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہوئے۔ جناب بریلوی بخوبی واقف تھے کہ اس کتاب کو پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا چنانچہ انہوں نے اس کے پڑھنے کو حرام قرار دے دیا۔ تقویۃ الایمان قرآنی آیات اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھری ہوئی ہے اور پڑھنے والا جب ایک ہی موضوع پر اس قدر آیات کو ملاحظہ کرتا ہے تو وہ حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ یہ تمام آیات بریلوی عقائد و افکار سے متصادم ہیں اور ان کے مفہوم کا بریلوی مذہب کے بنیادی نظریات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کتاب کا قاری تردد کا شکار ہو کر بالآخر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ وہ جن عقائد کا حامل ہے ان کا شریعت اسلامیہ سے کوئی واسطہ نہیں اور وہ اپنے شرکیہ عقائد کو چھوڑ کر توحید و سنت پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ جناب بریلوی کو اس بات کا بہت دکھ تھا چنانچہ خود بدلنے کی بجائے تقویۃ الایمان کو اپنے بغض و حسد کا نشانہ بناتے رہے۔

ان سب گستاخانہ عبارتوں کی باوجود وہابیوں کے ہاں تقویۃ الایمان عقائد کی بنیادی کتاب ہے۔ تقویۃ الایمان کا مطلب ہے ایمان کو تقویت دینے والی۔ اب آپ ان چند پیش کی گئی عبارتوں سے اندازہ لگائیں کہ یہ کتاب ایمان کو تقویت دینے والی ہے یا تفویۃ الایمان ہے یعنی ایمان کو فوت کرنے والی ہے؟ واقعی یہ کتاب اہل سنت کے عقائد کے متصادم ہے۔ بلکہ یہ کتاب

تو خود وہابیوں کے پیشواؤں کے متصادم ہے۔عام مسلمان تقویۃ الایمان پڑھے تو واقعی ششدرہ رہ جائے کہ اس کتاب کو لکھنے والے اور اس کی تائید کرنے والے اپنے آپ کو پکا سچا مسلمان کہتے ہیں، اگر یہ مسلمان ہیں تو پھر گستاخ کون ہیں؟

قرآن کریم میں ہے ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُم وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِم اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُم اِيْمَانًا﴾ مومنوں کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے دلوں میں اللہ کا خوف آجاتا ہے اور جب ان پر قرآنی آیات تلاوت کی جاتی ہے ان کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے۔28

﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾ جب مومن قرآن مجید سنتے ہیں اور انہیں حق کی پہچان ہوتی ہے، تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔29

بہرحال قرآن کریم کی تلاوت اور اسے سمجھنے کے بعد کوئی شخص بھی بریلوی عقائد سے توبہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وفرامین سن کر کسی مومن کے لیے انہیں تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ جب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی امر کا فیصلہ کردیں، تو اس کے آگے کسی مومن مرد یا مومن عورت کو چوں چرا کرنے کا حق نہیں ہے۔30

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِيْرًا﴾ ہدایت واضح ہوجانے کے بعد جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے گا، ہم اسے گمراہی کی طرف پھیر دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے۔۔۔۔اور جہنم برا ٹھکانہ ہے۔31

﴿مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ جو اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہے اس پر عمل کرو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔32

اب جس شخص کا بھی یہ ایمان ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مقابلے میں کسی قول کی کوئی حیثیت نہیں تو ظاہر ہے وہ جب شرک وبدعت کے خلاف تقویۃ الایمان میں موجود آیات واحادیث پڑھے گا تو وہ رضاخانی افکار ونظریات پر قائم نہیں رہ سکے گا اور یہ چیز خاں صاحب اور ان کے ساتھیوں پر بدعات وخرافات اور نذر ونیاز کے ذریعہ سے حاصل ہونے والے معاش کو بند کرنے کا باعث تھی۔لہٰذا انہوں نے یہ

سارے فتوے صادر کر کے اپنے غصے کا اظہار کیا۔ ﷺ

یہاں ظہیر صاحب نے تقویۃ الایمان کو چار چاند لگانے کے لئے بے موقع قرآنی آیات نقل کر دیں۔ پھر تقویۃ الایمان کی تعریف بھی ہواؤں میں ہو رہی ہے، کوئی ایک عبارت بھی تقویۃ الایمان سے ظہیر صاحب نے نقل نہیں کی کہ ان کو پتہ تھا کہ اس پوری کتاب میں جگہ جگہ مسلمانوں کو مشرک قرار دیا گیا ہے، کس کو نقل کروں۔ ظہیر صاحب نے جو اس کتاب کی شان میں کہا ''جو اسے پڑھے گا تو وہ اعلیٰ حضرت کے نظریات پر قائم نہیں رہ سکے گا۔'' یعنی ہر وہ شخص جس کے مقدر میں گمراہی ہے وہ واقعی اسے پڑھ کر اعلیٰ حضرت کے نظریات پر کاربند نہیں رہ سکتا۔

## بغیر صحیح عقائد کے علم و اعمال باطل ہیں

ﷺ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ جنہیں جناب بریلوی کافر و مرتد قرار دیتے تھے، ان کے متعلق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے والد علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''نزہۃ الخواطر'' کی ایک عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے، جس میں آپ رحمہ اللہ نے سید نذیر حسین محدّث کے احوال بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''حضرت حسین بن محسن الانصاری فرماتے ہیں کہ سید نذیر حسین یکتائے زمانہ تھے۔ علم و فضل اور حلم و بردباری میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ کتاب و سنت کی تعلیمات کی طرف لوگوں کی راہنمائی فرماتے تھے، ہندوستان کے علماء کی اکثریت ان کی شاگرد ہے۔ حسد کی بنا پر کچھ لوگ ان کی مخالفت بھی کرتے رہے، مگر ان کے حسد کی وجہ سے اس جلیل القدر امام و محدث کی عزت میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا رہا۔''

خود علامہ عبدالحئی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امام نذیر حسین محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی جلالت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے درس و تدریس اور افتاء کے ذریعے اسلامی علوم کی خدمت کی۔ میں خود 1312ھ میں ان کا شاگرد رہا ہوں۔ اصول حدیث اور اصول فقہ میں ان سے زیادہ ماہر کوئی شخص نہ تھا۔ قرآن و حدیث پر انہیں مکمل عبور حاصل تھا۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں بھی ان کی کوئی مثال نہ تھی۔ ہمہ وقت درس و تدریس یا ذکر و تلاوت میں مصروف رہتے۔ عجم و عرب میں ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ اپنے دور کے رئیس المحدثین تھے۔ دوسرے ائمہ کی طرح انہیں بھی بہت سی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریز دشمنی کے الزام میں گرفتار کیے گئے۔ ایک سال جیل میں رہے، رہا ہونے کے بعد دوبارہ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ پھر حجاز تشریف لے گئے، وہاں آپ رحمہ اللہ کے اوپر حاسدین نے بہت الزامات لگائے۔ آپ کو گرفتار کرلیا گیا مگر

بری ہونے پر ایک دن بعد چھوڑ دیا گیا۔آپ واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔یہاں بھی آپ پر تکفیری فتووں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔آپ نے تمام تکالیف برداشت کر کے ہندوستان کو قرآن وحدیث کے علوم سے منور کیا اور عصبیت وجمود کی زنجیروں کو پاش پاش کیا۔آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھے۔ارض ہندوستان پر آپ کے بہت زیادہ احسانات ہیں۔قرآن وحدیث کے علوم سے دلچسپی رکھنے والے آپ کی علمی قدرومنزلت پر متفق ہیں۔جزاہ اللہ خیرا۔''33

مزید فرماتے ہیں:''سید نذیر محدث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ زیادہ تر تدریس میں مشغول رہے۔اس لیے آپ کی تصنیفات بہت زیادہ نہیں۔آپ کی مشہور تصانیف میں معیار الحق،ثبوت الحق،مجموعۃ الفتاوی،رسالۃ الولی باتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم،وقعۃ الفتویٰ ودفعۃ البلوی اور رسالہ فی ابطال عمل المولد شامل ہیں۔البتہ آپ کے فتاویٰ کو اگر جمع کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔آپ کے شاگردوں کے کئی طبقات ہیں۔ان میں سے جو معروف ومشہور رہیں،ان کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔بقیہ شاگرد ہزاروں سے متجاوز ہیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور تلامذہ میں سید شریف حسین،مولانا عبداللہ غزنوی،مولانا عبدالجبار غزنوی،مولانا محمد بشیر السہسوانی،سید امیر حسین،مولانا امیر احمد الحسینی السہسوانی،مولانا عبدالمنان وزیر آبادی،مولانا محمد حسین بٹالوی،مولانا عبداللہ غازی پوری،سید مصطفیٰ ٹونکی،سید امیر علی ملیح آبادی،قاضی ملا محمد پشاوری،مولانا غلام رسول،مولانا شمس الحق ڈیانوی،شیخ عبداللہ المغربی،شیخ محمد بن ناصر بن المبارک النجدی اور شیخ سعد بن احمد بن عتیق ہیں۔بہت سے علماء نے قصائد کی صورت میں آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔مولانا شمس الحق ڈیانوی نے غایۃ المقصود میں آپ کی سوانح عمری تحریر کی ہیں۔اسی طرح مولانا فضل حسین مظفر پوری نے اپنی کتاب الحیاۃ بعد المماۃ میں آپ کے حالات زندگی مفصلاً بیان کیے ہیں۔مجھے مولانا (عبدالحیٔ لکھنوی) سید صاحب رحمہ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے 1312ھ میں سند اجازت عطا فرمائی۔آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات 10 رجب 1320ھ بروز سوموار دہلی میں ہوئی۔نفعنا اللہ ببرکاتہ۔آمین۔''34

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس نے بخاری وبغداد کی مجالس ومحافل کی یاد تازہ کر دی۔ہندوستان کے کونے کونے سے لوگ علم حدیث کے حصول کے لیے آپ کے حلقہ درس میں شامل ہونے لگے۔احمد رضا بریلوی نے علم ومعرفت کے اس سیل رواں کو اپنی خرافات وبدعت کے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے آپ کو طعن وتشنیع اور تکفیر وتفسیق کا نشانہ بنایا۔انہوں نے کہا:''نذیر حسین دہلوی لامذہباں،مجتہد نامقلداں،مخترع طرز

نوی اور مبتدع آزادروی ہے۔''35

مزید لکھتے ہیں: ''نذیر حسین دہلوی کے پیروکار سرکش اور شیطان خناس کے مرید ہیں۔''38

نیز: ''تم پر لازم ہے کہ عقیدہ رکھو، بے شک نذیر حسین دہلوی کافر ومرتد ہے۔ اور اس کی کتاب معیار الحق کفری قول اور نجس براز و بول ہے، وہابیہ کی دوسری کتابوں کی طرح۔''39

صرف اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ ہی کافر ومرتد نہیں بلکہ جناب بریلوی کے نزدیک تمام اہل حدیث کفار ومرتد ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں: ''غیر مقلدین (اہل حدیث) سب بے دین، پکے شیاطین اور پورے ملاعین ہیں۔''40

نیز: ''جو اسماعیل اور نذیر حسین وغیرہ کا معتقد ہو ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔ اہل حدیث سب کافر و مرتد ہیں۔''41

مزید ارشاد ہے: ''غیر مقلدین گمراہ، بددین اور بحکم فقہ کفار ومرتدین ہیں۔''42 ﴿

نذیر حسین کے علم وشان میں جو وہابی مولوی نے قصیدے گائے ہیں یہ سب اس وقت کارآمد تھے جب نذیر حسین دہلوی عقیدے کے اعتبار سے بھی ٹھیک ہوتے۔ شیطان سے لے اب دنیا میں کئی علم والے، بہادر، عبادت گزار آئے ہیں جو عقیدہ خراب رکھنے کی وجہ سے مردود ٹھہرے۔ ایک شخص کا خاتمہ اگر ایمان پر نہیں ہوا تو اس کا علم وعمل سب بیکار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((انما الاعمال بالخواتیم)) ترجمہ: اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث سہل بن سعد، جلد 37، صفحہ 489، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

دنیا میں کئی جھوٹے نبی اور گمراہ فرقے ہوئے ہیں جن کے پیشوا بڑی علمی شخصیت تھے۔ اس لئے اسلامی تعلیمات ہیں کہ علم نافع کی دعا کی جائے کہ فقط علم بھی انسان کو گمراہ کرسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لئے علم نافع کی دعا کیا کرتے تھے۔ صحیح ابن حبان کی حدیث پاک ہے ((عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہم إنی أسألک علما نافعا وأعوذ بک من علم لا ینفع)) ترجمہ: جابر بن عبد اللہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا: اے ہمارے رب میں تم سے علم نافع (یعنی نفع دینے والے علم) کا سوال کرتا ہوں اور ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب العلم، ذکر ما یجب علی المرء أن یسأل اللہ جل وعلا العلم النافع۔۔۔، جلد1، صفحہ 273، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

پھر حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا کہ گمراہ شخص کا کوئی عمل بھی قبول نہیں چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے ((عن حذیفة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ لصاحب … صدقة، ولا حجا، ولا عمرة، ولا جهادا، ولا صرفا، ولا عدلا، یخرج من ال… ال…)) ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل بدعتی (بدعت اعتقادی والے یعنی گمراہ) کے نہ روزے قبول فرماتا ہے، نہ نماز، نہ زکوۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل، ایسا شخص دین سے ایسے نقل جاتا ہے جیسے آٹے میں سے بال۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب اجتناب البدع والجدل، جلد1، صفحہ19، دار إحیاء الکتب العربیۃ، الحلبی)

## اعلیٰ حضرت نے ہر وہابی کو کافر نہیں کہا

وہابی باطل عقائد کے سبب گمراہ ضرور ہیں لیکن امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ہر وہابی کو کافر نہیں کہا بلکہ اس کو ہی کافر فرمایا جس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے۔ آپ نے جگہ جگہ واضح انداز میں فرمایا ہے کہ جو ان وہابیوں کی کفریہ عبارات پر مطلع ہو کر بھی ان عبارتوں کو گستاخی نہ جانے وہ کافر ہے۔ چنانچہ ایک جگہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''سائل نے جو فہرست گنائی وہ غیر مقلد (وہابی) کے بعض فرعی مسائل باطلہ واعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جن میں بکثرت کفریات ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل رسالہ ''الکوکبۃ الشہابیۃ'' میں ہے۔ جس میں ستر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے۔ کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں، ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتدا کر لی اور نماز جنازہ پڑھ لی۔ مگر جسے عالم ہونے کا دعویٰ ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو لوگوں کو ان سے منع کرتا ہو اور خود انہیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدے میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی متہم شمار کیا جائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ وتجدید اسلام لازم ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ616، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ بھی یاد رہے کہ خارجی وہابیوں کو اعلیٰ حضرت سے پہلے کے علماء نے بھی ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر کہا ہے۔

علامہ سید شریف ممدوح نے فرمایا"امر الشریف مسعود ان یناظر علماء الحرمین العلماء الذین بعثوھم فناظروھم فوجدوھم ضحکۃ ومسخرۃ کحمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ ونظر واالی عقائدھم فاذا ھی مشتملۃ علی کثیر من المکفرات " ترجمہ: مکہ معظمہ کے حاکم حضرت مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علماء حرمین شریفین کو حکم دیا کہ وہابیوں کے مولویوں سے جو ان کے امام شیخ نجدی نے بھیجے ہیں مناظرہ کریں۔علمائے کرام نے ان مولویوں سے مناظرہ فرمایا تو انھیں پایا کہ نرے مسخرے ہنسنے کے قابل ہیں جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ شیر سے بھاگے ہوں اور ان کے عقائد کو غور فرمایا تو ان میں بہت باتیں وہ پائیں جن کا قائل کافر ہے۔

(الدرالسنیہ فی الرد علی الوہابیہ، صفحہ 43,44، مکتبہ دار الشفقت، ترکی)

ظہیر صاحب جو بار بار کہہ رہے ہیں کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے نذیر حسین دہلوی اور دیگر وہابیوں کی صرف اس وجہ سے تکفیر کی کہ انہوں نے تقلید کا انکار کیا ۔جبکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ۔بلکہ وہابی تو حنفیوں،شافعیوں، مالکیوں،حنبلیوں کو تقلید ودیگر معاملات جیسے یا رسول اللہ کہنا وغیرہ پر مشرک کہتے ہیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی حوالوں سے فرمایا کہ ان کا مسلمانوں کو مشرک کہنا حدیث وفقہ کی رو سے کفر ہے چنانچہ فرماتے ہیں:''ان صاحبوں کی قدیمی عادت دائمی خصلت کہ جس مسلمان کو کسی امام کا مقلد پائیں بے دھڑک اسے مشرک بتائیں بحکم ظواہر احادیث کثیرہ وصحیحہ وروایات فقہیہ مصححہ رجیحہ ان پر حکم کفر عائد ہونے کو بس ہے،طرفہ یہ کہ اس فرقہ کو ظاہر احادیث پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔صحیح بخاری، ج2،ص 901 ،صحیح مسلم، ج1،ص 57،عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد((ایما امری قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والارجعت علیہ)) کوئی کسی کو کافر کہے،ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے اگر جسے کہا وہ کافر تھا جب تو خیر،ورنہ یہ لفظ اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔

صحیح بخاری،ص 893،صحیح مسلم،ص 57 ابوذر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں((لیس من رجل دعا رجلا بالکفر اوقال عدواللہ ولیس کذلک الاحار علیہ)) جو کسی کو کافر پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو اس کا یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر 1276ھ، ج2،ص 156"کذالك یا مشرك ونحوہ" اسی طرح کسی کو

مشرک یا اس کی مثل کوئی لفظ کہنا کہ وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہوگیا۔

میں کہتا ہوں یہ معنی خود انہیں حدیثوں سے ثابت کہ ہر مشرک دشمن خدا ہے۔تقویۃ الایمان،ص 44 ''مشرک ہیں اللہ سے پھرے ہوئے رسول کے دشمن''تو مشرک کہنا خدا کا دشمن کہنا ہوا اور اس کا پلٹنا خود حدیث میں فرمایا بلکہ اسی حدیث میں فرمایا کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو کہیں بدتر ہے۔شرح الدرر والغرر للعلامۃ اسمعیل النابلسی پھر حدیقۃ ندیہ،ج 2،ص 140 و 156 ''لوقال للمسلم کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر واتفقت ھذا المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فرجع الجواب الی بلخ انہ یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قولہ'' جو کسی مسلمان کو کافر کہے امام ابوبکر اعمش فرماتے تھے کافر ہوگیا اور دیگر مشائخ بلخ فرماتے ہیں کافر نہ ہوا،پھر یہ مسئلہ بخارا میں واقع ہوا بعض ائمہ بخارا شریف نے حکم کفر دیا یہ جواب پلٹ کر بلخ میں آیا تو جو پہلے امام ابوبکر کے خلاف فتوے دیتے تھے انہوں نے بھی اسی طرف رجوع فرمالیا۔

شرح فقہ اکبر،صفحہ 220''رجع الکل الی فتوی ابی بکر البلخی وقالوا کفر الشاتم'' سب ائمہ اسی فتویٰ ابوبکر کی طرف پلٹ آئے اور فرمایا مسلمان کو ایسی گالی دینے والا خود کافر ہے۔

عالمگیری،ج 2،ص 278 ذخیرہ سے،برجندی شرح نقایہ،مطبع لکھنؤ،ج 4،ص 68 فصول عمادی سے،حدیقہ ندیہ،ص 140 و 156 حاشیہ درر سے،خزانۃ المفتین،ج 1،کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر،جامع الفصولین،ج 2،ص 311 قاضی خاں سے،بزازیہ،ج 3،ص 331،ردالمحتار،مطبع استنبول،ج 3،ص 283 نہر الفائق وغیرہ سے ''المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافر افخاطبہ بھذا بناء علی اعتقادہ ان کافر یکفر'' اس قسم کے مسائل میں فتویٰ کیلئے مختار یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کا کوئی لفظ کہنے والا اگر صرف دشنام ہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر نہ جانے تو کافر نہ ہوگا اور اگر اپنے مذہب کی رو سے اسے کافر سمجھتا ہے اس بناء پر یوں کہا تو کافر ہو جائے گا۔

درمختار،ص 293،شرح وہبانیہ سے ''یکفر ان اعتقد المسلم کافر ابہ یفتی ''مسلمان کو کافر سمجھے تو خود کافر ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

جامع الرموز،مطبع کلکتہ 1274ھ،ج 4،ص 651''المختار انہ لواعتقد المخاطب کافرا کفر ''مختار یہ ہے کہ

اسے اپنے مذہب میں کافر جان کر کافر کہا تو کافر ہو گیا۔

مجمع الانہر، مطبع استنبول، ج1، ص566" لو اعتقد المخاطب کافرا کفر " اپنے عقیدے میں ایسا سمجھ کر کہے تو کافر ہے۔

اس مذہب مختار و ماخوذ للفتویٰ و مفتی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ پر صراحۃ کفر لازم کہ وہ قطعا یقیناً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ان کی کتب مذہب میں صاف مصرح ہے تو باتفاق مذاہب مذکورہ فقہائے کرام انہیں لزوم کفر سے مفر نہیں۔"کذلك العذاب ولعذاب الأخرة اكبر لو كانوا يعلمون" مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا کہ وہ جانتے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ230، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نذیر حسین نے معیار الحق میں تقلید شخصی کو شرک کہا ہے۔ گویا شروع سے لیکر آج تک کے تمام مقلدین ان کے نزدیک مشرک ٹھہرے۔ اس کے علاوہ وہابیوں کے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے متعلق جو عقائد ہیں وہ آپ نے اوپر ملاحظہ فرمائے ہیں اور آگے مزید ملاحظہ کریں گے۔

## وہابیوں سے نکاح و میل جول ناجائز ہے

﴿ مزید: ''غیر مقلد اہل بدعت اور اہل نار ہیں۔ وہابیہ سے میل جول رکھنے والے سے بھی مناکحت ناجائز ہے۔ وہابی سے نکاح پڑھوایا، تو تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم، وہابی مرتد کا نکاح نہ حیوان سے ہوسکتا ہے نہ انسان سے۔ جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔'' 43 ﴾

ہم نے پیچھے بھی کہا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہر وہابی کو کافر نہیں کہا بلکہ اسے ہی کافر کہا ہے جس کے عقائد کفریہ ہوں یا وہ اپنے بڑوں کی کفریہ عبارات کو جانتے ہوئے بھی کفر نہ سمجھے۔ ایسے شخص سے سنی عورت کا نکاح ناجائز و حرام و زنا ہے۔ اگر وہابی ایسا ہے کہ اس کے عقائد حدِ کفر تک نہیں تب بھی بوجہ حدیث اس سے نکاح کرنا ناجائز ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدمذہبوں کی نسبت فرمایا" ولاتؤاكلوهم ولاتشاربوهم ولاتناكحوهم " ترجمہ: ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور بیاہ شادی نہ کرو۔

(الضعفاء الکبیر، ترجمہ احمد بن عمران، جلد2، صفحہ126، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی تفسیر سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے "هر كه با بدعتيان انس

ودوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آں ازوے بر گیرند "ترجمہ: جوشخص بدعقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نور ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

(تفسیر عزیزی، پارہ 29، آیہ ودوا لوتدھن فیدھنون کے تحت، صفحہ56، افغانی دارالکتب لال کنواں، دہلی)

اگر کوئی وہابی گستاخ نہ بھی ہو، کم ازکم غیر مقلد ضرور ہوگا اور فقہاء کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ جو موجودہ دور میں چار اماموں میں سے کسی کی بھی پیروی نہ کرے یعنی نہ حنفی ہو نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی تو وہ بدعتی ہے کہ ان اماموں کے بغیر قرآن وسنت کو سمجھنا غیر مجتہد کے لئے ناممکن ہے۔طحطاوی حاشیہ درمختار سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا "من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار "ترجمہ: جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

(طحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الذبائح، جلد4، صفحہ153، دارالمعرفہ، بیروت)

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اتنے بڑے بڑے عالم وصوفی کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے جیسے حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہندوستان کے اکثر مشہور اولیاء حنفی تھے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ شافعی تھے، حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے، ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ مالکی تھے وغیرہ۔وہابیوں کو ان چاروں اماموں میں سے جس کا قول اچھا اور آسان لگے لے لیتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے خود کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

لہٰذا فقط غیر مقلد ہونے کی وجہ سے بھی وہابی سے نکاح جائز نہیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیوں سے نکاح کو احادیث کی روشنی میں ناجائز قرار دیا ہے۔آپ خود کسی وہابی سے پوچھیں کہ اہل تشیع سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ فوراً یہی کہیں گے ناجائز ہے اور دلیل میں اوپر والی حدیث ہی پیش کریں گے۔اس مسئلہ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تفصیلی رسالہ "ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار'' لکھا اور اس میں قرآن وحدیث وکتب فقہ سے ثابت کیا کہ وہابی، دیوبندی، شیعہ وغیرہ الغرض غیر سنی بدمذہب سے سنی کا نکاح جائز نہیں۔اس رسالہ کا خلاصہ یوں ہے: ''برادران سنت ہی سے خطاب ہے اور انہیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا بنگاہ غور ملاحظہ فرمائیں! اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہو جائیں تو سنی بھائیوں سے توقع کہ نہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی کریمہ عزیزہ بنات واخوات کو ہلاک وابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے وباللہ التوفیق۔وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص ودخل بشری کا اقرار، تو ایسوں سے نکاح باجماع

مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگر چہ صورت صورت سوال کا عکس ہو یعنی سنی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے "کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ" میں تحقیق کی ہے۔)

ظہیر صاحبیہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے "احکامھم مثل احکام المرتدین" ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔

اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت و مرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہوسکتا۔ خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے "واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذافی المبسوط" دوسری کے الفاظ یہ ہیں مرتد کے لیے کسی عورت، مسلمان، کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں اور یونہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ مبسوط میں ہے۔

اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلہم اللہ تعالیٰ کہ وہ عقائد رکھتے ہیں انھیں امام وپیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقیناً اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ وجیز امام کردری ودرمختار وشفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے "واللفظ للشفاء مختصراً اجمع العلماء ان من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر" شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علما کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگر چہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگر چہ بدمذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے۔) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ "الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ" میں ہے اور بقدر کافی رسالہ "سل السیوف الھندیہ علی کفریات باباالنجدیۃ" میں مذکور۔ اور اگر چہ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدہ ضلالت ہے۔ یونہی معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنیٰ ادنیٰ بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جابجا حکم شرک لگا دینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے ان کے دفاتر بھرے پڑے ہیں۔ کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں؟ کیا ان کی کتابوں زبانوں

رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں؟ کیا ہر سنی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک کہتے ہیں؟ آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک۔ ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے "اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقاد هم مشركون "ان کا اعتقادیہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے۔

فقیر نے رسالہ" النهى الاكيد عن الصلاة وراء عدى التقليد''میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین معاذ اللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصاًوہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وفظیع بتاتے رہے۔۔۔۔۔

بد مذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے اور وہ بد مذہب تو ضرور اس سے نادیدنی دیکھے گی، ناشنیدنی سنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجز مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔ قال تبارک وتعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا)﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہیں میں سے تمہارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی ومہر رکھی۔

اورحدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((ان للزوج من المرأة لشعبة ماهي لشئی - رواه ابن ماجة والحاكم عن محمد بن عبد الله بن جحش رضي الله تعالىٰ عنه)) میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں۔ اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

آیت گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت الفت ورافت پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی اور بد مذہب کی محبت سم قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔۔۔۔

دلیل ششم﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ، وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾ اے لوگو! ایک مثل

کہی گئی اسے کان لگا کر سنو، بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔ "ایحب احدکم ان تکون کریمته فراش کلب فکرھتموہ" کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت برا جانو گے۔

رب جل وعلا نے غیبت کا حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا ﴿أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾ کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں برا لگا۔

سنیو! سنیو! اگر سنی ہو تو بگوش سنو "لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراشا لکلب" ہمارے لیے بری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اس وجہ انیق سے بیان فرمایا "العائد فی ھبته کالکلب یعود فی قیئه لیس لنا مثل السوء" اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اسے پھر کھالیتا ہے۔ ہمارے لیے بری مثل نہیں؟

اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کتا ہے یا نہیں؟ ہاں ضرور ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر و ناپاک تر، کتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین ومذہب میں فاسق ہے، کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے، میری نہ مانو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مانو، ابو حازم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اصحاب البدع کلاب اھل النار)) بدعتی والے جہنمیوں کے کتے ہیں۔

امام دارقطنی کی روایت یوں ہے ((حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نا محمد بن عبد اللہ المخرمی نا اسمٰعیل بن ابان نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھل البدع کلاب اھل النار)) ہم سے قاضی حسین بن اسماعیل نے محمد بن عبد اللہ مخرمی سے انہوں نے اسماعیل بن ابان سے انہوں نے حفص بن غیاث سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے ابو غالب سے انہوں نے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔

ابو نعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ)) بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا "الخلق الناس والخلیقة البھائم" خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد جانور

ہیں۔

لاجرم حدیث میں ان کی مناکحت سے ممانعت فرمائی، عقیلی وابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((لاتجالسوھم، ولاتشاربوھم، ولاتواکلوھم ولاتن
بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، نہ کھانا کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔۔۔۔۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 11، صفحہ 377، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## ہندوؤں کی نذرونیاز کا کھانا

﴿ وہابیوں سے میل جول کو حرام قرار دینے والے کا ہندوؤں کی نذرونیاز کے متعلق فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں: ''ان سے سوال کیا گیا کہ ہندوؤں کی نذرونیاز کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا ان کا کھانا پینا جائز ہے؟
جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''ہاں ان باتوں پر آدمی مشرک نہیں ہوتا۔''44 ﴾

ظہیر صاحب نے جو سوال اور جواب نقل کیا ہے اسے پڑھنے پر فوراً ہی سمجھ آجاتی ہے کہ اس میں تحریف ہے۔سوال میں ہندوؤں کی نذرونیاز کے متعلق سوال ہے اور جواب میں فقط ایک لائن ہے کہ ان سے آدمی مشرک نہیں ہوتا۔درمیان سے سارا کلام غائب ہے۔یہ اس لئے غائب کیا گیا ہے کہ اس میں دلائل موجود تھے۔پورا کلام یوں ہے: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ہنود جو اپنے معبودان باطلہ کو ذبیحہ کے سوا اور قسم طعام وشیرینی وغیرہ چڑھاتے ہیں اور اس کا بھوگ یا پرشاد نام رکھتے ہیں اس کا کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔''

جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حلال ہے لعدم المحرم (حرمت کی دلیل ہونے کی وجہ سے۔) مگر مسلمان کو احتراز چاہئے لخبث النسبۃ (نسبت کی خباثت کی وجہ سے۔) عالمگیریہ میں ہے "مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم اوالکافر لاٰلھتھم توکل لانہ سمی اللّٰہ تعالٰی ویکرہ للمسلم کذا فی التاتارخانیۃ ناقلا عن جامع الفتاوٰی اہ اقول فاذا حلت ھذہ وھی ذبیحۃ فالمسئول عنہ اولی بالحل" اگر کسی مسلمان نے آتش پرست کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کے جھوٹے خداؤں کے لئے ذبح کرڈالی تو اسے کھایا جائے گا (یعنی کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے) اس لئے کہ مسلمان نے اس پر خدا کا نام لیا ہے لیکن ایسا کرنا مسلمان کے لئے مکروہ ہے، تاتارخانیہ میں جامع الفتاوی کے حوالے سے اسی طرح منقول ہے۔اقول (میں کہتا ہوں) جب یہ ذبیحہ ہونے کے بعد حلال ہے تو پھر جس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا وہ بطریق

اولیٰ حلال ہے۔

اور شیخ محقق (عبدالحق محدث دہلوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں "مایاتی المجوس فی نیروز ھم من الاطعمة یحل اخذ ذلك والاحتراز عنه اسلم كذا فی مطالب المومنین ناقلا عن الذخیرة اه ملخصا اقول فاذا كان الاحتراز عن ھذا اسلم مع انه لیس الا طعاما صنعه لیوم زینتھم فالمستفسر عنه اجدر بالاحتراز واحری کمالایخفی'' آتش پرست اپنی عید میں جو کھانے وغیرہ لاتے ہیں ان کا لینا حلال ہے ہاں البتہ ان سے بچنا زیادہ سلامتی کی راہ ہے۔ اسی طرح مطالب المومنین میں ذخیرہ کے حوالے سے منقول ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) جب اس سے بچنا زیادہ سلامتی ہے باجودیکہ یہ صرف وہ کھانا ہے جو انہوں نے اپنی زیب وزینت کے دن کے لئے تیار کیا ہے۔ لہٰذا جس کے متعلق سوال کیا گیا وہ بچنے کے زیادہ قابل اور لائق ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

اگر کفار اس پرشاد کو بطور تصدق بانٹ رہے ہوں جب تو ہرگز پاس نہ جائے۔ مگر بضرورت شدیدہ کہ صدقہ کے طور پر لینے میں معاذ اللہ مسلمان کی ذلت اور گویا کافر کے ہاتھ اس کے ہاتھ پر بالا کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا ھی المنفقة والید السفلی ھی الس وغیرھما عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما'' اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے والا ہاتھ اونچا ہے اور مانگنے والا نیچا۔ بخاری، مسلم اور ان دو کے علاوہ دوسرے محدثین نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تخریج کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 607، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کتنے واضح انداز میں دلائل کے ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ کو بیان کیا یہ پرشاد اگرچہ حلال ہے لیکن کھانا نہیں چاہئے۔ حلال اس لئے ہے کہ اس کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ پرشاد کو تو وہابی دیوبندی مولوی رشید گنگوہی نے بھی حلال کہا ہے چنانچہ فتاوی رشیدیہ میں گنگوہی سے سوال ہوا: ''ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں، ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاذ و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟''

جواب میں کہا گیا: ''درست ہے۔''

(فتاوی رشیدیہ، صفحہ 488)

یہاں پرشاد جائز کہہ دیا اور دوسری جگہ محرموں میں لگائی، شربت پانی کی سبیل کو حرام کہہ دیا چنانچہ گنگوہی صاحب کہتے

ہیں: ''محرم میں ذکرشہادت حسین علیہ السلام کرنا اگر چہ بر اویت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا، چندہ سبیل اورشربت میں دینا یا دودھ لانا سب نادرست اورتشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔''

(فتاوی رشیدیہ، صفحہ147۔148)

## غیراللہ کی نذر

﴿ ایک دوسری جگہ ہرقسم کی نذرِغیر اللہ کو مباح قراردیا ہے۔45 ﴾

احسان الٰہی ظہیر صاحب کو کوئی اور دلیل نہیں ملی تو وہ اس طرح بے موقع باتیں کر کے خواہ مخواہ صفحات کالے کر رہے ہیں ۔یہاں وہ یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے غیر اللہ کے نام نذر کو جائز کہہ دیا جو کہ وہابی شریعت میں حرام ہے اوردوسری طرف وہابی مولویوں کو کافر کہا ہے۔ یہ پہلے واضح کیا گیا ہے کہ وہابی جو اولیاء کرام کے ایصال ثواب کے لئے بانٹی گئی چیز کو غیر اللہ کے نام کی طرف نسبت کی وجہ سے حرام کہتے ہیں حالانکہ اسے حرام کہنا خود حرام ہے۔ کیونکہ یہ جائز ہے اوران کے اپنے پیشوانے اسے جائز کہا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثناءعشریہ میں فرماتے ہیں "حضرت امیر وذریہ طاهره اوراتمام امت برمثال پیران ومرشداں می پیرستند وامور تکوینیه رابایشاں وابسته م ی وانند وفاتحه ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیده چنانچه باجمیع اولیاء همیں معامله است ''ترجمہ: جناب امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ )اوران کی پاکیزہ اولاد کوتمام امت کےلوگ عقیدت ومحبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اورتکوینی معاملات کوان سے وابستہ خیال کرتے ہیں اسی لئے فاتحہ درودوصدقات خیرات اورنذر ونیاز کی کارگزاریاں لوگوں میں ان کےنام کے ساتھ رائج اورمعمول بن گئی ہیں جیسا کہ دیگراولیاء کرام کے معاملے میں یہی صورت حال ہے۔

(تحفہ اثناء عشریہ ،باب ہفتم دراسامہ تمہید کلام وتقریر مرام، صفحہ 214،سہیل اکیڈمی، لاہور )

## خارجی جہنم کے کتے ہیں

﴿ مگر سیدنذیرحسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اوران کے شاگردوں کوملعون قراردیتے ہیں: ''نذیریہ لعنہم اللہ ملعون ومرتد ابد ہیں۔''46

اہل حدیث کوکافر ومرتد کہنے پر ہی اکتفانہیں کیا بلکہ حسب عادت گالی دیتے ہوئے اورغلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''غیرمقلدین جہنم کے کتے ہیں۔'' ﴾

کئی مرتبہ بیان کیا گیا کہ گمراہ اور گستاخوں کو احادیث و مستند کتب میں کافر، کتا، خنزیر، فاسق، فاجر، ملعون کہا گیا ہے۔
پھر خارجیوں کو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام کے ساتھ جہنم کے کتے کہا ہے چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے ((عن ابن أبی أوفی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخوارج کلاب النار)) ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خارجی جہنم کے کتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، باب فی ذکر الخوارج، جلد1، صفحہ61، دار احیاء الکتب العربیۃ)

﴿ رافضیوں کو ان سے بدتر کہنا رافضیوں پر ظلم اور ان کی شان خباثت میں تنقیص ہے۔47
کفر میں مجوس یہود و نصاریٰ سے بدتر ہیں ہندو مجوس سے بدتر ہیں اور وہابیہ ہندوؤں سے بھی بدتر ہیں۔48 ﴾

ہندو ہو یا شیعہ دونوں سے مسلمان احتیاط کرتے ہیں جبکہ وہابی خود کو دین اسلام کا ٹھیکیدار کہہ کر مسلمانوں میں گھس کر ان کے عقائد خراب کرتے ہیں، اس لئے یہ سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔

## وہابیوں سے مصافحہ کرنا

﴿ مزید ارشاد کرتے ہیں: "وہابیہ اصلاً مسلمان نہیں۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ان سے مصافحہ ناجائز و گناہ ہے۔ جس نے کسی وہابی کی نماز جنازہ پڑھی تو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرے۔"49
نیز: "ان سے مصافحہ کرنا حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے بلکہ اگر بلاقصد بھی ان کے بدن سے بدن چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے۔"50
یہ تو تھے جناب احمد رضا صاحب بریلوی کے اہل حدیث کے متعلق ارشادات و فرامین کہ وہابی ملعون، کفار اور مرتدین ہیں۔ نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز، نہ ان کی نماز جنازہ جائز، نہ ان سے نکاح کرنا جائز، نہ ان سے مصافحہ کرنا جائز۔ یہ سب شیاطین و ملاعین، ہندوؤں سے بدتر کافر اور جہنم کے کتے ہیں۔ جس نے کسی وہابی کی نماز جنازہ پڑھی، وہ توبہ کرے اور اپنا نکاح دوبارہ پڑھائے اور جس کا ان سے بدن چھو جائے وہ وضو کرے۔ ﴾

یہ پہلے بیان ہو چکا کہ جس وہابی کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، جب اس کی اپنی نماز باطل ہے تو اس کے پیچھے نماز کیسے درست ہو سکتی ہے؟ بدمذہب کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((لا تصافحوہم ولا تبدؤہم بالسلام ولا تعودوا مرضاہم ولا تصلوا علیہم)) نہ ان سے مصافحہ کرو اور نہ سلام میں

پہل کرواور بیماری پر ان کی عیادت نہ کرو اور مرنے پر انکی نماز جنازہ نہ پڑھو۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب آداب القاضی، باب إنصاف الخصمین فی المدخل علیہ، جلد10، صفحہ230، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جب فقط بدمذہب کے متعلق یہ حکم ہے تو جو بدمذہب اپنے کفریات کے سبب کافر ہو چکا ہو اس کا حکم کیسا سخت ہوگا، آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں؟ کسی کافر کی نماز جنازہ سب کچھ جانتے ہوئے، جائز سمجھ کر پڑھنا واقعی کفر ہے۔ جہاں تک بدن چھونے پر وضو کے اعادہ کا حکم ہے تو اس پر کلام کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''اب وضو دو قسم ہے: واجب ومندوب (مستحب)۔

واجب کا سبب معلوم ہے کہ اُس چیز کا ارادہ جو بغیر اس کے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا۔ اور مندوب کے اسباب کثیر میں از انجملہ:۔

(1) قہقہہ سے ہنسنا (2) غیبت کرنا (3) چغلی کھانا (4) کسی کو گالی دینا

(5) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا (6) جھوٹی بات صادر ہونا

(7) حمد ونعت ومنقبت ونصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا (8) غصہ آنا (9) غیر عورت کے حُسن پر نظر۔

(10) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگر چہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسے قادیانی، چکڑالوی، نیچری، یا آج کل کے تبرائی رافضی، یا کذابی، یا بہائی، یا شیطانی، خواتمی، وہابی جن کے عقائد کفر کا بیان حسام الحرمین میں ہے۔ یا اکثر غیر مقلد خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اُن عقائد ارتداد پر مطلع ہو کر اُن کو عالم دین وعمدہ مسلمین کہتے، یا اللہ ورسول کے مقابل اللہ ورسول کو گالیاں دینے والوں کی حمایت کرتے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد1، صفحہ715، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کافر کے چھونے پر وضو کے اعادہ کا مسئلہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ علمائے اسلاف نے اس کی صراحت فرمائی ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ''یندب الوضوء من لمس یھودی ونظر بشھوۃ ولو الی محرم وتلفظ بمعصیۃ وغضب'' ترجمہ: یہودی کو چھو جانے، شہوت سے نظر کرنے اگرچہ محرم ہی کی طرف ہو، معصیت کی بات زبان پر لانے اور غصہ سے وضو مستحب ہے۔

(فتح المعین شرح قرۃ العین بیان نواقض الوضوء، صفحہ24,25، عاسر الاسلام پور پریس کیمر)

اب جناب بریلوی کے پیروکاروں کے فتوے ملاحظہ ہوں۔ بریلوی مکتب فکر کے ایک مفتی ارشاد فرماتے ہیں:''اہل حدیث جو نذیر حسین دہلوی، امیر احمد سہوانی، 51، امیر حسن سہوانی 52، بشیر حسن قنوجی 53 اور محمد بشیر قنوجی 54 کے پیروکار ہیں، سب بحکم شریعت کافر اور مرتد ہیں اور ابدی عذاب اور رب کی لعنت کے مستحق ہیں۔''55

یہ ایک غیر مستند شخص کا قول ہے اس نے امیر احمد سہوانی، امیر حسن سہوانی، بشیر حسن قنوبی اور محمد بشیر قنوجی کو کن عقائد کے تحت کافر و مرتد کہا ہمیں اس کا پتہ نہیں، ہم نہ ان کے قول کی تائید کرتے ہیں اور نہ ہی تردید کرتے ہیں۔

## ثناءاللہ امرتسری کے کفریہ عقائد

نیز:''ثناءاللہ امرتسری کے پیروکار سب کے سب کافر اور مرتد ہیں، ازروئے حکم شریعت۔''56

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ علیہ کہ جن کے بارے میں سید رشید رضا نے کہا ہے''رجل الھی فی الھند''57

اور جنہوں نے تمام باطل مذاہب وادیان، قادیانی، آریہ، ہندو، مجوسی اور عیسائی وغیرہ کو مناظروں میں شکست فاش دی اور وہ اس موضوع میں حجت سمجھے جاتے ہیں، ان کے بارے میں بریلوی حضرات کا فتویٰ ہے:''غیر مقلدین کا رئیس ثناء اللہ امرتسری مرتد ہے۔''58

اور خود جناب بریلوی نے لکھا ہے:''ثناء اللہ امرتسری در پردہ نام اسلام، آریہ کا ایک غلام باہم جنگ زرگری کام۔''59

ثناءاللہ امرتسری جس کی تطہیر ومترجم صاحب اتنی شان بیان کررہے ہیں، وہ امرتسری صاحب قرآنی معجزات کے منکر تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر بنام''تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن'' کی جس میں انہوں نے قرآن کی ایسی تفسیر کی جو سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف اور کمیونسٹ مذہب پر مبنی ہے۔ خود وہابی مولویوں نے امرتسری کے عقائد ونظریات کی تردید کی ہے۔ چند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں:۔

وہابی مولوی عبدالحق غزنوی صاحب ثناء اللہ امرتسری کے متعلق لکھتے ہیں:''حقیقت میں یہ بے انصاف، ناحق شناس، بدنام کنندہ نکونامے چند ناحق اہل حدیث کو بدنام کر رہا ہے، بلکہ اہل حدیث سے بالکل مخالف اور اہل سنت وجماعت سے

خارج ہے۔ فلاسفہ اور نیچریوں اور معتزلہ کا مقلد ہے۔ ناسخ ومنسوخ، تقدیر، معجزات، کرامات، صفاتِ باری، دیدار الٰہی، میزان، عذاب قبر، عرش، لوح محفوظ، دابۃ الارض، طلوع شمس ازمغرب وغیرہ وغیرہ، جو اہل سنت میں مسائل اعتقادیہ اجماعیہ ہیں اور آیات قرآنیہ ان پر شاہد ہیں اور علماء اہل سنت نے اپنی تفاسیر میں بالاتفاق جن آیات کی تفسیر ان مسائل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے ان سب آیتوں کو بتقلید کفرۂ یونان وفرق ضالہ معتزلہ وقدریہ وجہمیہ خذلھم اللہ محرف ومبدل کرکے سبیل مؤمنین کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ﴿ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جھنم و ساء ت مصیرا﴾ کا مصداق بنایا۔''

(الاربعین، صفحہ5، لاہور پرنٹنگ پریس، لاہور)

وہابی مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں: ''تفسیر امرتسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے۔ تفسیر چکڑالوی کا خطاب دیا جائے تو روا ہے۔۔۔اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد وتحریف میں پورا مرزائی، پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔''

(الاربعین، صفحہ43، لاہور پرنٹنگ پریس، لاہور)

ریاض کے قاضی شیخ محمد بن عبد اللطیف نے لکھا: ''نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے۔ میں نے اس پر حجت قائم کردی، مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں شک نہیں۔''

(فیصلہ مکہ، صفحہ15، جمعیہ مرکزیہ اہل حدیث ہند، لاہور)

وہابی مولوی عبد الاحد خانپوری لکھتے ہیں: ''ثناء اللہ ملحد زندیق کا دین اللہ کا دین نہیں ہے۔ اس کا کچھ تو دین فلاسفہ دہریہ نما اور صائبین کا ہے، جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے دشمن ہیں۔۔۔اور کچھ دین اس کا ابوجہل کا ہے جو اس امت کا فرعون تھا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔۔۔پس وہ بحکم قرآن واجب القتل ہے۔''

(الفیصلہ الحجازیہ السلطانیہ، صفحہ8، امان سرحد برقی پریس، راولپنڈی، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ)

واضح ہوا کہ امرتسری خود وہابی مولویوں کے نزدیک کافر تھا۔ اس کے علاوہ ثناء اللہ امرتسری قادیانیوں کو مسلمان جانتے تھے، جبکہ قادیانی کافر ومرتد ہیں جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری مرزئی عورت سے نکاح کو جائز قرار دیتے تھے اور ان کے پیچھے نماز نہ صرف جائز قرار دیتے تھے بلکہ پڑھ بھی لیتے تھے چنانچہ لکھتے ہیں: ''اگر عورت مرزائن ہے تو علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔''

(اہلحدیث امرتسر 2 نومبر 1934، ماخوذ از رسائل اہل حدیث، حصہ اول، صفحہ47، جمعیہ اہل سنہ، لاہور)

## ابن تیمیہ، ابن حزم، ابن قیم اور شوکانی کے نظریات

جناب بریلوی پوری امت مسلمہ کے نزدیک متفقہ ائمہ دین: ''امام ابن حزم رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، امام ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''وہابیہ کے مقتدا ابن حزم فاسد الجزم اور ردی المشرب تھے۔''60

مزید: ''ابن حزم لا مذہب، خبیث اللسان۔''61

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق کہتے ہیں: ''ابن تیمیہ فضول باتیں بکا کرتے تھے۔''62

خان صاحب کے ایک خلیفہ لکھتے ہیں: ''ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے نظام شریعت کو فاسد کیا۔ ابن تیمیہ ایک ایسا شخص تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا۔ وہ گمراہ، اندھا اور بہرہ تھا۔ اسی طرح وہ بدعتی، گمراہ اور جاہل شخص تھا۔''63

ایک اور نے لکھا: ''ابن تیمیہ گمراہ اور گمراہ گر تھا۔''64

نیز: ''ابن تیمیہ بد مذہب تھا۔''65

: ''ابن قیم ملحد تھا۔''66

امام شوکانی رحمہ اللہ کے متعلق ان کا ارشاد ہے: ''شوکانی کی سمجھ وہابیہ متاخرین کی طرح ناقص تھی۔''67

مزید: ''شوکانی بد مذہب تھا۔''68

ابن تیمیہ، ابن حزم، ابن قیم اور شوکانی یہ سب وہابی غیر مقلد تھے اور ان کو گمراہ و بدمذہب ان کے زمانے کے علماء نے بھی کہا تھا۔ ابن تیمیہ وہ شخص ہے جو پہلے سنی تھا پھر ایسا غیر مقلد خارجی ہوا کہ اس نے کئی غیر اسلامی عقائد وضع کئے اور کئے باطل فتوے دیئے۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے دیدار کے لئے سفر کرنا ناجائز ہے۔ علمائے اسلاف نے اس کا سخت رد فرمایا چنانچہ امام سبکی شفاء السقام شریف میں فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت واطراف عالم سے اس کی طرف سفر اعظم قربات الٰہی سے ہے جیسا کہ مدتوں سے شرق وغرب کے مسلمانوں میں معروف ہے، آج کل بعض مردود (یعنی ابن تیمیہ اور اس کے چیلے) شیطان کے سکھائے سے اس میں شک ڈالنے لگے۔ مگر ہیہات یہ مسلمان کے دل میں کہاں جگہ پاتی، یہ تو ایک مردود کی فتنہ پردازی ہے جس کا وبال اسی پر پڑے گا۔

(شفاء السقام، الباب السادس فی کون السفر الیہا قربۃ، صفحہ 102، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: ''قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور اس کی طرف سفر کو ابن تیمیہ اور اس کے اتباع مثل ابن قیم نے منع کیا اور یہ اس کا وہ کلام شنیع ہے جس کے سبب علماء نے اس کی تکفیر کی اور امام سبکی نے اس میں مستقل کتاب لکھی۔''

(نسیم الریاض، فصل فی حکم زیارۃ قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جلد3، صفحہ514، دارالفکر، بیروت)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو ابن تیمیہ نے بدعت کہا جبکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کے علماء نے اس طرح دعا مانگنے کو مستحسن کہا ہے۔ ردالمحتار میں ہے "وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی إلی ربہ ولم ینکرہ أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تیمیۃ فابتدع ما لم یقلہ عالم قبلہ" ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنا اچھا عمل ہے۔ پہلے اور بعد والے علماء میں سے کسی نے بھی وسیلہ کا انکار نہ کیا سوائے ابن تیمیہ کے، اس نے وسیلہ سے دعا مانگنے کو بدعت کہا جو کہ کسی عالم نے نہ کہا تھا۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، جلد6، صفحہ397، دارالفکر، بیروت)

کثیر احادیث سے ثابت ہے اور علمائے اسلاف کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مجلس میں اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تینوں نافذ ہو جاتی ہے۔ ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے اس سے بھی اختلاف کیا اور علمائے اسلاف نے فرمایا جو تین کو ایک کہے وہ گمراہ ہے۔ تفسیر صاوی میں ہے "اما المقول بان الطلاق الثلاث فی مرۃ واحدۃ لا یقع الا طلقۃ فلم یعرف الا لابن تیمیۃ من الحنابلۃ، وقد رد علیہ ائمۃ مذھبہ حتی قال العلماء انہ الضال المضل" ترجمہ: باقی یہ کہنا کہ اکٹھی تین طلاقیں دیں جائیں تو ایک واقع ہوتی ہے یہ مذہب سوائے ابن تیمیہ کے، جو حنابلہ میں سے ہے، کسی کا نہیں (حالانکہ حنبلی مسلک میں تین اکٹھی طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔) اور ائمہ کرام نے اس کا رد کیا ہے یہاں تک کہ علماء نے فرمایا جو تین کو ایک سمجھے وہ گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

(تفسیر صاوی، جلد1، صفحہ195، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں "وقد اختلف فیمن قال لامرأتہ انت طالق ثلاثاً فقال الشافعی ومالک وابوحنیفہ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث" ترجمہ: اختلاف کیا گیا اس میں جو اپنی بیوی کو کہے تو تین طلاقوں والی ہے امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور جمہور علمائے کرام نے فرمایا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تین واقع ہو جاتی ہیں۔

(نووی شرح صحیح مسلم، باب طلاق الثلاث، جلد10، صفحہ70، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

شرح ابن بطال میں رفاعہ والی حدیث کے تحت ہے "اتفق أئمة الفتوی علی لزوم إيقاع طلاق الثلاث فی کلمة واحدة، فإن ذلك عندهم مخالف للسنة، وهو قول جمهور السلف، والخلاف فی ذلك شذوذ، وإنما تعلق به أهل البدع "ترجمہ: ائمہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ تین اکٹھی طلاقیں دی جائیں تو تینوں ہی نافذ ہوجاتی ہیں اگرچہ اکٹھی تین طلاقیں دینا خلافِ سنت ہے اور یہ جمہور علماء سلف کا قول ہے۔اس کا خلاف شاذ ہے اور ایسا کہنے والے گمراہ ہیں۔

(شرح ابن بطال، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، جلد7، صفحہ390، مکتبۃ الرشد، الریاض)

اس کے علاوہ ابن تیمیہ وابن قیم اللہ عزوجل کے لئے جسم ہونے کے قائل تھے۔آج بھی وہابی بن تیمیہ کی کئی بے دین باتوں پر عمل پیرا ہیں اور ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے عقائد ونظریات کی بنا پر بالاتفاق گمراہ تھا۔ابن تیمیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی زبان درازی کی چنانچہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"وکنت ممن سمعه وهو علی منبر جامع الجبل بالصالحية وقد ذكر عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال:إن عمر له غلطات وبليات وأی بليات وأخبر عنه بعض السلف أنه ذكر علی بن أبی طالب رضی الله عنه فی مجلس آخر فقال :إن عليا أخطأ فی أكثر من ثلاثمائة مكان"ترجمہ:یہ تو شہادت ہے کہ میں نے خود سنا ہے ابن تیمیہ نے الصالحیۃ الجبل کی مسجد میں منبر پر کھڑے ہوکر کہا:حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی غلطیاں کیں۔اسی طرح اسلاف نے یہ بتایا ہے کہ ابن تیمیہ نے کہا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو غلطیاں کیں۔

(الفتاوی الحدیثیہ، صفحہ85، دار الفکر، بیروت)

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"وإياك أن تصغی إلی ما فی كتب ابن تيمية وتلميذه ابن قيم الجوزية وغيرهما ممن اتخذ إلهه هواه وأضله الله علی علم وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله، وكيف تجاوز هؤلاء الملحدون الحدود، وتعدوا الرسوم وخرقوا سياج الشريعة والحقيقة، فظنوا بذلك أنهم علی هدی من ربهم وليسوا كذلك، بل هم علی أسوأ الضلال وأقبح الخصال وأبلغ المقت والخسران وأنهی الكذب والبهتان فخذل الله متبعهم وطهر الأرض من أمثالهم" ترجمہ: ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزی اور ان کے علاوہ بھی ہر ایسے شخص کی کتابوں پر کان رکھنے بچو جس نے اپنی خواہش نفسانی کو معبود بنالیا اور خدا نے اس کے علم کے باوجود گمراہ کیا اور اسکے کان اور دل پر مہر اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈالا۔پس کون ہے جو اس کے باوجود اسے ہدایت

دے۔ان ملحدوں نے کس طرح اسلامی حدود سے تجاوز اور رسوم سے تعدی کی اور شریعت وحقیقت کی چادر کو پھاڑ ڈالا پھر بھی یہ اپنے آپ کو اللہ کی طرف سے راہ راست پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ راہ راست پر نہیں ہیں بلکہ وہ بدترین گمراہی اور قبیح ترین خصائل اور انتہائی بدنصیبی خسارے اور جھوٹ بہتان میں مبتلا ہیں۔اللہ عزوجل ان کے پیروں کاروں کو رسوا کرے اور ان جیسے عقیدے رکھنے والوں سے زمین کو پاک کرے۔آمین۔

(الفتاوی الحدیثیہ صفحہ 144، دار الفکر،بیروت)

ابن حزم غیر مقلد ظاہری نے یہ کہا کہ خدا کا بیٹا ہوسکتا ہے چنانچہ ملل ونحل میں کہتا ہے"انہ تعالی قادر ان یتخذ ولدا اذلو لم یقدر لکان عاجزا "ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اولاد رکھے کیونکہ اگر اس پر قادر نہ ہو تو عاجز ہوگا۔

(الفصل فی الملل والأہواء والنحل، جلد2، صفحہ138، مکتبۃ الخانجی،القاہرۃ)

سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ، القدسی مطالب الوفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں"فانظر اختلال ھذا المبتدع کیف غفل عمایلزم علی ھذہ المقالۃ الشنیعۃ من اللوازم التی لاتدخل تحت وھم وکیف فاتاہ ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیۃ القدرۃ عما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرۃ فلایتوھم عاقل ان ھذا عجز " ترجمہ: اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جوکسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خودہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔

(المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی،ماخوذاز،فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ365، رضافاؤنڈیشن،لاہور)

اسی میں فرمایا"وقع ھھنا لابن حزم ھذیان بین البطلان لیس لہ قدوۃ ورئیس الا شیخ الضلالۃ ابلیس "ترجمہ: مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس مگر سردار گمراہی ابلیس۔

(المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی،ماخوذ از،فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ365، رضافاؤنڈیشن،لاہور)

## ابن عبد الوہاب نجدی کا پرچم گمراہی

ﷺ جناب بریلوی اور ان کے متبعین امام محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہ اللہ کے بھی سخت دشمن ہیں کیونکہ انہوں نے بھی اپنے دور میں شرک وبدعت اور قبر پرستی کی لعنت کے خلاف جہاد کیا اور توحید باری تعالیٰ کا پرچم بلند

کیا۔ ﷺ

امام العلماء سیدی احمد زینی دحلان مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتاب مستطاب دررسنیہ میں ابن عبد الوہاب نجدی کے اعمال کا حال، عقائد کا ضلال، خاتمہ کا وبال قدرے مفصل تحریر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "کانوا اذا اراد احد ان یتبعھم علی دینھم طوعاً او کرھاً یا مرونہ بالاتیان بالشھادتین اولا ثم یقولون لہ اشھد علی نفسك ان کنت کافرا واشھد علی والدیك انھما ماتا کافرین واشھد علی فلان وفلان ویسمون لہ جماعۃ من اکابر العلماء الماضین فان شھدوا بذلك قبلوھم والا امرو ابقتلھم وکانوا یصرحون بتکفیر الامۃ من منذست مائۃ سنۃ" ترجمہ: جب کوئی شخص خوشی سے خواہ جبراً وہابیوں کے مذہب میں آنا چاہتا، اس سے پہلے کلمہ پڑھواتے، پھر کہتے خود اپنے اوپر گواہی دے کہ اب تک تو کافر تھا اور اپنے ماں باپ پر گواہی دے کہ وہ کافر مرے اور اکابر آئمہ سلف سے ایک جماعت کے نام لے کر کہتے ان پر گواہی دے کہ یہ سب کافر تھے۔ پھر اگر اس نے گواہیاں دے لیں جب تو مقبول، اگر ذرا انکار کیا مروا ڈالتے اور صاف کہتے کہ چھ سو برس سے ساری امت کافر ہے۔

(الدرر السنیہ، صفحہ 39 تا 53، المکتبۃ الحقیقیۃ، استنبول ترکی)

یہ تھا گمراہ کن پرچم جسے وہابی خود ساختہ توحید کا پرچم سمجھتے ہیں اور اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

## ابن عبد الوہاب نجدی کا درود وسلام سے بُغض

ﷺ ان کے متعلق احمد رضا صاحب رقمطراز ہیں: ''بد مذہب جہنم کے کتے ہیں۔ ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لیے کوئی بشارت نہیں۔ اگرچہ اس کا نام محمد ہے اور حدیث میں جو ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔ یہ حدیث صرف سنیوں (بریلوی) کے لیے ہے۔ بد مذہب (یعنی وہابی) تو اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالب ثواب رہے تب بھی اللہ عزوجل اس کی بات پر نظر نہ فرمائے اور اسے جہنم میں ڈالے۔''69 ﷺ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بالکل حدیث پاک کی روشنی میں فرمائی ہے۔ حدیث پاک میں ہے (( لـــــــو ان صاحب بدعۃ مکذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم ینظر ... حتی یدخلہ جہنم)) اگر کوئی بد مذہب تقدیر کا منکر خاص حجر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے

درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی عزوجل ملنے کی نیت بھی رکھے تا ہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے۔

(العلل المتناہیہ، حدیث 215، جلد1، صفحہ 140، نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

جب تقدیر کے منکر کو بدمذہب کہا گیا اور یہ وعید فرمائی گئی تو جو گستاخ رسول ہو اس کا کیا حال ہوگا؟ اس ابن عبد الوہاب نجدی کی درود سلام سے بغض کی مثال ملاحظہ ہو کہ الدرر السنیہ میں ہے "انہ قتل رجلا اعمٰی کان مؤذنا صالحا ذا صوت حسن نھاہ عن الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم فامربقتلہ فقتل ثم قال ان الربابۃ فی بیت الخاطئۃ یعنی الزانیۃ اقل اثما ممن ینادی بالصلوٰۃ علی النبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فی المنائر" ترجمہ: اور (ابن عبد الوہاب نجدی کی خباثتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے ایک نابینا متقی خوش آواز موذن کو منع کیا کہ منارہ پر اذان کے بعد صلوۃ نہ پڑھا کر، انہوں نے نہ مانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلوۃ پڑھی اس نے ان کے قتل کا حکم دے کر شہید کرا دیا کہ رنڈی کی چھوکری اتنی گنہگار نہیں جتنا منارہ پر با آواز بلند نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر درود بھیجنے والا ہے۔

(الدرر السنیہ، صفحہ 39 تا 53، المکتبۃ الحقیقیہ، استنبول، ترکی)

## گستاخ کافروں سے زیادہ بدتر و خطرناک ہیں

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''مرتدوں میں سب سے خبیث تر وہابی ہیں۔''70

نیز: ''وہابیہ اخبث واضر اصلی یہودی، بت پرست وغیرہ سے بدتر ہیں۔''71

واقعی گستاخ زیادہ خطرناک ہیں کہ قادیانی مرتدوں کو لوگ ان کی گستاخیوں کے سبب قابل نفرت جانتے ہیں، لیکن وہابیوں کے عقائد کا لوگوں کو پتہ نہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جو ختم نیاز کو نہیں مانتا وہ وہابی ہے۔ عام لوگوں کو تو پتہ ہی نہیں کہ ان کے بڑوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کیا کیا کہا ہے۔ اس لئے یہ زیادہ خطرناک ہیں کہ اہل حدیث ہونے کا جانسہ دے کر لوگوں کو وہابی بناتے ہیں۔ خود وہابی مولوی ثناء اللہ مدنی نے قادیانیوں کو بوجہ ارتداد وفتنہ کے عیسائیوں سے بدتر کہا چنانچہ فتاوٰی ثنائیہ مدنیہ میں کہتا ہے: ''ان نصوص سے معلوم ہوا کہ مرزائیوں کی نسبت عیسائیوں سے ہمدردی انسب ہے۔ پھر مرزائیوں کے ہمراہ کھانا تو قطعاً ناجائز ہے کیونکہ وہ مرتد غیر مسلم ہیں جبکہ عیسائیوں کے ساتھ کھانے کی اگرچہ گنجائش ہے۔''

(فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، جلد1، صفحہ489، دارالارشاد، لاہور)

## وہابیوں کی ابتداء وانتہاء

خان صاحب لکھتے ہیں: ''وہابی فرقہ خبیثہ خوارج کی ایک شاخ ہے، جن کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ وہ قیامت تک منقطع نہ ہوں گے۔ جب ان کا ایک گروہ ہلاک ہوگا، دوسرا سر اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ ان کا پچھلا طائفہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا۔ تیرہویں صدی کے شروع میں اس نے دیارِ نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور رہوا۔ جن کا پیشوا شیخ نجدی تھا، اس کا مذہب میاں اسماعیل دہلوی نے قبول کیا۔''72

خان صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا فرقہ وہابیہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھا؟ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ''ہاں یہی وہ فرقہ ہے جن کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ ختم نہیں ہوئے۔ ان کا آخری گروہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا۔ یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ نئے نام سے ظاہر رہا اور اب اخیر وقت میں وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا۔ بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب باتوں سے اچھی معلوم ہو اور حال یہ ہوگا کہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے۔''73

اپنی خرافات کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''غزوہ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غنائم تقسیم فرمائیں، اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا۔ اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیجئے کہ میں منافق کی گردن ماردوں؟ فرمایا: اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں۔ یہ اشارہ وہابیوں کی طرف تھا۔ یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کررہی ہے۔''74

حق بات کو خرافات کہنا اور خرافات کو دین سمجھنا وہابیوں کا شیوا ہے۔ یہ پورا کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا نہیں بلکہ حدیث پاک ہے۔ نسائی شریف کی حدیث پاک ہے حضرت شریک بن شہاب فرماتے ہیں میری بڑی تمنا تھی کہ میں صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملوں اور ان سے خارجیوں کے متعلق پوچھوں، تو میری ملاقات عید کی دن ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔

میں نے عرض کیا ((ہل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر الخوارج؟ فقال نعم، سمعت رس
اللہ علیہ وسلم بأذنی، ورأیتہ بعینی، أتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمال فقسمہ، فأعطی من عن
عن شمالہ، ولم یعط من وراءہ شیئا، فقام رجل من ورائہ فقال یا محمد، ما عدلت فی القسمۃ رجل أسود ہ

الشعر علیہ ثوبان أبیضان، فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبا شدیدا وقال

رجلا ہو أعدل منی ثم قال یخرج فی آخر الزمان قوم کان ہذا منہم یقرؤون القرآن لایجاوز تراقیہم یمر

من السلام کما یمرق السہم من الرمیۃ سیماہم التحلیق لایزالون یخرجون حتی یخر

الدجال فاذا لقیتموہم شر الخلق والخلیقۃ) کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوارج کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مال آیا۔ آپ مال تقسیم کر رہے تھے اور تقسیم میں دائیں بائیں والوں کو دے رہے تھے، پیچھے والوں میں تقسیم نہ فرما رہے تھے۔ آپ کے پیچھے سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے محمد! تو نے تقسیم کرنے میں انصاف نہیں کیا۔ یہ کالے رنگ کا سر منڈا ہوا شخص تھا اور اس پر دو سفید کپڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی اس گستاخی پر شدید غضب ناک ہوئے اور فرمایا اللہ عزوجل کی قسم! تم میرے بعد مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا کوئی نہ پاؤ گے۔ پھر فرمایا آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی یہ بھی ان میں سے ہے۔ جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ ان کی علامت سر منڈانا ہے۔ یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ انکا آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہے۔

(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، من شہر سیفہ ثم وضعہ فی الناس، جلد 7، صفحہ 119، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، حلب)

ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کا پورا کلام نقل کیا تھا کہ آپ نے ابن عبدالوہاب نجدی کا حال بتایا تھا کہ جو شخص اس کے عقائد قبول کرتا تھا ابن عبدالوہاب نجدی اس کا سر منڈوا دیتا تھا یہاں تک کہ عورتوں کے بھی سر کے بال منڈوا دیتا تھا کہ یہ زمانہ کفر کے بال ہیں انہیں دور کرو۔ مترجم صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا، بلکہ کئی عبارات کا ترجمہ کئے بغیر توڑ موڑ کر کلام پیش کیا ہے۔ شاید مترجم صاحب کو اپنے شیخ نجدی کے یہ کارنامے پسند نہیں آئے اسی لئے شرم کے مارے ان عبارات کا ترجمہ بھی نہیں کر پائے۔

ایک روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ذکر ہے کہ انہوں نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے منع فرمایا اور یہ پیشین گوئی فرمائی تھی۔ کتنے واضح انداز میں خارجیوں کا ذکر ہے اور ان کے احوال بتائے گئے ہیں کہ وہ قرآن وسنت کا بہت ڈھونڈرا پیٹنے والے ہوں گے لیکن دین سے نکلے ہوئے ہوں گے۔ آپ خود غور فرمالیں کہ کیا وہابیوں میں یہ سب کچھ نہیں پایا جاتا؟ خارجیوں کے عقائد ونظریات کو آگے لے کر چلنے والا ابن عبدالوہاب نجدی تھا جو نجد میں پیدا ہوا۔ جس نجد

کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ((ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان)) وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب ما قیل فی الزلازل والآیات، جلد2، صفحہ33، دار طوق النجاۃ)

## ابن عبدالوہاب نجدی کے متعلق دیوبندی مولوی کے تاثرات

بریلوی صاحب کے ایک پیروکار اپنے بغض وعناد کا اظہار ان لفظوں سے کرتے ہیں: "خارجیوں کا گروہ فتنے کی صورت میں محمد بن عبدالوہاب کی سرکردگی میں نجد کے اندر بڑے زور شور سے ظاہر ہوا۔ محمد بن عبدالوہاب باغی، خارجی بے دین تھا۔ اس کے عقائد کو عمدہ کہنے والے اس جیسے دشمنان دین، ضال مضل ہیں۔"75

امجد علی رضوی نے بھی اسی قسم کی خرافات کا اظہار کیا ہے۔76

بالکل صحیح فرمایا ہے۔ ہماری بات بُری لگتی ہے تو دیوبندی مولوی کی سنو! چنانچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں: "وہ (ابن عبدالوہاب نجدی) بہت سے مباح اور جائز امور کو حرام کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔"

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، صفحہ 41، فروری 1963ء)

## وہابیوں کا مکہ ومدینہ پر حملہ

ایک بریلوی مصنف نے تو الزام تراشی اور دشنام طرازی کی حد کردی ہے۔ صدق وحیا سے عاری ہوکر لکھتا ہے: "وہابیوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بے گناہوں کو بے دریغ قتل کیا اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کی عورتوں اور لڑکیوں سے زنا کیا (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) سادات کرام کو بہت قتل کیا، مسجد نبوی شریف کے تمام قالین اور جھاڑ وفانوس اٹھا کر نجد لے گئے۔ اب بھی جو کچھ ابن سعود نے حرمین شریفین میں کیا (77) وہ ہر حاجی پر روشن ہے۔"78

یہ تاریخی جھوٹ ہے کہ وہابیوں نے حرمین شریفین پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ خارجیوں سے لے کر ابن عبدالوہاب نجدی اور ابن سعود تک سب نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ حرمین شریفین پر قبضہ کر کے اس اسلامی مرکز کو اپنے قبضہ میں لے کر اپنے باطل عقائد کی ترویج کریں۔

128 ہجری میں ابوحمزہ نامی خارجی نے مسلمانوں کے خلاف جہاد کے لئے لوگوں کو ابھارا اور مکہ اور مدینہ پر حملہ کیا اور مدینہ شریف کے بے شمار مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ پھر یہ ابوحمزہ خارجی مدینہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چڑھا اور جہاد کی

باطل تعریف ومفہوم بیان کیا۔پھر خارجیوں کی بُری عادت کی طرح وہی کفروشرک کے فتوے دیئے چنانچہ تاریخ الطبری میں ہے"حدثنی العباس قال قال هارون حدثني جدي أبو علقمة، قال سمعت أبا حمزة على منبر رسول الله يقول:من زنى فهو كافر ومن شك فهو كافر، ومن سرق فهو كافر، ومن شك أنه كافر" ترجمہ:ابوعلقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمزہ کومنبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ کہتے ہوئے سنا جوزنا کرے وہ کافر ہے اور جواس میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔جو چوری کرے وہ کافر ہے اور جواس میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(تاریخ الطبری،الجزء السابع،سنۃ ثلاثین و مائۃ جلد7،صفحہ397،دار التراث،بیروت)

بعد میں پھراس پرمسلمانوں کی حکومت آئی۔حرمین شریفین پر مدتوں تک ترک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ترک جب انگریزوں کے خلاف جنگ میں مصروف تھےتو ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا جس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار،کتاب الجہاد،باب البغاۃ میں زیر بیان خوارج میں فرماتے ہیں "كما وقع في زماننا في اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثالث وثلثين و مائتين والف "ترجمہ:یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کر کے حرمین محترمین پرغلبہ حاصل کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگران کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان بس وہی ہیں اور جوان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں۔اس وجہ سے انہوں نے اہلسنت کا قتل اوران کے علماء کا شہید کرنا مباح ٹھہرالیا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اوران کے شہر ویران کیے اور لشکرِ مسلمین کو1233ھ میں ان پر فتح بخشی۔

(ردالمحتار کتاب الجہاد،باب البغاۃ جلد4،صفحہ262،دار الفکر،بیروت)

اس کے بعد پھر ابن سعود نے انگریزوں کی مدد سے حرمین شریفین پر حملہ کیا۔یہودی ترک حکومت کو کمزور کر کے فلسطین میں اسرائیلی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے، اس لئے انگریزوں نے وہابیوں کا ترکوں پر حملے میں ساتھ دیا اورابن سعود نے 1924ء میں مکہ پر اور1925ء میں مدینہ پر حملہ کر کے نجد وحجاز کی بادشاہت کا اعلان کردیا اور مملکت کا نام سعودی عرب رکھا۔جب نجدیوں نے مدینہ پرحملہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر گولہ باری اور گولیاں چلائیں۔خوب قتل و

غارت کی تھی جس کی تاریخ گواہ ہے۔ یہاں سے حجاز پر سعودی نجدیوں کے دور کا آغاز ہوا جو اب تک جاری ہے۔تب سے لیکر آج تک نجدی مزارات صحابہ ومقدس مقامات کو ختم کرنے میں سرگرم ہیں۔ان سے پہلے ترک مسلمانوں نے جو تاریخی مقدس مقامات کو بڑی حفاظت وعقیدت سے رکھا تھا نجدیوں نے ان کو ختم کردیا۔یہاں تک بعض کتب میں لکھا ہے کہ نجدیوں نے گنبد خضراء کو بھی ختم کرنا چاہا تھا اور جو لوگ اسے شہید کرنے کے لئے اوپر چڑھے ان میں سے دو گر کر مر گئے۔پھر نجدیوں نے شہید کرنے کی کوشش کو چھوڑ دیا۔

## وہابیوں کی مسلمانوں پر پابندی اور مشرکوں کو مرحبا

﴾ ایک اور بریلوی، امام محمد بن عبدالوہاب اوران کے ساتھیوں کے متعلق غلیظ اور غیر شائستہ زبان استعمال کرتے ہوئے لکھتا ہے:''یہ پیارے مذہب اہل سنت کا رعب حقانیت ہے کہ فراعنہ نجد حجاز کی مقدس سرزمین پر مسلط ہوتے ہوئے بھی لرز رہے ہیں، کپکپا رہے ہیں۔''(اب کہاں گیا رعب حقانیت! اب تو نہ صرف مسلط ہوچکے ہیں بلکہ اکابرین بریلویت کا داخلہ بھی وہاں بند کردیا گیا ہے) لکھتے ہیں:''ناپاک،گندے،کفری عقیدے رکھنے والے حکومت سعودیہ،ملت نجدیہ خبیثہ،ابن سعود کے فرزند نامسعود۔''79 ﴿

خود ہی مترجم صاحب نے حاشیہ میں یہ عبارت لکھ کر اپنی ذہنیت واضح کردی ہے کہ وہابیوں کا مکہ مدینہ پر قبضہ ہے اور یہ وہاں کے ''مامے'' بنے ہوئے ہیں جس مسلمان کو چاہیں حج وعمرہ کی اجازت دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔سنی مسلمان کے لئے تو ممانعت ہے اور ہندؤوں کے لئے مرحبا کے نعرے ہیں۔روزنامہ جنگ کراچی میں ہے:''سعودی عرب میں نہرو کا مرحبا نہرو رسول السلام اور جے ہند کے نعروں سے استقبال: شاہ سعود نہرو کی پنج شیلا پر ایمان لے آئے۔سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہرو کے استقبال کے لئے عرب عورتیں بھی موجود تھیں۔یہ خواتین ،سڑکوں اور کیڈیلاک کاروں میں بیٹھی ہوئی مسٹر نہرو کو نقابوں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہی تھیں، ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگالیا۔''

(روزنامہ جنگ کراچی،27,28,29 ستمبر 1956ء)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تصدیق ہے کہ خارجی مشرکوں کو چھوڑ دیں گے اور اہل اسلام کے ساتھ جہاد کریں گے۔بخاری شریف کی حدیث پاک ہے((یقتلون أہل الإسلام ویدعون أہل الأوثان (بخاری))) اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، جلد4، صفحہ137، دار طوق النجاۃ)

## بدمذہب کا احترام کرنا

ﷺ ایک مرتبہ بمبئی کی جامع مسجد کے امام احمد یوسف نے سعودی شہزادوں کا استقبال کیا تو بریلوی حضرات نے ان کے متعلق تکفیری فتوے دیتے ہوئے کہا: ''احمد یوسف مردود نے شاہ سعود کے بیٹوں کا استقبال کیا ہے اور نجدی حکومت کی تعریف کی ہے۔ وہ نجدی حکومت جس کے نجس، کفریہ اور خبیث عقائد ہیں۔ اس نے کفار و مرتدین کی عزت کی ہے اور گندی نجدی ملت کا استقبال کیا ہے۔ وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے کافر و مرتد ہوگیا ہے اور غضب الٰہی کا مستحق ٹھہرا ہے اور اسلام کو منہدم کیا۔ اس کے اس عمل کی وجہ سے عرش الٰہی ہل گیا ہے۔ جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔''80 ﷺ

بدعقیدہ لوگوں کی عزت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ((عن عبد اللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام)) ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔

(المعجم الاوسط، جلد 5، صفحہ 396، دار الکتاب العربی، بیروت)

دوسری حدیث میں ہے (( من لقیہ ببشر فقد استخف بما أنزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی بدمذہب سے خندہ پیشانی سے ملا بے شک اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری گئی۔

(مسند الشہاب من انتہر صاحب بدعۃ ملأ اللہ قلبہ أمنا وإیمانا، جلد 1، صفحہ 318، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

وہابی چونکہ بدعقیدہ ہیں لہٰذا ان جیسا عقیدہ رکھنے والے شخص کا احترام تو ناجائز ہی ہے۔ البتہ اس کا احترام کرنے والا کافر و مرتد اس وقت ہی ہوگا جب وہ وہابی حد کفر تک پہنچ گیا ہو اور یہ سب جانتے ہوئے بھی اسے مسلمان سمجھتا ہو۔

## باطل فرقوں کی نشانی

ﷺ یعنی سعودی خاندان کے افراد کا استقبال اتنا عظیم گناہ ہے کہ جس کے ارتکاب سے انسان کافر و مرتد قرار پاتا اور غضب الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس عمل کی وجہ سے عرش الٰہی بھی ہلنے لگتا ہے۔ دوسری طرف انگریزی استعمار کی حمایت و تائید کرنے سے ایمان میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ اسے جلاء ملتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ

اہل توحید کی دعوت ان کی دین کے نام پر دنیاداری کے راستے میں حائل ہوتی ہے اور عوام الناس کو ان کے پھیلائے ہوئے جال سے آزاد کرتی ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ان کی کتب قادیانی، شیعہ، بابی، بہائی، ہندو، عیسائی اور دوسرے ادیان وفرق کے خلاف دلائل واحکامات سے تو خالی ہیں مگر اہل حدیث اور دوسرے اہل توحید کے خلاف سباب وشتائم اور تکفیر وتفسیق سے بھری ہوئی ہیں۔ ﴾

وہابی اپنے عقائد ونظریات نہیں بدلتے بلکہ جو ان کے عقائد کارد کرے اس پر ناراض ہوجاتے ہیں اور اسے انگریزوں کا ایجنٹ کہہ کر اپنے چیلوں کو راضی کرتے ہیں۔ اپنے فرقوں کے اچھے اچھے نام جیسے اہل توحید، اہل حدیث، اہل قرآن رکھنے سے کچھ نہیں ملتا جب عقائد ہی باطل ہوں۔ بلکہ احادیث میں ایسے باطل فرقوں کی یہی نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ اچھی باتیں کرنے والے خود کو اہل حق کہنے والے ہوں گے۔ سنن ابو داؤد میں ہے ((عن انس و ابی سعید قال رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ سیکون فی امتی اختلاف و فرقۃ قوم یحسنون القول و یسیئون الفعل)) ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً میری امت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہوگی ایسے لوگ ہونگے جن کی باتیں اچھی ہوں گی اور اعمال بُرے ہوں گے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوارج، جلد4، صفحہ243، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((سیخرج قوم یتکلمون بالحق ولا یجوز حلقہم یخرجون من الحق کما یخرج السہم من الرمیۃ)) ایک قوم نکلے گی جو حق والی باتیں کری گی لیکن یہ حق ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، حق سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

(السنۃ لعبداللہ بن احمد، جلد2، صفحہ628، دار ابن القیم، الدمام)

وہابیوں کا یہ کہنا بالکل باطل ہے کہ اہل سنت دیگر باطل فرقوں کا رد نہیں کرتے۔ الحمد للہ عزوجل! علمائے اہل سنت نے شروع سے لے کر اب تک بدمذہبوں کا ردِ بلیغ فرمایا ہے۔ خود وہابیوں کی ہر دوسری کتاب شرک وبدعت پر لکھی ہوتی ہے جس میں مسلمانوں کو دھکے سے مشرک وبدعتی کہا جارہا ہوتا ہے۔

## وہابی اور دیوبندیوں کے عقائد ایک ہیں

﴿ اہل حدیث کے علاوہ جناب بریلوی صاحب اور ان کے پیروکاروں نے دیوبندی حضرات کو بھی اپنی

تکفیری مہم کی لپیٹ میں لیا اور ان پر کفر و ارتداد کے فتوے لگائے ہیں۔ ﷺ

وہابیوں اور دیوبندیوں کے عقائد ایک ہی ہیں۔ بس یہ فرق ہے کہ دیوبندی خود کو حنفی کہتے ہیں۔ آگے دیوبندی مولویوں کے کفریات لکھے جائیں گے، جن کفریات کی ظہیر صاحب تائید کررہے ہیں اور ان کفریات کو غلط کہنے والوں پر ظہیر صاحب اعتراض کررہے ہیں، گویا یہ کفریہ کلمات وہابیوں کے نزدیک بھی کفر نہیں ہیں۔ خود دیوبندی مولوی رشید گنگوہی نے کہا ہے کہ ہمارے اور ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد ایک ہیں۔

## قاسم نانوتوی کی کفریہ عبارت

ﷺ سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا قاسم نانوتوی ان کی تکفیر کا نشانہ بنے جن کے بارے میں مولانا عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں: "مولانا نانوتوی بہت بڑے عالم دین تھے، زہد وتقویٰ میں معروف تھے، ذکر و مراقبے میں مصروف رہتے، لباس میں تکلف نہ کرتے، آغاز زندگی میں صرف ذکر اللہ میں مصروف رہے، پھر حقائق و معارف کے ابواب ان پر منکشف ہوئے تو شیخ امداد اللہ (مشہور صوفی حلولی) نے انہیں اپنا خلیفہ منتخب کرلیا۔ عیسائیوں اور آریوں کے ساتھ ان کے مناظرے بھی بہت مشہور ہیں۔ ان کی وفات 1297ھ میں ہوئی۔"81

دیوبندی تحریک کے بانی اور اپنے وقت میں احناف کے امام مولانا قاسم نانوتوی کے متعلق خاں صاحب لکھتے ہیں: "قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی "تحذیر الناس" ہے اور اس نے اپنے رسالہ میں کہا کہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی پیدا ہوتو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ یہ تو سرکش شیطان کے چیلے اس مصیبت عظیم میں سب شریک ہیں۔"82

مزید کہا: "قاسمیہ لعنہم اللہ ملعون ومرتد ہیں۔"83

ان کے ایک پیروکار نے لکھا: "تحذیر الناس مرتد نانوتوی کی ناپاک کتاب ہے۔"84 ﷺ

اتنا صریح کفر نقل کرنے کے بعد بھی اسے کافر کہنے پر اعتراض کیا جارہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا لیکن قاسم نانوتوی صاحب کے کلام سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ گویا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف عقائد ہے۔ قادیانیوں نے اسی بات کو اپنی دلیل بنایا تھا۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری

نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ اور لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

صحیح مسلم شریف و مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ وغیرہا میں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی)) بیشک میری امت میں تیس کذاب ہوں گے کہ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(جامع ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، جلد4، صفحہ499، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی آنے کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے "کذلك (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اوبعدہ (الی قولہ) فھؤلا کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اخبرانہ خاتم النبیین ولانبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولاتخصیص فلا شك فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا" ترجمہ: جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے۔ یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اس کلام کو ظاہر پر محمول کرنے پر امت کا اجماع ہے اور اس سے ظاہر مفہوم ہی مراد ہے اس میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں۔ تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت و بحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین، جلد2، صفحہ170، شرکت صحافیہ فی البلاد العثمانیہ، ترکی)

بلکہ یہاں تک لکھا گیا ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں یا آپ کے بعد نبی ہونے کی تمنا کرے اس نے بھی کفر کیا چنانچہ اعلام بقواطع الاسلام میں ہے "ومن ذلك (ای المکفرات) ایضا تکذیب نبی او نسبۃ تعمد کذب الیہ او محاربتہ اوسبہ او الاستخفاف ومثل ذلك کما قال الحلیمی مالو تمنی فی زمن نبینا او بعدہ ان لو کان نبیا فیکفر فی جمیع ذلك والظاھر انہ لافرق بین تمنی ذلك باللسان او القلب مختصراً" ترجمہ: انہیں باتوں میں

جو معاذ اللہ آدمی کو کافر کر دیتی ہیں کسی نبی کو جھٹلانا یا اس کی طرف قصداً جھوٹ بولنے کی نسبت کرنا یا نبی سے لڑنا یا اسے بُرا کہنا، اس کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہونا اور بتصریح امام حلیمی انہیں کفریات کی مثل ہے ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ کسی طرح سے نبی ہو جاتا۔ ان صورتوں میں کافر ہو جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں وہ تمنا زبان سے کرے یا صرف دل میں کرے۔

(الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ صفحہ 352، مکتبۃ الحقیقہ استنبول ترکی)

اگر کوئی قادیانیوں میں سے خاتم النبیین کہ یہ معنی بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمال ذات وصفات کے لحاظ سے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد آپ سے کم درجے کا نبی آ سکتا ہے تو یہ کہنا بھی کفر ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں "ان الامۃ فھمت ھذااللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص "ترجمہ: تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔

(الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی، صفحہ 114، المکتبۃ الادبیہ مصر)

جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آ سکتا وہ کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ اب وہابی غور فرمالیں کہ ان کا نانوتوی کی تائید کرنا کیسا ہے؟ یہ پہلے بھی کہا گیا کہ کوئی عالم ہو یا عبادت گزار اس کا عمل کفریہ عقیدہ رکھنے کے سبب ضائع جاتا ہے۔ کوئی شیطان کی سابقہ عبادت کی شان پر پوری کتاب لکھ دے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو جائے گا کہ وہ جنتی ہے۔

موجودہ دیوبندی مولوی قاسم نانوتوی کو بچانے کے لئے عام دیوبندیوں کو درج ذیل فریبوں سے مطمئن کرتے ہیں:۔

(1) دیوبندی کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے قاسم نانوتوی کی عبارات کو تحریف کے ساتھ پیش کیا تھا کہ کوئی بات کہاں سے لی اور کوئی کہاں سے لی۔ جبکہ یہ دیوبندیوں کا صریح بہتان ہے۔ اعلیٰ حضرت نے قاسم نانوتوی کی عبارات میں کوئی تحریف نہیں کی بلکہ اس کی مختلف عبارات سے اس کا خلاصہ بیان کیا کہ قاسم نانوتوی خاتم النبیین کا یہ کفریہ معنی بیان کرتا ہے۔ دیوبندیوں کو چیلنج ہے کہ وہ نانوتوی کی تمام عبارات سامنے رکھ کر خلاصہ نکالیں وہی نکلے گا جو اعلیٰ حضرت نے بیان کیا ہے۔ تحریف اس صورت میں ہوتی ہے کہ مختلف جگہوں سے مواد لے کر اس انداز میں پیش کیا جائے کہ معنی ہی بدل جائیں۔

(2) زیادہ تر دیوبندی مولوی کہتے ہیں کہ قاسم نانوتوی نے یہ ایک مفروضہ کے طور پر کہا تھا کہ بالفرض اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔یعنی قاسم نانوتوی نے یہ تو ایک مثال کے طور پر کہا تھا۔ دیوبندیوں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ مفروضہ کی صورت میں بھی صریح کفر ہے۔یہ کہاں لکھا ہے کہ مفروضہ میں جو مرضی کہہ دو کفر نہیں ہوگا؟ کتب فقہ میں کئی مفروضوں کو کفر کہا گیا ہے جیسے اگر کوئی یہ مفروضہ قائم کرے کہ اگر فلاں کام کا مجھے خدا حکم دے میں نہیں کروں گا،تو ایسا کہنا کفر لکھا ہے۔اسی طرح اگر کوئی یہ مفروضہ قائم کرے کہ بالفرض اگر آج بھی کوئی نبی آجائے تو میں اس کی پیروی کروں گا تو یہ کہنے والے فوراً کافر ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام کے بعد اور نبی آنا محال ہے۔اگر کوئی معاذ اللہ یوں کہے کہ بالفرض کوئی اور خدا ہو تو رب تعالیٰ کی وحدانیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا،تو ایسا کہنے والا بھی کافر ہے کہ دوسرے خدا سے یقیناً وحدانیت میں فرق پڑے گا۔یونہی دوسرا نبی ہونے سے یقیناً خاتم النبیین ہونے میں بھی فرق پڑے گا۔قرآن وحدیث میں جو بعض مقامات پر مفروضے قائم کیے گئے ہیں ان کا نتیجہ قرآن وحدیث سے نہیں ٹکراتا بلکہ وہ باطل نظریات کی تردید میں ہوتا ہے۔ لہٰذا قاسم نانوتوی نے جو مفروضہ قائم کیا ہے یہ قرآن وحدیث کی صریح مخالفت کی وجہ سے کفریہ ہے۔

## رشید احمد گنگوہی کی گستاخیاں

﴿ مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی حضرات کے بہت جید عالم وفاضل ہیں۔مولانا عبدالحیٔ لکھنوی ان کے متعلق لکھتے ہیں:''شیخ امام محدث رشید احمد گنگوہی محقق عالم وفاضل ہیں۔صدق وعفاف توکل اور تصلب فی الدین میں ان کا کوئی مثیل نہ تھا۔مذہبی امور میں بہت متشدد تھے۔''85

بریلی کے خاں صاحب کا ان کے پیروکاروں کے بارے میں خیال ہے:''جہنمیوں کے جہنم جانے کی ایک وجہ (رشید احمد) گنگوہی کی پیروی ہوگی۔''86

اور ان کے بارے میں لکھتے ہیں:''اسے جہنم میں پھینکا جائے گا اور آگ اسے جلائے گی اور (ذق الاشرف الرشید) کا مزہ چکھلائے گی۔''87

نیز:''رشید احمد کو کافر کہنے میں توقف کرنے والے کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔''88

ایک بریلوی مصنف نے اپنی ایک کتاب کے صفحہ میں چار مرتبہ ''مرتد گنگوہی'' کا لفظ دہرایا ہے۔89

ان کے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:''رشید احمد کی کتاب ''براہین قاطعہ'' کفری قول اور پیشاب سے بھی زیادہ پلید ہے۔جو ایسا نہ جانے وہ زندیق ہے۔''90 ﴾

1887ء میں رشید احمد گنگوہی کی تالیف ''براہین قاطعہ'' مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی ۔جس پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی زوردار تقریظ موجود ہے ۔اس کتاب میں صریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ۔اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں ،شیطان کو علم غیب ہے، شیطان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ علم ہے، نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، نبی علیہ السلام کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے ۔پھر یہاں تک کہہ دیا کہ شیطان خدا کی صفت خاصہ میں اس کا شریک ہے ۔یہ بھی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تو اور اپنے خاتمے کا بھی نہ جانتے تھے ،اس کے یہ کفریات ملاحظہ ہوں :۔

☆ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے ،جس سے تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ،شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے ۔

(البراہین القاطعہ ،بحث علم غیب ،صفحہ 51،مطبع لے بلاساڈھور،انڈیا)

☆ شیطان خدا کی صفت خاصہ میں اُس کا شریک ہے ۔

(البراہین القاطعہ،بحث علم غیب ،صفحہ 51،52،مطبع لے بلاساڈھور،انڈیا)

☆ شیطان اس عظیم فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہے نہ بایں معنیٰ کہ حضور میں کم ہو اور اس میں زائد، بلکہ بایں معنیٰ کہ یہ فضلِ جلیل ابلیس ہی کے لیے ہے ۔حضور کے لیے ماننے والا مشرک ۔''

(البراہین القاطعہ،بحث علم غیب،صفحہ 51، مطبع لے بلاساڈھور،انڈیا)

☆ حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں ۔

(البراہین القاطعہ،بحث علم غیب ،صفحہ 51،مطبع لے بلاساڈھور،انڈیا)

شیطان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ علم والا کہنا صریح کفر ہے ۔شفائے امامِ اجل قاضی عیاض اور شرح علامہ شہاب خفاجی مسمّٰی بہ نسیم الریاض میں ہے "جمیع من سبّ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بشتمة اوعابه هو اعم من السب فان من قال فلان اعلم منه صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقد عابه و نقصه وان لم یسبه (فهو ساب والحکم فیه حکم الساب) من غیر فرق بینهما (لانستثنی منه)(فصلاً )ای صورةً (ولا نمتری)فیه تصریحاً کان اوتلویحاً وهذا کلّه اجماع من العلماء وائمة الفتوٰی من لدن الصحابة رضی اللّٰه تعالی عنهم الی هلّم جرًّا ''ترجمہ: جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے اور یہ گالی دینے سے زیادہ عام ہے ۔جس نے کسی کی نسبت کہا کہ

فلاں کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے، اس نے ضرور حضور کو عیب لگایا، حضور کی توہین کی، اگر چہ گالی نہ دی، یہ سب گالی دینے والے کے حکم میں ہے، ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ نہ ہم اس سے کسی صورت کا استثناء کریں نہ اس میں شک وتر ددکوراہ دیں، صاف صاف کہا ہو یا کنایہ سے، ان سب احکام پر تمام علماء اور آئمہ فتویٰ کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔

(نسیم الریاض، القسم الرابع، الباب الاول، جلد4، صفحہ335، 336، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، ہند)

علم غیب کی بحث میں ہم نے قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف کے اقوال کی روشنی میں واضح کیا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع تھا۔ مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کس دل سے گوارا ہو۔ انہوں نے صاف الفاظ میں عطائی علم غیب کو بھی شرک کہہ دیا چنانچہ کہتا ہے: ''خدا کے بتائے سے بھی اگر بعض مغیبات کا علم ان کے لیے مانے جب بھی شرک ہے۔''

(البراہین القاطعہ، بحث علم غیب، صفحہ51، مطبع لے بلاساڈھور، انڈیا)

جبکہ محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ دیوبندی عطائی غیب کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''ایک فرقہ نے کلی طور پر انکار کردیا اور کہا کہ حضرت سید الشاہدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قطعا علم مغیبات نہ تھا۔ دوسرے نے آپ کے علم کے بارے میں اس قدر غلو کیا کہ آپ کو ہر ذرہ ہر حالت اور ہر جزئی کا عالم بنایا، یہی نہیں آپ کو ہر جگہ حاضر وناظر بھی جانا۔ ان حضرات نے بھی زیادتی کی۔ اہل ظاہر اور عوام کے لئے یہ عقیدہ کافی ہے کہ حضرت ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جتنا علم چاہا دیا۔ ہمیں اس کا علم نہیں اور نہ ہم اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔''

(عین الیقین، صفحہ25، مطبع فیروزسنز، لاہور)

امام علم غیب کو شرک کہہ رہا ہے اور پیروکار اس کا اعتراف کررہا ہے۔ پھر گنگوہی نے عطائی غیب کو شرک کہہ دیا اور بغیر اللہ عزوجل کی عطا کے علم کو کفر نہ کہا چنانچہ فتاوی رشیدیہ میں کہتا ہے: ''جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاق حق تعالیٰ کے تو اندیشہ کفر کا ہے لہٰذا امام نہ بنانا چاہیے اگر چہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے۔''

(فتاوی رشیدیہ)(حوالہ پورا دیں یا عبارت چھوڑدیں)

حالانکہ ایسا عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے۔

## اشرف علی تھانوی کا کفر

ﷺ ان کے علاوہ بریلوی خاں صاحب نے مولانا اشرف علی تھانوی کو بھی کافر و مرتد قرار دیا ہے۔مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی احناف کے بہت بڑے امام ہیں۔۔۔۔۔''نزہۃ الخواطر'' میں ہے:''مولانا اشرف علی بہت بڑے عالم دین تھے۔ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔وعظ وتدریس کے لیے منعقد کی جانے والی مجالس سے استفادہ کیا اور ہندوانہ رسوم وعادات سے تائب ہوئے۔''91

ان کے متعلق احمد رضا صاحب لکھتے ہیں:''اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں سے ایک شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں ہے، جسے اشراف علی تھانوی کہتے ہیں۔اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی کہ چار ورق کی بھی نہیں۔اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔''92

آگے چل کر لکھتے ہیں:''بدکاری کو دیکھو، کیسے ایک دوسرے کو کھینچ کر لے جاتی ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفہ سب کے سب کافر و مرتد ہیں اور باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے، خود کافر ہے۔اور شفا شریف میں ہے، جو ایسے کو کافر نہ کہے یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے، وہ بھی کافر ہوجائے گا۔بے شک جن چیزوں کا انتظار کیا جاتا ہے، ان سب میں بدترین دجال ہے اور بے شک اس کے پیروان لوگوں سے بھی بہت زیادہ ہوں گے۔''93

مزید لکھتے ہیں:''جو اشرف علی کو کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔''94

نیز:''بہشتی زیور (مولانا تھانوی کی کتاب) کا مصنف کافر ہے۔تمام مسلمانوں کو اس کتاب کا دیکھنا حرام ہے۔''95

نیز:''اشرفیہ سب مرتد ہیں۔''96

تجانب اہل السنہ میں ہے:''مرتد تھانوی۔''97 ﷺ

اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہین کی اور صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ جیسا علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے۔حفظ الایمان میں کہتا ہے:''بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ

جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔“

(حفظ الایمان، جواب سوال سوم، صفحہ8، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، سہارنپور بھارت)

کیا اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا، جتنا ہر پاگل اور ہر چوپائے کو حاصل ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر ایسی واہیات باتیں کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ○ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہوکر، اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔

(سورۃ التوبہ، سورۃ9، آیت65، 66)

یہ آیات تب نازل ہوئیں جب منافقوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا مذاق اڑایا۔ تفسیر طبری اور تفسیر درمنثور میں ہے "عن ابن أبی نجیح عن مجاھد ﴿إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ قال قال رجل من المنافقین: یحدثنا محمد أن ناقة فلان بوادی کذا و کذا فی یوم کذا و کذا، وما یدریه ما الغیب "یعنی حضرت ابن نجیح حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ (کسی کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔) اس پر ایک منافق نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں؟

(تفسیر الطبری، فی تفسیر سورۃ التوبہ، سورۃ9، آیت65، 66، جلد11، صفحہ545، دار ہجر)

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اور واضح فرمادیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایسا ٹھٹھا کرنے والے بے ادب گستاخ اور کافرو مرتد ہیں۔

## دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارتوں میں ہیرا پھیری

پھر یہ بھی نہیں کہ علمائے اہل سنت نے فوراً ان علماء کی گستاخانہ عبارات پر تکفیر کی ہو بلکہ علماء اہل سنت تحریر وتقریر میں ان

گستاخانہ عبارات کی قباحت بیان کرتے رہے اور علماء دیوبند سے مطالبہ کرتے رہے کہ یا تو ان عبارات پر ہم سے کلام کرو یا ان سے توبہ کرو۔ اس سلسلے میں رسائل لکھے گئے، خطوط بھیجے گئے، آخر جب علماء دیوبند کسی طرح ٹس سے مس نہ ہوئے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے قاسم نانوتوی کی تصنیف تحذیر الناس کے تیس سال بعد، براہین قاطعہ کی اشاعت کے تقریبا سولہ سال بعد اور حفظ الایمان کی اشاعت کے قریبا ایک سال بعد 1320 ھ میں المعتقد المنتقد کے حاشیہ المعتمد المستند میں مرزائی قادیانی اور مذکورہ بالا قائلین (قاسم نانوتوی، رشید گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی) کے بارے میں ان کی عبارات کی بناء پر فتوائے کفر صادر کیا۔

یہ فتویٰ علمائے دیوبند سے کسی ذاتی مخاصمت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی خاطر ایک فریضہ ادا کیا گیا تھا۔ مولوی مرتضیٰ حسن ناظم تعلیمات شعبہ تبلیغ دار العلوم دیوبند اس فتوے کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''اگر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔''

(اشد العذاب، صفحہ 14، ماخوذ از ابتدایہ، حسام الحرمین، صفحہ 62، اکبر بک سیلرز، لاہور)

1324 ھ میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے المعتمد المستند کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا، حرمین طیبین کے علماء کی خدمت میں پیش کیا جس پر وہاں کے 35 جلیل القدر علماء نے زبردست تقریظیں لکھیں اور واضح الفاظ میں فرمایا کہ مرزائی قادیانی اور اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ دیوبند مولوی بلاشک دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کو حمایت دین کے سلسلہ میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ علمائے حرمین کریمین کے یہ فتاوی 'حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین' کے نام سے شائع کردیئے گئے۔ اس میں ان علماء نے صراحت کے ساتھ فرمایا جو ان گستاخوں کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے چنانچہ فرماتے ہیں "ان غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعہ کخلیل الانبیتھی واشرفعلی وغیرھم لاشبھۃ فی کفرھم بلامجال بل لاشبھۃ فی من شك بل فیمن توقف فی کفرھم بحال من الاحوال " ترجمہ: غلام احمد قادیانی ورشید احمد اور جو اس کے پیروہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرفعلی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں شبہ نہیں۔

(حسام الحرمین، صفحہ 49، مکتبہ نبویہ، لاہور)

بجائے اس کے کہ گستاخانہ عبارات سے رجوع کیا جاتا بلکہ علمائے دیوبند کی ایک جماعت نے مل کر رسالہ ’’المھند المفند‘‘ ترتیب دیا جس میں کمال چالاکی سے یہ ظاہر کیا کہ ہمارے وہی عقائد ہیں جو اہل سنت والجماعت کے ہیں اور ان گستاخانہ عبارتوں کا تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ان عبارتوں کے برخلاف اپنا عقیدہ ظاہر کیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حسام الحرمین پر 35 مسلمہ اکابر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کی تھیں۔ جبکہ خلیل انبیٹھوی صاحب سر دھڑ کی بازی لگا کر بمشکل 6 علماء کی تصدیقات المھند پر حاصل کرسکا، جن میں 2 حضرات مولانا سید محمد مالکی اور مولانا محمد علی بن حسین نے اپنی تصدیقات واپس لے لیں۔ ان میں ایک مولانا شیخ محمد صدیق افغانی تھے علماء حرم سے نہ تھے۔ باقی بھرتی ہندی وہابی مولویوں کی تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ ’’المھند‘‘ میں اپنے اکابر کی اصل کفریہ عبارات بعینہٖ وبلفظہٖ نقل نہ کیں، مقام غور ولمحہ فکریہ ہے۔

ایک دیوبندی مولوی عبدالرحمٰن صاحب مظاہری نے ایک کتاب بنام ’’اعلیٰ حضرت احمد رضا حیات اور کارنامے‘‘ لکھی، جس میں کچھ مواد ظہیر صاحب کی کتاب البریلویہ کا کاپی کیا، پھر اپنے مولویوں سے گستاخیوں کا پلندہ صاف کرنے کی مذموم کوشش کی۔ اس میں انہوں نے اس رسالے کو بھی نقل کیا ہے جس میں علماء حرمین شریفین کے سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ جب علماء حرمین شریفین نے میلاد کے متعلق سوال کیا: ’’کیا آپ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ولادت شرعا بری بات یا حرام ہے؟‘‘

جواب میں کہا گیا: ’’حاشا وکلا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر ولادت کو برا یا بدعت حرام کہے۔ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ کے نعلین شریفین کا تذکرہ بھی باعث برکت وسعادت ہے۔ اسی طرح ان جملہ احوال کا ذکر جن کا آپ کی ذات اقدس سے تعلق ہے باعث رحمت وثواب دارین کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب براہین قاطعہ (مؤلفہ مولانا خلیل احمد صاحب محدث) میں متعدد جگہ لکھا ہے۔‘‘

(اعلیٰ حضرت احمد رضا حیات اور کارنامے، صفحہ84، ربانی بکڈپو، دہلی)

علماء حرمین شریفین کے سامنے تو میلاد منانے کو جائز وسعادت کہہ دیا اور پھر براہین قاطعہ کا حوالہ بھی پیش کر دیا جبکہ مولوی خلیل انبیٹھوی نے اسے معاذ اللہ ہندوؤں کے دیوتا کنھیا سے ملایا تھا چنانچہ اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا ہے: ’’میلاد النبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔‘‘

(براہین قاطعہ، صفحہ148، کتب خانہ رحیمیہ، سہارنپور)

آپ خود فیصلہ فرمائیں کیا یہ واضح تضاد نہیں ہے؟ اسی طرح دیگر سوالات کے جواب میں بھی اپنی گستاخانہ عبارات پر پردہ ڈالا اور بعد میں یہ جھوٹ مشہور کر دیا کہ علماء حرمین شریفین نے کہا کہ ہم کو غلط بتا کر دیوبندیوں کے متعلق فتوے لئے گئے ہیں دیوبندی ٹھیک ہیں۔ اس کے جواب میں مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے "التحقیقات لدفع التلبیسات" لکھ کر ان گستاخانہ عبارتوں کو واضح کیا اور دیوبندیوں کے مکر و فریب کو کھول دیا۔

دیوبندیوں نے یہ بھی کہا کہ یہ فتوے علمائے حرمین کو مغالطہ دے کر حاصل کئے گئے ہیں، کیونکہ اصل عبارات اردو میں تھیں اور ہندوستان کے علماء میں سے کوئی بھی حسام الحرمین کی تائید نہیں کرتا۔ اس پر مولانا حشمت علی خان رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے پاک وہند کے اڑھائی سو سے زیادہ علماء کی حسام الحرمین کی تصدیقات ''الصوارم الہندیہ'' کے نام سے شائع کر دیں۔

آج بھی وہابی دیوبندی مولوی ان عبارتوں کو غلط کہہ دیں تو یہ اختلاف ختم ہو جائے، لیکن موجودہ وہابی دیوبندی مولوی ان عبارات کی باطل تاویلیں کرتے ہیں، کبھی ان کتابوں میں سے یہ عبارات ہی نکال دیتے ہیں۔

## کیا اعلیٰ حضرت نے شبیر احمد عثمانی کی تکفیر کی؟

﴿ اس طرح خان صاحب نے مشہور دیوبندی علماء مولانا خلیل احمد، مولانا محمود الحسن، مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ کے خلاف بھی کفر کے فتوے صادر کیے ہیں۔ احمد رضا صاحب ان علماء وفقہاء کے پیروکاروں، عام دیوبندی حضرات کو کافر قرار دیتے ہیں ہوئے کہتے ہیں: ''دیوبندیوں کے کفر میں شرک کرنے والا کافر ہے۔''98 ﴾

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ہرگز شبیر احمد عثمانی کی تکفیر نہیں کی تھی یہ ظہیر صاحب کا بہتان عظیم ہے۔ بقیہ دیوبندی مولوی اپنے کفریہ کلمات اور عقائد باطلہ کے سبب تکفیر کے حقدار ہوئے۔

## بدمذہبوں کے پیچھے نماز

﴿ اسی پر اکتفا نہیں کیا، مزید لکھتے ہیں: ''انہیں مسلمان سمجھنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔''99
مزید: ''دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنے والا مسلمان نہیں۔''100
نیز: ''دیوبندی عقیدے والے کافر و مرتد ہیں۔''101 ﴾

غیر سنی کے پیچھے نماز جائز نہیں یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کرام نے فرمایا ہے۔ امام محمد و امام ابو یوسف و امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے "ان الصلوۃ خلف اھل الھواء لاتجوز" ترجمہ: اہل بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز

جائز نہیں ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ باب الامامہ جلد1، صفحہ350، دار الفکر بیروت)

کبیری میں ہے "ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھواشد من الفسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیاً علی خلاف ما یعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ" ترجمہ: بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی کا خواست گار ہوتا ہے بخلاف بدعتی کے اور بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہو۔

(کبیری، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی الامامہ صفحہ 443، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

یہ مکروہ تحریمی تب ہے جب وہ فقط بدمذہب ہو، اگر کسی دیوبندی کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ گئی ہو جیسے کوئی دیوبندی اپنے بڑے مولویوں کی گستاخانہ عبارتوں کو صحیح کہے تو وہ خود کافر ہو جائے گا اور اب اس کے پیچھے نماز باطل ہے کہ اس کی اپنی نماز نہیں ہوتی تو دوسروں کی کیا ہوگی؟ حسام الحرمین شریف علمائے عرب نے دیوبندیوں کی نسبت یوں ارشاد فرمایا "ھؤلاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام" ترجمہ: یہ طائفہ سب کے سب کافر مرتد ہیں، اسلام سے خارج ہیں۔

(حسام الحرمین، صفحہ 31، مکتبہ نبویہ، لاہور)

خود وہابی مولوی بریلویوں کو مشرک کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں چنانچہ فتاوی ثنائیہ مدنیہ میں وہابی مولوی ثناء اللہ مدنی سے سوال ہوا: ''سوال: کیا دیوبندیوں، بریلویوں وغیرہ کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب میں مولوی صاحب نے دیوبندیوں کے پیچھے نماز کو جائز کہا اور بریلویوں کے متعلق کہتا ہے: ''غیر اللہ کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھنے والے مشرک بریلوی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ قرآن میں ہے ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (مشرک نرے ناپاک ہیں۔)''

(فتاوی ثنائیہ مدنیہ، جلد1، صفحہ437، دار الارشاد، لاہور)

## کسی کی وہابیت چیک کرنے کا طریقہ

﴿ اتنا کچھ کہہ کر بھی خاں صاحب کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ فرماتے ہیں: ''جو مدرسہ دیوبند کی تعریف کرے اور دیوبندیوں کو برا نہ سمجھے، اسی قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے۔''102 ﴾

ظاہری بات ہے اگر کوئی دیوبند سے تعلیم حاصل کرے گا تو یقیناً وہ اپنے اکابر کی کتب وعقائد سے باخبر ہوگا۔ جب باخبر ہونے کے باوجود وہ ان عبارتوں کو غلط نہیں کہے گا تو حکم کفر اس پر آئے گا۔ البتہ اگر کوئی دیوبند مدرسہ سے پڑھا ہو اور اپنے اکابر کی ان عبارتوں سے بے خبر ہو تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک دیوبند مدرسہ سے پڑھے طالبعلم کا مسئلہ آیا تو آپ نے جوابا فرمایا: ''ایسی جگہ تو یہ سوال کرنا چاہیے کہ رشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی وقاسم نانوتوی اور محمود حسن دیوبندی و خلیل احمد انبیٹھی اور ان سب سے گھٹ کر ان کے امام اسماعیل دہلوی اور ان کی کتابوں براہین قاطعہ وتحذیر الناس وحفظ الایمان و تقویۃ الایمان وایضاح الحق کو کیسا جانتے ہو اور ان لوگوں کی نسبت علمائے حرمین شریف نے جو فتوے دیئے ہیں انہیں باطل سمجھتے ہو یا حق مانتے ہو؟ اور اگر وہ ان فتوؤں سے اپنی ناواقفی ظاہر کرے تو بریلی مطبع اہلسنت سے حسام الحرمین منگا لیجئے اور دکھائیے اگر بکشادہ پیشانی تسلیم کرے کہ بیشک علمائے حرمین شریفین کے یہ فتوے حق ہیں تو ثابت ہوگا کہ دیوبندیت کا اُس پر کچھ اثر نہیں ورنہ علمائے حرمین شریفین کا وہی فتویٰ ہے کہ ''من شك فی عذابه و كفره فقد كفر '' جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اس وقت آپ کو ظاہر ہو جائے گا کہ جو شخص اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کو کافر نہ جاننا در کنار علمائے دین واکابر مسلمین جانے وہ کیونکر مسلمان۔''

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ12-211، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## بدمذہبوں سے میل جول

اب بھی بریلویوں کے اعلیٰ حضرت کے دل کی بھڑاس نہیں نکلی۔ ارشاد فرماتے ہیں: ''دیوبندیوں وغیرہ کے کھانا یہاں پیا، سلام علیک کرنا، ان سے موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام ہے۔ نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت ہے، نہ انہیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے کا حکم ہے۔''103

نیز: ''انہیں قربانی کا گوشت دینا بھی جائز نہیں۔''104

جناب بریلوی کے ایک پیروکار لکھتے ہیں: ''دیوبندی، بدعتی، گمراہ اور شرار خلق اللہ ہیں۔''105

ایک اور بریلوی مصنف لکھتے ہیں: ''دیوبندیہ بحکم شریعت کفار ومرتدین لئیم ہیں۔''106

بریلوی اعلیٰ حضرت کے نزدیک دیوبندیوں کا کفر ہندوؤں، عیسائیوں اور مرزائیوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ فرماتے ہیں: ''اگر ایک جلسہ میں آریہ وعیسائی اور دیوبندی، قادیانی وغیرہ جو کہ اسلام کا نام لیتے ہیں، وہ بھی

ہوں تو وہاں بھی دیوبندیوں کا رڈ کرنا چاہئے کیونکہ یہ لوگ اسلام سے نکل گئے مرتد ہو گئے اور مرتدین کی مدافعت بد تر ہے، کافر اصلی کی موافقت سے۔''107

اور: ''دیوبندی عقیدہ والوں کی کتابیں ہندؤوں کی پوتھیوں سے بدتر ہیں۔ ان کتابوں کو دیکھنا حرام ہے۔ البتہ ان کتابوں کے ورقوں سے استنجاء نہ کیا جائے۔ حروف کی تعظیم کی وجہ سے نہ کہ ان کتابوں کی۔ نیز اشرف علی کے عذاب اور کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔''108

ایک اور بریلوی مصنف نے یوں گل فشانی کی ہے: ''دیوبندیوں کی کتابیں اس قابل ہیں کہ ان پر پیشاب کیا جائے ان پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک بناتا ہے۔ اے اللہ ہمیں دیوبندیوں یعنی شیطان کے بندوں سے پناہ میں رکھ۔''109 ﷺ

قرآن وحدیث کی تعلیمات یہی ہیں کہ گمراہوں سے دور رہا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(القرآن، پارہ 7، سورہ انعام، آیت 68)

علامہ شیخ احمد المعروف ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "وان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع" ترجمہ: ذکر کردہ آیۃ کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے اور ان سب کے پاس بیٹھنا شرعاً منع ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ، تحت آیۃ وما علی الذین یتقون من حسابھم الخ، صفحہ 388، مطبوعہ مکتبۃ الحرم، لاہور)

صحیح مسلم شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم)) یعنی ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔''

(صحیح مسلم، باب فی الضعفاء والکذابین ومن یرغب عن حدیثھم، جلد 1، صفحہ 12، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ بدمذہبوں سے خود بھی دور رہتے تھے اور دوسروں کو بھی دور رہنے کا حکم دیتے تھے۔ امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صبیغ نامی شخص سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں، اس کے ساتھ خرید وفروخت نہ کریں، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں، مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں، تعمیل

حکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہو جاتے جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہوگیا اس وقت اجازت فرمائی ۔کتاب الحجۃ میں حضرت نصر بن ابراہیم مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں "عن ابی عثمان النهدی عن صبیغ انه سال عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالی عنه عن المرسلات والذاریٰت و النازعات فقال له عمر الق ما علی راسك فاذاله ضفیرتان فقال لو وجدتك محلوقا لضربت الذی فیه عیناك ثم کتب الی اهل البصرة ان لاتجالسوا صبیغا قال ابو عثمان فلوجاء ونحن مائة تفرقنا عنه" ترجمہ: ابوعثمان نہدی نے صبیغ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سورہ المرسلات، الذاریات، والنازعات کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا اپنے سر کا کپڑا اٹھاؤ، جب اس نے کپڑا اٹھایا تو اس کے دو چوٹیوں کی صورت بال تھے، حضرت عمر نے فرمایا اگر میں تجھے حلق کیا ہوا پاتا تو میں وہ (سر) اڑا دیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں ۔پھر اہل بصرہ کی طرف آپ نے خط لکھا کہ صبیغ کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ابوعثمان کا بیان ہے اگر صبیغ آجاتا اور ہم سو کی تعداد میں ہوتے فوراً ہم سب اس سے جدا ہو جاتے ۔

(کتاب الحجۃ، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ531، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام دارمی ‌نصر اصبہانی دونوں نے حجہ میں اور ابن انباری نے مصاحف میں، لالکائی نے سنت میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے روایت کیا "أن رجلا یقال له صبیغ قدم المدینة فجعل یسأل عن متشابه القرآن فأرسل إلیه عمر رضی الله عنه وقد أعد له عراجین النخل، فقال: من أنت؟ قال: أنا عبد الله صبیغ، فأخذ عمر عرجونا من تلك العراجین، فضربه وقال: أنا عبد الله عمر، فجعل له ضربا حتی دمی رأسه، فقال: یا أمیر المؤمنین، حسبك، قد ذهب الذی کنت أجد فی رأسی" ترجمہ: (بنو تمیم کا ایک شخص تھا) جس کا نام صبیغ بن عسل تھا وہ مدینہ آیا، وہ قرآن کے متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بلایا اور اس کے لئے کھجور کی دو چھڑیاں تیار کیں، آیا تو آپ نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں ۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھڑیوں سے اسے مارا اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ عمر ہوں ۔پھر اسے اتنا مارا حتی کہ اس کے سر سے خون نکلنا شروع ہوگیا۔ وہ کہنے لگا اے امیر المؤمنین! مجھے چھوڑ دو یہی کافی ہے، میرے دماغ میں جو (خمار) تھا وہ جاتا رہا۔

(سنن الدارمی، باب من هاب الفتیا وکره التنطع والتبدع، جلد1، صفحه252، دار المغنی للنشر والتوزیع، السعودیة)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی مونگیری کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ارسال کیا: ''بدعتی کی صحبت سو کافروں سے زیادہ بری ہے۔''

(مکتوبات امام احمد رضا، صفحہ 91، مطبوعہ، لاہور)

جب بدمذہبوں کی صحبت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے تو ان کی کتابیں پڑھنے سے بدرجہ اولیٰ بچنا ضروری ہے۔ علم جس سے بھی حاصل کریں تو پہلے غور کرلینا چاہیے کہ کس سے حاصل کرنے لگا ہوں،؟ اگر بدمذہبوں کی گمراہ و گستاخی بھری کتب سے علم حاصل کیا جائے گا تو عقیدے کا بیڑہ غرق ہی ہوگا جیسا کہ آج کل لوگوں کا ہو رہا ہے۔ کسی کافر و شرک کی کتاب پڑھتے وقت پڑھنے والا محتاط رہے گا جبکہ کسی گستاخ کی کتاب پڑھتے ہوئے وہ کسی بھی مقام پر پھسل سکتا ہے اور اس بے دینی بات کو دین سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے گمراہ و گستاخ کافر و شرک سے زیادہ خطرناک ہیں۔ لیکن حیرت ہے ان وہابیوں پر جو شرک شرک کہہ کر اولیاء کرام کی قبروں کو شہید کردیں اور اسے گستاخی بھی نہ سمجھیں بلکہ جہادِ عظیم سمجھیں اور اہل سنت جب گستاخانہ عبارتوں پر لعن طعن کریں تو ان پر تنقید کی جائے۔

## ندوۃ العلماء کے عقائد و نظریات

﴿ دیوبندی حضرات اور ان کے اکابرین کے متعلق بریلوی مکتب فکر کے کفریہ فتوے آپ نے ملاحظہ فرمائے، اب ندوۃ العلماء کے متعلق ان کے ارشادات سنئے۔ جناب برکاتی نے حشمت علی صاحب سے تصدیق کرواکے اپنی کتاب تجانب اہل السنہ میں لکھا ہے: ''ندوۃ العلماء کو ماننے والے دہریے اور مرتد ہیں۔'' 110

خود خاں صاحب بریلوی کا ارشاد ہے: ''ندوۃ کھچڑی ہے، ندوہ تباہ کن کی شرکت مردود، اس میں صرف بدمذہب ہیں۔'' 111

جناب بریلوی نے ندوۃ العلماء سے فارغ ہونے والوں کو کافر و مرتد قرار دینے کے لیے دو رسالے (الحام السنة لاهل الفتنة) اور (مجموعة فتاوی الحرمين برجف ندوة المين) تحریر کیے۔

تجانب اہل السنہ میں بھی ندوۃ العلماء سے فارغ ہونے والوں کے خلاف تکفیری فتوؤں کی بھرمار ہے۔ 112 ﴾

یہ بہتان ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ہر ندوی کو کافر و مرتد ٹھہرایا۔ بلکہ آپ نے ندوی عقائد و نظریات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں گمراہ کہا۔ ان ندویوں نے تمام فرقوں کو جمع کر کے ایک نیا فرقہ بنالیا جس کے عقائد و نظریات یہ

تھے کہ جو لا الہ الا اللہ پڑھنے والا ہے، وہ جو مرضی عقیدہ رکھے ٹھیک ہے، انہوں نے دینی تعلیم کو چھوڑ کر انگریزی تعلیم کی طرف ذہن دیا۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مدارس میں معتقد ہوئی، جس کے صدر آنریبل خان بہادر عزیز الدین احمد سی، آئی، اے، کلکٹر آف ویلور نے خطبہ صدارت فرماتے ہوئے کہا کہ مسلمان بچوں کو ابتداء میں قرآن خوانی سے جو نقصانات پیدا ہوجاتے ہیں آگے چل کر وہ انگریزی تعلیم میں خارج ہوتے ہیں۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مادرِ وطن کے فرزند، ایم۔اے، یا بی۔اے کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہوں تو ان کو ایام رمضان میں روزہ بالکل نہ رکھنا چاہئے کیونکہ بوجہ صوم طالبعلموں کے قوائے عقلی و حسی کمزور پڑ جاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 135، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ملفوظات میں ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے عرض کی گئی: ندوہ کے متعلق مسلمانوں کا کیا خیال ہونا چاہیے اور ندویوں کو کیسا سمجھنا چاہیے؟

ارشاد فرمایا: ''ندوہ کھچڑی ہے۔ پہلے بعض اہلِ سُنّت بھی دھوکے سے اس میں شامل ہو گئے تھے جیسے مولوی محمد حسین صاحب اِلہ آبادی اور مولوی احمد حسن صاحب کانپوری اور مولوی عبد الوہاب صاحب لکھنوی، اس کی شَناعتوں (یعنی بُرائیوں) پر اطلاع پا کر یہ لوگ علیحدہ ہو گئے۔ مولانا احمد حسن صاحب مرحوم (جلسہ) ندوہ عظیم آباد کے بعد بریلی تشریف لائے۔ رمضان کا اخیر عشرہ تھا، میں اپنی مسجد میں معتکف تھا۔ میں نے خبر سن کر اُن کو خط لکھا جس میں اَلقاب یہ تھے ''اَحْمَدَ السِّیْرَۃِ حَسَنَ السَّرِیْرَۃِ غَیْرَ شَرِکَۃِ النَّدْوَۃِ الْمُبِیْرَۃِ'' اس میں احمد حسن ان کا نام بھی نکلا اور معنٰی یہ ہوئے کہ آپ کی خصلت محمود (یعنی اچھی عادت) اور طِیْنت (یعنی طبیعت و جِبِلّت) مسعود (یعنی مبارک) مگر ندوہ تباہ کن کی شرکت مردود۔ میری ان کی دوستی تھی، ان القاب کو دیکھ کر بہت ہنسے اور میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں نے اس سے توبہ کر لی ہے اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی ناظم سے یہ کہہ کر اُٹھا ہوں کہ مولوی صاحب آپ اس مجمع کو دیکھتے ہیں، یہ سب جہنم میں جائے گا اور ان کے آگے میں اور آپ ہوں گے۔ یہ نہیں جانتا کہ پہلے آپ جائیں گے کہ پہلے میں۔ لکھنؤ کے جلسے میں ابراہیم آری نے اپنے لیکچر میں صرف ''لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ'' پر مدارِ نجات رکھا۔ مولوی عبد الوہاب صاحب لکھنوی مع ہمراہیاں یہ فرما کر اُٹھ آئے کہ یہاں سے تو رسالت بھی تشریف لے گئی۔ اِسی طرح سُنّیوں میں سے جو مطّلع ہوتا گیا جدا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس میں بد مذہب رہ گئے یا تو کھلے مرتدین جیسے رافضی وہابی وغیرہم یا وہ نام کے سُنّی جو ان کو اراکینِ دین بناتے اور ان سے اتحاد مناتے۔ ندوہ کا عقیدہ یہ ہے کہ نیچری وہابی، قادیانی رافضی

سب اہلِ قبلہ ہیں لہٰذا سب مسلمان ہیں ۔اہلِ قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ۔خدا سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے جیسے برٹش گورنمنٹ کہ اسے اس کی رَعیت (یعنی رعایا) کے سب مذہب والے ایک سے۔

ہم ایسے عقیدہ وہیّہ (یعنی بیہودہ عقیدے) سے اللہ (عزَّ وَجَلَّ) کی پناہ مانگتے ہیں،کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔قرآنِ عظیم فرماتا ہے﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ كَالۡمُجۡرِمِيۡنَ ○مَا لَكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ﴾ترجمہ: کیا ہم مطیعوں کو مجرموں کے مثل کردیں تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔

اورفرماتا ہے ﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ﴾ترجمہ: کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں کی مانند کردیں۔

اورفرماتا ہے﴿لَيۡسُوۡا سَوَآءً﴾ترجمہ: سب ایک سے نہیں۔

اورفرماتا ہے﴿هَلۡ يَسۡتَوُوۡنَ﴾ترجمہ: کیا یہ سب برابر ہیں۔

اورفرماتا ہے﴿لَا يَسۡتَوِىۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ‌ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ﴾ترجمہ: دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں۔جنت والے ہی کامیاب ہوں گے۔

قرآنِ عظیم میں اس مضمون کی بکثرت آیات ہیں۔صدیقِ اکبرو فاروقِ اَعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر رافضی تبرا بکتے ہیں، ندوی کہتے ہیں: ''سنی اور شیعہ کا قَطعیّات میں اتفاق ہے،صرف ظَنّیات میں اختلاف ہے۔ذرا ذرا سی بات پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی ہے۔''تو اب نہ صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحابیت قطعی ٹھہری نہ صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی خلافتِ راشدہ قطعی ہوئی نہ صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا جنتی ہونا قطعی رہا،سب ظنیات ہوگئے!روافض کا تبر اکہنا صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو گالیاں دینا ایک ذرا سی بات ہوئی!وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت،حصہ2،صفحہ271،المکتبۃ المدینہ،کراچی)

ہر کوئی ندوی کافر ومرتد نہیں ہے،اس کا جیسا عقیدہ ہوگا ویسا ہی حکم ہوگا۔صاحب تجانب السنۃ کوئی معروف سنی عالم نہیں ہے۔اس کا ندویوں کو کافر ومرتد کہنا کوئی حجت نہیں۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے خود ان ندویوں کو کافر کہا جو ضروریات دین کے منکر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: ''ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکران ضروریاتِ دین رافضی یہ بالاجماع کافر مرتد ہیں اوران کے پیچھے نماز محض باطل،کچھ غیر کافر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بدمذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں۔''

(فتاوی رضویہ،جلد6،صفحہ498،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

## بدمذہبوں کی عبادات

﷽ مطلقاً وہابیوں کے متعلق ان کے فتوے ملاحظہ ہوں: ''وہابیہ اور ان کے زعماء پر بوجوہ کثیر کفر لازم ہے اور ان کا کلمہ پڑھنا ان سے کفر کو دور نہیں کرسکتا۔''113

نیز: ''وہابیہ پر ہزار درجہ سے کفر لازم آتا ہے۔''114

نیز: ''وہابی مرتد باجماع فقہاء ہیں۔115

جناب احمد رضا مزید فرماتے ہیں: ''وہابی مرتد اور منافق ہیں۔اوپر اوپر کلمہ گو ہیں۔''116

نیز: ''ابلیس کی گمراہی وہابیہ کی گمراہی سے ہلکی ہے۔''117

نیز: ''خدا وہابیہ پر لعنت کرے، ان کو رسوا کرے اور ان کا ٹھکانہ جہنم کرے۔''118

نیز: ''وہابیہ کو اللہ برباد کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔''119

نیز: ''وہابیہ اسفل السافلین پہنچے۔''120

نیز: ''اللہ عزوجل نے وہابیہ کی قسمت میں ہی کفر لکھا ہے۔''121

ظاہر ہے جب تمام وہابی کفار و مرتدین ہیں تو ان کی کوئی عبادت بھی قبول نہیں۔اس بات کا جناب احمد رضا نے یوں فتویٰ دیا ہے:''وہابیہ کی نہ نماز ہے نہ ان کی جماعت جماعت۔''122

خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ وہابیہ کی مسجد کا کیا حکم ہے؟ تو جواب دیا:''ان کی مسجد عام گھر کی طرح ہے۔جس طرح ان کی نماز باطل، اسی طرح اذان بھی۔لہٰذا ان کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔''123 ﷽

یہ سب عبارتیں آگے پیچھے سے کاٹ کر پیش کی گئی ہیں، ان میں جو وہابیوں کی گستاخیاں ہیں، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو عقائد ہیں، ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ہم نے کئی مرتبہ کہا کہ گستاخوں کے متعلق شریعت کے یہی احکام ہیں۔گستاخ رسول جب مسلمان ہی نہیں تو پھر نماز کیسی؟ نماز تو یقیناً باطل ہے۔حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدمذہب غیر گستاخ کے متعلق فرمایا ((لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صلوة ولا صوما ولا صدقة ولا حجا ولا ع... او لا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین)) اللہ عزوجل کسی بدمذہب کی نہ نماز قبول کرتا ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ جہاد نہ فرض نہ نفل۔بدمذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، فصل فی البدع، جلد1، صفحہ 385، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

جب بد مذہب کی قبول نہیں تو گستاخ کی بدرجہ اولیٰ باطل ہے۔

## وہابیوں کو اہل سنت کی مساجد میں آنے سے روکنا

﴾ بریلوی حضرات کے نزدیک وہابیوں کو مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔خاں صاحب کے ایک ساتھی نعیم مرادآبادی فرماتے ہیں: ''مسلمان وہابیہ غیر مقلدین کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں، وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر انہیں رکوادیں۔ان کا مسجد میں آنا فتنہ کا باعث ہے چنانچہ اہل سنت کی مسجد میں وہابی وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں۔''124

بریلوی حضرات نے وہابیوں کو مساجد سے نکالنے کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی ہے (اخـــــــراج الوھابیین عن المساجد) یعنی وہابیوں کو مساجد سے نکالنے کا حکم۔

آج بھی کچھ ایسی مساجد (مثلاً بیگم شاہی مسجد اندرون مستی دروازہ لاہور) موجود ہیں جن کے دروازوں پر لکھا ہوا ہے کہ اس مسجد میں وہابیوں کا داخلہ ممنوع ہے۔

خود میں نے لاہور میں دو ایسی مساجد دیکھی ہیں جہاں یہ عبارت ابھی تک درج ہے۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''وہابیوں کے پیچھے نماز ادا کرنا باطل محض ہے۔''125

نیز: ''اقتدار احمد گجراتی کا بھی یہی فتویٰ ہے۔126 ﴿

اوپر مترجم صاحب بڑے فخر سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے سنی علماء کے لئے مکہ مدینہ میں داخلے کی پابندی لگائی ہے، اب یہاں کیسے تڑپ رہے ہیں کہ ہمیں سنیوں کی مساجد میں داخل کیوں نہیں ہونے دیا جاتا۔ان نقل کردہ جزئیات میں بھی وہابیوں کو مسجد سے نکالنے کی وجہ بیان کی گئی ہے، کہ جب یہ وہابی مساجد میں آکر فتنے پھیلاتے ہیں تو ان فتنوں کو دور کرنے کے لئے وہابیوں کو اپنی مساجد میں آنے سے روکا جائے۔آج بھی کئی سنی مساجد میں دیکھا جاتا ہے وہابی جان بوجھ کر سنی مساجد میں عقیدے کے معاملہ میں، رفع یدین کے مسئلہ پر بحث کرتے ہیں، کبھی بلند آواز سے آمین کہہ کر نمازیوں کا دھیان اپنی طرف کرلیتے ہیں، کبھی نماز کے بعد کلمہ شریف کے ورد پر اعتراض کرتے ہیں اور اس ذکر کی توہین کررہے ہوتے ہیں۔جب اہل سنت کو وہابی اپنی ہٹ دھرمی میں مشرک کہتے ہیں پھر ان سنی اماموں کے پیچھے نماز کس منہ سے پڑھتے ہیں؟ جب ان کی اپنی مساجد ہیں اور یہ وہاں اپنی مرضی سے نماز پڑھ سکتے ہیں تو پھر ان کو کیا ضرورت ہے سنیوں کی مساجد میں آکر ان کی ادائیگی نماز کے طریقہ پر اعتراض کریں؟ صاف بات ہے فتنے پھیلاتے ہیں، اسی لئے ہمارے بزرگوں نے ان کے داخلہ کو ممنوع فرمایا۔کتب فقہ میں فتنے باز کو مسجد سے

روکنے کا حکم ہے چنانچہ درمختار میں ہے "یمنع منه و کذا کل موذ ولو بلسانه" ترجمہ: ایسے شخص کو دخولِ مسجد سے منع کیا جائے اور اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو منع کیا جائے گا اگر چہ وہ زبان ہی سے ایذا دے۔

(درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ، جلد1، صفحہ 662، دار الفکر، بیروت)

اس کے باوجود سنیوں کی اکثر مساجد میں آج بھی وہابی اپنے طریقہ پر نمازیں پڑھتے ہیں، ان کو منع نہیں کیا جاتا۔ جبکہ ان کی مسجد میں کوئی سنی چلا جائے تو اسے زبردستی اپنے طریقہ پر نماز پڑھائیں گے، سنی نمازی کے دائیں بائیں وہابی کھڑا ہو جائیں گے، اس کے دونوں ٹخنوں کے ساتھ اپنے ٹخنے ملا لیں گے، اس کے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھ دیں گے۔ بلکہ یہاں تک سنا گیا ہے اگر سنی بلند آواز سے آمین نہ کہے یا رفع یدین نہ کرے تو کہنیاں مار کر اسے یہ سب کرنے پر مجبور کریں گے۔

## وہابی کی نمازِ جنازہ پڑھنا

❁ جناب بریلوی کا ارشاد ہے: ''وہابی نے نماز جنازہ پڑھائی تو گویا مسلمان بغیر جنازے کے دفن کیا گیا۔''127

ان سے پوچھا گیا کہ اگر وہابی مرجائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور جو پڑھے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا: ''وہابی کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے۔''128 ❁

اگر کسی وہابی کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہو تو یہی حکم ہے۔ پھر ایسے وہابی کے عقائد پر جو مطلع ہو کر اسے مسلمان سمجھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے تو یقیناً یہ کفر ہے۔ پیچھے احادیث گزری ہیں کہ بدمذہب کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں: ''متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا ((ان ماتوا فلا تشہدوہم)) مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔ ((ولا تصلوا علیہم)) ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ استغفار کرنی چاہئے اور اگر صورت پہلی تھی یعنی وہ مُردہ رافضی منکرِ بعض ضروریاتِ دین تھا اور کسی شخص نے باآں کہ اُس کے حال سے مطلع تھا دانستہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی اُس کے لئے استغفار کی جب تو اُس شخص کو تجدید اسلام اور اپنی عورت سے از سرِ نو نکاح کرنا چاہئے۔ فی المحلیة نقلا عن القرا فی واقره الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب اللہ تعالی فیما اخبربه۔ حلیہ میں قرافی سے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا کہ کافر کے لئے دُعائے مغفرت کفر ہے کیونکہ یہ خبرِ الٰہی کی تکذیب کا طالب ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد09، صفحہ 171-72، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## وہابیوں کے لیے ہدایت کی دعا کرنا

نیز: ''وہابیوں کے لیے دعا کرنا فضول ہے، وہ راہ راست پر نہیں آسکتے۔''129

جب کوئی اپنی بے دینی پر جم جائے اور اس بے دینی کو دین ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کرے اور لاکھ سمجھانے پر وہ باز نہ آئے، تو اس کے لئے دعا کرنا تو دور کی بات بلکہ اس کے خاتمے کی دعا کرنے کی اجازت ہے تا کہ اس کی گمراہی اسکے ساتھ ختم ہوجائے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ دعا دلیل ہے جو انہوں نے فرعون کے لئے مانگی تھی۔ قرآن پاک میں ہے ﴿وَقَالَ مُوْسَى رَبَّنَا اِنَّکَ آتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهٗ زِیْنَةً وَّاَمْوَالاً فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلاَ یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور موسیٰ نے عرض کی اے رب ہمارے! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو آرائش اور مال دنیا کی زندگی میں دیے، اے رب ہمارے! اس لیے کہ تیری راہ سے بہکا دیں، اے رب ہمارے! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

(سورۂ یونس، سورۃ10، آیت88)

## جس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہو

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ: ''وہابیوں کو مسلمان سمجھنے والے کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں۔''130

ان کے ایک پیروکار نے لکھا ہے: ''جو اعلیٰ حضرت کو برا کہے، اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں۔''131

وہابیوں کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کا فتویٰ دیتے ہوئے جناب احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں: ''ان سب سے میل جول قطعی حرام ہے، ان سے سلام وکلام حرام، انہیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، ان کو مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، اور ان کی قبر پر جانا حرام۔''132

ایک اور صاحب لکھتے ہیں: ''وہابیہ گمراہ اور گمراہ گر ہیں، ان کے پیچھے نماز درست نہیں اور نہ ان سے میل جول جائز ہے۔''133

مزید: ''ان سے بیاہ شادی کرنا ناجائز، سلام ممنوع اور ان کا ذبیحہ نادرست، یہ لوگ گمراہ، بے دین ہیں۔ ان کے پیچھے نماز ناجائز اور اختلاط ومصاحبت ممنوع ہے۔''134

نیز: ''وہابیوں سے مصافحہ کرنا ناجائز وگناہ ہے۔'' 135

احمد یار گجراتی کہتے ہیں: ''حنفیوں کو چاہئے کہ وہ وہابیوں کے کنویں کا پانی بے تحقیق نہ پئیں۔''

136

پیچھے احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا کہ بدمذہبوں کی صحبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ پھر اگر بدمذہب کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچ چکی ہو تو پھر اور زیادہ سختی ہے۔ ان کے احکام مرتد والے ہوں گے جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔ یعنی جو بدمذہب اپنے کفریہ عقائد کے سبب کافر و مرتد ہو جائے تو وہ کافروں سے بدتر ہے، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی درست نہیں۔ وہابی مولوی ثناء اللہ مدنی فتاوی ثنائیہ میں بدمذہبوں کی یہی دونوں صورتوں پر کلام کرتے ہوئے کہتا ہے: ''دراصل شیعہ کے کئی گروہ ہیں۔ ان کے مختلف عقائد کے اعتبار سے حکم لگانا چاہئے۔ واضح رہے کہ غالی شیعہ تو قطعا کافر ہیں جو حضرت ابوبکر وغیرہم کو مرتد سمجھتے ہیں اور فرقہ زیدیہ کافر نہیں جن کا اعتقاد ہے کہ ابوبکر کی امامت خطا نہیں ہے لیکن علی افضل ہیں۔''

(فتاوی ثنائیہ مدنیہ، جلد1، صفحہ492، دارالارشاد، لاہور)

## وہابیوں کے سلام کا جواب

نیز: ''وہابیوں کے سلام کا جواب دینا حرام ہے۔'' 137

بدمذہبوں کے سلام کا جواب دینے، ان سے پیار محبت سے ملنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((من سلم علی صاحب بدعۃ او لقیہ بالبشـ بما یسرہ فقد استخف بما انزل علی محمد)) ب کو سلام کرے یا اس سے بکشادہ پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو، اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

(تاریخ بغداد، جلد10، صفحہ264، دارالفکر، بیروت)

یہ فقط بدمذہب کے متعلق حکم ہے، پھر جو بدمذہب اپنی گستاخی کے سبب کافر ہو چکا ہو، اس کا حکم آپ خود سمجھ جائیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مقامات پر وہابیوں کی دو قسمیں بنائی ہیں یعنی بعض جگہ صراحت کے ساتھ فرمایا کہ ہر وہابی بدمذہب ہے اور جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہے وہ کافر ہے۔ جہاں اعلیٰ حضرت نے مطلقا وہابیوں کو مرتد کہا اس سے وہی وہابی مراد ہیں جن کی بدمذہبی حدِ کفر تک ہے۔ پھر کئی جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی صراحت فرمائی کہ اس دور

میں ہر وہابی یا تو خود کفریہ عقائد رکھتا ہے یا کفریہ عقائد رکھنے والے مولویوں کی تائید کرتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان دیار میں وہابی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمٰعیل دہلوی کے پیرو اور اس کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے معتقد ہیں یہ لوگ مثل شیعہ خارجی معتزلہ وغیرہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں۔ان میں سے جس شخص کی بدعت حدِ کفر تک نہ ہو۔یہ اُس وقت تھا، اب کبرائے وہابیہ نے کھلے کھلے ضروریاتِ دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اُس میں اُن کے موافق یا کم ازکم اُن کے حامی یا اُنھیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد ''نسأل اللہ العفو والعافیۃ'' (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کو سوال کرتے ہیں۔) نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک (یعنی حدِ کفر تک) پہنچ گئی تو اقتدا اس کی اصلاً صحیح نہیں۔شرح عقائد نسفی میں ہے "ما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلوٰۃ خلف المبتدع فمحمول علی الکرھۃ اذلا کلام فی کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذااذالم یؤد الفسق والبدعۃ الی حد الکفر اما اذا ادی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلاۃ خلفہ" بعض اسلاف سے یہ جو منقول ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز منع ہے یہ کراہت پر محمول ہے کیونکہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ اس کا فسق اور بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچے ہوں، اگر حدِ کفر تک پہنچ جائیں تو ان کے پیچھے نماز کے عدم جواز میں کوئی کلام نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد6، صفحہ439، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اگر بدمذہب سلام کرے اور جواب نہ دینے میں فتنہ ہو کہ یہ بدمذہب نقصان پہنچائے گا،تو دل میں برا جانتے ہوئے زبان سے جواب دے سکتے ہیں۔بہتر یہ ہے کہ صحیح تلفظ سے سلام نہ کرے یعنی علیکم میں حرفِ عین نہ کہے تاکہ بے معنی ہو جائے۔

## بدمذہب ومرتد سے نکاح

مزید: ''جو شخص وہابیوں سے میل جول رکھے، اس سے بھی بیاہ شادی ناجائز ہے۔''138

احمد رضا صاحب کا ارشاد ہے: ''وہابی سے نکاح پڑھوایا تو نہ صرف یہ کہ نکاح نہیں ہوا بلکہ اسلام بھی گیا۔ تجدید اسلام وتجدید نکاح لازم۔''139

نیز: ''نکاح میں وہابی کو گواہ بنانا بھی حرام ہے۔''140

خاں صاحب کے ایک خلیفہ ارشاد فرماتے ہیں: ''وہابی سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ وہ مسلمان نہیں، کفو ہونا بڑی بات ہے۔''141

اور خود اعلیٰ حضرت صاحب کا فرمان ہے: ''وہابی سب سے بدتر مرتد ہیں۔ ان کا نکاح کسی حیوان سے بھی نہیں ہوسکتا۔ جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔'' 142 ﷺ

یہ تو شرعی حکم ہے کہ کافر و مرتد کا نکاح مسلمان سے نہیں ہوسکتا، ہوگا تو زنا ہوگا۔ جو کوئی مرتد کے عقائد جانتے ہوئے بھی اسے مسلمان سمجھتے ہوئے نکاح پڑھائے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ کافر تو دور کی بات ہے جو بدمذہب بے ادب ہو اس سے نکاح نہ کرنے کا حکم ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ بغداد میں حدیث پاک نقل کی ہے ((عن أنس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا فانہ یجیء فی آخر الزمان قوم یسبون أصحابی فان مرضوا فلا تعودوہم وان ماتوا فلا تشہدوہم ولا تنک ولا توارثوہم ولا تسلموا علیہم ولا تصلوا علیہم)) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے اصحاب کو گالیاں دے گی، اگر ایسے لوگ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مرجائے تو جنازہ میں شرکت نہ کرو، ان سے نکاح نہ کرو، ان کو وارث نہ بناؤ، ان سے سلام نہ کرو، ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔

(تاریخ بغداد، جلد8، صفحہ142، دارالکتب العلمیہ بیروت)

جب بدمذہب سے نکاح ناجائز ہے تو مرتد سے تو بالکل باطل ہے۔ عالمگیری میں ہے ''لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلك لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط'' ترجمہ: مرتد کے لیے مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں اور اسی طرح مرتدہ عورت کا بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ مبسوط میں ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب النکاح، باب فی المحرمات بالشرك، جلد1، صفحہ282، دارالفکر، بیروت)

ﷺ یہ ارشاد کئی دفعہ پڑھنے میں آیا ہے، میں پہلی مرتبہ بریلوی حضرات سے پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ان کے اعلیٰ حضرت کے نزدیک کسی وہابی کا نکاح تو حیوان سے نہیں ہوسکتا، لیکن کیا بریلوی حضرات کا ہوسکتا ہے؟ ﷺ

مترجم صاحب آپ کی اس بے تکی جسارت کا جواب یہ ہے کہ انسانوں کے لئے انسان ہیں اور جانوروں کے لئے جانور، لیکن مرتد انسان جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے کہ ان کے لئے جانور بھی نہیں ہیں۔ اب ہر وہابی وغیر وہابی سوچے کہ وہ صحیح

عقائد رکھ کر انسان بن کر انسانوں سے نکاح کرنا چاہتا ہے کہ جانوروں کے بھی قابل نہیں رہنا چاہتا۔

## وہابیوں سے پڑھنا یا فتویٰ لینا

﴿ جناب احمد رضا صاحب کو اس بات کا شدید خطرہ تھا کہ لوگ وہابیوں کے پاس جا کر ان کے دلائل سن کر راہ راست پر نہ آ جائیں۔ اس خطرے کو بھانپتے ہوئے خاں صاحب فرماتے ہیں: ''وہابیہ سے فتویٰ طلب کرنا حرام، حرام اور سخت حرام ہے۔'' 143

امجد علی صاحب لکھتے ہیں: ''وہابیوں کو زکوٰۃ دی، زکوٰۃ ہرگز ادا نہ ہوگی۔'' 144

بریلوی اعلیٰ حضرت سے پوچھا گیا، وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا: ''حرام، حرام، حرام اور جو ایسا کرے وہ بچوں کا بدخواہ اور گناہوں میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔'' 145 ﴾

کسی وہابی مولوی سے پوچھیں کہ قادیانیوں، شیعوں، نیچریوں سے پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ فوراً وہابی کہے گا ناجائز ہے اور دلیل میں کہے گا بے دینوں سے بچنے کا حکم ہے۔ ہم سنی بھی یہی کہتے ہیں تابعی حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم "ترجمہ: بے شک یہ علم دین ہے پس غور کر لو کس سے اپنا دین حاصل کرتے ہو۔

(مسلم شریف، باب فی أن الإسناد من الدین، جلد01، صفحہ14، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

بدمذہب بے دین سے سوائے گمراہی کے اور کیا ملے گا؟ مسلم شریف میں ہے ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "لم یکونوا یسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظر إلی أھل السنة فیؤخذ حدیثھم وینظر إلی أھل البدع فلا یؤخذ حدیثھم "ترجمہ: پہلے احادیث لینے میں اسناد کے متعلق سوال نہیں پوچھا جاتا تھا (یعنی یہ نہیں دیکھا جاتا تھا کس راوی سے مروی ہے بس حدیث لے لی جاتی تھی۔) پھر جب فتنے (فرقے) واقع ہوئے تو علماء فرماتے اپنی احادیث کے راویوں کے نام پیش کرو پھر اگر وہ راوی اہل سنت ہوتے تو ان کی روایت کو لے لیا جاتا اور اگر وہ راوی بدمذہب ہوتے تو ان کی روایت کو چھوڑ دیا جاتا۔

(مسلم شریف، مقدمہ، باب فی أن الإسناد من الدین، جلد01، صفحہ15، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

دیکھیں علمائے اسلاف بدمذہبوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں لیتے تھے، پھر آج کا مسلمان کیسے

بدمذہبوں سے علم حاصل کرسکتا ہے اور فتوے لے سکتا ہے؟ خصوصا تین طلاقیں دے کر وہابیوں سے فتوی لینا جوکہ بالکل باطل ہے۔

## بدمذہب کا ذبیحہ

❁ وہابیوں کے ہاتھ سے ذبح کیے ہوئے جانوروں کے متعلق احمد رضا صاحب کا ارشاد ہے: ''یہودیوں کا ذبیحہ حلال ہے، مگر وہابیوں کا ذبیحہ محض نجس مردار، حرام قطعی ہے۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی، پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں۔''146

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''ایسے زانی کہ جن کا زنا کرنا ثابت ہوچکا ہو ان کا ذبیحہ حلال ہے۔''147 ❁

ظاہری بات ہے کہ جو بدمذہب حدِ کفر تک پہنچ جائے اس کا ذبیحہ حرام ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اہل کتاب کا ذبیحہ تو اللہ عزوجل نے حلال فرمایا اور زانی کا اس لئے حلال ہے کہ زنا کرنے سے انسان کافر نہیں ہوجاتا۔ درمختار میں ہے "شرط کون الذابح مسلما او کتابیا ولوامرأۃ لاذبیحۃ غیر کتابی من وثنی و مجوسی و مرتدا ملخصا" ترجمہ: ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا اگرچہ عورت ہو، شرط ہے۔ کافر غیر کتابی مثلا بت پرست، مجوسی اور مرتد نہ ہو۔ (درمختار، کتاب الذبائح، جلد6، صفحہ296، دار الفکر، بیروت)

## خارجیوں کے متعلق اسلاف کا عقیدہ

❁ یہ سارا کچھ اس لیے ہے کہ وہابی یہود و نصاریٰ، ہندوؤں اور مجوسیوں سے بھی بدتر ہیں اور ان کا کفران سے بھی زیادہ ہے۔148

مزید: ''وہابی ہر کافر اصلی یہودی، نصرانی، بت پرست اور مجوسی سب سے زیادہ اخبث، اضر اور بدتر ہیں۔''149

نیز: ''یہ کتے سے بھی بدتر و ناپاک تر ہیں کہ کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کے مستحق ہیں۔''150 ❁

اپنی شان میں خود ہی حوالے نقل کررہے ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ یہ واضح کیا کہ اپنے عقائد ونظریات کی وجہ سے انسان کتے سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔ ان گستاخیوں کے علاوہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کے جید علمائے اسلاف نے وہابیوں کے

بڑے خارجیوں کی نقط اس وجہ سے تکفیر کی ہے کہ یہ خارجی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں چنانچہ بزازیہ میں ہے "یجب اکفار الخوارج فی اکفار ھمجمیع الامۃ سواھم "ترجمہ: خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس بناء پر کہ وہ اپنے سوا تمام امت کو کافر کہتے ہیں۔

(فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ الباب الرابع فی المرتد، جلد6، صفحہ 318، نورانی کتب خانہ پشاور)

تحفہ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "محارب حضرت مرتضی اگر از راہ عداوت وبغض ست نزد اھل سنت کافر ست بالاجماع وھمیں ست مذھب ایشاں درحق خوارج "ترجمہ: حضرت علی مرتضی سے جنگ کرنیوالا اگران سے عداوت وبغض کی وجہ سے کرتا ہے تو اہل سنت کے نزدیک بالاجماع وہ کافر ہے اور خوارج کے متعلق ان کا یہی مذہب ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ، باب دوازدہم در تولا وتبراء صفحہ 394، سہیل اکیڈمی، لاہور)

❁ آہ ﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُم إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ ان لوگوں نے صرف اس بات کا انتقام لیا ہے کہ یہ (ان کی خرافات کی بجائے) اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔151 ❁

اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے نبی علیہ السلام اور اس کے اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کی جائیں، ان کے علم کو معاذ اللہ پاگلوں اور جانوروں کے ساتھ ملا دیا جائے، شیطان کے علم کو زیادہ کہا جائے، نعوذ باللہ۔

## وہابیوں کی کتابیں پڑھنا اور تقاریر سننا

❁ نیز: "بریلوی حضرات کے نزدیک وہابیوں کی کتابوں کا مطالعہ حرام ہے۔"152

مزید: "غیر عالم کو ان کی کتابیں دیکھنا بھی جائز نہیں۔"153

خود جناب بریلوی کا کہنا ہے: "عالم کامل کو بھی ان کی کتابیں دیکھنا ناجائز ہے۔"(154) کہ انسان ہے ممکن ہے کوئی بات معاذ اللہ جم جائے اور ہلاک ہو جائے۔"155

نیز ایک کتاب کے متعلق فرماتے ہیں: "عام مسلمانوں کو اس کتاب کا دیکھنا بھی حرام ہے۔"156

نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں: "ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزی (رحمہ اللہ) وغیرہ کی کتابوں پر کان رکھنے سے بچو۔"157 ❁

بے دینوں کی تقاریر سننا اور ان کی کتابیں پڑھنا شریعت میں منع ہی ہے کہ کہیں مسلمانوں کا عقیدہ خراب نہ

ہوجائے۔ سنن الدارمی میں جید عالم تابعی حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے "دخل رجلان من اصحاب الاھواء علی ابن سیرین فقالا یاابابکر نحدثك بحدیث ؟قال: لا، قالا :فنقرأعلیك آیة من کتاب اللہ قال :لا،لتقومان عنی او لاقومن قال فخرجا،فقال بعض القوم یااباَبکر ما کان علیك ان یقرأعلیك آیة من کتاب اللہ تعالی؟ قال: انی خشیت ان یقرأعلی آیة فیحرفانھا فیقر ذالك فی قلبی" ترجمہ: یعنی ابن سیرین کے پاس دو آدمی آئے جن کے عقیدے خراب تھے انہوں نے کہا اے ابوبکر (ابن سیرین کی کنیت ہے) ہم آپ کو ایک حدیث سناتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں نہیں سنوں گا۔ دونوں نے کہا: ہم آپ کو اللہ تعالی کی کتاب سے ایک آیت سناتے ہیں، آپ نے پھر فرمایا: میں نہیں سنوں گا اور ان سے کہا تم دونوں میرے پاس سے جاتے ہو یا میں خود ہی اٹھ کر چلا جاؤں؟ جب وہ چلے گئے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: اے ابوبکر ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت سننے میں حرج ہی کیا تھا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: مجھے اندیشہ تھا کہ یہ دونوں آیت پڑھتے اور اس میں تحریف کر دیتے اور وہ میرے دل میں بیٹھ جاتی۔

(سنن دارمی، جلد 01، صفحہ 120، باب اجتناب اہل الاہواء والبدع والخصومۃ، دار الکتاب العربی، بیروت)

آج جتنے بھی آئے دن نئے فرقے بن رہے ہیں، ان کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ کم علم مسلمان ان کی لچھے دار تقریریں سن کر، ان کی قرآن وحدیث میں تحریفات دیکھ کر ان سے متاثر ہوجاتے ہیں اور اپنا عقیدہ خراب کر لیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال یہی ظہیر صاحب کی کتاب ''البریلویہ'' ہے۔ پوری کتاب میں جھوٹ اور تحریف کے ذریعے مسلمانوں کو اہل سنت سے بدظن کر کے وہابی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

12 ﴿ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان ایک دوسرے سے بہت حد تک مشابہ ہیں اور دونوں ایک طرز پر لکھی گئی ہیں۔ ﴾

جی ہاں دونوں گمراہی سے بھری ہوئی ہیں۔

13 سورۃ التوبۃ آیت 111

14 مفتاح کنوز السنہ مقدمتہ اسید رشید رضا

15 ایضاً

16 الکوکبۃ الشہابیۃ، از احمد رضا ص 8

17 الکوبتہ الشہابیۃ، از احمد رضا ص 10

18 ایضاً ص 49

19 الکوبیۃ الشہابیۃ، از احمد رضا ص 60

20 دامان باغ ملحق سبحان السبوح ص 134

21 ملفوظات احمد رضا، ج 1 ص 110 ترتیب محمد مصطفیٰ رضا بن احمد رضا بریلوی

22 الامن والعلی، از احمد رضا ص 112

23 ایضاً ص 195

24 الامن والعلی ص 72

25 ایضاً ص 195

26 دامان باغ سبحان السبوح ص 134

27 العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ مجموعۃ فتاویٰ البریلوی، ج 6 ص 183

28 (28 تا 32 قرآنی آیات)

33 نزہۃ الخواطر، ج 8 ص 498

34 نزہۃ الخواطر ص 500، 501

35 حاجز البحرین درج شدہ فتاویٰ رضویہ ج 2 ص 210

38 حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ص 19

39 دامان سبحان السبوح، از احمد رضا ص 136

40 ایضاً ص 134

41 سبحان السبوح ص 135، 136

42 بالغ النور مندرج در فتاویٰ رضویہ جلد 6 ص 23

43 فتاویٰ رضویہ جلد 5 ص 50، 72، 90، 137، 94، وغیرہ

44 ایضاً، جلد 10 ص 210، کتاب الحظر والاباحۃ

45 ایضاً، جلد 10 ص 219

46 فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص 59

47 ایضاً، جلد 6، ص 121

48 ایضاً، ص 13

49 بریق المنار درج شدہ فتاویٰ رضویہ، جلد 4، ص 218، وفتاویٰ رضویہ، جلد 2، ص 121

50 فتاویٰ رضویہ، جلد 1، ص 208

51 بہت بڑے اہل حدیث عالم دین تھے۔ نزہۃ الخواطر جلد 8، ص 72، میں ان کے حالات زندگی موجود ہیں۔

52 اپنے دور کے امام حدیث تھے۔

53 یہ بھی سید نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے ہیں۔

54 جید اہل حدیث عالم، سید صاحب کے شاگرد، حالات زندگی کے لیے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر جلد 8، ص 415، 416۔

55 تجانب اہل السنّت، از محمد طیب قادری، تصدیق شدہ حشمت علی قادری وغیرہ، ص 219

56 تجانب اہل السنہ، ص 248

57 مجلّہ المنار، المجلد 33، 1341ھ، ص 239

58 تجانب، ص 247

59 الاستمداد، از احمد رضا، ص 147

60 سبحان السبوح، ص 27

61 حاجز البحرین، از احمد رضا درج شدہ فتاویٰ، جلد 2، ص 237

62 فتاویٰ رضویہ، جلد 3، ص 399

63 سیف المصطفیٰ، از بریلوی، ص 92

64 فتاویٰ صدر الافاضل، ص 31، 32، مطبوعہ ہند

65 جاء الحق، از احمد یار گجراتی، جلد 1، ص 455

66 فتاویٰ رضویہ، جلد 4، ص 199

67 ایضاً، جلد 2، ص 242

68 سیف المصطفیٰ،ص95

69 احکام شریعت، از احمد رضا، جلد1،ص80

70 ایضاً،ص123

71 ایضاً،ص124

72 الکوبتہ الشہابیۃ علی کفریات ابی الوہابیہ،ص58،59

73 ملفوظات احمد رضا،ص66

74 ایضاً،ص67،68

75 الحق المبین، از احمد سعید کاظمی،ص10،11

76 بہار شریعت، جلد1،ص47'46

77 جی ہاں! ﴿ سب کو معلوم ہے کہ ابن سعود رحمہ اللہ اور ان کے جانشینوں نے بیت اللہ الحرام میں حجاج کرام کی سہولتوں کے لیے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ﴾

جی ہاں! صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر مزارات مبارکہ کو بھی شہید کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی قبر مبارک کو شہید کیا اور اسی ابن سعود نے مدینہ پر حملہ کر کے اپنے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار شریف پر بنے گنبد مبارک کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی تھی۔ حجاج کو جو سہولتیں دی جاتی ہیں تو ان کے عوض پیسے بھی تو لئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کون سی آیت یا حدیث میں آیا ہے جو حجاج کو سہولتیں دے وہ چاہے جو مرضی عقیدہ رکھے، جتنی مرضی گستاخیاں کرے وہ جنتی ہے؟ بلکہ اللہ عزوجل نے مشرکین کی اسی خوش فہمی پر فرمایا ﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

(سورۃ التوبہ،سورۃ9،آیت 19)

78 جاء الحق، از احمد یار گجراتی،ص4

79 تجانب اہل السنہ، ص 467

80 ایضاً مختصراً ص 268، ص 272

81 نزہۃ الخواطر، جلد 7، ص 383

82 حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، از احمد رضا، ص 19

83 فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص 59

84 تجانب اہل السنہ، ص 173

85 نزہۃ الخواطر، ج 8، ص 148

86 حسام الحرمین، ص 21

87 خالص الاعتقاد، از بریلوی، ص 62

88 فتاویٰ افریقہ، از بریلوی احمد رضا، ص 124

89 تجانب اہل السنہ، ص 245

90 سبحان السبوح، ص 134

91 نزہۃ الخواطر، ص 85

92 حسام الحرمین، ص 28

93 ایضاً ص 31

94 فتاویٰ افریقہ، ص 124

95 فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص 54

96 ایضاً ص 104

97 ایضاً ص 237

98 فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص 82

99 ایضاً ص 81

100 ایضاً، جلد 6، ص 77

101 بالغ النور مندرج فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص 43

102 المبین فی ختم النبیین درج شدہ فتاویٰ رضویہ، جلد6، ص110
103 ایضاً، ص95
104 ایضاً، ص167
105 تفسیر میزان الادیان، از دیدار علی، جلد2، ص270
106 تجانب اہل السنۃ، ص112
107 ملفوظات احمد رضا، ص325، 326
108 فتاویٰ رضویہ، جلد2، ص136
109 حاشیہ سبحان السبوح، ص75
110 تجانب، ص90
111 ملفوظات بریلوی، ص201
112 ملاحظہ ہو، ص112
113 الکوکبۃ الشہابیہ، از احمد رضا، ص10
114 ایضاً، ص95
115 ایضاً، ص60
116 احکام شریعت، از بریلوی، ص112
117 ایضاً، ص117
118 فتاویٰ افریقہ، ص125
119 ایضاً، ص172
120 خالص الاعتقاد، ص54
121 المبین فی ختم النبیین درج شدہ فتاویٰ رضویہ، جلد6، ص198
122 ملفوظات، ص105
123 ایضاً
124 مجموعہ فتاویٰ نعیم الدین مراد آبادی، ص64

125 بالغ النوردرج شدہ فتاویٰ رضویہ،جلد6،ص143، ایضاًبریق المناروفتاویٰ رضویہ،جلد4،ص218
126 فتاویٰ نعیمیہ،جلد1،ص104
127 فتاویٰ رضویہ،جلد4،ص12
128 ملفوظات،ص76
129 ایضاً،ص286
130 المبین درج شدہ فتاویٰ رضویہ،جلد6،ص80،81
131 فتاویٰ نعیم الدین مرادآبادی،ص64
132 فتاویٰ رضویہ،جلد6،ص90
133 فتاویٰ نوریہ،جلد1،ص213
134 مجموعہ فتاویٰ نعیم الدین،ص112
135 بریق المناردرج فتاویٰ رضویہ،جلد4،ص218
136 جاء الحق،جلد2،ص222
137 فتاویٰ افریقہ،ص170
138 ماحی الضلالۃ،درج فتاویٰ رضویہ،جلد5،ص72
139 ایضاً،ص50،89
140 فتاویٰ افریقہ،ص69
141 بہارشریعت،از امجدعلی رضوی،جلد7،ص32
142 ازالۃ العاردرج شدہ فتاویٰ رضویہ،جلد5،ص194، ایضاً،فتاویٰ رضویہ،جلد5،ص46
143 فتاویٰ رضویہ،جلد4،ص46
144 بہارشریعت،جلد5،ص46
145 احکام شریعت،ازبریلوی،ص237
146 ایضاً،ص122
147 فتاویٰ افریقہ،ص27

148 بالغ النوردرج درفتاویٰ رضویہ، جلد6، ص 13

149 ازالۃ العاردرج فتاویٰ رضویہ، جلد5، ص 1278

150 المبین درج فتاویٰ رضویہ، جلد6، ص9

152 المبین درج فتاویٰ رضویہ، جلد6، ص9

153 ایضاً

154 ﷽ ملاحظہ فرمائیں خودتو بریلوی حضرات دوسروں کی کتابیں دیکھنا حرام قرار دے رہے ہیں۔لیکن جب ان کے اعلیٰ حضرت کے تحریف شدہ قرآن پر بعض حکومتوں کی طرف سے پابندی لگائی گئی تو اس پر واویلا کرنا شروع کردیا۔دوسروں کی کتابوں کے مطالعے پر حرام ہونے کا فتویٰ لگانے والوں کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اس پر صدائے احتجاج بلند کریں؟ پہلے اپنے فتووں کوتو واپس لو۔پھر دوسروں سے اس قسم کے مطالبات کریں۔خودتو وہ لوگوں کو وہابیوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے اور مسجدوں میں داخل ہونے سے بھی روک رہے ہیں۔اور کسی کو اتنا بھی حق نہیں دیتے کہ وہ ان کی تحریف معنوی پرمبنی کتابوں کے داخلے پر پابندی لگاسکیں۔ ﷽

کونسی بعض حکومتوں نے پابندی لگائی ہے، ذرا ان حکومتوں کے نام تو بتادیں؟ پھر کونسا قرآن معاذ اللہ اعلیٰ حضرت نے تحریف کردیا ہے؟ خدا کا خوف کھاؤ، اس قرآن میں کون تحریف کرسکتا ہے، اسکی حفاظت کی ذمہ داری تو رب تعالیٰ نے لی ہے۔گندے لوگوں کا یہ گندہ اصول ہے کہ اپنی گندگی چھپانے کے لئے، دوسروں کوگندہ کردو۔یہی کچھ وہابی کرتے ہیں خود تحریفیں کرتے ہیں اور الزام اہل سنت پر لگاتے ہیں، خود پاکستان کے علاوہ پوری دنیا میں وہابی تنظیموں پر پابندی ہے اور یہاں مترجم صاحب کہہ رہے ہیں اعلیٰ حضرت کی کتب پر پابندی ہے۔حال ہی میں بنگلہ دیش میں وہابی مولوی مودودی کی کتب پر پابندی لگائی گئی ہے۔ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ سعودی وہابیوں نے لوگوں کو وہابی بنانے کے لئے اپنے عقیدے پر کئی گمراہ کن کتابیں لکھی ہیں، تحریف کے ساتھ ایک تفسیر لکھی ہے اور مشہور سنی علماء کی کتابوں پر پابندی لگارکھی ہے کہ لوگ کہیں یہ نہ پڑھ لیں۔

155 ملفوظات، ص 335

156 بالغ النوردرفتاویٰ رضویہ، جلد6، ص 54

157 فتاویٰ نعیم الدین مرادآبادی، ص 33

# فصل: حج کے ملتوی ہونے کا فتوی

بریلوی حضرات کی عقل کا ماتم کیجئے، انہوں نے وہابیوں کی دشمنی میں فریضہ حج کے ساقط ہونے کا فتوی جاری کر دیا اور کہا چونکہ حجاز مقدس پر وہابیوں کی حکومت ہے اور وہاں مسلمانوں (بریلویوں) کے لیے امن مفقود ہے، لہذا حج ملتوی ہو چکا ہے۔ اور جب تک وہاں سعودی خاندان کی حکومت ہے اس وقت تک مسلمانوں سے حج کی فرضیت ختم ہو گئی ہے۔ اس فتوے کو انہوں نے ایک مستقل رسالے (تنویر الحجة لمن یجوز التوائة الحجة) میں شائع کیا ہے۔

فتوی دینے والے بریلوی حضرات کوئی غیر معروف شخص نہیں بلکہ اس کے مفتی جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے صاحبزادے مصطفےٰ رضا صاحب ہیں۔ اس فتوے پر پچاس کے قریب بریلوی اکابر کے دستخط ہیں۔ جن میں حشمت علی قادری، حامد رضا بن احمد رضا بریلوی، نعیم الدین مراد آبادی اور سید دیدار علی وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں درج ہے: ''نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے۔ ان کے اس عقیدے کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط اور عدم لازم ہے۔''158

فتوے کے آخر میں درج ہے: ''اے مسلمانو! ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں۔ تاخیر روا ہے اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آ جائیں۔ نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے؟ یہی ایک تدبیر ہے جو ان شاء اللہ کارگر ہوگی۔''159

مزید: ''اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جب تم پر حج فرض نہ تھا تم نے وہاں جا کر ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے دشمنوں کو کیوں مدد پہنچائی؟ ۔۔۔۔۔۔ جب تمہیں التواء وتاخیر کی اجازت تھی اور یہ حکم ہمارے ناچیز بندے اور تمہارے خادم مصطفےٰ رضا نے تم تک پہنچا دیا تھا، پھر بھی تم نہ مانے اور تم نے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنے مال لٹا کر ہمارے مقدس شہروں پر ان کا نجس قبضہ اور بڑھا دیا۔''160

یہ ہیں بریلوی مکتب فکر کے اکابرین۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے صرف جہاد کے ساقط ہونے کا فتوی دیا تھا ان کے اکابرین نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد کے ساتھ ساتھ۔ (161) حج کے ساقط ہونے کا فتوی

بھی دے دیا۔162

دہلی کے ایک بریلوی عالم اس فتوے کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حج کے ملتوی ہونے سے نجدیہ کے ناپاک قدم سے ان شاءاللہ حرمین طیب وطاہر ہوجائیں گے۔''163

ایک اور صاحب فرماتے ہیں: ''جب تک نجدی مسلط ہیں اس وقت تک حج کے لیے سفر کرنا اپنی دولت کوضائع کرنے کے برابر ہے۔''

یہ فتویٰ جہاں بریلوی اکابرین کی سوچ کا آئینہ دار ہے وہاں اسلامی شعائر کی توہین کے بھی مترادف ہے۔

## بریلوی علماء نے حج ملتوی کرنے کافتوی کیوں دیا تھا؟

اتنا تو بتادیا کہ حج ساقط ہونے کا فتویٰ دیا یہ نہیں بتایا کہ کیوں دیا۔دراصل ابن سعود وہابی نے مکہ مدینہ پر حملہ کیا اور کئی مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔یہ قتل وغارت جاری تھی اسلئے اس سال لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کے لئے متفقہ فتویٰ جاری کیا گیا کہ اس سال (1345ھ) حج نہ کیا جائے۔یہ فتویٰ کوئی بغیر دلیل نہیں تھا، بلکہ کثیر دلائل قاہرہ باہرہ کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا۔کتب فقہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ اگر جان ومال کا خطرہ ہوتو ادائیگی حج واجب نہیں۔النتف فی الفتاوی میں ہے"من اسباب وجوب الحج أمن الطريق وجلاؤه فان كان الطريق مخوفا فليس عليه ان يحج"ترجمہ:حج واجب ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ راستے میں امن ہو،کوئی فتنے کا خوف نہ ہو،اگر ایسی صورت ہوتو حج فرض نہیں۔

(النتف فی الفتاوی،کتاب المناسك،أسباب وجوب الحج،جلد1،صفحہ202،مؤسسة الرسالہ بیروت)

تبیین الحقائق میں ہے "(قتل بعض الحجاج عذر فی ترك الحج)لأن أمن الطريق شرط الوجوب أو شرط الأداء على ما بينا "ترجمہ:بعض حجاج کو قتل کیا جانا حج نہ کرنے میں عذر ہے۔اس لئے کہ امن ہونا حج کی شرائط میں سے ہے۔

(تبیین الحقائق،مسائل شتی،ابتلع الصائم ریق غیرہ،جلد6،صفحہ221،المطبعة الكبرى الأميرية،القاہرة)

بدائع صنائع میں ہے"أن الله تعالى شرط الاستطاعة، ولا استطاعة بدون أمن الطريق كما لا استطاعة بدون الزاد والراحلة"ترجمہ:اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں حج کرنے میں استطاعت کی شرط لگائی ہےاور یہ بغیر امن کے ممکن نہیں،جس طرح بغیر سواری اور خرچہ کے استطاعت نہیں۔

(بدائع الصنائع،کتاب الحج،فصل شرائط فرضیۃ الحج،جلد2،صفحہ123،دار الکتب العلمیہ بیروت)

صلح حدیبیہ کے علاوہ ایسے کئی تاریخی مواقع ہیں جن میں فتنوں کے سبب حج نہیں کیا گیا۔خود وہابیوں کی کتابوں میں امن ہونے کی شرط موجود ہے۔منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری میں مولوی حمزۃ محمد قاسم لکھتا ہے "والحج واجب بالکتاب والسنة والإجماع بشروطه المجمع علیها عند الفقهاء وهی الإسلام والبلوغ والعقل والحریة والاستطاعة وتتحقق الاستطاعة عند الجمهور بثلاثة أمور:أمن الطریق، والزاد، والراحلة" ترجمہ:حج قرآن وسنت اوراجماع کی روشنی میں فرض ہے اورفقہاءکرام کےنزدیک اس کی شرائط یہ ہیں کہ کرنے والا مسلمان ہو، عاقل وبالغ ہواورآزادہو اوراستطاعت رکھتاہو۔استطاعت میں جمہور کےنزدیک تین باتیں ہیں: راستے کا امن ہونا،سواری اورخرچہ۔

(منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری، جلد3، صفحہ 66، مکتبۃ دار البیان، دمشق)

خودکئی وہابیوں نے حرمین پرشریف حسین کی حکومت کےوقت جان بچانے کے لئے حج نہیں کئے۔مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''نجدی بھی اس سے اختلاف نہیں کرسکتا کہ امن شرط فرضیت حج ہے۔ورنہ آج سے پہلے کیا جتنے نجدی مرگئے اوراس لئے انہوں نے حج نہ کئے کہ مکہ معظّمہ شریف حسین کے پاس تھا، کیاوہ اس کےنزدیک تارک فرض رہے اورمدتوں حج نہ کرکے فاسق فاجر مرے؟ اگرتمہارےنزدیک نجدیوں کے لئےترکوں یاشریف حسین کے قبضے میں مکہ معظّمہ ہونا اورنجدیوں کوان سے محض بدگمانی کی بناپرخوف قتل ونہب ہونا ان سےفرضیت حج ساقط کرتا ہےتو ہمارے لئے ظالم نجدی جسکے مظالم ظاہر وعالم آشکار ہیں ایسے مفتن کا وہاں ہونا کیوں عذر نہیں ہوسکتا؟ وجہ فرق بتاؤ۔الحمد للہ! یہ ان منہ زوروں کےمنہ پرایسا بھاری پتھر ہےجس کےسبب گھٹ گھٹا کر رہ جائیں گے اوراللہ تعالیٰ چاہےتو لب تک نہ ہلاسکیں گے۔''

(تنویر الحجہ صفحہ 23، مطبع قدسیہ، بریلی)

اس کے باوجودحضرت مفتی مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ نےصراحت فرمائی کہ جوان حالات میں بھی حج کرے گا،اس کاحج ہوجائے گاچنانچہ فرماتے ہیں:''حج کو جومسلمان جائے گااورحج کرے گاتوحج ہوجائے گا۔''

(تنویر الحجہ صفحہ 25، مطبع قدسیہ، بریلی)

یہ تھی اصل صورتحال جنہیں ظہیر صاحب نے ایسے گھما پھرا کر لکھا اورمسلمانوں کو اہل سنت سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

158 تنویر الحجہ، ص ۱۰، مطبوعہ بریلی

159 تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجہ، ص ۲۴

160 ایضا، ص ۶۵

161 ملاحظہ، ہو باب اول

162 تنویر الحجہ، ص ۳۱

163 تنویر الحجہ، ص ۳۲

# فصل :اکابرین تحریکِ پاکستان کے متعلق بریلوی علماء کے نظریات

تحریک پاکستان کے دور میں سیاسی لیڈر مختلف گروہوں میں منقسم تھے۔کچھ لوگ انگریز کے حامی اور موید تھے۔کچھ انگریز کے دشمن لیکن ہندوؤں کے دل و جان سے دوست اور اتحادی تھے۔امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء کا دینی اور اسلامی نقطۂ نظر یہ تھا کہ انگریز اور ہندو دونوں ہی ہمارے دشمن ہیں۔ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، یہی وہ دوقومی نظریہ تھا جسے بعد میں ڈاکٹر اقبال اور محمد علی جناح نے اپنایا اور اسی نظریئے کی بنا پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے سب سے پہلے گاندھی سے اتحاد کی مخالفت کی اور اس پر کثیر دلائل پیش کئے کہ کافر کو مسلمانوں کا خلیفہ بنانا درست نہیں۔ہندو مسلم اتحاد کے مؤید محمد علی جوہر اور شوکت علی جب امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک خلافت میں شمولیت کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ''مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں، میں مخالف ہوں۔'' اس جواب سے علی برادران کچھ ناراض سے ہو گئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کے لئے مکرر ارشاد فرمایا: ''مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔''

(فاضل بریلوی اور ترک موالات، صفحہ45، ادارہ مسعودیہ، کراچی)

1946ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس میں تاریخی اجلاس ہوا جس میں اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے تمام علماء اور مشائخ نے شرکت کی اور مطالبہ پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔سنیوں میں فقط مولانا حشمت علی خاں پہلے مسلم لیگ میں نہ تھے بعد میں وہ بھی شامل ہو گئے۔اس دور میں مسلم لیگ اور محمد علی جناح کے مطالبہ پاکستان کی حمایت جس زوردار اور اجتماعی انداز میں اہل سنت و جماعت کے سٹیج سے کی گئی اور کسی طرف سے نہیں کی گئی۔علمائے اہل سنت خصوصاً پیر جماعت علی شاہ صاحب نے مسلم لیگ کو کامیاب کروایا۔یہی وجہ تھی کہ محمد علی جناح صاحب پیر جماعت علی شاہ صاحب کے معتقد تھے۔سید اختر حسین علی پوری لکھتے ہیں: ''جب مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی تو قائداعظم نے بمبئی میں پیر جماعت علی شاہ کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دعا کا نتیجہ ہے۔پیر جماعت علی شاہ صاحب نے قائداعظم کو مبارک باد کا تار دیا۔جواباً انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ یہ سب آپ کی ہمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔''

(سیرت امیر ملت، صفحہ 487، علی پور سیداں)

اس کے برعکس دیوبندو ہابی تحریک خلافت میں تھے اور مودودی صاحب نے اپنی الگ ایک ڈیڑھ فٹ اینٹ کی تحریک بنائی ہوئی تھی۔ کئی وہابی تو انگریزوں کے خیر خواہ تھے۔ وہابی مولوی نواب حسن بھوپالی صاحب تو انگریزوں سے لڑنے کو عہد شکنی کہتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''اسی طرح زمانہ غدر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی، وہ جہاد نہ تھا فساد تھا۔''

(ترجمانِ وہابیہ صفحہ 15، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، صفحہ 405، 407، مکتبہ قادریہ، لاہور)

دیوبندی مولوی حسین احمد نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا۔ مودودی سے جب پاکستان کے لئے دعا کرنے کا کہا گیا تو اس نے انکار کردیا اور پاکستان کو ناپاک ستان کہا۔ پھر ایک موقع پر کہا پاکستان ایک درندے کی پیدائش ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن کے والد مفتی محمود احمد احراری دیوبندی نے فتویٰ دیا تھا کہ مسلم لیگ کو ووٹ دینے والوں کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔

(روزنامہ نداتے ملت، 3 جون 1970، لاہور)

وہابیوں میں مولوی داؤد غزنوی اور دیوبندیوں میں صرف شبیر عثمانی آخر میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے۔ شبیر عثمانی کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کے سبب دیوبندیوں سے بہت گالیاں بھی کھانی پڑیں۔ علامہ عثمانی دیوبندی نے حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''دار العلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کیے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا، آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا؟''

(مکالمۃ الصدرین، صفحہ 21، دار الاشاعت، دیوبند)

لیکن تاریخ ایک ایسا موضوع ہے کہ جو چاہے جو مرضی لکھ دے، وہابی دیوبندی سکول، کالجوں میں پڑھے جانے والے نصاب پر قبضہ کرکے نام نہاد مجاہد بن گئے اور اہل سنت حنفی بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ قرار دیے گئے۔ اب ہر فرقہ کہتا ہے کہ صرف ہم نے پاکستان بنایا باقی سارے اس کے خلاف تھے۔

## شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کے متعلق اہل سنت کا موقف

✽ بریلوی حضرات نے تحریک پاکستان کے لیے جد وجہد کرنے والوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ ان کے نزدیک قائد اعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال، مولانا ظفر علی خان، تحریک خلافت کے بانی محمد علی جوہر، مولانا الطاف حسین حالی، نواب مہدی علی خان اور نواب مشتاق حسین سب کفار و مرتدین تھے۔ لکھتے ہیں: ''نواب محسن الملک مہدی علی خان، نواب اعظم یار جنگ، مولوی الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی اور ڈپٹی نذیر احمد دہلوی وزیر ان

نیچریت، مشیران دہریت اور مبلغین زندیقیت تھے۔'' 164 ❁

دعویٰ کچھ ہے اور دلیل کچھ ہے۔ دعویٰ میں مترجم صاحب نے اپنے پاس سے نام شامل کر دیئے جن کا دلیل میں ذکر ہی نہیں۔ علمائے اہل سنت نے ہرگز محمد علی جناح اور ڈاکٹر اقبال اور محمد علی جوہر اور دیگر صحیح عقائد سیاستدانوں کو کافر و مرتد نہیں کہا۔ یہ اوپر بیان کی گئی عبارت تجانب اہل سنہ کی ہے جو مولوی محمد طیب کی ہے اور یہ اہل سنت کے مستند مولوی نہیں، ان کا اس طرح کہنا غلط ہے۔ شخص واحد کی انفرادی رائے کو پوری جماعت پر ٹھوس دینا کسی طرح بھی قرینِ انصاف نہیں ہے۔ ظہیر صاحب نے کہا تھا: ''ہم یہ عقائد و معتقدات اور ان کے دلائل خود احمد رضا بریلوی، ان کے خواص اور اس گروہ کے خواص و عوام کے نزدیک معتمد حضرات اور ان نمایاں شخصیات سے نقل کرینگے جو ان کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے مسلم ہوں۔''

اَب ان لوگوں سے کون پوچھے کہ تجانب اہل السنتہ کے مصنف مولانا محمد طیب کہاں کی مسلم نمایاں اور غیر متنازع فیہ شخصیت ہیں؟ خود ظہیر صاحب نے بریلویوں کے جن زعماء کا ذکر کیا ہے۔ ان میں مولانا محمد طیب کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: ''مولانا طیب صاحب ہمدانی مصنف ''تجانبِ اہلِ سنت'' علمی اعتبار سے کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں۔ وہ مولانا حشمت علی کے داماد تھے اور ان کا مبلغ علم فقط اتنا تھا کہ وہ شرتپور کی ایک چھوٹی سی مسجد کے امام تھے اور بس! تجانب اہل سنت میں جو کچھ انہوں نے لکھا، وہ ان کے ذاتی خیالات تھے، اہل سنت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے بنارس کانفرنس میں قرار داد قیام پاکستان منظور کر کے مولانا حشمت علی کے سیاسی افکار اور تجانب اہل سنت کے مندرجات کو عملاً رد کر دیا تھا، لہٰذا سیاسی نظریات میں ایک غیر معروف مسجد کے غیر معروف امام (مولانا طیب) اور غیر مستند شخص کے سیاسی خیالات کو سوادِ اعظم اہل سنت پر لاگو نہیں کیا جا سکتا، نہ یہ شخص ہمارے لیے حجت ہے اور نہ اس کے سیاسی افکار۔''

(ماہنامہ فیضان، فیصل آباد، صفحہ 27,28، شمارہ اپریل 1978ء)

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تجانبِ اہل سنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابلِ اعتماد نہیں ہے، لہٰذا اہل سنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔ سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔

(قلمی یادداشت، حضرت غزالی زماں، تحریر 29 اکتوبر 1984ء محفوظ نزد شرف قادری)

❁ علامہ اقبال رحمہ اللہ کے متعلق بریلوی فتویٰ سنئے: ''فلسفی نیچری ڈاکٹر اقبال کی زبان پر ابلیس بول رہا

ہے۔''165

مزید: ''فلسفی نیچری ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی و اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے، کہیں علمائے شریعت وائمہ طریقت پر حملوں کی بوچھاڑ ہے، کہیں سیدنا جبریل امین وسیدنا موسیٰ کلیم اللہ وسیدنا عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیصوں توہینوں کا انبار ہے، کہیں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا وآلہ الصلوٰۃ واحکام مذہبیہ وعقائد اسلامیہ پر تمسخر واستہزاء وانکار ہے، کہیں اپنی زندیقیت وبے دینی کا فخر ومباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار ہے۔''166

نیز: ''مسلمانان اہل سنت خود ہی انصاف کرلیں کہ ڈاکٹر صاحب کے مذہب کو سچے دین اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟''167

یہ ساری عبارت بھی تجانب اہل سنۃ کی ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال کافر ومرتد نہیں اور نہ ہی ایسا کسی مستند سنی عالم نے کہا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال ایک سنی حنفی قادری سلسلہ سے تعلق رکھنے والا تھا۔ انہوں نے خود موچی دروازہ کے جلسہ میں کہا: ''میرا وضاحتی حلفیہ بیان ہے کہ میں حنفی ہوں اور کٹر حنفی ہوں۔ اپنی صفائی میں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اور میرے خاندان کی نسبت سلطان عرب وعجم حضرت شیخ سید عبد القادر غوث الاعظم جیلانی رحمہ اللہ علیہ سے ہے۔

(خطاب، جلسہ عام موچی دروازہ لاہور1925ء، روایت ڈاکٹر محمد اقبال ماہنامہ'' ضیائے حرم'' لاہور اپریل 1978، ماہنامہ'' رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ، مئی 1975ء)

البتہ انہوں نے جو شکوہ لکھا وہ ضرور قابل اعتراض ہے، اگرچہ بعد میں انہوں نے جواب شکوہ بھی لکھا تھا، لیکن بندہ عاجز کو یہ ہرگز اختیار نہیں کہ وہ رب تعالیٰ سے خود ہی شکوہ کرے اور بعد میں جواب شکوہ لکھے۔ کتب فقہ میں رب تعالیٰ پر اعتراض کرنے کو کفر کہا گیا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے "قال: لادری لم خلق الله فلانا کفر" ترجمہ: جس نے بطور اعتراض کے کہا کہ اللہ عزوجل نے فلاں کو کیوں پیدا کر دیا، یہ کہنا کفر ہے۔

(شرح فقہ اکبر، صفحہ319، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

اسی میں ہے "من قال: لادری لم خلقنی الله تعالی اذا لم یعطنی من الدنیا شیئاً قط او من لذاتها شیئاً قال ابو حامد: کفر" ترجمہ: اگر کسی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا یا اس کی لذتوں میں سے کوئی چیز دینی نہ تھی تو مجھے پیدا ہی کیوں کیا، ابو حامد کہتے ہیں کہ اس نے کفر کیا۔

(شرح فقہ اکبر، صفحہ319، مکتبہ حقانیہ پشاور)

ظہیر صاحب نے اوپر جو تجانب سۃ کی عبارت نقل کی ہے اس میں آپ خود اندازہ لگالیں کہ کیا اس طرح اللہ عزوجل پر اعتراض کرنا، رسل اور ملائکہ کی شان میں ایسا کہنا درست ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آج بھی کئی اہل علم حضرات اقبال کے بعض اشعار پر اعتراض کرتے ہیں۔خود وہابیوں کی شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کے متعلق رائے ملاحظہ ہو:۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، میں جناب محمد امین کا ریاض (سعودی عرب) سے بھیجا ہوا مراسلہ چھپا تھا، جس کا عنوان ہے ''سعودی عرب میں اقبالیات کا ابلاغ'' ان کا بیان ہے کہ 19 نومبر (1980ء) کو ریاض یونیورسٹی میں اسلامی فکر کی تجدید کے عنوان سے ایک سیمینار رہوا، جس میں سعودی عرب کے سب سے بڑے مذہبی رہنما شیخ عبد العزیز بن باز، معروف مصری مفکر محمد قطب (سید قطب شہید کے بھائی) سوڈان کے ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس اور معروف مؤلف اور روشن نظر عالم دین جناب محمد صباغ نے خطاب کیا۔سیمینار کے آخر میں سوال و جواب کا ایک پروگرام ہوا اور اس نشست کا آخری سوال اقبال کی کتاب تشکیل جدید الٰہیات اسلامی کے بارے میں تھا، جس کا عربی ترجمہ تجدید التفکیر الدینی فی الاسلام کے نام سے موجود ہے۔ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس نے یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ اس کتاب میں کچھ باتیں قابلِ اعتراض ہیں۔معتدل مؤقف اختیار کیا، لیکن استاذ صباغ نے اقبال پر شدید تنقید کی اور کہا: ''اس کتاب کی عبارتیں گمراہ کن ہیں، بلکہ اس میں بعض باتیں کفر تک لے جانے والی ہیں، یہ انتہائی خطرناک کتاب ہے اور طلباء کو اس سے متنبہ رہنا چاہیے۔انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ ایسی کتابیں بغیر تعلیق اور حواشی کے نہیں چھپنی چاہئیں۔''

مراسلہ نگار لکھتے ہیں: ''سوءِ اتفاق سے جناب محمد قطب نے بھی استاذ صباغ کی تائید کی اور کہا کہ اس کتاب کا پڑھنا عام طلباء کے لیے خطرے سے خالی نہیں، اس میں بہت سی باتیں خلافِ حقیقت ہیں، نیز یہ کہ اقبال مغربی فلسفے اور خاص کر جرمن فلسفے سے متاثر ہے اور تصوف کے بعض غیر اسلامی نظریوں کا قائل ہے۔''

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، صفحہ3، شمارہ یکم دسمبر1980ء)

﴿ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی تکفیر کرتے ہوئے دیدار علی صاحب نے فتوئ دیا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ڈاکٹر اقبال سے ملنا جلنا ترک کردیں ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے۔168 ﴾

یہ مترجم صاحب کی صریح تحریف ہے۔اصل عبارت البریلویۃ کی یہ ہے "وقال خلیفة البریلوی و نائبه لا یجوز

للمسلمین مجالسۃ محمد اقبال و محادثتہ والا فیکونون مذنبین ذنبا عظیما" ترجمہ: امام بریلوی کے خلیفہ و نائب نے کہا کہ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ محمد اقبال سے بات چیت کریں یا اس کے پاس بیٹھیں، ورنہ وہ سخت گناہ گار ہوں گے۔

(البریلویہ صفحہ 205، ادارہ ترجمان السنہ، لاہور)

اس عبارت میں کہاں دیدار علی شاہ صاحب کا نام ہے اور کہاں انہوں نے ڈاکٹر محمد اقبال کی تکفیر کی ہے؟ جب ڈاکٹر اقبال نے شکوہ لکھا تھا اس وقت کئی علمائے کرام نے ان کی مخالفت کی تھی، ہوسکتا ہے اس وقت ایسا کہا ہو۔ واللہ اعلم۔

## ظفر علی خاں کے اشعار

﴿ استعمار کے خلاف اپنی نظموں اور تقاریر کے ذریعے مسلمانوں میں جہاد کی روح پھونکنے والے عظیم شاعر مولانا ظفر علی خاں علیہ الرحمۃ کو کافر ثابت کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب "القسورۃ علیٰ ادوار الحمر الکفرۃ الملقب علی ظفر رمتہ من کفر" تحریر کی۔ یہ کتاب احمد رضا خاں صاحب کے بیٹے کی تصنیف ہے اور اس پر بہت سے بریلوی زعماء کے دستخط ہیں۔ ﴾

ظفر علی خان نے تین شعر ایسے کہے تھے جو کفریہ تھے۔ مفتی مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا قرآن و حدیث کی روشنی میں ردّ بلیغ کیا تھا۔ یہ بات تو بدیہی سی ہے کہ شاعر و مجاہد کے لئے کوئی الگ شریعت نہیں ہوتی، جو بھی خلاف شرع بات کرے گا اس کی گرفت تو ہوگی۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ کفریہ شعر کے ردّ کرنے پر شاعر کو کافر کہا جائے۔ یہ رسالہ میسر نہیں ورنہ واضح کر دیا جاتا کہ مصطفیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فقط کفریہ اشعار کے سبب لزوم کا حکم لگایا ہے یا التزام کا۔

## ابوالکلام آزاد کے عقائد و نظریات

﴿ انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تکفیر کرتے ہوئے بریلوی حضرات کہتے ہیں: ''ابوالکلام آزاد مرتد ہے اور اس کی کتاب تفسیر ترجمان القرآن نجس کتاب ہے۔''169۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾

وہابیوں نے پتہ نہیں کون سی حدیث میں پڑھ لیا ہے کہ جو انگریزوں کے خلاف لڑے گا وہ جو مرضی کہے، جیسا مرضی عقیدہ رکھے وہ درست ہے، اسے غلط کہنا انگریزوں کا ایجنٹ ہونا ہے۔ ابوالکلام آزاد جہاں گاندھی سے موالات قائم کرنے والا تھا، گاندھی کو لیڈر بنانے کے لئے غلط فتوے دینے والا تھا وہیں اس نے ''الہلال'' میں سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے

نبی صاحبِ شریعت ہونے کا صاف انکار کیا اور منہ بھر کر قرآن عظیم کو جھٹلا دیا ''الہلال'' میں کہا: ''مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا، جو خود کوئی صاحبِ شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، اس نے خود تصریح کردی کہ میں تو توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔''(یوحنا 5:13)''

(الہلال ابوالکلام آزاد، 24 ستمبر، 1913ء)

یہاں تین باتیں قابل غور ہیں:۔ اول تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہنا کہ اس کا تذکرہ بیکار ہے۔

دوم: بار بار مؤکد فقروں سے جمانا کہ وہ نبی صاحبِ شریعت نہ تھے۔

سوم: نصاریٰ کی انجیل محرف سے سند لانا اور وہ بھی محض بر بنائے جہالت وضلالت۔ کیا صاحب شریعت انبیاء اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں، حاشا بلکہ پورا ہی فرمانے کو، نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پوری ہوگئی۔ ان فقروں میں آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآن عظیم کی تکذیب کی، قرآن کریم قطعاً ارشاد فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبِ شریعت تھے۔ اولاً: اس نے پہلے توراۃ مقدس کا ذکر فرمایا﴿وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ﴾ ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں۔

اور فرمایا﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

پھر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کر کے فرمایا﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

ثانیاً: اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید اترنے کا ذکر کر کے فرمایا﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ اے توراۃ وانجیل وقرآن والو! ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے ایک شریعت وراہ رکھی اور اللہ چاہتا تو تم سب کو گروہ واحد کر دیتا۔

ثالثاً: کج فہموں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض

احکامِ توراۃ مقدس کا احکام انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتادیا، اپنے نبی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے ﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ میں تمہارے پاس آیا ہوں سچا بتاتا اپنے آگے اتری کتاب توراۃ کو اور اس سے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں۔

اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبِ شریعت ہونے میں شک ہوسکتا ہے یا منکرِ بجہنم اس میں شک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے؟ انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں۔ یہ تین آیات کریمہ تھیں ﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ ،لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ ،وَلِأُحِلَّ لَكُمْ﴾ ابوالکلام آزاد نے صاف کہہ دیا کہ مسیح صاحبِ شریعت نہ تھا تو اسے بھی تین فقروں سے مؤکد کیا: ''اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا۔'' تاکہ ہر آیت کے مقابلے کو ایک فقرہ تیار رہے، آیاتِ قرآن پروار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار رہے۔ بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین وکافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے اور چار تکذیبیں ان چار فقروں سے، یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں، ان چار پر کوئی گمان کرسکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترکِ موالات میں ہیں، نصاریٰ سے بائیکاٹ اس زور سے کیا کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کردیا، اگر مسلمان پر معترضانہ کہیں کہ یہ تو سب انبیاء اور خود حضور سیدنا الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا بائیکاٹ ہوگیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عزوجل سے مقاطعہ ہے۔ اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا، پھر بھی وہ اس کی کیا پرواکرتے جب تک کمیٹی کے نبی بالقوۃ خواہ بالفعل گاندھی صاحب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں، یک در گیر محکم گیر، لیکن اسی الہلال کی جلد تین کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں، صفحہ 338 پر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا: ''یہودیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تاکہ وہ صلیب پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے پورا ہو۔''

(الہلال ابوالکلام آزاد، جلد3، صفحہ338)

یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی، وہ فرماتا ہے ﴿وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ انہوں نے مسیح کو سولی نہ دی۔
نیز اسی صفحہ پر کہا: ''مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی۔''

(الہلال ابوالکلام آزاد، جلد3، صفحہ338)

اور صفحہ 339 پر دو لفظ اور لکھے: ''مظلومانہ قربانی اور خونِ شہادت۔''

(الہلال ابوالکلام آزاد، جلد3، صفحہ339)

یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں، وہ فرماتا ہے ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ﴾ انہوں نے مسیح کو قتل نہ کیا۔ یہاں تک پوری دس تکذیبیں ہوئی تلک عشرۃ کاملۃ۔ یہ پچھلی چار عین مذہب نصاریٰ ہیں، کیا قرآن عظیم کو جھٹلانے کے لئے نصاریٰ سے بائیکاٹ کے بدلے میل ہو جانا ہے؟ یعنی ملۃ واحدۃ، ہر شخص کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا ادنیٰ جلوہ، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا کچھ بھی حصہ ہو علانیہ دیکھ رہا ہے کہ آزاد صاحب کے ان اقوال میں تین کفر ہیں:۔

(1) کلام اللہ کی تکذیب (2) رسول اللہ کی توہین (3) شریعۃ اللہ کا انکار۔

پھر بھی ابوالکلام آزاد قوم کے لیڈر رہیں، دین کے رفارمر ہیں، سب لیڈروں کے سر ہیں۔''

(ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ156، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## سر سید احمد خاں کے باطل عقائد

﴿ ہندوستان میں تعلیم عام ہونے کی صورت میں بریلوی افکار ونظریات دم توڑنے لگے تھے کیونکہ ان کی بنیاد جہالت پر تھی۔ اسی وجہ سے بریلویت زیادہ جاہل طبقے میں ہی مقبول ہے۔ تعلیم کا حصول بریلویت کے لیے بہت بڑا خطرہ تھا اور بریلوی حضرات کے نزدیک سرسید احمد خاں کا یہ بہت بڑا جرم تھا کہ وہ مسلمانوں کو حصول علم کی رغبت دلاتے تھے اور اسی مقصد کے لیے انہوں نے جامعہ علی گڑھ کی بنیاد ڈالی تھی۔ چنانچہ بریلویت کے پیروکاروں نے انہیں بھی تکفیری فتووں کا نشانہ بنایا۔

احمد رضا صاحب لکھتے ہیں: ''وہ خبیث مرتد تھا۔ اسے سید کہنا درست نہیں۔''170

تجانب اہل السنہ کہ جس کی تصدیق وتوثیق بہت سے بریلوی علماء نے کی ہے جن میں بریلویوں کے مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی قادری صاحب بھی ہیں۔ اس میں سرسید کے متعلق درج ہے: ''جو شخص اس کے کفریات قطعیہ یقینیہ میں سے کسی ایک ہی کفر قطعی پر مطلع ہونے کے بعد بھی اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے، وہ بھی بحکم شریعت مطہرۃ قطعاً یقیناً کافر و مرتد اور مستحق عذاب ابد ہے۔''171 ﴾

سرسید احمد خاں جو پہلے وہابی تھا بعد میں وہابیت سے بھی دو قدم آگے نکلتا ہوا اپنا ایک الگ دین بنام نیچری بنایا۔ سرسید احمد خاں نے جنت دوزخ، فرشتے، شیطان، قصہ حضرت آدم علیہ السلام، معجزات اور دیگر ضروریات دین کا صاف انکار کیا۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جب ہندی وہابیہ کے امام واس کے پیر کی موت ان کی سب

یا وہ کوئیوں اور پیشینگوئیوں کی معطل ہوئی تو اس کے اذناب وذریات سے ایک شخص قومی ترقی قومی اصلاح کا بہروپ بدل کر نکلا، جملہ کتب تفسیر وفقہ وحدیث سے انکار کیا، تمام ضروریات دین سے منہ موڑا اور بکا کہ، نہ حشر ہے نہ نشر، نہ دوزخ نہ بہشت، نہ فرشتہ ہے نہ جبریل نہ صراط، فرشتہ قوت کا نام ہے، دوزخ وبہشت وحشر نشر روحانی ہیں، نہ جسمانی کرامات ومعجزات سب ہیچ ہیں، ہر کوئی کوشش کرنے سے نبی ہوسکتا ہے، خدا بھی نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کے نزدیک غایت درجہ کی غمی کا نام دوزخ تھا۔ سو وہ اپنی اسی مسلمہ دوزخ کے راستہ سے اسفل السافلین میں پہنچا اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کے خازن وامین نے بہت سارو پیہ اندوختہ اس کا غبن کیا، معلوم ہونے پر نہایت غمگین ہوا، کھانا پینا ترک کیا، آخر اسی صدمہ سے ہلاک ہوا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ396، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سر سید جنت کا انکار اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اپنی تفسیر قرآن میں لکھتا ہے: ''یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں، باغ ہیں اور سرسبز درخت ہیں، دودھ اور شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے، ساقی وساقنیں نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں، ایک جنتی حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے، ایک نے ران پر سر دھرا ہے، دوسرا چھاتی سے لپٹا رہا ہے، ایک نے لب جاں بخش بوسہ لیا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونے میں کچھ، بیہودہ ہے جس پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔''

(تفسیر القرآن، جلد1، صفحہ33، کشمیری بازار، لاہور)

افسوس کے وہابیوں نے مسلمانوں کو صحیح تاریخ سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ لوگ کافر ومرتد کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں اور جو ایسوں کو کافر کہے اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ ان وہابیوں کی عقل کا حال دیکھیں کہ ایسا گندہ عقیدہ رکھنے والے کو جو کافر کہے اس پر اعتراض کر رہے ہیں اور دوسری طرف فقط یا رسول اللہ کہنے پر مسلمان کو نہ صرف مشرک کہہ رہے ہیں بلکہ اس کا قتل بھی جائز ٹھہرا رہے ہیں چنانچہ کتاب العقائد میں ہے ''جس نے یا رسول اللہ، یا عباس، یا عبد القادر وغیرہ کہا اور ان سے ایسی مدد مانگی جو صرف اللہ دے سکتا ہے جیسے بیماروں کو شفاء، دشمن پر مدد اور مصیبتوں سے حفاظت، وہ سب سے بڑا مشرک ہے، اس کا قتل حلال ہے اور اس کا مال لوٹ لینا جائز ہے، یہ عقیدہ اس صورت میں بھی شرک ہوگا جب کہ ایسا کہنے والا فاعل مختار اللہ ہی کو سمجھتا ہو اور ان حضرات کو محض سفارشی اور شفاعت کرنے والا جانتا ہو۔''

(کتاب العقائد صفحہ 111)

ظہیر صاحب اپنے صفحے بڑھانے کے لئے ہر اس شخص کا تذکرہ کرتے جا رہے ہیں جن کو علماء کرام نے ان کے کفریہ عقائد کے سبب کافر و مرتد کہا تھا۔خود وہابیوں کے اپنے مولویوں نے بھی ان کی تکفیر کی ہے چنانچہ سرسید احمد خاں کے عقائد ونظریات پر تنقید کرتے ہوئے وہابی مولوی عبد الرحمٰن کیلانی اپنی کتاب '' آئینہ پرویزیت'' میں لکھتا ہے:'' یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلَّم ہے کہ اس کشمکش میں خود آپ (سرسید) نے اور مسلمانوں نے جہاں کچھ مادی فوائد حاصل کئے وہاں ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی پہنچا کہ آپ نے نہ صرف خود کو مغربی تہذیب وافکار کی جھولی میں ڈال دیا بلکہ مسلمانوں کو بھی اس راہ پر گامزن کر کے اسلام کے بنیادی تصورات اور ایمان بالغیب کی بیشتر کڑیوں کی جڑیں تک ہلا دیں اور ہر ایسے واقعہ یا تصور پر دھاوا بول دیا، جو مغربی افکار ونظریات کی میزان پر پورا نہیں اترتا تھا۔معجزات سے انکار یا ملائکہ وحی نبوت اور دوسرے کئی مسلمات سے متعلق ایک نئے تصور کی تخلیق اسی ذہنی شکست خوردگی کے نتائج وآثار ہیں۔نتیجۃً مسلمانوں کے تمام فرقوں نے آپ کی اس نیچریت کی بنا پر متفقہ طور پر ان پر کفر کا فتوی لگا دیا۔''

(آئینہ پرویزیت، صفحہ 109، مکتبہ السلام، لاہور)

سرسید جیسے کافر شخص کو ظہیر صاحب کا کافر نہ جاننا بلکہ کافر کہنے والوں پر اعتراض کرنا شرعا کیا حکم رکھتا ہے، یہ وہابی علماء بخوبی جانتے ہوں گے۔

## محمد علی جناح صاحب کے متعلق اہل سنت کا مؤقف

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی تکفیر کا فتوی ملاحظہ فرمائیں:''مسٹر محمد علی جناح کافر ومرتد ہے۔ اس کی بہت سی کفریات ہیں۔بحکم شریعت وہ عقائد کفریہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو اس کے کفر پر شک کرے یا اسے کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر۔''172

اس دور کی مسلم لیگ کے متعلق ان کا فتوی ہے:'' یہ مسلم لیگ نہیں مظلم لیگ ہے۔''173

نیز:''بد مذہب سارے جہاں سے بدتر ہیں۔بد مذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔کیا کوئی سچا ایماندار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔''174

مزید:''مسلم لیگ کا دستور کفریات وضلالت پر مشتمل ہے۔''175

مزید سنئے:''جو محمد علی جناح کی تعریف کرتا ہے وہ مرتد ہوگیا، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کا کلی مقاطعہ کریں، یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔'' 176

بار بار ظہیر صاحب تجاہل عارفانہ اہل سنت کی عبارات نقل کررہے ہیں اور ہم بار بار کہہ رہے ہیں یہ اس مصنف کی اپنی غلط ذاتی رائے ہیں۔علماء اہل سنت نے ہرگز محمد علی جناح کو کافر نہیں کہا بلکہ ان کی بھرپور مدد کی یہاں تک کہ جب دیو بندی وہابیوں نے خصوصا حسین احمد نے محمد علی جناح کو کافر اعظم ،قادیانی ،شیعہ وغیرہ سے مشہور کردیا تو پیر جماعت علی شاہ صاحب اپنے جلسوں میں محمد علی جناح پر لگے الزامات کا جواب دیتے تھے۔ایک موقع پر جب ایسے الزامات لگےتو آپ نے فرمایا:''کسی نے محمد علی جناح کو رشتہ دینا ہے جو اس کے مذہب کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔محمد علی جناح آزادی کے لئے ہم مسلمانوں کے وکیل ہیں۔'' ایک موقع پر جلال میں آکر اپنی ذاتی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: جناح کو کوئی کافر کہتا ہے کوئی مرتد بناتا ہے،کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے۔آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں میں قرآن وحدیث کی رو سے کہتا ہوں۔سنو اور غور سے سنو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا﴾ ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کردے گا۔اس کے بعد آپ نے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ تم بتلاؤ ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائد اعظم جیسی والہانہ محبت رکھتے ہوں؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے۔''

(ستر با ادب سوالات دینیہ ایمانیہ ،صفحہ65،بیلی بھیت ،انڈیا)

## عطاءاللہ شاہ بخاری

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے متعلق ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان کی جماعت ناپاک اور مرتد جماعت ہے۔ 177

یہ پہلے کہا گیا کہ جس کا عقیدہ کفریہ عبارات کے موافق ہوگا وہ علمائے حرمین شریفین کے فتویٰ کے مطابق کافر ہے ،چاہے جس مرضی فرقے سے تعلق رکھتا ہو اگرچہ خود کو بریلوی بھی کہتا ہو۔چونکہ دیو بندی اپنے مولویوں کی عبارات کو کفریہ نہیں مانتے تھے اس لئے اس طرح کے احکام بیان کئے گئے۔

## ضیاءالحق

بریلوی حضرات پاکستانی صدر جنرل محمد ضیاء الحق اور سابق گورنر پنجاب جنرل سوار خان اور ان کے وفاقی وزراء کو جنہوں نے امام کعبہ فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن السبیل کے پیچھے نماز ادا کی تھی، ان سب پر کفر کا فتویٰ لگا

چکے ہیں۔کسی نے ان کے مفتی شجاعت علی قادری سے سوال کیا کہ ان کا کیا حکم ہے؟ مفتی صاحب نے جواب دیا: ''حضرت نورانی فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص وہابی نجدیوں کو مسلمان جانے یا ان کے پیچھے نماز پڑھے وہ کافر و مرتد ہے۔'' 178

یہ سب جھوٹ و بہتان ہے۔ ہرگز مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ان بیان کئے گئے افراد کو کافر و مرتد نہیں کہا۔ بلکہ آپ نے اس کی نفی فرمائی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''میرے نام سے بہت سے ایسے فتاوی شائع ہو چکے ہیں، جن پر کوئی ذی ہوش انسان کبھی یقین نہیں کرسکتا ہے اور جن کی تردید میں بارہا کرچکا ہوں، مثلاً یہ کہ میں نے صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب وغیرہ کو کافر کہا ہے۔''

(قلمی یاداشت تحریر 11 جولائی 1984ء محفوظ نزد شرف قادری، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ)

## پاکستان کی حکومت وہابیوں کے نزدیک کافر ہے

پاکستانی صدر ضیاء الحق کو کافر کہنے کا الزام تو ظہیر صاحب نے اہل سنت پر لگا دیا، خود ان وہابیوں کے 114 علماء نے 1970ء میں پوری پاکستان کی حکومت کو کافر کہا اور بعد میں بھی ان وہابیوں نے پاکستانی حکومت کو کمیونزم اور سوشلزم ٹھہرا کر حکومت کو کافر اور پورے پاکستان کو غیر مسلم ملک قرار دیا ہے چنانچہ فتاوی علمائے حدیث جس میں وہابی مولویوں کے فتاوی درج ہیں اس کے صفحہ 153 پر ہے۔ سوال: ''کیا پاکستان کی موجودہ حکومت مسلمان ہے جبکہ 1970ء میں 114 علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔''

جواب: ''علماء نے کمیونزم اور سوشلزم کو کفر کہا ہے۔ جب بھی اسلام کے مقابلے میں کمیونسٹ یا سوشلسٹ نظام نافذ کیا جائے گا پھر یہ دار المسلمین نہیں رہے گا۔ اگر کسی کو اصرار ہو کہ کمیونزم کفر نہیں ہے۔ تو پھر اینگل اور مارکس کو بھی مسلمان کہنا پڑے گا۔ کبھی بھی کوئی عقل مند اینگل اور مارکس کو مسلمان نہیں کہے گا سوائے مخبوط الحواس کے۔ بہرحال کمیونزم اور سوشلزم کفر ہے۔ نیز عراق کی تحقیقی عدالت نے بھی چار سال پیشتر کمیونزم اور سوشلزم کو کفر ہونے کا فیصلہ دیا تھا۔ لہٰذا اس نظریے کو اپنانے والا مسلمان نہیں۔ اخبار ہفت روزہ اہلحدیث لاہور، جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 24۔''

(فتاوی علمائے حدیث، جلد 9، صفحہ 153، مکتبہ سعیدیہ، خانیوال)

آپ خود اندازہ لگائیں یہاں وہابی مولوی پاکستانی حکومت کو کافر کہہ کر پورے ملک کو غیر مسلم قرار دے رہے ہیں اور دوسری طرف ظہیر صاحب جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہیں کہ وہابیوں نے پاکستان آزاد کروایا تھا۔ اسی طرح قرآن و حدیث کی

غلط شرح بیان کر کے گمراہ لوگ پاکستان میں دہشت گردی کرواتے ہیں، دہشت گردوں کو کہا جاتا ہے کہ یہ اسلامی ملک ہے ہی نہیں، یہاں کے لوگ مشرک ہیں انہیں مارنا ثواب ہے جیسا کہ پکڑے گئے دہشت گردوں نے اعتراف کیا ہے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

164 تجانب اہل السنۃ،ص ۸۶، ۸۷

165 ایضا،ص ۳۴۰

166 تجانب اہل السنۃ،ص ۳۳۵

167 ایضا، ۳۴۱

168 ملاحظہ ہو ذکر اقبال، از مولانا عبد المجید سالک،ص ۱۲۹

169 تجانب اہل السنۃ،ص ۱۶۶

170 ملفوظات،ص ۳۱۹

171 تجانب اہل السنۃ،ص ۸۶

172 ایضا،ص ۱۱۹، ۱۲۲

173 ایضا، ۱۱۲

174 مسلم لیگ کی بخیہ دری، از اولاد رسول قادری بریلوی،ص ۱۴

175 تجانب اہل السنۃ،ص ۱۱۸

176 الجوابات السنیۃ علی زہاء السوالات المکیۃ، از ابو البرکات،ص ۳

177 تجانب اہل السنۃ،ص ۹۰،ص ۱۶۰

178 مفتی شجاعت علی قادری

# فصل : امام احمد رضاخان کے فتاوی جات

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں فتاوی آج موجود ہیں جن کو وہابی علماء سمیت اہل علم نے مستند مانا ہے۔ یہاں ظہیر صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کو کمتر ثابت کرنے کے لئے تحریف کے ساتھ کلام پیش کررہے ہیں۔

﴿ جناب احمد رضا اور ان کے حواری فتویٰ بازی میں بہت ہی جلد باز تھے۔مختلف شخصیات اور جماعتوں کو کافر قرار دینے کے علاوہ معمولی معمولی باتوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگادیتے تھے۔ ﴾

یہ بہتان ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ معمولی بات پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے۔اس بہتان کی وضاحت خود ظہیر صاحب کے کلام سے ہوجائے گی۔

## ترکی ٹوپی جلانا

﴿ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔جناب بریلوی کا ارشاد ہے:''جس نے ترکی ٹوپی جلائی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔''179 ﴾

یہ صریح تحریف ہے۔اصل عبارت یوں تھی:''ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضییع مال ہوتا کہ حرام ہے اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوتا کہ اس سے سخت تر، اشد حرام ہے۔مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو شعارِ اسلام جان کر پہنتے تھے اب انہیں جلادیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی لینا مشعر ہوا کہ انہوں نے نشانِ اسلام سے عدول اور کافر کا مترجم بننا قبول کیا ﴿ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ﴾ ظالموں کو کیا ہی برا بدلہ ملا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ 150، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس عبارت میں کہاں لکھا ہے کہ ترکی ٹوپی جلانے سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔یہاں واضح انداز میں بتایا گیا کہ اگر ترکی ٹوپی پہننا مسلمانوں کی نشانی ہے کہ فقط مسلمان ہی پہنتے ہیں، اسے جلا کر گاندھی مشرک کی مشابہت میں گاندھی ٹوپی پہنی تو یہ نشان اسلام سے (نہ کہ دائرہ اسلام سے) عدول ہے۔

## انگریزی ٹوپی پہننا

﴿ ''بلاضرورت انگریزی ٹوپی رکھنا بلاشبہ کفر ہے۔''180 ﴾

جو لباس خاص کفار کا شعار ہو اسے پہننا ناجائز ہے اور بعض صورتوں میں کفر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں ((من تشبه بقوم فهو منهم)) جوکوئی کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، جلد4، صفحہ44، المکتبة العصریة، بیروت)

جیسے موجودہ دور میں ماتھوں پر قشقہ لگانا ہندوؤں کا شعار ہے، صلیب پہننا عیسائیوں کا شعار ہے محرموں میں کالے کپڑے پہننا شیعوں کا شعار ہے وغیرہ، مسلمانوں کو ان سے مشابہت کرنا ناجائز وحرام ہے۔ اگر کوئی مسلمان صلیب گلے میں پہنے گا تو بحکم شرع اس نے کفر کیا کہ دیکھنے والا اسے مسلمان نہیں عیسائی سمجھے گا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں انگریزی ٹوپی فقط کفار میں رائج تھی، کوئی مسلمان اس ٹوپی کو نہیں پہنتا تھا، جس نے انگریزی ٹوپی پہنی ہوتی تھی، سب جان جاتے تھے کہ یہ عیسائی ہے مسلمان نہیں۔ اس لئے اس دور میں انگریزی ٹوپی پہننا خود کو عیسائی شو کروانا تھا جو کہ کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس بات کو بحوالہ یوں ثابت کیا: ''بلاضرورت زنار باندھنا یا ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی رکھنا بلاشبہ کفر ہے، حدیقہ ندیہ میں فرمایا''لبس زی الافرنج علی الصحیح ''فرنگیوں کا ہیٹ پہننا صحیح قول کے مطابق کفر ہے۔''

(فتاوی رضویه، جلد14، صفحه277، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب کے پیش کردہ اعتراض ہی سے ظہیر صاحب کا مؤقف باطل ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ جو شخص انگریزوں کی وضع قطع کو کفر کہہ رہا ہے وہ کیسے ان کا ایجنٹ ہو سکتا ہے؟

## علوی کو علیوی کہنا

﴿181﴾: ''علوی سید کو علیوی کہنا کفر ہے۔''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ ذہن دینے کے لئے کہ وہ مسلمانوں کو بات بات پر کافر کہتے تھے، وہابی عبارتوں کو آگے پیچھے سے کاٹ کر پیش کرتے ہیں۔ مذکور مسئلہ میں بھی ایسا ہی ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پورا کلام ملاحظہ ہو: ''سادات کرام کی تعظیم فرض ہے۔ اور ان کی توہین حرام بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا: جو کسی عالم کو مولویا یا کسی کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے ''الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر '' سادات کرام اور علماء کی تحقیر کفر ہے۔ جس نے عالم کی تصغیر کرکے عویلم یا علوی کو علیوی تحقیر کی نیت سے کہا تو کفر کیا۔

بیہقی امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے اور ابوالشیخ و دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں((من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث اما منافقا واما ازنیة واما لغیر طھور))ھذا لفظ البیھقی من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحصین عن ابن ابی رافع عن ابیہ عن علی رضی اللہ تعالی عنہ ولفظ غیرہ''((اما منافق واما ولد زنیة واما امرء حملت بہ امہ فی غیر طھر))یعنی جو میری اولا داور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں۔یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔یہ بیہقی کے الفاظ زید بن جبیر نے داؤد بن حصین سے انہوں نے رافع سے رافع نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیے، دوسروں کے الفاظ یوں ہیں۔منافق یا ولد زنا یا اس کی ماں ناپا کی کی حالت میں حاملہ ہوئی۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ420، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں کس طرح مستند دلائل کے ساتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ بیان کیا اور وہابیوں نے کس طرح اس میں تحریف کی کہ مجمع الانہر کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔وہابیوں کا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر اعتراض کرنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہابیوں میں اہل بیت کا ادب ضروری نہیں۔

## علماء کی بدگوئی وتحقیر کرنا

﴾ :''علماء کی بدگوئی کرنے والا منافق وکافر ہے۔''182

﴾ :''علمائے دین کی تحقیر کفر ہے۔''183

یہ دونوں عبارتیں بھی تحریف کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام بحوالہ حدیث وفقہ کی روشنی میں کیا تھا۔پورا کلام یوں ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:''ایک شخص ہمیشہ علماء کو بُرا کہتا رہتا ہے چنانچہ ایک روز اس کے سامنے ذکر ہوا کہ فلاں عالم نئے تشریف لانے والے ہیں تو وہ فوراً کہتا ہے کہ ہاں آتے ہوں گے کوئی بھاڑ کھاؤ۔ایسے بدگو علماء کیلئے شریعت غرہ میں کیا حکم ہے؟''

جواب میں آپ فرماتے ہیں:''ایسے شخص کی نسبت حدیث فرماتی ہے منافق ہے،فقہاء فرماتے ہیں کافر ہے۔خطیب حضرت ابوہریرہ اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب التوبیخ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((ثلاثة لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام والامام المقسط ومعلم الخیر))تین افراد کو منافق کے علاوہ کوئی حقیر نہیں سمجھے گا، وہ بوڑھا جو حالتِ اسلام میں بوڑھا ہوا، عادل بادشاہ اور خیر کی تعلیم

دینے والا۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے "الا ستخفاف بالا شراف والعلماء کفر و من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدابه الا ستخفاف کفر ''سادات اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جو عالم کو عویلم ،علوی کو علیوی حقارت کی نیت سے کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ269، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## امام ابو حنیفہ کے قیاس کا منکر

﴿ :''جس نے کہا امام ابو حنیفہ کا قیاس حق نہیں ہے، وہ کافر ہو گیا۔''184 ﴾

یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا کلام نہیں بلکہ فقہ کی معتبر کتاب عالمگیری کا ہے۔فتاوی عالمگیری، جلد ثانی میں ہے "رجل قال قیاس ابی حنیفه حق نیست یکفر کذا فی التاتار خانة"ترجمہ: جو شخص کہے کہ امام ابو حنیفہ کا قیاس حق نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے۔

(الفتاوی الھندیہ کتاب السیر، الباب التاسع، جلد2، صفحہ271، دار الفکر، بیروت)

## غیر خدا کو سجدہ تحیت کرنا

﴿ ایک طرف تو ان باتوں پر کفر کے فتوے لگائے جارہے ہیں اور دوسری طرف اتنی ڈھیل دی جارہی ہے کہ:''غیر خدا کا سجدہ تحیت کرنے والا ہر گز کافر نہیں۔''185 ﴾

یہاں پھر پوری بات نہیں کی گئی۔دراصل ایک سجدہ عبادت ہوتا ہے جو ہم نماز میں رب تعالیٰ کو کرتے ہیں ،یہ سجدہ عبادت کسی غیر کو کرنا صریح کفر ہے۔ایک سجدہ تعظیمی ہوتا ہے جو پچھلی شریعتوں میں جائز تھا جیسے حضرت آدم کو فرشتوں نے کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کیا وغیرہ۔شریعت محمدیہ میں یہ سجدہ تعظیمی ناجائز ضرور ہے لیکن کفر نہیں۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''غیر کو سجدہ بلا شبہہ حرام ہے پھر اگر بروجہ عبادت ہو تو یقیناً اجماعاً کفر ہے اور بروجہ تحیت ہو تو کفر میں اختلاف ہے اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں اور حق یہی ہے کہ بے نیت عبادت حرام ہے کبیرہ ہے مگر کفر نہیں۔زیلعی کی عبارت کا صاف یہی مطلب ہے نفی کفر کرتے ہیں نہ کہ نفی حرمت۔احادیث صحیح اس بارے میں بکثرت وارد اور کتب ہر چہار مذہب اس کی تحریم پر متفق۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ412، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک جگہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک پورا تحقیقی رسالہ بنام ''الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ'' (سجدہ تعظیمی کے حرام ہونے کے بارے میں پاکیزہ مکھن) تحریر فرمایا اور اس میں کثیر دلائل سے ثابت کیا کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے کفر نہیں ہے۔ چند حوالے اس رسالہ کے پیش خدمت ہیں:۔

جامع الفصولین جلد دوم میں بعد مسئلہ اکراہ ہے "فھذا تؤید مامر ان من سجد للسلطان تکریما لایکفر "ترجمہ: یہ مسئلہ گزشتہ کلام کی تائید کرتا ہے کہ جس نے کسی بادشاہ کو بطور تعظیم سجدہ کیا تو (اس کارروائی سے) وہ کافر نہ ہوگا۔

امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں "علم من کلامھم ان السجود بین یدی الغیر منہ ماھو کفر ومنہ ماھو حرام غیر کفر فالکفر ان یقصد السجود لمخلوق و الحرام ان یقصدہ للّٰہ تعالی معظما بہ ذٰلك المخلوق من غیر ان یقصدہ بہ او لایکون لہ قصد ''ترجمہ: کلام علماء سے معلوم ہوا کہ غیر کو سجدہ کبھی کفر ہے اور کبھی صرف حرام۔ کفر تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے سجدہ کا قصد کرے اور حرام یہ کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرے اور مخلوق کی طرف کرنے سے اس کی تعظیم مقصود ہو یا اصلا کچھ مقصود نہ ہو۔

جواہر الاخلاطی کتاب الاستحسان پھر ہندیہ، نصاب الاحتساب، یہ سب امام اجل فقیہ ابوجعفر ہندوانی سے "وھذا لفظ النصاب وھو اثم من قبل الارض بین ایدی السلطان اوالامیرا اوسجد لہ فان کان علی وجہ التحیۃ لایکفر ولکن یصیر آثما مرتکبا الکبیرۃ وان کان سجد بنیۃ العبادۃ للسلطان اولم تحضرہ النیۃ فقد کفر ''ترجمہ: جس نے بادشاہ یا سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیا اگر بطور تحیت تھا تو کافر تو نہ ہوا مگر گنہگار، مرتکب کبیرہ ہوا اور اگر پرستش بادشاہ کی نیت کی یا عبادت وتحیت کوئی نیت اس وقت نہ تھی تو بیشک کافر ہو گیا۔

فتاوی امام ظہیر الدین مرغینانی، اس کا مختصر للامام عینی اس سے غمز العیون والبصائر، فتاوی خلاصہ قلمی قبیل کتاب الھبۃ، اس سے منح الروض میں ہے "وھذا لفظ الامام العینی قال بعضھم یکفر مطلقا وقال اکثرھم ھو علی وجوہ ان اراد بہ العبادۃ یکفر وان ارادبہ التحیۃ لایکفر و یحرم علیہ ذٰلك وان لم تکن لہ ارادۃ کفر عند اکثر اھل العلم'' ترجمہ: غیر خدا کو سجدے سے بعض نے کہا مطلقا کافر ہے اور اکثر نے اس میں کئی صورتیں کی ہیں اگر اس کی عبادت چاہی تو کافر ہے اور تحیت کی نیت کی تو کفر نہیں حرام ہے اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو اکثر ائمہ کے نزدیک کافر ہے۔

خلاصہ کے لفظ یہ ہیں "اماالسجدۃ لھؤلاء الجبابرۃ فھی کبیرۃ ھل یکفر قال بعضھم یکفر مطلقا وقال

بعضهم (وفي نسخة الطبع اكثر هم) المسالة على التفصيل ان اراد بها العبادة يكفر وان ارادبها التحية لايكفر قال وهذا موافق لما قال وهذا موافق لمافي سير الفتاوى والاصل " ترجمہ: رہاان سلاطین کوسجدہ وہ گناہ کبیرہ ہے۔ اورکرنے والاکافر بھی ہوگایانہیں بعض نے کہامطلقا کافر ہوجائے گااور اکثر نے فرمایا مسئلہ میں تفصیل ہے،اگرعبادت چاہی کافر ہوجائے گااورتحیت تونہیں ۔اوریہی اس مسئلہ کے موافق ہے جوفتاوی کی کتاب السیر اورامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مبسوط میں ہے۔

امام اجل صدرشہید شرح جامع صغیر میں ،ان سے امام سمعانی خزانۃ المفتین قلمی کتاب الکراھیۃ میں ،جواہر الاخلاطی قلمی کتاب الاستحسان ،اس سے عالمگیریہ،جامع الفصولین ،مجمع النوازل،وجیز المحیط سے،جامع الرموز ،جامع الفصولین ،مجمع الانہر اوریہ لفظ امام صدرشہید کے ہیں"من قبل الارض بين يدى السلطان او اميرا و سجد له فان كان على وجه التحية لايكفر ولكن ارتكب الكبيرة " ترجمہ: جس نے بادشاہ یاکسی سردار کے سامنے زمین چومی یا اسے سجدہ کیااگر بطور تحیت ہوکافر نہ ہوگاہاں مرتکب کبیرہوا۔

جواہروہندیہ میں یوں ہے"لايكفر ولكن ياثم بارتكابه الكبيرة هو المختار "ترجمہ:مذہب مختار میں زمین بوسی اورسجدہ تحیت سے کافر نہ ہوگامگرگناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے گناہگار ہوگا،یہی مختار ہے۔

جامع الفصولین کےلفظ دوم یہ ہیں "اثم لو سجد على وجه التحية لارتكاب ما حرم ''ترجمہ:سجدہ تحیت سے گنہگار ہوگا کہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔

مجمع الانہر کےلفظ یہ ہیں"من سجد له على وجه التحية لايكفر ولكن يصير آثما مرتكبا الكبيرة " ترجمہ:سجدہ تحیت سے کافرتو نہ ہوگاہاں گنہگارمرتکب کبیرہ ہوگا۔

درمختار کتاب الحظر قبیل فصل البیع مجمع الانہر محل مذکور "وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لاوصار آثما مرتكبا للكبيرة "ترجمہ:اس سے کافر بھی ہوگایانہیں؟ اگر بروجہ عبادت وتعظیم کرے کافر ہے اور بروجہ تحیت تو کافرنہیں،مجرم ومرتکب کبیرہ ہے۔

(فتاوی رضویہ،جلد22،صفحہ461،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ظہیر صاحب نے صرف اتنا لکھا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تعظیمی کرنے والا کافرنہیں ۔یہ نہیں لکھا

کہ انہوں نے اسے حرام کہا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ لوگوں کو بدظن کرنا تھا اور یہ ظاہر کروانا تھا کہ ان کے نزدیک سجدہ تعظیمی جائز ہے۔

## حضور علیہ السلام کو معبود کہنا

مزید: ''یہ کہنا ہمارے معبود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کفر نہیں۔''186

یہ بہتان اور تحریف سے بھرا ہوا جملہ ہے۔ ہرگز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معبود کہنا جائز ہے، کفر نہیں۔ دراصل آپ سے یہ سوال پوچھا گیا: ''زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت میں اس طرح لکھا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٰھنا محمد وھو معبود جل شانہ وعز برھانہ ورسولنا محمد و ھو محمود صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" ان الفاظ کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ جواب مع عبارات تحریر فرمائیں۔

جواباً آپ فرماتے ہیں: ''ہمارے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو واجب ہے کہ احتمال اسلام پر کلام محمول کیا جائے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو، پہلے جملہ میں محمد بفتح میم کیوں پڑھا جائے مُحِمد بکسر میم کہا جائے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمد ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار بکثرت حمد وثنا کئے گئے، اور ان کا رب عزوجل ان کا محمد ہے بار بار بکثرت ان کی مدح وتعریف فرمانے والا، اب یہ معنی صحیح ہوگئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں یعنی ہمارا رب بکثرت حمد کیا گیا، ہے جب بھی عنداللہ کفر نہ ہوگا۔ مگر اب صرف نیت کا فرق ہوگا بہرحال ناجائز ہونے میں شبہہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے "مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع" محض معنی محال کا وہم بھی منع کے لئے کافی ہوتا ہے۔

مصنف کو تو بہ چاہئے اور اسے متنبہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 604، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ناجائز تو ضرور کہا کہ اس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معبود ہونے کی طرف

ذہن جاتا ہے، لیکن کفر اس وجہ سے نہیں کہا کہ اس جملہ میں تاویل ممکن ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ ہوسکتا ہے اس نے یہ مراد لی ہو کہ ہمارا رب وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد کرنے والا ہے۔ دیکھیں کس طرح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کی تکفیر کرنے سے منع کیا۔ اس سے بھی ظہیر صاحب کا مؤقف غلط ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ذرا سی بات پر کفر کا حکم لگادیتے تھے اور قدم قدم پر ظہیر صاحب کی دیانت کا حال بھی کھلتا جارہا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے اگر خیانت کرنے پر کوئی عالمی ایوارڈ دیا جاتا تو یقیناً ظہیر صاحب اس دوڑ کے صف اول کے مستحقین میں سے ہوتے۔

## سبحانی ما اعظم شانی کہنا

﴾ نیز: ''بزرگ کا ''سبحانی ما اعظم شانی''یعنی میں پاک ہوں، میری شان بلند ہے، کہنا کلمہ کفر نہیں۔''187 ﴿

یہ بھی بہتان اور تحریف ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے کلمات کو کفر کہا ہے چنانچہ آپ سے سوال ہوا: ''بعض متصوفہ زندیقہ جو زید، عمر، بکر یہ وہ سب کا خدا ہی خدا کہتے ہیں وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ اس وجہ سے منصور نے دعویٰ "انا الحق " کا کیا، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی لیے "سبحانی ما اعظم شانی " ( میں پاک ہوں اور کتنی عظیم میری شان ہے۔) فرمایا اور شمس تبریزی نے اسی وجہ سے 'قم باذنی " (اٹھ میرے حکم سے۔) کہہ کر مردہ زندہ کیا۔ اب عرض یہ ہے کہ کیا واقعی یہ کلمات اوپر کے بزرگوں سے صادر ہوئے ہیں؟ اور کیا اس صوفی زندیق کا یہ کہنا صحیح ہے؟ اور اگر ہے تو کیا یہ کلمات عندالشرع مردود ہیں یا نہیں؟ اور اگر مردود ہیں تو اُوپر کے تینوں بزرگوں کے ساتھ اہلِ سنت و جماعت کس طرح کا عقیدہ رکھیں؟''

جواب میں فرماتے ہیں: ''اُن زنادقہ کا یہ قول کفر صریح ہے اور ان کے قول کی صحت کا شک واقع ہونا سائل کے ایمان کو مضر ہے تجدیدِ اسلام چاہیے۔ وہ تینوں حضرات کرام اکابر اولیائے عظام سے ہیں۔ قدسنا اللہ باسرارھم، حضرت شمس تبریزی قدس سرہ سے یہ کلمہ ثابت نہیں اور ثابت ہو تو معاذ اللہ اُسے ادعائے الوہیت سے کیا علاقہ! ایسی اضافات مجازیہ شائع ہیں۔۔۔۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 626، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ ان اکابر اولیاء کرام سے ایسے کلمات نکلنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ولی کس منہ سے دعوی ارفعیت کرے گا اور جو کرے گا حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی

اللہ تعالیٰ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا ﴿یـا مُوْسَـی اِنّیْ اَنَا اللّٰـهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ﴾ اے موسیٰ! بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا۔ کیا یہ ہر پیڑ نے کہا تھا؟ حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی، کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرماسکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا اسی نے وہاں فرمایا ﴿یـا مُوْسَـی اِنّـی اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ﴾ اے موسیٰ! میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا۔ اسی نے یہاں بھی فرمایا "سبحانی ما اعظم شانی" (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔) اور ثابت ہوتو یہ بھی کہ "لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم" (میرا جھنڈا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔) بیشک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہوکر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرماکر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے۔ بلاشبہہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل۔ اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوچکا، ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ "سبحانی ما اعظم شانی" کہا کرتے ہیں۔ فرمایا: حاشا میں نہیں کہتا۔ کہا آپ ضرور کہتے ہیں، ہم سب سنتے ہیں۔ فرمایا: جو ایسا کہے واجب القتل ہے، میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں، جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر ماردو، وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا ''سبحانی مااعظم شانی'' مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے، میری شان کیا ہی بڑی ہے، وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کیے، جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا، جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا، واللہ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 665، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## عالم کو عویلم کہنا

﴿ لیکن: ''جس نے عالم کو عویلم کہا وہ کافر ہو گیا۔''188 ﴾

یہ جملہ بھی تحریف کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ پیچھے کتب فقہ کے حوالے سے گزرا کہ بطور تحقیر کسی عالم کو عویلم کہنا کفر ہے کہ عالم دین کی شان میں کثیر آیات واحادیث وارد ہیں، شریعت میں اس کی بڑی شان بیان کی گئی ہے، جس کی جتنی شان ہو ااس کی بے ادبی اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔مجمع الانہر میں ہے "الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم او لعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر"ترجمہ: سادات وعلماء کی توہین کفر ہے اور جو بنظر توہین کسی عالم کو مولویا یا سید کو میروا کہے وہ کافر ہو جائے گا۔

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، باب الفاظ الکفر، جلد1، صفحہ695، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر ہوں

﴿ اور نہایت تعجب کی بات ہے کہ اس قدر تکفیری فتوؤں کے باوجود بریلوی اعلیٰ حضرت کہا کرتے تھے: ''اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا، تو واجب ہے کہ کلام کو احتمال اسلام پر محمول کیا جائے۔''189 ﴾

جو صریح کفر کہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے اس کی تکفیر کرنا ضروری ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسا جملہ بولے جس میں غیر کفر کا احتمال موجود ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، یہ بات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مستند کتب سے فرمائی ہے۔شرح فقہ اکبر میں ہے "قد ذکروا ان المسالة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع و تسعون احتمالا للکفرو احتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی"ترجمہ: تحقیق مشائخ نے مسئلہ تکفیر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اگر اس میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہو تو اولیٰ یہ ہے مفتی اور قاضی اس کو نفی کفر کے احتمال پر محمول کرے۔

فتاوی خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاوی عالمگیر وغیر ہا میں ہے "اذا کانت فی المسالة وجوه توجب التکفیر و وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی و القاضی ان یمیل الی ذلك الوجه ولا یفتی بکفره تحسیناً للظن بالمسلم ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان لم یکن لاینفعه حمل المفتی کلامه

علی وجہٍ لایوجب التکفیر" ترجمہ: اگر مسئلہ میں متعدد وجوہ موجب کفر ہوں اور فقط ایک تکفیر سے مانع ہو تو مفتی و قاضی پر لازم ہے کہ اسی وجہ کی طرف میلان کرے اور مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے کفر کا فتویٰ نہ دے۔ پھر اگر درحقیقت قائل کی نیت میں وہی وجہ ہے جو تکفیر سے مانع ہے تو وہ مسلمان ہے، ورنہ مفتی و قاضی کا کلام کو اس وجہ پر محمول کرنا جو موجب تکفیر نہیں ہے، قائل کو کچھ نفع نہ دے گا۔

اسی طرح فتاوی بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے، تاتارخانیہ و بحر و سل الحسام و تنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے "لایکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃً فی الجنایۃ ومع الاحتمال لانہـــایۃ" ترجمہ: احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کی مقتضی ہے اور احتمال کی موجودگی میں انتہائی جرم نہ ہوا۔

بحر الرائق و تنویر الابصار و حدیقہ ندیہ و تنبیہ الولاۃ و سل الحسام وغیرہا میں ہے "والذی تحرزانہ لایفتی بکفر مسلمٍ امکن حمل کلامہ علی محملٍ حسنٍ الخ" ترجمہ: جس نے ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ دینے سے اجتناب کیا جس کے کلام کی تاویل ممکن ہے، اس نے اچھا کیا۔" (فتـــــــــاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 344، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کسی مسلمان کو کافر کہنے پر خود کافر ہو جانا کئی فقہائے کرام کا مذہب ہے لیکن اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ صحیح مذہب پر عمل کرتے ہوئے یہی فرماتے تھے کہ کسی کو کافر و مشرک کہنے سے بندہ خود کافر نہیں ہوتا چنانچہ فرماتے ہیں: "اور اگرچہ اہلِ سنت کا مذہب محقق و منقح یہی ہے کہ ہمیں تاہم احتیاط لازم اور اتنی بات پر حکم تکفیر ممنوع و ناملائم اور احادیث مذکورہ میں تاویلاتِ عدیدہ کا احتمال تام۔ مگر پھر بھی صدہا ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش و جمہور فقہاء بلخ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ظاہر احادیث ہی پر عمل کرتے اور مسلمان کے مکفر کو مطلقاً کافر کہتے ہیں "کما فصّلناہ کل ذلك فی رسالتنا ، النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید" (جیسا کہ ہم نے اس تمام کی تفصیل اپنے رسالہ "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" میں کردی ہے) تو ولید پر لازم کہ از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اگر صاحبِ نکاح ہو تو اپنی زوجہ سے تجدیدِ نکاح کرے۔ "فی الدُّرِّ المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حَسَنِ الشُّرُنبُلالی مایکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولادُ زنا و ما فیہ خِلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح " دُرِّمختار میں علامہ حسن شُرُنبلالی کی شرح وہبانیہ سے منقول ہے جو بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جائیں گے بلا تجدیدِ ایمان و نکاح اس کی اولاد اولادِ زنا ہوگی اور جس میں اختلاف ہے قائل کو

استغفار، توبہ، تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔'' (فتاوی رضویہ جلد29، صفحہ325، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## کسی مسلمان کو کافر کہا اور وہ کافر نہ ہو

مزید: ''کسی مسلمان کو کافر کہا اور وہ کافر نہ ہو، تو کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے اور کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے؟'' 190

یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ امام ابن حبان اپنی صحیح میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **((ما اکفر رجل رجلا قط الباء بها احدھ کافرا والا کفر بتکفیرہ))** کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور وہ بلا گرے گی، اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا، ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، من اکفر انسانا الخ، جلد1، صفحہ483، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

ظہیر صاحب اعلیحضرت پر اعتراض کرنے کے جنون میں عقل بھی کھو بیٹھے ہیں، حدیث رسول کے مضمون کو ہی بطور اعتراض پیش کر دیا۔

## اعلیٰ حضرت تکفیرِ مسلم میں بہت محتاط تھے

اور اس سے بھی زیادہ تعجب اور تضحیک کی بات یہ ہے کہ بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت تکفیر مسلم میں بہت محتاط تھے اور اس مسئلے میں جلد بازی سے کام نہ لیتے تھے۔'' 191

ایک اور صاحب لکھتے ہیں: ''وہ تکفیر مسلم میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔'' 192

جناب بریلوی خود اپنے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہمیں عطا فرمایا۔ ہم لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں۔'' 193

وہابیوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خصلت اس لئے کھٹکتی ہے کہ ان کے مولویوں کی گستاخیوں کو آپ نے کفر یہ کہا۔ وہابیوں نے ان عبارات سے تو رجوع نہیں کیا الٹا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر برس پڑے، یعنی ایک چوری اوپر سے سینہ زوری۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حقیقۃً احتیاط فرماتے تھے۔ اوپر ایک مثال گزری ہے کہ کسی نے ''الھنا محمد'' کہا تو آپ نے اس کی تکفیر نہیں کی کہ اس میں احتمال تھا۔ بلکہ خود اسماعیل دہلوی کے ستر کفریات نقل کیے، مگر تاویلات وتوبہ کی افواہ کے باعث

کافر نہیں کہا، جب آپ سے پوچھا گیا: ''عرض: اسمٰعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہیے؟''

ارشاد فرمایا: ''میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے۔ اگر کوئی کافر کہے منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔ البتہ غلام احمد (قادیانی)، سید احمد (علی گڑھی)، خلیل احمد (انبیٹھوی)، رشید احمد (گنگوہی)، اشرف علی (تھانوی) کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر ''مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ'' جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ172، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

## ڈاکٹر محمد اقبال کا دیوبندیوں کی کفریہ عبارات کے متعلق کلام

﴿ ان تمام احتیاطات کے باوجود بریلوی حضرات کی تکفیری مہم کی زد میں آنے سے ایک مخصوص ٹولے کے علاوہ کوئی مسلمان بھی محفوظ نہیں رہ سکا۔ اگر یہ احتیاطات وتحفظات نہ ہوتے تو نہ معلوم کیا گل کھلاتے؟ ﴾

وہابی ذرا یہ تو بتائیں کہ کتنے لاکھ آدمیوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کافر کہہ دیا ہے؟ تم نے پورا باب تکفیر پر باندھا اور نام چند وہابی مولویوں کے پیش کیے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فقط چند گستاخوں کی ان کے عقائد کی وجہ سے تکفیر کی تھی، یہ نہیں کہا تھا کہ اہل سنت کے علاوہ باقی سب کافر ومرتد ہیں۔ خود تمہارے پیشواؤں سے یہ ضرور ثابت ہے کہ جو ہمارے عقیدے میں نہیں وہ مشرک ہے۔ جن مولویوں کی کفریہ عبارات پر ہندوستان اور مکہ مدینہ کے علماء کرام نے کفر کے فتوے لگائے تھے وہ عبارات آج بھی موجود ہیں۔ کوئی مسلمان ان کو پڑھ کر دل سے پوچھے کیا یہ صریح گستاخیاں نہیں ہیں؟ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کو جب دیوبندی وہابیوں کی یہ کفریہ عبارات دکھائی گئی تھیں تو انہوں نے اس پر یہ فرمایا تھا: ''ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہئے تھا۔''

(مقدمہ فتاوی حاسلیہ، صفحہ53، شبیر برادرز، لاہور)

## شاہ اسماعیل دہلوی کے متعلق اعلیٰ حضرت کا موقف

﴿ آخر میں ہم اس سلسلے میں ایک مزیدار بات نقل کرکے اس باب کو ختم کرتے ہیں۔ علمائے دین نے جناب بریلوی کی کتب سے یہ ثابت کیا ہے کہ خود ان کی ذات بھی ان کے تکفیری فتووں سے محفوظ نہیں رہ سکی۔ احمد رضا خاں صاحب کئی مقامات پر شخصیات کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر، مگر دوسری جگہ انہیں مسلمان قرار دیتے ہیں۔ مثلاً شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ علیہ کو بارہا کافر مرتد قرار دینے کے باوجود ایک جگہ کہتے ہیں: ''علمائے محتاطین شاہ اسماعیل کو کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔''194

یعنی پہلے تو کہا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر (اس کا بیان تفصیلاً گزر چکا ہے) پھر خود ہی کہتے ہیں کہ انہیں کافر نہیں کہنا چاہیے۔ کفر میں شک اور شک کرنے والا ان کے نزدیک کافر ہے، الہٰذا وہ خود بھی کافر ٹھہرے۔ ﴾

اس شخص میں دیانت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ کس جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کو کافر کہا ہے؟ یونہی بہتان باندھ دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جگہ اسماعیل دہلوی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی فرمایا ہے کہ اس کے کفریات ثابت ہیں، مگر میں کافر نہیں کہتا۔ خود ظہیر صاحب نے جو 194 نمبر کا فتاوی رضویہ سے حوالہ دیا ہے۔ وہ پوری عبارت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی یوں ہے: ''اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے؟ مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا، اہل بدعت خصوصا نجدیہ کہ یہ شخص (اسماعیل دہلوی) جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کو ٹکے سیر کیے ہوئے ہیں، بات پیچھے اور کفر شرک پہلے، اگر ﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا﴾ (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے۔) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتویٰ کفر نہ دیتے۔ مگر الحمد اللہ یہاں ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (برائی کو بھلائی سے ٹال۔) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں۔'' (فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ398، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## سید اگر گمراہ و مرتد ہو؟

﴿ اسی طرح ایک جگہ فرماتے ہیں: ''سید کا استخاف کفر ہے۔'' 195

اور خود سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور دوسرے کئی سید علماء کا استخفاف ہی نہیں بلکہ انہیں کفار و مرتدین قرار دے کر کفر کے مرتکب ٹھہرے۔ ﴾

صحیح کہتے ہیں کہ جب گمراہی آتی ہے تو عقل چلی جاتی ہے۔ جس جگہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سید زادوں کی تعظیم فرض اور ان کی تذلیل کو کفر کہا وہاں گستاخوں کا تذکرہ بھی یوں کیا ہے: ''علماء و انصار و عرب سے تو وہ مراد ہیں جو گمراہ بد دین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ جب تک ان کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچے کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں نسب منقطع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ اے نوح علیہ السلام! وہ تیرا بیٹا (کنعان) تیرے گھر والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔

جیسے نیچری، قادیانی، وہابی غیر مقلد، دیوبندی اگر چہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ ان کی تعظیم حلال بلکہ توہین وتکفیر فرض اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے کسی قوم کا رافضی ہو جائے، دو دن بعد میر صاحب ہو جائے گا۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد22، صفحہ 421، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اللہ تعالیٰ ہمیں زبان کی لغزشوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

کبھی عمل بھی کر لیا کرو! دکھلاوے کی دعائیں مانگنے کا کیا فائدہ؟ وہ وہابی ہی کیا جو بات بات پر شرک شرک نہ بکے۔ جو وہابی بنتا ہے اسے مسلمانوں کو بدعتی ومشرک کہنا بطور وظیفہ سکھایا جاتا ہے۔ پورے باب میں گمراہ و گستاخوں کو ہیرو بنا کر پیش کر دیا ہے، پھر آخر میں میاں مٹھو بن کر دعا مانگی جا رہی ہے۔ ان وہابیوں نے تو دین کے ہر موضوع پر تحریفیں کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے، احادیث میں تحریفات کے ساتھ ساتھ تاریخ میں تحریفیں ہو رہی ہیں، بے ادب گستاخوں کی مدح سرائی ہو رہی ہے اور دین کے رکھوالے باغی قرار دیئے جا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو کیا وہابیوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ باغی اور یزید کو امام برحق ثابت کیا ہے، ملاحظہ ہو وہابیوں کی کتاب ''رشید ابن رشید''۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

179 بالغ النور درج فتاویٰ رضویہ، ج ۶ ص ۱۱

180 ایضاً، ص ۳۰

181 ایضاً، ص ۲۳

182 ایضاً، ص ۲۶

183 ایضاً، ص ۲۴

184 ایضاً، ص ۳۴

185 المبین ص ۷۰

186 المبین ص ۱۱۴

187 المبین ص ۱۴۷

188 المبین ص ۱۱۹

189 فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۱۴

190 بالغ النور درج در فتاوی رضویہ ص ۱۱

191 انوار رضا ص ۲۹۱

192 فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، از مسعود احمد بریلوی، ص ۴۴

193 فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۲۵۱

194 فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۲۵۱

195 بالغ النور ص ۲۳

# فصل : کراماتِ اولیاءِ اللہ

ظہیر صاحب نے اپنی کتاب ''البریلویہ'' کا پانچواں باب ''بریلویت اور افسانوی حکایات'' کے نام کا بنایا تھا۔اس میں انہوں نے اولیاء کرام سے ہونے والی کرامات کو قصہ کہانیاں ثابت کیا۔دراصل وہابیوں میں نہ ولایت ہے نہ کرامت، اس لئے کہ ولی اللہ کے لئے صحیح عقید ہونا ضروری ہے۔وہابیوں کی یہ عادت ہے کہ جو بات ان کی عقل میں نہ آئے فوراً اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

## کراماتِ اولیاء کا ثبوت

کرامات اولیاء قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔قرآن پاک میں ملکہ بلقیس کے تخت کا ذکر ہے جو میلوں دور تھا اور ایک ولی اللہ آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ اسے آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں لے آئے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

(سورۃ النمل، سورت 27، آیت 39)

اسی طرح سورت آل عمران میں ولیہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بے موسم پھلوں کا حاضر ہونا ثابت ہے ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

(سورہ آل عمران، سورت نمبر3، آیت نمبر 37)

اصحاب کہف کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے جو تقریبا تین سو سال سوئے رہنے کے بعد جاگے ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ○ اِذْ اَوَى الْفِتْیَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِی الْكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا ○ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری

ایک عجیب نشانی تھے۔ جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی پھر بولے اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا، پھر ہم نے انھیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔

(سورۃ الکہف، سورت13، آیت 9تا 12)

اسی طرح احادیث میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جو کرامات اولیاء پر دلیل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہونے والے بچے کی پیشگی خبر دینا کہ وہ لڑکی ہوگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کئی میل دور بیٹھے جنگ کو ملاحظہ کرنا اور اپنی آواز وہاں تک پہنچانا، دریائے نیل میں خط ڈال کر جاری کرنا، حضرت خالد بن ولید کا دعا پڑھ کر زہر پی لینا اور زندہ رہنا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھیڑ پھینکا اور فرمایا ''واللہ ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ'' ترجمہ: اللہ عزوجل کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی طاقت سے نہیں بلکہ ربانی طاقت سے اکھیڑا تھا۔

(تفسیر کبیر، جلد 21، صفحہ 436، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

## کرامات اولیاء کا منکر گمراہ ہے

کرامات اولیاء پر اتنے کثیر دلائل ہیں کہ علمائے اسلاف نے کرامات کے منکر کو گمراہ ٹھہرایا ہے۔ لوامع الأنوار البھیۃ میں شمس الدین حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''وھذا من العقائد السنیۃ التی یجب فی اعتقادھا، ولا یجوز نفیھا'' ترجمہ: کرامات اولیاء عقائد اہل سنت میں سے ہیں، جس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اس کی نفی کرنا جائز نہیں ہے۔

(لوامع الأنوار البھیۃ، جلد2، صفحہ392، مؤسسۃ الخافقین ومکتبتھا، دمشق)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ''العقیدۃ روایۃ أبی بکر الخلال'' میں فرماتے ہیں ''وکان یذھب إلی جواز الکرامات للأولیاء ویفرق بینھا وبین المعجزۃ وذلك أن المعجزۃ توجب التحری إلی صدق من جرت علی یدہ فإن جرت علی یدی ولی کتمھا وأسرھا وھذہ الکرامۃ وتلك المعجزۃ وینکر علی من رد الکرامات ویضللہ'' ترجمہ: (علمائے اسلاف) کرامات اولیاء کے جواز کی طرف گئے اور انہوں نے معجزہ اور کرامت میں فرق بیان کیا کہ معجزہ جس سے صادر ہوتا ہے کہ اس کی صداقت میں غور کرنے کا موجب بنتا ہے اور اگر ولی سے کرامت صادر ہو تو وہ اس کرامت کو چھپاتا ہے تو یہ کرامت اور وہ معجزہ ہے اور علمائے اسلاف نے منکرین کرامت کا رد کیا اور انہیں گمراہ کہا۔

(العقیدۃ روایۃ أبی بکر الخلال، صفحہ 125، دار قتیبہ، دمشق)

خود وہابیوں کے بڑے پیشوا بھی کرامات اولیاء کے معتقد تھے۔ اُصول لا یمان میں وہابی مولوی محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان التیمی النجدی لکھتا ہے "ومن الافتراءات التی ألصقت بالشیخ محمد بن عبد الوهاب رحمه اللّٰه أنه ینکر کرامات الأولیاء قلت إن الشیخ رحمه اللّٰه لا ینکر کرامات الأولیاء کما زعموا، بل یثبت هذه الکرامات بشرط أن یکون ولیًا حقیقیًا صحیحا والولی هو المتبع للکتاب والسنة مبتعدا عن البدع والخرافات، والشرط الثانی أن کرامة الأولیاء هی فی حیاتهم ولیس بعد مماتهم، وأن المیت یَحتاج بعد موته إلی دعاء الأحیاء، ولیس العکس "ترجمہ: محمد بن عبد الوہاب پر یہ افتراء ہے کہ وہ کرامات اولیاء کے منکر تھے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ کرامات اولیاء کے منکر نہیں تھے بلکہ اس کا عقیدہ رکھنے والے تھے۔ البتہ وہ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ کرامات اس ولی سے ہوتی ہیں جو کتاب وسنت کا پیروکار ہو، بدعت وخرافات سے دور رہو۔ دوسرا یہ کہ اولیاء اللہ کی کرامات ان کی زندگی تک ہوتی ہیں مرنے کے بعد کرامات نہیں ہوسکتیں۔ میت مرنے کے بعد زندوں کی دعا کی محتاج ہوتی ہے نہ کہ اس کے برعکس۔

(أصول الإیمان، صفحہ 22، وزارۃ الشؤون الإسلامیۃ والأوقاف والدعوۃ والإرشاد، السعودیۃ)

اسلاف سے بھی یہ صراحت منقول ہے کہ کرامت اسی ولی اللہ کی معتبر ہے جو قرآن وسنت کا پیروکار ہو۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " الولایة ظل النبوة و النبوة ظل الالهیة و کرامة الولی استقامة فعل علی قانون قول النبی صلی الله علیه وآله وسلم" ترجمہ: ولایت نبوت کی تجلی ہے اور نبوت الوہیت کی تجلی اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔

(

بہجۃ الاسرار، صفحہ 39، مصطفیٰ البابی، مصر)

باقی ابن عبد الوہاب نجدی کا یہ نظریہ درست نہیں کہ مرنے کے بعد ولی اللہ سے کرامت نہیں ہوسکتی۔ علامہ نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا "کرامات الاولیاء باقیة بعد موتهم ایضا ومن زعم خلاف ذلك فهو جاهل متعصب ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی "ترجمہ: اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں، جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

( الحدیقۃ الندیہ، اولہم آدم ابو البشر، جلد 1، صفحہ 290، نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

وہابیوں کے بڑوں نے کرامات اولیاء کا اقرار کیا ہے، لیکن موجودہ کئی وہابی اس کے منکر نظر آتے ہیں۔ جو بعض مجبورا

کرامات اولیاء کے وجود کو مانتے ہیں انہیں بھی کوئی کرامت سنائی جائے تو ان کی کھوپڑی میں نہیں آتی فوراً اسے قصہ کہانیاں کہہ دیتے ہیں۔ملاحظہ ہو ظہیر صاحب کا کرامات اولیاء کا انکار:۔

## وہابیوں کا کراماتِ اولیاء کو قصے کہانیاں کہنا

﴿ کتاب وسنت سے نحراف کرنے والے تمام باطل فرقے خود ساختہ قصے کہانیوں کا سہارا لیتے ہیں تا کہ وہ جھوٹی روایات کو اپنا کر سادہ لوح عوام کے سامنے انہیں دلائل کی حیثیت سے پیش کر کے اپنے باطل نظریات کو رواج دے سکیں۔ظاہر ہے کتاب وسنت سے تو کسی باطل عقیدے کی دلیل نہیں مل سکتی۔مجبوراً قصص واساطیر اور جھوٹی حکایات کی طرف رخ کرنا پڑتا ہے تا کہ جب کسی کی طرف سے دلیل طلب کی جائے تو فوراً ان حکایات کو پیش کر دیا جائے۔ ﴾

یہاں ظہیر صاحب نے بہتان باندھا کہ اہل سنت حنفی بریلوی لوگوں کو معاذ اللہ کتاب وسنت سے دور کرنے کے لئے قصے کہانیوں کا سہارا لیتے ہیں۔ہرگز ایسا نہیں ہے۔کرامات اولیاء بیان کرنے کا اصل مقصد قرآن وحدیث کی تصدیق اور لوگوں کے دلوں میں نیک ہستیوں کی محبت داخل کرنا ہے۔نیکوں کی محبت کافر کو ایمان سے سرفراز فرمادیتی ہے اور مومن کے ایمان میں اضافہ کرتی ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرعون جیسے شخص کے متعلق فرمایا"لو قال فرعون یومئذ هو قرة عين لي كما هو لك مثل ما قالت امرأته لهداه الله كما هداها "ترجمہ:اگر فرعون اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہہ دیتا کہ یہ تیری طرح میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے،جیسا کہ اس کی بیوی نے کہا تھا تو رب تعالیٰ اس کی بیوی کی طرح اسے بھی ہدایت دے دیتا۔

(کنز العمال،التفسیر من الإکمال من الفصل الرابع فی تفسیر ،جلد2،صفحہ48،مؤسسة الرسالہ،بیروت)

پھر اولیاء کرام کا تذکرہ کرنا،ان کی شان وکرامات کا تذکرہ کرنا بھی موجب ثواب ہے۔حضرت ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان عالیشان ہے "عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة"ترجمہ:صالحین کے ذکر پر رحمت باری تعالیٰ نازل ہوتی ہے۔ (حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء ،سفیان بن عیینۃ ،ومنہم الإمام الأمین،جلد7،صفحہ285،دار الکتاب العربی ،بیروت)

آگے آپ دیکھیں گے کہ ظہیر صاحب جن کرامات کو قصے کہیں گے وہ تصوف کی مستند کتب میں موجود ہونگی اور امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے پہلے کے بزرگوں سے منقول ہونگی۔جب امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اور دیگر سنی علماء صرف

ان کرامات کو نقل کررہے ہیں تو پھر اس نقل کرنے پر الزام تراشی کیوں ہے؟ وہابیوں کو تو یہ ثابت کرنا چاہئے تھا کہ یہ واقعات کسی کتاب میں ہے ہی نہیں، بریلویوں نے اپنے پاس سے بنائے ہیں۔ ان کرامات پر اعتراض کرنا گویا علمائے اسلاف پر اعتراض کرنا ہے اور کرامات اولیاء کا انکار کرنا ہے۔

## غوث پاک کا بارہ برس کی ڈوبی کشتی نکالنا

﴿ مثلاً عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء کرام اپنے مریدوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرسکتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ علیہ نے کسی عورت کی فریاد پر 12 برس بعد ایک ڈوبی کشتی کو نمودار کر کے اس میں موجود غرق ہونے والے تمام افراد کو زندہ کردیا تھا۔ ﴾

انبیاء و اولیاء کرام حاجت روائی کرسکتے ہیں اور اس پر پیچھے کثیر دلائل گزر چکے ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ''اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم'' میں ایک قصیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لکھ کر خود اس کی شرح و ترجمہ میں کہتے ہیں "(فصل یازدھم در ابتهال بجناب آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ و سلم) رحمتِ فرستد برتو خدائے تعالی اے بهترین خلقِ خدا ، واے بهترین کسیکه امید داشته شود، اے بهترین عطا کننده وائے بهترین کسیکه امیدداشته باشد برائے ازالہ مصیبتے واے بهترین کسیکه سخاوتِ او زیادہ است از باران، بارها گواهی میدهم که تو پناه دهنده منی از هجوم کردن مصیبتے وقتے که بخلانند در دل بدترین چنگالهارا " ترجمہ: (گیارھویں فصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عاجزانہ فریاد کے بارے میں) اے خلقِ خدا سے بہتر! آپ پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے۔ اے بہترین شخص جس سے امید کی جاتی ہے اور اے بہترین عطا کرنے والے، اے بہترین شخص کہ مصیبت کو دور کرنے میں جس سے امید رکھی جاتی ہے اور جس کی سخاوت بارش پر فوقیت رکھتی ہے۔ آپ ہی مجھے مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں، جب وہ میرے دل میں بدترین پنجے گاڑتی ہیں۔

(الطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم، فصل یازدہم، صفحہ 22، مجتبائی، دہلی)

جہاں تک حضور غوث پاک کا ڈوبی کشتی نمودار کرنے کا واقعہ ہے تو شرعا ایسا ممکن ہے کہ رب تعالیٰ اپنے ولی کی دعا کو قبول کرتے ہوئے مردوں کو زندہ کردے۔ لیکن یہ واقعہ تصوف کی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں، کئی صدیوں سے مسلمانوں میں مشہور رہے، علمائے اہل سنت نے بس اتنا ہی کہا ہے کہ ایسا ممکن ہے، لیکن جزمی طور پر یہ نہیں کہتے کہ ایسا ہوا ہے چنانچہ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ومشائخ کرام اور اولیائے عظام

اس مسئلہ میں کہ حضرت بڑے پیر صاحب (شیخ عبد القادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کی چند مشہور کرامتیں جو کہ مولود شریف ووعظ وغیرہ میں بیان کی جاتی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک بڑھیا لبِ دریا بیٹھی روتی تھی، اتفاقاً حضرت کا اس طرف سے گزر ہوا، حضرت نے فرمایا کہ اس قدر کیوں روتی ہو؟ بڑھیا نے عرض کیا: حضرت! میرے لڑکے کی بارہ برس ہوئے یہاں دریا میں مع سامان کے برات ڈوبی ہے میں یہاں آکر روزانہ روتی ہوں، آپ نے دعا فرمائی، آپ کی دعا کی برکت سے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی برات مع کل سامان کے صحیح وسالم نکل آئی اور بڑھیا خوش وخرم اپنے مکان کو چلی گئی۔

دوسرے یہ کہ حضرت کے ایک مرید کا انتقال ہوگیا، مرنے والے کا لڑکا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ اس پر لڑکا زیادہ رویا پیٹا اور اڑ گیا۔ تو آپ کو رحم آیا آپ نے وعدہ فرمایا اور لڑکے کی تسکین کی۔ بعدہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو مراقب ہوکر روکا، جب حضرت عزرائیل علیہ السلام سے آپ نے دریافت کیا کہ ہمارے مرید کی روح تم نے قبض کی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا: روح ہمارے مرید کی چھوڑ دو عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے بحکم رب العالمین رُوح قبض کی ہے۔ بغیر حکم نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر جھگڑا ہوا۔ آپ نے تھپڑ مارا، حضرت کے تھپڑ سے عزرائیل علیہ السلام کی ایک آنکھ نکل پڑی اور آپ نے ان سے زنبیل چھین کر اس روز کی تمام رُوحیں جو کہ قبض کی تھیں چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب العالمین سے عرض کیا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ ہمارے محبوب نے ایک رُوح چھوڑنے کو کہا تھا تم نے کیوں نہیں چھوڑی ہم کو ان کی خاطر منظور ہے، اگر انہوں نے تمام روحیں چھوڑ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

شرعاً ان روایتوں کا بیان کرنا مجلس مولود شریف یا وعظ وغیرہ میں درست ہے، یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبر تحریر فرمایئے۔ بینوا توجروا۔ (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔)''

جواباً فرماتے ہیں: ''پہلی روایت اگر چہ نظر سے کسی کتاب میں نہ گزری مگر زبان پر مشہور ہے، اور اُس میں کوئی امر خلافِ شرع نہیں، اس کا انکار نہ کیا جائے۔

اور دوسری روایت ابلیس کی گھڑی ہوئی ہے اور اُس کا پڑھنا اور سُننا دونوں حرام۔ احمق، جاہل بے ادب نے یہ جانا کہ وہ اس میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم کرتا ہے حالانکہ وہ حضور کی سخت توہین کر رہا ہے۔ کسی عالم مسلمان کی اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ معاذ اللہُ سے کفر کی طرف نسبت کیا جائے نہ کہ محبوبانِ الٰہی سیدنا عزرائیل علیہ السلام مرسلین ملائکہ میں سے ہیں اور مرسلین ملائکہ بالا جماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں کسی رسول کے ساتھ ایسی حرکت کرنا توہین رسول کے سبب

معاذ اللہ اس کے لیے باعثِ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ جہالت وضلالت سے پناہ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 29، صفحہ 628، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

﴿ اپنی طرف سے ایک عقیدہ وضع کیا جاتا ہے اور پھر اس کو مدلل بنانے کے لیے ایک حکایت وضع کرنا پڑتی ہے۔ اور اسی سے ہر باطل مذہب کا کاروبار چلتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ یعنی ان کی ساری تگ ودو اور جدوجہد کا محور دنیا کی زندگی ہے اور گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ اچھے کام (دین کا کام) کر رہے ہیں۔

ہوتا یہ ہے کہ دنیوی طمع میں مبتلا ہو کر ایسے لوگ اپنی عاقبت برباد کر لیتے ہیں ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ جسے رب کریم ہدایت کی روشنی عطا نہ کرے اسے روشنی نہیں مل سکتی۔ ﴾

یہ دونوں آیت خود وہابیوں کے اعمال پر منطبق ہوتی ہیں۔ احادیث کے خلاف عقائد رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں ہم اہل حدیث ہیں۔ اہل حدیث ہونے کا شہد دکھا کر لوگوں کو زہر پلاتے ہیں۔

## وہابیوں کا شیعوں سے اتحاد اور بخاری جلا دینے پر اتفاق

﴿ کتاب وسنت کی پیروی میں ہی امت کے لیے بہتری ہے۔ اگر ہم اس سے اعراض کریں گے تو ہمارا مقدر سوائے خرافات وتوہمات کے کچھ نہ ہوگا۔ مسلمان امت کے لیے قرآن وسنت کے علاوہ کوئی تیسری چیز دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر قصے کہانیوں کو بھی دلائل کی حیثیت دے دی جائے تو مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔ مسلمان صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ہی متحد ہو سکتے ہیں۔ افسانوں اور خود ساختہ روایات سے حق کو باطل اور باطل کو حق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آج ہمارے دور میں اگر ہندوؤں کی نقل میں گھڑی ہوئی حکایتوں کو چھوڑ کر کتاب وسنت کی طرف رجوع کر لیا جائے تو بہت سے غیر اسلامی عقائد اسی وقت ختم ہو سکتے ہیں اور اتحاد کی بھی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ ﴾

علمائے اہل سنت نے اپنی کتب وتقاریر میں ثابت کیا ہے کہ وہابیوں کے عقائد واعمال ہرگز قرآن وسنت کے موافق نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔ یہ فقط بخاری بخاری کرتے ہیں اور لوگوں کو احادیث پر عمل پیرا ہونے کا دھوکہ دیتے ہیں۔ احادیث پر متحد ہونے کی بات کرنے والوں کا حال سنئے:۔ 1982ء میں عالمی سیرت کانفرنس، تہران میں اتحاد امت کے موضوع پر ہوئی، اظہار خیال کرتے ہوئے گوجرانوالہ کے وہابی مولوی بشیر الرحمٰن مستحسن نے اپنی تقریر میں کہا: ''اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابل

قدر ضرور ہے، قابل عمل نہیں، اختلاف ختم کرنا ضروری ہے، مگر اختلاف ختم کرنے کے لئے اسباب اختلاف کو مٹانا ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابل اعتراض ہیں، ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے، کیوں نہ ہم ان اسباب ہی کو ختم کر دیں۔ اگر آپ صدق دل سے اتحاد چاہتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا، جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں، ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں آپ اصول کافی کو نذر آتش کر دیں۔ آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ صاف کر دیں گے۔''

(آتش کدہ ایران، صفحہ 109، ندیم بک ہاؤس، لاہور، ماخوذ از البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ 82، مکتبہ قادریہ، لاہور)

وہابی جو اہل سنت والجماعت حنفی بریلوی کو شیعہ ثابت کرنے کیلئے جھوٹ بول بول کر تھک گئے ہیں، خود ان کے مولوی شیعوں سے پیار کی ایسی پینگیں ڈال رہے ہیں کہ بخاری جلانے پر اتفاق کر لیا ہے۔ وہ بخاری جس کا نام لے لے کر وہابی اپنی وہابیت چمکاتے ہیں۔

## سال بھر کی راہ پر سے مرید کے پکارنے پر جواب

﴿ بریلوی حضرات نے بہت سی حکایتوں کو سند کا درجہ دے رکھا ہے۔ ہم ذیل میں ان کی بے شمار حکایتوں میں سے چند ایک کو نقل کرتے ہیں۔ جناب بریلوی کا عقیدہ ہے کہ بزرگان دین اپنے مریدوں کی پریشانیاں دور کرتے، غیب کا علم رکھتے اور بہت دور سے اپنے مریدوں کی پکار سن کر ان کی فریاد رسی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''سیدی موسیٰ ابوعمران رحمہ اللہ علیہ کا مرید جہاں کہیں سے بھی انہیں پکارتا جواب دیتے، اگر چہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے زائد۔''3 ﴾

پہلی روایت نقل کی اور وہ بھی حسب عادت تحریف کے ساتھ۔ جہاں سے ظہیر صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے وہاں اس کا حوالہ بھی موجود ہے۔ یہ روایت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے عظیم محدث حضرت عبدالوہاب شعرانی کی کتاب ''لواقح الانوار فی طبقات الاخیار'' سے یوں نقل کی ہے کہ آپ سیدی موسیٰ ابوعمران رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لکھتے ہیں ''کان اذا ناداہ مریدہ اجابہ من مسیرۃ سنۃ او اکثر'' ترجمہ: ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں ندا کرتا جواب دیتے اگر چہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔

(لواقح الانوار فی طبقات الاخیار، ترجمہ الشیخ محمد بن احمد الفرغل، جلد2، صفحہ 21، مصطفی البابی، مصر)

منہ اٹھا کر اس روایت پر اعتراض کر دیا نہ دلیل نہ حدیث پھر بھی وہابی اہل حدیث!

## حضرت محمد فرغل کا قبر میں تصرف فرمانا

مزید: ''حضرت محمد فرغل فرمایا کرتے تھے میں ان میں سے ہوں جو اپنی قبروں میں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس چہرے کے سامنے حاضر ہو، مجھ سے اپنی حاجت کہے میں پوری فرمادوں گا۔''4

یہ بھی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح (امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے) حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا "کان رضی اللہ تعالی عنہ یقول انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت لہ حاجۃ فلیأت الی قبالۃ وجھی ویذکرھا لی اقضھالہ ''ترجمہ: فرمایا کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے، میں روا فرمادوں گا۔ (لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ، الشیخ محمد بن احمد الفرغل، جلد2، صفحہ 105، مصطفی البابی، مصر)

عقائد کے باب میں بھی یہ حوالہ جات ظہیر صاحب نے بطور اعتراض نقل کئے تھے، اب یہاں پھر دوبارہ نقل کردیئے ہیں، ظہیر صاحب کے نسیان کا یہ حال ہے کہ ایک اعتراض کر کے بھول جاتے ہیں اور بار بار وہی اعتراض کرتے جاتے ہیں۔

اب ان اقوال وعقائد کی دلیل قرآن کریم کی کوئی آیت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔

کیا کرامت وہی معتبر ہے جو قرآن وحدیث میں موجود ہو؟ کثیر کرامات جو قرآن وسنت کے علاوہ مستند کتب میں موجود ہیں وہ کیا معتبر نہیں؟ قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا کہ ولی اللہ سے کرامت ہوسکتی ہے یہ قرآن وحدیث کا اصول ہے۔ اب ہر کرامت پر دلیل مانگنا ایسا ہی ہے جیسے ہر کسی سے یہ دلیل مانگی جائے کہ حدیث سے ثابت کرو تم اپنے باپ کے ہو۔

## شیخ کا اپنی کھڑاؤں سے مدد کرنا

بلکہ ایک حکایت ہے جسے جناب احمد رضا خاں نے اپنے ایک رسالے میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''ایک دن حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو فرماتے وقت ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی۔ سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی۔ انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بدصورت (5) نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی کرنی چاہی، لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیر ومرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا یوں ندا کی ''یا شیخ ابی لاحظنی'' اے میرے باپ کے

پیر ومرشد مجھے بچائیے! یہ ندا کرتے ہی کھڑاؤں آئی ،لڑکی نے نجات پائی۔ وہ کھڑاؤں ان کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔''6 ﷺ

یہ حکایت بھی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ہے جو "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" ترجمہ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفیٰ، جلد2، صفحہ 102، البابی، مصر کے حوالے سے اعلیحضرت نے ذکر کی ہے۔

## مرشد کو پکارنے پر مرید کا چوروں سے بچ جانا

ﷺ اس سے ملتی جلتی ایک اور حکایت نقل کرتے ہیں: ''سیدی محمد شمس الدین محمد حنفی کے ایک مرید کو دوران سفر چوروں نے لوٹنا چاہا۔ایک چور اس کے سینے پر بیٹھ گیا،اس نے پکارا"یا سیدی محمد حنفی خاطر معی" یعنی اے میرے آقا مجھے بچائیے۔ اتنا کہنا تھا کہ ایک کھڑاؤں آئی اور اس کے سینے پر لگی ۔وہ غش کھا کر الٹ گیا۔''7 ﷺ

یہ حکایت بھی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ ہے جو "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" ترجمہ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفیٰ، جلد2، صفحہ 95، البابی، مصر کے حوالے سے اعلیحضرت نے ذکر کی ہے۔وہابیوں کے نزدیک امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت بھی قصے کہانیوں والی ہوگئی۔جبکہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ 973-898 ہجری کے بہت بڑے عالم، محدث اور صوفی تھے چنانچہ معجم المؤلفین میں ہے "عبد الوهاب الشعرانى (973ه- 898ه، 1493ء- 1565ء) عبد الوهاب بن احمد بن على بن احمد بن محمد بن موسى الشعرانى، الانصارى، الشافعى، الشاذلى، المصرى (أبو المواهب، أبو عبد الرحمن) فقيه، اصولى، محدث، صوفى، مشارك فى انواع من العلوم" یعنی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ 898 ہجری بمطابق 1493 عیسوی میں پیدا ہوئے اور 973 ہجری بمطابق 1565 عیسوی میں فوت ہوئے۔آپ کا نسب یوں تھا: عبد الوہاب بن احمد بن علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ شعرانی ، انصاری، شافعی، شاذلی، مصری۔آپ فقیہ، اصولی، محدث، صوفی اور کئی علوم میں مہارت رکھتے تھے۔

(معجم المؤلفین، جلد6، صفحہ218، مکتبۃ المثنی، بیروت)

## فقیر کا دوکان الٹا دینے کی دھمکی دینا

ﷺ ایک اور مزید ار حکایت ملاحظہ ہو: ''ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا، ایک روپیہ دے،وہ نہ دیتا تھا۔فقیر نے کہا: روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹ دوں گا۔اس تھوڑی دیر میں بہت

لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا، جس کے سب معتقد تھے۔ انہوں نے دکاندار سے فرمایا، جلد روپیہ اسے دے، ورنہ دکان الٹ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کرسکتا ہے؟ فرمایا: میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی؟ معلوم ہوا بالکل خالی ہے۔ پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا، انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔''8

اندازہ لگائیں۔ ایک مانگنے والا جاہل فقیر، نماز روزے کا تارک، بے شرع، نفع ونقصان پہنچانے اور تصرفات واختیارات کا مالک ہے۔ کس طرح سے یہ لوگ نجس، غلیظ، پاکی وپلیدی سے ناآشنا، مغلظات بکنے والے، ہاتھ میں کشکول گدائی لیے، گلے میں گھنگرو ڈالے اور میلا کمترجم لباس زیب تن کیے، لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کر کے پیٹ پوجا کرنے والے جاہل لوگوں کو عام نظروں میں مقدس، پاکباز، بزرگان دین اور تصرفات واختیارات کی مالک ہستیاں ظاہر کر رہے ہیں اور دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو مسخ کر رہے ہیں۔ یہی وہ تعلیمات ہیں جن پر اس مذہب کی اساس وبنیاد ہے۔

اس واقعہ کے آگے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اشکال کا جواب دیا ہے جسے ظہیر صاحب نے نقل کرنا مناسب نہیں سمجھا اور مترجم صاحب نے تحریف کرتے ہوئے بے تکہ لیکچر جھاڑ دیا۔ دنیا جہان کی برائیاں اس بیچارے فقیر میں ڈال دیں، پھر مترجم صاحب نے ایک جملہ (پیٹ پوجا) لکھ دیا جو انتہائی سخت غیر شرعی جملہ ہے۔ ملفوظات کا اگلا کلام ملاحظہ ہو: ایک اِشکال اور اُس کا جواب:

عرض: حضور! یہ تو جبراً روپیہ لینا ہوا۔ اُن ولی اللہ نے اگر اُس کی دکان بچانے کو دینے کی تاکید فرمائی، ممکن تھا جیسے دفعِ ظلم کے لیے رشوت دینا، مگر اُس فقیر کے دادا پیر نے کہ اہل اللہ سے تھے، اِس ظلم کی تائید کیونکر رَوَا (یعنی جائز) رکھی؟

ارشاد: شریعتِ مطہرہ کے دو حکم ہیں: ظاہر وباطن۔ قاضی وعامہ ناس (یعنی عام لوگ) اُن کی رسائی ظاہر اَحوال ہی تک ہے، اُن پر اس کی پابندی لازم اگرچہ واقفِ حقیقتِ حال کے نزدیک حکم بالعکس ہو۔

اس کی نظیر زمانہ سیدنا داؤد علیہ الصلوۃ والسلام میں واقع ہوچکی۔ ایک فقیر مفلس بے نوا، نانِ شبینہ (یعنی روٹی) کو محتاج، شب کو دُعا کیا کرتا کہ الٰہی (عَزَّ وَجَلَّ) رزق حلال عطا فرما۔ اتفاقاً کسی شب ایک گائے اُس کے گھر میں گھس آئی۔ یہ سمجھا کہ میری دعا قبول ہوئی۔ یہ رزق حلال غیب سے مجھے عطا ہوا ہے۔ گائے پچھاڑ کر ذبح کی، اُس کا گوشت پکایا اور کھایا۔ صبح کو مالک کو

خبر ہوئی ۔وہ سرکارِ نبوت (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) میں نالشی (یعنی فریادی) ہوا۔سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جانے دے!تُو مالدار ہے اس محتاج نے ایک گائے ذبح کر لی تو کیا ہوا؟ وہ بگڑا اور کہا: یا نبی اللہ! میں حق چاہتا ہوں ۔فرمایا: اگر حق چاہتا ہے تو گائے اُسی کی تھی ۔وہ اور برہم ہوا۔فرمایا: نہ صرف گائے (بلکہ) جتنا مال تیرے پاس ہے سب اُسی کا ہے ۔وہ اور زیادہ فریادی ہوا تو فرمایا: تُو بھی اسی کی مِلک ہے اور اسی کا غلام ہے ۔اب تو اُس کی بے تابی کی حد نہ تھی ۔فرمایا: اگر تصدیق چاہتا ہے ابھی ہمارے ساتھ چل ۔

اُس فقیر اور اُس گائے والے کو ہمراہِ رکاب لے کر جنگل کو تشریف لے گئے ۔واقعہ عجیب تھا، خَلق کا ہجوم ساتھ ہولیا۔ایک درخت کے نیچے حکم دیا کہ یہاں کھودو۔کھودنے سے انسان کا سر اور ایک خنجر جس پر مقتول کا نام کَندَہ (یعنی لکھا) تھا، برآمد ہوا۔ نبی اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اُس درخت سے اِرشاد فرمایا: شہادت (یعنی گواہی) ادا کر تُو نے کیا دیکھا؟ ''پیڑ نے عرض کی: یا نبی اللہ! (علیہ السلام) یہ اِس فقیر کے باپ کا سر ہے، یہ گائے والا اُس کا غلام تھا۔اس نے موقع پا کر میرے نیچے اپنے آقا کو اسی کے خنجر سے ذبح کیا اور زمین میں مع خنجر (یعنی خنجر کے ساتھ) دبا دیا اور اس کے تمام اَموال پر قابض ہو گیا۔اُس کا یہ بیٹا بہت صغیر سِن (یعنی کم عمر) تھا، اس نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو بے کس و بے زر ہی پایا اور یہ بھی نہ جانا کہ اس کا باپ کون تھا اور اُس کا کچھ مال بھی تھا یا نہیں؟ حکمِ باطن ثابت ہوا، غلام گردن مارا گیا (یعنی قتل کیا گیا) اور وہ تمام اموال ورثۃً فقیر کو ملے ۔(مثنوی شریف (مترجم)، دفتر سوم، ص43,44,45)

وہی یہاں بھی ممکن کہ دکان دار اس فقیر کے مُورِث (یعنی جس کا یہ فقیر وارث ہے) کا مَدیُون (یعنی قرض دار) ہو، اگرچہ وہ فقیر بھی اُس سے واقف نہ ہو، نہ یہ دکان دار اسے پہچانتا ہو تو یہ جبر اُدلانا جبر نہیں بلکہ حق بحق دار رسانیدن (یعنی حق دار کو اس کا حق پہنچانا ہے ۔)''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ2، صفحہ261، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

## رب تعالٰی کی تلاش

قرآن وسنت میں تو ان افکار ونظریات کا کوئی وجود نہیں ۔انہوں نے خود ہی عقائد وضع کیے اور پھر ان کے دلائل کے لیے اس طرح کی من گھڑت حکایات کا سہارا لیا۔اولیائے کرام کی قدرت وطاقت کو بیان کرنے کے

لیے بریلوی حضرات ایک اور عجیب وغریب روایت کا سہارا لیتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ''ایک شخص سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ پنجوں کے بل گھٹنے ٹیکے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خون رواں ہے۔ عرض کی: ''حضرت! کیا حال ہے؟ فرمایا: میں ایک قدم میں یہاں سے عرش تک گیا۔ عرش کو دیکھا کہ رب عزوجل کی طلب میں پیاسے بھیڑیے کی طرح منہ کھولے ہوئے ہے'' بانگے برعرش کہ ایں چہ ماجرا است'' ہمیں نشان دیتے ہیں کہ (الرحمٰن علی العرش استویٰ) کہ رحمان عرش پر مستوی ہے۔ میں رحمان کی تلاش میں تجھ تک آیا تیرا حال یہ پایا؟ عرش نے جواب دیا: مجھے ارشاد کرتے ہیں کہ اے عرش! اگر ہمیں ڈھونڈنا چاہتے ہو تو بایزید کے دل میں تلاش کرو۔''9 ؎

یہ واقعہ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء، صفحہ 100 مطبع اسلامیہ، لاہور میں لکھا ہے۔ اور یہ بالکل شریعت کے عین مطابق ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہوا انہوں نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی: الٰہی! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا ''عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی'' ترجمہ: اُن کے پاس جن کے دل میرے لئے ٹوٹے ہوئے ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین، کتاب آداب الاخوۃ والصحبۃ الباب الثالث، جلد2، صفحہ290، دار الفکر، بیروت)

## اولیاء کرام کی جانوروں پر حکومت

؎ بریلوی مکتب فکر کے نزدیک اولیاء کرام سے جنگل کے جانور بھی خوف کھاتے ہیں اور ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اس کی دلیل کے لیے جناب احمد رضا جس حکایت کی طرف رخ کرتے ہیں وہ یہ ہے: ''ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ ان کی خدمت میں دو عالم حاضر ہوئے۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تجوید کے بعض قواعد مستحبہ ادا نہ ہوئے۔ ان کے دل میں خطرہ گزرا کہ اچھے ولی ہیں جن کو تجوید بھی نہیں آتی۔ اس وقت تو حضرت نے کچھ نہ فرمایا۔ مکان کے سامنے ایک نہر جاری تھی۔ یہ دونوں صاحبان نہانے کے واسطے وہاں گئے کپڑے اتار کر کنارے پر رکھ دیے اور نہانے لگے۔ اتنے میں ایک نہایت ہیبت ناک شیر آیا اور سب کپڑے جمع کر کے ان پر بیٹھ گیا۔ یہ صاحب ذرا ذرا سی لنگوٹیاں باندھے ہوئے تھے۔ اب نکلیں تو کیسے؟ جب بہت دیر ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ بھائیوں ہمارے دو مہمان سویرے آئے تھے وہ کہاں گئے؟ کسی نے کہا حضور وہ تو اس مشکل میں ہیں۔ آپ تشریف لے گئے اور شیر کا کان پکڑ کر طمانچہ مارا۔ اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ آپ نے اس

طرف مارا اس نے اس طرف منہ پھیر لیا۔ فرمایا: ہم نے کہا تھا ہمارے مہمانوں کو نہ ستانا۔ جا چلا جا! شیر اٹھ کر چلا گیا۔ پھر ان صاحبوں سے فرمایا: تم نے زبانیں سیدھی کی ہیں اور ہم نے دل سیدھا کیا۔ یہ ان کے خطرے کا جواب تھا۔''10 ﷺ

جی ہاں الحمد للہ عزوجل! ایسے کثیر مستند واقعات ہیں کہ اولیاء کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے جانوروں پر بھی حکومت کرتے ہیں، لیکن وہابیوں نے تو نبی علیہ السلام کی حکومت کو نہیں مانا ولیوں کی حکومت کیا مانیں گے؟ اوپر بیان کیا گیا واقعہ بالکل درست ہے اور حق ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''کشف المحجوب'' میں کرامات اولیاء پر دلائل کے تحت لکھتے ہیں: ''حضرت ابراہیم علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں ابتدائے احوال میں حضرت مسلم مغربی کی زیارت کرنے گیا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو وہ نماز کی امامت کررہے تھے اور قراءت میں الحمد غلط پڑھ رہے تھے، میں نے دل میں خیال کیا کہ میری محنت ضائع گئی۔ اس رات میں وہیں رہا، دوسرے دن طہارت کے وقت اٹھا تا کہ نہر فرات کے کنارے جا کر وضو کرلوں۔ راستہ میں ایک شیر سوتا دکھائی دیا۔ میں واپس آنے لگا اتنے میں ایک اور شیر چیختا ہوا میرے عقب میں آ گیا۔ میں مجبور ہو کر رُک گیا۔ اس وقت حضرت مسلم مغربی اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے، جب شیروں نے انھیں دیکھا تو سر جھکا کر کھڑے ہوگئے۔ انھوں نے دونوں کے کان پکڑ کر سرزنش کی اور فرمایا اے خدا کے کتو! میں نے تم سے نہیں کہا ہے کہ میرے مہمانوں کو پریشان نہ کیا کرو۔ اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوالحسن! تم لوگوں کی ظاہری درستگی کے درپے ہو اور حال یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ڈرتے ہو۔ اور میں حق تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور باطن کی درستگی کے درپے ہوں، مخلوق خدا ہم سے ڈرتی ہے۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 342، شبیر برادرز، لاہور)

مزید حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں: ''حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے کہ وہ کسی سفر میں جارہے تھے، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سرِ راہ ایک جماعت خوفزدہ کھڑی ہے اور ایک شیر ان کا راستہ روکے کھڑا ہوا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے شیر کو مخاطب کر کے فرمایا اے کتے! اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستہ روکے کھڑا ہے تو ہمیں راستہ نہ دے، اگر خدا کے حکم سے نہیں تو راستہ چھوڑ دے۔ شیر اٹھا اور ان کے آگے سر جھکا دیا اور راستہ سے ہٹ گیا۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 339، شبیر برادرز، لاہور)

اس مؤقف کی تائید رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے ((عن واثلة بن الأسقع، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خاف الله خوف الله منه كل شيء، ومن لم يخف الله خوفه الله من ك
)) ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو اللہ عزوجل سے نہیں ڈرتا اللہ عزوجل اسے ہر چیز سے ڈراتا ہے۔

(مسند الشهاب، من خاف الله خوف الله منه كل شيء، جلد1، صفحہ265، مؤسسة الرسالة بيروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: ''شیخ تقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لینے سے زہریلے جانوروں کا اثر فوراً ختم ہو جایا کرتا تھا۔ اسی طرح سانپ پکڑنے والوں میں یہ بات مشہور ہے کہ سانپ کا زہر بھی آپ کا نام لینے سے اتر جایا کرتا تھا۔''

(اخبار الاخیار، صفحہ438، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

## سیدی احمد سجلماسی والا واقعہ

﴿ کچھ ایسی حکایتیں بھی ہیں جنہیں سن کر ہنسی کے ساتھ بیک وقت رونا بھی آتا ہے۔ ان میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ ارشاد کرتے ہیں: ''سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہئے۔ عرض کیا حضور! وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا: سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی (یعنی جھوٹ موٹ سوئی ہوئی تھی) عرض کیا: حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا: جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کیا: ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا: اس پر میں تھا۔''11 ﴾

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے سیدی علامہ احمد بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا جو واقعہ بیان فرمایا ہے وہ شیخ سیدی شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ابریز میں موجود ہے۔ یعنی یہ واقعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے نہیں گڑھ لیا بلکہ نقل کیا ہے۔ حضرت سیدی عبد العزیز دباغ کے بارے میں دیوبندی وہابی مولوی اشرف علی تھانوی نے فرمایا ہے کہ عبد العزیز دباغ بزرگ تھے اور ان کے کشف کے متعلق کہا: ماشاء اللہ کیا ٹھکانہ ہے ان کے ادراک کا۔

(الاضافات الیومیہ، صفحہ115، مکتبہ تالیفات اشرفیہ، بھارت)

اس کتاب ابریز کا ترجمہ بنام تبریز دیوبندی وہابی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے کیا ہے۔ اس میں یہ واقعہ ثبوت کشف پر نقل کر کے واضح کیا ہے۔ ''یہ چند قصے بضرورت بیان کر دیئے، ان کو گندا کہہ کر اعتراض نہ کرنا۔''

(تمیز ترجمہ ابریز، صفحہ46، سلیفہ پبلیشنگ، کراچی)

یہ ایک روحانیت پر مبنی واقعہ ہے۔اس پر اعتراض کرنا اوراسے گندی سوچ پر محمول کرنا وہابیوں کا وطیرہ ہے۔پیچھے گزرا ہے کہ علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی ہے کہ اولیائے کرام روحانی طور پر ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود ہوسکتے ہیں چنانچہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں ''ولا تباعد من الأولياء حيث طويت لهم الأرض وحصل لهم أبدان مكتسبة متعددة، وجدوها في أماكن مختلفة في آن واحد'' یعنی اولیاءاللہ ایک آن میں چند جگہ جمع ہوسکتے ہیں اوران کے بیک وقت چند اجسام ہوسکتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد3، صفحہ1183، دار الفکر، بیروت)

> ﴿ اس طرح کی خرافات نقل کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ان لوگوں نے تو انہیں کتاب وسنت کے مقابلے میں معاذ اللہ دلائل وبراہین کی حیثیت دے رکھی ہے۔اسی طرح کی غلیظ،نجس اور جنسی حکایتوں کا نام انہوں نے دین وشریعت رکھ لیا ہے۔اس سے انکار کو یہ لوگ وہابیت اور کفر وارتداد سے تعبیر کرتے ہیں۔ایک بدقماش انسان جسے یہ لوگ شیخ اور پیر جیسے القاب سے نوازتے ہیں،مرید اور اس کی بیوی کے درمیان سوتا اور وقت مباشرت خاوند اور بیوی کی حرکات وسکنات دیکھ کر محظوظ ہوتا ہے۔یہ فحاشی وعریانی ہے یا دین وشریعت؟ اگر یہی دین وشریعت ہے تو آنکھ نیچی رکھنے اور فواحش سے اجتناب وغیرہ کے احکامات کا کیا معنی ہے؟ اور بریلوی قوم کے یہ بزرگان دین ہی اس قسم کی حرکات کا ارتکاب شروع کردیں تو مریدوں کا کیا عالم ہوگا؟ ﴾

یہ اہل سنت پر بہتان ہے کہ وہ کرامت نہ ماننے پر وہابیوں پر کفر وارتداد کے فتوے لگاتے ہیں،وہابیوں پر فتوے ان کی گستاخیوں پر لگتے ہیں۔یہاں بھی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کو بدقماش کہہ دیا اور ایک واقعہ کو گندے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی ہے۔اس حکایت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ صحبت ہوتے ہوئے دیکھتے تھے، بلکہ آپ اپنے مرید کو امر بالمعروف کررہے ہیں اور حقوق زوجیت کے آداب سکھا رہے ہیں۔روحانی طور پر موجود ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ میاں بیوی کی صحبت کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔جہاں تک مریدوں کے افعال ملاحظہ کرنے کا تعلق ہے تو مستند دلائل سے یہ ثابت ہے کہ شیخ کامل اپنے مرید کے احوال سے باخبر رہتا ہے،لیکن یہ جزمی عقیدہ نہیں۔کشف کی مختلف شخصیات کے لحاظ سے مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

## شیخ کا مریدوں کی نگہبانی کرنا

❁ اور پھر بڑی وضاحت اور ڈھٹائی کے ساتھ حکایت نقل کرنے کے بعد جناب خلیل برکاتی فرماتے ہیں: ''اس سے ثابت ہوا شیخ مرید سے کسی وقت جدا نہیں ہوتا۔ ہر آن ساتھ ہے۔ اس طرح بے شک اولیاء اور فقہاء اپنے پیروکاروں کی شفاعت کرتے ہیں اور وہ ان کی نگہبانی کرتے ہیں۔ جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب اس کا نامہ اعمال کھلتا ہے، جب اس سے حساب لیا جاتا ہے، جب اس کے عمل تلتے ہیں اور جب وہ پل صراط پر چلتا ہے، ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔''12 ❁

یہ نظریہ بھی بزرگان دین سے مروی ہے امام اجل عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں "جمیع الائمۃ المجتہدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائھم فی الدنیا والبرزخ ویوم القیامۃ حتی یجاوز الصراط " ترجمہ: تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ وقیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

(المیزان الکبری، مقدمۃ الکتاب، جلد1، صفحہ9، مصطفی البابی، مصر)

## عبد الوہاب شعرانی اور کنیز والا واقعہ

❁ جناب بریلوی اپنے ملفوظات میں ایک اور حکایت نقل کر کے قبروں پر عرس اور میلوں کے فوائد بتلانا چاہتے ہیں تا کہ بدقماش افراد ان میلوں اور عرسوں میں زیادہ تعداد میں شرکت کر کے مزارات سے فیض حاصل کریں۔ ارشاد کرتے ہیں: ''سیدی عبد الوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رحمہ اللہ کے مزار پر ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی۔ وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے تو صاحب مزار نے ارشاد فرمایا: عبد الوہاب۔ وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کیا: ہاں! شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہئے۔ ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے وہ کنیز تم کو ہبہ کی۔ آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔''13

خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے وہ آپ کی نذر کردی۔ (صاحب مزار) نے ارشاد فرمایا اب دیر کا ہے کی ہے؟ فلاں حجرہ (14) میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔''15 ❁

پہلے تو واقعہ پورا نقل نہیں کیا۔اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ جب حضرت عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کنیز پر پڑی تو فوراً نظر پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا((النظرۃ الاولی لک والثانیۃ علیک))پہلی نظر تیرے لئے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔

اس واقعہ میں کیا غیر شرعی بات ہے وہابی ذرا وہ بھی بتادیں؟ یہاں ایک مرید کو حرام سے بچا کر ایک جائز طریقے سے اس کی حاجت پوری کروائی ہے۔کیا وہابیوں کے نزدیک حجرے میں صحبت کرنا ناجائز ہے؟ کیا حجرے وہابیوں کے نزدیک مسجد ہیں؟ کیا وہابی مسجد کے حجروں میں اپنی ازواج سے صحبت نہیں کرتے؟ یا وہابیوں کو کنیز سے صحبت کرنے پر اعتراض ہے؟ جب کنیز مرید کی ملک کردی گئی تو اس سے صحبت کرنا بالکل جائز ہے۔قرآن پاک میں ہے﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

(سورۃ النساء،سورت4،آیت3)

اگر ایک وہابی کو اپنے استاد کی بیٹی پسند آجائے اور استاد اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردے،تو استاد نے اچھا کام کیا یا بے حیائی کو فروغ دیا؟ البتہ اگر کوئی فقہی اعتبار سے سوال کرے کہ تاجر نے کنیز صاحب مزار کو ہبہ کی تھی،صاحب مزار تو ہبہ پر قبضہ کر نہیں سکتا تھا،پھر مرید کی ملک میں کیسے کنیز آ گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز صاحب مزار کو ہبہ کی جائے وہ درحقیقت مزار کے خادم کو ہبہ ہوتی ہے،جب خادم اس پر قبضہ کرلے تو ہبہ تام ہو جاتا ہے،وہ آگے کسی اور کو دے سکتا ہے۔یہی صورت یہاں تھی کہ خادم نے قبضہ کر کے حضرت عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہبہ کردی تھی۔آج بھی مزارات اولیاء پر جو چادریں ڈالی جاتی ہیں،جو پیسے ڈالے جاتے ہیں یہ خادم مزار کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔اس مسئلہ پر بحوالہ کلام کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''باقی اور چڑھاوے اگر چہ وہ چادریں ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں نہ اس پر ڈالنے کو دیں،بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں،ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی ان کا مالک سمجھا جاتا ہے۔اسی قصد سے لوگ لاتے اور اس کا انتفاع وتصرف دیکھتے،جانتے،روا رکھتے ہیں''والمعروف کالمشروط ''(معروف مشروط کی طرح ہے۔)تو وہ خدمت والا ہی ان کا مالک ہے ترکہ نہیں کہ فرزند کو جائے۔اور اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں،نہ یہ نذور شرعی،بلکہ

عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لے جاتے اسے نذر کہتے ہیں جیسے بادشاہ کی نذریں گزریں۔ بعض متاخرین نے میت کے لیے منت ماننے کو منع کیا ہے، وہ صورت یہاں عام مواقع میں نہیں، اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے، نہ یہ نذر شرعی نذر اور یہاں مباحث نفیسہ ہیں کہ ہم نے تعلیقاتِ ردالمحتار میں ذکر کیں۔ معہذا امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی سیدی اسماعیل بن عبدالغنی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں "ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء اوقدم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكوٰة لفقير وسماها قرضا صحح لانه العبرة بالمعنى لاباللفظ وكذلك الصدقة على الغنى هبة والهبة للفقير صدقة" اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء وصالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفایابی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کر کے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے جیسا کہ فقہا نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو فقیر کو زکوٰۃ دے اور اسے قرض کہے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، اس لیے کہ اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں۔ اسی طرح غنی پر صدقہ ہو تو ہبہ وعطیہ ہے اور فقیر کو ہبہ ہو تو صدقہ ہے۔

نذر اولیاء کا نفیس بیان ہمارے فتاوٰی افریقہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 534، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

موجودہ دور میں داتا دربار اور دیگر کئی درباروں کے چندے محکمہ اوقاف کی ملکیت جاتے ہیں اور ان چندوں سے کئی وہابی مولویوں کو تنخواہ دی جاتی ہے جو اوقاف کے ملازم ہیں۔ وہابی جن بزرگوں کا کھاتے ہیں، انہیں پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔

ظہیر اور مترجم صاحب نے اس جائز صورت کو زنا پر محمول کر دیا اور دیگر وہابیوں نے اس پر خوب طعن وتشنیع کی ہے۔

اب ذرا نذیر حسین دہلوی کے شاگرد غلام رسول وہابی کا انسانوی قصہ ملاحظہ ہو: ''قلعہ میہاں سنگھ کا ایک چوکیدار گلاب نامی موضع مرالیوالہ میں چوکیدار مقرر ہوا اور وہاں کی ایک بیوہ دھوبن پر فریفتہ ہو گیا۔ مرالیوالہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے چوکیدار کو نکال دیا۔ وہ روزانہ مولوی (غلام رسول) صاحب کے پاس جاتا اور کہتا کہ حضرت میں مر چکا ہوں، کوئی تدبیر کریں۔ ایک دن مولوی صاحب نے اپنے خادم بڈھا کشمیری کو کہا کہ اس سے قسم لے لو کہ نکاح کے بغیر اُسے نہیں چھوئے گا، اُس نے قسم اُٹھالی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ عشاء کے بعد اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر مرالیوالہ کی طرف منہ کر کے تین دفعہ کہنا، آجا، آجا، آجا، (یہ وہابیوں کا وظیفہ ہے جو بغیر دلیل کے جائز ٹھہرا) پھر مجھے بتانا۔''

باقی حصہ عبد القادر صاحب کے الفاظ میں سنئے: ''تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آ گئی اور کہنے لگی کہ پرسوں عشاء سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی، تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہو گیا، گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔ تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اُس موذی کو پکڑ لاؤ، وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا گیا اور گلاب کو فوراً پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا جا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا۔ وہ لوٹ کر گھر گیا۔ وہ عورت جیسے آئی تھی، ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔''

(سوانح حیات مولانا غلام رسول، صفحہ 99,100، فضل بکڈپو، گوجرانوالہ)

نبی علیہ السلام کے متعلق تو وہابیوں نے کہا کہ معاذ اللہ انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا، بلکہ اپنی آخرت کے متعلق بھی علم نہیں تھا۔ جب اپنے پیر کی باری آئی تو بے دھڑک اس کے لئے کشف ثابت کر دیا جو کسی اور کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ وہابی مولوی صاحب کو تیسرے دن کشف ہوا کہ بڈھا زنا کر رہا ہے۔ پہلے دو دن کیا اس کا کشف سویا ہوا تھا؟ یا وہابی صاحب بطور کشف یہ سب منظر دیکھ رہے تھے؟ اگر وہابی اس کے دفاع میں یہ کہیں کہ انہوں نے یہ سب مناظر دیکھے نہ تھے فقط برائی سے منع کرتے ہوئے اسے زنا سے روکا تھا تو ہمارا بھی اوپر احمد سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کے متعلق یہی مؤقف ہے کہ انہوں نے فقط اپنے مرید کو بیوی کے حقوق کے متعلق رہنمائی فرمائی تھی۔

## اولیاء کرام کا چھپے حال جان لینا

❁ جناب بریلوی دراصل ان حکایتوں سے ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اولیائے کرام کو غیب کا علم حاصل ہے۔ وہ اپنے مریدوں کے دلوں کی باتوں سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ ان کی خواہشات کی تکمیل پر قدرت و تصرف بھی رکھتے ہیں۔ ❁

اللہ عزوجل کی عطا سے اولیائے کرام کو بطور کشف دل کی چھپی باتوں کا پتہ چل جاتا ہے۔ وہابیوں کے معلم اول اسماعیل دہلوی اولیاء کرام کے کشف پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں "برائے انکشاف حالات سمٰوٰت وملاقات ارواح و ملائکہ وسیر جنت ونار واطلاع برحقائق آن مقام ودریافت امکنہ آنجا وانکشاف امرے از لوح محفوظ ذکر یاحی یاقیوم ست (الی قولہ) و در سیر مختار سمت بالائے عرش نماید یا زیر آں و در مواضع آسمان نماید یا بقاع زمین " ترجمہ: آسمانوں کے حالات پر آگاہی اور فرشتوں اور روحوں کی ملاقات، جنت ودوزخ کی سیر اور ان مقامات

کے حقائق پر اطلاع اور وہاں کے مقامات کی دریافت اور لوح محفوظ کے امور پر آگاہی کے لئے یا حی یا قیوم کا ذکر ہے، (آگے یہاں تک ) اور اس سیر میں وہ مختار ہے کہ عرش سے بالا یا زیر عرش یا آسمانوں میں کسی مقام پر یا زمین کے کسی خطے کو ملاحظہ کرے۔

(صراط مستقیم، فصل دوم، افادہ، صفحہ 113، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

عارف باللہ حضرت سیدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "العارف من جعل اللّٰہ تعالی فی قلبہ لوحاً منقوشاً باسرار الموجودات و بامدادہ بانوار حق الیقین یدرک حقائق تلک السطور علی اختلاف اطوار ھا ویدرک اسرار الافعال فلا تتحرک حرکۃ ظاھرۃً ولا باطنۃ فی الملک والملکوت الا ویکشف اللّٰہ تعالی عن بصیرۃ ایمانہ و عین عیانہ فیشھدھا علماً و کشفاً "ترجمہ: عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے نوروں سے اسے مدد دی کہ وہ ان لکھی ہوئی چیزوں کی حقیقتیں خوب جانتا ہے۔ باآنکہ انکے طور کس قدر مختلف ہیں اور افعال کے راز جانتا ہے۔تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک یا ملکوت میں واقع نہیں ہوتی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معائنہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے اور اپنے علم وکشف سے جانتا ہے۔

(الطبقات الکبری، ترجمہ 274، رسلان الدمشقی، صفحہ 214، دارالفکر، بیروت)

حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "ومامی گوئیم چوں روئے ناخنے ست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست "ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی سطح کی طرح ہے، کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

(نفحات الانس، ترجمہ خواجہ بہاء الحق والدین النقشبندی، صفحہ 387، 388، انتشارات کتاب فروشی)

## بزرگانِ دین کے تبرک سے علم وحکمت ملنا

دعویٰ اور پھر اس کی دلیل پیش کرنا چاہتے ہیں کہ صرف مرشد اور پیر ہی علم غیب نہیں رکھتے بلکہ ان کے مریدوں سے بھی کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ فرماتے ہیں: "حضرت سیدی سید محمد گیسودراز قدس سرہ کہ اکابر علماء اور اجلہ سادات سے تھے۔ جوانی کی عمر تھی۔ سادات کی طرح شانوں تک گیسو رکھتے تھے۔ ایک بار سر راہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی سواری نکلی، انہوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "سید فروترک" سید! اور نیچے بوسہ دو۔ انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا۔ فرمایا "سید فروترک" انہوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا۔ ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا، وہیں الجھا رہا اور رکاب

سم تک بڑھ گیا۔حضرت نے فرمایا''سید فرو ترک''انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے تشریف لے گئے۔لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید نے یہ کیا کیا؟ یہ اعتراض حضرت سید گیسو دراز نے سنا،فرمایا: کہ لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان بوسوں کے عوض میں کیا عطا فرمایا؟ جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا، عالم جبروت روشن ہوا اور جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہوگیا۔''16 ﴿

یہ واقعہ سبع سنابل،سنبلہ دوم،صفحہ 68,69 میں عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔اسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔اس واقعہ میں کیا غیر شرعی بات ہے؟ پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کس بات کا اعتراض ہے؟ کیا یہ واقعہ انہوں نے اپنے پاس سے کہا ہے جو اعتراض کیا جارہا ہے؟ کسی بزرگ کے ہاتھ پاؤں چومنے یا کسی کا تبرک پینے سے علم و کشف مل جانا کوئی ناممکن نہیں۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر دیئے جانے والے غسل کے پانی کی برکت کے متعلق لکھتے ہیں:''مروی ہے کہ غسل کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پلکوں کے نیچے اور ناف کے گوشہ میں پانی جمع ہوگیا تھا،حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی کو اپنی زبان سے چوسا اور اٹھایا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے مجھ میں علم کی کثرت اور حافظہ کی قوت زیادہ ہے۔''

(مدارج النبوۃ(مترجم)، جلد2، صفحہ516 ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ،لاہور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابتدا میں میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وعظ کہنے کا حکم فرمارہے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے منہ میں لعابِ دہن ڈالا۔بس میرے لئے علوم کے خزانے کھل گئے۔''

(اخبار الاخیار ،صفحہ 35 ،ممتاز اکیڈمی، لاہور)

## خارجیوں کے قرآن سے باطل استدل کے متعلق حضرت علی کا فرمان

﴿ اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ﴾ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی خرید لی ہے۔ان کی تجارت نفع مند نہیں یہ راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ﴾

یہ آیت وہابیوں پر منطبق ہوتی ہے کہ انہوں نے تمام صوفیا کو قصے باز کہہ کر دین سے پھرے ہوئے ثابت کر دیا اور خود کو

ہدایت پر سمجھ لیا۔ وہابی تو اہل سنت پر اس طرح کی آیات الزام کے طور پر پیش کرتے ہیں، ہم صریح حدیث وہابیوں کے متعلق پیش کرتے ہیں "عن علی أنه سئل عن هذه الآية ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا﴾ قال لا أظن إلا أن الخوارج منهم" ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا: تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں گمان کرتا ہوں خارجی اس گروہ میں سے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی تفسیر سورۃ الکہف، جلد2، صفحہ567، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

## انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا دیکھنا سننا

﴿ بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ موت کے بعد بھی وہ دنیوی زندگی کی طرح اٹھتے بیٹھتے، سوتے اور جاگتے ہیں۔ اپنے مریدوں کی باتوں کو سنتے اور ان کی طلب کو پورا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ من گھڑت عقیدہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ثابت نہیں ہے۔ ﴾

کیوں ثابت نہیں، بالکل ثابت ہے اور پیچھے حاضر و ناظر کی بحث میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صدقے سے اولیاء کرام لوگوں کے اعمال کو ملاحظہ کرتے ہیں چنانچہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پیش خدمت ہے کہ وہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں "ذکر کن اُو را ودرود بفرست بروے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، وباش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش او در حالتِ حیات و می بینی تو او را متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و امید بداں کہ وے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم می بیند ومی شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم متصف است بصفات اللہ ویکے از صفات الھی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی" ترجمہ: ان کی یاد کرو اور ان پر درود بھیجو، ذکر کے وقت ایسے ہو جاؤ گویا تم ان کی زندگی میں ان کے سامنے حاضر ہو اور ان کو دیکھ رہے ہو، پورے ادب اور تعظیم سے رہو، ہیبت بھی ہو اور امید بھی، اور جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ کیونکہ وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

(مدارج النبوۃ، باب یازدہم، وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است الخ، جلد2، صفحہ261، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ومعنى شهادة الرسول عليهم المطلاعة على

رتبة كل متدين بدينة وحقيقة التى هو عليها من دينه وحجابه الذى هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم واعمالهم وحسناتهم وسياتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق'' ترجمہ: مسلمانوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے یہ معنی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر دین دار کے دین کے مرتبوں پر اور اپنے دین میں سے جس حقیقت پر وہ ہے اس پر اور وہ حجاب جس کے سبب دین کے کمال سے محجوب ہو گیا ہے سب پر مطلع اور خبر دار ہیں۔تو وہ امت کے گناہوں، ان کے ایمان کی حقیقتوں، ان کے اعمال، ان کی نیکیوں، برائیوں اور ان کے اخلاص ونفاق، سب کو نورِ حق کے ذریعہ جانتے پہچانتے ہیں۔

(روح البیان،فی تفسیر،سورۃ البقرۃ،سورت2،آیت 143،جلد1،صفحہ248،دار الفکر،بیروت)

پھر ظہیر صاحب نے اپنے پاس سے اہل سنت کا یہ عقیدہ لکھ دیا کہ اولیائے کرام اپنے قبروں میں جاگتے اور سوتے ہیں دنیا کی طرح زندگی گزارتے ہیں، جبکہ یہ عالم برزخ کے معاملات دنیاوی معاملات کی طرح نہیں ہوتے۔ان کا سننا، دیکھنا اس جیسا نہیں جیسا دنیا میں ہوتا ہے۔شرح الصدور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"ولا يلزم من كونها حياه حقيقة أن تكون الأبدان معها كما كانت فى الدنيا من الإحتياج إلى الطعام والشراب وغير ذلك من صفات الأجسام التى نشاهدها بل يكون لها حكم آخر وأما الإدراكات كالعلم والسماع فلا شك أن ذلك ثابت لهم ولسائر الموتى" ترجمہ:یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی دنیاوی حیات کی طرح بدن کے ساتھ حقیقی حیات ہو جیسے دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ہم دنیا میں جسمانی ضروریات کا مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ ان کے لئے اخروی معاملہ ہے۔باقی یہ ہے کہ ان کے ادراکات جیسے علم اور سماع تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ثابت رہتا ہے جیسا کہ تمام مرنے والوں کے لئے ہوتا ہے۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور،باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارہم ورؤیتہم لہم،صفحہ201،دار المعرفہ،لبنان)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''مرقات میں فرمایا کہ یہاں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی یہ برزخی زندگی آرام سے گزار کہ تجھ تک سوا خدا کی رحمت کے کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچ سکے گی جیسے کہ عروس دلہن کے پاس دولہا کے سوا کوئی نہیں پہنچتا۔یہ نیند غفلت والی مراد نہیں رب فرماتا ہے﴿يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے۔) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے قبر میں جنتی روزی کھاتے ہیں، خوش وخرم رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سوگئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے؟ یہاں کی خبر کیسے رکھتے؟ نیز قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا

کیونکہ سوتوں کو سلام کرنا منع ہے؟ لہٰذا اس حدیث سے وہابی دلیل نہیں پکڑ سکتے۔ یہ حدیث بزرگوں کے عرس کا ماخذ ہے۔ چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحبِ قبر کو عروس کہا ہے لہٰذا اس دن کا نام روزِ عرس ہے، مومن کی شادی کا اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے۔''

(مرأۃ المناجیح، جلد1، صفحہ134، نعیمی کتب خانہ گجرات)

## حضور علیہ السلام کا روضہ مبارک سے دست بوسی کروانا

﴿ البتہ بہت سی حکایات ایسی ہیں جن سے اس عقیدے کے دلائل مہیا ہوجاتے ہیں۔ خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''امام وقطب حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ ہر سال حاجیوں کے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کر بھیجتے۔ خود جب حاضر ہوئے روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ میں جب دور تھا تو اپنی روح بھیج دیتا تھا کہ میری طرف سے زمین کو بوسہ دے تو وہ میری نائب تھی۔ اب باری میرے بدن کی ہے کہ جسم خود حاضر ہے۔ دست مبارک عطا ہو کہ میرے لب اس سے بہرہ پائیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک روضہ شریف میں سے ظاہر ہوا اور امام رفاعی نے اس پر بوسہ دیا۔''18 ﴾

یہ واقعہ بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ڈال دیا گیا جبکہ آپ نے یہ واقعہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الحاوی للفتاوی، تنویر الحوالک فی امکان رؤیۃ النبی والملک، جلد2، صفحہ 261، دارالکتب العلمیہ، بیروت سے نقل کیا ہے۔ اب وہابی امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا کہیں گے جن کے حوالے اپنی کتابوں میں دیتے ہیں؟

## صاحبِ مزار کو مزار پر آنے والوں کا علم ہونا

﴿ یہ تو تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا عقیدہ۔ اب یہی عقیدہ ان کا اپنے بزرگان دین کے متعلق ملاحظہ فرمائیں: ''امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ ہر سال حضرت سید احمد بدوی کبیر رضی اللہ عنہ کے عرس پر حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ انہیں تاخیر ہوگئی تو مجاوروں نے کہا کہ تم کہاں تھے؟ حضرت بار بار مزار مبارک سے پردہ اٹھا کر فرماتے رہے ہیں: عبدالوہاب آیا؟ عبدالوہاب آیا؟(19)(جب مجاوروں نے یہ ماجرا سنایا) تو عبدالوہاب شعرانی کہنے لگے: کیا حضور کو مرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے؟ مجاوروں نے کہا: اطلاع کیسی؟ حضور تو فرماتے ہیں کہ کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اس کی حفاظت کرتا ہوں۔''20 ﴾

یہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا مستند واقعہ ہے جسے بغیر دلیل شرعی ظہیر صاحب اپنے عقل سے جھٹلا رہے ہیں۔ وجہ

یہی ہے کہ وہابیوں کے نزدیک نبی ہو یا ولی دنیا سے پردہ کرنے کے بعد وہ معاذ اللہ مٹی کا ڈھیر ہے، اسے کوئی شعور نہیں ہوتا جبکہ عقائد کے باب میں اس مسئلہ پر کثیر دلائل دیئے جا چکے ہیں کہ اہل قبور کو شعور ہوتا ہے، جس کا جتنا مقام ومرتبہ ہوگا، اس کا شعور اتنا بلند ہوگا۔ مدخل میں ہے "کفی فی هذا بیانا قوله علیه الصلوة والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتهی ونور اللہ لایحجبه شیء، هذا فی حق الاحیاء من المومنین، فکیف من کان منهم فی الدار الآخرة " ترجمہ: اس امر کے ثبوت میں (کہ اہل قبور کو احوال احیاء پر علم وشعور ہے) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو ان کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

(المدخل، فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ، جلد1، صفحہ259، دار التراث، بیروت)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں "درمیان قبور سائر مؤمنین وارواح ایشان نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائرین رامی شناسند و رد سلام برایشان می کنند بدلیل استحباب زیارت درجمیع اوقات'' ترجمہ: تمام مؤمنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

(جذب القلوب، باب چہارم دہم، صفحہ206، منشی نولکشور، لکھنؤ)

## شہدا کا بھائی کی شادی میں شریک ہونا

ﷺ اس پر مستزاد کہ دو بھائی اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے۔ ان کا ایک تیسرا بھائی بھی تھا جو زندہ تھا۔ جب اس کی شادی کا دن تھا تو دونوں بھائی بھی شادی میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ وہ بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ تم تو مر چکے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری شادی میں شریک ہونے کے لیے بھیجا ہے چنانچہ ان دونوں (فوت شدہ) بھائیوں نے اپنے تیسرے بھائی کا نکاح پڑھا اور واپس اپنے مقامات پر چلے گئے۔ 21

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نیک لوگ مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں اور دنیا سے ان کا تعلق ختم نہیں ہوتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ﷺ

یہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ واقعہ ہے جو انہوں نے اپنی کتاب شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی الخ، صفحہ 212، دارالمعرفۃ، لبنان میں روایت کیا ہے۔ اب اس کا مذاق اڑانا اور اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا گویا اتنے بڑے محدث کو جھٹلانا ہے جن کے وہابی قصیدے پڑھتے ہیں۔

**اولیاء اللہ کی کرامات**

﴿ اور دلیل ملاحظہ ہو: ''ابوسعید فراز قدس سرہ راوی ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مرا پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا ''یا ابا سعید اما علمت ان الاحیاء احیاء وان ماتوا وانما ینقلبون من دار الی دار'' یعنی اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے (مرنے کے بعد بھی) زندہ ہوتے ہیں اگر چہ بظاہر مر جاتے ہیں۔ وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف لوٹتے ہیں۔''22

مزید سنئے: ''سیدی ابوعلی قدس اللہ سرہ راوی ہیں: میں نے ایک فقیر (یعنی صوفی) کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا، ان کا سر خاک پر رکھ دیا۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا: اے ابوعلی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے؟ میں نے عرض کی: اے میرے سردار! کیا موت کے بعد بھی تم زندہ ہو؟'' کہا ''بلی انا حیّ و کلّ محبّ الله حیّ لا نصرنك بجاهي غدًا'' میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔ بیشک وہ عزت جو مجھے روز قیامت ملے گی، اس سے میں تیری مدد کروں گا۔''23

ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے (ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ مردے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں) پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے، اس کے کفن میں اچھے کفن کا کپڑا رکھ دینا۔ صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔ تیسرے روز خبر ملی، اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا: یہ میری ماں کو پہنچا دینا! رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: خدا تمہیں جزائے خیر دے، تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔24 ﴾

یہ تمام واقعات پیچھے عقائد کے باب میں ذکر ہو چکے ہیں کہ ان کو شرح الصدور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور رسالہ قشیریہ میں امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے درج فرمایا ہے۔ مترجم صاحب نے جو بریکٹ میں اہل سنت کے عقیدے پر

اعتراض کیا ہے کہ ان کے نزدیک مردے باہم ملاقات کرتے ہیں،تو ان کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔مردوں کا باہم ملنا،باتیں کرنا صحابہ کرام وتابعین سے ثابت ہے چنانچہ ابن ابی الدنیا وبیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی وعبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے،ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا؟ کہا کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟ کہا"نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنة وھی تذھب حیث شاءت"ہاں مسلمان کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انھیں اختیار رہتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

(شعب الایمان،باب التوکل والتسلیم،جلد2،صفحہ121،دارالکتب العلمیہ بیروت)

سنن ابن ماجہ کی روایت ہے"محمد بن المنکدر، قال دخلت علی جابر بن عبد اللہ وھو یموت، فقلت اقرأ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام" ترجمہ:حضرت محمد ابن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گیا جب کہ وہ وفات پارہے تھے،میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا سلام کہنا۔

(سنن ابن ماجہ،کتاب الجنائز،باب ما جاء فیما یقال عند المریض إذا حضر،جلد1،صفحہ466،دار إحیاء الکتب العربیۃ،الحلبی)

﴿ مزید:"جون پور کی ایک نیک لڑکی فوت ہوگئی۔اسے جون پور میں ہی دفن کردیا گیا۔اس طرح جون پور ہی کا ایک گناہ گار شخص مدینہ منورہ میں دفن کردیا گیا۔پھر کوئی صاحب حج کو گئے تو دیکھا کہ مدینہ منورہ میں گناہ گار آدمی کی قبر میں تو لڑکی ہے اور اس لڑکی کی قبر میں وہ گناہ گار ہے۔یعنی مرنے کے بعد وہ ایک دوسرے کی قبر میں منتقل ہوگئے۔"25 ﴾

یہ بات کوئی ناممکن نہیں اور نہ قرآن وسنت کے خلاف ہے کہ کسی عاشق رسول شخص کو مدینہ میں منتقل کردیا جائے اور گستاخ کو مدینہ سے نکال کر کہیں اور منتقل کردیا جائے۔اس طرح کی بعض واقعات کتب میں موجود ہیں۔

## مُردوں کو زندہ کرنا

﴿ بریلوی مکتب فکر کے پیروکاروں کا عقیدہ ہے کہ اولیاء نہ صرف مرنے کے بعد خود زندہ رہتے ہیں بلکہ وہ دوسرے مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں.....26 ﴾

یہ مترجم صاحب کی تحریف ہے اصل عبارت یوں تھی"اما قدرتھم علی احیاء الموتی" اولیاء کرام کو مردے زندہ کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔عبارت یہ نہیں کہ مردے آگے دوسرے مردوں کو زندہ کرسکتے ہیں۔جہاں تک اولیاء کرام کی طاقت

کا تعلق ہے تو اللہ عزوجل کی عطا سے بعض اولیاء کرام سے مردے زندہ کرنا ثابت ہے۔قرآن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو صراحت سے ثابت ہے۔الخصائص الکبریٰ ودیگر کتب میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کو اللہ عزوجل کے حکم سے زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق روایت کرتے ہیں "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت حج بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فمر بي على عقبة الحجون وهو باك حزين مغتم ثم ذهب وعاد وهو فرح متبسم فسألته فقال ذهبت الى قبر امى فسألت الله ان يحييها فامنت بي وردها الله" ترجمہ:حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے ہمراہ حج کیا، جب عقبہ حجون پر پہنچے تو رو رہے تھے اور غمگین تھے، پھر آپ کہیں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو مسرور تھے اور تبسم فرما رہے تھے۔فرماتی ہیں میں نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا، میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان زندہ کردے اس نے میرا یہ سوال قبول فرمایا وہ ایمان لائیں اور پھر اللہ عزوجل نے انہیں واپس لوٹا دیا۔

(الخصائص الکبریٰ بحوالہ الخطیب باب ما وقع فی حجة الوداع الخ،جلد2،صفحہ66 دار الکتب العلمیہ،بیروت)

امام جلیل عبد اللہ بن سعد یافعی قدس سرہ الشریف مرأۃ الجنان میں حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرماتے ہیں:''ایک بی بی اپنا بیٹا خدمت اقدس سرکار غوثیت میں چھوڑ گئیں کہ اس کا دل حضور سے گرویدہ ہے میں اللہ کے لئے اور حضور کیلئے اس پر اپنے حقوق سے درگزری۔حضور نے اسے قبول فرما کر مجاہدے پر لگا دیا۔ایک روز اس کی ماں آئی، دیکھا لڑکا بھوک اور شب بیداری سے بہت زار نزار زرد رنگ ہوگیا ہے اور اسے جَو کی روٹی کھاتے دیکھا۔جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں دیکھا حضور کے سامنے ایک برتن میں مرغی کی ہڈیاں رکھی ہیں جسے حضور نے تناول فرمایا ہے۔عرض کی اے میرے مولی! حضور تو مرغ کھائیں اور میرا بچہ جَو کی روٹی۔یہ سن کر حضور پرنور نے اپنا دست اقدس ان ہڈیوں پر رکھا اور فرمایا "قومی باذن الله تعالى الذى يحيى العظام'' ترجمہ:جی اٹھ اللہ کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جلائے گا۔یہ فرمانا تھا کہ مرغی فوراً زندہ صحیح سالم کھڑی ہوکر آواز کرنے لگی۔حضور اقدس نے فرمایا: جب تیرا بیٹا ایسا ہوجائے وہ جو چاہے کھائے۔

(مرأۃ الجنان، سنة احدى وستين وخمس مائة ذكر نسبه ومولده الخ،جلد3،صفحہ268، دار الکتب العلمیہ،بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''ہمارے مرشد مخدوم شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ میں جس بیمار پر ہاتھ پھیر دوں خدا اس کو شفا اور تندرستی عطا فرما دیتا ہے اور یہ اثر

صرف اس وجہ سے ہے کہ مجھے قادر سے (نام کی) نسبت ہے کیونکہ آپ کے زمانے کے اکثر لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ شیخ عبد القادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتے ہیں اور مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں۔''

(احکام الاحیاء، صفحہ 502، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ ہر ولی مردہ زندہ کرسکتا ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی عطا ہے جسے چاہے عطا فرمادے۔

## حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت

﴿ دلیل ملاحظہ ہو: ''حضور پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ میں ایک مرتبہ تیز ہوا چل رہی تھی۔ اسی وقت ایک چیل اوپر سے چلاتی ہوئی گزری، جس سے اہل مجلس کی نگاہیں منتشر ہوئیں۔ آپ نے نظر مبارک اٹھا کر دیکھا، فوراً وہ چیل مرگئی۔ سر علیحدہ اور دھڑ علیحدہ۔ بعد ختم وعظ حضور تشریف لے چلے۔ وہ چیل بدستور مری پڑی تھی۔ آپ نے ایک ہاتھ میں سر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ میں جسم اور دونوں کو بسم اللہ کہہ کر ملا دیا۔ فوراً اڑتی ہوئی چلی گئی۔ 27'' ﴾

یہ واقعہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر لکھی گئی مستند ترین کتاب "بهجة الاسرار "فصول من کلامہ مرصعا بشئ من عجائب احوالہ مختصراً، صفحہ 65 مصطفیٰ البابی، مصر میں ہے۔

## اولیاء کے افعال اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتے

﴿ بریلوی حضرات کی بعض حکایات میں بڑے دلچسپ لطیفے ہوتے ہیں۔ ایسی ہی ایک حکایت آپ بھی ملاحظہ فرمائیں: ''دو صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ ایک صاحب دریا کے اس کنارے اور دوسرے اس پار رہتے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب نے اپنے ہاں کھیر پکائی اور خادم سے کہا: اسے میرے دوست تک پہنچادے۔ خادم نے کہا: حضور راستے میں دریا پڑتا ہے۔ کیوں کر پار اتروں گا؟ کشتی وغیرہ کا تو سامان نہیں۔ فرمایا: دریا کے کنارے جا اور کہہ میں اس کے پاس سے آیا ہوں جو آج تک اپنی عورت کے پاس نہیں گیا۔ خادم حیران تھا کہ یہ کیا معمہ ہے؟ اس واسطے کہ حضرت صاحب اولاد تھے۔ بہر حال تعمیل حکم ضروری تھی، دریا پر گیا اور وہ پیغام جو ارشاد فرمایا تھا کہا۔ دریا نے فوراً راستہ دے دیا۔ اس نے پار پہنچ کر اس بزرگ کی خدمت میں کھیر پیش کی۔ انہوں نے نوش جان فرمائی اور فرمایا: ہمارا سلام اپنے آقا سے کہہ دینا۔ خادم نے عرض کی سلام تو جبھی کہوں گا جب دریا سے پار جاؤں گا۔ فرمایا: دریا پر جا کر کہئے میں اس کے پاس سے آیا ہوں جس نے تیس برس

سے آج تک کچھ نہیں کھایا۔خادم بڑا حیران ہوا کہ ابھی تو انہوں نے میرے سامنے کھیر کھائی ہے، مگر بلحاظ ادب خاموش رہا۔دریا پر آ کر جیسا فرمایا تھا کہہ دیا۔دریا نے پھر راستہ دے دیا۔''28

آخری لائن نہیں لکھی جس میں سارے مضمون کا نچوڑ تھا وہ لائن یہ ہے کہ جب اپنے آقا کی خدمت میں پہنچا تو اس سے نہ رہا گیا اور عرض کی: حضور یہ کیا معاملہ تھا؟ فرمایا: ''ہمارا کوئی فعل اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتا۔''اس سے واقعہ واضح ہو گیا کہ دونوں بزرگوں کے افعال رب تعالیٰ کی رضا کے لئے شرع کے مطابق تھے۔اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو اپنا فعل فرمایا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لیے کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے، بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔

(سورۃ الانعام،سورۃ الانفال،آیت 17)

## پیر کے ہوتے ہوئے کسی اور کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا

اولیائے کرام کی قدرت پر ایک اور دلیل: ''حضرت یحییٰ منیری کے ایک مرید ڈوب رہے تھے۔حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا: اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکالوں۔اس مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں، اب دوسرے کو نہ دوں گا۔حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔''29

اس میں کیا شرعی قباحت ہے۔یہاں ایک مرید اپنے پیر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے جو راہ سلوک میں ایک پسندیدہ عمل ہے۔سبع سنابل میں ہے: ''حضرت مخدوم شیخ مینا قدس اللہ روحہ نے فرمایا کہ اگر کوئی مرید اپنے پیر کی زندگی میں کسی اور کی پیروی اور تلقین کی جانب توجہ کرتا ہے تو وہ کہیں سے کوئی حصہ نہیں پاتا اور پیر کے ہوتے ہوئے کسی اور شخص سے محبت کی کلاہ لینا اور خلافت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔''

(سبع سنابل، صفحہ 189، فرید بک سٹال، لاہور)

## جانوروں کا اولیاء کرام کا ادب کرنا

ایک اور دلچسپ حکایت سنئے: ''حضرت بشر حافی قدس اللہ سرہ پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے تھے۔جب تک

وہ زندہ رہے، تمام جانوروں نے ان کے راستے میں لید گوبر پیشاب کرنا چھوڑ دیا کہ بشر حافی کے پاؤں خراب نہ ہوں۔ ایک دن کسی نے بازار میں لید پڑی دیکھی، کہا''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پوچھا گیا کیا حافی نے انتقال کیا؟ تحقیق کے بعد یہ امر نکلا۔''30

ایسے کئی واقعات ہیں کہ جانور اللہ عزوجل کے پیاروں کا ادب کیا کرتے تھے جیسے اوپر حضرت مسلم مغربی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کشف المحجوب کے حوالہ سے گزرا ہے۔ ایسے کئی واقعات ہیں کہ جانور اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندوں کا ادب کرتے تھے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں"باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ ان من خصائصہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ الزباب ، وذکرہ ابن سبع فی الخصائص بلفظ انہ لم یقع علی ثیابہ ذباب قط و زاد ان من خصائصہ ان القمل لم تکن تؤذیہ" ترجمہ: قاضی عیاض نے شفاء میں اور عراقی نے اپنی مولد میں ذکر کیا کہ حضور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی۔ ابن سبع میں ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر کبھی نہ بیٹھی۔ اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں۔

(الخصائص الکبریٰ، باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ، جلد1، صفحہ117، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

## اولیاء کرام کے صدقے سے قبر کا عذاب دور ہونا

اولیاء کرام چاہیں تو اہل قبور پر سے عذاب بھی اٹھا سکتے ہیں۔ دلیل ملاحظہ ہو:''ایک بار حضرت سیدی اسماعیل حضرمی ایک قبرستان میں سے گزرے۔ امام محب الدین طبری بھی ساتھ تھے۔ حضرت سیدی اسماعیل نے ان سے فرمایا''اتؤمن بکلام الموتیٰ؟'' کیا آپ اس پر ایمان لاتے ہیں کہ مُردے زندوں سے کلام کرتے ہیں؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے''انا من حشوب الحنۃ'' میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں۔ آگے چلے، چالیس قبریں تھیں۔ آپ بہت دیر تک روتے رہے، یہاں تک کہ دھوپ چڑھ گئی۔ اس کے بعد آپ ہنسے اور فرمایا: تو بھی انہیں میں ہے۔ لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی تو عرض کی حضرت! یہ کیا راز ہے؟ ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا؟ فرمایا: ان قبور پر عذاب ہو رہا تھا، جسے دیکھ کر میں روتا رہا اور میں نے شفاعت کی۔ مولا تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی اور ان سے عذاب اٹھا لیا۔ ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا۔ اس میں سے آواز آئی''یا سیدی انا منھم انا فلانۃ المغنیۃ'' اے میرے آقا! میں بھی تو انہیں میں ہوں میں فلاں گانا گانے والی ڈومنی ہوں۔ مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آ گئی میں نے کہا''انت منھم'' تو بھی انہی میں سے ہے۔ اس پر

سے بھی عذاب اٹھالیا گیا۔''31 ﴾

یہ واقعہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور، باب فی زیارۃ القبور الخ، صفحہ 205، دار المعرفۃ، لبنان، سے نقل کیا ہے۔ ظہیر صاحب نے اس پر اعتراض تو کرلیا ہے لیکن اس کی نفی پر کوئی دلیل نہیں دی۔

## ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھنے پر میت سے عذاب دور ہونا

﴿ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے دفعتاً رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لیے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر کے پاس کلمہ طیبہ ستر ہزار پڑھا ہوا محفوظ تھا۔ آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کردیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا۔ آپ نے ہنسنے کا سبب دریافت فرمایا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور! میں نے ابھی دیکھا، میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لیے جاتے ہیں۔''32 ﴾

یہ واقعہ کثیر محدثین رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو اپنی کتاب مرقات شرح مشکوۃ، باب ما علی الماموم من المتابعۃ، الفصل الثانی، جلد 3، صفحہ 98، مطبوعہ امدادیہ، ملتان میں روایت کرتے ہیں۔ اسی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے علمائے اسلاف اپنے مرحومین کے لئے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنے کا کہتے تھے۔ مکتوبات مجدد الف ثانی میں ہے ''بیاران و دوستان فرمایند کہ هفتاد هفتاد هزار بار کلمه طیبه لااله الاالله بروحانیت مرحومی خواجه محمد صادق وبرحانیت مرحومه همشیره اوام کلثوم نحوانند وثواب هفتا دهزار بار رابروحانیت یکے بخشمند وهفتاد هزار دیگر رابروحانیت دیگرے ازدوستان دعا وفاتحه مسئول است'' ترجمہ: دوست واحباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روح طیبہ کے واسطے اور ان کی مرحومہ ہمشیرہ اُم کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے کی رُوح کو ایصال ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا و فاتحہ کا سوال ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب بمولانا برکی الخ، جلد2، صفحہ39، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

## وہابیوں کی الزام تراشیاں

یہ ہیں بریلوی حضرات کے وہ قطعی دلائل جن کا انکار کفر وارتداد کے مترادف ہے۔ جو ان کا منکر ہوگا اس پر وہابی کافر کا فتویٰ لگادیا جائے گا۔

کرامات اولیاء کا منکر وہابی ہی ہیں، البتہ ہرگز اس طرح کے کسی واقعہ کے منکر کو کسی سنی عالم نے کافر ومرتد نہیں کہا۔ یہ ظہیر صاحب کا اہل سنت بریلوی مسلک پر بہتان ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ بریلوی حضرات ان حکایات واساطیر کے ذریعے نہ صرف یہ کہ لوگوں کو خود ساختہ بزرگان دین کا غلام بنانا چاہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے مخلوق کو دور کرنے کے لیے یہ تاثر بھی دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اختیارات وتصرفات ان اولیاء کی طرف منتقل ہوچکے ہیں۔ اب فریادرسی وحاجت روائی صرف اولیاء سے ہی کی جائے گی۔ رب کائنات سے مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو کچھ لینا ہے وہ بزرگوں سے لیا جائے، جو مانگنا ہو وہ ان سے مانگا جائے۔ یہی مدد فرمانے والے اور فریادرسی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اختیارات انہیں تفویض کر کے خود معاذ اللہ، اللہ معطل ہوچکا ہے۔ اس تک کسی کی رسائی بھی ممکن نہیں اور اس سے مانگنے کی کسی کو ضرورت بھی نہیں۔

ایسا کہنا صریح کفر ہے اور یہ وہابیوں کا اہل سنت پر بہتانِ عظیم ہے، وہابیوں کو چیلنج ہے کہ کوئی کسی سنی عالم کی کتاب سے یہ دکھادے کہ انہوں نے ایسی کفریہ بات لکھی ہو۔ شرم نہیں آتی وہابیوں کو ایسے بہتان باندھتے ہوئے۔ ہم نے ہزار مرتبہ کہا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے اولیاء کرام مدد فرماتے ہیں، لیکن وہابی پتہ نہیں کیا دماغ رکھتے ہیں کہ انہیں سمجھ نہیں آتی، اپنے پاس سے باتیں بنا کر اہل سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

## مرید کو یا جنید یا جنید پڑھنے کا کہنا

جناب بریلوی رقمطراز ہیں: ''ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمہ اللہ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد میں ایک شخص آیا، اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا، عرض کی: میں کس طرح آؤں؟ فرمایا: یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا پہنچا، شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں؟

اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا: حضرت میں چلا۔ فرمایا: وہی کہہ یا جنید یا جنید۔ جب کہا

دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت! یہ کیا بات تھی، آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطے کھاؤں؟ فرمایا ارے نادان! ابھی تو جنید تک نہیں پہنچا، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے؟'' 34

یعنی عام انسانوں کو چاہیے کہ وہ صرف اپنے بزرگوں اور پیروں کو ہی پکاریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تک ان کی رسائی ممکن نہیں ــــــــــ جب کہ رب کریم کا ارشاد ہے ﴿وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ جب (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو فرما دیجئے میں ان کے قریب ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارے میں اس کی پکار سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ ﴾

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خود ساختہ نہیں بلکہ حضرت عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الحدیقۃ الندیۃ مع کشف النور عن اصحاب القبور، جلد 2، صفحہ 20 سے نقل کیا گیا ہے۔ پھر ہرگز اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ رب تعالیٰ سے مدد نہ مانگی جائے۔ بلکہ یہاں اپنے مرید کو ایک وظیفہ دیا گیا ہے۔ صدیوں سے رائج ہے کہ صوفیاء کرام اپنے مریدوں کو ان کی اہلیت کے مطابق وظیفہ پڑھنے کو دیتے ہیں اور دیگر وظائف کی اجازت نہیں دیتے، حالانکہ ان دیگر وظائف میں بھی ذکر باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ اگر کوئی بغیر اجازت وظیفہ پڑھے تو اسے بعض اوقات فائدے کی جگہ الٹا نقصان ہوتا ہے۔ اپنے اس مؤقف پر صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے "عن أنس أنه دخل على الحجاج ابن یوسف فعرض علیه أربعمائة فرس مائة جذع ومائة ثنی ومائة رباع ومائة قارح ثم قال :یا أنس هل رأیت عند صاحبك مثل هذا ؟ یعنی النبی صلى الله علیه و سلم فقال أنس : قد والله رأیت عنده خیرا من هذا سمعت رسول الله صلى الله علیه و سلم یقول الخیل ثلاثة رجل ارتبط فرسا فی سبیل الله فروثها وبولها ولحمها ودمها فی میزان صاحبها یوم القیامة ورجل ارتبط فرسا یرید بطنها ورجل ارتبط فرسا ریاء وسمعة فهو فی النار وهی خیلك یا حجاج فغضب الحجاج وقال أما والله لولا خدمتك رسول الله صلى الله علیه و سلم وكتاب أمیر المؤمنین إلى فیك لفعلت بك وفعلت قال كلا لقد احترزت منك بكلمات لا أخاف من سلطان سطوته ولا من شیطان عتوه فسری عن الحجاج فقال علمناهن یا أبا حمزة فقال :لا والله إنی لا

أراك لهن أهلا فلما كان مرضه الذي مات فيه دخل عليه أبان فقال يا أبا حمزة أريد أن أسألك قال :قل ما تشاء قال :الكلمات التي طلبهن منك الحجاج ؟ فقال :إي والله إني أراك لهن أهلا خدمت رسول الله صلى الله عليه و سلم عشر سنين ففارقني وهو عني راض وأنت خدمتني عشر سنين و أنا أفارقك وأنا عنك راض إذا أصبحت وإذا أمسيت فقل" ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حجاج بن یوسف آیا اور آپ کو چار سو گھوڑے دیئے۔ان میں سو گھوڑے چھ سال کے دیئے،سو گھوڑے دو سال کے دیئے،سو گھوڑے چار سال کے دیئے اور سو گھوڑے پانچ سال کے دیئے۔پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دیکھا؟حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس سے بہتر دیکھا تھا۔میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ گھوڑے تین قسم کے ہیں: ایک گھوڑا وہ ہے جسے مجاہد اللہ عزوجل کی راہ میں لڑنے کے لئے رکھتا ہے،اس گھوڑے کا پیشاب،اس کی لید،اس کا خون اور گوشت قیامت والے دن مجاہد کے نامہ اعمال میں تلے گا۔ایک گھوڑا جسے بندہ بچے پیدا کروانے کے لئے رکھتا ہے۔ایک گھوڑا وہ ہے جسے ریاکاری کے لئے رکھا جائے ،وہ جہنم میں ہے جیسا کہ تیرے جانوروں کا حال ہے۔حجاج اس پر غصے میں آیا اور کہا خدا کی قسم اگر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت نہ کی ہوتی اور امیر المؤمنین کا خط آپ کے نام نہ ہوتا تو میں آپ سے بُرا سلوک کرتا۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہرگز تو میرا کچھ نہیں کرسکتا تھا کہ میں نے ایسا وظیفہ پڑھ لیا ہے جس سے بادشاہ کا رعب اور شیطان کی سرکشی اثر انداز نہیں ہوتی۔تو حجاج سے میرا خوف دور ہوگیا۔حجاج نے کہا کہ اے ابوحمزہ(حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت) مجھے وہ وظیفہ بتادے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں تو اس کا اہل نہیں۔جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کا وصال ہوا،تو آپ کے پاس حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابوحمزہ! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اس وظیفے کا سوال کرتا ہو جسے حجاج بن یوسف نے طلب کیا تھا؟حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ تو اس کا اہل ہے۔میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال غلامی کی ہے،وہ مجھ سے اس حال میں جدا ہوئے کہ مجھ سے راضی تھے اور تم نے میری دس سال خدمت کی ہے اور میں تجھ سے راضی ہوں۔جب تو صبح کرے اور جب رات کرے تو یوں کہہ:"بسم الله والحمد لله محمد رسول الله لا قوة إلا بالله بسم الله على ديني ونفسي بسم الله على أهلي ومالي بسم الله

علی کل شیء أعطانیه ربی بسم الله خیر الأسماء بسم الله رب الأرض والسماء بسم الله الذی لا یضر مع اسمه داء بسم الله افتتحت وعلی الله توکلت لا قوة إلا بالله لا قوة إلا بالله لا قوة إلا بالله والله أکبر الله أکبر الله أکبر لا إله إلا الله الحلیم الکریم لا إله إلا الله العلی العظیم تبارك الله رب السموات السبع ورب العرش العظیم ورب الأرضین وما بینهما والحمد لله رب العالمین عز جارك وجل ثناؤك ولا إله غیرك اجعلنی فی جوارك من شر کل ذی شر ومن شر الشیطان الرجیم إن ولیی الله الذی نزل الکتاب وهو یتولی الصالحین فإن تولوا فقل حسبی الله لا إله إلا هو علیه توکلت وهو رب العرش العظیم''

(کنز العمال، کتاب التفسیر، أدعیة الحرز، جلد2، صفحہ 771، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اب کیا وہابی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی اعتراض کریں گے کہ انہوں نے ذکر باری تعالیٰ پڑھنے کی حجاج بن یوسف کو اجازت نہ دی؟ پھر اگر کوئی وہابی یہ اعتراض کرے کہ وظیفہ تو صرف رب تعالیٰ کے نام کا ہوتا ہے یا جنید تو وظیفہ ہی نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی اللہ کے نام کو بھی بطور وظیفہ پڑھنا ثابت ہے چنانچہ کشفِ ارواح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''اخبار الاخیار'' میں ذکر مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراہیم عطاء اللہ الانصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں "ذکرِ کشفِ ارواح یا محمد یا احمد در دو طریق ست ،یك طریق آنست یا احمد را در راستا بگوید و یا محمد را درچپا بگوید و در دل ضرب کند یا رسول اللّٰہ طریق دوم آنست که یا احمد را در راستا گوید وچپا یا محمد و در دل و هم کند یا مصطفیٰ دیگر ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمه شش طرفی ذکر کند کشف جمیع ارواح شود دیگر اسمائے ملائکه مقرب همیں تاثیر دارند یا جبریل، یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل چهار ضربی ، دیگر ذکر اسم شیخ یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ هزار بار بگوید که حرفِ نداء را از دل بکشد طرف راستا برد و لفظ شیخ را در دل ضرب کند" ترجمہ: کشف ارواح کے ذکر یا احمد و یا محمد میں دو طریقے ہیں: پہلا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل پر یا رسول اللہ کی ضرب لگائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل میں یا مصطفیٰ کا خیال جمائے۔ اس کے علاوہ دیگر اذکار یا محمد، یا احمد، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ کا چھ طرفی ذکر کرنے سے تمام ارواح کا کشف حاصل ہو جاتا ہے۔ مقرب فرشتوں کے ناموں کا ذکر بھی تاثیر رکھتا ہے، یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل کا

چار ضربی ذکر کرے، نیز اسم شیخ کا ذکر کرتے ہوئے یا شیخ یا شیخ ہزار بار اس طرح کرے کہ حرفِ ندا کو دل سے کھینچتے ہوئے دائیں طرف لے جائے اور لفظِ شیخ سے دل پر ضرب لگائے۔

(اخبار الاخبار، ترجمہ شیخ بہاؤ الدین ابراہیم عطاء اللہ انصاری، صفحہ199، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

مر گئی وہابیت! شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف وظیفہ بتایا بلکہ یا رسول اللہ، یا علی کہنا بھی جائز ثابت کر دیا جو وہابیوں کے نزدیک شرک ہے۔ پھر مزید وہابیت کو قتل کرنے والی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو حضرت أحمد بن محمد الدینوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 364ھ) نے "عمل الیوم واللیلۃ سلوك النبي مع ربه عز وجل ومعاشرته مع العباد" میں نقل کی، حضرت أبو بکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 327ھ) نے ''ہواتف الجنان'' میں نقل کی، حضرت شمس الدین محمد بن عمر بن أحمد السفیری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 956ھ) نے ''المجالس الوعظیۃ فی شرح أحادیث خیر البریۃ صلی اللہ علیہ وسلم من صحیح الإمام البخاری'' میں نقل کی، حضرت شمس الدین أبو العون محمد السفارینی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1188ھ) نے ''غذاء الألباب فی شرح منظومۃ الآداب'' میں نقل کی، حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 774ھ) نے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں نقل کی، حضرت محمد بن موسی الدمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 808ھ) نے ''حیاۃ الحیوان الکبری'' میں نقل کی، حضرت شہاب الدین محمد بن أحمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 852ھ) نے ''المستطرف فی کل فن مستطرف'' میں نقل کی، وہ روایت یہ ہے "عن عکرمة عن ابن عباس عن علی قال إذا کنت بواد تخاف السبع فقل **أعوذ بدانیال** والجب، من شر الأسد" ترجمہ: حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تو کسی ایسی وادی میں ہو جہاں تمہیں درندوں کا خوف ہو تو یہ کہو' پناہ مانگتا ہوں میں حضرت دانیال کی اور کنویں کی شیر کے شر سے''۔

(البدایہ والنہایہ، کتاب سبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب فی ہواتف الجان، جلد2، صفحہ344، دار الفکر، بیروت)

اب وہابی اس حدیث پاک کے متعلق کیا کہیں گے جس میں حضرت دانیال سے پناہ مانگنے کا کہا گیا ہے؟ کیا رب تعالیٰ مدد کرنے والا نہیں تھا جو اس دعا کو پڑھنے کا کہا گیا؟ یقیناً رب تعالیٰ ہی حقیقی پناہ دینے والا ہے اور اس نے اپنے پیاروں کو یہ تصرفات عطا فرمائے ہیں جو تصرفات وہابیوں کو شرک لگتے ہیں۔ پھر وہابیوں کی اس روایت کے متعلق بھی ستم ظریفی دیکھیں کہ بعض مطبوعات میں لفظ دانیال کے اوپر رب لکھا دیا تا کہ یہ معنی بن جائیں کہ پناہ مانگتا ہوں دانیال کے رب کی۔

## اولیاء کرام کی نظرِ کرم سے مراتب ملنا

﴿ بریلوی حضرات حکایات سے جو کچھ ثابت کرنا چاہتے ہیں قرآن مجید کی آیات اس کی مخالفت کرتی ہیں ۔ہم ایک اور حکایت بیان کرکے اس بات کو ختم کرتے ہیں ۔ جناب بریلوی ارشاد کرتے ہیں:''ایک صاحب پیر کامل کی تلاش میں تھے ۔ بہت کوشش کی مگر پیر کامل نہ ملا۔ طلب صادق تھی ۔ جب کوئی نہ ملا تو مجبور ہوکر ایک رات عرض کیا: اے رب تیری عزت کی قسم! آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا، اس سے بیعت کرلوں گا۔ صبح کی نماز پڑھنے جارہے تھے سب سے پہلے راہ میں ایک چور ملا جو چوری کے لیے آرہا تھا۔ انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ حضرت بیعت لیجئے۔ وہ حیران ہوا، بہت انکار کیا، نہ مانے ۔آخر کار اس نے مجبور ہوکر کہہ دیا کہ حضرت میں چور ہوں، یہ دیکھئے چوری کا مال میرے پاس موجود ہے ۔آپ نے فرمایا: میرا تو میرے رب سے عہد ہے کہ آج صبح کی نماز سے پہلے جو بھی ملے گا بیعت کرلوں گا۔ اتنے میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لائے اور چور کو مراتب دیے، تمام مقامات فوراً طے کرلیے، ولی کیا اور اس سے بیعت لی اور انہوں نے ان سے بیعت لی۔''35 ﴾

ایسے کئی مستند واقعات ہیں کہ توبہ کرنے پر رب تعالیٰ نے بلند مقام عطا فرمایا۔ کئی بزرگان دین کے متعلق ملتا ہے کہ وہ پہلے گناہ والی زندگی میں تھے اور کسی ولی اللہ کے ہاتھ پر توبہ کرکے وقت کے ولی اللہ بن گئے ۔ بلکہ کئی ایسے تھے جو پہلے کافر تھے اور مسلمان ہوتے ہی انہیں بلند مقام و مرتبہ مل گیا ۔قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ ہے کہ جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا تو سجدے میں گرے اور مسلمان ہوگئے اس کے تحت تفاسیر میں ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں فوراً جنت میں ان کا مقام دکھا دیا چنانچہ قرآن پاک میں ہے﴿ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِيْنَ ○ قَالُوْا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسَى وَهَارُوْنَ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے ۔بولے ہم ایمان لائے جہان کے رب پر، جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔

(سورۃ الاعراف، سورۃ7، آیت120 تا122)

اس کی تفسیر میں تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر میں ہے اور تفسیر بغوی کے الفاظ ہیں ''حكى عن القاسم بن أبي بزة أنه قال إنهم لما ألقوا سجدا ما رفعوا رءوسهم حتى رأوا الجنة والنار، ورأوا ثواب أهلها، ورأوا منازلهم في الجنة'' ترجمہ: حضرت قاسم بن ابو بزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب جادوگروں نے سجدے سے سر اٹھائے تو انہوں نے جنت، دوزخ اور ان میں داخل ہونے والوں کو دیکھا اور جنت میں اپنے مقام کو دیکھا۔

(تفسیر بغوی، فی تفسیر سورۃ الاعراف، جلد5، صفحہ285، دار طیبہ)

## حق فرقے کی پہچان

یہ ہیں بریلویوں کی حکایات۔ ان حکایات سے بریلوی حضرات ایسے عقائد ثابت کرنا چاہتے ہیں جن کا وجود کتاب وسنت میں نہیں ہے اور ان آیات واحادیث کے مقابلے میں وہ انہیں دلائل کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں ﴿ذٰلِکَ مَبۡلَغُهُم مِّنَ الۡعِلۡمِ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰی﴾ یہ ہے ان کے علم کی حد، بے شک تیرا پروردگار ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور ان سے بھی بخوبی واقف ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔"36

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾ اے میرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تو سمجھتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت سنتی اور سمجھتی ہے؟ نہیں ان کا حال تو جانوروں جیسا ہے بلکہ یہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔37

اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔آمین۔

کیسے چالاکی اور ہیرا پھیری سے اہل سنت بریلوی مسلک کو گمراہ ثابت کر کے آخر میں قرآن پاک کی آیات پیش کردیں۔جبکہ یہ آیات ان پر منطبق ہوتی ہیں۔آج کئی بھولے بھالے مسلمان کہتے ہیں کہ اتنے فرقے ہوگئے ہیں ہر کوئی کہتا ہے کہ ہم صحیح ہیں، ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کونسا فرقہ صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت فرقے کے حق ہونے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک امت مسلمہ کی اکثریت متفق ہے۔دلائل تو اس پر کئی ہیں بس عام مسلمان کے لئے یہی پہچان کافی ہے کہ جس فرقے میں اللہ عزوجل کے اولیاء ہوں گے وہ فرقہ حق ہے۔یقیناً اہل سنت میں ہی اولیاء کرام پیدا ہوئے ہیں کہ ولی تب تک ولی اللہ نہیں ہوسکتا جب تک اس کا عقیدہ درست نہ ہو۔جتنے بھی بزرگ گزرے ہیں جنہیں وہابی بھی مانتے ہیں انہوں نے صراحت کے ساتھ اپنے آپ کو سنّی کہا ہے۔وہابیوں کا حال اس پوری فصل میں دیکھیں کہ بغیر دلیل کے ولیوں کی شان وکرامات کے نہ صرف منکر بلکہ ان کا مذاق اڑایا اور اسے بے دینی قرار دیا ہے۔کرامات اولیاء کے منکرین کو خود وہابیوں کے مولویوں نے گمراہ قرار دیا ہے چنانچہ اُصول الایمان میں محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان التمیمی النجدی لکھتا ہے "والواجب علینا حبهم واتباعهم والإقرار بكرامتهم، ولا يجحد كرامات الأولياء إلا أهل البدع والضلال " ترجمہ: ہم پر اولیاء کرام سے محبت اور ان کی اتباع اور کرامات کا اقرار واجب ہے۔کرامات اولیاء میں سوائے بدعتی اور گمراہ شخص کے کوئی نہیں جھگڑے گا۔

(أصول الإیمان، صفحہ23، وزارۃ الشؤون الإسلامیۃ والأوقاف والدعوۃ والإرشاد، السعودیۃ)

جتنے واقعات اس فصل میں پیش کئے گئے وہ کرامات اولیاء پر مشتمل تھے اور ان میں کثیر واقعات وہ تھے جو بڑے بڑے علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں نقل فرمائے تھے۔ مگر ظہیر و مترجم صاحب نے فقط اپنے ذہن سے بغیر دلیل ان کرامات کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کا اعتقاد رکھنے والوں کو گمراہ ثابت کیا ہے۔ حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ جب یہ کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں، ہر کام حدیث کے تحت کرتے ہیں، تو ہر واقعہ پر حدیث پیش کرتے کہ یہ واقعہ فلاں حدیث کے خلاف ہے، اس لئے یہ ناجائز ہے، جبکہ کسی بھی کرامت کے جواب میں نہ حدیث پیش کی نہ کسی مستند عالم کا قول پیش کیا فقط ضد میں کرامات اولیاء کا انکار کرتے رہے۔ حدیث پاک میں وہابیوں کا صراحت کے ساتھ رَد ہے جو بغیر دلیل کے کسی بھی فعل کو ناجائز و حرام اور شرک کہتے ہیں چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((تفترق أمتي على ث وسبعين فرقة أعظمها فتنة على أمتي قوم يقيسون الأمور برأيهم فيحلون الحرام ويحرمون الحلال)) امت تہتر 73 فرقوں میں تقسیم ہوجائے گا سب سے بڑا فتنہ جو میری امت پر ہوگا وہ ان لوگوں کا ہوگا جو شریعت کے احکام میں اپنی عقلوں سے حرام کو حلال ٹھہرائیں گے اور حلال کو حرام ٹھہرائیں گے۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، الباب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد1، صفحہ368، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

## وہابی کا حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کرنا

بلکہ ایک وہابی پروفیسر محمد اکرم نسیم صاحب نے ایک کتاب تفہیم توحید لکھی اس میں کرامات کا مذاق اڑایا، انہیں شرک ٹھہرایا۔ پھر حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان باندھتے ہوئے لکھتا ہے: ''علی ہجویری صاحب المعروف داتا گنج بخش اپنا ذاتی واقعہ کتاب ''کشف المحجوب'' میں یوں بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ میں نے دمشق کے درویشوں کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کے لئے جانے کا قصد کیا۔ یہ رملہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ راستہ میں ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ کچھ دل میں سوچ کر چلو تاکہ وہ حضرت ہمیں ہمارے باطن سے مطلع کریں اور ہماری مشکل حل ہو۔ میں نے دل میں سوچا کہ مناجات ابن حسین کے اشعار ان سے سنوں۔ دوسرے نے سوچا مجھے طحال کا مرض ہے یہ اچھی ہوجائے۔ تیسرے نے کہا مجھے حلوہ صابونی ان سے لینا ہے۔ جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ایک جزو کاغذ جس میں اشعار مناجات ابن حسین لکھے تھے میرے آگے رکھ دیا اور دوسرے کے طحال پر ہاتھ پھیرا وہ جاتی رہی۔ تیسرے کو کہا حلوہ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے اور تو اولیاء کا لباس رکھتا ہے اور اولیاء کے لباس والوں کو سپاہیوں کا مطالبہ درست نہیں۔''

غور فرمائیں!

(1) علی ہجویری اور کچھ درویش اپنی مشکلیں حل کروانے رملہ کے ایک بزرگ کے پاس گئے۔

(2) ابن المعلا لوگوں کی دل کی باتوں سے بھی واقف تھا۔

(3) مریضوں پر ہاتھ پھیر کر شفا بخش دیتا۔

علی ہجویری نے اس طرح کی سینکڑوں حکایات ''کشف المحجوب'' میں لکھ کر شرک کی راہ آسان کردی ہے۔''

(تفہیم توحید صفحہ 318، التوحید اکیڈمی، لاہور)

اب آپ خود اندازہ لگائیں اہل سنت حنفی بریلوی مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں یا وہابی؟ وہ ہستی جس نے برصغیر میں توحید کا پرچم بلند کیا، لاکھوں کفار کو مسلمان کیا، اس وہابی توحید کے ٹھیکدار پروفیسر کے نزدیک وہ ہستی معاذ اللہ شرک کی راہ آسان کرنے والی تھی۔ کیا یہ ولی اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی نہیں؟ احادیث میں محسن کا شکریہ ادا کرنے کا حکم ہے اور یہ وہابی حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی کا شکریہ ادا کرنے اور اپنے گھٹیا عقائد سے رجوع کرنے کی بجائے، اس ہستی کے کردار و عقائد پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ جو قوم اپنے نبی علیہ السلام کی نہیں ہوئی وہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کیا ہوگی۔ صحیح فرمایا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے:۔

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی — نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر — بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

**حوالہ جات (البریلویہ)**

1(1 تا 2 قرآنی آیات)

3 انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ درج شدہ مجموعہ رسائل رضویہ، از بریلوی، جلد 1، ص 182

4 ایضاً

5 یعنی اگر بدصورت نہ ہوتا تو کوئی حرج نہ تھا۔

6 انوار الانتباہ، جلد 1، ص 182

7 ایضاً، ص 181

8 ملفوظات مجدد ماتہ حاضرہ ترتیب مصطفیٰ رضا، ص 189

9 حکایات رضویہ ترتیب خلیل احمد برکاتی، ص 181، 182

10 حکایات رضویہ، ص 110

11 حکایات رضویہ، از برکاتی قادری، ص 55

12 حکایات رضویہ تعلیق خلیل برکاتی، ص 55، ایضا، حاشیہ الاستمد اد علی اجیال الارتد اد، از مصطفیٰ رضا، ص 35

13 ﷺ کنیزوں کو مزاروں کی نذر کرنے کے بعد کیا اس میں ہندؤوں اور دورِ جاہلیت کی نذر و نیاز میں کوئی فرق باقی رہ جاتا ہے؟ نستغفر اللہ ﷺ

اس طرح کی بے تکی تطبیق دینا وہابیوں کی پرانی عادت ہے۔

14 ﷺ کیا اسی مقصد کے لیے مزاروں کے پہلوؤں میں حجرے تعمیر کیے جاتے ہیں؟ اور کیا انہی نفسانی و حیوانی خواہشات کی تکمیل کے لیے عورتوں کو مزاروں پر کثرت سے آنے کی ترغیب دی جاتی ہے؟ ﷺ

عورتوں کو نہ تو مزاروں پر آنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور نہ ہی معاذ اللہ حجرے اس لئے تعمیر ہوتے ہیں۔ وہ کنیز تھی جو ان کو ہبہ کر دی گئی اور اس کے بعد انہوں نے حلال وطی کی نہ کہ حرام۔

15 ملفوظات، احمد رضا، ص 275، 276

16 حکایات رضویہ، نقل از احمد رضا، ص 63، 64

17 سورۃ البقرۃ، آیت 16

18 رسالہ ابر المقال فی قبلۃ الاجلال درج شدہ در مجموعہ رسائل، از بریلوی، ص 173

19 ﷺ ایک طرف تو ان حضرات کا عقیدہ ہے کہ اولیائے کرام کو غیب کی تمام باتوں کا علم ہوتا ہے، دوسری طرف کہتے ہیں کہ شیخ بدوی مجاوروں سے پوچھتے رہے کہ عبدالوہاب آیا یا نہیں؟ اگر غیب کا علم تھا تو بار بار عبدالوہاب کی آمد کے متعلق استفسار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس بات کا کیا مفہوم ہے کہ میں مزاروں پر آنے کا ارادہ کرنے والے ہر شخص کے ساتھ ہوتا ہوں اور اس کی حفاظت کرتا ہوں؟ کیسا عجیب اور دلچسپ تضاد ہے؟ ﷺ

پوچھنا اس بات کی دلیل نہیں کہ پتہ نہیں۔ رب تعالیٰ عالم الغیب ہے لیکن بندوں کے بعض اعمال فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ باقی جہاں تک اولیاء کرام کے لئے علم غیب کا تعلق ہے تو ہم نے پہلے بھی کہا کہ یہ ثابت ہے۔ ردالمحتار میں ہے "قال فی

التتار خانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لايكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى ﴿ **عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الامن ارتضى من رسول** ﴾ قلت بل ذكروا في كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات و ردوا على المعتزلة المستدلين بهذه الآية على نفيها ''ترجمہ: تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاویٰ حجہ میں ہے، ملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اشیاء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ میں کہتا ہوں بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتبِ عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رَد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(ردالمحتار، کتاب النکاح، قبیل فصل فی المحرمات، جلد3، صفحہ27، دار الفکر، بیروت)

امام ابن حجر مکی کتاب الاعلام، پھر علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں ''الخواص يجوزان ان يعلموا الغيب في قضية او قضايا كما وقع لكثير منهم و اشتهر'' ترجمہ: جائز ہے کہ اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت کے لیے واقع ہو کر مشہور رہوا۔

(الاعلام بقواطع الاسلام، صفحہ359، مکتبۃ الحقیقہ ترکی)

20 ملفوظات بریلوی، ص275

21 حکایات رضویہ، ص116، ایضاً، انوار الانتباہ درج شدہ مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت، جلد1، ص175

22 رسالہ احکام قبور مومنین درج شدہ مجموعہ رسائل، جلد2، ص243

23 ایضاً ص243، 244

24 ملفوظات، ص95

25 مواعظ نعیمیہ، از اقتدار احمد گجراتی، ص26

26 حکایات رضویہ، ص71

27 باغ فردوس، از قناعت علی رضوی، ص27
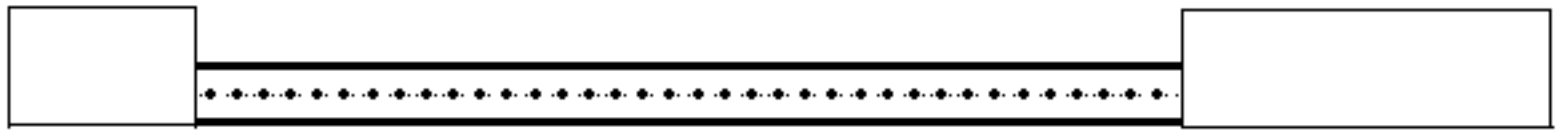
28 حکایات رضویہ،ص35

29 ملفوظات، جلد2،ص164

30 حکایات رضویہ،ص172

31 حکایات رضویہ،ص 57،58، ایضاً، ملفوظات احمد رضا،ص200، 201

32 ملفوظات احمد رضا،ص82، ایضاً، حکایات رضویہ،ص48

34 حکایات رضویہ،ص52،53

35 حکایات رضویہ،ص71،72

36 سورۃ النجم، آیت30

37 سورۃ الفرقان، آیت 44

# باب :عقائدِ اهل سنت وجماعت

## فصل :شرک

ظہیر صاحب نے اس باب میں اہل سنت وجماعت بریلوی مسلک کے عقائد کو شرک وگمراہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔راقم الحروف نے اس باب میں موصوف کے اعتراضات کے جوابات کے ساتھ ساتھ عقائد اہل سنت کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے۔سب سے پہلے شرک کی تعریف ومفہوم ملاحظہ ہو:۔

قرآن وسنت کی روشنی میں شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا۔شرک کی تعریف کرتے ہوئے حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں''الاشراك هو اثبات الشريك في الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس اوبمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام'' ترجمہ:شرک یہ ہے کہ اشراک الوہیت یعنی واجب الوجود ہونے میں کسی کو شریک کرنا جیسے مجوسی کرتے ہیں یا عبادت کا مستحق ہونے میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا جیسے بتوں کے پجاری کرتے ہیں۔

(شرح عقائد نسفی،صفحہ 101،مکتبہ رحمانیہ لاہور)

احادیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ مجھے اپنی امت سے شرک کا خوف نہیں۔بخاری کی حدیث ہے''((واني لست اخشى عليكم ان تشركوا بعدي ولكني اخشى عليكم الدنيا ان تنافسوا فيها))

ترجمہ:میں تم پر خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ۔

(صحيح بخاري،كتاب المغازي،باب غزوة أحد، جلد5،صفحہ94،دار طوق النجاة)

### وہابیوں کا خود ساختہ شرک

اس کے برعکس وہابیوں نے اپنی ہی خود ساختہ شرک کی تعریف بنا رکھی ہے،جو نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث سے۔وہابیوں کے نزدیک انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام کو پکارنا ان سے مدد مانگنا،نبی کے لئے علم غیب،حاضر وناظر،نور کا عقیدہ رکھنا وغیرہ سب شرک ہے۔ان کے نزدیک انبیاء اور اولیائے کرام دنیا سے پردہ کرنے کے بعد کوئی نفع نہیں دے سکتے۔ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں کا عقیدہ یہ ہے''عصای هذه خير من محمد لانها ينتفع بها في قتل الحية ونحوها ومحمد قدمات ولم يبق فيه نفع اصلاً وانما هو طارش وقد مضى'' ترجمہ:یہ میری لاٹھی محمد سے بہتر ہے

کیونکہ یہ سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے اور محمد مرگئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں اٹھایا جا سکتا وہ بہرے ہیں جو گزر گئے۔

(الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ، صفحہ 42، مکتبۃ الحقیقیۃ، استنبول، ترکی)

ابھی ظہیر کے جس باب کو ہم بیان کریں گے اس میں موصوف نے گھما پھرا کر شرک ثابت کیا ہے اور **دلیل** نام کی کوئی چیز نہیں جسے قارئین کرام بھی محسوس کریں گے۔

﴿ بریلوی حضرات کے چند امتیازی عقائد ہیں جو انہیں برصغیر میں موجود حنفی فرقوں سے بالعموم جدا کرتے ہیں۔ ان کے اکثر عقائد شیعہ حضرات سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بریلویت تسنن سے زیادہ تشیع کے قریب ہے۔ البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون کس سے متاثر ہے؟ ان کے عقائد کو بیان کرنے سے قبل ہم قارئین کے لیے دو باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں:۔

(1) وہ مخصوص عقائد جو بریلوی حضرات اختیار کیے ہوئے ہیں اور جن کا وہ برصغیر میں پرچار کر رہے ہیں وہ بعینہ ان خرافات وتقالید اور توہمات وافسانوی عقائد پر مشتمل ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف زمانوں کے صوفیا ضعیف الاعتقاد اور توہم پرست لوگوں میں منتشر اور رائج تھے جن کا شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین کے ذریعے مسلمانوں میں منتقل ہوئے تھے۔ ائمہ ومجتہدین اسلام ہر دور میں ان باطل عقائد کے خلاف صف آراء اور ان سے نبرد آزما رہے ہیں۔ اسی طرح ان میں بعض عقائد قبل از اسلام دور جاہلیت سے وابستہ ہیں، جن کی تردید قرآن مجید کی آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں موجود ہے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگوں نے ان غیر اسلامی اور دور جاہلیت کے عقائد کو اسلام کے لوازمات اور بنیادی عقائد سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باطل قرار دیا ہے۔ مثلاً غیر اللہ سے استغاثہ واستعانت، انبیاء اور رسول علیہم السلام کی بشریت سے انکار، علم غیب اور خدائی اختیارات میں انبیاء واولیاء کو شریک کرنا، نیز دوسرے عقائد جن کا ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان خرافات وشطحات اور الف لیلیٰ افسانوں کو انہوں نے عقائد کا نام دے دیا ہے۔ اگرچہ یہ خرافات وبدعات، مشرکانہ رسوم وتقالید اور جاہلانہ افکار وعقائد جناب احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے معاونین سے قبل بھی موجود تھے، مگر انہوں نے ان ساری باتوں کو منظم شکل دی اور قرآن وحدیث کی معنوی تحریف اور ضعیف وموضوع روایات کی مدد سے انہیں مدلل کرنے کی کوشش کی۔

(2) دوسری بات جس کی ہم یہاں وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس باب میں ہم بریلویت کے انہی عقائد کا ذکر کریں گے جنہیں خود جناب احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے مساعدین اور یا پھر اس گروہ کی معتمد شخصیات نے اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔ جہاں تک ان حضرات کا تعلق ہے جو ان میں معتبر اور ثقہ نہیں سمجھے جاتے یا ان کی شخصیت متنازع فیہ ہے تو باوجود ان کی کثرت تصانیف کے ہم ان سے کوئی چیز نقل نہیں کریں گے تا کہ ہمارے موتف میں کسی قسم کا ضعف واقع نہ ہو۔ ﴿

ظہیر صاحب نے حسب عادت اپنے اس باب کی ابتداء بھی جھوٹ سے کی ہے۔ اوپر کہا ہے کہ غیر اللہ سے مدد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باطل قرار دیا ہے جبکہ اس پر کوئی دلیل نہیں دی، اور دیتے بھی کہاں سے کہ ہے ہی کوئی نہیں بلکہ غیر اللہ سے مدد مانگنے پر احادیث موجود ہیں جن کو آگے بیان کیا جائے گا۔ ظہیر صاحب نے یہ بھی الزام دیا ہے کہ غیر اللہ سے مدد، علم غیب، اختیارات یہ بریلویوں کے خودساختہ عقائد ہیں جبکہ آگے بیان کیا جائے گا کہ یہ عقائد صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام وعلمائے اسلاف کے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہابیوں کی پرانی عادت ہے کہ وہ ہر بات کو بغیر دلیل شرک وبدعت کہہ دیتے ہیں، خصوصاً عقائد کے معاملہ میں۔ ان کا شرک وبدعت کے متعلق کوئی مستند اصول ہی نہیں ہے۔ بغیر دلیل شرک شرک کی رَٹ لگائے رکھتے ہیں۔

## گمراہ فرقوں کی نشانی

جتنے بھی گمراہ فرقے ہوئے ہیں یا ہیں یا ہونگے ان کی سب سے بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ قرآن کی بعض آیات سے ایسا باطل استدلال کریں گے جو دیگر آیات واحادیث کے خلاف ہوگا۔ لیکن لوگوں کو یہ باور کروادیں گے کہ ہمارا عقیدہ عین قرآن کے موافق ہے۔ اسی بات کی نشاندہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے چنانچہ فرمایا((سیکون ناس
یضربون القرآن بعضہ ببعض لیبطلوہ ویتبعون ما تشابہ منہ ویزعمون أن لہم فی
عنقریب میری امت میں بعض لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن کی بعض آیات کو بعض کے خلاف پیش کریں گے کہ ان آیات کو جھٹلا دیں اور اس کی اتباع کریں گے جو ان پر متشابہ ہوگا اور یہ گمان کریں گے کہ وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، الباب الثانی فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد1، صفحہ341، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

اس باطل استدلال کی درج ذیل مثالیں ہیں:۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: ''تم مجھ سے اس درجہ میں ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔'' اب کوئی اس حدیث سے یہ استدلال کرے کہ حضرت علی

تمام صحابہ سے افضل ہیں تو یہ باطل ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں حضور نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہا:'' اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔'' اس حدیث سے کوئی یہ استدلال کرے کہ حضرت عمر فاروق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں تو یہ بھی باطل ہے کہ دیگر احادیث و اجماع سے ثابت ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک میں ہے ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو۔

(سورۃ البقرۃ، سورۃ 2، آیت 223)

اس آیت سے کوئی جاہل و گمراہ یہ استدلال کرے کہ اپنی بیوی کی پیٹھ میں جماع کرنا جائز ہے جیسا کہ آج کل بعض جاہل کہتے ہیں تو یہ بھی باطل استدلال ہے چونکہ حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ عورت کی پیٹھ میں جماع کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اسے لعنتی فعل کہا گیا۔ سنن ابی داؤد کی حدیث پاک میں ہے (( ملعون من أتى امرأته في دبرها )) ملعون ہے وہ جو اپنی عورت کی دبر میں جماع کرے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، جلد 2، صفحہ 249، المکتبۃ العصریہ بیروت)

اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اختیارات دیئے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام، حضرت مریم، وغیرہ کا ذکر قرآن پاک میں ہے، اب ان آیات کو چھوڑ کر وہ آیات پیش کرنا جس میں رب تعالیٰ کے حقیقی مالک و مختار ہونے کا تذکرہ ہے اور یہ استدلال کرنا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں، یہ باطل استدلال ہے۔ علم غیب عطائی کے متعلق آیات و احادیث کو چھوڑ کر وہ آیات و احادیث پیش کرنا جس میں ذاتی علم کا ذکر ہے اور یہ استدلال کرنا کہ نبی علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، باطل استدلال ہے۔ الغرض ایسے بے شمار باطل استدلال آپ کو بدمذہبوں کی کتب میں ملیں گے، اور مذکورہ کتاب ''البریلویہ'' میں بھی آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے۔

کئی احادیث کے ظاہر الفاظ کی بھی دیگر احادیث کو مدِنظر رکھتے ہوئے تاویل کرنا پڑتی ہے چنانچہ ایک حدیث ہے'' (( من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر )) جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی وہ کافر ہو گیا۔ دیکھیں! بظاہر حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ بندہ نماز چھوڑنے پر کافر ہو جاتا ہے لیکن شارح بخاری علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ نماز چھوڑنے پر

بندہ کافرنہیں ہوتا۔مزید اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں" وقولہ من ترك صلاة متعمدا فقد كفر محمول علی الزجر والوعید أو مؤول أی إذا كان مستحلا أو المراد كفران النعمة"ترجمہ:حدیث کہ جس نے قصداً نماز ترک کی وہ کافر ہوگیا۔یہ حدیث زجر اور وعید پر محمول ہے یا اس کے یہ معنی ہیں کہ جو نماز نہ پڑھنے کو حلال سمجھے وہ کافر ہوگیا یا کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الایمان،باب دعاؤکم ایمانکم،جلد1، صفحہ120،دار احیاء التراث العربی ،بیروت)

حاشیۃ السندی علی النسائی میں اس حدیث کی تاویل میں ہے " وقیل یخاف علیه أن یؤدیه إلی الكفر "ترجمہ:یہ بھی کہا گیا کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں بلکہ کفر کی طرف لے جانے کا خوف ہے۔

(حاشیۃ السندی علی النسائی، جلد1، صفحہ 231،مکتب المطبوعات الاسلامیہ ،حلب)

اس نقطہ کو اگر سمجھ لیا جائے تو بڑے سے بڑا گمراہ بھی قرآن وحدیث کے کلام کو توڑ موڑ کر مسلمانوں کو گمراہ نہیں کرسکتا۔

## عقائد کے درجات

عقائد کے چار درجے ہیں جن کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے:۔

**اول:۔** ضروریات دین جن کا منکر کافر ہے۔ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے،جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔جیسے توحید،نماز، روزہ، زکوۃ، حج، حرمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منکر احادیث، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ یہ سب بالکل واضح ہیں، جو ایک کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہوگا۔

**دوم:۔** ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت جن کا منکر گمراہ ہے۔ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ پہلے درجے سے کم ہوتا ہے اور اس میں تاویل ہوتی ہے۔جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کثیر علم غیب پر کثیر صحیح احادیث ہیں، اگر کوئی کثیر علم غیب کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔اسی طرح ایصال ثواب، کرامات اولیاء، روح کی حیات کا منکر گمراہ ہے۔

**سوم:۔** ثابتات محکمہ جن کا منکر بعدِ وضاحت خطا کار وگناہ گار ہے، گمراہ یا کافر نہیں۔اس کا ثبوت ظنی دلائل سے ہوتا ہے یا حدیث آحاد صحیح یا حسن یا کافی اور قول سواد اعظم وجمہور علماء سے۔جیسے سب سے اول نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کا انکار کرنا وغیرہ۔

**چہارم:۔** ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف خطاپر کہیں گے۔اس کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی ہے جس میں جانب

خلاف کے لئے گنجائش بھی رکھی ہو۔جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ''ما کان وما یکون'' (اگلے پچھلوں کے) علم کا منکر ہونا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان چاروں مراتب کو بیان کر کے فرماتے ہیں: ''ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکّار فیلسوف۔''

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ 385، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ چاروں درجات کوئی خود ساختہ نہیں ہیں بلکہ علمائے اسلاف نے ترتیب دیئے ہیں۔ان کو سامنے رکھ کر غور فرمائیں کہ وہابیوں کو شرک کہنے کے لئے پہلے درجے کے صریح دلائل چاہئیں اور بدعت ثابت کرنے کے لئے دوسرے درجے کے دلائل۔ لیکن وہابیوں کا حال یہ ہے کہ وہ ہر جائز و مستحب بات کو شرک و بدعت کہہ رہے ہوتے ہیں، ان کا ایک مولوی ایک فعل کو بدعت کہتا ہے، اسی فعل کو دوسرا مولوی شرک کہہ رہا ہوتا ہے اور دلیل ہوتی کوئی نہیں۔پھر جب ہم کسی فعل کو مستحب کہیں تو کہتے ہیں قرآن وحدیث سے ثابت کرو جبکہ ان کو اتنا علم نہیں کہ مستحب ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے دلیل قطعی ہونا ضروری نہیں۔دلیل ظنی بھی کافی ہے۔

پھر اگر کوئی شخص ایسے عمل کا انکار کرتا ہے جو اہل سنت میں مشہور ہے جیسے اذان سے پہلے درود،تو یہ انکار کرنے والا بڑی غلطی پر ہے چونکہ جو کام جائز و مستحب ہو اور بدمذہب اسے ناجائز و بدعت کہیں تو اسے جاری رکھنا چاہئے۔خصوصا جب اس کو چھوڑنے پر لوگ تشویش کا شکار ہو سکتے ہوں اور فتنے کا اندیشہ ہو۔پھر اگر کوئی انکار نہ کرے بلکہ کسی مستحب عمل جیسے ختم، نیاز وغیرہ کو ناجائز و بدعت کہے وہ خود گناہ گار ہے اور ایسے شخص کی تحقیق ضروری ہے کہ کہیں یہ بدمذہب تو نہیں۔کسی سنی کے لئے درست نہیں کہ وہ کوئی ایسا فعل کرے جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کے بدمذہب ہونے کا گمان ہو۔کتب فقہ میں بتایا گیا کہ موزہ پر مسح کرنے کی نسبت پاؤں دھونا افضل ہے لیکن چونکہ شیعہ اور خارجی موزہ پر مسح ناجائز کہتے ہیں، لہٰذا اگر کسی پر خارجی یا شیعہ ہونے کی تہمت کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے افضل ہے کہ وہ پاؤں نہ دھوئے بلکہ مسح کرے۔دُرِ مختار میں ہے "الغسل افضل الا لتھمۃ فھو افضل" ترجمہ: موزے پر مسح سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر تہمت سے بچنے کیلئے مسح افضل ہے۔

(درمختار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، جلد1، صفحہ264، دار الفکر، بیروت)

اہل تشیع چار یاروں سے چڑتے ہیں، شیعوں کے سامنے روٹی کے چار ٹکڑے کئے جائیں تو وہ اسے معیوب سمجھتے

ہیں، اس پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اگر رافضیوں کے سامنے ان کے چڑانے کو چار کریں تو یہ نیت محمود ہے۔گمراہ کی مخالفت کا اظہار ایسا امر ہے، جس کے باعث فعل مفضول افضل ہو جاتا ہے۔یہاں تو سب ٹکڑے مساوی تھے تو ان کے سامنے ان کی مخالفت کے اظہار کو چار ٹکڑے کرنا بدرجہ اولیٰ افضل ہوگا۔''

(فتاوی افریقہ صفحہ 117، مکتبہ غوثیہ، کراچی)

لہٰذا جہاں بدمذہب درود وسلام وغیرہ سے بلاوجہ چڑتے ہیں وہاں اسے جاری رکھنا چاہئے اور کسی سنی کو کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے جس کے سبب اس پر بدمذہب ہونے کا طعن ہو جیسا کہ آجکل بعض ایسے سلح کلی طبیعت کے پیر و مولوی دیکھے جاتے ہیں جو بدمذہبوں سے اتحاد قائم کرنے کے لئے اپنے چاہنے والوں کو معاملات اہل سنت چھوڑنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ یہ کونسا فرض و واجب ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ذکر ولادت اقدس پر قیام کرنے پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''چند لوگ بیٹھے ہیں ذکر ولادت اقدس آیا تعظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انکار نہیں مگر اس وقت بیٹھے رہے کہ آخر قیام واجب نہیں ایسے ترک پر طعن نہیں اور اگر یوں ترک ہو کہ مجلس میں اہل اسلام نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام کیا یہ بلا عذر جمارہا تو قطعاً محل طعن و دلیل مرض قلب ہے، نظیر اس کی شاہد عین یہ ہے کہ کسی مجمع میں بندگان سلطانی تعظیم سلطانی کیلئے سروقد کھڑے ہوں اور ایک نامہذب بے ادب قصداً بیٹھا رہے ہر شخص اسے گستاخ کہے گا اور بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا۔یوں ہی اگر ترک قیام بر بنائے اصول باطلہ وہابیت ہو تو شنیع تر ہے۔واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ جلد 23، صفحہ 730، رضا فاونڈیشن، لاہور)

# فصل : غیر اللہ سے فریاد رسی

مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رب تعالیٰ کی عطا سے مدد کرتے ہیں، رب تعالیٰ نے انہیں تصرفات عطا فرمائے ہیں۔قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے ﴿أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہوجاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

(سورۃ آل عمران،سورت3، آیت 49)

ایسا عقیدہ ہرگز شرک نہیں ۔شرک تو تب ہے کہ کوئی کسی نبی یا ولی کو یہ سمجھے کہ وہ بغیر خدا کی عطا کے تصرف کر سکتے ہیں۔ ایسا عقیدہ کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔جاہل سے جاہل مسلمان بھی کسی نبی وولی کو خدا کا شریک نہیں ٹھہراتا۔امام علامہ علی بن عبدالکافی سبکی اپنی کتاب مستطاب ''شفاء السقام'' شریف میں ارشاد فرماتے ہیں "لیس المراد نسبة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الى الخلق والاستقلال بالافعال هذا لايقصده مسلم فصرف الكلام اليه ومنعه من باب التلبيس في الدين والتشويش على عوام الموحدين" ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق وفاعل مستقل ہیں ۔یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا،تو اس معنی پر کلام کو ڈھالنا اور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

(شفاء السقام، الباب الثامن فی التوسل والاستغاثة الخ ،صفحہ175،مکتبہ نوریہ رضویہ ،فیصل آباد)

احادیث ومستند کتب میں مقدس ہستیوں سے مدد مانگنے کا ثبوت موجود ہے۔امام بخاری کے استاد محترم ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں "عن مالك قال أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ، استسق الله لأمتك فإنهم قد هلكوا فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فقال ((ائت عمر فأقرئه السلام ، وأخبره أنكم مسقون)) "حضرت مالک سے مروی ہے

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑ گیا۔ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اللہ عزوجل سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں کہ یہ ہلاک ہورہے ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کو میرا اسلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ بارش ہوگی ۔

(مصنف ابن شیبہ کتاب الفضائل، ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب، جلد12، صفحہ32، الدار السلفیہ، الھندیہ)

اس حدیث کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 'قرۃ العینین" میں نقل کیا۔علامہ ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق ''علامہ ابن عبد البر نے ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب''میں اور امام قسطلانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے چنانچہ'' المواہب اللدنیہ''میں فرماتے ہیں"وروی ابن أبی شیبۃ بإسناد صحیح من روایۃ أبی صالح السمان، عن مالك الدار قال أصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب،الخ۔

(المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ،الجزء الثالث،الفصل الرابع، جلد3، صفحہ374، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ)

اس کے علاوہ اور بھی کئی احادیث و مستند واقعات ہیں جنہیں علمائے اہل سنت نے اپنی کتب میں لکھا ہے۔بالفرض یہ دلائل نہ بھی ہوتے تب بھی انبیاءواولیاء سے مدد مانگنا شرک نہ ہوتا کہ قرآن میں کہیں بھی ان سے مدد مانگنے کو شرک نہیں کہا گیا۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جذب القلوب''شریف میں معنیٰ توسل واستمداد بیان کرکے فرمایا"و ورود نص قطعی دروے حاجت نیست بلکہ عدم نص برمنع آں کافی ست " ترجمہ: اس بارے میں نص قطعی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر نص نہ ہونا ہی کافی ہے۔

(جذب القلوب،باب پانز دہم دربیان حکم زیارت قبر مکرم الخ،صفحہ224، منشی نولکشور، لکھنو)

لیکن اہل سنت غیر اللہ سے مدد مانگنا فرض نہیں سمجھتے اور نہ اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں اسلئے کہ فرض وکفر ثابت کرنے کے لئے قطعی دلائل، اجماع امت ضروری ہیں، احادیث احاد کافی نہیں چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"فی باب الإعتقاد لا یعمل بالظنیات ولا یکتفی بالآحاد " ترجمہ: باب اعتقاد میں ظنیات پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی خبر احاد کافی ہوتی ہیں۔

(أدلۃ معتقد أبی حنیفۃ فی أبوی الرسول علیہ الصلاۃ والسلام، صفحہ62، مکتبۃ الغرباء الأثریۃ، السعودیۃ)

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی یہی کہا ہے چنانچہ براہین قاطعہ میں لکھا ہے:''عقائد مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجائیں بلکہ قطعی ہیں،قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد یہاں بھی مفید نہیں،لہٰذا اس کا اثبات اس

وقت قابلِ التفات ہو کہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے۔''

(البراہین القاطعہ بحث علم غیب، صفحہ51، سطبع لے بلاسا واقع، ڈھور)

## وہابیوں کے نزدیک موجودہ مسلمان ابوجہل سے بڑے کافر

وہابی غیر اللہ سے مدد کو شرک کہتے ہیں، لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ صریح آیات وحدیث تواتر اس بات پر لائیں کہ کسی نبی یا ولی سے مدد مانگنا شرک ہے۔ جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ بتوں والی آیات کو اولیاء وانبیاء پر منطبق کر رہے ہوتے ہیں جو ظنیات بھی نہیں بلکہ استدلال باطلہ ہیں، جس سے صحابہ کرام سے لے کر علمائے اسلاف کو شرک قرار دینے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے چنانچہ ''الجواہر المضیہ''میں ابن عبد الوہاب نجدی نبی اور ولی سے مدد مانگنے والے مسلمانوں کے متعلق لکھتا''اعلم أن المشرکین فی زماننا قد زادوا علی الکفار فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' ترجمہ: جان لو کہ ہمارے دور کے مشرک (یعنی مسلمان) حضور علیہ السلام کے دور کے کفار سے بڑھ کر ہیں۔

(الجواہر المضیہ، صفحہ3، دار العاصمہ، الریاض)

دیکھیں! ابن عبد الوہاب نجدی نے اولیاء سے مدد مانگنے والوں کو پچھلے دور سے بڑا مشرک قرار دیا۔ ان پر لازم تھا کہ وہ سورۂ اخلاص کی مثل کوئی سورت یا آیت صریح پیش کرتے جس میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء سے مدد مانگنے کو شرک قرار دیا ہو۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا یہ بت پرستوں کے متعلق آیات مسلمانوں پر منطبق کر کے مسلمانوں کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اسی ابن عبد الوہاب کا ایک پیروکار وہابی مسلمانوں کو ابوجہل وابولہب سے بڑا کافر ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے''أبو جهل وأبو لهب ومن علی دینهم من المشرکین، کانوا یؤمنون بالله ویوحدونه فی الربوبیة خالقاً ورازقاً، محییا وممیتا، ضاراً ونافعاً، لا یشرکون به فی ذلك شیئاً؟ عجیب، وغریب، أن یکون أبوجهل وأبولهب، أکثر توحیداً لله وأخلص إیماناً به من هؤلاء المسلمین الذین یقولون لا إله إلا الله محمد رسول الله'' ترجمہ: ابوجہل وابولہب اور مشرکوں میں سے جو بھی ان کے دین پر تھے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔ اللہ عزوجل کو ربوبیت میں واحد مانتے تھے، کہ وہی خالق ورازق ہے، زندگی و موت دینے والا، نفع ونقصان دینے والا ہے، ان باتوں میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔ عجیب وغریب بات ہے کہ ابوجہل وابولہب زیادہ توحید پرست تھے اور ان کا ایمان موجودہ دور کے کلمہ گو مسلمانوں (یعنی جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں ان) کی نسبت زیادہ خالص تھا۔

(کیف نفہم التوحید، صفحہ12، الجامعۃ الإسلامیۃ، المدینۃ المنورۃ)

کہیں ایسا تو نہیں کہ وہابیوں کے نزدیک ابوجہل و ابولہب کافر نہیں ہیں؟ پیچھے ظہیر صاحب وہابی مولویوں کو شریف بنا کر اعلیٰ حضرت پر اعتراض کر رہے تھے کہ وہ وہابیوں کو کافر کہتے ہیں جبکہ خود وہابی مسلمانوں کو ابوجہل سے بڑا کافر کہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا کہ یہ سب اٹکل پچو سے شرک کے فتوے لگاتے ہیں دلیل ان کے پاس کوئی نہیں ہوتی۔ اس پورے باب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ عقائد اہل سنت کی تائید میں صریح احادیث محدثین ومفسرین وعلمائے اسلاف کے اقوال ہوں گے جبکہ وہابیوں کے پاس اپنے مؤقف میں نہ حدیث ہوگی، نہ کسی محدث ومفسر کا قول ہوگا، بس قرآن سے عجیب وغریب استدلال ہوگا، جس طرح ہر باطل فرقہ قرآن سے غلط استدلال کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآنی حکم ہے ﴿ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔

(سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت26)

## وہابیوں کے نزدیک غوث وداتا کہنا شرک ہے

اکثر آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہابی خودساختہ توحید پرست بنتے ہوئے پوسٹروں کے ذریعے لوگوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ غوث وداتا صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے کسی غیر کو غوث وداتا کہنا شرک ہے۔ سابقہ عادت کی طرح اس مسئلہ میں بھی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، بس ضد میں مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ اسی ضد میں بعض اوقات یہ اپنے پیشواؤں کو اپنے منہ سے مشرک قرار دے دیتے ہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ ''نفصار جنود الاحرار'' میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین وغوث اعظم وقطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں۔ میں کہتا ہوں: نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں۔ غوث اعظم وغوث الثقلین تو بہت اجل واعظم ہے، آخر غوث کے کیا معنی فریاد کو پہنچنے والا، جب ان کے نزدیک استمداد فریاد شرک ہو تو فریاد رس کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا، اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ومیاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو غوث الثقلین لکھا۔ دیکھو (مقال 38، 78)

شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابوالرضاء ان کے جدّ امجد اور مرزا جانجاناں انکے ممدوح اوحد اور ان کے پیر سلسلہ شیخ

عبدالاحد نے غیاث الدارین حضورغوث الثقلین کوغوث اعظم کہا، دیکھو(مقال 61، 70، 71، 76، 77)۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا"برخے از اولیاء مسجود خلائق ومحبوب دلها گشته اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی الله تعالی عنه وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس الله تعالی سرهما" کچھ اولیا خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہو گئے ہیں جیسے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرّھما۔

تنبیہ: ذرا یہ ''مسجود خلائق'' کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا۔میاں اسمٰعیل نے صراط مستقیم میں کہا"طالبان نافهم میدانند که مانیز هم پائیه حضرت غوث الاعظم شدیم "نافہم طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی غوث الاعظم کے ہم پایہ ہوگئے۔انہیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کوقطب الاقطاب لکھا، دیکھو(مقال 79)۔

اور ہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنہوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم کہا"ولایت و کرامت حضرت غوث الاعظم قدس سره " غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بناء پرتمام ائمہ وعمائد طائفہ بھی سوسو طرح مشرک کافر بنتے ہیں،لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔''

(فتاوی رضویہ،ج28،صفحہ833،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

## اولیاء اللہ سے کیوں مانگا جاتا ہے؟

کبھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب رب تعالیٰ دعا سننے والا ہے،حقیقی مالک ومختار ہے تو پھر ان ہستیوں سے کیوں مانگا جاتا ہے؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان نبی وولی سے اس لئے مانگتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان ہستیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ میں ان کوضرورعطا فرماتا ہوں چنانچہ بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے ((وما یزال عبدی یتقرب إلی بالنوافل حتی فإذا أحببته كنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله سألنی لأعطينه ولئن استعاذنی لأعيذنه)) بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہوجاتا ہے۔پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اسے عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ج8، صفحہ 105، دار طوق النجاۃ)

دیکھیں! کتنے واضح انداز میں رب تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا کہ میں ضرور ان کے مانگنے پر عطا کرتا ہوں۔ پھر قرآن سے ثابت ہے کہ نیک ہستیوں کے قرب میں دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ان ہستیوں کے وسیلہ سے رب تعالیٰ سے اپنی مراد حاصل کرتے ہیں اور اوپر حدیث پاک گزری کے صحابی رسول نے بارش کی دعا بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جاکر اسی عقیدے سے کی۔ لہٰذا مسلمانوں کا اولیاء کرام سے مدد مانگنا توحید کے منافی نہیں بلکہ عین قرآن وسنت کے مطابق ہے، جس کی مزید وضاحت بمع دلائل آگے آئے گی۔ یہ بھی نہیں کہ سُنّی مسلمان اللہ عزوجل سے مانگنے کے منکر ہیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا تو کفر ہے۔ ہر سنی مسلمان دن میں نماز اور علاوہ نماز کے کئی مرتبہ رب تعالیٰ سے مانگتا ہے۔ عقیدہ نقطہ یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے، اگرچہ افضل یہی ہے کہ رب تعالیٰ سے ان پاک ہستیوں کے توسل سے مانگا جائے۔

## اللہ عزوجل کے بعض بندے حاجت روا ہیں

﴿ بریلوی حضرات اسلام کے عطا کردہ تصورِ توحید کے برعکس غیر اللہ سے فریاد طلبی کو اپنے عقائد کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے ان کے پاس اپنی حاجتیں لاتے ہیں۔''1 ﴾

ظہیر صاحب نے یہ عقیدہ بطور اعتراض فتاوی رضویہ کے حوالے سے لکھا ہے جبکہ فتاوی رضویہ میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ایک رسالہ ''الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء'' میں قاہرہ باہرہ دلائل سے انبیاء واولیاء سے مدد کو جائز ثابت کیا ہے۔ اس موقف کو کثیر احادیث سے ثابت کیا ہے۔ ظہیر صاحب نے جو چالاکی سے دو جملے بطور اعتراض نقل کئے ہیں وہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔ پورا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث 39: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((ان اللہ تعالی عباداختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئک الآمنون من عذاب اللہ)) الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما بسند حسن'' اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاجت روائی خلق کے لیے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں۔ یہ بندے عذاب الٰہی عزوجل سے امان

میں ہیں۔(طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔)

قارئین اندازہ لگائیں کہ ظہیر نے حدیث پاک میں موجود نظریے کو شرک کہا ہے۔اللہ ایسی جہالت سے دشمن کو بھی بچائے۔

## یارسول اللہ، یاعلی، یاشیخ عبدالقادر کہنا

﴿ احمد رضا لکھتے ہیں: ''اولیاء سے مدد مانگنا اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشی مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف۔''2 ﴾

یہ بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ آپ نے مفتی سید جمال مکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے پورا کلام یوں ہے۔سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاویٰ میں ہے "سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللّٰہاویا علی اویاشیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعاً ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء ونداؤھم والتوسل بھم امرمشروع ومرغوب لاینکرہ الامکابر اومعاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام، و سئل شیخ الاسلام الشھاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلك من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصہ الاستغاثہ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزۃ بعد موتھم "مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مشکلات کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ، یاعلی، یاشیخ عبدالقادر وغیرہ آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اولیاء کو پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع وشی مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف اور بیشک وہ برکت اولیائے کرام سے محروم ہے۔شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء واولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرح میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء ومرسلین اور اولیاء صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج؍9، صفحہ 791، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## فوت شدگان کا تصرف فرمانا

﴿ مدد مانگنے کے لیے ضروری نہیں کہ صرف زندہ اولیاء کو ہی پکارا جائے بلکہ ان حضرات کے نزدیک اس سلسلہ میں کوئی تمیز نہیں۔۔۔۔۔۔نبی ورسول، ولی وصالح، خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ، اسے مدد کے لیے پکارا جاسکتا

ہے ۔۔۔۔۔۔ کیونکہ وہی تمام اختیارات کے مالک، نظام کائنات کی تدبیر کرنے والے اور مشکلات ومصائب سے نجات دینے والے ہیں چنانچہ جناب بریلوی کہتے ہیں: ''انبیاء ومرسلین علیہم السلام، اولیاء، علماء، صالحین سے ان کے وصال کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے، اولیاء بعد انتقال بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں۔''3

یہ کلام بھی اعلیٰ حضرت کا نہیں ہے بلکہ انہوں نے یہ کلام شاہ ولی کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے جسے وہابی بھی مانتے ہیں چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد انتقال لکھتے ہیں "دریں حالت ہم تصرف دردنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارك آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہامی نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند ومی یابند" ترجمہ: اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کے رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے۔ اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انہیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں ۔

(تفسیر فتح العزیز تحت آیۃ 18/84، صفحہ 206، مطبع مسلم بکڈپو لال کنواں، دہلی)

## حضور علیہ السلام ہی بہتر عطا کرنے والے ہیں

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''حضور ہی ہر مصیبت میں کام آتے ہیں، حضور علیہ السلام ہی بہتر عطا کرنے والے ہیں، عاجزی وتذلل کے ساتھ حضور کو ندا کرو، حضور ہی ہر بلا سے پناہ ہیں۔''4

یہ کلام بھی اعلیٰ حضرت کا نہیں بلکہ وہابی جسے اپنا پیشوا مانتے ہیں ان کا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''بھلا حضور اقدس دافع البلاء مانع العطا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا تو معاذ اللہ شرک ہوا اب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی خبر لیجئے وہ اپنے قصیدہ نعتیہ اطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں کیا بول بول رہے ہیں "بنظر نمی آید مرامگر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کہجائے دست اندوھگین است در ہر شدتے" ہمیں نظر نہیں آتا مگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مصیبت کے وقت غمخواری فرماتے ہیں۔ پھر کہا "جائے پناہ گرفتن بندگان وگریز گاہ ایشاں دروقت خوف روز قیامت "حضور قیامت کے دن خوفزدوں اور خوف سے بھاگنے والوں کی جائے پناہ ہیں۔ پھر کہا "نافع

تیرن ایشانست مردماں را زنز دیاك ھجوم حوادث زماں " زمانہ کے ہجوم کے وقت لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہیں۔ پھر کہا "اے بھتریں حلق خدا واے بھترین عطا کنندہ واے بھترین کسیکہ امیداودا شتہ شود برائے ازالہ مصیبتے "اے خلق خدا میں بہترین! اے بہترین عطا والے اور اے بہترین شخصیت، اور مصیبت کے وقت امیدوار کی مصیبت کو ٹالنے والے۔ پھر کہا "تو پناہ دھندہ از ھجوم کردن مصیبتے "آپ مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں۔“

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ367، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

آپ نوٹ کرتے جائیں کہ ظہیر صاحب بریلویوں کو بدنام کرنے کے لئے کلام میں کس طرح تحریف کررہے ہیں اور اپنے پیشواؤں سمیت کس کس کو مشرک قرار دے رہے ہیں۔

## جبرائیل علیہ السلام حاجت روا ہیں

﴿ مزید لکھتے ہیں: ”جبریل علیہ السلام حاجت روا ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا، مشکل کشا، دافع البلاء ماننے میں کس کو تامل ہوسکتا ہے؟ وہ تو جبریل علیہ السلام کے بھی حاجت روا ہیں۔“5 ﴾

یہ عقیدہ بھی احادیث سے ثابت ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: ”حدیث 196: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((ان العبد المؤمن لیدعوا اللہ تعالی فیقول اللہ تعالی لجبریل لاتجبہ فانی احب صوتہ واذا دعاہ الفاجر قال یا جبریل اقض حجتہ فانی لااحب ان اسمع صوتہ)) لك رضی اللہ تعالی عنہ "بیشک بندہ مومن اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہے تو رب جل وعلا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: اس کی دعا قبول نہ کر کہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب فاجر دعا کرتا ہے رب جل جلالہ فرماتا ہے: اے جبریل! اس کی حاجت پوری کردے کہ میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔ ابن النجار نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اس حدیث سے واضح کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں قبول کرتے حاجتیں روا فرماتے ہیں۔ دین وہابیت میں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔“

(فتاوی رضویہ جلد30، صفحہ619، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## دعائے سیفی

﴿ صرف حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان خدائی صفات کے حامل

ہیں ۔۔۔۔۔۔جناب بریلوی عربی اشعار سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

تجدہ عونا لك في النوائب　　بولايتك يا علي يا علي
ناد عليا مظهر العجائب　　كل هم و غم سينجلي

ترجمہ: پکار علی مرتضی کو کہ مظہر عجائب ہیں تو انہیں مددگار پائے گا مصیبتوں میں، سب پریشانی وغم اب دور ہوجائیں گے، تیری ولایت سے یا علی یا علی۔6

ظہیر صاحب نے سنیوں پر بہتان باندھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدائی صفات کا حامل جانتے ہیں، جبکہ یہ عقیدہ کفر ہے۔ باقی جو دلیل شرک ثابت کرنے کے لئے نقل کی ہے کمال کی بات یہ ہے کہ وہ کلام حضرت شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: ''حضرات منکرین ذرا مہربانی فرما کر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سنی، موحد، محدثانہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی۔ اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے "نادعلی ھفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند وآں اینست نادعليا مظهر العجائب تجده عونا لك في النوائب كل هم وغم سينجلي بولايتك يا علي يا علي يا علي" نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے: پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا، ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی۔''

(فتاوی رضویہ جلد7، صفحہ622، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## نمازِ غوثیہ

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ بھی انہی صفات کے ساتھ متصف ہیں۔ بریلوی حضرات کذب و افتراء سے کام لیتے ہوئے آپ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے، اس کا رنج وغم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے، تو وہ شدت رفع ہوگی اور جو کسی

حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے، اس کی حاجت پوری ہوگی۔7

ان کے نزدیک قضائے حاجات کے لیے نماز غوثیہ بھی ہے جس کی ترکیب یہ ہے: ''ہر رکعت میں 11، 11 بار سورت اخلاص پڑھے 11 بار صلوٰۃ وسلام پڑھے، پھر بغداد کی طرف، جانب شمالی 11 قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور یہ شعر پڑھے:

واظلم فی الدنیا وانت نصیری ایلو کنی ضیم وانت ذخیرتی

ترجمہ: کیا مجھے کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے، جب کہ آپ میرے لیے باعث حوصلہ ہوں اور کیا مجھ پر دنیا میں ظلم ہوسکتا ہے جب کہ آپ میرے مددگار ہیں؟8

اسے بیان کرنے کے بعد جناب احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ: ''معلوم ہوا کہ بزرگوں سے بعد وفات مدد مانگنا جائز اور فائدہ مند ہے۔'' ﷺ

ظہیر صاحب نے ایک اور بہتان یہ باندھا کہ بریلوی حضرات نے شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ جھوٹی روایت منسوب کی ہے۔ جبکہ یہ روایت کثیر مستند علماء نے اپنی کتب میں نقل فرمائی ہے ان علماء میں ایک شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس روایت اور اس کو نقل کرنے والوں کے متعلق لکھتے ہیں: ''وہ کلام پاک نہ ایسا کہ کسی ایسے ویسے رسالے یا محض زبانوں پر مشہور ہوا بلکہ اکابر واجلہ ائمہ کرام وعلمائے عظام مثل امام اجل عارف باللہ سید الفقراء ثقہ ثبت، حجت فقیہ محدث راویۃ الحضر ۃ والعلیۃ القادریۃ سیدنا امام ابوالحسن نور الدین علی بن الجریر لخمی شطنوفی، پھر امام کرام شیخ الفقہا فرد الوفاء عالم ربانی لوائے حکمت یمانی سیدنا امام عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی مکی، پھر فاضل اجل فقیہ اکمل محدث اجمل شیخ الحرم المحترم مولانا علی قادری حنفی ہروی مکی وبقیۃ السلف جلیل الشرف صاحب کرامات عالی وبرکات معالی مولانا محمد ابوالمعالی سلمی معالی، پھر شیخ شیوخ علماء الہند محقق فقیہ عارف نبیہ مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم کبرائے ملت وعظمائے امت قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم وافاض علینا من برکاتہم وانوارہم نے اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ ومستندہ ومثل بہجۃ الاسرار شریف وخلاصۃ المفاخر ونزہۃ الخاطر الفاتر وتحفۂ قادریہ واخبار الاخیار وزبدۃ الآثار وغیرہ میں ذکر وروایت فرمایا کہ حضور پرنور جگر پارہ شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''من استغاث فی کربۃ کشف عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی رکعتین یقراء فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی ویسلم علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم بعد السلام ویذکر نی ثم یخطو الی جهة العراق احدی عشرة خطوة ویذکر اسمی ویذکر حاجته فانها تقضی باذن اللہ تعالی ''جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دفع ہو اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھ سے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو۔ اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے، پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاجت روا ہو۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 321، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کی اطلاع کے لئے ہے کہ بزرگوں کی طرف جھوٹ منسوب کرنا اہل سنت کا شعار نہیں بلکہ یہ آپ لوگوں کی عادت ہے۔ کبھی اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے اسلاف کی طرف جھوٹ منسوب کر دیتے ہو تو کبھی پوری پوری احادیث ہی ختم کر دیتے ہو۔ سعودی وہابی اس کام میں پیش پیش ہیں۔ فقہ حنفی اور اہل سنت کے عقائد پر مشتمل کئی احادیث کو کتب حدیث سے نکالا جا رہا ہے اور بعض میں تحریف کی جا رہی ہے۔ سنن نسائی و ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث پاک حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے "اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی" الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

(جامع الترمذی، ابواب الدعوات، جلد2، صفحہ197، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی)

موجودہ وہابیوں نے کتب حدیث سے لفظ ''یا محمد'' نکال دیا ہے کہ یا محمد کہنا ان کے نزدیک شرک ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی تحریفات کی ہیں۔ جس کا ذکر فقیر نے اپنی کتاب ''دین کس نے بگاڑا؟'' میں کیا ہے۔

**شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر**

جناب بریلوی اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:۔

| | |
|---|---|
| شیئاً للہ شیخ عبدالقادر | اصرف عنّا الضّروف عبدالقادر |
| رؤفاء راروف عبدالقادر | امور اصرف عنّا الصرف عبدالقادر |

یـاظـل الـلـہ شیـخ عبـدالقـادر | عـطـفـا عـطـفـا عطوف عبدالقادر

عـطـفـا عـطـفا عطوف عبدالقادر | اے آنـکـہ بـدست قسـت تصرف

اے شفقت کرنے والے عبدالقادر مجھ پر شفقت فرمائیے اور میرے ساتھ مہربانی کا سلوک کیجئے۔ تیرے ہاتھ میں تمام اختیارات وتصرفات ہیں میرے مصائب ومشکلات دور کیجئے۔9

اسی طرح وہ لکھتے ہیں: "اہل دین رامغیث عبدالقادر۔"10

جناب بریلوی رقمطراز ہیں: "میں نے جب بھی مدد طلب کی، یا غوث ہی کہا۔ ایک مرتبہ میں نے ایک دوسرے ولی (حضرت محبوب الٰہی) سے مدد مانگنی چاہی، مگر میری زبان سے ان کا نام ہی نہ نکلا۔ بلکہ یا غوث ہی نکلا۔"11

یعنی اللہ تعالیٰ سے بھی کبھی مدد نہ مانگی۔ "یا اللہ مدد فرما" نہیں، بلکہ ہمیشہ کہتے "یا غوث مدد فرما۔"

اولیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جس کا ثبوت کئی مستند کتب میں موجود ہے۔ امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں ہے "سئل عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان و نحو ذالك من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین وھل للمشائخ اغاثۃ بعد موتھم ام لا ؟فاجاب بما نصہ ان الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزۃ وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم "ترجمہ: ان سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یا رسول اللہ ،یا علی، یا شیخ عبد القادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء ومرسلین واولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔ (فتاوی الرملی، جلد04، صفحہ733، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یا شیخ عبد القادر کو بطور وظیفہ پڑھنے کے جائز ہونے پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ مبارک وظیفہ بے شک جائز ہے۔ فتاوی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار میں ہے "امـا قـولھـم "یـا شیخ عبـدالقـادر" فـنـداء فـمـا الـموجب لحرمتہ "ترجمہ: ان کا "یا شیخ عبد القادر" کہنا نداء ہے تو اس کی حرمت کا موجب کیا ہے؟ یہاں اس کو ناجائز کہنے والے وہابی ہیں اور وہابیہ بے دین ہیں ان کی بات سننی جائز نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔"

(فتاوی رضویہ جلد29، صفحہ548، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

آخری جملہ جو لکھا گیا: "یعنی اللہ تعالیٰ سے بھی کبھی مدد نہ مانگی۔ "یا اللہ مدد فرما" نہیں، بلکہ ہمیشہ کہتے "یا غوث مدد

فرما۔'' یہ جملہ ظہیر صاحب کا نہیں بلکہ مترجم صاحب نے تحریف کرتے ہوئے اپنے پاس سے شامل کردیا۔مترجم صاحب کا یہ کہنا بہتان ہے اور مترجم صاحب کی کم فہمی پر دلالت کرتا ہے۔ہر بندہ دن میں پانچ نمازوں اور ان کے علاوہ دعاؤں میں رب تعالیٰ سے ہی مانگتا ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور کلام ہے: یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو'' اسی طرح اور بھی کئی کلام ہیں جن میں اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کیا گیا ہے۔یہاں اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ جب کبھی اولیاء کرام سے مانگنے کا اتفاق ہوا تو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے مانگا۔

## سیدی احمد زرّوق مغربی کا مرید کی پریشانی دور کرنا

احمد زروق بھی مصائب دور کرنے والے ہیں۔چنانچہ بریلوی علماء اپنی کتب میں ان سے عربی اشعار نقل کرتے ہیں:۔

انا ما سطا جورا الزّمان بنكبته فـنـا د يـا زروق ات يسـرعتـه

انـا لـمـريـدى جـامـع لشتاته وان كنت فى ضيق و كرب و وحشته

ترجمہ: میں اپنے مرید کی پراگندگیوں کو جمع کرنے والا ہوں، جب کہ زمانہ کی مصیبتیں اس کو تکلیف دیں۔اگر تو تنگی یا مصیبت میں پکارے، اے زروق! میں فوراً آؤں گا۔12

یہ کلام شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''شاہ عبد العزیز صاحب نے بُستان المحدثین میں حضرتِ ارفع واعلیٰ امام العلما نظام الاولیا حضرت سیدی احمد زرّوق مغربی قدس سرہ استاذ شمس الدین لقانی وامام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری کی مدحِ عظیم لکھی کہ وہ جناب ابدال سبعہ ومحققین صوفیہ سے ہیں، شریعت وحقیقت کے جامع، باوصف علوِ باطن، ان کی تصانیف علومِ ظاہری میں بھی نافع ومفید وبکثرت ہیں، اکابر علما فخر کرتے ہیں کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم وعارف کے شاگرد ہیں، یہاں تک کہ لکھا: ''بالجملہ مردے جلیل القدر ست کہ مرتبہ کمالِ اُوفوق الذکر است۔'' خلاصہ یہ کہ وہ بڑی قدر ومنزلت والے بزرگ ہیں کہ ان کا مقام ومرتبہ ذکر سے ماوراء ہے۔

پھر اس جناب جلالت مآب کے کلام سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں:۔

انـا لـمـريـدى جـامـع لشتـات اذا مـا سـطـا جـورُ الزمان بـنـكبتـه

وان كـنـت فـى ضَيـقٍ و كـرب و وحشةٍ فـنـاد ىبازرّوق ات بسُرعتـه

یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستمِ زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں نداء کر یا زروق میں فوراً آ جاؤں گا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ564، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

کیسی بات ہے کہ ظہیر صاحب کا دعوی یہ ہے کہ اہل سنت حنفی بریلویوں نے خود ساختہ عقائد بنا لئے ہیں، لیکن اپنے دعویٰ پر جو دلیلیں دے رہے ہیں ان میں سے ابھی تک ایک بھی ایسی دلیل نہیں دے سکے جو احادیث یا اسلاف سے ثابت نہ ہو۔ پتہ چلا کہ ظہیر صاحب کا یہ دعوی بالکل باطل ہے کہ بریلوی نیا فرقہ ہے جس کے عقائد اہل سنت سے ہٹ کر ہیں۔ الحمد للہ عز وجل! بریلوی اہل سنت فرقہ ہے جس کے وہی عقائد ہیں جو صدیوں سے مسلمانوں میں چلے آ رہے ہیں۔

## گمشدہ چیز کی تلاش پر سیدی احمد یا ابن علوان کہنا

> اسی طرح ابن علوان بھی ان اختیارات کے مالک ہیں چنانچہ منقول ہے: ''جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز واپس ملا دے، تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام کو ہدیہ کرے، پھر سیدی احمد بن علوان کو پکارے اور پھر یہ دعا پڑھے اے میرے آقا احمد بن علوان، اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال دوں گا۔''13

مزے کی بات یہ ہے کہ یہ بھی اعلیٰ حضرت کا کلام نہیں بلکہ علامہ شامی اور دیگر محققین علمائے کرام کا ہے چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: ''علامہ زیادی پھر علامہ اجھوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: جس کی کوئی چیز گم جائے مکان بلند پر رو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اسکے بعد یوں عرض رسا ہو کہ: یا سیدی احمد یا ابن علوان! میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے مہیہ میں ہے "قـرر الزیادی ان الانسان اذا اضاع لہ شیء و ارادان یرد اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرء الفاتحۃ ویھدی ثوابھا للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ثم یھدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی و الا نزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالی یرد علی من قال ذلک ضالہ ببرکتہ" زیادی نے بیان کر کے اس کو برقرار رکھا ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو واپس لوٹا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑا

ہو جائے، فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور عرض گزار ہو کہ یا سیدی احمد، یا ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کرائی تو دفتر اولیاء سے آپ کا نام نکلوا دوں گا، اللہ تعالیٰ یہ کہنے والے کو اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلا دے گا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 832، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## مریدوں کا اپنے مرشدوں کو پکارنا

☚ سید محمد حنفی بھی مشکلات کو دور کرنے والے ہیں۔ جناب بریلوی لکھتے ہیں: "سیدی محمد شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حجرہ خلوت میں وضو فرما رہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی۔۔۔۔۔حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے، جب تک وہ پہلی واپس آئے۔ ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع ہدایا لے کر حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے! جب چور میرے سینے پر ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا "یا سیدی محمد حنفی" اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینے پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہوگیا۔14

سید بدوی بھی مصائب و مشکلات میں بندوں کی مدد کرتے ہیں: "جب بھی کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ یہ کہے "یا سیدی احمد بدوی خاطر معی" اے میرے آقا احمد بدوی میرا ساتھ دیجئے۔15

سید احمد بدوی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "جسے کوئی حاجت ہو تو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت مانگے تو میں اس کی حاجت کو پورا کروں گا۔"16

ابو عمران موسیٰ بھی: "جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں ندا کرتا جواب دیتے! اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے زائد۔"17 ☛

یہ سب کلام عظیم محدث علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اعلیٰ حضرت ان کا کلام یوں نقل کرتے ہیں: "امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ ربانی کتاب مستطاب "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" میں فرماتے ہیں: سیدی محمد غمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لیے جاتے تھے ان کے جانور کا پاؤں پھسلا، باآواز پکارا "یا سیدی محمد یا غمری" ادھر ابن عمر حاکمِ صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کیے لیے جاتے تھے، ابن عمر نے فقیر کا نداء کرنا سنا

، پوچھا یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا میرے شیخ۔ کہا میں ذلیل بھی کہتا ہوں ''یا سیدی یا عمری لاحِظنی'' اے میرے سردار اے محمد عمری! مجھ پر نظر عنایت کرو، ان کا یہ کہنا کہ حضرت سیّدی محمد عمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی، مجبورانہ ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا۔

اسی میں ہے: سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حجرہ خلوت میں وضو فرما رہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے جب تک وہ پہلی واپس آئے، ایک مدت کے بعد ملکِ شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدیا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دی جب چور میرے سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا ۔''یا سیدی محمد یا حنفی'' اُسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہوگیا اور مجھے یہ برکتِ حضرت اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔ اسی میں ہے: ولیِ ممدوح قدس سرّہ کی زوجہ مقدسہ بیماری سے قریبِ مرگ ہوئیں تو وہ یوں ندا کرتی تھیں ''یاسیدی احمد یا بدویُّ خاطرك معی'' اے میرے سردار اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے۔ ایک دن حضرت سیدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے فریاد کرے گی تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحبِ تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے اور جو کسی ولیِ کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی نداء پر اجابت نہیں کرتے، یوں کہہ ''یا سیدی محمد یا حنفی'' کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالیٰ تجھے عافیت بخشے گا۔ ان بی بی نے یونہی کہا، صبح کو خاصی تندرست اُٹھیں، گویا کبھی مرض نہ تھا۔۔۔ اسی میں ہے: مروی ہوا ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو فرماتے ہیں ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی، سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بدوضع نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی، لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیر و مرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا یوں ندا کی ''یا شیخ ابی لاحظنی'' اے میرے باپ کے پیر مجھے بچایئے! یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی لڑکی نے نجات پائی وہ کھڑاؤں اُن کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔ اسی میں سیدی موسیٰ ابوعمران رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لکھتے ہیں ''کان اذا ناداہُ مریدہ اجابه من مسیرۃِ سنةٍ او اکثر'' ''جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں نداء کرتا جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔''

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ558، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے کی بجائے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو دلائل نقل کئے ہیں وہ غلط ہیں۔ جب یہ سب دلائل آج بھی کتب میں موجود ہیں پھر اس پر اعتراض کرنا تعصب ہے۔

## جو جس ہستی سے منسلک ہو وہ ہستی دستگیر ہے

﴿ پھر جناب بریلوی اس مسئلے میں اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جو شخص بھی کسی نبی یا رسول یا کسی ولی سے وابستہ ہوگا، تو وہ اس کے پکارنے پر حاضر ہوگا اور مشکلات میں اس کی دستگیری کرے گا۔''18 ﴾

یہ بھی عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں "کل من کان متعلقا بنبی او رسول او ولی فلابدان یحضره و یاخذ بیده فی الشدائد" جو کوئی کسی نبی یا رسول یا ولی کا متوسل ہوگا ضرور ہے کہ وہ نبی و ولی اس کی مشکلوں کے وقت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے۔''

(فتاوی افریقہ، صفحہ 96، مکتبہ غوثیہ، کراچی)

## مشائخ اپنے پیروکاروں کی نگہبانی فرماتے ہیں

﴿ سلسلہ تصوف سے متعلق مشائخ بھی اپنے مریدوں کو مشکلات سے رہائی عطا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ جناب احمد رضا لکھتے ہیں: ''صوفیہ کے مشائخ سختی کے وقت اپنے پیروکاروں اور مریدوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔''19 ﴾

یہ کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے وہ ''المیزان الکبریٰ'' میں فرماتے ہیں "قد ذکرنا فی کتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء و الصوفیة کلهم یشفعون فی مقلدیهم و یلاحظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منکر و نکیر له وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط، والا یغفلون عنهم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصرالدین اللقانی رآه بعض الصالحین فی المنام فقال له مافعل الله بك فقال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلافی اتاهم الامام مالك فقال مثل هذا یحتاج الی سوال فی ایمانه بالله ورسوله تنحیاعنه فتحیا عنی واذاکان مشائخ الصوفیة یلاحظون اتباعهم

ومریدیھم فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا و الأخرة فکیف بائمة المذھب الذین ھم أوتادالارض وارکان الدین وأمناء الشارع صلی اللّٰہ تعالی علیه و سلم علی امته رضی اللّٰہ تعالی عنھم اجمعین'' ترجمہ: ہم نے کتاب ''الاجوبہ عن الفقہاء والصوفیہ'' میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے سوال کو آتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب نامہ اعمال کھلتے ہیں، جب حساب لیا جاتا ہے، جب عمل تُلتے ہیں، جب صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصر الدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے انہیں خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لئے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا اور رسول پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے، یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہو گئے۔ جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہول وسختی کے وقت دنیا وآخرت میں اپنے پیرووں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون، اور شارع علیہ السلام کی اُمت پر اس کے امین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(فتاوی رضویہ جلد9، صفحہ769، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

## کاموں میں متحیر ہو تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو

اہل قبور سے استعانت کے عقیدے کا ذکر کرتے ہوئے جناب بریلوی رقم طراز ہیں: ''جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو۔'' 20

پورا کلام یوں ہے: ''علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں ''ولہذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انه لیس بحدیث کما توھم ولذا اتفق الناس علی زیارة مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللہ وان انکرہ بعض الملاحدة فی عصرنا والمشتکی الیه ھو اللہ '' یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو۔ مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگر چہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر

ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ416، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## نیک مُردوں سے مدد ملتی ہے

﴿ قبروں کی زیارت کے فوائد بیان کرتے ہوئے جناب احمد رضا کے ایک پیروکار کہتے ہیں: ''قبروں کی زیارت سے نفع حاصل ہوتا ہے نیک مردوں سے مدد ملتی ہے۔''21

مزید کہتے ہیں: ''زیارت سے مقصود یہ ہے کہ اہل قبور سے نفع حاصل کیا جائے۔''22 ﴾

امام ابن حجر مکی پھر شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہما اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا "صالحان را مدد بلیغ است بہ زیارت کنندگانِ خود رابر اندازہ ادب ایشاں '' ترجمہ: صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔

( اشعۃ اللمعات ،باب زیارۃ القبور، جلد1، صفحہ715، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "از اولیائے مدفونین انتفاع واستفادہ جاریست "ترجمہ: مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ طلب کرنا جاری ہے۔ (تفسیر فتح العزیز ،پارہ عم، استفادہ از اولیاء مدفونین، صفحہ143، مسلم بک ڈپو لال کنواں، دہلی)

## حضرت موسیٰ کاظم کی قبر تریاق اکبر

﴿ جناب موسیٰ کاظم کی قبر سے متعلق فرماتے ہیں: ''حضرت موسیٰ کاظم کی قبر تریاق اکبر ہے۔''23 ﴾

یہ کلام خود ساختہ نہیں بلکہ امام محمد بن موسی الدمیری الشافعی ( المتوفی 808ھ ) اپنی مستند کتاب ''حیاۃ الحیوان الکبریٰ'' میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ''وکان الشافعی یقول قبر موسی الکاظم التریاق المجرب "ترجمہ: امام شافعی فرماتے تھے کہ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر تریاق مجرب ہے۔

(حیاۃ الحیوان الکبری، جلد1، صفحہ189، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان کے علاوہ بعض بزرگان دین کے متعلق اس قسم کے روایات مشہور ہیں ۔حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کئی علماء کرام نے روایت نقل فرمائی ہے چنانچہ ابو محمد عفیف الدین الیافعی "مرآۃ الجنان " میں، ابو العباس شمس الدین احمد البرمکی الاربلی "وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان" میں، محمد بن موسی بن عیسی بن علی الدمیری الشافعی "حیاۃ الحیوان

الکبریٰ" میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں "وکان مشھوراً باجابۃ الدعوۃ وأھل بغداد یستسقون بقبرہ، ویقولون قبر معروف تریاق مجرب وکان السری تلمیذہ، فقال لہ یوماً اذا کانت لك حاجۃ إلی اللہ تعالی فأقسم علیہ بی "ترجمہ: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے (یعنی ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں) اہل بغداد ان کی قبر سے بارش طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مجرب تریاق ہے اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد تھے، ان سے ایک دن حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر تجھے رب تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو اسکی بارگاہ میں میری قسم (وسیلہ) دے کر سوال کرو۔

(مرآۃ الجنان، جلد1، صفحہ353، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

## حضرت محمد بن فرغل اور سید بدوی کے تصرفات

خود جناب بریلوی محمد بن فرغل سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے: "میں ان میں سے ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں۔ جسے کوئی حاجت ہو تو میرے پاس چہرے کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے، میں روا فرمادوں گا۔"24

سید بدوی سے یہی مقولہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "انہوں نے کہا: مجھ میں اور تم میں یہ ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے۔ اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے تو وہ مرد ہی کاہے کا ہے۔"25

یہ کلام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" ترجمہ الشیخ محمد بن احمد الفرغل، جلد 2، صفحہ 105، مصطفیٰ البابی، مصر میں لکھا ہے۔ جسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں ہے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے "من کانت حاجۃ فلیأت الی قبری و یطلب حاجتہ اقضھالہ فانّ مابینی وبینکم غیر ذراعٍ من تراب وکل رجل یحجبہ عن اصحٰبہ ذراع من تراب فلیس برجل" جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے میں روا فرمادوں گا کہ مجھ میں اور تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے وہ مرد کاہے کا ہے۔

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا "کان رضی اللہ تعالی عنہ یقول انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت لہ حاجۃ فلیأت الی قبالۃ وجھی ویذکرھا لی اقضھالہ" فرمایا

کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے میں روا فرمادوں گا۔

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ559، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## غیر اللہ سے مدد کو شرک ثابت کرنے پر وہابی دلائل اور ان کے جوابات

﴿ ایک طرف تو بریلوی حضرات کے یہ عقائد ہیں اور دوسری طرف قرآنی تعلیمات وارشادات ہیں۔ذرا ان کا تقابل کیجئے تا کہ حقیقت کھل کر سامنے آ سکے کہ قرآن کریم کے نزدیک توحید باری تعالیٰ کا تصور کیا ہے اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ ﴾

ہاں ضرور آپ تقابل کریں کہ کس طرح ظہیر صاحب نے قرآن سے باطل استدلال کر کے کثیر صحابہ وعلماء کو مشرک قرار دیا ہے، ان علماء میں وہ بھی ہیں جن کو وہابی اپنا پیشوا مانتے ہیں جیسے شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ۔

﴿ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ نیک بندے اپنے رب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ تجھی کی ہم بندگی کریں اور تجھی سے ہم مدد چاہیں اور پھر اللہ مشرکین کے عقیدے کو رد کرتے ہوئے اور اس پر ان کو ڈانٹتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَھُمْ فِیْھِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّ مَا لَہٗ مِنْھُمْ مِّنْ ظَھِیْرٍ﴾ آپ کہیں تم انہیں پکارو تو جنہیں تم اللہ کے سوا (شریک خدائی) سمجھ رہے ہو، وہ ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں! اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی بھی اللہ کا مددگار ہے۔

اور اللہ کا فرمان ہے ﴿ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ ط وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ○ اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآئَکُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ وَ لَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ﴾ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی حکومت ہے۔اور جنہیں تم اس کے علاوہ پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری سنیں گے بھی نہیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہا نہ کر سکیں۔اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کرنے ہی سے منکر ہوں

اور تجھ کو (خدائے) خبیر کا سا کوئی نہ بتائے گا۔

نیز ﴿قُلْ اَرَئَیْتُمْ شُرَکَائَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ کِتَابًا فَھُمْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْہُ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾ آپ کہہ دیجئے! تم نے اپنے خدائی شریکوں کے حال پر بھی نظر کی ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ ذرا مجھے بھی تو بتاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا جزو بنایا ہے یا ان کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس پر قائم ہیں؟ اصل یہ ہے کہ ظالم ایک دوسرے سے نرے دھوکہ (کی باتوں) کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔

اور مزید فرمایا ﴿وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَ لَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ﴾ اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔

اور فرمایا ﴿وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْءٍ﴾ اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کا کچھ جواب نہیں دے سکتے۔

﴿وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ﴾ اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی بھی نہ کارساز ہے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ وہ مشرکین اور ان لوگوں سے سوال کریں جو اللہ کے سوا کسی اور سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں ﴿قُلْ اَفَرَئَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ ھُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ﴾ کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اللہ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر عنایت کرنا چاہے، تو یہ اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں؟

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ﴾ وہ کون ہے جو بے قرار کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں خلفاء بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الہ ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔

پھر ان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ بے شک جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے ہی بندے ہیں۔ سو اگر تم سچے ہو تو تم انہیں پکارو! پھر ان کو چاہیے کہ تمہیں جواب دیں۔

اور مزید فرمایا ﴿قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ﴾ کہہ دیجیے تو کیا تم نے پھر بھی اس کے سوا اور کارساز قرار دے لیے ہیں جو اپنی ذات کے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے؟

مزید فرمایا ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴾ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے بھی ہیں تو بس زنانی چیزوں کو اور یہ لوگ پکارتے بھی ہیں تو بس شیطان سرکش کو۔

نیز ﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا اور کسی کو پکارے؟ جو قیامت تک بھی اس کی بات نہ سنے بلکہ انہیں ان کے پکارنے کی خبر تک نہ ہو؟

ان آیات کریمہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی مصائب ومشکلات میں بندوں کی مدد کرسکتا ہے اور ان کے کام آسکتا اور ان کے دکھ درد دور کرسکتا ہے۔ اختیار وتصرف کا دائرہ فقط اسی کی ذات تک محدود ہے اور ساری کائنات کا نظام اسی کے قبضہ واختیار میں ہے اور تمام انبیاء ورسل علیہم السلام نے بھی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے فقط اسی کا دامن تھاما اور صرف اسی کے سامنے سر نیاز خم کیا۔۔۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ شدائد ومشکلات میں ان سے استمداد واستعانت جائز ہے قرآن کریم کی صریح، صاف اور واضح آیات سے متصادم ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا، حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے غرق ہونے والے بیٹے کے لیے رب کائنات سے نجات طلب کرنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صرف اسی سے اپنے لیے بیٹا مانگنا، مشکلات ومصائب میں گھرے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صرف اپنے رب کو پکارنا، حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل کرنے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز ونیاز کرنا اور حضرت ایوب علیہ السلام کا صرف ذات باری تعالیٰ سے شفا طلب کرنا۔ یہ سارے واقعات اس بات کی واضح اور بین دلیل ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مالک ذی اختیار نہیں ہے جو مصیبت رفع کرسکتا ہو! لیکن ان تمام شواہد ودلائل کے برعکس بریلوی

حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کسی نبی یا رسول یا ولی سے وابستہ ہوتا ہے، وہ مصائب ومشکلات میں اس کی دستگیری کرتا ہے۔39

احمد رضا بریلوی کے ایک پیروکار یوں رقمطراز ہیں: "اولیائے کرام ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھتے ہیں اور بعید وقریب کی آوازیں سنتے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرتے اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔"40

ایک طرف ان حضرات کا یہ عقیدہ ہے۔۔۔۔۔اور دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ فرما رہے ہیں کہ اپنی حاجت صرف خدا سے طلب کر، فقط اسی سے کر! قلم کی سیاہی خشک ہوچکی ہے، ساری کائنات مل کر بھی تجھے نہ نفع دے سکتی ہے اور نہ نقصان۔41

لیکن جناب بریلوی کہتے ہیں: "جب تمہیں پریشانی کا سامنا ہو تو اہل قبور سے مدد مانگو۔"42

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ جناب بریلوی نہ صرف یہ کہ خود قرآنی آیات کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ جو لوگ شرک وبدعت کے خلاف سچے اور مجاہدانہ جذبے کے ساتھ صف آراء ہیں اور ان صریح آیات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف رب کائنات ہی مضطر اور مصیبت زدہ لوگوں کی التجا سنتا ہے اور اس کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور صرف وہی مصائب ومشکلات کو دور کرنے والا ہے، بریلی کے یہ خاں صاحب ان کے خلاف طعن وتشنیع اور اظہار کدورت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں انہیں اس پر کچھ علم نہیں، یوں ہی اپنے سے انگلی لڑاتے ہیں۔"43

ان جیسے لوگوں کے متعلق ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اتارا ہے اس کی پیروی کرو! تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔۔۔۔خواہ ان کے باپ دادا نہ ذرا عقل رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں؟

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں، تو میں تو قریب ہی ہوں! دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے! پس لوگوں کو چاہئے کہ میرے احکام قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں عجب نہیں کہ ہدایت پا جائیں۔

نیز ﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔

لیکن: ہے مریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن شیخ وملا کو بری لگتی ہے درویش کی بات

ظہیر صاحب کی پیش کردہ آیات کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، کیا آپ کو کوئی ایسی آیت ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ نبی وولی سے مانگنا ناجائز وشرک ہے؟ ظہیر نے بتوں والی آیات بزرگان دین پر منطبق کردی ہیں۔ پھر اس نے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو شرک ثابت کرتے ہوئے اوپر یہ آیت پیش کی ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴾ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے بھی ہیں تو بس زنانی چیزوں کو اور یہ لوگ پکارتے بھی ہیں تو بس شیطان سرکش کو۔

(سورۃ النساء، سورۃ4، آیت 117)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو فقط جائز کہا جاتا ہے اور اسکے منکروں کو اس لئے گستاخ کہا جاتا ہے کہ یہ اسے ناجائز ثابت کرتے ہوئے کئی گستاخیوں کو ارتکاب کرتے ہیں جیسے یہاں ان ہستیوں کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ شیطان ٹھہرادیا۔ بتوں کے متعلق آیت نیک ہستیوں پر منطبق کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔ جب معاذ اللہ موجودہ مسلمان ابوجہل و ابولہب سے زیادہ بڑے مشرک ہیں تو کوئی سورت و آیت بھی تو سورۃ لہب جیسی لاؤ۔ اگر ایاک نستعین کا یہ معنی لیا جائے کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا شرک ہے پھر تو سارے مسلمان بشمول وہابی بھی مشرک ہوگئے کہ ہر کوئی ڈاکٹر، پولیس اور لوگوں سے مدد مانگتا ہے۔ اگر وہابی یہ کہیں کہ اس سے مراد فوت شدہ سے مدد مانگنا ہے تو ان سے پوچھا جائے کہ آیت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ زندہ سے مدد مانگنا جائز ہے فوت شدہ سے نہیں؟ پھر ایک جگہ ظہیر صاحب میاں مٹھو بنتے ہوئے کہتے ہیں: ''پھر ستم بالائے ستم یہ کہ جناب بریلوی نہ صرف یہ کہ خود قرآنی آیات کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ جو لوگ شرک وبدعت کے خلاف سچے اور مجاہدانہ جذبے کے ساتھ صف آراء ہیں اور ان صریح آیات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف رب کائنات ہی مضطر اور مصیبت زدہ لوگوں کی التجا سنتا ہے اور اس کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور صرف وہی مصائب ومشکلات کو دور کرنے والا ہے، بریلی

کے یہ خاں صاحب ان کے خلاف طعن و تشنیع اور اظہار کدورت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں انہیں اس پر کچھ علم نہیں، یوں ہی اپنے سے اٹکلی لڑاتے ہیں۔"

یہاں کیسے توحید کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو مشرک وبدعتی ثابت کرنے والے وہابی اپنے آپ کو قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہونے والا کہہ رہے ہیں اور وہ کلام جو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اس کلام کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے تنقید کر رہے ہیں ۔ جی ہاں یہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے چنانچہ فرماتے ہیں " انما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما الانف لمنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون مایقولون ومالھم علی ذلك من علم ان ھم الایخرصون "ترجمہ: ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اور انہیں اس پر کچھ علم نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

(لمعات التنقیح، باب حکم الاسراء ،فصل 1،جلد3،صفحہ401، مکتبہ نوریہ رضویہ،سکھر)

لو وہابیوں! شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں تم اپنا پیشوا جانتے ہو انہوں نے صراحت فرمادی کہ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں یونہی تکے مارتے ہو اور مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہو۔ یہ وہابیوں کی اٹکلیں ہی ہیں کہ وہ لوگوں کو یہ وسوسہ دیتے ہیں کہ جب رب تعالیٰ ہی عطا کرنے والا ہے، وہ خود فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو، پھر نبی یا ولی سے مانگنے کا کیا جواز ہے؟ لوگ اس وسوسے کا جواب لئے بغیر اپنا عقیدہ وہابیوں جیسا بنا لیتے ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو عقائد ونظریات رکھتے تھے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی پر تھے۔

پھر جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام پیش کیا گیا کہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں رب تعالیٰ سے مانگنے کا ارشاد فرمایا تو یہ ہم کب کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل سے نہیں مانگنا چاہئے؟ اس حدیث کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مانگنا شرک ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مدد کے لئے حاضر ہو جاتے، کسی صحابی کی آنکھ نکلی تو وہ نکلی آنکھ لے کر مدد کے لئے حاضر ہو گیا، ایک صحابی کی تلوار ٹوٹی وہ مدد کے لئے حاضر ہوا، ایک صحابی کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی وہ بھی حاضر خدمت ہوا۔ کیا ان صحابہ نے اللہ عزوجل کے علاوہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد نہیں مانگی؟ اوپر کئی مستند دلائل پیش کیے ہیں جن میں انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے کو جائز کہا گیا ہے۔صحابہ کرام سے ثابت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے مدد مانگنے حاضر ہوتے تھے چنانچہ امام ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "عن علی قال قدم علینا اعرابی بعد ما دفن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم و حثا علی راسه من ترابه فقال قلت یارسول الله فسمعنا قولك وعیت عن الله فوعینا عنك و كان فیما انزل الله علیك﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ﴾ وقد ظلمتُ نفسی و جئتك تستغفرلی فنودی من القبر انه قد غفر لك"ترجمہ:حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے تین یوم کے بعد ہمارے پاس ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) آیا اور اپنے آپ کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر گرادیا اور اپنے سر پر قبر انور کی مٹی ڈالنے لگا اور پھر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پس ہم نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کیا اور جو (قرآن) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اس میں یہ (آیۃ) بھی ہے﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ﴾اور تحقیق میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اللہ (عزوجل) کی بارگاہ سے مغفرت طلب کریں تو قبر انور سے آواز آئی کہ تمہاری مغفرت کردی گئی۔

(الجامع لاحکام القرآن، جلد5،صفحہ265،دار الکتب المصریہ،القاہرۃ)

## ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ کی تفسیر

لہذا وہابیوں کا استدلال باطل ہے کہ جو نبی وولی دنیا سے پردہ کرگیا ہے اس سے مدد مانگنا شرک ہے۔درحقیقت اس آیت میں﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ اکٹھے ہیں جن کا باہمی تعلق ہے،وہ تعلق یہ ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا بھی عبادت کی ایک شاخ ہے۔مشرک بتوں کی عبادت کے وقت ان سے مدد بھی مانگتے ہیں۔جبکہ مسلمان نہ تو کسی ولی یا نبی کی عبادت کرتے ہیں اور نہ وہ انہیں حقیقی کارساز جانتے ہیں۔مسلمان یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی عطا سے یہ مدد کرتے ہیں۔یہ عقیدہ بالکل درست اور احادیث کے موافق ہے۔کثیر احادیث میں استعانت کا ثبوت ہے چنانچہ نسائی شریف کی حدیث پاک حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب وفد ہوازن خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں

حاضر ہوا اور اپنے اموال و اہل و عیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان والا ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''اذا صلیتم الظہر فقولوا انا نستعین برسول اللہ علی المؤمنین او نسائنا تو جب نصف ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے باب میں۔

(سنن نسائی، کتاب الهبة، هبة المشاع جلد6، صفحه262، مکتب المطبوعات الإسلامیة، حلب)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیۃ ﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کے معنی وہابی یوں بیان کرتا ہے کہ استعانت غیر حق سے شرک ہے:۔

دیکھ حصر نستعین اے پاک دیں | استعانت غیر سے لائق نہیں
ذات حق بیشک ہے نعم المستعان | حیف ہے جو غیر حق کا ہو دھیان

اور علمائے صوفیہ کرام کا عقیدہ یوں ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ایمان تھا کہ ''نداریم غیر از تو فریاد رس ''ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے۔

اور حضرت مولانا نظامی گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی دعا میں عرض کرتے تھے:۔

بزرگا بزرگی دہا بیکسم | توئی یاوری بخشش و یاری رسم

ترجمہ: اے بزرگ! بزرگی عطا فرما کہ میں بیکس ہوں، تو ہی حمایت کرنے والا اور میری مدد کو پہنچنے والا ہے۔

اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قصہ دلچسپ و عبرت دلہا بیان کرتا ہے جو تحفۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے جب نستعین پر پہنچے بیہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش ہوا فرمایا: جب رب العالمین ایاک نستعین فرمائے اور میں غیر حق سے مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا؟ دوسری آیت شریف جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ کی کہانی ''وجہت وجہی للذی'' سے بیان کرتا ہے اور بہت سی آیت شریفہ اور حدیث پاک اور قول علماء و صوفیہ بتاتا ہے لہٰذا مستدعی خدمت عالی ہوں کہ تردید اس کی مرحمت ہو کہ اس وہابی سے بیان کروں جواب قرآن کا قرآن سے، حدیث کا حدیث سے، اقوال کا اقوال سے، ارشاد فرمائے گا اور معنی لفظی ہوں، بینوا توجروا۔''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کے جواب میں پورا رسالہ بنام ''برکات الامداد لاهل الاستمداد'' (مدد

طلب کرنے والوں کے لئے امداد کی برکتیں) لکھا، جس میں کثیر دلائل سے اس آیت کی تفسیر واضح فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں: ''الحمدُ للہ آیات کریمہ تو مسلمان کی ہیں اور حضرت مولانا سعدی ومولانا نظامی قدس سرہ السامی کے جو اشعار نقل کئے وہ بھی حق ہیں، مگر وہابی حق باتوں سے باطل معنیٰ کا ثبوت چاہتا ہے جو ہرگز نہ ہوگا آیہ کریمہ ''انی وجھت وَجھِی'''' کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں اس میں توجہ بقصد عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اسی کا قصد کرتا ہوں جس نے پیدا کئے زمین وآسمان، نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت بھی داخل ہو سکے، جلالین شریفین میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر فرمائی ''قالوا الہ ما تعبد قال انی وجھت وجھی قصدت بعبادتی ''یعنی کافروں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تم کسے پوجتے ہو فرمایا: میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے بنائے آسمان وزمین۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کر کے باتیں کرنا بھی شرک ہو نماز میں قبلہ کی طرف توجہ بھی شرک ہو کہ قبلہ بھی غیر خدا ہے خدا نہیں اور رب العزت جل وعلا کا ارشاد ہے ﴿حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ﴾ جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔

معاذ اللہ شرک کا حکم دینا ٹھہرے، مگر وہابیہ کی عقل کم ہے۔ آیہ کریمہ وایاک نستعین مناجات سعدی ونظامی میں استعانت وفریاد رسی ویاوری دیاری حقیقی کا حضرت عز وجل وعلا میں حصر ہے نہ کہ مطلق کا اور بلاشبہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ ہر وجود ہستی کی خاص بجناب احدیت عز وجل ہے استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات ومالک مستقل وغنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنیٰ کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنیٰ کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول فیض وذریعہ ووسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔ خود رب العزت تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا ﴿وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔۔۔

خدارا انصاف! اگر آیہ کریمہ ﴿ ایاک نستعین﴾ میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص واشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے؟ نہیں نہیں، جب مطلقاً ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان

ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں، اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے ﴿وَاسْتَعِينُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ استعانت کرو صبر ونماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے۔ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیز گاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مد دلینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔

حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے۔ کہ ____ صبح کی عبادت سے استعانت کرو ___ شام کی عبادت سے استعانت کرو __ کچھ رات رہے کی عبارت سے استعانت کرو ____ علم کے لکھنے سے استعانت کرو ____ سحری کے کھانے سے استعانت کرو ____ دوپہر کے سونے سے وصدق سے استعانت کرو ____ حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو ____ کیا یہ سب چیزیں وہابیہ کی خدا ہیں کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔ یہ حدیثیں خیال میں نہ ہوں تو مجھ سے سنئے: "البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنه عن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم (( اِسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ)) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت کرو۔۔۔۔ احمد و ابوداؤد وابن ماجہ بسند صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (( انا لنستعین بمشرک )) ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے۔

اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی؟ ولہٰذا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا ارشاد فرماتے ہیں (( اَسْلِمْ اَسْتَعِنْ بِكَ عَلٰى اَمَانَةِ الْمُسْلِمِيْنَ)) مسلمان ہو جا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔ وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔۔۔۔ حضرت پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ فرماتے ہیں (( اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافہم فان فیہم رحمتی )) فضل رحم دل امتیوں کے پاس طلب کرو کہ ان کے سائے میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ وفی لفظ (اور دوسرے الفاظ میں ہے۔) (( اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمة من امتی

ترزقوا وتنجحوا)) اپنی حاجتیں میرے رحمدل امتیوں سے مانگو رزق پاؤ گے مرادیں پاؤ گے۔

وفی لفظ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بالفاظ دیگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔) "یقول اللہ عزوجل ((اطلبوا الفضل من الرحماء من عبادی تعیشوا فی اکنافهم فانی جعلت فیهم رحمتی)) فضل میرے رحمدل بندوں سے مانگو ان کے دامن میں عیش کروگے کہ میں نے اپنی رحمت ان میں رکھی ہے۔۔فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراهم)) نبی عن عتبة بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ "جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا راہ بھول جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہئے یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا (والحمد للہ) (اسے طبرانی نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔)

حضرت امام سفیان ثوری قدس سرہ النوری کی نقل قول میں مخالف نے ستم کارسازی کو کام فرمایا ہے۔اصل حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب کی فتح العزیز سے سنئے، لکھتے ہیں "شیخ سفیان ثوری رحمۃاللہ تعالی علیه در نماز شام امامت میکرد ،چون ایاك نعبد وایاك نستعین گفت بیهوش افتاد ،چون بخود آمد گفتند اے شیخ اتراچه شده بود ؟ گفت چون وایاك نستعین گفتم ترسیدم که مرا بگویند که اے دروغ گو ! چرا از طبیب دارو می خواهی واز امیر روزی واز بادشاه یاری می جوئی ، ولهذا بعضے از علماء گفته اند که مرد را باید که شرم کند ازانکه هر روز وشب پنج نوبت در مواجهه پروردگار خود استاده دروغ گفته باشد ، لیکن درینجا باید فهمید که استعانت از غیر بوجهے که اعتماد برآں غیر باشد و او را مظهر عون الهی نداند حرام است ، واگر التفات محض بجانب حق است واو را مظاهر عون دانسته ونظربه کارخانه اسباب وحکمت او تعالی در آں نموده بغیر استعانت ظاهری نماید ، دور از عرفان نخواهد بود ،ودر شرع نیز جائز وروا ست ،وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کرده اند ودرحقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکه استعانت بحضرت حق است لاغیر " شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شام کی نماز میں امامت فرمائی جب ایاک نعبد وایاک نستعین پر پہنچے بیہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے دریافت کیا، اے شیخ! آپ کو کیا ہوگیا تھا؟ فرمایا: جب ایاک نستعین کہا تو خوف ہوا کہ

مجھ سے یہ نہ کہا جائے اے جھوٹے، پھر طبیب سے دوا کیوں لیتا ہے۔امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد کیوں مانگتا ہے؟ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو خدا سے شرم کرنی چاہئے کہ پانچ وقت اس کے حضور کھڑا ہو کر جھوٹ بولتا ہے مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد مانگنا کہ اسی پر اعتماد ہو اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر نہ جانا جائے حرام ہے اور اگر توجہ حضرت حق ہی کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جانتا ہے اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ظاہری طور پر غیر سے مدد چاہتا ہے تو یہ عرفان سے دور نہیں اور شریعت میں بھی جائز اور روا ہے اور انبیاء اور اولیاء نے ایسی استعانت کی ہے اور درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں ہے بلکہ یہ حضرت حق سے ہی استعانت ہے۔

مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی کھل جاتی ہے طبیبوں سے دوا چاہنی، امیروں سے نوکری مانگنی، بادشاہوں سے مقدمات وغیرہا میں رجوع کرنا سب شرک ہوا جاتا ہے جس میں خود بھی مبتلا ہے۔لہٰذا از طبیب دوا وغیرہ الفاظ کی جگہ یوں بتایا کہ ''غیر حق سے مدد مانگو مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا؟'' تا کہ جاہلوں کے بہکانے کو اسے بہ زور زبان حضرت انبیاء و اولیاء علیہم السلام والثناء سے استعانت پر جمائیں اور آپ حکیم جی سے دوا کرانے، نواب راجہ کی نوکری کرنے، منصف ڈپٹی کے یہاں نالش لڑانے کو الگ بچ جائیں، سبحان اللہ کہاں وہ تبتل تام و اسقاط تدبیر و اسباب کا مقام جس کی طرف امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قول میں ارشاد فرمایا جس کے اہل مریض ہوں تو دوا نہ کریں۔ بیماری کو کسی سبب کی طرف نسبت نہ فرمائیں، عین معرکہ جہاد میں کوڑا ہاتھ سے گر پڑے تو دوسرے سے نہ کہیں آپ ہی اتر کے اٹھائیں اور کہاں مقام شریعت مطہرہ و احکام جواز و منع و شرک و اسلام مگر ان ذی ہوشوں کے نزدیک کمال تبتل و شرک متقابل ہیں کہ جو اس اعلیٰ درجہ انقطاع محض تفویض تام پر نہ ہو مشرک ٹھہرایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو، اسی حکایت کے بعد شاہ صاحب نے کیسی تصریح فرما دی کہ استعانت بالغیر وہی ناجائز ہے کہ اس غیر کو مظہر عون الٰہی نہ جانے بلکہ اپنی ذات سے اعانت کا مالک جان کر اس پر بھروسا کرے اور اگر مظہر عون الٰہی سمجھ کر استعانت بالغیر کرتا ہے تو شرک و حرمت بالائے طاق، مقام معرفت کے بھی خلاف نہیں، خود حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایسی استعانت بالغیر کی ہے۔

مسلمانو! مخالفین کے اس ظلم و تعصب کا ٹھکانا ہے کہ بیمار پڑیں تو حکیم کو دوڑیں، دوا پر گریں، کوئی مارے پیٹے تو تھانے کو جائیں، رپٹ لکھائیں، ڈپٹی وغیرہ سے فریاد کریں، کسی نے زمین دبا لی کہ تمسک کا روپیہ نہ دیا تو منصف صاحب مدد کیجیو، جج بہادر خبر لیجیو، نالش کریں، استغاثہ کریں، غرض دنیا بھر سے استعانت کریں اور حصر ایاک نستعین کو اس کے منافی نہ جانیں، ہاں

انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے استعانت کی اور شرک آیا، ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آتا، وہاں تو یہ ہے کہ ہم خاص تجھی سے استعانت کرتے ہیں، کیا مخالفین کے نزدیک ''خاص تجھی'' میں بید، حکیم، تھانیدار، جمعدار، ڈپٹی، منصف، جج وغیرہ سب آگئے کہ یہ اس حصر سے خارج نہ ہوئے، یا معاذ اللہ آیہ کریمہ کا حکم ان پر جاری نہیں، یہ خدا کے ملک سے کہیں الگ بستے ہیں؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ غرض مخالفین خود بھی دل میں خوب جانتے ہیں کہ آیہ کریمہ مطلق استعانت بالغیر کی اصلا ممانعت نہیں، نہ وہ ہرگز شرک یا ممنوع ہوسکتی ہے بلکہ استعانت حقیقیہ ہی رب العزۃ جل وعلا سے خاص فرمائی گئی ہے اور اس کا اختصاص کسی طرح حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت جائزہ کا منافی نہیں ہوسکتا مگر عوام بیچاروں کو بہکانے اور محبوبان خدا کا نام پاک ان کی زبان سے چھڑانے کو دیدہ ودانستہ قرآن وحدیث کے معنی بدلتے ہیں، تو بات کیا سر کی کھلی اور دل کی بند ہیں، پاؤں تلے کی نظر آتی ہے۔ حکیم جی کو علاج کرتے، تھانیدار کو چوریاں نکالتے، نواب راجہ کو نوکریاں دیتے، ڈپٹی منصف کو مقدمات بگاڑتے سنبھالتے، آنکھوں دیکھ رہے ہیں، ان کی امداد واعانت سے کیونکر منکر ہوں اور حضرات عالیہ انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے جو باطن وظاہر قاہر وباہر مددیں پہنچ رہیں ہیں، وہ نہ دل کے اندھوں کو سوجھیں اور نہ ہی اپنے نصیبے میں ان کی برکات کا حصر سمجھیں پھر بلا کیونکر یقین لائیں، جیسے معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ ان کے پیشوا ظاہری عبادتیں کرتے کرتے مرگئے، کرامات اولیاء کی اپنے میں بو ند نہ پائی، ناچار منکر ہوگئے "چو نہ دید ند حقیقت رہ افسانہ زدند" (جب انہوں نے حقیقت کو نہ سمجھا تو افسانہ کی راہ اختیار کی۔)

پھر ان حضرات کو ڈپٹی، منصف، حکیم سے خود بھی کام پڑتا رہتا ہے ان سے استعانت کیونکر شرک کہیں؟ معہذا ان لوگوں سے کوئی کاوش بھی نہیں۔ دل میں آزار تو حضرات انبیاء واولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے ہے۔ ان کا نام تعظیم ومحبت سے نہ آنے پائے ان کی طرف کوئی سچی عقیدت سے رجوع نہ لائے۔﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ عنقریب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں "فالتوجه والاستغاثة به صلی الله تعالی علیه و سلم بغیره لیس لهما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذلك ولایقصد بهما احد منهم سواه فمن لم یشرح صدره لذلك فلیبك علی نفسه نسأل الله العافیة والمستغاث به فی الحقیقة هو الله و النبی صلی الله تعالی علیه واسطة بینه وبین المستغیث "یعنی

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا، نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ و واسطہ ہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 301۔۔۔۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## لفظ ﴿یَدْعُوْنَ﴾ کی تفسیر

ظہیر صاحب نے دیگر آیات جو نقل کی ہیں ان میں ﴿یَدْعُوْنَ﴾ کا ذکر ہے جس کی ترجمہ انہوں نے پکارنا کیا ہے ۔اگر غیر اللہ کو پکارنا بھی شرک ہے تو پھر بھی شائد ہی کوئی مسلمان ہو جو مشرک نہ ہو کہ ہر کوئی دوسرے کو پکارتا ہے جیسے یا زید، یا فلاں ۔کیا صحابہ کرام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کہتے تھے؟ ۔اگر وہابی کہیں کہ اس سے مراد مردوں کو پکارنا ہے تو ان سے پوچھا جائے کہ آیت میں کہاں ہے کہ مردوں کو پکارنا شرک ہے اور زندوں کو پکارنا شرک نہیں؟ دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی نبی وولی کو پکارنا مستند احادیث وکتب سے ثابت ہے چنانچہ مصنف ابن شیبہ اور مصنف عبد الرزاق میں ہے "عن نافع قال كان ابن عمر إذا قدم من سفر أتى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال (( **السلام عليك يا رسول الله، السلام عليك يا أبا بكر، السلام عليك يا أبتاه** )) ترجمہ: نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر سے واپس آتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام ہو، اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر سلام ہو، اے میرے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر سلام ہو۔

(مصنف عبدالرزاق، باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد3، صفحہ 576، المکتب الإسلامی، بیروت)

بلکہ مسند ابو یعلیٰ کی حدیث پاک بسند صحیح مروی ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا ثابت ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول (( **والذي نفس أبي القاسم بيده لينزلن عيسى ابن مريم إماما مقسطا وحكما عدلا فليكسرن الصليب، وليقتلن الخنزير، وليصلحن ذات البين، وليذهبن الشحناء، وليعرضن عليه المال فلا يقبله، ثم لئن قام على قبري فقال يا محمد لأجيبنه** )) ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں

ابو القاسم علیہ السلام کی جان ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔عدل و انصاف کے امام ہوں گے،صلیب کو توڑیں گے،خنزیر کو قتل کریں گے،باہمی اصلاح فرمائیں گے،دشمنی ختم فرمائیں گے،ان پر مال پیش کیا جائے گا قبول نہ فرمائیں گے۔پھر اگر میری قبر پر آ کر یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں گے تو میں ضرور ان کا جواب دوں گا۔

(مسند أبي يعلى،شهر بن حوشب عن أبي هريرة جلد 11،صفحه462،دار المأمون للتراث،دمشق)

قرآن پاک میں جہاں ﴿یَدْعُوْنَ﴾ کا ذکر ہے اس سے مراد بتوں کو پکارنا اور ان کی پرستش کرنا ہے۔اس کی مزید وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔

(سورۃ الانعام،سورۃ6،آیت 108)

یہاں ﴿یَدْعُوْنَ﴾ کا معنی پکارنا نہیں پوجنا ہے۔مفسرین و محدثین نے یدع کے یہی معنی بیان کئے ہیں چنانچہ تفسیر طبری میں ہے''(فلا تدع) يا محمد (مع الله إلها آخر) أي لا تعبد معه معبودا غيره''ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اور خدا کو نہ پکار یعنی کسی اور کی پرستش نہ کر۔

(جامع البيان في تأويل القرآن،في تفسير الشعراء، سورت26،آيت 213،جلد19،صفحه404،مؤسسة الرسالة بيروت)

**حوالہ جات(البریلویہ)**

1 الامن والعلی از احمد رضا بریلوی،ص 29،دار التبلیغ لاہور

2 رسالہ حیات الموات از احمد رضا بریلوی درج فتاویٰ رضویہ،ج 4،ص300،پاکستان۔

3 ایضاً

4۔الامن والعلی از بریلوی،ص10

5 ملفوظات،ص99،لاہور

6 الامن والعلی،ص 13

7 برکات الاستمداد،از بریلوی،درج در رسالہ رضویہ،ج 1،ص 181،فتاویٰ افریقہ،از بریلوی،ص 62،جاء الحق،از احمد یار،ص 200

8 جاء الحق،از مفتی بریلوی احمد یار،ص 200

9 حدائق بخشش، ص186

10 ایضاً ص 181

11 ملفوظات، ص 307

12 حیات الموات، از بریلوی، درج درفتاویٰ رضویہ، ج 4، ص200، وجاء الحق، ص199

13 جاء الحق، ص199

14 انوار الانتباہ فی حل نداءیارسول اللہ، مندرج درمجموعہ رسائل رضویہ، جلد اول، ص 180، مطبوعہ کراچی

15 ایضاً

16 انوار الانتباہ فی حل نداءیارسول اللہ، مندرج درمجموعہ رسائل رضویہ، جلد اول، ص 181

17 مجموعہ رسائل رضویہ، از بریلوی، ج1، ص 182، کراچی

18 فتاویٰ افریقہ، از بریلوی، ص135

19 حیات الموات، درج درفتاویٰ، ج 4، ص289

20 الامن والعلی، ص44

21 کشف فیوض، از محمد عثمان بریلوی، ص39

22 ایضاً ص43

23 ایضاً ص5

24 انوار الانتباہ، ص182

25 ایضاً ص 181

26 (26 تا 38 قرآنی آیات)

39 فتاویٰ افریقہ از بریلوی ص 135

40 جاء الحق، ص 138 تا 141، جامع الترمذی

42 الامن والعلی، ص46

43 رسالہ حیات الموت، درج درفتاویٰ رضویہ، ج 4، ص 301، 302

# فصل: انبیاء و اولیاء کے اختیارات

اختیارات کے متعلق اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے اللہ عزوجل نے اپنے نبیوں، فرشتوں اور اولیاء کو اختیارات عطا فرمائے ہیں۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: پھر کام کی تدبیر کریں۔

(سورۃ النازعات، سورۃ79، آیت5)

اس آیت کے تحت تفسیر خازن ومعالم التنزیل میں ہے "قال ابن عباس هم الملئكة وكلوا بامور عرفهم الله تعالى العمل بها قال عبدالرحمن بن سابط يدبر الامر في الدنيا اربعة جبريل وميكائيل وملك الموت واسرافيل عليهم السلام، اما جبريل فمؤكل بالرياح والجنود واما ميكائيل فمؤكل بالقطر والنبات واما ملك الموت فمؤكل بقبض الانفس واما اسرافيل فهو ينزل عليهم بالامر "ترجمہ: عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: یہ مدبرات الامر ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کئے گئے جن کی کارروائی اللہ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی۔ عبدالرحمٰن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ جبریل تو ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح وشکست دینا ان کے متعلق ہے۔) اور میکائیل بارش اور نباتات پر مقرر ہیں (کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں) اور عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں علیہم السلام اجمعین۔

(تفسیر الخازن، فی تفسیر، سورۃ النازعات، سورت79، آیت5، جلد4، صفحہ391، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عزرائیل کی عطا کردہ طاقت کا اندازہ لگائیں کہ پوری دنیا ان کے آگے مثل طشت ہے جس کی روح قبض کرنا ہوتی ہے کر لیتے ہیں۔ ایک اور روایت حضرت جبرائیل علیہ السلام کے تصرف پر پیش کی جاتی ہے کہ حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے تبوک کے مقام پر سامنے کردیا چنانچہ مجمع الزوائد کی حدیث پاک ہے "وعن أبي أمامة قال أتى رسول الله صلى الله عليه و سلم جبريل وهو بتبوك فقال :يا محمد اشهد جنازة معاوية بن معاوية المزني فخرج رسول الله صلى الله عليه و سلم ونزل جبريل في سبعين ألفا من الملائكة فوضع جناحه الأيمن على الجبال فتواضعت ووضع جناحه الأيسر على الأرضين فتواضعن حتى نظر إلى مكة والمدينة فصلى عليه رسول الله صلى الله عليه و سلم وجبريل والملائكة" ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے کہ تبوک کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اورعرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی کا جنازہ پڑھ دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے نکلے اور جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ نازل ہوئے ،جبرائیل نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکہ و مدینہ نظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبرائیل وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی الغائب، جلد3، صفحہ148، دار الفکر، بیروت)

اسی طرح دیگر فرشتوں کو اختیارات عطا فرمائے ہیں۔نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو اتنی قوت اللہ عزوجل نے عطا فرمائی کہ بندہ مسلم جب نیکی کرنے کا سوچتا ہے تو ان کو پتہ چل جاتا ہے اور وہ اس نیت پر نیکی لکھ لیتے ہیں۔بلکہ شیطان کو دیئے گئے اختیار کا اندازہ لگائیں کہ بندہ نیکی کا سوچتا ہے تو شیطان کو پتہ چل جاتا ہے اور وہ اس نیکی کو روکنے پر کوشاں ہو جاتا ہے۔اسی طرح اللہ عزوجل نے اپنے پیاروں کو بھی اختیارات عطا فرمائے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریعی اختیارات کے متعلق قرآن پاک میں ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ترجمہ کنز الایمان: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ اور اس کے رسول نے۔

(سورۃ التوبہ سورۃ9، آیت29)

واضح ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کو چاہیں اسے حرام فرما سکتے ہیں۔اسی کی بے شمار مثالیں احادیث میں موجود ہیں کہ آپ نے کسی صحابی کی گواہی دو کے برابر کی، کسی صحابی کے لئے چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز قرار دے دی۔تشریعی اختیارات کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے آپ کو تکوینی اختیارات بھی عطا فرمائے ہیں چنانچہ قرآن پاک میں ہے﴿ وَمَا نَقَمُوْا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

(سورۃ التوبہ، سورۃ9، آیت 74)

دوسری جگہ ہے﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ترجمہ کنز الایمان: اللہ نے اسے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔

(سورۃ الاحزاب، سورۃ 33، آیت 37)

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے (( أنا قاسم وخازن والله یعطی )) اور تقسیم کرنے والا ہوں اور رب تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، جلد 4، صفحہ 84، دار طوق النجاۃ)

بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور مالک المفاتیح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (( انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی )) تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

(صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب المفاتیح فی الید، جلد 9، صفحہ 36، دار طوق النجاۃ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے رب تعالیٰ نے آپ کے نیک امتیوں کو بھی اختیارات عطا فرمائے ہیں اور احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (( اطلبوا الأیادی عند فقراء المسلمین فإن لهم دولة یوم القیامة )) نعمتیں مسلمان فقیروں کے پاس طلب کرو کہ روز قیامت ان کی حکومت ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، ذکر طوائف من جماہیر النساک والعباد، أبو الربیع السائح، جلد 8، صفحہ 297، دار الکتاب العربی، بیروت)

ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے قلب ابراہیم اور پانچ کے قلب جبریل اور تین کے قلب میکائیل اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی ایک اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے (( فبهم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء ))'' فی الحلیة وابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات وموت، بارش کا برسنا، نباتات کا اُگنا، بلاؤں کا دفع ہونا، ہوا کرتا ہے۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ الکتاب، جلد 1، صفحہ 9، دار الکتاب العربی، بیروت)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''صحیح مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے

عطا فرمائیں، عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو، فرمایا بھلا اور کچھ، عرض کی بس میری مراد تو یہی ہے۔ فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے ((قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل)) (( فقال یوما یا ربیعۃ سلنی فاعطیک)) لفظ مسلم فقال (( فقلت اسألک مرافقتک فی الجنۃ قال اوغیر ذٰلک۔ قلت ہو ذاک، قال فاعنی علی السجود )) الحمد للہ یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر فقرہ سے وہابیت کش ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعنّی فرمایا کہ میری اعانت کر، اسی کو استعانت کہتے ہیں۔ یہ درکنار حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مطلق طور پر "سَلْ" فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ جان وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے؟ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں، دنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں، جب تو بلا تقیید وتخصیص فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں "ازاطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ وتخصیص نکرد بمطلوبی خاص معلوم میشود کہ کارھمہ بدست ھمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہر چہ خواھد وھر کراخواھد باذن پروردگار خود بدھد ،فان من جودك الدنیا وضرتھا ومن علومك علم اللوح والقلم "مطلق سوال کے متعلق فرمایا" سوال کر" جس میں کسی مطلوب کی تخصیص نہ فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ تمام اختیارات آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دست کرامت میں ہیں، جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے عطا کریں۔ آپ کی عطا کا ایک حصہ دنیا وآخرت ہے اور آپ کے علوم کا ایک حصہ لوح وقلم کا علم۔

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں "یوخذ من اطلاق صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الامر بالسؤال ان اللہ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق "یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالٰی کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔

پھر لکھا" وذکر ابن سبع فی خصائصہ وغیرہ ان اللہ تعالی اقطعہ ارض الجنۃ یعطی منھا ما شاء لمن یشاء "یعنی امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ

عزوجل نے حضور کی جاگیر کردی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔

امام اجل سیدی ابن حجر مکی قدس سرہ المکی ''جوہر منظم'' میں فرماتے ہیں ''انہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم خلیفۃ اللہ الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وتحت ارادتہ یعطی منہا من یشاء ویمنع من یشاء'' بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے دست قدرت کے فرمانبردار اور حضور کے زیر حکم وارادہ واختیار کردئے ہیں کہ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔ اس مضمون کی تصریحسیں کلمات ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں حد تواتر پر ہیں جو ان کے انوار سے دیدہ ایمان منور کرنا چاہے فقیر کا رسالہ ''سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوری'' مطالعہ کرے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 309، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## اختیارات کے متعلق وہابی عقائد

ان تمام دلائل کے برعکس وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کو کوئی اختیارات نہیں۔ نبیوں کی حیثیت ایک پوسٹ مین سی ہے جس کا کام فقط خط پہنچانا ہے چنانچہ ایک وہابی مولوی نے ''تفسیر القرآن بآیات الرحمن'' میں کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام محض ایلچی تھے، ایلچی کو نام و پیام کیا تشریح ومطلب آرائی میں کوئی حق نہیں۔ انبیاء علیہم السلام محض بے بس وعاجز ہیں انہیں کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں۔ وہابی عقائد کی بنیادی کتاب تقویۃ الایمان میں ہے: ''اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔''

(تقویۃ الایمان، پہلا باب، صفحہ 5، مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ، لاہور)

دوسری جگہ لکھا: ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الرابع، صفحہ 28، مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ، لاہور)

بلکہ ایک جگہ تو آبائی مرض کے تحت اسے شرک کہہ دیا: ''پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہوتا ہے۔''

(تقویۃ الایمان، پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں، صفحہ 7، مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

یہی وہابی مولوی صاحب وہابیوں کا مزید عقیدہ خراب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کی تعظیم عام انسانوں سے بھی کم کرو چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے متعلق لکھا ہے: ''جو بشر کی سی تعریف ہو (وہ کرو) اس میں بھی اختصار

(کمی) کرو۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس فی ردالاشراک، صفحہ44، مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

لہٰذا وہابی اسی پیشواء کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نبی علیہ السلام کے اختیارات وشان کے منکر ہیں۔آئیں دیکھیں ظہیر صاحب اسے شرک کس طرح ثابت کرتے ہیں؟

## رب تعالیٰ کو معزول ومعطل جاننا

﴿ اسلام کے نزدیک توحید کا تصور یہ ہے کہ پوری مخلوق کی حاجت روائی مصائب ومشکلات کو حل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبر ومنتظم ہے۔ساری طاقتیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ اکیلا ہی ساری نعمتوں کا مالک ہے۔ اس لیے اپنی حاجتوں کی طلب میں صرف اسی کی طرف رجوع کیا جائے ،صرف اسی کو پکارا جائے اور اسی کے سامنے عجز ونیاز کا اظہار کیا جائے۔مگر بریلویت کا یہ عقیدہ اس کے برعکس ہے۔ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے تدبیر امور کے اختیارات وتصرفات اپنے بعض بندوں کو عطا کر دیئے ہیں،جن کی وجہ سے وہ مخلوق کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کر سکتے ہیں۔اسی بنا پر یہ لوگ انہیں مصیبت کے وقت پکارتے، ان کے سامنے اپنا دامن پھیلاتے اور ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں۔

ان کے عقائد کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تمام اختیارات اور کائنات کا سارا نظام اپنے مقرب بندوں کے سپرد کر دیا ہے اور خود اللہ تعالیٰ کی ذات معاذ اللہ معطل ومعزول ہو کر رہ گئی ہے۔اب کٹھن اور دشوار گزار حالات میں ان بندوں سے استغاثہ کیا جائے، انہی سے مدد مانگی جائے، انہی سے شفا طلب کی جائے۔۔۔۔۔کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں، تمام اختیارات ان کے ہاتھ میں ہیں، وہ زمین وآسمان کے مالک ہیں! جسے چاہیں عطا کریں اور جسے چاہیں محروم رکھیں۔ زندگی وموت، رزق وشفا غرضیکہ تمام خدائی اختیارات ان کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ ﴾

یہاں بھی احسان الٰہی ظہیر صاحب نے سنیوں پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے کہ اللہ عزوجل تمام اختیارات مقرب بندوں کے سپرد کر کے خود معطل ومعزل ہو کر رہ گیا۔ایسا عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے کہ اللہ عزوجل معطل ومعزول ہو گیا ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''عالمگیری، ج2،ص258،''یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لایلیق به اونسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص ''جوشخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف

نسبت کرے وہ کافر ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد15، صفحہ178، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## اختیارات کی نفی پر وہابی دلائل اور اسکے جوابات

اس سلسلے میں ان کی کتب سے نصوص وعبارات ذکر کرنے سے قبل قارئین کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ مشرکین مکہ کے عقائد بھی ان عقائد سے مختلف نہ تھے۔سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عقائد کی تردید کی اور ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کے تمام دعووں کے باوجود ان عقائد کو پھر سے اپنا لیا ہے۔

اب اس سلسلے میں اللہ کا ارشاد سنئے اور پھر ان کے عقائد کا موازنہ کیجئے۔۔ارشاد باری تعالی ہے ﴿لا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ﴾ کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔﴿بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ اسی کے ہاتھ میں حکومت ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔﴿بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ ھُوَ یُجِیْرُ وَ لاَ یُجَارُ عَلَیْهِ﴾ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دے سکتا۔﴿بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔﴿اِنَّ اللّٰهَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ﴾ بیشک اللہ ہی سب کو روزی پہنچانے والا ہے قوت والا ہے، مضبوط ہے۔﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ کوئی جاندار زمین پر ایسا نہیں کہ اللہ کے ذمہ اس کا رزق نہ ہو۔﴿وَ کَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَ اِیَّاکُمْ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ اور کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔اللہ ہی انہیں روزی دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہی خوب سننے والا ہے اور خوب جاننے والا ہے۔﴿اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ﴾ میرا پروردگار زیادہ روزی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔﴿اَللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ اے سارے ملکوں کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے دے اور تو جس سے چاہے حکومت چھین لے تو جسے چاہے عزت دے اور تو جسے چاہے ذلت دے تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کریم نے انسانیت کو توحید سے آشنا کر کے اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔رسول کائنات صلی

اللہ علیہ وسلم اپنے تیرہ سالہ مکی دور میں اسی فکر کو لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کرتے رہے۔ اسلام نے انسانیت کو بندوں کی غلامی سے نجات دے کر اور ان طوق وسلاسل کو جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ہوگئی تھی، اپنی مقدس تعلیمات سے پاش پاش کر کے براہ راست انہیں اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر جھکا دیا۔۔۔ مگر بریلوی حضرات ان شکستہ زنجیروں کے ٹکڑوں کو اکھٹا کر کے انسان کو انسان کا محتاج و گداگر بنا رہے ہیں اور مخلوق کو مخلوق کی غلامی کا درس دے رہے ہیں! ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ مَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ﴾ نابینا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔

یہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو توحید کی بصیرت سے بہرہ ور ہوں۔ توحید کے تصور کے بغیر امت اسلامیہ کا اتحاد ممکن نہیں ہے۔ توحید سے کنارہ کشی اختیار کر کے دوسرے مشرکانہ افکار ونظریات کی تعلیم دینا امت محمدیہ کے درمیان اختلافات کے بیج بونے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دینے اور ڈرانے والے۔ اور ان کے ساتھ کتب حق نازل کیں کہ وہ لوگوں کے درمیان اس بات کا فیصلہ کریں جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔ اور کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا، مگر انہی نے جنہیں وہ ملی تھی، انہی کی ضد کے باعث، بعد اس کے کہ انہیں کھلی ہوئی نشانیاں پہنچ چکی تھیں، پھر اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو ایمان والے تھے ہدایت دی اور اللہ جسے چاہتا ہے راہ راست بتا دیتا ہے۔

آج حالت یہ ہے کہ شرک، قبر پرستی اور بدعات وخرافات کا ایک سیلاب ہے اور مسلمان اس میں بہے جا رہے ہیں۔ شیطان نے ان کے دل ودماغ کو مسخر کر لیا ہے اور وہ اس کی پیروی کو اپنی نجات کا سبب سمجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں (کا پتہ) بتائیں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل ہی گھاٹے میں ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جن کی ساری محنت دنیا ہی کی زندگی میں غارت ہو کر رہی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔

نیز ان کے متعلق ارشاد ہے ﴿اَعْیُنُھُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِکْرِیْ وَ کَانُوْا لَایَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا ○اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا﴾ ان کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سن بھی نہیں سکتے تھے۔کیا پھر بھی کافروں کا خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز قرار دے لیں؟ بے شک ہم نے دوزخ کو کافروں کی مہمانی کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

ان تمام آیات میں ایک بھی آیت ایسی ہے جس میں اللہ عزوجل نے اس بات کی نفی کی ہو کہ میں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کو کوئی اختیارات نہیں دیئے؟ بلکہ صراحت کے ساتھ کفار کے عقائد کا رَدّ کیا جو بتوں کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں۔یہ تمام آیات رب تعالیٰ کے حقیقی مالک ومختار ہونے پر ہیں جس کا کسی کو انکار نہیں۔اہل سنت کا تو یہ عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے پیاروں کو عطا کیا ہے۔اب وہابیوں کو وہ دلائل نقل کرنے چاہیئے جس میں عطا کرنے کی نفی ہو جو کہ مذکورہ آیات میں نہیں ہے۔کیا ظہیر صاحب کو قرآن پاک کی آیات نقل کرتے وقت یہ آیت نظر نہیں آئی؟ ﴿وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْءَۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ وَجِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف، یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لئے کہ حلال کروں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ3، آیت49، 50)

چونکہ اس آیت میں صاف صاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیارات کا ذکر ہے جو اللہ عزوجل نے انہیں عطا فرمائے ہیں، اس لئے ظہیر صاحب نے اس کو ذکر نہیں کیا۔یہ وہابیوں کی پرانی عادت ہے کہ وہ اپنی مرضی کی آیت وحدیث پیش کرتے ہیں۔پھر وہابیوں کے بیان میں بھی بڑا تضاد ہے پہلے کہا کہ بریلوی عقیدہ توحید کے لحاظ سے مشرکین مکہ بلکہ ابوجہل

سے بھی بدتر ہیں اور یہاں یہ کہا ہے کہ بریلویوں اور مشرکین مکہ کے ایک جیسے عقائد تھے۔ یہ تو ان کا حال ہے کہ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔

مزید ظہیر صاحب کی تنقید پڑھیں جو درحقیقت احادیث و علمائے اسلاف پر ہے:۔

## حضور علیہ السلام مالکِ کل ہیں

ﷺ اب اس سلسلے میں ان کی نصوص ملاحظہ فرمائیں: جناب احمد رضا بریلوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے اور آپ کی شان میں غلو کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

کن کا رنگ دکھاتے ہیں یہ　　مالک کل کہلاتے ہیں یہ

قادر کل کے نائب اکبر　　ان کے ہاتھوں میں ہر کنجی ہے

احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان اشعار کی شرح میں رقم طراز ہیں: ''جو نعمت تمام عالم میں کہیں ظاہر ہوتی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی عطا فرماتے ہیں۔ انہی کے ہاتھ میں سب کنجیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے سے کوئی چیز نہیں نکلتی مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے۔ حضور اکرم کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے اس کے خلاف نہیں ہوتی۔ حضور کی چاہت کو جہاں میں کوئی پھیرنے والا نہیں ہے۔''60

جناب بریلوی کے اس قصیدے کے مزید اشعار سنئے:۔

ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں　　روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

حق سے خلق ملاتے یہ ہیں　　کیا کیا رحمت لاتے یہ ہیں

دفع بلا فرماتے یہ ہیں　　جیتے ہم ہیں جلاتے یہ ہیں

قبضہ کل پہ رکھاتے یہ ہیں　　ڈوبی ناویں تراتے یہ ہیں

جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں61

اس کے نائب ان کے صاحب، شافع نافع رافع دافع۔ دافع یعنی حافظ و حامی۔ ان کے نام کے صدقے جس سے اس کا حکم جہاں میں نافذ۔

جناب احمد رضا دوسری جگہ کہتے ہیں: ''کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے۔ کوئی نعمت کسی کو

نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔"62

اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: "ہر چیز، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت، دین میں، دنیا میں، آخرت میں، روز اول سے آج تک، آج سے ابد آباد تک، جسے ملی یا ملتی ہے، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔"63

بریلوی فرقے کے ایک دوسرے راہنما لکھتے ہیں: "آقائے دوجہاں سخی داتا ہیں اور ہم ان کے محتاج ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ ان سے استمداد نہ کی جائے؟"64

دوسری جگہ کہتے ہیں:

"خالق کل نے آپ کو مالک کل بنادیا دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں

اسی لیے حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر حضور علیہ السلام کا نام پاک لکھا دیکھا، تاکہ معلوم ہو کہ مالک عرش آپ ہیں۔"65 ﷺ

ظہیر صاحب نے یہ چند حوالے عقائد اہل سنت پر تنقید کرتے ہوئے نقل کئے ہیں اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو قرار دیا ہے۔ آئیں دیکھتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو ہے یا وہابیوں کا نبی علیہ السلام کی شان کم کرنے میں غلو ہے؟ اوپر بخاری کی حدیث پاک پیش کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں۔ مزید احادیث ملاحظہ ہوں:۔ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت کرتے ہیں، حضور مالک غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں "لما خرج من بطني فنظرت اليه فاذا انابه ساجد ثم رايت سحابة بيضاء قد اقبلت من السماء حتى غشيته فغيب عن وجهي، ثم تجلت فاذا انابه مدرج في ثوب صوف ابيض وتحته حريرة خضراء وقد قبض على ثلثة مفاتيح من اللؤلوء الرطب واذا قائل يقول قبض محمد على مفاتيح النصرة ومفاتيح الربح ومفاتيح النبوة ثم اقبلت سحابة اخرى حتى غشيته فغيب عن عيني ثم تجلت فاذا انابه قد قبض على حريرة خضراء مطوية واذقائل يقول بخ بخ قبض محمد على الدنيا كلها لم يبق خلق من اهلها الادخل في قبضته ملخصا" ترجمہ: جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہیں، پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہوگئے، پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمیں بچھونا بچھا ہے

اورگوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔ پھر اور ابر نے آ کر حضور کو ڈھانپا کہ میری نظر سے چھپ گئے۔ پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ ساری دنیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی، زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی۔

(الخصائص الکبریٰ بحوالہ ابو نعیم عن ابن عباس، باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ، جلد 1، صفحہ 82، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ عزوجل نے شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی "انی باعث نبیا امیاً افتح به اذاناً صماً وقلوباً غلفاً واعیناً عمیاً الی ان قال اهدی به من بعد الضلالة واعلم به بعد الجهالة وارفع به بعد الخمالة واسمی به بعد النكرة واكثر به بعدالقلة واغنی به بعدالعیلة واجمع به بعد الفرقة واؤلف به بین قلوب واهواء متشتتة وامم مختلفةابن ابی حاتم عن وهب بن منبّه ملخصا" ترجمہ: بیشک میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے سے بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا اور اس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دوں گا، اس کے ذریعے سے جہل کے بعد علم دوں گا، اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بلند نامی دوں گا، اس کے ذریعے سے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا، اس کے واسطے سے کمی کے بعد کثرت دوں گا، اس کے سبب سے محتاجی کے بعد غنی کردوں گا، اس کے وسیلے سے پھوٹ کے بعد یکدلی دوں گا، اس کے وسیلے سے پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق امتوں میں میل کردوں گا۔ ابن حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا۔

(الخصائص الکبریٰ بحوالہ ابن ابی حاتم، عن وہب بن منبہ، جلد 1، صفحہ 23، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((لما خلق الله العرش كتب عليه بقلم نور، طول القلم مابين المشرق والمغرب لااله الا الله محمد رسول الله، به اٰخذ وبه اعطي وامته افضل الامم وافضلها ابوبكر الصديق)) "الرافعی عن سلمان رضی اللہ تعالی عنہ" ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک تھا، لکھا اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں انہیں کے واسطے سے لوں گا اور انہیں کے وسیلے سے دوں گا، ان کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور ان کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ رافعی نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، من فضائل الخلفاء الأربعۃ رضوان اللہ تعالی أجمعین، جلد 11، صفحہ 784، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''بحمد اللہ تعالیٰ اسی حدیث جلیل جامع پر ختم کیجئے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ کا تمام لینا دینا اخذ وعطا سب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں ان کے واسطے سے ان کے وسیلے سے ہے، اسی کو خلافت عظمیٰ کہتے ہیں۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً۔

دیکھو! شہادت خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رزق پانا، مدد ملنا، مینہ (بارش) برسنا، بلا دور ہونا، دشمنوں کی مغلوبی، عذاب کی موقوفی، یہاں تک کہ زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگی، دین کی عزت، امت کی پناہ، بندوں کی حاجت روائی، راحت رسانی سب اولیاء کے وسیلے اولیاء کی برکت اولیاء کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے مگر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفع بلا کا واسطہ مانا اور شرک پسندوں نے مشرک جانا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ تین حدیث اخیر نے روشن ومستنیر کر دیا کہ جو نعمت ملی جو بلا ٹلی سب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعث حاصل وزائل ہوئی، بارگاہ الٰہی کا لینا دینا سارا کارخانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ہے۔ ہاں ہاں لا واللہ ثم باللہ ایک دفع بلا وحصول عطا کیا تمام جہان اور اس کا قیام سب انہیں کے دم قدم سے ہے، عالم جس طرح ابتدائے آفرینش میں ان کا محتاج تھا کہ ''لولاك لما خلقت الدنیا گرآپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 403، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آخر میں جو ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کا کلام نقل کیا ہے وہ درحقیقت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''اللہ سبحنہ وتعالیٰ کی بے شمار رحمتیں امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی پر کہ مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں "ھو صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خزانۃ السر وموضع نفوذ الامر فلاینفذ امر الامنہ ولا ینقل خیر الا عنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانہ راز الٰہی وجائے نفاذ امر ہیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الا بابی من کان ملکا وسیداً — وادم بین الماء والطین واقف

اذا رام امرًا لایکون خلافہ — ولیس لذالک الامر فی الکون صارف

یعنی خبردار ہو میرے ماں باپ قربان ان پر جو بادشاہ وسردار ہیں اس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی آب وگل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا، تمام جہان میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا

نہیں۔''

اقول (میں کہتا ہوں) اور ہاں کیونکر کوئی ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔"لاراد لمقضائه ولا معقب لحکمه "اس کی قضاء کورد کرنے والا اور اس کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔

یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔صحیحین بخاری ومسلم ونسائی وغیرہا میں حدیث صحیح جلیل ہے کہ ام المومنین صدیقہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں "ما اری ربك الا یسارع هواك "یارسول اللہ! میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی خواہش میں جلدی کرتا ہوا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ488، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

پتہ چلا کہ اہل سنت کا عقیدہ عین قرآن وسنت اور علمائے اسلاف کے مطابق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے ہر نعمت ملتی ہے اللہ عزوجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کو بے شمار اختیارات عطا فرمائے ہیں۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں"آمده است که ایستاده میکندا و را پروردگار وے یمین عرش ودر روایتے برعرش ودرروایتے بر کرسی ومے سپاردبوے کلید جنت "ترجمہ:مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش کی دائیں جانب کھڑا کرے گا۔ایک روایت میں ہے کہ عرش کے اوپر اور ایک روایت میں ہے کہ کرسی پر کھڑا کریگا اور جنت کی چابی آپ کے سپرد فرمائے گا۔

(مدارج النبوۃ باب ہشتم، جلد1، صفحہ274، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا"الکرامة والمفاتيح يومئذ
ترجمہ:عزت دینا اور تمام کاروبار کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔

(سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من الفضل، جلد1، صفحہ30، دار المحاسن، القاہرہ)

اعلیٰ حضرت ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں:''ملاجی! ذرا انصاف کی کنجی سے دیدہ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھئے جو مالک الملک شہنشاہ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائب اکبر خلیفہ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں خزانوں کی کنجیاں ،زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں۔اور اب اپنا وہ بلائے جان اقرار دیکھئے:''جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے۔''

(تقویۃ الایمان الفصل الثانی، صفحہ14، مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

خدا کی شان وہی وہابی جو کہتا تھا کہ اللہ عزوجل نے کسی کو کوئی اختیار نہیں دیا بعد میں خود کہہ دیا کہ جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے تقل کھولنے کا اختیار بھی اسے ہوتا ہے۔

## حضور علیہ السلام زمین و آسمان میں تصرف فرماتے ہیں

﴿ ایک اور جگہ نقل کرتے ہیں: ''حضور مدینہ منورہ میں رہ کر ذرے ذرے کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور ہر جگہ آپ کا عمل در آمد اور تصرف بھی ہے۔''66

بریلویت کے فرماں رواں جناب احمد رضا صاحب بریلوی کہتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ اعظم اور زمین و آسمان میں تصرف فرماتے ہیں۔''67 ﴾

ظہیر صاحب نے حسب عادت یہاں بھی پورا حوالہ نقل نہیں کیا کیونکہ آگے اس بات کی تصدیق میں احادیث تھیں۔ پورا کلام یوں ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام حیات حقیقی دنیاوی روحانی جسمانی سے زندہ ہیں، اپنے مزارات طیبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں، روزی دیے جاتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرف فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((الانبیاء احیاء یصلون)) حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق)) بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کا زمین پر کھانا حرام فرما دیا ہے اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم و یتصرفوا فی ملکوت السمٰوٰت و الارض " حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے مزارات سے باہر جانے اور آسمانوں اور زمین میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ685، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## سب کے ہاتھ ان کی طرف پھیلے ہیں

﴿ جناب احمد رضا کے ایک پیروکار اپنے مطاع و مقتدا سے نقل کرتے ہیں کہ: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

زمینوں اور لوگوں کے مالک ہیں اور تمام مخلوقات کے مالک ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نصرت اور مدد کی کنجیاں ہیں اور انہی کے ہاتھ میں جنت و دوزخ کی کنجیاں ہیں اور وہی ہیں جو آخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصیبتوں اور تکالیف کو دور فرماتے ہیں اور وہ اپنی امت کے محافظ اور مددگار رہیں۔''68

بریلویت کے ایک اور راہنما رقم طراز ہیں: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔تمام جہاں حضور کے تحت تصرف کردیا گیا، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں۔''69

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''تمام زمین ان کی ملک ہے،تمام جنت ان کی جاگیر ہے،ملکوت السموات والارض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان، جنت و نار کی کنجیاں آپ کے دست اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق،خوراک اور ہر قسم کی عطائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔دنیا و آخرت حضور علیہ السلام کی عطا کا ایک حصہ ہیں۔''70

بریلوی طائفہ کے مفتی احمد یار گجراتی اپنے اس عقیدے کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''سارا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے، جو چاہیں جس کو چاہیں دے دیں۔''71

صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مالک کل اور مختار مطلق نہیں، بلکہ دوسرے انبیاء کرام (علیہم السلام) بھی مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کرسکتے ہیں۔ اور ان کو قدرت حاصل ہوتی ہے،جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کرسکتے ہیں۔''72 ☙

پیچھے بیان ہوا کہ یہ سب احادیث وعلمائے اسلاف سے ثابت ہے مزید دلائل ملاحظہ ہوں۔امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی،حضور پرنور ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اوتیت مفاتیح کل شیء الا الخمس)) ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔یعنی غیوب خمسہ۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں "ثم اعلم بها بعد ذلك "پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں ان کا علم بھی دے دیا گیا۔اسی طرح علامہ سیوطی نے بھی خصائص کبریٰ میں نقل فرمایا۔علامہ مدابغی شرح فتح المبین امام ابن حجر مکی میں فرماتے ہیں یہی حق ہے۔وللہ الحمد۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 428، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: تورات کے سفر چہارم میں ہے "قال الله تعالی لابراهیم ان هاجرة تلد ویکون من ولدها من یده فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطة الیه بالخشوع" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

(تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام، صفحہ 169، سہیل اکیڈمی، لاہور)

بحمد اللہ یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ رب العزۃ روز قیامت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے مجمع اولین وآخرین میں فرمائے گا ((کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد)) سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

(مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ 2/142، جلد 4، صفحہ 84، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الحمد للہ عزوجل! اہل سنت کا عقیدہ بالکل حق ثابت ہوا اور وہابیوں کا اعتراض غلط ثابت ہوا کہ اہل سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں غلو کرتے ہیں۔ خود وہابیوں کا اپنا عقیدہ باطل ہے کہ نبی علیہ السلام کو کوئی اختیار نہیں (معاذ اللہ)۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ بالکل حق ہے کہ ہر نعمت نبی علیہ السلام کے صدقے سے ملتی ہے، یہ دنیا رب تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے لئے بنائی ہے اور اپنے خزانوں میں محبوب کو تصرفات کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "یؤخذ من اطلاقه صلی الله تعالی علیه وسلم الامر بسؤال ان الله تعالی مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق" ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمادیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول تحت حدیث، جلد 2، صفحہ 723، دار الفکر، بیروت)

## ہر مسلمان اپنے آپ کو حضور علیہ السلام کی مِلک جانے

ایک مسلمان تب تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہی عقیدہ نہ رکھے اور اپنی جان و مال کو نبی علیہ السلام کی ملکیت نہ جانے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبد اللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر امام اجل قاضی عیاض شفاء شریف، پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً وتذکیراً، پھر علامہ شہاب

الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً وتفسیراً فرماتے ہیں "من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ ویرنفسہ فی ملکہ لایذوق حلاوۃ سنتہ " ترجمہ: جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا ولی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سنت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، الباب الثانی لزوم محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد2، صفحہ45، دار الفیحاء، عمان)

یہی عقیدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا چنانچہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (( **ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابی بکر** )) کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ صدیق اکبر روئے اور عرض کی ''ھل انا ومالی الا لک یا رسول اللہ '' ترجمہ: میری جان ومال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یا رسول اللہ۔

(مسند احمد بن حنبل، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، جلد2، صفحہ253، المکتب الاسلامی، بیروت)

## روزِ قیامت حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے تصرفات

﴿ انبیاء ورسل کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جنت ودوزخ کے مالک ہیں چنانچہ بریلویت کے امام احمد رضا صاحب موضوع روایت کا سہارا لیتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''روز قیامت اللہ تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا اور دو منبر نور لاکر عرش کے داہنے بائیں بچھائے جائیں گے۔ ان پر دو شخص چڑھیں گے، داہنے والا پکارے گا: اے جماعات مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں رضوان داروغہ بہشت ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو دو کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سنتے ہو گواہ ہوجاؤ! پھر بائیں والا پکارے گا: اے جماعات مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغہ جہنم ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو دوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں۔''73 ﴾

اپنے عقیدے کے خلاف روایات کو بغیر دلیل موضوع کہہ دینا وہابیوں کی عادت بن چکی ہے۔ اس پر کئی احادیث ہیں اور کئی محدثین رحمہم اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پورا کلام باحوالہ یوں نقل فرمایا ہے: ''امام دارمی اپنی سنن میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور مالک جنت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (( **انا اول الناس خروجا اذا**

بعثوا وانا قائدهم اذا وفدوا وانا خطيبهم اذا انصتوا وانا شفيعهم اذا حبسوا وانا م
والمفاتيح يومئذ بيدي ولواء الحمد يومئذ بيدي)) سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے ،اور میں ان کا پیشوا ہوں جب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے، اور میں ان کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے، اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ محبوس ہوں گے اور میں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ نا امید ہوں گے،عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ ہوگا۔

والحمدللہ رب العالمین ،شکر اس کریم کا جس نے عزت دینا اس دن کے کاموں کا اختیار پیارے رؤف ورحیم کے ہاتھ میں رکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔اس لئے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں"دراں روز ظاهر گردد كه وے صلى الله تعالى عليه وسلم نائب ملك يوم الدين ست روز روز او ست وحكم حكمِ او بحكم رب العالمين" اس دن ظاہر ہوجائے گا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک یوم دین کے نائب ہیں۔ وہ دن آپ کا ہوگا اور اس میں رب العالمین کے حکم سے آپ کا حکم چلے گا۔

حدیث: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں راوی کہ حضور پرنور افضل صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ فرماتے ہیں ((ينصب لي يوم القيمة منبر على الصراط وذكر الحديث (الى ان قال) ملك فيقف على اول مرقاة من منبري فينادي معاشر المسلمين من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فانا مالك خازن النار ان الله امرني ان ادفع جهنم الى محمد وان محمدا امرني ان ادفع الى ابي بكر هاه اشهدوا هاه اشهدوا ثم يقف مرقاة من منبري فينادي معاشر المسلمين من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فانا رضوان الله امرني ان ادفع مفاتيح الجنة الى محمد وان محمدا امرني ان ادفعها الى ابي بك الحديث)) اورده العلامة ابراهيم بن عبدالله المدني الشافعي في الباب السابع من كتاب التحقيق في فضل الصديق من كتابه الاكتفاء في فضل الاربعة الخلفاء " روز قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائیگا پھر ایک فرشتہ آ کر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا اے گروہ مسلمانان !جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو (سن لے ) میں مالک ،داروغہ دوزخ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ ) کے سپرد کر دوں ، ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ پھر ایک

اورفرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہوکر پکارے گا: اے گروہ مسلمین! جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو (سن لے) میں رضوان، داروغہ جنت ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کردوں ۔ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ علامہ ابراہیم بن عبداللہ المدنی الشافعی نے اپنی کتاب ''الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء'' کی کتاب ''التحقیق فی فضل الصدیق'' کے ساتویں باب میں بیان کیا ہے۔

حافظ ابوسعید عبدالملک بن عثمان کتاب شرف النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور پرنورسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اذا كان يوم القيٰمة وجمع الله الاولين والاخرين يؤتى بمنبرين م
نور فينصب احدهما عن يمين العرش والاخر عن يساره ويعلوهما شخصان فينادي
معشر الخلائق من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فانا رضوان خازن الجنة ان الله ا
الجنة الى محمد وان محمدا امرني ان اسلمها الى ابي بكر وعمر ليدخلا محبيهما الجنة الا ف
الذي عن يسار العرش معشر الخلائق من عرفني فقد عرفني ومن لم يعرفني فانا مالك خازن النار ان ا
ان اسلم مفاتيح النار الى محمد ومحمد امرني ان اسلمها الى ابي بك
فاشهدوا)) اوردہ ایضاً فی الباب السابع من کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر وعمر من کتاب الاکتفاء ''جب روز قیامت اللہ تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا تو نور کے دو منبر لاکر عرش کے دائیں بائیں بچھائے جائیں گے، ان پر دو شخص چڑھیں گے، داہنے والا پکارے گا: اے جماعات مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں رضوان، داروغہ بہشت ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کودوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سنتے ہو گواہ ہوجاؤ۔ پھر بائیں والا پکارے گا: اے جماعات مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک، داروغہ دوزخ ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کودوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں سنتے ہو گواہ ہوجاؤ۔ اس کو بھی کتاب الاکتفاء میں کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر وعمر کے باب ہفتم میں بیان کیا۔

یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ ابوبکر شافعی نے غیلانیات میں روایت کی "ینادی یوم القیمۃ این اصحاب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ،فیؤتیٰ بالخلفاء رضی اللہ تعالی عنھم فیقول اللہ لھم ادخلوا من شئتم الجنۃ ودعوا من شئتم اوماھو بمعناہ ذکرہ العلامۃ الشھاب الخفّاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء الامام القاضی عیاض فی فصل ما اطلع علیہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من الغیوب ، وقال اوماھو بمعناہ " روزِ قیامت ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔پس خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم لائے جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا تم جسے چاہو جنت میں داخل کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو ۔علامہ شہاب خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فصل ''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کن کن غیوب پر مطلع کیا گیا'' میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا یا جو اس کے ہم معنیٰ ہے ۔''

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ430، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## حضرت علی المرتضی دوزخ تقسیم کرنے والے ہیں

﴿ پھر اپنے تشیع کا ثبوت دیتے ہوئے اور تقیہ کا لبادا اتارتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر کرتے ہیں: ''حضرت علی قسیم دوزخ ہیں یعنی اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔''74 ﴾

ظہیر صاحب اور مترجم صاحب بار بار اسی پر پوری قوت صرف کررہے ہیں کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کو شیعہ ثابت کردیا جائے ۔یہ جملہ: ''پھر اپنے تشیع کا ثبوت دیتے ہوئے اور تقیہ کا لبادا اتارتے ہوئے۔'' ظہیر صاحب کا نہیں تھا، لیکن مترجم صاحب نے اپنی طرف سے یہ ملا دیا۔ اوپر اعلیٰ حضرت نے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں احادیث بیان کی ہیں اور یہاں ان پر شیعہ ہونے کا بہتان لگارہے ہیں اور ان کے نسیان کا یہ حال ہے کہ ایک بات کوئی مرتبہ کہتے جارہے ہیں۔ پہلے بھی کہا گیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حدیث پاک ہے جسے ظہیر صاحب اعلیٰ حضرت کا کلام ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں ۔کلام یوں ہے: ''سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا "انا قسیم النار " میں قسیم دوزخ ہوں ۔یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ "رواہ شاذان الفضیلی عنہ رضی اللہ تعالی عنہ فی جزء ردّالشمس جعلنا اللہ ممن والاہ کما یحبّہ ویرضاہ بجاہ جمال محبّاہ امین" اس کو شاذان نے جزء ردالشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے

اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔آمین۔

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے احادیث حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو قسیم النار فرمایا۔شفاء شریف میں فرماتے ہیں "قد خرج اهل الصحیح والائمة ما اعلم به اصحابه صلی الله تعالی علیه وسلم مما وعدهم به من الظهور علی اعدائه (الی قوله) وقتل علی وان اشقاها الذی یخضب هذه من هذه ای لحیته من رأسه وانه قسیم النار یدخل اولیاءه الجنة واعداءه النار۔رضی الله تعالی عنه وعنابه امین " بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی شہادت اور یہ کہ بد بخت ترینِ امت ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا، اور یہ کہ مولا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کے صدقے ہم سے بھی راضی ہو۔آمین۔

نسیم میں عبارت نہایہ "ان علیاً رضی الله تعالی عنه قال انا قسیم النار "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں قسیم دوزخ ہوں۔ذکر کر کے فرمایا"ابن الاثیر ثقة وما ذکره علی لا یقال من قبل الرای فهو فی حکم المرفوع اذ لا مجال فیه للاجتهاد اقول: کلام النسیم انه لم یره مرویًا عن علی فاحال علی وثاقة ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجه ولله الحمد''ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا ہے لہٰذا وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں۔میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا ہے اور ہم نے اس کی تخریج کر دی ہے۔وللہ الحمد۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 434، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## تصرفاتِ اولیاءِ کرام

❁ جناب احمد رضا بریلوی شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں غلو کرتے مشرکانہ عقیدے کی یوں وضاحت کرتے ہیں:۔

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے　　کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر 75

مزید ارشاد ہوتا ہے:

جلادے جلادے کفر و الحاد　　کہ تو محیی ہے تو قاتل ہے یا غوث

خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی　　نبی قاسم ہے موصل ہے یا غوث 76

آگے چل کر فرماتے ہیں:

اے ظل اللہ شیخ عبدالقادر　　اے بندہ پناہ شیخ عبدالقادر

محتاج و گدائم تو ذوالتاج و کریم　　شیئا للہ شیخ عبدالقادر 77

ایک اور جگہ یوں گویا ہوتے ہیں: "اے عبدالقادر، اے فضل کرنے والے، بغیر مانگے سخاوت کرنے والے، اے انعام واکرام کے مالک، تو بلند وعظیم ہے۔ ہم پر احسان فرما اور سائل کی پکار کو سن لے۔ اے عبدالقادر ہماری آرزوؤں کو پورا کر۔" 78

احمد رضا دوسری جگہ گل نشانی فرماتے ہیں: "عبدالقادر نے اپنا بستر عرش پر بچھا رکھا ہے اور عرش کو فرش پر لے آتے ہیں۔" 79

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "اہل دین رامغیث عبدالقادر۔" 80

مزید سنئے:۔

احد سے احمد سے تجھ کو　　کن اور سب کن فیکون حاصل ہے یا غوث 81

جب وہابی نبی علیہ السلام کی عظمت کے منکر ہیں حالانکہ انکے اختیارات کے متعلق آیات واحادیث وارد ہیں تو اولیاء کرام کے اختیارات کے کہاں قائل ہونگے؟ لیکن چونکہ اس کتاب کا مقصد اہل سنت کے عقائد کو قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف کی روشنی میں واضح کرنا ہے اس لئے چند مستند حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں جس میں اولیاء اللہ کی کرامات وتصرفات ثابت ہیں:۔

قرآن پاک میں ہے ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ﴾
ترجمہ کنز الایمان: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔

(سورۃ النمل، سورت 27، آیت 39)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی، ابن کثیر اور دیگر مفسرین رحمہم اللہ نے لکھا کہ یہ تخت لانے والے ولی اللہ حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے بطور کرامت یہ تخت حاضر کردیا۔ وہ تخت یمن میں تھا اور حضرت سلیمان شام میں تھے جب آصف بن برخیا نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ بلقیس کے تخت کو لے آئے تو وہ تخت زمین کے اندر گھسا اور حضرت سلیمان کے سامنے نکل آیا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی کا تصرف ہے، کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصرفات ناممکن ہیں؟

اسی طرح کئی احادیث سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تصرفات ثابت ہیں جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت وتصرف کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ نے مدینہ منورہ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر جہاد میں مصروف حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا"یا سارية الجبل الجبل " اے ساریہ پہاڑ، پہاڑ (یعنی پہاڑ کی پناہ لو) یہ آپ کی کرامت تھی کہ اتنی دور سے آپ کی آواز حضرت ساریہ تک پہنچ گئی۔ اسی طرح آپ نے خشک دریائے نیل کو ایک مکتوب کے ذریعے رواں کردیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسم اللہ پڑھ کر زہر کھالیا اور آپ کو کوئی اثر نہیں ہوا۔ حضرت اسود بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ نے ان پر اثر انداز نہ ہوئی۔ درحقیقت یہ کرامات وتصرفات اللہ عزوجل اپنے محبوبوں کو عطا فرماتا ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر میں منکرین کرامت کا رد اور کرامات اولیاء پر دلائل قائم کرتے ہوئے حدیث قدسی کی شرح میں فرماتے ہیں "الحجة السادسة لا شك انّ المتولی للافعال هوالروح لاالبدن ولهذا نری ان کل من کان اکثر علماً باحوال عالم الغیب کان اقوی قلباً ولهذا قال علی کرم الله تعالی وجهه والله ماقلعت باب خیبر بقوة جسدانیة ولکن بقوة ربانیة و کذلك العبداذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول الله تعالی کنت له سمعاً وبصراًفاذا صار نور اجلال الله تعالی سمعاً له سمع القریب و البعید واذاصارذلك النور بصراً له رای القریب والبعید واذا صارذلك النوریدا له قدر علی التصرف فی الصعب و السهل والبعید والقریب" ترجمہ: اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ قوی ہوتا ہے، ولہذا مولیٰ علی نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے۔ اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا

ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب اجلالِ الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے بندہ نزدیک، دور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور، سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور ہر حال میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

(مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)،تحت آیۃ18 /9، جلد 21، صفحہ 77، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کشف الغطاء میں ہے "ارواح کمل کہ درحینِ حیات ایشاں بہ سبب قرب مکانت ومنزلت از رب العزت کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں بھماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچہ درحین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں "ترجمہ: کاملین کی روحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قرب مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواح شریفہ اسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔

(کشف الغطاء، فصل دہم زیارت القبور، صفحہ80، مطبع احمدی، دہلی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم و یتصرفوا فی ملکوت السمٰوٰت و الارض "ترجمہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے مزارات سے باہر جانے اور آسمانوں اور زمین میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے۔

(الحاوی للفتاوی، جلد 2، صفحہ 263، دار الفکر، بیروت)

انبیاء کرام کے صدقے سے اولیاء کرام کو بھی یہ شرف اللہ عزوجل نے عطا فرمایا ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں: ''اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور روحوں سے اُویسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے۔''

(تذکرۃ الموتی و القبور، صفحہ 76، نوری کتب خانہ، لاہور)

المختصر یہ کہ بے شمار ایسے مستند دلائل موجود ہیں جن سے اولیاء کرام کے تصرفات ثابت ہیں۔ لیکن چونکہ وہابی کرامت وتصرف کے منکر ہے، اس لئے وہ ان کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ دراصل خود وہابیوں میں آج تک کوئی ولی نہیں ہوا تو کرامت ان میں کہاں سے آئے گی؟ وہابیوں کی طرح معتزلہ گمراہ فرقہ بھی کرامت کا منکر تھا ان کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وحالھم

المعتزلۃ حیث لم یشاھد وا فیما بینھم ھذہ المنزلۃ" ترجمہ: معتزلہ کرامت کے مسئلہ میں اہل سنت کے خلاف ہوئے کیونکہ انہیں اپنے افراد میں یہ مرتبہ کرامت دکھائی نہیں دیا۔

(شرح فقہ اکبر، صفحہ79، مصطفی البابی مصر)

ظہیر صاحب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شان وعظمت پر اعتراض کر رہے ہیں جبکہ خود وہابی جن کو اپنا پیشوا مانتے ہیں وہ غوث پاک کے تصرفات کے قائل ہیں۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو وہابی بھی مانتے ہیں وہ اپنی کتاب ''اخبارالاخیار میں فرماتے ہیں: ''ہمارے مرشد مخدوم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ میں جس بیمار پر ہاتھ پھیر دوں خدا اس کو شفا اور تندرستی عطافرمادیتا ہے اور یہ اثر صرف اس وجہ سے ہے کہ مجھے قادر سے (نام کی) نسبت ہے کیونکہ آپ کے زمانے کے اکثر لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتے ہیں اور مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں۔''

(اخبار الاخیار، صفحہ502، ممتاز اکیڈمی، لاہور)

یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں "یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چھار کس را از مشائخ تصرف می کنند درقبور خود مانند تصرفھائے شاں درحیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنھما و دو کس دیگر راز اولیاء شمُردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ ویافتہ است " ترجمہ: ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیات دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ شیخ معروف کرخی ،سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دو اور اولیاء کو شمار کیا۔(شیخ عقیل منجی بسبی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالیٰ ) ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔

(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، جلد1، صفحہ715، تیج کمار، لکھنؤ)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہمعات میں لکھتے ہیں "در اولیائے امت واصحاب طریق اقوی کسیکہ بعدہ تمام راہِ جذب باکد وجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ ودر آنجا بوجہ اتم قدم است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولھذا گفتہ اند کہ ایشاں درقبور خود مثل احیاء تصرف می کند" ترجمہ: اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکدترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل

اورکامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہوچکی ہے۔حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ہیں، اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

(ہمعات،ہمعہ 11،صفحہ 61،اکیڈمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد)

وہابیوں کے لئے سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ یہ جن عقائد کوشرک وبدعت کہتے ہیں وہی عقائد ان کے اپنے پیشواؤں سے ثابت ہوجاتے ہیں حالانکہ وہابیوں نے بہت ٹل لگایا ہے کہ وہ احادیث اور واقعات کتابوں سے نکال دی جائیں جن سے عقائد اہل سنت ثابت ہوتے ہوں لیکن وہابیوں کو اس میں سوائے ناکامی ونامرادی کے کچھ نہیں ملا اور نہ کبھی ملے گا۔

ہم اہل سنت انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح اولیاء کرام کے تصرفات وکرامات کے معتقد ہیں خصوصاً حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے کہ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام میں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام سب سے زیادہ ہے اور آپ کے معجزات تمام انبیاء سے زیادہ ہیں ایسے ہی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اولیاء میں ہمارے پیارے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ہے کہ کسی ولی سے اتنی کرامات سرزد نہیں ہوئیں جتنی آپ سے ہوئی ہیں۔امام جلیل عبد اللہ بن اسعد یافعی قدس سرہ الشریف مرآۃ الجنان میں فرماتے ہیں "اما کراماته رضی الله تعالیٰ عنه فخارجة عن الحصر و قد ذکرت شيئا منها فی کتاب نشر المحا سن وقد اخبرنی من ادرکت من اعلام الائمة الاکابر ان کراماته تواترت وقريب من التواتر و معلوم بالاتفاق انه لم يظهر ظهور کراماته لغيره من شيوخ الآفاق " ترجمہ:باقی حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات شمار سے زیادہ ہیں ان میں سے کچھ ہم نے اپنی کتاب ''نشر المحاسن'' میں ذکر کیں اور جتنے مشاہیر اکابر ائمہ کو میں نے پایا سب نے مجھے یہی خبر دی کہ سرکار غوثیت کی کرامات متواتر یا قریب تواتر ہیں اور یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ تمام جہان کے اولیاء میں سے کسی سے ایسی کرامتیں ظاہر نہ ہوئیں جیسی حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ظہور میں آئیں۔

(مرآۃ الجنان،جلد3صفحہ 268،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

بہجۃ الاسرار میں ہے "قال الشيخ القدوة ابو الحسن علی القرشی جئت الی سيدی شيخ ابی سعد القليوی واخبرته بذلك فقال :الشيخ عبدالقادر يبری الاکمه والابرص ويحی الموتی باذن الله" ترجمہ: شیخ القدوۃ ابوالحسن علی القرشی فرماتے ہیں کہ میں شیخ سید ابوسعد القلیوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا شیخ عبد القادر مادرزاد اندھے اور برص والے کو اچھا کرتے اور اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کرتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار، صفحہ 124، دار الکتب العلمیہ بیروت)

## اولیاء کا لفظ ''کُن'' سے تصرف

ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر جو بطور اعتراض نقل کیا ہے:۔

احد سے احمد سے تجھ کو کن اور سب کن فیکون حاصل ہے یا غوث

یہ اعتراض بھی کم علمی کی بنا پر ہے۔ اولیاء لفظ کن سے تصرف کرتے ہیں چنانچہ امام حاکم، امام بیہقی طبرانی میں حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حکم بن ابی العاص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل اتارا کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أنت كذالك" ترجمہ: تو اسی طرح ہو جا! تو "فما زال يختلج حتى مات" ترجمہ: اس کا چہرہ مرنے تک اسی طرح بگڑا رہا۔

(المعجم الكبير، باب الحاء، الحكم بن أبي العاص بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف، جلد 3، صفحہ 213، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ)

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ابوذر ہو جا! تو وہ ابوذر ہو گئے۔ کھجور کی شاخ کو فرمایا تو تلوار ہو جا! تو وہ تلوار بن گئی۔ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا: اے ابن آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا! تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر، میں تجھے یہ مرتبہ عطا کر دوں گا کہ تو کسی چیز کو کہے گا ہو جا! تو وہ پیدا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام، اولیاء اور خاص انسانوں کو عطا فرمایا۔''

(الیواقیت والجواہر، جلد 1، صفحہ 147، مطبوعہ مصر)

اس کے برعکس وہابیوں کے نزدیک یہ بہت بڑا کفر ہے چنانچہ ''جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية'' میں وہابی مولوی ابو عبد اللہ شمس الدین بن محمد بن اشرف بن قیصر الافغانی لکھتا ہے "ومن أعظم كفرياتهم الفاضحة ووثنياتهم الواضحة ما قالوا: إن من كرامات الولي أن يقول للشيء كن فيكون" ترجمہ: ان (اہل سنت) کی بت پرستی و اعظم کفریات میں سے ان کا یہ کہنا ہے کہ ولی کی کرامات میں سے ہے کہ وہ کسی شے کو کن کہتے ہیں تو وہ ہو جاتی ہے۔

(جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية، جلد 2، صفحہ 764، دار الصميعي)

اب وہابیوں کے نزدیک عظیم ولی حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور اتنے بڑے محدث و صوفی عبد الوہاب شعرانی بھی معاذ اللہ کافر ہو گئے۔

## شانِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

﴿ بریلوی حضرات اپنے مشرکانہ عقائد ثابت کرنے کے لیے شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے: ''اللہ نے مجھے تمام قطبوں کا سردار بنایا ہے، میرا حکم ہر حال میں جاری وساری ہے، اے میرے مرید! دشمن سے مت گھبرا، میں مخالف کو ہلاک کر دینے والا ہوں، آسمان و زمین میں میرا ڈنکا بجتا ہے، میں بہت بلند رتبے پر فائز ہوں، اللہ تعالیٰ کی ساری مملکت میرے زیر تصرف ہے، میرے تمام اوقات ہر قسم کے عیب سے پاک صاف ہیں، پورا عالم ہر دم میری نگاہ میں ہے، میں جیلانی ہوں محی الدین میرا نام ہے، میرے نشان پہاڑ کی چوٹیوں پر ہیں۔'' 82

ایک اور افتراء سنئے: ''تمام اہل زمانہ کی باگیں میرے سپرد ہیں، جسے چاہوں عطا کروں یا منع کروں۔'' 83

جناب بریلوی شیخ جیلانی کی جانب ایک اور جھوٹ منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، میں چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کرلوں اور چاہوں تو پھیر دوں۔'' 84 ﴾

یہ ظہیر صاحب کا ایک اور بہتان ہے کہ اہل سنت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں۔ ظہیر صاحب کو ثابت کرنا چاہئے تھا کہ یہ جھوٹ ہے۔ یہ سب کلام بہجۃ الاسرار سے ہے جو کہ یوں ہے: ''امام اجل سیدی نور الدین ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ الروفی (جنہیں امام جلیل عارف باللہ سیدی عبد اللہ بن اسعد مکی یافعی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرآۃ الجنان میں الشیخ الامام الفقیہ المقرادی) سے وصف کیا۔ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں خود روایت فرماتے ہیں "اخبرنا ابو محمد عبدالسلام بن ابی عبداللہ محمد بن عبدالسلام بن ابراھیم بن عبدالسلام البصری الاصل البغدادی المولد والدار بالقاھرۃ سنۃ احدی وسبعین و ستمائۃ قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی بن سلیمان البغدادی الخباز ببغداد سنۃ ثلث وثلثین وستّمائۃ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابو حفص عمر الکیمیاتی ببغداد وسنۃ احدی وتسعین وخمسمائۃ قال کان شیخنا الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنہ یمشی فی الھواء علی رؤوس الاشھاد فی مجلسہ ویقول ماتطلع الشمس حتی تسلم علی وتجئی السنۃ الی وتسلم علی وتخبرنی ما

یجری فیھا ویجیء الشھر ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ، ویجیء الاسبوع ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ ویجیء الیوم ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیہ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم اللہ ومشاھدتہ انا حجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ووارثہ فی الارض" ترجمہ: حضرت ابوحفص عمر کیمیاتی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارے شیخ حضور سیدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند ہو کر ہوا پر چلتے اور ارشاد فرماتے: آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرلے، نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا مہینہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! کہ تمام سعید وشقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہے یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے، میں اللہ عزوجل کے علم ومشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں، میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وارث ہوں۔

(بہجۃ الاسرار ذکر کلما اخبربھا عن نفسہ الخ، صفحہ 50، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مزید حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "قلبی مطلع علی اسرار الخلیفۃ ناظرا لی وجوہ القلوب قد صفاہ الحق عن دنس رویۃ سواہ حتّی صار لوحاً ینقل الیہ مافی اللوح المحفوظ وسلم علیہ ازمۃ امور اھل زمانہ وصرفہ فی عطائھم ومنعھم" ترجمہ: میرا دل اسرار خلافت پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علاوہ کسی کو دیکھنے سے پاک وصاف کردیا ہے یہاں تک کہ یہ ایک صاف تختی کی طرح ہوگیا پھر جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے اس میں نقل کردیا گیا۔ (اللہ تعالیٰ نے) تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہے عطا کرے، جسے چاہے منع کردے۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر کلمات، اخبر بھا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ، صفحہ 50، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان کلمات کو ملا علی قاری وغیرہ علماء نے نزہۃ الخاطر وغیرہا کتب مناقب شریفہ میں ذکر کیا ہے۔ امام ممدوح قدس سرہ، اسی کتاب عالی نصاب میں اسی سند صحیح سے روایت فرماتے ہیں "حدثنا الشیخ ابو محمد القاسم بن احمد الھاشمی

المحرمی، الحنبلی قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی الخباز قال اخبرنا الشیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزار، الحدیث "یعنی شیخ ابومحمد ہاشمی ساکن حرم محترم نے ہمیں خبر دی کہ انہیں عارف حضرت ابوالحسن علی خباز نے خبر دی کہ انہیں امام اجل عارف اکمل سیدی عمر بزار نے خبر دی کہ میں 15 جمادی الاخر 556ھ روزہ جمعہ کو حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جامع مسجد کو جاتا تھا، راہ میں کسی شخص نے حضور کو سلام نہ کیا، میں نے اپنے جی میں کہا سخت تعجب ہے، ہر جمعہ کو تو خلائق کا حضور پر وہ اژدحام ہوتا تھا کہ ہم مسجد تک بمشکل پہنچ پائے تھے آج کیا واقعہ ہے کہ کوئی سلام تک نہیں کرتا، یہ بات ابھی میرے دل میں پوری آنے بھی نہ پائی تھی کہ حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور معالوگ تسلیم ومجرا کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑے، یہاں تک کہ میرے اور حضور کے بیچ میں حائل ہوگئے، میں اس ہجوم میں حضور سے دور رہ گیا، میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس حالت میں تو وہی پہلا حال اچھا تھا یعنی دولت قرب تو نصیب تھی، یہ خطرہ میرے دل میں آتے ہی معا حضور نے میرے طرف پھر کر دیکھا اور تبسم فرمایا اور ارشاد کیا: اے عمر! تم ہی نے اس کی خواہش کی تھی "ما علمت ان قلوب الناس بیدی ان شئت صرفتها عنی وان شئت اقبلت بها الی" یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کرلوں۔

(بہجۃ الاسرار، فصول من کلامہ مرصعا بشیء من عجائب احوالہ، صفحہ 76، مصطفی البابی، مصر)

یہ سب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے رب تعالیٰ کا کرم تھا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو یہ شان عطا فرمائی۔ خود حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے چنانچہ بہجۃ الاسرار میں ہے "اخبرنا الشیخ الشریف ابوجعفر محمد بن ابی القاسم العلوی الحسنی قال اخبرنا الشیخ العارف ابوالخیر محمد بن محفوظ قال کنت انا (وفلان وفلان عدعشرۃ انفس من طالبی الآخرۃ وثلثۃ من اهل الدنیا) حاضرین عند شیخنا الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالی عنه فقال لیطلب کل منکم حاجۃ اعطیها له (فذکر حوائجهم منها) قال الشیخ خلیل بن الصرصری اریدان لاموت حتی انال مقام القطبیۃ قال فقال الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالی عنه ﴿كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا﴾ قال فواللہ لقد نالوا کلهم ماطلبوا" ترجمہ: ہمیں شیخ شریف ابوجعفر محمد بن ابوالقاسم علوی حسنی نے بحوالہ شیخ ابوالخیر عارف باللہ محمد بن محفوظ خبر دی کہ ایک روز میں اور دس حضرات اور طالبان آخرت اور تین شخص طالبان وزارت وغیرہا

مناصب دنیا حاضر بارگاہ عالم پناہ سرکار غوثیت تھے حضور نے ارشاد فرمایا: ہر ایک اپنی حاجت عرض کرے میں اسے عطا فرماؤں، سب نے اپنی اپنی دینی و دنیوی مرادیں عرض کیں، ان میں شیخ خلیل صرصری کی عرض یہ تھی کہ میں اپنی زندگی میں مرتبہ قطبیت پاؤں۔ حضور نے فرمایا: ''ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطا سے اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔'' عارف موصوف فرماتے ہیں خدا کی قسم جس نے جو مانگا تھا پایا۔

(بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعابشئی من عجائب احوالہ مختصراً، صفحہ30، 31، مصطفی البابی مصر)

جب ہم کہتے ہیں کہ یہ سب رب تعالیٰ کی عطا سے ہے اور مستند دلائل سے یہ ثابت ہے تو پھر اس پر اعتراض کرنا کم عقلی و ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ خود وہابیوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق کہہ دیا کہ وہ معاذ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے اور دلیل میں یہ آیت پیش کی ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ یعنی بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل اس پر قادر ہے کہ اپنے پیاروں کو تصرفات عطا فرمائے تو اس پر اعتراضات کئے جاتے ہیں، حالانکہ انہیں چاہئے کہ دلائل سے ثابت کریں کہ رب تعالیٰ نے کسی کو یہ اختیارات نہیں دیئے۔ یہ تو گمراہی ہے کہ دلیل بھی کوئی نہ دینی اور مسلمانوں کو مشرک بھی کہے جانا۔ اب ہوسکتا ہے کہ وہابی اپنی پرانی عادت کی طرح بہجۃ الاسرار کتاب ہی کو غیر مستند کہہ دیں۔ لہٰذا اس کتاب کی حجیت کو ثابت کرنا بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں: ''امام عمر بن عبد الوہاب عرضی حلبی نے اپنے نسخہ میں کتاب مبارکہ بہجۃ الاسرار شریف میں لکھا" قد تتبعتها فلم اجد فيها نقلا الا وله فيه متابعون وغالب ما اورده فيها نقله اليافعي في اسنى المفاخر وفي نشرالمحاسن وروض الرياحين وشمس الدين الزكي الحلبي ايضا في كتاب الاشراف واعظم شيء نقل عنه انه احيى الموتى كاحيائه الدجاجة ولعمري ان هذه القصه نقلها تاج الدين السبكي ونقل ايضا عن ابن الرفاعي وغيره وانّى لغبي جاهل حاسد ضيع عمره في فهم ما في السطور وقنع بالملك عن تزكية النفس واقبالها على الله سبحنه وتعالى وان يفهم ما يعطي الله سبحنه وتعالى اولياء ه من التصريف في الدنيا والأخرة ولهذا قال الجنيد التصديق بطريقتنا ولاية" یعنی بیشک میں نے اس کتاب بہجۃ الاسرار شریف کو اول تا آخر جانچا تو اس میں کوئی روایت ایسی نہ پائی جسے اور متعدد اصحاب نے روایت نہ کیا ہو اور اس کی اکثر روایتیں امام یافعی نے ''اسنی المفاخر و نشر المحاسن و روض الریاحین'' میں نقل کیں۔ یوں ہی شمس الدین زکی حلبی نے کتاب الاشراف میں اور سب سے بڑی چیز جو بہجۃ شریفہ میں نقل کی حضور کا مردے جلانا ہے جیسے وہ مرغ زندہ فرما دیا اور مجھے اپنی جان کی قسم یہ

روایت امام تاج الدین سبکی نے بھی نقل کی اور یہ کرامت ابن الرفاعی وغیرہ اولیاء سے بھی منقول ہوئی اور کہاں یہ منصب کسی غبی جاہل حاسد کو جس نے اپنی عمر تحریر سطور کے سمجھنے میں کھوئی اور تزکیہ نفس وتوجہ الی اللہ چھوڑ کر اسی پر بس کی کہ اسے سمجھ سکے، جو کچھ تصرفوں کی قدرت اللہ عزوجل اپنے محبوبوں کو دنیا وآخرت میں عطا فرماتا ہے۔ اسی لئے سیدنا جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہمارے طریقے کا سچ ماننا بھی ولایت ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) بحمد اللہ یہ تصدیق ہے امام مصنف قدس سرہ کے اس ارشاد کی خطبہ بہجہ کریمہ میں فرمایا کہ "لخصته کتابا مفردامرفوع الاسانید معتمد افیها علی الصحة دون الشذوذ" یعنی میں نے اس کتاب کو یکتا کر کے مہذب ومنقح فرمایا اور اس کی سندیں منتہی تک پہنچائیں جن میں خاص صحیح روایات پر اعتماد کیا ہے نہ کہ شاذ روایات پر، یعنی خالص صحیح ومشہور روایات لیں جن میں نہ ضعیف ہے، نہ غریب وشاذ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرماتے ہیں "علی بن یوسف بن جریراللخمی الشطنوفی الامام الاوحد نور الدین ابوالحسن شیخ القراء بالدیار المصریة ولد بالقاهرة سنة اربع اربعین وستمائة وتصدر للاقراء بالجامع الازهر وتكاثر عليه الطلبة مات فی ذی الحجة سنة ثلاث عشر وسبعمائة" ترجمہ: علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی، امامِ یکتا، (جن کا لقب) نور الدین (یعنی دین کا نور)، (ان کی کنیت) ابوالحسن، مصر کے شیخ القراء ہیں۔ آپ قاہرہ میں 644ھ میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر میں مسند تدریس پر جلوس فرمایا آپ کے طلبہ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ذی الحجہ 713ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ زبدۃ الآثار میں فرماتے ہیں "بهجة الاسرار من تصنيف الشيخ الامام الاجل الفقيه العالم المقرى الاوحد البارع نور الدين ابى الحسن على بن يوسف الشافعى اللخمى وبينه وبين الشيخ واسطتان" بہجۃ الاسرار شیخ امام اجل فقیہ عالم مقری اوحد بارع نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف شافعی لخمی کی تصنیف ہے ان میں اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دو واسطے ہیں۔

نیز اپنے رسالہ صلاۃ الاسرار میں فرماتے ہیں "کتاب عزیز بهجة الاسرار ومعدن الانوار معتبر ومقرر ومشهور ومذکور ست ومصنف آں کتاب از مشاهیر مشائخ وعلماء ست، میان وے وحضرت شیخ رضی الله تعالی عنه دو واسطه است ومقدم است برامام عبدالله یافعی رحمة الله علیه که ایشان نیز از منتسبان سلسله ومحبان

جناب غوث الاعظم اند" ترجمہ: کتاب عزیز "بہجۃ الاسرار و معدن الانوار" قابل اعتبار، پختہ اور مشہور و معروف ہے۔ اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ مشہور علماء و مشائخ میں سے ہیں۔ آپ کے اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، آپ امام عبد اللہ یافعی علیہ الرحمہ پر مقدم ہیں۔ امام یافعی علیہ الرحمہ بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ عالیہ سے نسبت رکھنے والوں اور آپ سے محبت رکھنے والوں میں سے ہیں۔

اسی میں ہے "ایں فقیر درمکہ معظمہ و در خدمت شیخ اجل اکرم اعدل شیخ عبدالوھاب متقی کہ مرید امام ھمام حضرت شیخ علی متقی قدس اللہ سرھما بودند فرمودند بھجۃ الاسرار کتاب معتبرست، ماانزیاك ایں زمان مقابلہ کردہ ایم وعادت شریف چناں بود کہ اگر کتابے مفید ونافع باشد مقابلہ می کردند وتصحیح می نمودند دریں وقت کہ فقیر رسید بمقابلہ بھجۃ الاسرار مشغول بودند" ترجمہ: یہ فقیر مکہ مکرمہ میں انتہائی جلالت، کرم اور عدل کے مالک شیخ عبد الوہاب متقی کی خدمت اقدس میں حاضر تھا جو امام ہمام حضرت شیخ علی متقی قدس اللہ سرہما کے مرید ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بہجۃ الاسرار" ہمارے نزدیک معتبر کتاب ہے جس کا ہم نے حال ہی میں مقابلہ کیا ہے۔ آپ کی عادت شریف یہ تھی کہ اگر کوئی کتاب فائدہ مند اور نفع بخش ہوتی تو اس کا مقابلہ کرتے اور تصحیح فرماتے تھے، جس وقت یہ فقیر وہاں پہنچا تو آپ بہجۃ الاسرار کے مقابلہ میں مصروف تھے۔

الحمد للہ ان عبارات ائمہ و اکابر سے واضح ہوا کہ امام ابوالحسن علی نور الدین مصنف کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار امام اجل امام یکتا محقق بارع فقیہ شیخ القراء منجملہ مشاہیر مشائخ علماء ہیں اور یہ کتاب مستطاب معتبر و معتمد کہ اکابر ائمہ نے اس سے استناد کیا اور کتب حدیث کی طرح اس کی اجازتیں دیں۔ کتب مناقب سرکار غوثیت میں باعتبار علو اسانید اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتب حدیث میں موطائے امام مالک کا۔ اور کتب مناقب اولیاء میں باعتبار صحت اسانید اس کا وہ مرتبہ ہے جو کتب حدیث میں صحیح بخاری کا، بلکہ صحاح میں بعض شاذ بھی ہوتی ہیں اور اس میں کوئی حدیث شاذ بھی نہیں۔ امام بخاری نے صرف صحت کا التزام کیا اور ان امام جلیل نے صحت و عدم شذوذ دونوں کا اور شہادت علامہ عمر حلبی وہ التزام تام ہوا کہ اس کی ہر حدیث کے لئے متعدد متابع موجود ہیں والحمد للہ رب العالمین ایسے امام اجل اوحد نے ایسی کتاب جلیل معتمد میں جو احادیث صحیحہ اس باب میں روایت فرمائیں ہیں یہاں عدد مبارک قادریت سے تبرک کے لئے ان سے گیارہ حدیثیں ذکر کر کے باذنہٖ تعالیٰ برکات دارین لیں وباللہ التوفیق۔"

(فتاوی رضویہ جلد 28، صفحہ 377، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کے پیشواؤں کے نزدیک بھی غوث پاک کی کرامات اور آپ کی سیرت پر لکھی کتاب ''بہجۃ الاسرار'' کا معتبر ہونا ثابت ہے چنانچہ وہابی مولوی ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں: ''سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کی کثرت پر مؤرخین متفق ہیں، شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام اور امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ شیخ (عبد القادر جیلانی) کی کرامات حدتواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔''

(تاریخ دعوت وعزیمت، جلد1، صفحہ385، مطبوعہ، کراچی)

لیکن افسوس ظہیر صاحب کی طرح دیگر کثیر وہابی غوث پاک کی کرامات وشان کے منکر ہیں۔

## تصرفِ غوث پاک اور تقدیر

احمد رضا خاں کے ایک پیروکار کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے:

**لوح محفوظ میں تھبیت کا حق ہے حاصل** — مرد سے عورت بنادیتے ہیں **غوث الاغواث**

اس شعر کی تشریح بھی بریلوی حضرات کی زبانی سنئے: ''شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں، میرے ہاں لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے لوح محفوظ میں دیکھا، اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرمادیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی یہ سن کر واپس ہوئیں، راستہ میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: جا تیرے لڑکا ہوگا۔ مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہ غوثیت میں اس مولود کو لے آئیں اور کہنے لگیں: حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا: یہاں تو لاؤ اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا دیکھو تو یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا! اور وہ یہی شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کے پستان مثل عورتوں کے تھیں۔''85

یہی متبع بریلویت ایک اور واقعہ نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کی تقدیر میں موت تھی۔ شیخ جیلانی نے اس کی تقدیر کو بدل کر مقررہ وقت پر مرنے سے بچالیا۔86

تقدیر کی تین قسموں میں سے ایک قسم ''معلق شبیہ بہ مبرم'' ہے۔ اس تک اکابر اولیاء کرام کی رسائی ہوتی ہے حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کو فرماتے ہیں میں قضائے مبرم کو رد کر دیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا ''عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم **(یا بنی أكثر من الدعاء فإن الدعاء یرد القضاء**

المبرم)) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے دعا میں کثرت کر کہ بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

(الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك، باب مختصر من فضل الدعاء، من الكتاب الكبير، صفحہ 54، دار الكتب العلمیہ، بیروت)

لہٰذا حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے سبب کسی کو لڑکا عطا فرمانا یا زندگی بڑھا دینا ناممکن نہیں۔ ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے "عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (( لا يزيد في العمر إلا البر، ولا يرد القدر إلا الدعاء)) ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الايمان، باب في القدر، جلد 1، صفحہ 35، دار إحياء الكتب العربية)

یہ چیز صرف حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ کئی بزرگان دین کے متعلق مستند کتب میں ایسا درج ہے چنانچہ عظیم محدث امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب لواقح الانوار میں حالات حضرت سیدی شیخ محمد شربینی قدس سرہ میں لکھتے ہیں "لما ضعف ولده احمد واشرف على الموت وحضر عزرائيل لقبض روحه قال له الشيخ ارجع الى ربك فراجعه فان الامر نسخ فرجع عزرائيل وشفى احمد من تلك الضعفة وعاش بعدها ثلاثين عاما" ترجمہ: جب ان کے صاحبزادے احمد نا تواں ہو کر قریب مرگ ہوئے اور حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی روح قبض کرنے آئے حضرت شیخ نے ان سے گزارش کی کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے (اس سے پوچھ لیجئے) کہ حکم موت منسوخ ہو چکا ہے۔ عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پلٹ گئے، صاحبزادے نے شفا پائی اور اس کے بعد تیس برس زندہ رہے۔

(الطبقات الكبرى (لواقح الانوار) خاتمة الكتاب ترجمہ 20، شيخ محمد الشربيني، جلد 2، صفحہ 185، دار الفکر، بیروت)

﴿ جناب احمد رضا بریلوی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں: ''ہمارے شیخ سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند کرہ ہوا پر مستی فرماتے اور ارشاد کرتے: آفتاب طلوع نہیں ہوتا، یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے۔ نیا سال جب آتا ہے، مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے، جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا دن جو آتا ہے، مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔''87 ﴾

اوپر گزر چکا کہ یہ کلام حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا بہجۃ الاسرار ذکر کلما اخبر بہا عن نفسہ الخ، صفحہ 50، دار الکتب العلمیۃ، بیروت میں مذکور ہے۔

﴿ اور یہ اختیارات شیخ جیلانی تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ دوسرے اولیاء ومشائخ تصوف بھی خدا کی خدائی میں شریک ہیں۔وہ ان صفات سے متصف اور ان طاقتوں کے مالک ہیں۔ ﴾
یہ ظہیر صاحب کا بہتان ہے۔اہل سنت ہرگز کسی ولی یا نبی کو خدائی صفات کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

﴿ چنانچہ احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے ارشاد کرتے ہیں:''بے شک سب پیشوا، اولیاء علماء اپنے اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں۔اور جب ان کے پیروکار کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب اس کا نامہ اعمال کھلتا ہے، جب اس سے حساب لیا جاتا ہے، جب اس کے عمل تلتے ہیں، جب صراط پر چلتا ہے ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے اور تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا قبر وحشر ہر جگہ سختیوں کے وقت نگہداشت فرماتے ہیں جب تک وہ صراط سے پار نہ ہو جائیں۔''88 ﴾

پہلے بھی یہ بتایا گیا کہ یہ کلام عظیم محدث حضرت عبدالوہاب شعرانی کا ہے وہ میزان الشریعہ میں فرماتے ہیں "قد ذکرنا فی کتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء والصوفية ان ائمة الفقهاء والصوفية کلهم یشفعون فی مقلدیهم ویلاحظون احدهم عندطلوع روحه وعند سوال منکر ونکیر له وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنهم فی موقف من المواقف " ترجمہ: تحقیق ہم نے ذکر کیا ہے کتاب ''الاجوبہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیہ'' میں کہ فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین اور مریدین کو نزع کی حالت میں روح کے نکلنے، منکر نکیر کے سوالات نشر وحشر، حساب ومیزان عدل پر اعمال تلنے اور پل صراط پر گزرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں اور وہ کسی مقام پر بھی ان سے غافل نہیں ہوتے۔

(المیزان الکبریٰ،فصل فی بیان جملة من الامثلة المحسوسة، جلد1، صفحہ53،مصطفی البابی،مصر)

## آسمان سے زمین تک ابدال کی مِلک ہے

﴿ آسمان سے زمین تک ابدال کی ملک ہے اور عارف کی ملک عرش سے فرش تک۔89 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ابدال کی شان کے متعلق احادیث نقل کرتے ہیں:''حدیث 8: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((الابدال فی امتی ثلثون بهم تقوم الارض وبهم تمطرون وبهم تنصرون)) عن عبادة رضی الله تعالی عنه بسندِ صحیح ''ترجمہ: ابدال میری امت میں تیس ہیں۔انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر

بارش اترتی ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔ طبرانی نے کبیر میں عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔

حدیث 9: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے ((یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم ال احمد عن علی کرم الله تعالی وجهه بسند حسن" ترجمہ: انہی کے سبب بارش دی جاتی ہے، انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔ امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے بسند حسن روایت کیا

دوسری روایت یوں ہے "((یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق عساکر رضی الله تعالی عنه "

ترجمہ: انہیں کے سبب اہل زمین سے بلاء اور غرق دفع ہوتا ہے۔ ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔

حدیث 10: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ابدال شام میں ہیں "((بھم ینصرون وبھم الطبرانی فی الکبیر عن عوف بن مالك وفی الاوسط عن علی المرتضی رضی الله تعالی عنهما کلاھما بسند حسن "ترجمہ: وہ انہیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں اور انہیں کی وسیلہ سے ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ طبرانی نے کبیر میں عوف بن مالک سے اور اوسط میں علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دونوں میں بسند حسن روایت کیا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ384، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## اولیاء کی وساطت سے خلق کا نظام قائم ہے

اور خود جناب بریلوی فرماتے ہیں: "اولیاء کی وساطت سے خلق کا نظام قائم ہے۔" 90

یہ کلام بالکل بجا اور احادیث وعلمائے اسلاف کے اقوال کی روشنی میں ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کرام کی شان میں احادیث نقل کرتے ہیں: حدیث 11: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((لن تخلو الارض من اربعین رجلا مثل ابراھیم خلیل الرحمن فیھم تسقون وبھم تنصرون)) الاوسط عن انس رضی الله تعالی عنه بسند حسن "ترجمہ: زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے، انہیں کے سبب تمہیں بارش ملے گی اور انہیں کے سبب مدد پاؤ گے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔

حدیث 12: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((لن یخلو الارض من ثلثین مثل ابراھیم بھم تغاثون

**وبھم ترزقون وبھم تمطرون))** ابن حبان فی تاریخہ عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ" ترجمہ: ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والثناء سے مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے، انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائے گی اور انہیں کے سبب رزق پاؤ گے اور انہیں کی برکت سے بارش دی جائے گی۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث 13: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **((لایزال اربعون رجلا من امتی قلوبھم علی قلب ابر[اھیم] یدفع اللہ بھم عن اھل الارض یقال لھم الابدال))** فی الحلیۃ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ " ترجمہ: میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ ان کے دل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان کا لقب ابدال ہوگا۔ ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حدیث 14: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **((لایزال اربعون رجلا یحفظ اللہ بھم الارض کلما [مات] رجل ابدل اللہ مکانہ أخر وھم فی الارض کلھا))** [عن ابن ع]مر رضی اللہ تعالی عنہما" چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالیٰ زمین کی حفاظت لے گا جب ان میں کا ایک انتقال کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے بدلے دوسرا قائم فرمائیگا اور وہ ساری زمین میں ہیں۔ خلال نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حدیث 15: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں، اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے قلب ابراہیم، اور پانچ کے قلب جبریل، اور تین کے قلب میکائیل، اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی ایک اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے **((فیھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء))** الحلیۃ وابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ " ترجمہ: انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات موت، بارش کا برسنا، نباتات کا اُگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔ ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔۔۔''

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ385، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کی شان میں فرمایا (( اهل بيتي امان لامتي فاذا ذهب اهل بيتي ات ما يوعدون)) ترجمہ: میرے اہلبیت میری امت کے لے امان ہیں جب اہل بیت نہ رہیں گے امت پر وہ آیگا جو ان سے وعدہ ہے یعنی قیامت آئے گی۔

(المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ اہل بیتی امان لامتی، جلد3، صفحہ149، دار الفکر، بیروت)

## رات بھر میں سارے جہان کا گشت

اور سنئے: ''اولیاء کرام مردے کو زندہ کرسکتے ہیں، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دے سکتے ہیں اور ساری زمین کو ایک قدم میں طے کرنے پر قادر ہیں۔''91

جی ہاں یہ نہ صرف ممکن ہے بلکہ ثابت بھی ہے۔ حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں: ''اوتاد کے لئے لازم ہے کہ وہ رات بھر میں سارے جہان کا گشت مکمل کرلیں اور اگر کوئی جگہ ایسی رہ جائے جہاں ان کی نظر نہ پڑے تو دوسرے دن اس جگہ میں کوئی خلل واقع ہوجاتا ہے۔ اس وقت وہ اوتاد اپنے غوث وقطب کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ وہ اپنی قوت اس طرف مبذول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اسی غوث وقطب کی برکت سے جہان کے اس خلل کو دور فرمادیتا ہے۔''

(کشف المحجوب، صفحہ332، شبیر برادرز، لاہور)

## راہِ سلوک میں تصرفات کا مقام سترہواں (17) ہے

: ''غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے اس کے بغیر زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔''92

بریلوی صاحب کے ایک پیروکار لکھتے ہیں: ''اولیاء کرام اپنے مریدوں کی مدد فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔''93

ان کے مشہور مفتی احمد یار گجراتی گوہر افشانی کرتے ہیں: ''اولیاء کو اللہ سے یہ قدرت ملی ہے کہ چھوٹا ہوا تیر واپس کرلیں۔''94

یہی مفتی صاحب رقم طراز ہیں: ''اولیاء کو قبر کی مکھی تو کیا، عالم پلٹ دینے کی طاقت ہے۔۔۔مگر توجہ نہیں دیتے۔''95

بریلویت کے ایک اور راہنما لکھتے ہیں: ''ظاہر قضائے معلق تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے۔''96

ایک دوسرے بریلوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں: ''اولیاء کا تصرف واختیار مرنے کے بعد اور زیادہ

ہوجاتا ہے۔''97 ❁

جب قرآن سے ثابت ہے کہ بلقیس کا تخت ایک آن میں ولی اللہ نے پیش کر دیا تو پھر امت محمدیہ کے اولیاء کے لئے یہ کیسے ناممکن ہے؟ پیچھے ان تصرفات پر کثیر مستند دلائل پیش کئے ہیں، مزید ایک مستند حوالہ ملاحظہ ہو: میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اے برادر! اس شبہ کو آخر دل میں جگہ نہ دینا اس لئے کہ مادر زاد نیک بختوں کو بغیر پیر کی بیعت اور بلا مرشد کی تربیت کے ایسی کرامتیں اور ایسے مقامات حاصل ہو جاتے ہیں کہ لوحِ محفوظ میں تصرف کرنا، ہوا میں اڑنا، غیب کی خبریں دینا، جلتی آگ میں گھس جانا، پانی پر کھڑے ہونا، مردے کو زندہ کرنا، زندہ کو قبر میں بھیج دینا اور اسی قسم کے دوسرے تصرفات ان کو شروع ہی میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ضیا بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ طریقت میں سو مقامات ہیں جب راست رو سالک سترھویں مقام پر پہنچتا ہے تو اس قسم کی کرامتیں اور تصرفات اسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد تر اسی مقام باقی رہتے ہیں کہ جب تک انہیں حاصل نہیں کرتا اس کا کام معطل رہتا ہے اور وہ پیر و مرشد کی امداد کا محتاج رہتا ہے تا کہ ان تمام مقامات پر پہنچ جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاص بخششیں ہوتی ہیں اور بکثرت اور متواتر کہ اس پر دروازہ کھولتی اور سرحد انتہا تک پہنچا دیتی ہیں جو اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوتی ہیں۔ ﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾ ترجمہ: ان کے لئے جنت میں وہ ہے جس کی وہ خواہش کریں اور ہمارے پاس اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے حکایت فرمائی کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار فرمائی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل پر اس کا خیال گزرا۔ اور وہ ہیں کہاں ((فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر)) ت والے مالک کے پاس صاف جگہ میں۔ اس کے جمال پر جمال ہی کے پردے پڑے ہوئے ہیں جن کا سوائے چند نقوش کے اور کوئی محرم ہی نہیں۔''

(سبع سنابل، صفحہ 139، فرید بک سٹال، لاہور)

چونکہ وہابیوں کے نزدیک ولی اور بت میں کوئی فرق نہیں اس لئے انہیں ساری زندگی اس کی سمجھ نہیں آسکتی۔

❁ یہ ہیں غیر اللہ کے بارے میں ان کے عقائد۔ انہوں نے اپنی دعاؤں اور طلب گاریوں میں دوسری ہستیوں کو بھی شریک کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اختیارات و تصرفات اس کی مخلوق میں تقسیم کر دیئے ہیں حالانکہ شریعت اسلامیہ میں کارسازیوں اور بے نیازیوں کا تصور صرف اللہ تعالیٰ تک ہی محدود ہے۔ ❁

وہابیوں سے کوئی پوچھے کہ تم لوگ اہل سنت کے عقائد کا رد کر رہے ہو یا قرآن و حدیث کا انکار کر رہے ہو؟ یہ کہنا کہ اللہ

عزوجل نے کسی کو کوئی تصرف عطا نہیں فرمایا، صریح کفر ہے کہ قرآن پاک کی کثیر آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام، حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت سلیمان علیہ السلام کے تصرفات کا ذکر ہے۔

## مناقبِ اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کے جوابات

﴿ بریلوی حضرات نے اپنے اولیاء کو وہ تمام اختیارات تفویض کر دیے جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام اور مشرکین مکہ، لات، ہبل، عزیٰ اور منات وغیرہ میں سمجھتے تھے۔ ﴿أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ﴾ یہ مت سمجھئے کہ بریلویت کے امام جناب احمد رضا خان صاحب کا ان خدائی اختیارات میں کوئی حصہ نہ تھا۔ وہ بھی دوسرے اولیاء کی طرح رزاق، داتا، شافی، غوث مختار، قادر مطلق، حاجت روا اور مشکل کشا تھے۔ ان کی صفات ملاحظہ کیجئے۔

بریلویت کے ایک پیروکار اپنے ہادی و مرشد کی شان بالا صفات میں اپنی کتاب مدائح اعلیٰ حضرت میں نغمہ سرا ہیں:۔

یا سیدی، یا مرشدی، یا مالکی، یا شافعی — اے دستگیر راہنما یا سیدی احمد رضا
اندھوں کو بینا کر دیا بہروں کو شنوا کر دیا — دین نبی کو زندہ کیا یا سیدی احمد رضا
امراض روحانی ونفسانی امت کے لیے — اور تر او ارالشفا یا سیدی احمد رضا 98

یہی مرید اپنے پیر و شیخ جناب احمد رضا کے سامنے عجز و نیاز کرتے ہوئے اور اپنا دامن پھیلا کر یوں پکارتا ہے:۔

میرے آقا میرے داتا، مجھے ٹکڑا مل جائے — دیر سے آس لگائے ہے یہ کتا تیرا
اپنی رحمت سے اسے کر لے قبول اے پیارے — نذر میں لایا ہے یہ چادر یہ کمینا تیرا
اس عبید رضوی پر بھی کرم کی ہو نظر — بد سہی چور سہی ہے تو وہ کتا تیرا 99

اور سنئے جناب احمد رضا خاں بریلوی کے ایک اور معتقد ارشاد کرتے ہیں:۔

قیامت میں مفر کی منکر و تدبیر کیا سوچی؟ — کہ ہوگا گھومتا کوڑا امام اہل سنت کا 100
کس سے کریں فریاد خدائی مالک و مولیٰ تیری دوہائی — تیرے سوا کون ہمارا حامی سنت اعلیٰ حضرت
بھیک سدا مانگی پائی دیر کیوں اس بار لگائی — میرے کرم بخی، ان داتا، حامی سنت اعلیٰ حضرت
کب سے کھڑی ہیں ہاتھ پسارے بندہ نواز گدا بیچارے — اب تو کرم ہو جائے حامی سنت اعلیٰ حضرت 101

اور سنئے:۔

| | |
|---|---|
| وہی فریاد رس ہے بے کسوں کا | وہ محتاج کا حاجت روا ہے |
| ستارہ کیوں نہ میرا اوج پر ہو | ادھر آقا ادھر احمد رضا ہے |
| مجھے کیا خوف ہو وزن عمل کا | حمایت پر مرا حامی تلا ہے 102 |

بریلویت کے ایک دوسرے شاعر کا عقیدہ:۔

| | |
|---|---|
| میری کشتی پڑ گئی منجدھار میں | دے سہارا اک ذرا احمد رضا |
| چار جانب مشکلیں ہیں ایک میں | اے مرے مشکل کشا احمد رضا |
| لاج رکھ لے میرے پھیلے ہاتھ کی | اے میرے حاجت روا احمد رضا |
| جھولیاں بھر دے میری داتا میرے | ہوں تیرے در کا گدا احمد رضا 103 |

چند اور اشعار نقل کر کے ہم اپنی بحث کو سمیٹتے ہیں۔ بریلویت کے اور شاعر اپنے مذہب کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے نغمہ سرا ہیں:۔

| | |
|---|---|
| غوث و قطب اولیاء احمد رضا | ہے میرا مشکل کشا احمد رضا |
| دونوں عالم میں ہے تیرا آسرا | ہاں مدد فرما شاہ احمد رضا |
| تو ہے داتا اور میں منگتا ترا | میں تیرا ہوں تو میرا احمد رضا 104 |

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایئے! کیا یہ عقائد قرآن کریم کی واضح آیات سے استہزاء کے مترادف نہیں ہیں؟ کیا ان میں اور کتاب وسنت میں کوئی مطابقت ہے؟ کیا ان سے یہ بات اچھی طرح واضح نہیں ہوجاتی کہ ان حضرات کا مقصد مشرکانہ عقائد اور دورِ جاہلیت کے افکار کی نشر و اشاعت ہے؟ کیا مشرکین مکہ کے عقائد ان سے ابتر تھے؟ ؏

ظہیر صاحب نے ان اشعارِ مناقب کو قرآن وسنت کے ساتھ استہزا قرار دیا جبکہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک انبیاء، صحابہ، اولیاء کرام کی شان میں اس طرح کے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔ کیا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اشعار نہیں پڑھا کرتے تھے؟ چند اشعار جو صحابہ وبزرگانِ دین نے کہے ہیں وہ پیش خدمت ہیں:۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روز حنین زنان وصبیان بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال وغلام وکنیز مجاہدین

پر تقسیم فرما دیئے، اب سرداران قبیلہ اپنے اہل وعیال واموال حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مانگنے کو حاضر ہوئے۔ زُہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:۔

| | |
|---|---|
| (1) امنن علینا رسول اللہ فی کرم | فانك المرء نرجوه وندخر |
| (2) امنن علی بیضةٍ قد عاقها قدر | فشتت شملها فی دهرها غیر |
| (3) ابقت لنا الدهر هتنا فاعلی حزنٍ | علی قلوبهم الغماء والغمر |
| (4) ان لم تدارکهم نعماء تنشرها | یا ارجح الناس حلماً حین یختبر |

(1) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم پر احسان فرمائیے اپنے کرم سے، حضور ہی وہ مرد کامل وجامع فواضل ومحاسن وشمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کیلئے ذخیرہ بنائیں۔

(2) احسان فرمائیے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئی اس کی جماعت تتر بتر ہوگئی اس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں۔

(3) یہ بدحالیاں ہمیشہ کیلئے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج وغیظ مستولی ہوگا۔

(4) اور حضور کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام فرما دیا ہے ان کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں اے تمام جہان سے زیادہ عقل والے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم۔)

(المعجم الکبیر، عن زہیر بن صرد الجشمی، جلد5، صفحہ269، المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت)

ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی:۔

| | |
|---|---|
| (1) اتیناك والعذراء یدمی لبانها | وقد شغلت امّ الصبی عن الطفل |
| (2) والقت بكفیها الفتیٰ لاستكانة | من الجوع ضعفا لا یمر ولا یحلی |
| (3) ولیس لنا الا الیك فرارُنا | واین فرار الخلق الا الی الرسل |

(1) ہم در دولت پر شدت قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہوگئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں۔

(2) جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی بات نہیں نکلتی۔

(3) اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وبارک وسلم۔

یہ فریاد سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت عجلت منبر اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دست مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا، ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ اُمڈ آیا اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "حوالینا ولا علینا" ہم پر نہ برس۔ فوراً ابر مدینے پر سے کھل گیا، آس پاس گھر اتھا اور مدینہ طیبہ سے کھلا ہوا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، باب استسقاء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الخ، جلد6، صفحہ141، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اعشی مازنی رضی اللہ تعالی عنہ خدمت اقدس میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتدا اس مصرع سے تھی "یامالک الناس ودیان العرب" ترجمہ: اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا وسزا دینے والے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، جلد11، صفحہ478، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یوں فریاد کی:۔

الا یا غوثنا لو تسمعونا | و یا قبر النبی و صاحبیہ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دو صاحبوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما! اے ہمارے فریادرس! کاش آپ ہماری فریاد سن لیں۔

حضرت سیدنا علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا کے میدان میں یوں دعا کرتے ہیں:

یارحمۃ للعلمین ارحم بزین العابدین | محبوس الظالمین فی موکب و المزدحم

ترجمہ: اے رحمۃ للعالمین زین العابدین پر رحم فرمائیں کہ وہ بڑے لشکر میں پھنسا ہوا ہے۔

(فتاوی اویسیہ، جلد1، صفحہ370، صدیقی پبلیشرز، کراچی)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:۔

یا اکرم الثقلین یا کنزا لوری          بلی بجودك و ارضنی برضاك

انا طامع بالجود منك لم یکن          لابی حنیفة فی الانام سواك

ترجمہ: اے موجودات کے اکرام اور نعمت الٰہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا، مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی خوش کیجئے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابوحنیفہ کا مخلوق میں کوئی نہیں۔

(فتاویٰ بریلی، صفحہ 386، شبیر برادرز، لاہور)

روح البیان میں ہے "قال المولی الجامی قدس سرہ:   یا نبی اللہ السلام علیك ...انما الفوز والفلاح لدیك" ترجمہ: مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا: یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر سلام ہو کامیابی و کامرانی آپ ہی کی بارگاہ سے ملتی ہے۔

(روح البیان فی تفسیر، سورۃ البقرہ آیت 62، جلد 1، صفحہ 152، دار الفکر، بیروت)

جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کی شان میں قصائد پڑھے اور آپ نے اس سے منع نہ فرمایا تو پھر کسی کی کیا مجال ہے جو اسے شرک اور خلاف قرآن کہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین، علمائے کرام کے شان میں بے شمار قصائد کہے گئے ہیں، بلکہ خود دیوبندی، وہابیوں نے اپنے بڑوں کے بارے میں ایسے قصائد کہے ہیں۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں:۔

دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی کی شان میں اس کے عقیدت مندیوں کہتے ہیں:۔

ہمیں چھوڑ کر آج باچشم گریاں          وہ قطب زماں آہ وہ جانِ جاناں

چلا جا رہا ہے وہ جنت بداماں          فرشتونکی صف میں خراماں خراماں

فلک پر ملک مرحبا کہہ رہے ہیں          ہمیں ہیں جو فرقت کا غم سہہ رہے ہیں

ادھر شاہِ دنیا ودین ﷺ مسکرائے          بہشت بریں کے مکیں مسکرائے

زمین رو رہی ہے فلک ہنس رہا ہے          مسرت سے ہر اک ملک ہنس رہا ہے

اُدھر انبیاء کا پیام آرہا ہے          ادھر اولیاء کا سلام آرہا ہے

وہ رضواں بپے انتظام آرہا ہے　　　کہ جنت میں وہ خوش خرام آرہا ہے

کھڑے ہوگئے صف میں غلمان جنت　　　زیارت کو آئی ہیں حورانِ جنت

(مرثیہ شیخ مدنی، صفحہ3، کتب خانہ راشد کمپنی، دیوبند)

دیوبندیوں کے پیشوا حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے حالات پر مشتمل کتاب شمائم امدادیہ میں ہے کہ مولوی محمد صادق نے شاہ عبدالرحیم کی شان میں چند اشعار یوں کہے:۔

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا　　　ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

تم مددگار امداد امداد کو پھر خوف کیا　　　عشق کی پر سکے باتیں کانپتے ہیں دست و پا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا!　　　تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں التجا

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا　　　آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(شمائم امدادیہ، صفحہ83، کتب خانہ شرف الرشید، شاہ کوٹ)

دیوبندی مولوی محمود الحسن نے رشید احمد گنگوہی کے متعلق لکھا ہے:۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب　　　گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(مرثیہ گنگوہی علماء دیوبند کی نظر میں، صفحہ5، الدار السنیہ، ممبئی)

دوسری جگہ رشید احمد گنگوہی کی شان میں کہتے ہیں:۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا　　　اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

(مرثیہ گنگوہی علماء دیوبند کی نظر میں، صفحہ18، الدار السنیہ، ممبئی)

وہابی مولوی سخاوت علی جونپوری نذیر حسین دہلوی کو حجۃ اللہ علی العالمین کہتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تفصیلش در معیار الحق مصنفہ مولانا حجۃ اللہ علی العالمین مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دامت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقوم۔''

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ523، مکتبہ شعیب، کراچی)

مولوی عبدالجبار عمرپوری میاں نذیر حسین کو رحمٰن کی آیت ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

احییٰ طریق الحق بعد مماته　　　ووجوده من اٰیة الرحمٰن

احسن بہ من فایق اقرانہ　　　　مانتہ فی عالم الامکان

(الحیاۃ بعد المماۃ، صفحہ497، مکتبہ شعیب، کراچی)

نواب صدیق حسن خاں کی تعریف میں وہابی مولوی عبد الباری سہسوانی لکھتا ہے:۔

ھو حجۃ للہ قاھرۃ　　　　ھو بیننا اعجوبۃ الدھر

ھو ایۃ فی الخلق ظاھرۃ　　　　انوارہ اربت علی الفجر

اس کے باوجود یہ تصریح کرتے ہیں "وثنائی ھذا علیہ لیس من المبالغۃ فی شی ء" ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ کی حجت قاہرہ ہیں، وہ ہمارے درمیان زمانے کا عجوبہ ہیں، وہ مخلوق میں آیت ظاہرہ ہیں، جس کے انوار صبح صادق سے زیادہ ہیں۔ اس میں کچھ مبالغہ نہیں۔''

(حاشیہ ابجد العلوم جلد3، صفحہ294)

## ﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾ کی تفسیر

❁ اس سلسلے میں ہم یکتائے عصر فرید دہر اور برصغیر کے مفسر ومحدث علامہ نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کی تفسیر فتح البیان کی عبارت کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔نواب صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ فرمان خداوندی ﴿قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے، جنہوں نے مصائب کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا عقیدہ بنالیا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے بڑی فصاحت سے یہ بیان فرمادیا کہ تکالیف ومصائب میں مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، انبیاء علیہم السلام وصالحین کا بھی وہ مددگار ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی امت سے واشگاف الفاظ میں کہہ دیں کہ میں اپنی ذات کے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ قرآن تو یہ بتلا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہے، پھر وہ مختار کل کیونکر ہوسکتے ہیں؟

اور پھر جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدائی اختیار حاصل نہیں ہیں، تو باقی مخلوق میں سے کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا کیسے مانا جاسکتا ہے؟ تعجب ہے ان لوگوں پر جو ان بندوں کے سامنے دامن پھیلاتے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں، جو منوں مٹی تلے دفن ہیں۔ وہ اس شرک سے باز کیوں نہیں آتے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر کیوں دھیان نہیں دیتے؟ کب انہیں ﴿قل ھو اللہ احد﴾ کی صحیح تفسیر کا

علم ہوگا؟ یہ لوگ کب لا الہ الا اللہ کے صحیح مفہوم سے آشنا ہوں گے؟ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ علم وفضل کے دعویدار ان کے واعظین وعلماء، جنہیں عوام نے سچے راہنما سمجھ رکھا ہے، وہ انہیں ان مشرکانہ اور دورِ جاہلیت کے تصورات و اعمال سے کیوں نہیں روکتے؟ انہوں نے اپنی زبانوں پر مہر کیوں لگا رکھی ہے؟

ان کے عقائد تو دورِ جاہلیت کے مشرکوں سے بھی بدتر ہیں۔ وہ تو اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں فقط سفارشی سمجھتے تھے، مگر انہوں نے تو تمام خدائی اختیارات اپنے بزرگوں کو عطا کر دیئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بجائے براہ راست اپنے بزرگوں سے مدد ومعاونت مانگتے ہوئے ذرا سا بھی خوف محسوس نہیں کرتے۔ شیطان نے ان کے اذہان میں اپنے افکار اتار لیے ہیں۔ وہ شیطان کی پیروی کرتے چلے جا رہے ہیں اور انہیں اس کی خبر بھی نہیں۔ وہ سمجھ رہے ہیں ہم نیکی کی راہ پر گامزن ہیں، حالانکہ وہ شیطان کی آنکھ کو ٹھنڈا کر رہے ہیں اور اس کی خوشی کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' 105

اور سب سے آخر میں ہم شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔۔۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ: ''حضرت بایزید بسطامی کہا کرتے تھے مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے، جیسے کوئی غرق ہونے والا شخص دوسرے غرق ہونے والے سے مدد طلب کرے۔''

شیخ ابو عبداللہ القرشی کہتے ہیں کہ: ''مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ کرنا اس طرح ہے جیسے کوئی قیدی دوسرے قیدی سے رہائی کی طلب کرے۔''

پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ تو ہی تمام تعریفوں کا حق دار ہے۔ ہم آپ کے سامنے اپنی حاجتوں کو پیش کرتے ہیں۔ صرف تو ہی معین ومددگار ہے۔ تو ہی مخلوق کی فریاد رسی پر قادر ہے۔ ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں۔ نفع ونقصان صرف تیرے ہاتھ میں ہے۔ سلف صالحین میں سے کوئی بزرگ بھی مافوق القدرت اشیاء سے استغاثے کو جائز نہیں سمجھتا''۔ 106

ظہیر صاحب نے حوالہ بھی دیا تو اپنے ہی وہابی مولوی کا اور اس سے بھی وہی باطل استدلال کیا ہے۔ جو آیت پیش کی گئی کہ حضور نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ اس آیت کے آگے صراحت ہے ﴿إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ مگر یہ کہ اللہ عزوجل چاہے۔ اس کی تفسیر میں جید مفسرین نے صراحت فرمائی ہے کہ حقیقی طور پر اللہ عزوجل ہی دافع البلاء یعنی مصیبتوں کو دور کرنے والا ہے لیکن اللہ عزوجل جسے حاجت روائی کی قدرت عطا فرمائے وہ بھی لوگوں سے بلائیں دور کرسکتا ہے

چنانچہ تفسیر طبری، تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے "لا أقدر علی اجتلاب نفع إلی نفسی ولا دفع ضر یحل بھا عنھا إلا ما شاء اللہ أن أملکہ من ذلک بأن یقوینی علیہ ویعیننی " ترجمہ: میں حقیقی طور پر قادر نہیں کہ اپنے لئے نفع لے لوں اور مصیبت دور کرلوں مگر یہ کہ اللہ عزوجل مجھے اس پر مالک بنادے کہ اس پر مدد کرے اور قوت دے۔

(جامع البیان فی تاویل القرآن، سورۃ الاعراف، سورۃ 7، آیت 188، جلد13، صفحہ 302، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

پیچھے احادیث اور کثیر دلائل سے واضح کیا کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے یہ ہستیاں دنیا میں، دنیا سے پردہ کرنے کے بعد اور آخرت میں مدد فرماتی ہیں۔ خود وہابی جن کو اپنا پیشوا کہتے ہیں ان سے اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعتیہ اطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ہیں "بنظر نمی آید مرامگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست اندوھگین است در ھر شدتے " ترجمہ: ہمیں نظر نہیں آتا مگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مصیبت کے وقت غمخواری فرماتے ہیں۔

(الطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم، فصل اول تحت شعر معتصم المکروب فی کل غمرۃ، صفحہ4، مطبع مجتبائی، دہلی)

صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے انہوں نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا حضور کیلئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا، فرمایا((وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح))وہ پایا تو اسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کردیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔، جلد1، صفحہ195، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کیوں وہابیوں! بتاؤ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ کو رب تعالیٰ نے بلائیں دور کرنے کا اختیار دیا ہے یا نہیں؟ کتنے واضح انداز میں فرمایا کہ میں نے کھینچ کر آگ کو پاؤں تک کردیا۔ سبحان اللہ یہ ہے شان ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا((من بکر یوم السبت فی طلب حاجۃ فانا ضامن بقضائھا)) نعیم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ " ترجمہ: جو ہفتہ کے دن صبح سویرے کسی حاجت کی تلاش کو جائے میں اسکی حاجت روائی کا ذمہ دار ہوں۔ ابونعیم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(کنز العمال بحوالہ ابو نعیم عن جابر، الاکمال من آداب طلب الحاجۃ، جلد6، صفحہ518، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضور کو دافع البلاء ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے

شک دافع ہر بلا ہیں۔ ان کی شان عظیم تو ارفع و اعلیٰ ہے اُن کے غلام دفع بلا فرماتے ہیں۔ ابن عدی و ابن عساکر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((قـ ـ ـ ـ ـمّ شـ ـ ـقـ ـ ـيـ ـ ـتُ اَحَيـ ـ ـذ لِلَنـ ـ ـارِ جَهَنَّمَ)) انا م احیذ اس لیے ہوا کہ میں اپنی اُمت سے آتش دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

دوزخ سے بدتر اور کیا بلا ہوگی؟ جس کے دافع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ بیہقی دلائل النبوۃ اور ابوسعد شرف المصطفیٰ میں راوی، خفاف بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرِ بارگاہ ہو کر عرض کی "حتی وردت الی المدینة جاهدا کیما اراك فتفرج الکربات "میں کوشش کرتا ہوا مدینہ میں حاضر ہوا تا کہ آپ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زیارت اقدس سے مشرف ہوں تو آپ میری سب مشکلیں دور کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی عرض پسند کی اور تعریف فرمائی۔

منح المدح امام ابن سید الناس میں ہے حرب بن ریطہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "لقد بعث الله النبی محمدا بحق وبرهان الهدی یکشف الکربا " خدا کی قسم اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق اور قطعی دلیل ہدایت کے ساتھ ایسا بھیجا کہ حضور بلاؤں کو دور فرماتے ہیں۔

عمر بن شبہ بطریق عامر شعبی راوی، اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی "انت الرسول الذی یرجی فواضله عندالقحوط اذاما أخطاالمطر" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ رسول ہیں جن کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب بارش نہ ہو۔

ابن شاذان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے پر فرمایا ((یا حمزة یا کاشف الکربات یا حمزة یا ذاب عن وجه رسول الله)) اَلْ البلا، اے حمزہ اے چہرہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے دشمنوں کے دفع کرنے والے۔

کتب سابقہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر شریف میں ہے ان کے دو نائب ہوں گے ایک سن رسیدہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے جوان یعنی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ما الفتی فخواض غمرات و دفاع معضلات" وہ جو جوان ہیں وہ سختیوں میں گھس پڑنے والے اور بڑے دافع البلا، بڑے مشکل کشا ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((من کنت ولیه فعلی ولیه قال المناوی فی شرحه یدفع عنه

مایکرہ ))یعنی میں جس کا مددگار ہوں علی المرتضیٰ اس کے مددگار ہیں کہ ہر مکروہ کو اس سے دفع کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ہمعات میں لکھتے ہیں "از ثمراتِ ایں نسبت است در مہالك و مضایق صورت آں جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن" ہلاکتوں اور تنگیوں میں اس جماعت (اولیاء اللہ) کی صورت کا ظاہر ہونا اور حل مشکلات کا اس کی طرف منسوب ہونا اس نسبت کے ثمرات میں سے ہے۔

قاضی ثناء اللہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں "ارواحِ ایشاں یعنی اولیاء در زمین وآسمان و بهشت هر جا كه خواهندمی روند و دوستان و معتقدان رادردنیا و آخرت مددگاری مے فرمایندو دشمنان را هلاك می نمایند" اولیاء اللہ کی روحیں زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور دنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ اس مسئلہ کی کافی تفصیل ہماری کتاب "الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء" میں ہے۔۔۔

امام ممدوح تنویر پھر امام محدث جلیل زرقانی شرح المواہب شریفہ میں فرماتے ہیں "انہ وسائر الانبیاء صلی اللہ تعالی علیہم وسلم اذن لھم فی الخروج من قبورھم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی" بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان وزمین کی سلطنت الٰہی میں تصرف فرمانے کے لیے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ255، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ثابت ہوا کہ وہابیوں کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو عاجز و بے بس سمجھنا قرآن وحدیث کے خلاف عقیدہ ہے۔ ابن تیمیہ کا کہنا کہ ''سلف صالحین میں سے کوئی بھی استغاثے کو جائز نہیں سمجھتا'' بالکل جھوٹ اور باطل کلام ہے۔ اوپر واضح کیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے اب تک مسلمانوں میں رائج ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء کرام سے مدد مانگتے ہیں۔ باقی ظہیر صاحب نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول پیش کیا ہے وہ ابن تیمیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں بغیر حوالے کے لکھا ہے۔ اور اس قول سے مخلوق سے مدد مانگنا شرک ثابت نہیں ہو رہا۔ خود وہابی بھی لوگوں سے چندے مانگتے ہیں۔ بلکہ خود آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صالحین سے مانگنے کا فرمایا چنانچہ حضرت ابن فراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ((ان کنت لا بد سائلا فاسأل الصالحین)) اگر مانگنا ضروری ہو تو صالحین سے مانگ۔

(کنز العمال، الإکمال من آداب طلب الحاجة، جلد6، صفحہ 816، مؤسسة الرسالة، بیروت)

شیخ الشیوخ علمائے ہند سیدی شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہابیوں کے عقائد کا زبردست رد کرتے ہوئے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں ''اگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس باید کہ منع کردہ شود، توسل وطلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین ''ترجمہ: یہ معنی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا اگر شرک کا موجب اور غیر کی طرف توجہ قرار پائے، جیسا کہ منکر خیال کرتا ہے تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دعا طلبی سے منع کیا جائے حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں عام ہے۔

(اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، فصل اول، جلد3، صفحہ401، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

شیخ عبد اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو فرمان ظہیر صاحب نے نقل کیا ہے وہ کسی متفق عالم کے حوالے سے نہیں بلکہ اپنے ہی مولوی کا بغیر سند نقل کیا ہے، پھر ان کے فرمان سے بھی انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا ناجائز وشرک ثابت نہیں ہو رہا ہے۔

استمداد اور اختیارات کے دونوں موضوع کے آخر میں چند امور قابلِ غور ہیں:۔

☆ وہابیوں کا دعویٰ تھا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی نبی یا ولی کے لئے اختیارات ثابت کرنا، ان سے مدد مانگنا شرک ہے۔ اس دعویٰ پر انہوں نے جتنے بھی دلائل دیئے ان میں سے ایک بھی آیت، حدیث بلکہ کسی مستند عالم کا قول بھی پیش نہیں کیا جس میں واضح کہا گیا ہو کہ کسی نبی یا ولی کے لئے اختیارات ماننا یا مدد مانگنا شرک ہے۔ شرک ڈھکوسلوں سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ قطعی دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

☆ اس کے برعکس ہم نے قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف سے واضح دلائل پیش کئے ہیں جن میں صراحت ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے پیاروں کو اختیارات عطا فرمائے ہیں اور اللہ عزوجل کے پیارے مدد فرماتے ہیں۔

☆ بالفرض یہ مان لیا جائے کہ تمام پیش کی گئی احادیث ضعیف ہیں تو کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی عقیدہ شرکیہ ہو لیکن اس عقیدہ کی تائید میں ایک بھی ضعیف حدیث ہو؟ شرکیہ عقیدہ کی تائید میں ضعیف حدیث تو کیا کسی مستند عالم کا قول بھی نہیں ہوتا۔

☆ بالفرض ان تمام احادیث کو موضوع مان لیا جائے تو ان علمائے اسلاف پر وہابی کیا حکم لگائے گے جنہوں نے واضح الفاظ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لئے اختیارات کو ثابت کیا ہے اور انہیں حاجت روا کہا ہے؟

☆ وہابی مولویوں کے فریب یوں ہے کہ اپنے مؤقف کو قرآن وحدیث سے کھینچ تان کر ثابت کرتے ہیں، آیت وحدیث کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے اسے گھما پھرا کر کسی اور پر منطبق کر دیتے ہیں، پھر جب اپنے مؤقف پر علمائے اسلاف کا کوئی قول نہیں ملتا تو اپنے ہی مولویوں کا قول پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس جب علمائے اہل سنت اپنے مؤقف پر احادیث پیش کرتے ہیں تو وہابی فوراً بغیر دلیل

اسے ضعیف وموضوع کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں اور اگر سنی علماء اپنے مؤقف پر پچھلے معتبر علماء کرام کا قول پیش کرتے ہیں تو وہابی ان علماء کے قول کو بھی حجت ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔اصولی طریقہ یہ ہے کہ وہابی اپنے مؤقف پر یا تو قرآن وحدیث سے واضح دلیل لائیں کہ جس میں صاف طور پر لکھا ہو کہ انبیاء واولیاء کچھ اختیار نہیں رکھتے، یا جو آیت وحدیث پیش کرتے ہیں اس کے تحت معتبر علمائے اسلاف کا قول پیش کریں کہ انہوں نے اس آیت اور حدیث کے تحت فرمایا ہے کہ انبیاء واولیاء مدد نہیں کرسکتے، جبکہ آپ اس پوری کتاب میں یہ طریقہ نہیں دیکھیں گے بلکہ وہابی کی ہٹ دھرمی ہی دیکھیں گے۔ہم اہل سنت کے مؤقف پر قرآنی آیات واحادیث ومستند علمائے کرام کے فرامین نقل کریں گے جس سے واضح ہو جائے گا کہ بریلوی وہی عقائد ونظریات کے حامل ہیں جس پر پچھلے بزرگانِ دین قائم تھے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

44(44 تا 59 قرآنی آیات)

60(الاستمداد علی اجیال الارتداد) للبریلوی ص 32،33

61(الاستمداد علی اجیال الارتداد) للبریلوی ص 32،33

62 الامن والعلی، ص 105

63 فتاویٰ رضویہ، ج 1، ص 577

64 مواعظ نعیمیہ ص 27، پاکستان

65 مواعظ نعیمیہ ص 41

66 مواعظ نعیمیہ ص 336

67 الفتاویٰ الرضویہ، ج 6، ص 155

68 انوار رضا، 240، مقالہ اعجاز البریلوی

69 بہار شریعت، امجد علی، جزء 1، ص 15

70 بہار شریعت، امجد علی، جزء 1، ص 15

71 جاء الحق، احمد یار البریلوی، ص 195

72 جاء الحق، احمد یار البریلوی، 195، 196

73 الامن والعلی، از احمد رضا ص 57

74 الامن والعلی للبریلوی،ص 57
75 حدائق بخشش للبریلوی،ص 28
76 ایضاً،125، 126
77 ایضاً ص 182
78 حدائق بخشش للبریلوی،ص 179
79 ایضاً ص 184
80 ایضاً ص 179
81 ایضاً ص 179
82 الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمر ص 356
83 خالص الاعتقاد للبریلوی،ص 49
84 حکایات رضویہ للبرکاتی منقولہ عن ملفوظات للبریلوی ص 125
85 باغ فردوس، ایوب علی رضوی البریلوی،ص 26، بریلی الہند
86 ایضاً، 26
87 الامن والعی للبریلوی،ص 109
88 الاستمداد، الہوامش، 35، 36
89 ایضاً ص 34
90 الامن والعلی،ص 34
91 الحکایات الرضویہ ص 44
92 حکایات رضویہ،ص 102
93 ایضاً ص 129، لاہور
94 جاء الحق، احمد یار ص 197
95 رسول الکلام، از دیدار علی البریلوی،ص 125، لاہور

96بہار شریعت، جز اول، ص6
97فتاویٰ نعیمیہ، ص249
98ملاحظہ ہو(مدائح اعلیٰ حضرت)، ایوب رضوی، ص5
99مدائح اعلیٰ حضرت، ایوب رضوی، ص45
100باغ فردوس، ایوب رضوی، ص4
101مدائح اعلیٰ حضرت، ص23
102ایضاً، ص54
103نغمۃ الروح، اسماعیل رضوی، ص44، 45
104ایضاً، نور محمد اعظمی، ص47، 48
105فتح البیان، نواب صدیق حسن خان، ج4، ص225
106فتاویٰ شیخ الاسلام، ج1، ص112

# فصل : سماع موتیٰ

اہل سنت والجماعت کا سماع موتی کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سننا، آنا جانا، چلنا پھرنا، جسم سے جدا ہونے کے بعد بھی بدستور رہتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں ہے ''فیھا دلالة علی ان الارواح جواھر قائمة بانفسھا مغائرة لما یحس به من البدن تبقی بعد الموت دراکة وعلیه جمہور الصحابة والتابعین وبه نطقت الآیات والسنن '' ترجمہ: یہ آیۃ کریمہ دلیل ہے کہ روحیں جوہر، قائم بالذات ہیں اور وہ اس محسوس ہونے والے بدن کے علاوہ الگ (وجود رکھتی) ہیں، موت کے بعد اپنے اسی جوش ادراک پر رہتی ہیں، جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مذہب ہے اور اسی پر آیات واحادیث ناطق ہیں۔

(تفسیر بیضاوی، تحت آیۃ بل احیاء ولکن لا یشعرون، جلد 1، صفحہ 114، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جان آدمی ھر چند در شدائد ومصائب گرفتار شود بحفظ الھی محفوظ است شکسته شدن وفنا پذیر فتن آں از محالات است ولھذا درحدیث شریف وارد است انما خلقتم لابد یعنی جان آدمی که درحقیقت ادمی عبارت از آنست ابدی است ھر گز فنا پذیر نیست، وآنچه در عرف مشھور است که موت ھلاك جان می کنه محض مجاز است نھایت کاموت آن ست که جان از بدن جدا شود بدن بسبب نایافت مربی و محافظ از ھم باشد والاجان رافنا متصور نیست واثبات علم برزخ ومکان حشر ونشر مبنی برھمیں مسئله است '' ترجمہ: آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے، اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے: تم ہمیشہ کے لیے پیدا کئے گئے ہو۔ یعنی تمہاری جان اور روح کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے، ابدی اور جاودانی ہے۔ وہ کبھی فنا نہیں ہونے والی۔ اور وہ جو عرف میں ہمیشہ میں مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے۔ موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان بدن سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربی ومحافظ کو کھو دینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے۔ ورنہ جان کے لئے فنا متصور نہیں عالم برزخ اور امکان حشر ونشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے۔

(تفسیر عزیزی، پارہ عم، سورہ الطارق، آیت ولا تقولوا لمن یقتل الخ، صفحہ 226، مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی)

## قبر میں جزا وسزا روح اور جسم دونوں پر ہے

لہٰذا مذہب اہلسنت میں روح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق واتصال رہتا ہے۔قبر میں جزا وسزا روح اور جسم دونوں پر ہیں چنانچہ امام جلیل جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں "عذاب القبر محله الروح والبدن جميعا باتفاق اهل السنة وكذا القول في التنعيم "ترجمہ: باتفاق اہل سنت عذاب قبر اور آسائش قبر کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔

(شرح الصدور، باب عذاب القبر، صفحہ 181، دار المعرفۃ، لبنان)

روح اور جسم کے اس اتصال ہی کے سبب مردہ غسل دینے والے کو جانتا ہے، اگر نہلاتے وقت مردے کی ہڈی توڑی جائے تو اسے تکلیف ہوتی ہے، قبر پر پاؤں رکھا جائے تو مردے کو اذیت ہوتی ہے، جو اس کی قبر پر آئے اسے پہچانتا ہے۔اس پر چند احادیث پیش خدمت ہیں:۔

## میت غسل دینے والے کو پہچانتی ہے

امام احمد وابن ابی الدنیا وطبرانی ومروزی رحمہم اللہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((ان الميت يعرف من يحمله ومن يغسله ومن يدليه في قبره)) اپنے (جنازہ) اٹھانے والے کو، غسل دینے والے کو اور قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے۔

(مسند احمد بن ،مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه جلد 17، صفحہ 29، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

## میت کو ایذا ہونا

امام مالک واحمد وابوداؤد وابن ماجہ وعبد الرزاق وسعید بن منصور وابن حبان ودارقطنی رحمہم اللہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راویت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((ان كسر عظم الميت ميتا، ككسره حيا)) ترجمہ: مردے کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔

(مسند احمد بن ،مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها جلد 42، صفحہ 431، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

امام احمد بسند حسن عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا ((لا تؤذ صاحب هذا القبر)) ترجمہ: اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عمرو بن حزم الأنصاري، جلد 39، صفحہ 476، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بہ نرمی ڈالنا۔شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں"چہ می دفن کنید مرا پس بنرمی وبسہولت بیندا زید برمن خاك رایعنی اندك اندك زید واین اشارت است بآں که میّت احساس می کند ودرو نباك می شود بانچه دردناك مے شود بآن زنده" ترجمہ: جب مجھے دفن کرنا مجھ پر مٹی نرمی وسہولت سے یعنی ذرا ذرا کر کے ڈالنا، یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اسے بھی ہوتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز،باب دفن المیت،جلد1،صفحہ697، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

## صاحبِ قبر آنے والے کو پہچانتا ہے

مردہ قبر پر آنے والے کو دیکھتا ہے۔علمائے کرام نے فرمایا کہ قبر کی پائنتی کی جانب سے جائے کہ مردے کی سیدھی نظر اس پر پڑے۔مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط،پھر فاضل ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں"من اداب الزیارۃ ماقالوا من انه لایاتی الزائر من قبل راسه لانه اتعب بصر المیّت بخلاف الاول لانه یکون مقابل بصره" ترجمہ: زیارت قبور کے اداب میں سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی ہے کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑے گا، پائنتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

(ردالمحتار حاشیہ در مختار،مطلب فی زیارۃ القبور،جلد2،صفحہ242،دارالفکر،بیروت)

پھر جس سے مردے کو دنیا میں پیار ہو وہ زیارت کو آئے تو مردے کو زیادہ خوشی ہوتی ہے چنانچہ شفاء السقام امام سبکی واربعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا((انس ما یکون المیّت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبه فی دار الدنیا))ترجمہ: قبر میں مردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

(شرح الصدور بحوالہ اربعین طائیہ،باب زیارۃ القبور،صفحہ202،دار المعرفہ لبنان)

قبر کے قریب ذکر اللہ کرنے سے بھی مردے کا جی بہلتا ہے چنانچہ ردالمحتار میں غنیۃ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقینِ میت کے مفید ہونے میں فرمایا"ان المیّت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الاثار" ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح،باب احکام الجنائز،صفحہ306،نور محمد کارخانہ تجارت کتب،کراچی)

## مُردے سنتے ہیں

اب مردوں کے سننے پر احادیث پیش خدمت ہیں:۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں باب باندھا''باب :المیت یسمع خفق النعال''مردہ جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنا عقیدہ واضح کررہے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔پھر اس پر بطور دلیل حدیث پاک روایت کرتے ہیں''عن أنس رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ((العبد إذا وضع فی قبره وتولی وذهب أصحابه حتی إنه ليسمع قرع نعالهم)) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بندے کوقبر میں رکھا جاتا ہے اوراس کے عزیز واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

(صحیح بخاری ، کتاب الجنائز، باب:المیت یسمع خفق النعال، جلد2،صفحہ90،دار طوق النجاۃ)

صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے''اطلع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی اهل القلیب فقال ((وجدتم ما وعد ربكم حقا فقيل له تدعوا موتا فقال ما انتم ولكن لا يجيبون)) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے کنواں پرتشریف لے گئے۔جس میں کفار کی لاشیں پڑی تھیں۔ پھر فرمایا:تم نے پایا جوتمہارے رب نے تمہیں سچا وعدہ دیا تھا یعنی عذاب۔کسی نے عرض کی حضور مُردہ کو پکارتے ہیں۔ارشادفرمایا:تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سننے والے لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، جلد2،صفحہ98،دار طوق النجاۃ)

طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعاء میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر علماء الخلال کتاب الشافی اور ابن زہیرہ وصایا العلماء عندالموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الاموت ودیگر علماء ومحدثین رحمہم اللہ اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((اذا مات احد من اخوانكم فسويتم التراب على قبره فليقم احدكم على رأس قبره ثم ليقل يا فلان بن فلانة فانه يسمعه ولا يجيب ثم يقول يا فلان بن فلانة فانه يستوي قاعدا ثم يقول يا فلان بن فلانة فانه يقول ارشدنا رحمك الله ولكن لا تشعرون ، فليقل اذكر ما خرجت عليه من الدنيا شهادة ان لا اله ال

الله وان محمدا عبده ورسوله وانک رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقران اما

نکیر ایاخذ کل واحد منهما بید صاحبه ویقول انطلق بنا ما نقعد عند من قد لقن حجت

تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو چاہئے کہ تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ (یعنی میت اور اس کی ماں کا نام) کہہ کر پکارے بیشک وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا دوبارہ پھر یوں ہی ندا کرے وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا تیسری بار پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کہ اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی، اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے گیا تھا یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالی کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

(المعجم الکبیر، باب الصاد، سعید بن عبد الله الأودی، عن أبی أمامہ، جلد8، صفحہ249، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ)

ابن ابی الدنیا و بیہقی و صابونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین رحمہم اللہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام)) قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت اسے جواب سلام دیتا ہے۔

(شعب الایمان، فصل فی زیارۃ القبور، جلد11، صفحہ473، مکتبۃ الرشد، الریاض)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں "قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فهل من کلام اتکلم به اذا مررت علیهم؟ قال ((قل السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلفا ونحن لکم تبع وانا ان شاء الله بکم لاحقون)) قال یا رسول الله یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا" ترجمہ: ابو رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا راستہ (مسلمانوں کی) قبروں کے پاس ہے۔ کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزروں کہا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ سلام ہو تم پر اے مؤمن و مسلمان قبروں والو! تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے

والے ہیں۔ابوزرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا مردے سنتے ہیں؟ فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

(کتاب الضعفاء الکبیر، محمد بن الأشعث عن أبی سلمۃ، جلد4، صفحہ19، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں "أی جوابا یسمعه الجن و الإنس فهم یردون حیث لا یسمع" ترجمہ:حدیث کی یہ مراد ہے کہ مردے ایسا جواب نہیں دیتے جو جن وانسان سن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سننے میں نہیں آتا۔

(شرح الصدور، باب زیارۃ القبور، صفحہ84، خلافت اکیڈمی، سوات)

## مُردوں کا بولنا

یہ حکم بھی عمومی ہے ورنہ کئی ایسے مستند واقعات ہیں کہ مُردے نے سلام کا جواب دیا یا دیگر ایسا کلام کیا جس کو انسانوں نے سنا بھی ہے چنانچہ المستدرک للحاکم میں ہے کہ حضرت عطاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارت قبور شہداء کو گئی میرے ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا اور آواز آئی "واللہ انا نعرفکم کمایعرف بعضنا بعضا" ترجمہ: خدا کی قسم ہم تم لوگوں کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔سوار ہوئی اور واپس آ گئی۔

(المستدرک للحاکم، کتاب المغازی، جلد3، صفحہ29، دار الفکر، بیروت)

امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ مجھے میرے والد مدینہ سے زیارت قبور اُحد کو لے گئے، جمعہ کا روز تھا صبح ہوچکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا، میں اپنے والد کے پیچھے تھا، جب مقابر کے پاس پہنچے انہوں نے آواز کہا "سلامٌ علیکم بماصبر تم فنعم عقبی الدار" جواب آیا "وعلیکم السلام یا ابا عبد اللہ" باپ نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تو نے جواب دیا؟ میں نے کہا نہ۔انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کرلیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا، دوبارہ ویسا ہی جواب ملا، سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔میرے والد گرامی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر میں گر پڑے۔

(دلائل النبوۃ، باب قول اللہ لاتحسبن الذین، جلد3، صفحہ125، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انہی عطاف مخزومی کی خالہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے قبر سیدنا حمزہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نماز پڑھی۔ اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا۔ بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا۔ جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا "من یخرج من تحت القبر اعرفہ کما اعرف ان اللّٰہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنھار" ترجمہ: جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے پہچانتا ہوں جیسے یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ باب قول اللہ لا تحسبن الذین، جلد3، صفحہ308، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابو الشیخ عبید بن مرزوق سے راوی "کانت امرأۃ تقم المسجد فماتت ولم یعلم بھا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فمر علی قبرھا فقال ((ما ھذا القبر قالوا ام محجن قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیھا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یا رسول اللہ اتسمع قال ((ما انتم باسمع منھا فذکر انھا اجابتہ ان قم المسجد)) ترجمہ: ایک بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی حضور ان کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ام محجن کی۔ فرمایا وہ ہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی عرض کی ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی، پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا تم اس سے کچھ زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا۔

(شرح الصدور بحوالہ ابو شیخ، باب معرفۃ المیت من یغسلہ، صفحہ101، دار المعرفہ بیروت)

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں "انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساء کم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یاعمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقنا فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد خسرناہ" ترجمہ: ایک بار امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع پر گزرے اہل قبور پر سلام کر کے فرمایا: ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بس گئے، تمہارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی (مردے) نے جواب دیا: اے عمر بن خطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور جو راہ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا اس میں نقصان اٹھایا۔

(شرح الصدور بحوالہ، کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور، صفحہ206، دار المعرفہ، بیروت)

ابن عساکر نے ایک طویل حدیث روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا۔ امیر المؤمنین اس سے بہت خوش تھے، دن بھر مسجد میں رہتا، بعد نماز عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اس پر عاشق ہوگئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہولیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آ گیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ﴾ ترجمہ: ڈروالوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کو دروازے پر ڈال دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا، دوازے پر بیہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اُٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پوچھا، کہا خیر ہے، کہا بتادے، ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر! وہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی، مُردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا، صبح کو امیر المؤمنین نے خبر پائی، باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی، عرض کی: یا امیر المومنین! رات تھی، پھر امیر المؤمنین ہمراہیوں کو لے کر تشریف لے گئے، آگے لفظ حدیث یوں ہیں "فقال عمر یافلان ولمن خاف مقام ربه جنتٰن، فاجابه الفتى من داخل القبر يا عمر قد اعطانيها ربى فى الجنة مرتين " ترجمہ: یعنی امیر المومنین نے (اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر) جوان کا نام لے کر فرمایا: اے فلان! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لیے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دی، اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمی جنت میں دوبار عطا فرمائی۔

(کنز العمال، کتاب التفسیر، سورۃ الرحمن عز و جل، جلد2، صفحہ622، موسسۃ الرسالہ، بیروت)

تفسیر درمنثور میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام جب اپنی طبعی موت وصال کر گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ آپ نے اپنے بھائی کا (معاذ اللہ) حسد کے سبب قتل کر دیا ہے۔ جب قوم بنی اسرائیل نہ مانی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمیوں کو لیا پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر کے پاس آ کر کہا "یا هرون من قتلك قال لم يقتلنى أحد ولكنى مت" ترجمہ: اے ہارون! تجھے کس نے قتل کیا؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا مجھے کسی نے قتل نہیں کیا میں اپنی موت آپ فوت ہوا ہوں۔

(تفسیر درمنثور، فی تفسیر، سورۃ الاعراف، آیت 154، جلد3، صفحہ 567، دار الفکر، بیروت)

## حضور علیہ السلام کا روضہ مبارک سے دست بوسی کروانا

ایسے بھی بزرگانِ دین کے واقعات ملتے ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں جب حاضری دی تو سلام کا جواب بھی سنا بلکہ ہاتھ مبارک کا بوسہ بھی لیا چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی میں لکھتے ہیں " لما وقف سیدی احمد الرفاعی تجاہ الحجرۃ الشریفۃ قال فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا تقبّل الارض عنی وھی نائبتی وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینك کی تحظی بھا شفتی فخرجت الیہ الشریفۃ فقبلھا " ترجمہ: جب میرے سردار احمد رفاعی حجرہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو یوں کہا جب میں دور ہوتا تو اپنی روح کو بھیجتا تھا جو میری نائب ہوکر میری طرف سے زمین بوسی کرتی تھی۔ یہ زیارت کا وقت ہے میں خود حاضر ہوا ہوں اپنا دستِ اقدس بڑھائیں تاکہ میرے ہونٹ دست بوسی کی سعادت پائیں۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک آپ کی طرف نکلا جس کو آپ نے چوما۔

(الحاوی للفتاوی ،تنویر الحلك فی إمكان رؤیۃ النبی والملك، جلد 2، صفحہ 314، دار الفکر، بیروت)

حضور سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلا حج 509ھ میں فرمایا جب عمر شریف اڑتیس سال تھی۔ کتاب تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر میں ہے "ذکروا ان الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاء مرۃ الی المدینۃ المنورۃ وقرأ بقرب الحجرۃ الشریفۃ ھذین البیتین (فذکر ھما کما مر و قال ) فظھرت یدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصا فحھا و وضعھا علی رأسہ رضی اللہ تعالی عنہ " ترجمہ: راویوں نے ذکر کیا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار حاضر سرکار مدینہ ہوکر روضہ انور کے قریب وہ دونوں شعر پڑھے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا دستِ انور ظاہر ہوا حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصافحہ کیا اور بوسہ لیا اور اپنے سر مبارک پر رکھا۔

(تفریح الخاطر، صفحہ 56، سنی دارلاشاعت فیصل آباد)

## مسلمانوں کی روحوں کے تصرفات

ان احادیث میں کتنی وضاحت ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے علاوہ عام انسان بھی اپنی قبروں میں سنتے اور دیکھتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک روایات ہیں کہ عام مسلمانوں کی ارواح کو بھی اجازت ہوتی ہے کہ وہ جہاں چاہے جاسکتی ہیں۔ ابن المبارک کتاب الزہد و ابو بکر ابن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی " ان ارواح المؤمنین فی برزخ من

الارض تذهب حيث شاءت ونفس الكافر في سجين "ترجمہ: بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔

(کتاب الزہد لابن مبارک، باب ماجاء فی التوکل، صفحہ143، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن ابی الدنیا مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی "قال بلغني ان ارواح المومنين مرسلة تذهب حيث شاءت " فرمایا: مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

(شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا، باب مقر الارواح، صفحہ232، دار المعرفہ لبنان)

## پاکیزہ روحیں

جب عام مسلمانوں کی ارواح کو تصرف حاصل ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ارواح کے تصرف کا کیا عالم ہوگا؟ ان تصرفات پر کئی دلائل پیچھے دیئے ہیں اور آئندہ بھی پیش کیے جائیں گے۔ یہاں صرف شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ہمعات میں حدیث نفس کا علاج بتاتے ہوئے لکھا ہے "بارواحِ طیبہ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند" ترجمہ: مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔

(ہمعات، ہمعہ 8، صفحہ34، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ، حیدر آباد)

انہی شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی:۔

آناں کہ زادناس بہیمی جستند      بالجہ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشاں می جو      دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

ترجمہ: جولوگ نفس حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہوگئے وہ ذات قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جا ملے، فیض قدس ان کی ہمت سے طلب کرو، فیض قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔

(مکتوبات ولی اللہ از کلمات طیبات، مکتوب بست ودوم درشرح بعض اشعار، صفحہ194، مطبع مجتبائی، دہلی)

وہابی مولوی صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں: "اولیاء کو دنیا میں معزول کیے جانے اور خاتمے کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔ لیکن جب وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں تو صاحب ایمان بھی ہوتے ہیں اور صاحب ولایت بھی۔"

(بغیۃ الرائد فی شرح العقائد، صفحہ 88، 87، مطبوعہ گوجرانوالہ)

## حضور علیہ السلام کے مزار مبارک پر موجود فرشتے کی طاقت

بات وہی ہے کہ اگر یہ نظریہ رکھا جائے کہ یہ سب اللہ عزوجل کی عطا سے ہے تو سب اختلاف ختم ہو جائے۔امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند الفردوس میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اکثروا الصلوۃ علی فان اللّٰہ تعالٰی وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علی رجل من امتی قال لی ذالک الملک یامحمد ان فلان بن فلان یصلی علیک الساعۃ)) مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مزار پر ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی میرا امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ مجھ سے عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجا ہے۔

(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر،حرف الھمزہ، جلد1، صفحہ 211، دار الفکر،بیروت)

دیکھیں اللہ عزوجل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کے خادم کو یہ تصرف عطا فرمایا ہے کہ نہ صرف پوری دنیا سے درود پاک کی آواز سنتا ہے بلکہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ یہ درود پڑھنے والا کس کا بیٹا ہے؟ سبحان اللہ! یہ شان ہے خدمتگاروں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا؟ بعض اس موقع پر ایک بے وقوفانہ جملہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے صرف فرشتوں کو سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے نبی علیہ السلام کو نہیں۔اس کا جواب دیتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "أن الأنبیاء أحیاء فی قبورھم فیمکن لھم سماع صلاۃ من صلی علیھم" ترجمہ: بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو زندہ ہونے کے سبب ان کا خود درود سننا ممکن ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الجمعہ، جلد3، صفحہ1016، دار الفکر، بیروت)

اس مسئلہ پر تحقیقی و تفصیلی کلام امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے رسالہ بنام "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات" (بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں) میں کیا ہے۔

## روح کے متعلق وہابی عقیدہ

ان تمام احادیث کے برخلاف وہابی عقیدہ یہ ہے کہ مردے مٹی کا ڈھیر ہیں، وہ کسی چیز کو نہیں سنتے۔یہ عقیدہ وہابیوں کے علاوہ معتزلہ، فلاسفہ اور موجودہ دور کے بعض جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے۔اس نظریہ کی علمائے اسلاف نے سخت تردید فرمائی ہے

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قد انکر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجین بان المیّت جماد لاحیاۃ له ولاادراك "ترجمہ: بعض معتزلہ اور روافض عذاب قبر سے منکر ہوئے یہ حجت لاکر کہ مُردہ جماد ہے نہ اس کے لیے حیات ہے نہ ادراک۔

(ارشاد الساری شرح البخاری، باب قتل ابی جہل، جلد6، صفحہ255، المطبعۃ الکبری الأمیریہ، مصر)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام میں فرماتے ہیں "النفس باقیة بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفة وغیرهم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم یخالف فی بقاء النفوس الا من لایعتد به " ترجمہ: یعنی مسلمان کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی رہتی ہے اور علم وادراک رکھتی ہے۔ بلکہ غیر مسلمین فلاسفہ وغیرہم میں سے بھی کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور اسے علم ہوتا ہے اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں۔

(شفاء السقام، الفصل الثانی فی الشہداء، صفحہ210، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو وہابی بھی مانتے ہیں جبکہ وہ شرح الصدور میں وہابیوں کے اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں "قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولافناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقة وحیلولة بینهما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار "ترجمہ: علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی نیست ونابُود ہوجائے بلکہ وہ تو یہی روح وبدن کے تعلق چھوٹنے اور ان میں حجاب وجُدائی ہوجانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

(شرح الصدور بحوالہ حلیہ، باب فضل الموت، صفحہ19، دارالمعرفہ، بیروت)

اگر کوئی یہ نظریہ رکھے کہ جسم کے ساتھ روح کو بھی موت آتی ہے تو وہ گمراہ ہے ابن عساکر تاریخ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے روایت کرتے ہیں امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا "معاذاللہ هذا من قول اهل البدع "ترجمہ: خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

(شرح الصدور بحوالہ ابن عساکر، خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح، صفحہ249، دارالمعرفہ، بیروت)

## وہابیوں کے صاحبِ مزار کے متعلق عقائد

لیکن وہابی ان تمام روایات کو یکسر نظر انداز کرتے ہیں۔ بلکہ بعض وہابی تو صراحت کے ساتھ اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ جن نیک ہستیوں سے مدد مانگی جاتی ہے سب معاذ اللہ گلی سڑی ہڈیاں ہیں چنانچہ ایک وہابی مولوی مختار احمد ندوی ایک کتاب قرآن خوانی اور ایصال ثواب میں لکھتا ہے: ''ضرورت ہے کہ اسلام سے دور کرنے والی اس فرسودہ تقلید کے خلاف بغاوت کی جائے اور دور جاہلیت کے عرب مشرکین سے زیادہ شرک کرنے والے ان قبر پرستوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے جو مصائب کے وقت مردوں کی بوسیدہ ہڈیوں کی طرف رخ کرتے ہیں۔''

(قرآن خوانی اور ایصال ثواب، صفحہ 41، دعوت و توعیۃ الجالیات، ربوہ، ریاض)

جب وہابیوں کو اپنے باطل عقیدہ پر کوئی دلیل نہ ملی تو ان کے معلم اول اسماعیل دہلوی نے تو تقویۃ الایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایک جھوٹی حدیث گڑھ لی چنانچہ لکھتا ہے: ''حضور فرماتے ہیں میں بھی تمہاری طرح ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس فی رد الاشراک، صفحہ 24، مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

## انبیاء و اولیاء کے جسموں کا قبروں میں سلامت رہنا

یہاں وہابی مولوی نے ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کا کلمہ کہا اور پھر اسے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا جو کہ دوہرا استحقاق عذاب نار ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک قبر میں سلامت رہتے ہیں چنانچہ مسند أحمد، ابن أبي شیبۃ، وأبو داود، نسائی، ابن ماجہ، الدارمی، ابن خزیمہ، ابن حبان، الحاکم، الطبرانی، بیہقی شریف میں صحیح حدیث پاک موجود ہے "عن أوس بن أوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ((إن من أفضل أیامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ ف[...] صلاتکم معروضۃ علی قال قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد أرمت ؟قال یقولو[...] إن اللہ عزوجل حرم علی الأرض أجساد الأنبیاء)) حکم الألبانی :صحیح" ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن فوت ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن چیخ کی آواز سنائی جائے گی۔ تو اس دن مجھ پر

کثرت سے درود پڑھو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد بھی درود پیش کیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمایا دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔شیخ البانی (موجودہ دور کے وہابیوں کے امام) نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، جلد1، صفحہ342، دار الفکر، بیروت)

قبروں میں جسموں کا سلامت رہنا صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ان کے صدقے سے صحابہ کرام ،شہداء کرام، علماء کرام، اولیاء کرام کو بھی یہ فضیلت حاصل ہے چنانچہ مرقاۃ المفاتیح میں محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "استثنی الأنبیاء، والشہداء، والأولیاء، والعلماء من ذلك فقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم إن اللہ حرم علی الأرض أن تأكل أجساد الأنبیاء وقد قال تعالی فی حق الشہداء﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾والعلماء العاملون المعبر عنهم بالأولیاء مدادهم أفضل من دماء الشہداء" ترجمہ:ترجمہ:جسم کے گلنے سڑنے سے انبیاء علیہم السلام،شہداء، اولیاء، علمائے کرام مستثنیٰ ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔اللہ عزوجل نے شہداء کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔علمائے عاملین جن کو اولیائے کرام کہا جاتا ہیں ان علماء کی سیاہی (بقول حدیث پاک) شہداء کے خون سے افضل ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب، باب البکاء والخوف، جلد8، صفحہ3354، دار الفکر، بیروت)

بغیر اجرت کے اذان دینے والے اور باعمل حافظ قرآن کے متعلق بھی احادیث وارد ہیں چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((إذا مات حامل القرآن أوحی اللہ إلی الأرض أن لا تأكلی لحمه فقالت إلهی كیف آكل لحمه وكلامك فی جوفه))ترجمہ:جب حافظ قرآن مرتا ہے تو اللہ عزوجل زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کے گوشت کو نہ کھانا، زمین کہتی ہے اے میرے رب! میں کیسے اس کا گوشت کھا سکتی ہوں جبکہ اس کے پیٹ میں تیرا کلام ہے۔

(کنز العمال، الباب السابع فی تلاوۃ القرآن وفضائلہ، جلد1، صفحہ555، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

کافی سال پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اصحاب کی قبریں

کھل گئی تو نوائے وقت 1978ء میں خبر یوں شائع ہوئی: "چودہ سو برس بعد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسد مبارک قبر سے صحیح حالت میں برآمد ہوا۔ سات صحابہ کرام کے جسد مبارک بھی اصل حالت میں تھے۔

(نوائے وقت، 21 جنوری، بروز ہفتہ 1398ھ، 1978ء)

اس کے علاوہ موجودہ دور میں بھی کئی عاشقانِ رسول کی قبریں کھلنے کا واقعہ پیش آیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کئی سالوں بعد بھی قبروں میں ان کے جسم صحیح سلامت ہیں۔ حال ہی میں دعوت اسلامی کے مفتی محمد فاروق عطاری رحمۃ اللہ علیہ کا جسم مبارک مدنی چینل پر پوری دنیا کو دکھایا گیا کہ وہ اتنے سالوں بعد بھی قبر میں سلامت تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مفتی صاحب کا عقیدہ بالکل حق تھا۔ اس طرح کے واقعات اہل سنت کے حق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر کسی حق فرقے کی نشانی سمجھ نہیں آتی تو وہ یہ جان لے کہ جس فرقے کے علماء وصالحین کے جسم قبروں میں سلامت رہتے ہیں وہی حق فرقہ ہے۔ یقیناً یہ فقط اہل سنت وجماعت ہے۔

## خارجیوں کی قبر وحشر میں کتے کی شکل ہونا

اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کون حق پر ہے؟ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایسا گندہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اس پر جھوٹی حدیثیں پیش کرتے ہیں ان کا قبر وحشر میں کیا حال ہوگا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی سنئے چنانچہ حدیث پاک میں ہے "عن علی أنه سمع رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول ((إن الخوارج مرقوا من الدين كما يمرق السهم من الرمية وهم يمسخون في قبورهم كلابا ويحشرون يوم القيامة على صور ا... الـنـت)) ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک خارجی دین سے اس طرح نکل گئے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے اور یہ اپنی قبروں میں کتے کی شکل میں ہوں گے اور قیامت والے دن کتے کی شکل میں آئیں گے اور جہنم کے کتے ہوں گے۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، فرع فی القدریہ، جلد 1، صفحہ 557، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

آئیں ملاحظہ کرتے ہیں کہ ظہیر صاحب کس طرح وہابیوں کے عقائد کی ترجمانی کرتے ہیں:۔

بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ گزشتہ عقیدے کا لازمی جزو ہے کیونکہ انتقال کے بعد صرف وہی شخص مخلوق کی دادرسی و دستگیری کرسکتا ہے، جو ان کی پکار کو سنتا ہو۔ مذہب بریلویت کا اپنے بزرگوں کے بارے میں یہ اعتقاد ہے

کہ وہ اپنے مریدوں کی نداء کو سنتے ہیں اور ان کی مدد کے لئے پہنچتے ہیں۔ خواہ ان کا مرید اس دنیا کے کسی گوشے سے بھی پکارے۔ ﴾

ظہیر صاحب کا اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ بریلوی مسلک کے متعلق یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ ایک نیا گمراہ فرقہ ہے ۔لیکن ظہیر صاحب کو یہ چال الٹی پڑھ گئی کہ بریلویوں کے تمام عقائد وہی ہیں جو صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام وعلمائے اسلاف کے تھے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ ہر عقیدہ پر دلیل پیش کی گئی ہے۔جبکہ وہابیوں کے عقائد یکسر اسلاف کے خلاف ہیں، وہابیوں نے تو قرآن سے باطل استدلال کر کے اپنے عقائد وضع کئے ہیں کسی بھی عقیدے پر ان کے پاس کسی جید عالم کا قول بطور دلیل نہیں۔ گویا ظہیر صاحب کی یہ کتاب اس بات کی صاف نشاندہی کر رہی ہے کہ وہابیوں کے عقائد صحابہ کرام وعلمائے اسلاف کے خلاف ہیں اور یہ خود ایک نیا فرقہ ہے۔

ظہیر صاحب نے سماع موتی کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ہو یا ولی یا عام مسلمان وہ اپنی قبر میں بالکل مردہ ہے، وہ سننے اور دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔سابقہ عقائد کی طرح یہاں بھی کوئی دلیل نہیں دی وہی قرآن سے الٹے استدلال کئے ہیں۔

## اولیاء کا قبروں میں علم وادراک

﴿ اسی بنیاد پر یہ کہتے ہیں: ''اولیاء کرام اپنی قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کے علم و ادراک وسمع وبصر پہلے کی نسبت بہت قوی ہیں۔'' 107 ﴾

یہ بالکل حق ہے چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے "أجساد الأنبياء والأولياء والشهداء لا تبلى ولا تتغير لما ان الله تعالى قد نقى أبدانهم من العفونة الموجبة للتفسخ وبركة الروح المقدس الى البدن كالا كسير "ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام، شہداء کرام کے جسم گلتے سڑتے نہیں کہ اللہ عزوجل نے انہیں پھولنے اور پھٹنے سے محفوظ فرما لیا ہے اور ان کی روح مبارک ان کے اجسام میں اکسیر کی طرح ہے۔

(روح البیان، سورۃ التوبہ، سورۃ 9، آیت 41، جلد3، صفحہ439، دار الفکر، بیروت)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "كل من مات من الكمل يخيل الى العامة انه فقد من العالم ولا والله مافقد بل تجوهر وقوى "ترجمہ: جس کامل (ولی اللہ) کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وہ دنیا سے گم گیا،

حالانکہ خدا کی قسم وہ گمانہیں بلکہ اور جوہر دار قوی ہوگیا۔

(فیوض الحرمین، تحقیق شریف الخ، صفحہ 111، محمد سعید تاجران کتب، کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں "چوں آدمی میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حاطل قوی بود حالا ہم ست شعورو ادراك كه داشت حالا ہم دارد بلکه صاف تر و روشن تر" ترجمہ: جب آدمی مرتا ہے روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا جس طرح پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے اور جو شعور وادراک اسے پہلے تھا اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔

(تفسیر عزیزی، آیت ولا تقولو المن یقتل الخ، جلد1، صفحہ 559، لال کنواں، دہلی)

کشف الغطاء مستند مولوی اسحاق دہلوی میں ہے "مذہب اعتزال است کہ گویند میّت جماد محض است" ترجمہ: میّت کو جماد محض بتانا معتزلہ کا مذہب ہے۔ مزید فرماتے ہیں "فرقے نیست در ارواح کا ملاں درحین حیات و بعد از ممات مگر بترقیہ کمال" ترجمہ: اہل کمال (اولیاء کرام) کی روحوں میں حالتِ حیات وموت میں کوئی فرق نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بعد موت کمالات میں ترقی ہوجاتی ہے۔

(کشف الغطاء، فصل در احکام دفن میت، صفحہ 57، مطبع احمدی، دہلی)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ والنازعات غرقاً الآیۃ را بصفات نفوس فاضلہ درحال مفارقت ازبدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان و نشاط میکنند بسوئے عالم ملکوت وسیاحت میکنند در ان پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف و قوت از مدبرات" ترجمہ: قاضی بیضاوی نے آیۃ کریمہ ﴿ والنازعات غرقاً ﴾ کی تفسیر میں بتایا ہے کہ یہاں بدن سے جدائی کے وقت ارواح طیبہ کی جو صفات ہوتی ہے ان کا بیان ہے کہ وہ بدنوں سے نکالی جاتی ہیں اور عالم ملکوت کی طرف تیزی سے جاتی اور وہاں سیر کرتی ہیں پھر مقامات مقدس کی طرف سبقت کرتی ہیں اور قوت وشرف کے باعث مدبرات امر یعنی نظام عالم کی تدبیر کرنیوالوں سے ہوجاتی ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، جلد3، صفحہ 401، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات میں ہے "در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میّت روز

جمعہ علم وادراك پیشتر از انجہ داداہ می شود در روز ہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر "ترجمہ: روایات میں آیا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روز جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، جلد1، صفحہ716، نوریہ رضویہ، سکھر)

## پاک جانیں جب بدن سے جدا ہوتی ہیں

﴿ یعنی مرنے کے بعد ان کے سننے اور دیکھنے کی قوت اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنی زندگی میں اسباب کے تابع تھے، مگر مرنے کے بعد وہ ان اسباب سے بے نیاز ہو جاتے ہیں چنانچہ اس غیر اسلامی فلسفے کی وضاحت کرتے ہوئے بریلویت کے ایک امام نقل کرتے ہیں کہ: ''بے شک پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں، عالم بالا سے مل جاتی ہیں، تو سب کچھ ایسے دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں حاضر ہیں۔''108 ﴾

یہ کلام دو عظیم محدثوں کا ہے اور یہ بات ہر اہل علم جانتا ہے کہ محدث کا کلام خود حجت ہوتا ہے کیونکہ وہ احادیث کی روشنی میں فرماتا ہے۔ ان میں ایک محدث کا نام علامہ عبد الروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فرماتے ہیں "النفوس القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاء الاعلى ولم يبق لها حجاب فترى وتسمع الكل كالمشاهد "ترجمہ: پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث حیث ما کنتم فصلوا علی، جلد1، صفحہ502، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض، السعودیہ)

## اولیاء کی برکتیں بعدِ وصال بھی جاری ہیں

﴿ مذہب بریلویت کے ایک اور پیروکار لکھتے ہیں: ''مردے سنتے ہیں اور محبوبین کی وفات کے بعد مدد کرتے ہیں۔''109 ﴾

امام ابن الحاج مدخل میں، امام ابوعبد اللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب ''سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء'' سے نقل کرتے ہیں "تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فى حياتهم "ترجمہ: اہل بصیرت واعتبار کے نزدیک یہ بات تحقیق شدہ

ہے کہ برکت کے حصول کیلئے قبورِ صالحین کی زیارت ایک محبوب عمل ہے کہ ان کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

(المدخل، فصل فی زیارۃ القبور، جلد 1، صفحہ 255، دار التراث العربی، بیروت)

**کشف الغطاء** میں ہے "ارواح کمل کہ درحینِ حیات ایشاں بہ سبب قرب مکانت ومنزلت از رب العزت کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں بہماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچہ درحین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں "ترجمہ: کاملین کی روحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قرب مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواح شریفہ اسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔

(کشف الغطاء، فصل دہم زیارت القبور، صفحہ 80، مطبع احمدی، دہلی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ذھب اھل الملل من المسلمین وغیر ھم الی ان الروح تبقی بعد موت البدن و خالف فیہ الفلاسفۃ دلیلنا ماتقدم من الأیات والاحادیث فی بقائھا وتصرفھا "ترجمہ: تمام اہل ملت مسلمین اور ان کے سواسب کا یہی مذہب ہے کہ روحیں بعد موت بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض مدعیان حکمت نے اس میں خلاف کیا۔ ہماری دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے۔

(شرح الصدور، خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح، صفحہ 316، دار المعرفہ، بیروت)

## اولیاء کو قریب اور بعید کی چیزیں برابر دکھائی دیتی ہیں

﴿ ایک اور بریلوی عالم دین رقمطراز ہیں: ''شیخ جیلانی ہر وقت دیکھتے ہیں اور ہر ایک کی پکار سنتے ہیں۔

اولیاء اللہ کو قریب اور بعید کی چیزیں سب برابر دکھائی دیتی ہیں۔'' 110 ﴾

جب انسان اللہ عزوجل کا محبوب بندہ بن جاتا ہے تو اللہ عزوجل اسے یہ کمال عطا فرماتا ہے کہ وہ دور ونزدیک کو برابر دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت میں ہے کہ کئی میل دور بیٹھے جنگ کو ملاحظہ فرمایا اور وہاں تک اپنی آواز پہنچادی۔ حدیث قدسی ہے ((وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی أحبہ فإذا أحببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ ترجمہ: میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب چاہتا رہتا ہے یہاں تک)) کہ میرا محبوب ہوجاتا ہے۔ پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ

ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، جلد8، صفحہ105، دار طوق النجاۃ)

اس نظریے کی تائید شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ثابت ہے چنانچہ تفسیر عزیزی میں ارواح انبیاء واولیاء عام وصلحا علی سیدہم وعلیہم الصلوۃ والسلام کا ذکر کر کے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض درمیان آسمان وزمین اور بعض چاہ زمزم میں ہیں، لکھتے ہیں "تعلقے بقبر نیز این ارواح رامے باشد کہ بحضور زیارت کنند گان واقارب ودیگر دوستان بر قبر مطلع ومستانس مے گردند وزیراں کہ روح راقرب و بعد مکانی مانع این دریافت نمی شود ومثال آں در وجود انسان روحِ بصری ست کہ ستارھائے ھفت آسمان رادر دنِ چاہ مے تواند دید'' ترجمہ: ان روحوں کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے جس کے سبب زائرین اور عزیزوں، دوستوں کی آمد کا انہیں علم ہوتا ہے اور ان سے انہیں اُنس حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مکان کی دوری ونزدیکی روح کے لیے اس ادراک سے مانع نہیں ہوتی، انسان کے وجود میں اس کی مثال روح بصر ہے جو ہفت آسمان کے ستارے کنویں کے اندر سے دیکھ سکتی ہے۔

(تفسیر عزیزی، پارہ عم، تحت ان کتاب الابرار لفی علیین، صفحہ193، مسلم بک ڈپو لال کنواں، دہلی)

مدخل میں فرمایا "کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتھی ونور اللہ لایحجبہ شیء، ھذا فی حق الاحیاء من المومنین، فکیف من کان منھم فی الدار الاخرۃ" ترجمہ: اس امر کے ثبوت میں کہ اہل قبور کو احوال احیاء پر علم وشعور ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کافی ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کیلئے کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو ان کا کیا پوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

(المدخل، فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ، جلد1، صفحہ259، دار التراث العربی، بیروت)

## خطاب اسی کو کیا جاتا ہے جو سنتا ہو

﴿ اور خود بریلویت کے امام جناب احمد رضا خاں نقل کرتے ہیں: "مردے سنتے ہیں کہ خطاب (111) اسی کو کیا جاتا ہے، جو سنتا ہو۔" 112 ﴾

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا پورا کلام بمع دلائل یوں ہے: ''ان سب عبارات کا محصل یہ کہ روح پر اطلاق فانی باعتبار جسم واقع ہوا یعنی اے وہ روحو! جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود روح کے لیے ہرگز فنا نہیں۔ ولہٰذا دوسرے

نقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لیے کہ شہداء اور ان کے مثل خواص کے جسم بھی سلامت رہتے ہیں، اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے "فیہ ان الاموات یسمعون اذ لا یخاطب الامن یسمع" یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں کیونکہ خطاب اس سے کیاجاتا ہے جو سنتا ہو۔

احادیث نوع اول مقصد اول پر نظر تازہ کیجئے تو وہ ایک ساتھ ان مطالب کو ادا کررہی ہیں کہ بدن وروح دونوں پر میّت کا اطلاق ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہیں کہ حقیقت موت بدن کے لیے ہے روح اس سے پاک ومبرا ہے مثلاً حدیث پنجم میں ارشاد ہوا کہ جو شخص مردے کو نہلاتا کفناتا اٹھاتا دفناتا ہے مردہ اسے پہچانتا ہے پُر ظاہر کہ یہ افعال بدن پر وارد ہیں نہ کہ روح پر، اور پہچاننا کام روح کا ہے۔ اور جب وہ اپنے ادراک پر باقی ہے تو اسے موت کہاں! موت کی چھوٹی بہن نیند میں تو پہچان رہتی نہیں، موت میں کیونکر رہتی؟ یونہی حدیث ۶، ۷ واحادیث ۱۰ تا ۱۵ وغیرہ سب اسی طرح ان جملہ مطالب کی معاً مؤدی ہیں "کما لا یخفی" (جیسا کہ مخفی نہیں۔) لاجرم شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا "موت بمعنی عدم حس وحرکت و عدم ادراک وشعور جسد را رومی دھد روح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوٰی بود حالاھم ہست وشعورے وادراکے کہ داشت حالاھم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر پس ارواح رامطلقا خواہ روح شہید باشد یا روح عامہ مومنین یا روح کافر وفاسق بایں معنی مردہ نتواں گفت، مردگی صفتِ بدن است کہ شعور وادراک و حرکات وتصرفات کہ سبب تعلق روح باوی ازوی ظاہر می شدند حالانمی شوند آری روح را بدو معنی موت لاحق می شود اول آنکہ از مفارقت بدن از ترقی بازمی مانند۔ دوم بعضے تمتعات مثل اکل و شرب از دست اُمی روند لھذا اور نیز درشرع حکم بموت می فرمائید اما دریں امور فقط اما شہیدان راہ خدارا درحقیقت ایں دو معنی ھم نیست بلکہ ایشاں زندگان درحقیقت ایں دو معنٰی ھم نیست بلکہ ایشاں زندگانند دائما در ترقی و تمتعات جسدانیہ نیز از ایشاں موقوف نہ شدہ" موت کا یہ معنی کہ حس وحرکت ختم ہوجائے اور ادراک وشعور مفقود ہوجائے۔ صرف جسم کے لیے ہوتا ہے اور روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ جیسے پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے۔ پہلے جو شعور وادراک اسکے پاس تھا وہ اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے تو اس معنی کی وجہ سے روح کو مردہ نہیں کہہ سکتے، مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومن کی روح یا کافر فاسق کی روح۔ موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے جو شعور وادراک اور حرکات تصرفات بدن سے ظاہر ہوتے تھے اب نہیں ہوتے۔ ہاں روح کو دو معنی میں موت

لاحق ہوتی ہے ایک یہ کہ بدن سے جدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ کھانے پینے جیسی لذتیں اس کے قبضے سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے کہیں شریعت میں اس کے لیے بھی موت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف ان باتوں میں۔ مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لیے حقیقت میں یہ دونوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے۔ اور جسمانی لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ845، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلام اموات کو حدیث سے نقل کر کے فرماتے ہیں "خطاب با کسیکہ نہ شنود و نہ فہمد معقول نیست، و نزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانچہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ گفت "ترجمہ: جو نہ سنے نہ سمجھے اس سے خطاب معقول نہیں اور قریب ہے کہ عبث کے دائرے میں شمار ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

(مدارج النبوۃ، فصل در سماعت میت، جلد2، صفحہ95، نوریہ رضویہ، سکھر)

پتہ چلا کہ اعلیٰ حضرت نے جو فرمایا وہ کثیر محقق علماء کرام کے اقوال کی روشنی میں تھا۔

## جب اولیاء دور سے سن لیتے ہیں تو پھر مزارات پر جانے کا فائدہ؟

اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب اولیاء کرام دور سے بھی سن لیتے ہیں تو پھر ان کے مزارات پر جانے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کے جواب میں مولانا جامی قدس سرہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں ''درویشے از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را درخاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن۔ چہ دہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے ہماں باشد کہ بسر خاک شیخ فرمود فائدہ بسیار داردیکے آنکہ چون بزیارت کسے مے رود چند انکہ می رود توجہ اوزیادہ می شود چوں بہ سرخاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک اور احس اونیز مشغول اومی شود بکلی متوجہ گر دوفائدہ بیشتر باشد ودیگر آنکہ ہرچند ارواح راحجاب نیست وہمہ جہاں اورا یکے است اما بآں است امابآں موضع تعلق بیشتر بود'' ترجمہ: ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ روح کو ہے اور عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت؟ جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح

سے وہی فائدہ ہوگا جو قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا: اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کی زیارت کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے، جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اس کے حواس بھی اس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ پورے ظاہر و باطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر چہ ارواح کے لیے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لیے ایک ہے مگر اس مقام (یعنی قبر) سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔

(نفحات الانس ترجمہ ابوالمکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی، صفحہ 440، سہدی توحیدی پور، طہران)

## اولیاء کی دعا سے عذاب قبر سے نجات

﴿ بریلویت کے خاں صاحب نے اپنی کتب میں بہت سی اسرائیلی حکایتیں اور افسانوی قصے کہانیاں نقل کی ہیں، جن سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بزرگان دین نہ صرف یہ کہ مرنے کے بعد سنتے ہیں بلکہ کلام بھی کرتے ہیں چنانچہ ارشاد کرتے ہیں: "سید اسماعیل حضرمی ایک قبرستان سے گزرے، تو مُردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے دعا کر کے ان پر سے عذاب اٹھوا دیا۔ ایک قبر میں سے آواز آئی، حضرت! مجھ سے عذاب نہیں اٹھا۔ آپ نے دعا فرمائی، اس سے بھی عذاب اٹھا لیا گیا (ملخصاً)۔"113 ﴾

ہاں مردے کلام بھی کرتے ہیں جس کا ثبوت احادیث سے ہے اور وہابی ان احادیث کے منکر ہیں اور جو روایت بطور اعتراض نقل کی ہے یہ روایت عظیم محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں اسماعیل قدس سرہ سے روایت کی کہ بعض مقابر یمن پر ان کا گزر ہوا بہ شدت روئے اور سخت مغموم ہوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے۔ کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: میں نے اس قبر والوں کو عذاب قبر میں دیکھا تو رویا اور جناب الٰہی عزوجل سے گڑ گڑا کر عرض کی۔ حکم ہوا "فقد شفعناك فيهم" ترجمہ: ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبر والی مجھ سے بولی "وانا معهم يا فقيه اسمعيل انا فلانة المغنية" اے فقیہ اسماعیل! میں بھی انہیں میں سے ہوں میں فلانی گانے والی ہوں۔ میں نے کہا "وانت معهم" تو بھی ان کے ساتھ ہی ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی۔

(شرح الصدور، باب فی زیارۃ القبور الخ، صفحہ 205، دار المعرفہ بیروت)

محدثین سے منقول ایک اور روایت پیش خدمت ہے جو وہابیوں کے دلوں پر بجلی گرانے والی ہے کہ امام یافعی پھر امام سیوطی امام محبّ طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسماعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھے "فقال يامحب الدين

اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ھذا القبریقول لی انامن حشوالجنۃ" ترجمہ: انہوں نے فرمایا: اے محبّ الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مُردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں، یہ قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنتیوں میں سے ہوں۔

(شرح الصدور، باب فی زیارۃ القبور الخ، 204، دارالمعرفہ، بیروت)

وہابیوں کو چاہیے کہ اپنی کتابوں میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے نہ دیا کریں کہ وہ بھی بقول ظہیر صاحب کے اسرائیلی اور افسانوی قصے لکھنے والے ہیں۔

## یاغوث کہنا جائز ہے

﴿ بریلوی فرقے کے ایک اور امام کا غیر اسلامی فلسفہ سماعت فرمایئے: ارشاد ہوتا ہے: ''یا علی یا غوث کہنا جائز ہے کیونکہ اللہ کے پیارے بندے برزخ میں سن لیتے ہیں۔'' 114 ﴾

ظہیر صاحب کی سوئی وہی اڑی ہے کہ عام مردے تو کیا اولیاء اللہ بھی نہیں سنتے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اپنے مؤقف پر دلیل کوئی نہیں دیتے، بلکہ ان دلائل پر اعتراض کر رہے ہیں جو احادیث اور مستند علمائے کرام سے ثابت ہیں۔ یا علی اور یا غوث کہنے ہی کو لیجیے کہ وہابیوں کے نزدیک ایسا کہنا شرک ہے، لیکن ایک حدیث تو کیا ایک مستند عالم کا قول بھی نہیں کہ جس میں اسے شرک کہا گیا ہو۔ بلکہ اس کے جائز ہونے پر واضح اقوال موجود ہیں چنانچہ علامہ خیر الدین رملی حنفی استاذ صاحب درمختار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فتاوی خیریہ میں فرماتے ہیں "قولھم یا شیخ عبدالقادر نداء فما الموجب لحرمتہ" ترجمہ: لوگوں کا کہنا یا شیخ عبدالقادر یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

(فتاوی خیریہ کتاب الکراہیۃ والاستحسان، جلد2، صفحہ182، دارالمعرفہ، بیروت)

سید احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اکابر علماء و اولیائے دیار مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ — اذا ماسطا جور الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشۃ — فناد بیزروق ات بسرعتہ

ترجمہ: میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں۔ جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں نداء کر: یا زروق، میں فوراً آموجود ہوں گا۔

(بستان المحدثین بحوالہ زروق حاشیہ بخاری زروق، صفحہ322، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب اس شیر الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحد ثین میں یوں لکھتے ہیں "شیخ او سیدی زیتون رحمہ اللہ تعالٰی علیہ درحق اُو بشارت دادہ کہ اُواز ابدال سبعہ است وباوصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاھرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیرہ افتادہ "ترجمہ: ان کے شیخ سیدی زیتون رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کے حق میں بشارت دی کہ وہ ساتوں ابدال میں سے ایک ہیں، علم باطن میں بلند رتبہ کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی ان کی کثیر تصانیف موجود ہیں جو نافع ومفید ہیں۔

(بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سید زروق ،صفحہ320،ایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی)

## انبیاءِ کرام کوایک آن کوموت طاری ہوتی ہے

﴿ جناب احمد رضا بریلوی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء واولیاء پر موت طاری نہیں ہوتی بلکہ انہیں زندہ ہی دفنا دیا جاتا ہے۔اور ان کی قبر کی زندگی دنیا کی زندگی سے زیادہ قوی اور افضل ہوتی ہے۔جناب بریلوی انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق فرماتے ہیں: ''انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی ودنیاوی ہوتی ہے۔ ان کی تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کی آن موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں۔ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی ازواج کا نکاح حرام، نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔''115 ﴾

یہ ظہیر صاحب کا ایک اور بہتان ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء واولیاء پر موت طاری نہیں ہوتی۔ہرگز یہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا عقیدہ نہیں۔موت ہر ایک کو آنی ہے یہ قرآنی فیصلہ ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جو عقیدہ ہے وہ ظہیر صاحب نے نقل کیا ہے اور اس میں صاف لکھا ہے کہ: ''تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔''ظہیر صاحب کے دعویٰ اور دلیل میں کتنا تضاد ہے؟ اعلیٰ حضرت کا یہ نظریہ بھی خود ساختہ نہیں ہے بلکہ مفسرین اور محدثین نے اس کی صراحت کی ہے چنانچہ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ کی شرح میں فرماتے ہیں" ذائقة الموت لجسمها والا فالروح لاتموت ،وعموم الآية يشمل حتى الشهداء والانبياء والملائكة۔واما قوله تعالى ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ﴾ فمعناه ترد بعد خروجها لهم وكذلك الانبياء والملائكة"ترجمہ:موت کا ذائقہ جسم

کے لئے ہے ورنہ روح کو موت نہیں۔اس آیت میں ( کہ ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے )ہر کوئی شامل ہے یہاں تک کہ شہداء، انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام بھی شامل ہیں۔باقی جو اللہ عزوجل کا قول (شہداء کے متعلق ) ہے :اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہر گز انہیں مردہ نہ خیال کرنا ، بلکہ وہ زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کی روح قبض کرنے کے بعد دوبارہ ان کے جسم میں داخل کر دی جاتی ہے اور اسی طرح انبیاء وملائکہ علیہم السلام کی روح دوبارہ داخل کر دی جاتی ہے۔

(تفسیر صاوی ،فی تفسیر،سورۃ آل عمران ،سورۃ3،آیت 185، جلد1،صفحہ340،مکتبہ رحمانیہ،لاہور)

شرح المواہب للدنیہ میں ہے "لأن الأنبیاء بعدما قبضوا ردت إلیهم أرواحهم، فهم أحیاء عند ربهم کالشهداء، وقد رأی نبینا صلی الله علیه وسلم جماعة منهم وأمهم فی الصلاة، وأخبر وخبره صدق أن صلاتنا معروضة علیه، وإن سلامنا یبلغه، وإن الله حرم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبیاء ۔۔ولهذا قیل :لا عدة علی أزواجه لأنه حی، فزوجیتهن باقیة غایته أن انتقل من دار إلی دار وحیاته باقیة"ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی ارواح بعدِ قبض لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ اپنے رب کے حضور شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو دیکھا اور آپ نے ان کی امامت بھی کروائی۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی (اور آپ کی خبر سچی ہی ہے ) کہ ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے اور ہمارا سلام آپ تک پہنچتا ہے۔اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمایا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کیلئے عدت نہیں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں لہٰذا ان کی زوجیت بھی باقی ہے،اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بس ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوئے ہیں ،ان کی زندگی باقی ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ،الفصل الرابع، جلد7،صفحہ363، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان دلائل کے باوجود وہابیوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذات پاک کے بارے میں خود ساختہ عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ مردہ ہیں۔ چنانچہ ایک وہابی مولوی اس عقیدہ کو ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے :''اب جو لوگ شہدا کی زندگی پر قیاس کر کے سب بزرگوں کو زندہ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ جان لیں کہ شہدا کو یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برزخ یعنی قبر کی زندگی کو حذف کر دیا ہے اور شہدا مرنے کے بعد فوراً جنت میں چلے جاتے ہیں۔۔شہدا کی زندگی کے بارے میں تو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ شہید ہونے کے بعد وہ اس دنیا میں اس بدن کے ساتھ زندہ نہیں بلکہ جنت میں زندہ ہوتے ہیں۔اب ہم دیکھیں گے کہ انبیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سب

سے افضل ہیں کیا انہیں بھی موت آتی ہے یا نہیں؟ پہلے ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں جو ساری مخلوق کی موت کی خبر دیتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔''

(تفہیم توحید، صفحہ63، التوحید اکیڈمی، لاہور)

اسی طرح دیگر فنا والی آیات نقل کر کے ثابت کیا کہ سب مردہ ہیں۔ دعویٰ وہابیوں کا یہ ہے کہ نبی یا ولی قبر میں زندہ نہیں ہوتے اور دلیل میں موت کی آیات لکھ دی ہیں جیسے کہ ہم اہل سنت موت کے منکر ہیں۔ درحقیقت موت سب کو آنی ہے مگر قبر میں انبیاء، اولیاء، شہدا، نیکوکار زندہ ہوتے ہیں اور ان کے جسم سلامت رہتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ ((إن الله عزوجل حرم علی الأرض أجساد الأنبياء)) اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، جلد1، صفحہ342، دار الفکر، بیروت)

وہابیوں کے پیشوا شوکانی کا کلام ملاحظہ ہو "وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته، وأنه يسر بطاعات أمته، وأن الأنبياء لا يبلون، مع أن مطلق الإدراك كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى" ترجمہ: محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک قبروں میں خراب نہیں ہوتے بلکہ مطلق ادراک مثلاً علم اور سننا تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔

(نیل الأوطار، ابواب الجمعۃ، باب انعقاد الجمعۃ بأربعین وإقامتہا فی القری، جلد3، صفحہ295، دار الحدیث، مصر)

ایک دیوبندی ایڈووکیٹ محمد عبد المجید صدیقی نے ایک کتاب ''عین الیقین'' لکھی جس میں لکھتا ہے: ''حضرت مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی (سابق شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور) سیرۃ المصطفیٰ، حصہ سوم میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت فرماتے ہیں: حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ تھوڑی دیر کے لئے موت کا مزہ چکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کر دیا اور زمین پر آپ کے جسم کو کھانا حرام کیا۔ پس آپ اب حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات حیاتِ شہداء سے کہیں زیادہ اکمل و افضل ہے۔''

(عین الیقین، صفحہ19، مطبع فیروز سنز، لاہور)

## انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

ایک اور صاحب ارشاد فرماتے ہیں: ''انبیائے کرام چالیس دن قبر میں رہنے کے بعد نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔''116

مزید سنئے: ''انبیائے کرام اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ وہ چلتے پھرتے ہیں۔ نماز پڑھتے اور کلام کرتے ہیں اور مخلوق کے معاملات میں تصرف فرماتے ہیں۔''117

یہ اعتراض سیدھا سیدھا حدیث پر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی اور دیگر محدثین نے حدیث پاک روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون "ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنے مزارات میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، ذکر الانبیاء علیہم السلام، جلد8، صفحہ 211، دار الکتاب، بیروت)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((مررت علی موسٰی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ)) ترجمہ: معراج کی شب (سرخ ٹیلے) کے پاس، میں موسی علیہ السلام کے پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد4، صفحہ 1845، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تصرفات کی تائید کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب ان کے پیر ومرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب 7 میں انہیں فضیلت ولایت مآب، مروج شریف ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز ترین موجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبد العزیز صاحب انہیں بیہقیِ وقت کہتے تھے، رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں "اولیاء گفتہ اند ار واحنا اجساد نا یعنی ارواح ایشاں کا اجساد می کند وگاھی اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آید، می گوید کہ رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارواح ایشاں از زمین وآسمان و بہشت ہر جا کہ خواھدن می روند و بہ سبب ھمیں حیات اجساد آنھارا ور قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ھم میماند، ابن ابی الدنیا از ملک روایت نمود، ارواحِ مومنین ہر جا کہ خواھند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالی اجساد ایشاں

راقوت ارواح مے دھد درقبور نماز مے خوانند و ذکر می کنند وقرآن مے خوانند " ترجمہ: اولیاء فرماتے ہیں، ہماری روح ہمارا جسم ہے ۔یعنی ان کی روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے روحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں ۔اولیاء بتاتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان (یعنی اولیاء کرام ) کی روحیں زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور اسی وجہ سے قبر میں ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے ۔ابن ابی الدنیا امام مالک سے راوی ہے کہ مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہیں ۔مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالیٰ ان کے اجسام کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے، وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔

(تذکرۃ الموتی والقبور، صفحہ75، 76، نوری کتب خانہ، لاہور)

## حضور علیہ السلام دفن کے وقت زندہ تھے

﴿ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دفن کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے چنانچہ جناب بریلوی ارشاد کرتے ہیں: ''قبر شریف میں اتارتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''امتی امتی'' فرمارہے تھے۔'' 118 ﴾

لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ۔شدت کی انتہاء دیکھیں کہ احادیث بیان کرنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین قرار دیدیا۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن احادیث کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کریمانہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ جس کو تجھ سے اُلفت صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سن کر چیں بہ جبیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا، جانِ ایمان وکانِ احسان، جس کے جمال جہاں آراء کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامہ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا۔ کیسا محبوب، جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اٹھالیا۔ کیسا محبوب، جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو ولعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے شب وروز گریاں وملول۔

شب کہ اللہ جل جلالہ نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے موقوف ہے، صبح قریب ہے ،ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہورہا ہے، ہر ایک کا جی اس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مست

خواب ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز، ایسے سہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم، بے گناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت و آسائش کو چھوڑ، خواب و آرام سے منہ موڑ، جبین نیاز آستانہ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی میری امت سیاہ کار ہے، درگزر فرما، اور انکے تمام جسموں کو آتش دوزخ سے بچا۔

جب وہ جانِ راحت کان رافت پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور ''رب ھب لی امتی'' فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مَلِکِ قہار کا سامنا، عالَم اپنی فکر میں گرفتار ہو گا، مجرمانِ بے یار، دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوائے ''نفسی نفسی اذھبوا الی غیری'' کچھ جواب نہ پائیں گے۔ اس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئے گا، قفل شفاعت اس کے زور بازو سے کُھل جائے گا، عمامہ سر اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہو کر ''یارب امتی'' فرمائینگے۔

وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح و ستائش و نشر فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 716، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لئے کان قریب کیا تو آپ فرمار ہے تھے ''رب امتی رب امتی'' یا اللہ میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے۔''

(مدارج النبوۃ، جلد 2، صفحہ 442، مطبوعہ سکھر)

## حضور علیہ السلام کا قیامت تک قبر مبارک میں یارب امتی امتی کہنا

وہابی چونکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مردے بول نہیں سکتے اس لئے ظہیر صاحب نے امتی امتی والی حدیث کا نہ صرف انکار کیا بلکہ مترجم صاحب نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین قرار دے دیا۔ اس حدیث سے بڑھ کر ایک اور حدیث پیش کی جاتی ہے جو وہابیوں کے عقیدے کو اڑا نجد میں جا پھینکے گی، جہاں سے وہابی نکلے تھے۔ کنز العمال کی حدیث پاک حضرت انس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((إذا مت لا أزال أنادي في قبري (يا رب أمتي )حتى ينفخ في الصور النفخة الأولى ثم لا تزال لي دع
الث[illegible]ت))میں پردہ کرجاؤں گا تو ہمیشہ اپنی قبر میں یارب امتی امتی کہتا رہوں گا یہاں تک کہ پہلی مرتبہ صور
پھونکا جائے ۔پھر جب تک دوسری مرتبہ صور نہ پھونکا جائے گا میری یہ مستجاب دعا جاری رہے گی ۔

(کنز العمال، کتاب القیامۃ،الإکمال من الشفاعۃ،ج14،صفحہ482، مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ہم امتی حقیقۃً حقِ غلامی ادا نہیں کرسکے۔یارب عزوجل تیرا کروڑہاں شکر ہے کہ تو نے ہمیں ایسا کریم نبی علیہ السلام عطا فرمایا اور ہمیں اس مذہب اہل سنت میں رکھا جو تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے معترف ہیں۔سُنّیو ں مبارک ہو تمہیں !حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و عقیدت کا شرف صرف تمہیں حاصل ہے۔ان وہابیوں کا حال دیکھیں جو اہل حدیث ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ درحقیقت احادیث کے منکر ہیں۔وہابیوں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہ اہل سنت کے عقائد اور فقہ حنفی کی تائید میں موجود احادیث کو ضعیف اور موضوع کہہ اپنے وہابیوں کو بے وقوف بناتے ہیں اور ظہیر صاحب تو ان سب سے آگے نکلے کہ انہوں نے احادیث کو اہل سنت کا قول کہہ کر اسے انسانی قصے کہانیاں کہہ دیا۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

## شفاعت کا منکر قابلِ شفاعت نہیں

جب وہابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت کے منکر ہیں پھر کس طرح ان کے چشمہ رحمت سے فیض یاب ہوسکیں گے؟حدیث پاک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((شفاعتي يوم القيامة حق فمن لم يؤمن بها [illegible]))[illegible] والے دن حق ہے ۔جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ اس کا اہل نہیں۔

(کنز العمال، کتاب القیامۃ،الشفاعۃ،ج14،صفحہ464،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

قبر میں سب سے مشکل سوال یہی ہے "ما کنت تقول في هذا الرجل"اس ذات کے بارے میں کیا کہتا تھا؟اس وقت الحمد للہ عزوجل سُنّی پورے زور شور سے کہے گا کہ میں انہیں دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا تھا اور ان کی شان و عظمت کا قائل تھا۔اور وہ جو معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مردہ کہتے ہیں وہ غور کریں کیا کہیں گے؟

## علماء اہل سنت گمراہوں کا رد فرماتے رہیں گے

جب تک علمائے اہل سنت موجود ہیں ساری دنیا کے گمراہ لوگ مل کر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو کم کرنے کی مذموم کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے، علمائے اہلسنت شروع سے لے کر اب تک اور قیامت تک ایسوں کو منہ توڑ جواب دیتے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ السنن الکبریٰ للبیہقی کی حدیث پاک ہے "عن إبراهيم بن عبد الرحمن العذري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (( يرث هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تأويل الجاهلين وانتحال المبطلين وتحريف الغالين)) حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن عذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے۔ جو غلو والوں کی تبدیلیاں، جھوٹوں کی دروغ بیانیاں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اس سے دور کرتے رہیں گے۔

(السنن الكبرى، كتاب الشهادات، باب الرجل من أهل الفقه، جلد10، صفحہ353، دار الكتب العلمية، بيروت)

## حضور علیہ السلام اپنی امت کے اعمال دیکھتے ہیں

جناب بریلوی کے متبع کا فرمان سنئے: ''جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس قبض ہو رہی تھی اس وقت بھی جسم میں حیات موجود تھی۔''119

مزید سنئے: ''ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات، نیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل ظاہر ہیں۔ ان سے پوشیدہ نہیں۔''120

کیسی مضحکہ خیز بات ہے۔ ظاہری بات ہے جب تک پوری روح مبارک قبض نہ ہوگی حیات تو باقی رہے گی۔ کیا وہابی روح نکلنے سے پہلے ہی مرجاتے ہیں؟ باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے احوال سے باخبر ہونا بالکل حق ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی میں لکھتے ہیں "قال المتكلمون المحققون من أصحابنا أن نبينا صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته، وأنه يسر بطاعات أمته ويحزن بمعاصي العصاة منهم" ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور امت کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی، کتاب البعث، مبحث النبوات، جلد2، صفحہ180، دار الفکر، بیروت)

ایک حدیث پاک جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے 'قال رسول الله صلی الله علیه و سلم ((حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی أعمالکم فما [illegible] حمدت الله علیه وما رأیت من شر استغفرت الله لکم)) [illegible] رجاله رجال الصحیح '' ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم خبریں دیتے ہو اور تمہارے لئے (بطور وحی) خبریں دی جاتی ہیں۔ میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے اگر اس میں اچھائیاں ہونگی تو اللہ عزوجل کی حمد کروں گا اور اگر اس میں برائیاں دیکھوں گا تو اللہ عزوجل سے تمہاری مغفرت کروں گا۔ اس حدیث کو امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ، باب ما یحصل لأمتہ۔۔۔، جلد8، صفحہ594، دار الفکر، بیروت)

## روضہ مبارک سے پانچ وقت اذان کی آواز آنا

﴿ ایک اور بریلوی امام تحریر کرتے ہیں: ''تین روز تک روضہ شریف سے برابر پانچ وقت اذان کی آواز آتی رہی۔''121 ﴾

ظہیر صاحب یہ اعتراض بھی مستند روایت پر کر رہے ہیں، چونکہ یہ کسی مولوی کا کلام نہیں بلکہ مشکوۃ شریف اور سنن الدارمی کی روایت ہے ''عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان أیام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی صلی الله علیه وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وکان لا یعرف وقت الصلاة إلا بهمهمة یسمعها من قبر النبی صلی الله علیه وسلم '' ترجمہ: حضرت سعید ابن عبد العزیز سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ (یزید نے واقعہ کربلا کے بعد مدینہ پر جو حملہ کیا تھا) کا زمانہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں تین دن نہ اذان کہی گئی نہ تکبیر کہی گئی اور سعید ابن مسیّب مسجد سے نہ ہٹے وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایک گنگناہٹ سے جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

(سنن الدارمی، کتاب دلائل النبوۃ، باب ما أکرم الله تعالی نبیه صلی الله علیه وسلم بعد موته جلد1، صفحہ227، دار المغنی، السعودیہ)

اس روایت کے تحت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''الحاوی للفتاوی'' میں فرماتے ہیں ''فهذه الأخبار دالة علی حیاة النبی صلی الله علیه وسلم وسائر الأنبیاء '' ترجمہ: یہ روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات پر دلیل ہیں۔

(الحاوی للفتاوی، جلد2، صفحہ179، دار الفکر، بیروت)

## صدیق اکبر کے لئے روضہ پاک سے آواز آنا

ﷺ نیز ارشاد ہوتا ہے: ''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ حجرہ مبارک کے سامنے رکھا گیا آواز آئی (ادخلوا الحبیب الی الحبیب) یعنی دوست کو دوست کے پاس لے آؤ۔''122 ﷺ

ظہیر صاحب نے ہر اس روایت کا نہ صرف انکار کرنا ہے بلکہ اس پر اعتراض کرنا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت پر مبنی ہے۔ یہاں جس کلام پر اعتراض کر رہے ہیں یہ روایت ہے جسے شرف المصطفیٰ میں عبد الملک بن محمد بن ابراہیم نیساپوری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا، اور اس روایت کو نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس میں عبد الرحمٰن بن عبد السلام الصفوری رحمۃ اللہ علیہ نے، السیرۃ الحلبیۃ میں علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اور الخصائص الکبری میں امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔ پوری روایت یوں ہے "أخرج ابن عساكر عن علي بن أبي طالب قال لما حضرت أبا بكر الوفاة أقعدني عند رأسه وقال لي يا علي إذا أنا مت فغسلني بالكف الذي غسلت به رسول الله صلى الله عليه وسلم وحنطوني واذهبوا بي إلى البيت الذي فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستأذنوا فإن رأيتم الباب قد فتح فادخلوا بي وإلا فردوني إلى مقابر المسلمين حتى يحكم الله بين عباده قال فغسل وكفن وكنت أول من بادر إلى الباب فقلت يا رسول الله هذا أبو بكر يستأذن فرأيت الباب قد فتح فسمعت قائلا يقول ادخلوا الحبيب إلى حبيبه فإن الحبيب إلى الحبيب مشتاق" ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال آیا انہوں نے مجھے اپنے سر کے قریب بٹھایا اور فرمایا: یا علی! جب میں وفات پا جاؤں مجھے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا ۔ مجھے خوشبو لگانا اور اس مکان کے پاس لے جانا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہیں، وہاں سے میرے دفن ہونے کی اجازت لینا جب تم دیکھو کہ روضہ پاک کا دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے اندر (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس) دفن کر دینا۔ اگر دروازہ نہ کھلے تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا یہاں تک کہ رب تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا اور میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے دروازہ کی طرف سبقت کی اور میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ روضہ پاک کا دروازہ کھلا اور میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا تھا کہ حبیب کو حبیب کی طرف داخل کر دو کہ حبیب حبیب

کے لئے مشتاق ہے۔

(الخصائص الکبری، جلد2، صفحہ 492، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الحمدللہ عزوجل! واضح ہوا کہ سنیوں کا عقیدہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کے عین موافق ہے۔وہابیوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے پردہ کرنے کے بعد یا رسول اللہ سے پکارنا شرک ہے، گویا وہابی شریعت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا رسول اللہ کہہ کر معاذ اللہ شرک کا ارتکاب کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی علیہ السلام سے اجازت چاہ کہ ان کے زندہ ہونے کا عقیدہ رکھا جو کہ وہابیوں کے نزدیک گمراہی ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بغیر رد کے نقل کر کے شرک کا ارتکاب کیا۔یہی وہابی مذہب کا انجام ہے۔

## اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں

﴿ یہ وصف صرف انبیاء کرام علیہم السلام تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بزرگان دین بھی اس رتبے کے حامل ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:''اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔ان کی ارواح صرف ایک آن کے لیے خروج کرتی ہیں پھر اسی طرح جسم میں ہوتی ہیں جس طرح پہلے تھیں۔''123 ﴾

یہ قول کئی مستند محدثین، فقہائے کرام اور صوفیہ کرام کا ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں''أولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار إلی دار، وفیہ إشارۃ إلی أن العرض علی مجموع الروح والجسد منھم بخلاف غیرھم'' ترجمہ: اللہ عزوجل کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ معاملات روح اور جسم دونوں کے ساتھ پیش آتے ہیں بخلاف عام لوگوں کے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الجمعہ جلد3، صفحہ1020، دار الفکر بیروت)

اصل ظہیر صاحب کی عبارت صرف ایک جملہ تھا مترجم صاحب نے بقیہ عبارت اپنے پاس سے ڈال دی ہے کہ ان کی ارواح صرف ایک آن کے لئے خروج کرتی ہیں۔

## اولیاء کی کرامتیں بعدِ انتقال بھی باقی ہیں

﴿ بریلویت کے امام اکبر بھی اسی عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:''اولیاء بعد الوصال زندہ اور ان کے تصرفات وکرامات پائندہ۔اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں، خادموں، محبوں، معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت ساری۔''124 ﴾

اس عقیدے کی تائید کرتے ہوئے اور اس کے خلاف عقیدے کا رد کرتے ہوئے امام تصوف علامہ نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا "کرامات الاولیاء باقیة بعد موتهم ایضا ومن زعم خلاف ذلك فهو جاهل متعصب ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی" ترجمہ: اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے۔ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے۔

(الحدیقة الندیه،اولهم آدم ابوالبشر،جلد1،صفحہ290،مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں"قال العلامة الغنیمی وهو خاتمة محققی الحنفیة اذاکان مرجع الکرامات الی قدرة اللّٰہ تعالی کما تقرر فلا فرق بین حیاتهم ومماتهم (الی ان قال) قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبةً علی ان معجزات نبینا صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم لا تحصر لان منها ما اجره اللّٰہ تعالی ویجریه لاولیائه من الکرامات احیاءً وامواتاً الی یوم القیمة'' ترجمہ:علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ خاتم المحققین للحنفیہ ہیں نے فرمایا: جب ثابت ہو چکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف سے ہے،تو اولیاء کی حیات ووفات میں کچھ فرق نہیں۔تمام علماء اسلام ایک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ وہ سب کرامتیں جو اللہ تعالیٰ نے ان ( کی امت ) کے اولیائے زندہ ومُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک ان سے جاری فرمائے گا حضور ہی کے معجزات سے ہیں۔

(فتاوی جمال بن عمر مکی،ماخوذ از،فتاوی رضویہ،جلد9،صفحہ767،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے تصرفات ثابت کرتے ہوئے ہمعات میں لکھتے ہیں "در اولیائے امت واصحاب طریق اقوی کسیکه بعد تمام راهِ جذب باکد وجوه باصل این نسبت میل کرده ودر آنجا بوجه اتم قدم است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولهذا گفته اند که ایشان درقبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند" ترجمہ: اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت جن کے بعد تمام راہ عشق مؤکدترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے،حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ہیں،اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ( اولیاء کرام ) اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

(ہمعات ،ہمعہ 11،صفحہ61،اکادیمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد)

مزید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں اہل برزخ کو چار قسم کر کے لکھتے ہیں "اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملئکۃ وصار منہم، والہم کالہامہم وسعی فیما یسعون فیہ و ربما اشتغل ہؤلاء باعلام کلمۃ اللّٰہ ونصر حزب اللّٰہ و ربما کان لہم لمۃ خیربابن آدم" ترجمہ: جب مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہوجاتے ہیں تو ملائکہ سے مل جاتے ہیں اور انہیں میں سے ہوجاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتل کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے نزدیک و قریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ، جلد1، صفحہ78، دار الجیل، بیروت)

## مزاراتِ اولیاء سے برکات حاصل کرنا

﴿ ان کے ایک پیروکار کا ارشاد سنئے۔ نقل کرتے ہیں: ''اولیاء اللہ کی موت مثل خواب کے ہے۔''125
جناب خاں صاحب بریلوی فرماتے ہیں: ''اولیاء کرام اپنی قبروں میں پہلے سے زیادہ سمع اور بصر رکھتے ہیں۔''126 ﴾

اس نظریے کو پہلے بھی دلائل سے واضح کیا ہے مزید دو مستند دلائل پیش خدمت ہیں:۔امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں فرماتے ہیں "ان کانت المیّت المزار ممن ترجی برکتہ فیتوسل الی اللّٰہ تعالی بہ، یبدأ بالتوسل الی اللّٰہ تعالی بالنبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم اذ ھو العمدۃ فی التوسل والاصل فی ھذا کلہ والمشروع لہ، ثم یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ ویکثر التوسل بھم الی اللّٰہ تعالی لانہ سبحانہ تعالی اجتباھم وشرّفھم وکرمھم فکما نفع بھم فی الدنیا ففی الأخرہ اکثر فمن اراد حاجۃ فلیذھب الیھم ویتوسل بھم فانھم الواسطۃ بین اللّٰہ تعالی وخلقہ وقد تقرر فی الشرع وعلم ما للّٰہ تعالی بھم من الاعتناء وذلک کثیر مشھور، ومازال الناس من العلماء والاکابر کابراً عن کابر مشرقا ومغربا یتبرکون بزیارۃ قبورھم ویجدون برکۃ ذلک حساً ومعنیً" ترجمہ: اگر صاحب مزار ان لوگوں میں ہے جن سے امید برکت کی جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کرے۔ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں۔ پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی وبخشش گناہ میں توسل کرے

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے ذریعے بکثرت توسل کرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب فرمایا اور ان کو شرف و کرامت بخشی ہے تو جس طرح دنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچایا یونہی بعد انتقال اس سے زیادہ پہنچائے گا۔ تو جسے کوئی حاجت منظور ہو انکے مزارات پر حاضر ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں واسطہ ہیں اور بیشک شرع میں مقرر و معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر کیسی عنایت ہے اور یہ کثیر و مشہور رہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں ان کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں۔

(المدخل، فصل فی زیارۃ القبور، جلد1، صفحہ255، دار التراث، بیروت)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعہ میں فرماتے ہیں"سیدی احمد بن زروق کہ از عاظم فقہاء وعلماء ومشائخ دیار مغرب است گفت روزے شیخ ابو العباس حضرم از من پرسید امدادِحی قوی ست یا امداد میّت قوی ست من گفتم قوی می گویند که امداد حی قوی تر است ومن می گویم که امداد میّت قوی تراست پس شیخ گفت نعم زیرا که وی دربساط است ودر حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفه بیشتر ازاں ست که حصر و احصار کرده شود یافته نمی شود در کتاب و سنت اقوالِ سلف صالح چیزے کہ منافی ومخالف ایں باشد و رد کند ایں را " ترجمہ: سیدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہاء اور علماء و مشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اسی پر شیخ نے فرمایا: ہاں! اس لیے کہ وہ حق کے دربار اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے اور کتاب و سنت اور سلف صالحین کے اقوال میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اس کے منافی ومخالف اور اسے رد کرنے والی ہو۔

(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، جلد1، صفحہ716، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

دیکھیں کتنے واضح انداز سے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اہل سنت کے نظریے کی تائید کی اور فرمایا کہ اسلاف میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اولیاء کے تصرفات کا منکر ہو۔ لہٰذا وہابیوں کا اولیاء تو کیا انبیاء علیہم السلام کے تصرفات کا انکار کرنا خود ساختہ اور باطل عقیدہ ہے۔

## اولیاء دارفانی سے دار بقاء میں منتقل ہوتے ہیں

﴿ مزید نقل کرتے ہیں: ’’اللہ تعالٰی کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔‘‘127 ﴾

یہ پہلے بھی بتایا گیا کہ یہ کلام اسلاف سے ثابت ہے چنانچہ امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہ اپنے رسالہ میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا باب بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی، مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا"یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دار الی دار " ترجمہ: اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں۔

(الرسالۃ القشیریہ، باب احوالھم عند الخروج من الدنیا، جلد2، صفحہ474، دار المعارف، القاہرۃ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں"اولیائے خدا نقل کردہ شد نداز یں دارفانی بہ دار بقا و زندہ اند نزد پروردگار و مرزوق اند خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست "ترجمہ: اولیاء اللہ اس دارفانی سے دار بقاء میں منتقل کردئے جاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں، انہیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔

(اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، جلد3، صفحہ402، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر)

## اللہ تعالٰی کا ہر دوست زندہ ہے

﴿ ظرافت طبع کے لیے ایک افسانوی قصہ بھی سن لیجئے۔ ایک عارف راوی ہیں: ’’مکہ معظمہ میں ایک مرید نے کہا، پیرو مرشد میں کل ظہر کے بعد مرجاؤں گا۔ حضرت ایک اشرفی لے لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا، مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی۔ میں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: ’’کیا موت کے بعد زندگی؟‘‘ کہا ’’انا حیّ و کلّ محبّ للہ حیّ ‘‘میں زندہ ہوں اور اللہ تعالٰی کا ہر دوست زندہ ہے۔‘‘128 ﴾

یہ وہابیوں کے نزدیک افسانوی قصہ ہے جبکہ یہ روایت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں نقل

کی ہے۔اس سے ملتے جلتے کئی حقیقی واقعات تصوف کی بنیادی کتاب رسالہ قشیریہ میں ہیں چنانچہ حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہ سے مروی ہے میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا اور ان کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ ان کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا"یا اباعلی آتذلنی بین یدی و من دللنی" ترجمہ: اے ابوعلی! مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا"بلی انا حی و کل محب اللہ حی لا ینصرنك بجاهی غدا یا روذباری" ترجمہ: میں زندہ ہوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔اے روذباری میرے صدقے تجھے کل کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

(الرسالۃ القشیریہ، باب احوالھم عند الخروج من الدنیا، جلد2، صفحہ 474، دار المعارف، القاہرۃ)

اس رسالہ قشیریہ کے مصنف امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور یہ بہت پرانے بزرگوں میں سے ہیں۔ان کا یہ رسالہ تصوف کی بنیادی کتب میں سے ہے اور بہت مستند ترین ہے۔ان کی شان وعظمت بیان کرتے ہوئے حضور داتا سرکار رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں:''حضرت ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ: از ائمہ متاخرین، استاد و امام و زین اسلام حضرت ابو القاسم عبد الکریم ابن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ میں یکتا اور قدر و منزلت میں ارفع و اشرف تھے۔آپ کے حالات اور گوناگوں، اہل زمانہ میں مشہور رہیں۔ہر فن میں آپ کے لطائف موجود ہیں، آپ کی محققانہ تصانیف بکثرت ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے حال وزبان کو لغویات سے محفوظ رکھا۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 246، شبیر برادرز، لاہور)

لیکن افسوس وہابیوں کو اسلاف کی بیان کردہ روایات افسانہ نگاری لگتی ہے اور اپنے خودساختہ عقائد احادیث لگتے ہیں۔

## انبیاء وشہداء واولیاء اپنے جسموں اور کفنوں کے ساتھ زندہ ہیں

﴿ جناب بریلوی نے اپنی ایک اور کتاب میں عنوان باندھا ہے:''انبیاء وشہداء اور اولیاء اپنے بدن مع اکفان کے زندہ ہیں۔''129 ﴾

پورا عنوان یوں تھا:''اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء واولیاء اپنے ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں''، لیکن ظہیر صاحب نے لفظ اہل سنت بسبب عناد نکال دیا۔

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس عنوان سے پہلے ایک عنوان بنام''وہابیہ رُسیاہ کے نزدیک انبیاء واولیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام معاذ اللہ منہا مرکرمٹی ہوگئے ہیں۔'' لکھا اور اس میں وہابیوں کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بے حس و بے شعور ہوجاتے ہیں اور مرکر معاذ اللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں، ملّا اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صفحہ 60 میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ ارفع واعلیٰ میں بکتا ہے کہ ''میں بھی ایک دن مرکرمٹی میں ملنے والاہوں۔''

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضہ اطہر اور شہداء وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے؟ جب قبور مومنین بلکہ اولیاء علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعارِ نجدیہ وہابیہ ہوا۔ تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش وآسائش کے مکان بنا کر ان میں لذاتِ دنیا میں مشغول ومنہمک ہو، جو قطعاً ویقیناً اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔''

اس کے بعد امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اہل سنت کا عقیدہ قرآن وحدیث اور اقوالِ اسلاف کی روشنی میں واضح فرمایا چنانچہ لکھتے ہیں: ''اہلسنت کے نزدیک انبیاء وشہداء علیہم التحیۃ والثناء اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدانِ لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں کہ وہ ان کو کھائے۔ اسی طرح شہداء واولیاء علیہم الرحمۃ والثناء کے ابدان وکفن بھی قبور میں صحیح وسلامت رہتے ہیں وہ حضرات روزی ورزق دئے جاتے ہیں۔ علامہ سبکی شفاء السقام میں لکھتے ہیں "وحیاۃ الشھداء اکمل واعلی فھذا النوع من الحیاۃ والرزق لایحصل لمن لیس فی رتبتھم، وانما حیاۃ الانبیاء اعلی واکمل واتم من الجمیع لانھا للروح والجسد علی الدوام علی ماکان فی الدنیا" شہداء کی زندگی بہت اکمل واعلیٰ ہے، زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم مرتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ واکمل ہے اس لیے کہ وہ ہمیشہ جسم وروح دونوں کے ساتھ رہتے ہیں جیسا کہ دنیا میں تھے۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں "اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد مے کنند وگاھے اجساد ازغایت لطافت برنگ ارواح مے برآید، می گویند کہ رسول خدا راسایہ نبود (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند مے روند، وبسبب ایں ہمیں حیات اجساد آنہارا درقبرخاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند، ابن ابی الدنیا از مالک

روایت نمود ارواحِ مومنین هر جا که خواهند سیر کنند ،مراد از مومنین کاملین اند، حق تعالی اجسادِ ایشان راقوتِ ارواح مے دهد که دوقبور نماز میخوانند (ا داکنند) وذکر می کنند وقرآن کریم مے خوانند " اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں ۔یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ ان کی ارواح زمین وآسمان اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں، اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیاء نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سَیر کرتی ہیں ۔مومنین سے مراد کاملین ہیں،حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے تو وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔

اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "اولیاء خدائے تعالی نقل کرده شدنداز یں دارفانی بدار بقا وزنده اند نزد پرودگار خود، ومرزوق اندوخوشحال اند، ومردم را ارزاں شعور نیست "اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے،وہ خوش حال ہیں اورلوگوں کواس کا شعور نہیں ۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "لافرق لهم فی الحالین ولذ قیل اولیاء اللّٰه لایموتون ولکن ینتقلون من دارِ الی دار" اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں ۔اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں ۔۔۔''

(فتاوی رضویہ،جلد9،صفحہ431۔۔رضافاؤنڈیشن،لاہور)

بالجملہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سب مردہ ہیں اور ان کی حیات پر جتنی احادیث ودلائل ہیں سب افسانے ہیں ۔معاذ اللہ عزوجل ۔جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علمائے اسلاف نے حیات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شدومد سے حمایت کی ہے ۔امام خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفاء السقام کے "بـــاب تاسع فی حیاۃ الانبیاء'' میں ایک فصل "ما ورد فی حیاۃ الانبیاء" دوسری فصل حیات شہداء میں وضع کر کے فصل ثالث تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی اور اس میں احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما سے علم وسماع موتی ثابت کر کے فرمایا"وعلی الجملة هذه الامور ممكنة فی قدرة اللّٰه تعالی وقدوردت بها الأخبار الصحيحة فيجب

التصدیق بھا ''ترجمہ: بالجملہ یہ سب امور قدرت الٰہی میں ممکن ہیں اور بے شک ان کے ثبوت میں صحیح روایتیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔

(شفاء السقام، الباب التاسع، الفصل الثالث فی سائر الموتی، صفحہ203، نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

فصل اول میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات تحقیق کر کے آخر میں فرمایا "اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شك ان ذلك ثابت لسائر الموتی فکیف بالانبیاء " ترجمہ: رہے ادراکات جیسے علم وسماع، یہ تو یقیناً تمام اموات کے لیے ثابت ہیں پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

(شفاء السقام، الباب التاسع، الفصل الاول، صفحہ 191، 192، نوریہ رضویہ فیصل آباد)

## صاحبِ قبر کا ایذا پر گلہ کرنا

﴿ جناب بریلوی کی طرف سے ایک اور افسانہ پیش خدمت ہے۔۔۔۔ کسی بزرگ سے نقل کرتے ہیں: ''میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا، مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے "قد اذیتنی منذ اللیلۃ" اے شخص! تو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی۔'' 131 ﴾

احسان الٰہی جس واقعہ کو افسانہ کہہ کہ بزرگ کے نام سے نقل کر رہے ہیں وہ بزرگ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنہیں وہابی اپنی کتابوں میں بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ لیکن آج امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے عقیدے کے خلاف پایا تو ان کی روایت کو افسانہ کہہ دیا۔ یہی حال وہابیوں کا احادیث میں ہے کہ جو حدیث ان کے خلاف ہے فوراً منہ اٹھا کر اس حدیث کا انکار کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اور دیگر دلائل روح اور جسم کے باہمی تعلق پر پیش کئے ہیں کہ میت کو دنیا کی طرح قبر میں بھی تکلیف ہوتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن انہیں حضرت عمر بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا ((لاتؤذی صاحب ھذاالقبر)) (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا ((لاتؤذہ)) (اسے تکلیف نہ پہنچا)

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کر لیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابوقلابہ بصری سے راوی: میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے "لقد اذیتنی منذ اللیلۃ" (اے شخص! تو نے مجھ کو رات

بھرا ایذا دی)۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابوعثمان نہدی سے، وہ ابن مینا تابعی سے راوی: میں مقبرے میں گیا، دو رکعات پڑھ کر لیٹ گیا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے "قم فقد اذیتنی" (اُٹھ کہ تو نے مجھ کو ایذا دی)۔"

(فتاوی رضویہ جلد9، صفحہ434، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## اسماعیل دہلوی کا پاکیزہ روحوں کے فیوضات کا اعتراف کرنا

﴿ اس طرح کے جھوٹے واقعات، خانہ ساز کرامتوں اور قصے کہانیوں سے ان کی کتب بھری ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، افسانہ نگاری میں ان کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ہر شخص دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ ﴾

ہمارے مستند واقعات کو ظہیر صاحب نے کئی مرتبہ افسانہ نگاری اور جھوٹ کہا۔ آیئے آپ کو وہابیوں کے معلم اول اسماعیل دہلوی کا بھی روایت کردہ واقعہ پڑھاتے ہیں جو انہوں نے صراط مستقیم میں اپنے پیر کے متعلق لکھا ہے "روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بهاء الدین نقشبند متوجه حال حضرت ایشان گردیده تا قریب یك ماه فی الجمله تنازع در مابین روحین مقدسین درحق حضرت ایشان مانده زیرا که هرد و احد ازیں دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشان بتمامه بسوئے خود مے فرمودتا ازینکه بعد انقراض زمانه تنازع ووقوع مصالحت برشرکت روزے هر دو روح مقدس بر حضرت ایشان جلوه گر شد ند تاقریب یك پاس هر دوامام برنفس نفیس حضرت ایشان توجه قوی وتاثیرز ور آور مے فرمودند تا انیکه درهمان یك پاس حصولِ نسبت هر دو طریقه نصیبه حضرت ایشان گردید" ترجمہ: حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کی روحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں مقدس روحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا۔ اس لیے دونوں اماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کر رہے تھے یہاں تک کہ زمانہ تنازع کے ختم ہونے اور شرکت پر مصالحت واقع ہو جانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور پر زور تاثیر ڈالتے رہے یہاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہوگئی۔

(صراط مستقیم، باب چہارم درییان سلوک راہ ثبوت الخ، صفحہ166، المکتبۃ السلفیہ، لاہور)

وہابیوں کے نزدیک روحوں کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا گمراہی ہے اور حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو غوث الثقلین کہنا شرک ہے۔ اب وہابیوں کی ایمانداری پر ہے کہ وہ اسماعیل دہلوی کو گمراہ کہتے ہیں یا مشرک کہتے ہیں؟ جو ظہیر صاحب نے آخری جملہ میں افسانہ نگاری کی دوڑ کا کہا ہے تو دوڑ تو خود ان کی اور مترجم صاحب کی لگی ہوئی ہے کہ جھوٹ پر جھوٹ بولتے جا رہے ہیں۔

## حضور علیہ السلام کا روحانی طور پر اپنے امتی کے جنازے میں شرکت کرنا

﴿ اس مذہب کے ایک پیروکار افسانہ نگاری کرتے ہوئے کسی بزرگ کے متعلق لکھتے ہیں: ''انتقال کے بعد انہوں نے فرمایا: میرا جنازہ جلدی لے چلو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کا انتظار فرما رہے ہیں۔'' 132 ﴾

اعتراض وہابیوں کو یہ ہے کہ مردہ کیسے بول سکتا ہے؟ جبکہ کثیر احادیث سے مردے کا بولنا ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((اذا وضعت الجنازة واحتملها الرجال علی اعناقهم، فان كانت صالحة قالت قدمونی وان كانت غير صالحة قالت تذهبون بها يسمع صوتها كل شیء الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق)) ہے اور مردے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ، اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اس کی کہاں لئے جاتے ہو۔ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی کہ وہ آدمی وہ سنے تو بیہوش ہو جائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول المیت و هو علی الجنازة، ج2، صفحہ 86، دار طوق النجاة)

پتہ چلا کہ مردے کا اس طرح کا کلام ناممکن نہیں۔ باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازے کا انتظار کرنا تو یہ بھی ناممکن نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی غلام پر شفقت فرما سکتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے متعلق آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔ مستند روایت جو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس میں آیا ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت آپ وہاں موجود تھے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ المنباہ الاذکیا فی حیات الاولیاء میں فرماتے ہیں ''النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السيئات والدعاء بكشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض والبركة فيها وحضور جنازة من صالحی امته فان هذه الامور من اشغاله كما وردت بذلك الحديث والاثار'' ترجمہ: اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا، ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا، ان سے دفع بلا کی

دعا فرمانا، اطراف زمین میں آنا جانا، اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجائے تو اس کے جنازے میں جانا، یہ حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہے۔

(انتباہ الاذکیا فی حیات الاولیاء، ماخوذ از جاء الحق، صفحہ 161، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

## مُردوں کی نفی سماعت پر وہابی دلائل اور ان کے جوابات

❁ اس طرح کی اسرائیلی اساطیر اور خودساختہ واقعات پر انہوں نے اپنے مذہب کی عمارت قائم کی ہے۔ اب ذرا اس مشرکانہ عقیدے کے متعلق قرآن کریم کی وضاحت سنئے اور ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح سے ان لوگوں کے رگ و پے میں شرک کے اثرات سرایت کر گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ اور اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے؟ جو قیامت تک بھی اس کی بات نہ سنے بلکہ انہیں ان کے پکارنے کی خبر تک نہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ○ وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی لَا یَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنَّ وَلِیِّ‑َۧ اللهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ ○ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی لَا یَسْمَعُوْا وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ﴾ کیا (اللہ کے ساتھ) یہ انہیں شریک کرتے ہیں جو کسی کو پیدا نہ کرسکیں بلکہ خود ہی پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ انہیں کسی قسم کی مدد بھی نہیں دے سکتے (بلکہ) خود اپنی ہی مدد نہیں کرسکتے۔ اور اگر تم انہیں کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہاری پیروی نہ کرسکیں۔ برابر ہیں (دونوں امر تمہارے اعتبار سے) کہ خواہ انہیں پکارو، خواہ خاموش رہو۔ بے شک جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے بندے ہیں سو اگر تم سچے ہو تو تم انہیں پکارو۔ پھر ان کو چاہئے تمہیں جواب دیں کیا ان کے پیر ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ

کسی چیز کو پکڑ تے ہیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شریکوں کو بلالو، پھر میرے خلاف چال چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ یقیناً میرا کارساز اللہ ہے، جس نے مجھ پر یہ کتاب نازل کی ہے اور وہ صالحین کی کارسازی کرتا ہی رہتا ہے۔ اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ نہ تو تمہاری ہی مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم انہیں کوئی بات بتلانے کو پکارو تو وہ سن نہ سکیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کو یا آپ کی طرف نظر کر رہے ہیں درآں حالیکہ انہیں کچھ نہیں سوجھ رہا۔

اللہ تعالیٰ قریش مکہ کے مشرکوں کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ لا دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں لئے پھرتا ہے چنانچہ جب تم کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو ہوائے موافق کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں (ناگہاں) ایک تھپیڑا ہوا کا آتا ہے اور ان کے اوپر ہر طرف سے موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں۔ اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ بس اب ہم گھر گئے تو اس وقت اللہ کو اس کے ساتھ اعتقاد کو بالکل خالص کر کے پکارتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا دی تو ہم یقیناً بڑے شکرگزاروں میں ہوں گے۔ ﴿﴾

یقیناً اگر کوئی وہابی بھی اس کتاب کو پڑھ رہا ہوگا تو ظہیر صاحب کے ان دلائل کو پڑھ کر شرمندہ ہوگا۔ آپ دیکھیں کیا اس میں کوئی ایک آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام مردہ ہے، سنتے نہیں۔ ان آیات میں صراحت کے ساتھ بتوں کا تذکرہ ہے، لیکن ظہیر صاحب عادت سے مجبور ہیں، وہی بتوں والی آیات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام پر منطبق کر رہے ہیں اور اس کی ایسی تفسیر کر رہے ہیں جو صاف صاف احادیث کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود وہابیوں کا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ ہے۔ ظہیر صاحب نے اپنے دلائل میں ایک آیت نقل کی: ''کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو پکڑتے ہیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔'' یہ آیت صاف صاف بتوں کے متعلق ہے کہ بت بے جان ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس اس آیت کو بھی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام پر منطبق کر دیا گیا۔

ظہیر صاحب نے وہابیوں کی بنیادی آیت نقل ہی نہیں کی جو وہ اپنے مؤقف میں پیش کرتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ترجمہ

کنز الایمان: اور برابر نہیں زندے اور مردے۔ بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔

(سورۃ فاطر، سورۃ35، آیت22)

وہابی اس آیت سے اپنا عقیدہ ثابت کرتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ جبکہ پیچھے کثیر احادیث اس پر پیش کی گئیں کہ مردے سنتے ہیں اور اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مردے نہیں سنتے بلکہ مفسرین نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ جس طرح مردے سنتے تو ہیں لیکن حق بات کا اب نفع نہیں اٹھا سکتے، اسی طرح کافر ہیں کہ ان کے دل مردہ ہیں وہ سنتے تو ہیں لیکن حق بات کا نفع نہیں اٹھا سکتے چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے "لا تسمع من مات قلبه۔۔۔ أي هم بمنزلة (أهل)القبور في أنهم لا ينتفعون بما يسمعونه ولا يقبلونه" یعنی تم اسے نہیں سنا سکتے جس کا دل مردہ ہے۔ یعنی یہ لوگ بمنزلہ اہل قبور کے ہیں اس امر میں کہ جو سنتے ہیں اس سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور نہ اسے قبول کرتے ہیں۔

(تفسیر القرطبی، فی تفسیر، سورۃ فاطر، سورۃ35، آیت22، جلد14، صفحہ340، دار الکتب المصریہ، القاہرۃ)

مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ ﴿ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ فرماتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔''

(موضح القرآن، وما انت بمسمع من فی القبور کے تحت، صفحہ480، ممتاز کمپنی کشمیری بازار، لاہور)

## بندوں کو مدد کے لئے پکارنے کا حکم

﴿ یعنی دورِ جاہلیت کے مشرکین جب کشتی میں سوار ہوتے تھے اور ان کی کشتی گرداب میں پھنس جاتی تھی تو خالصتاً اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور ان کی اصل فطرت ابھر آتی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی صاحبِ تصرف اور مالک ذی اختیار نہیں ہے۔ مگر ذرا ان لوگوں کی سوء الاعتقادی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ سمندر میں ہوں یا خشکی کے مقام پر، ہر جگہ کبھی بہاؤ الحق اور معین الدین چشتی کا نام لے کر اور کبھی دوسرے بزرگوں کو پکار کر غیر اللہ ہی سے فریاد کرتے نظر آتے ہیں۔ خود بریلویت کے امام خاں صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''جب کبھی میں نے استعانت کی یا غوث ہی کہا۔''136 ﴾

وہابیوں نے اپنی پرانی عادت کے تحت مسلمانوں کو مشرک ثابت کرتے ہوئے انہیں زمانہ جاہلیت کے مشرکوں سے بدتر قرار دیا ہے۔جبکہ مشرکین اپنے بتوں کو اپنا خدا سمجھتے تھے اور ہم مسلمان ہرگز انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اپنا خدا نہیں سمجھتے۔مسلمان ہر وقت رب تعالیٰ ہی سے مانگتا ہے۔البتہ بعض اوقات اللہ عزوجل کے پیاروں کی محبت میں ان سے اس نظریے سے مدد مانگتا ہے کہ یہ اللہ عزوجل کی عطا سے مدد کرتے ہیں۔ایک حدیث پاک میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے موقع پر اللہ عزوجل کے بندوں سے مدد مانگنے کا فرمایا ہے چنانچہ امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اذا اضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یاعباد اللہ اغیثونی یاعباد اللہ اغیثونی یاعباد اللہ اغیثونی فان للہ عبادا لایراھم" ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھولے یا کوئی چیز گم کردے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔

(المعجم الکبیر، مسند عتبہ بن غزوان، جلد 17، صفحہ 117، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ)

عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "قد جرّب ذلك" ترجمہ: بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے۔

(المعجم الکبیر، مسند عتبہ بن غزوان، جلد 17، صفحہ 117، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ)

مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنہیں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب میں قیم طریقہ احمدیہ وداعی سنت نبویہ لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات ولویہ پر انہیں شاہ صاحب سے ان کی نسبت منقول ہندوعرب وولایت میں ایسا متبع کتاب وسنت نہیں سلف میں بھی کم ہوئے۔یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں "نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد، وفقیر را نیازی خاص بآنجناب ثابت است۔ در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود وسبب حصول شفامی گردد" ترجمہ: امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ تک نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے۔جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے۔

(مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات، ملفوظات مرزا صاحب، صفحہ 78، مطبع مجتبائی، دہلی)

بعض لوگوں کو اللہ عزوجل کے پیاروں سے خاص محبت ہوتی ہے اس لئے وہ پریشانی کے عالم میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کے اولیاء اللہ عزوجل کی عطا سے ان کی حاجت روائی فرماتے ہیں ان اولیاء کرام کا حاجت روائی فرمانا

درحقیقت رب تعالیٰ ہی کا مدد فرمانا ہے۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود واز تجا فیض برادر وغالباً بیرون نیست از آنکه ایں معنی به نسبت پیغمبر صلی الله تعالی علیه وسلم باشد یا به نسبت حضرت امیرالمومنین علی کرم الله تعالی' وجهه، یا به نسبت حضرت غوث اعظم جیلانی رحمه الله تعالی عنه وآنکه مناسبت به سائر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریه شده اند مثل آنکه وے صحبت آں بزرگ بسیار دارد، وبر قبروے بسیار می رود، وایں معنی سلسله جنباں از جهت۔ قابل گشته است، وآں بزرگ راهمتِ قویه بوده است درتربیت منتسبا خود واں همت هنوز در روح وے باقی است وایں معنی سلسله جنباں از جهت فاعل است'' ترجمہ: آج اگر کسی کو کسی خاص روح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو غالباً اس سے باہر نہ ہوگا یہ معنی حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وہ ہمت روح میں اب بھی باقی ہے۔یہ معنی فاعل کی جانب سے محرک ہوا۔

(ہمعات،ہمعہ 11،صفحہ62،63،اکادیمہ الشاہ ولی اللہ،حیدرآباد پاکستان)

مزید فرماتے ہیں"از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیه) رویت آں جماعت است درمنام وفائده از ایشاں یافتن ودر مهالك ومضائق صورت آں جماعت پذیر آمدن وحل المشکلات وے بآں صورت منسوب شدن "ترجمہ: اس نسبت اویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت ومصیبت کی جگہوں میں اس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اس صورت سے منسوب ہونا۔

(ہمعات،ہمعہ 11، صفحہ59، اکادیمہ الشاہ ولی اللہ،حیدرآباد پاکستان)

لہٰذا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ سے مدد مانگنا، یا مسلمانوں کا اولیاء کرام سے مدد مانگنا قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ وہابیوں کے پیشوا شاہ ولی اللہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

## غیر اللہ سے مدد پر تفسیر روح المعانی کا تحریف شدہ کلام

ان کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے حنفی مفسر آلوسی رحمہ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس آیت سے یہ بات واضح ہوجاتی کہ مشرکین اس قسم کے کٹھن حالات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے تھے۔ مگر افسوس ہے ان لوگوں پر کہ مشکل وقت آنے پر غیر اللہ کا سہارا لیتے ہیں اور ان ہستیوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کی آواز سن سکتے ہیں، نہ جواب دے سکتے ہیں، نہ نفع کے مالک ہیں، نہ نقصان کے۔ ان میں سے کوئی خضر والیاس کے نام کی دہائی دیتا ہے، کوئی ابو الخمیس اور عباس سے استغاثہ (کرتا) اور کوئی اپنے امام کو فریاد کے لئے پکارتا ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی توفیق نہیں ہوتی۔

مجھے بتایئے کہ ان دونوں طریقوں میں سے کون ہدایت کے قریب ہے اور کون ضلالت اور گمراہی کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے؟ یقیناً مشرکین مکہ کا عقیدہ ان سے بہتر تھا۔ ان لوگوں نے شریعت کی مخالفت اور شیطان کی اتباع کو نجات کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔ خدا سب کو ہدایت دے۔''137

اسی طرح مصر کے مفکر و عالم دین سید رشید رضا مصری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اس قسم کی آیات میں کس قدر وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے کہ مشرکین دشوار اور کٹھن حالات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے مگر اس دور کے نام نہاد مسلمانوں کی عقل کا ماتم کیجئے کہ وہ شدائد ومشکلات کے وقت اپنے معبود حقیقی کو چھوڑ کر اپنے معبودان بدوی، دسوقی، جیلانی، متبولی اور ابوسریع وغیرہ سے استغاثہ کرنے میں کسی قسم کی حیا محسوس نہیں کرتے۔

اور بہت سارے جبہ پوش جو درگاہوں کے مجاور بنے ہوئے ہیں اور غیر اللہ کے نام پر چڑھائے جانے والے چڑھاووں اور نذر ونیاز کی بدولت عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ انہیں سادہ لوح افراد کو گمراہ کرتے اور دین فروشی کرتے ہوئے ذرا سی شرم بھی محسوس نہیں ہوتی۔

کہا جاتا ہے کہ کچھ افراد سمندر کے سفر میں کشتی پر سوار ہوئے۔ کچھ دور جا کر کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ موت سامنے نظر آنے لگی تو ان میں ہر شخص اپنے اپنے پیر کو پکارنے لگا: اے بدوی، اے رفاعی، اے جیلانی۔ ان کے اندر ایک اللہ کا بندہ توحید پرست بھی تھا۔ وہ تنگ آکر کہنے لگا اللہ ان سب کو غرق فرما، ان کے اندر کوئی بھی تجھے پہچاننے والا نہیں۔''138

شروع سے لے کر اب تک ظہیر صاحب نے پہلی مرتبہ اپنے مؤقف پر کسی مستند سنی عالم علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا ہے۔ جبکہ یہ قول حقیقۃً علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے۔ علامہ آلوسی ایک سنی حنفی بزرگ تھے اوران کی وفات 1270 ہجری میں ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد ان کا ایک پوتا نعمان آلوسی تھا جس نے وہابی ہونے کے بعد روح المعانی میں کئی تحریفیں کی ہیں ،مذکورہ کلام بھی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں بلکہ ان کے پوتے نعمان وہابی کا ہے۔ اگر روح المعانی میں اس کلام کو بغور دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ بے ربط کسی نے اس کلام کو بعد میں شامل کیا ہے۔ موجودہ تفسیر روح المعانی میں کئی مقامات پر ایسے بے ربط اور عقائدِ اہلسنت کے خلاف کلام ہیں، جن کا صدور علامہ آلوسی جیسی شخصیت سے متصور نہیں۔ جیسے مذکورہ کلام صریح احادیث وعلمائے اسلاف کے فرامین کے خلاف ہے۔

بہر حال ظہیر صاحب نے جو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا وہ تحریف شدہ ہے۔ ایک تو پیش کیا گیا حوالہ تحریفی ہے دوسرا مترجم صاحب کی تحریفی خدمت بھی کمال ہے کہ انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے مزید تحریف کی ہے۔ پورے کلام میں یہ عبارت کہیں نہیں ہے ''یقیناً مشرکین مکہ کا عقیدہ ان سے بہتر تھا۔'' لیکن مترجم صاحب نے دریائے تحریف میں غوطہ لگا کر اپنا حصہ بھی شامل کر دیا اور یہ جملہ اپنے پاس سے شامل کر دیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

باقی جو رشید رضا مصری کا کلام پیش کیا گیا تو وہ ویسے ہی کٹر وہابی ہے اور وہابی مولوی کی بات ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ اس نے جو ایک خودساختہ عجیب وغریب حکایت نقل کی ہے وہ بھی شرعا درست نہیں ہے۔ پیچھے کثیر دلائل سے ثابت کیا گیا کہ انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے اور یہ رب تعالیٰ کی عطا سے مدد کرتے ہیں لیکن وہابی منکر ہیں اور بغیر دلیل مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے میں انہیں روحانی سکون نہیں بلکہ شیطانی سکون ملتا ہے۔ اگر اللہ عزوجل کے علاوہ کسی نیک ہستی سے مدد مانگنا وہابیوں کے نزدیک شرک ہے تو وہابی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے متعلق کیا حکم صادر فرمائیں گے کہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیہ کریمہ ﴿وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ﴾ لکھتے ہیں ''بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اندریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ ، واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارك آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہامی نمایند وارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود ازانہامی طلبند و مے یابند ''ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بعض خاص اولیاء ہیں جن کو بندوں کی تربیت کا ملہ اور رہنمائی کے لیے ذریعہ بنایا گیا ہے، انہیں اس حالت

میں بھی دنیا کے اندر تصرف کی طاقت واختیار دیا گیا ہے اور کامل وسعتِ مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا۔صوفیائے اویسیہ باطنی کمالات ان اولیاء اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور غرض مند ومحتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔

(فتح العزیز (تفسیر عزیزی )پارہ عم تحت آیہ والقمر اذا اتسق الخ ،صفحہ206،مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی )

## عبدالحق محدث دہلوی کا سماع موتی کے منکر کو بے دین کہنا

اور کثیر احادیث اور مستند علمائے اسلام کے دلائل اسی نظریے پر پیش کئے ہیں کہ مُردے سنتے ہیں اور اولیاء کرام مدد کرتے ہیں۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں علم وادراکِ مَوتی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں

"بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت مے کند بر وجود علم موتٰی بدنیا واھل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاھل باخبار ومنکر دین "ترجمہ:الحاصل کتاب وسنت ایسے اخبار وآثار سے لبریز ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ مردوں کو دنیا واہل دنیا کا علم ہوتا ہے تو اس کا انکار وہی کرے گا جو اخبار واحادیث سے بے خبر اور دین کا منکر ہو۔

(اشعۃ اللمعات،کتاب الجہاد،فصل اول ،جلد3،صفحہ 401،نوریہ رضویہ،سکھر)

مزید اشعۃ اللمعات میں فرمایا"لیت شعری چہ می خواھند ایشاں باستمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکر ند آں را آنچہ مامی فھمیم ازاں ایں ست کہ داعی دعا کنند خدا وتوسل کند بروحانیت ایں بندہ مقرب را کہ اے بندہ خدا و ولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا کہ بدھد مسئول ومطلوب مرا اگر ایں معنی موجب شرك باشد چنانکہ منکر زعم کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستانِ خدا درحالت حیات نیز وایں مستحب است باتفاق وشائع است در دین و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اھل کشف دراستمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں، خارج از حصراست ومذکور ست در کتب و رسائل ایشاں ومشھور ست میاں ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند اور اکلماتِ ایشاں عافانا اللہ من ذٰلك کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم منکراں کہ درقرب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر استمداد واستعانت را از اولیائے خدا ومتوجھاں بجناب ایشاں را مشرك بخدا عبدۃ اصنام می دانندومی گویند آنچہ می گویند "ترجمہ:نہ معلوم وہ استمداد وامداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ہم

جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندہ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرمادے۔ اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں معروف ومشہور ہے۔ ارواح کاملین سے استمداد اور استغفار کے بارے میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات وواقعات وارد ہیں وہ حصر وشمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے رسائل وکتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں، ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شائد ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات سودمند بھی نہ ہو۔ خدا ہمیں عافیت میں رکھے۔ اس مقام میں کلام طویل ہوا اور منکرین کی تردید وتذلیل کے پیش نظر جو ایک فرقہ کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک وبت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، جلد3، صفحہ401، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

ﷲ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیدھی راہ پر گامزن فرمائے اور شرک وبت پرستی سے محفوظ رکھے۔

آمین! ﷲ

اللہ عزوجل امت مسلمہ کو وہابیوں کی خودساختہ بت پرستی اور ان کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

107 بہار شریعت، از امجد علی، ص 58

108 ایضاً ص 18، 19

109 علم القرآن، از احمد یار، ص 189

110 ازالۃ الضلالۃ، از مفتی عبد القادر، ص 67، طبع لاہور

## نفی سماع موتی پر مترجم کا باطل استدلال اور اس کا تحقیقی جواب

111 ﷲ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاند کو خطاب کرکے فرمایا کرتے تھے۔'' ربی و ربک اللہ'' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو زمین کو مخاطب ہوکر فرمایا کرتے تھے۔'' یا ارض ربی وربک اعوذ

باللہ من شرك ''بہر حال ضروری نہیں کہ خطاب اسے ہی کیا جائے جو سنتا ہے۔ ﷺ

یہاں مترجم صاحب اعلیٰ حضرت کی اس بات کو رڈ کرنا چاہ رہے ہیں کہ جو آپ نے فرمایا: ''مردے سنتے ہیں کہ خطاب اسی کو کیا جاتا ہے، جو سنتا ہو۔'' اس پر اوپر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا کلام بھی پیش کی گیا ہے، لیکن وہابی اپنے خلاف کسی کا قول نہیں مانتے۔ پھر مترجم صاحب اس کو غلط ثابت کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جو چاند اور زمین کو خطاب کیا گیا ہے، اس خطاب میں چاند اور زمین سنتے ہی نہیں تھے، اسی طرح مردوں سے خطاب جو کیا جاتا ہے وہ بھی چاند اور زمین کی طرح نہیں سنتے۔ یہ مترجم صاحب کا یہ قول کم علمی پر مشتمل ہے۔ سماع موتی پر کثیر مستند دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے مترجم صاحب ایک بے محل بات کر رہے ہیں اور پھر اس سے استدلال بھی باطل کر رہے ہیں۔ اگر زمین سنتی نہیں تھی تو حضور علیہ السلام کا اس کے ساتھ کلام کرنا بے فائدہ تھا اور نبی اس طرح کے بے فائدہ افعال نہیں کرتے۔ چاند اور زمین اگرچہ بے شعور ہیں لیکن کئی معاملات میں یہ باشعور ہیں جیسے قرآن میں آیا ہے کہ ہر چیز اللہ عزوجل کا ذکر کرتی تو یہ بھی ذکر اللہ کرتے ہیں۔ پھر اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے خطاب کرے، اسے کوئی حکم دے تو یہ اس کو سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، اللہ عزوجل کے پیاروں سے محبت بھی رکھتے ہیں۔ قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے بعد حکم ہوا ﴿وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تھم جا۔

اس میں زمین اور آسمان کو حکم ہے اور انہوں نے اس کی پیروی کی، اگر وہ سن نہ سکتے تھے تو پھر خطاب کا کیا فائدہ؟ اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "أن السماء والأرض من الجمادات فقوله يا أرض ويا سماء مشعر بحسب الظاهر، على أن أمره وتكليفه نافذ في الجمادات" ترجمہ: زمین و آسمان جمادات میں سے ہیں اور یہ قول اے زمین! اے آسمان! اپنی ظاہری حالت پر ہے کہ اللہ عزوجل کا حکم اور اس کا مکلف کرنا جمادات پر نافذ ہے۔

(تفسیر کبیر، فی تفسیر، سورۃ ہود، سورۃ 10، آیت 44، جلد 17، صفحہ 353، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

شمس الدین ابو الخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ ''الزہر الفائح فی ذکر من تنزہ عن الذنوب والقبائح'' میں لکھتے ہیں کہ ایک جگہ کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معلومات حاصل کرنے کے لئے زمین سے یوں کہا "يا أرض، أين أهلك وأصحابك وسكانك؟ فأمرها الله تعالى أن تجيبه وتكلمه، فقالت۔۔۔" ترجمہ: اے زمین! تیرے اوپر رہنے والے

لوگ کہاں گئے؟ اللہ عزوجل نے زمین کو حکم دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال کا جواب دے تو زمین نے جواب دیا۔۔

(الزهر الفائح في ذكر من تنزه عن الذنوب والقبائح، صفحہ79، دار الكتب العلمية، بيروت)

اسی طرح کئی روایات میں قبر کا بولنا ثابت ہے۔ایک حدیث پاک میں ہے کہ زمین اس بات کا بھی شعور رکھتی ہے کہ میرے اوپر ذکر اللہ کیا گیا ہے چنانچہ **الزہد والرقائق لابن المبارک** میں ہے''عن أنس بن مالك قال:ما من بقعة يذكر الله عليها بصلاة، أو بذكر، إلا افتخرت على ما حولها من البقاع، واستبشرت بذكر الله عز وجل إلى منتهاها من سبع أرضين'' ترجمہ:حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زمین کے جس ٹکڑے پر نماز پڑھی جائے یا ذکر اللہ کیا جائے وہ ٹکڑا دیگر ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے اور ساتوں زمینوں تک وہ ٹکڑا اس ذکر اللہ سے خوش ہوتا ہے۔

(الزهد والرقائق لابن المبارك، صفحہ115، دار الكتب العلمية، بيروت)

ہوسکتا ہے کہ وہابی اس پر کہیں کہ یہ سننا بولنا حقیقی طور پر نہیں بلکہ مجازی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور علماء کی نزدیک یہ حقیقی طور پر ہے اور یہی مختار مذہب ہے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے کہ جب احد پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھڑے تھے تو احد پہاڑ خوشی سے جھومنے لگا تو آپ نے فرمایا''أثبت أحد فإنما عليك نبي وصديق وشهيدان'' پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت لکھتے ہیں''(أثبت أُحد)منادى حذفت أداته أي يا أحد ونداؤه وخطابه وهو يحتمل المجاز والحقيقة لكن الظاهر الحقيقة'' یعنی احد سے یہ خطاب حقیقی ومجازی دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حقیقی طور پر ہے۔

(إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري ،كتاب المناقب، جلد6، صفحہ96، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر)

تفسیر السمعانی میں ہے''والأصح أن هذا النطق من جهنم على طريق الحقيقة، وهذا اللائق بمذهب أهل السنة في الإيمان بتسبيح الجمادات'' ترجمہ: اصح یہ ہے کہ جہنم کا کلام کرنا اپنے حقیقی معنی پر ہے اور یہ اہل سنت کے مذہب کے موافق ہے کہ جمادات بھی تسبیح کرتے ہیں۔

(تفسير السمعاني، سورة ق، جلد5، صفحہ245، دار الوطن، الرياض)

بخاری، مسلم کی حدیث پاک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے سامنے جب احد پہاڑ چمکا تو آپ نے فرمایا''أحد

جبل یحبنا ونحبہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم احد پہاڑ سے محبت کرتے ہیں۔اس کی شرح میں ''التمہید لما فی الموطأ'' میں ابوعمر یوسف قرطبی لکھتے ہیں "ذهب جماعة من أهل العلم إلى حمل هذا القول على الحقيقة وقالوا جائز أن يحبهم الجبل كما يحبونه وعلى هذا حملوا كل ما جاء في القرآن وفي الحديث " ترجمہ: اہل علم کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ کلام حقیقت پر ہے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ جائز ہے کہ پہاڑ انسانوں کی طرح محبت کرے۔ اسی پر جمادات کے متعلق قرآن وحدیث کے تمام واقعات ہیں۔

(التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد،جلد22، صفحه 331، وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية،المغرب)

اسی طرح کا کلام امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ہے۔ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" ونداؤه وخطابه يحتمل المجاز وحمله على الحقيقة أولى وقد تقدم شيء منه في قوله أحد جبل يحبنا ونحبه ويؤيده ما وقع في مناقب عمر أنه ضربه برجله وقال اثبت" ترجمہ: احد کو پکارنا اور اس سے خطاب کرنا مجاز کا احتمال رکھتا ہے اور اسے حقیقت پر رکھنا زیادہ اولیٰ ہے۔اس پر کچھ کلام پیچھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان ''احد ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم احد سے'' کے تحت گزرا۔اسی کی تائید میں یہ بھی ہے جو مناقب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ آپ نے زمین پر اپنا پاؤں مار کر اسے کہا کہ ٹھہر جا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد7، صفحه 38، دار المعرفه بیروت)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''قوت المغتذی علی جامع الترمذی'' میں فرماتے ہیں "هذا جبل يحبنا ونحبه" قال الخطابي:هذا محمول على المجاز، أراد يحبنا أهله، ونحب أهله، وهم الأنصار "وقال البغوي في شرح السنة" الأولى إجراؤه على ظاهره ولا ينكر وصف الجمادات بحب الأنبياء والأولياء وأهل الطاعة، كما حن الجذع لفراقه، وكما أخبر صلى الله عليه وسلم أن حجرا كان يسلم عليه قبل الوحي فلا ينكر أن يكون جبل أحد وجميع أجزاء المدينة كانت تحبه، وتحن إلى لقائه حالة مفارقته . وقال الطيبي:هذا هو المختار ولا محيد عنه" ترجمہ: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ قول مجاز پر مبنی ہے اور اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اس کے اہل ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم اس کے اہل سے محبت کرتے ہیں۔اور وہ اہل انصار ہیں۔امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح السنہ میں فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر رکھا جائے اور جمادات کے انبیاء واولیاء اور نیک لوگوں سے محبت کرنے کے وصف انکار نہ کیا جائے جیسے حضور علیہ السلام کے فراق پر کھجور کا تنا رویا تھا۔اسی

طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پتھر کے متعلق خبر دی جو اعلان نبوت سے پہلے آپ کو سلام کیا کرتا تھا۔اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ احد پہاڑ اور مدینہ پاک کا ذرہ ذرہ آپ سے محبت کرتا تھا اور یہ مدینے سے جدائی پر ملاقات کے لئے روتے ہیں۔امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہی مذہب مختار ہے اور اس کا خلاف نہیں کیا جائے گا۔

(قوت المغتذی علی جامع الترمذی، جلد 2، صفحہ 1046، جامعہ أم القری، مکۃ المکرمۃ)

ثابت ہوا کہ مترجم صاحب نے جو چاند اور زمین کو بے شعور ثابت کر کے، اس سے یہ باطل استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنتے یہ ان کی صریح جہالت ہے۔ بالفرض اگر زمین وغیرہ بالکل لاشعور ہوں تو اس کا سماع موتی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ جب کثیر احادیث و مستند دلائل سے فوت شدگان کا سننا، بولنا ثابت ہے تو پھر اس طرح قیل وقال کرنا دل کی سختی اور ہٹ دھرمی ہے۔

112 فتاویٰ رضویہ، جلد 4، ص 227

113 حکایات رضویہ ص 57

114 فتاویٰ نوریہ نور اللہ قادری، ص 527

115 ملفوظات للبریلوی، جز 3، ص 276

116 رسول الکلام دیدار علی، ص 1

117 حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کاظمی، ص 3، ملتان

118 رسالہ فی الفی عمن انار بنورہ کل شی للبریلوی المندرجۃ فی مجموعۃ رسائل رضویہ

حیات النبی للکاظمی، ص 47

119 حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص 104

120 جاء الحق احمد یار بریلوی، ص 151، 150

121 بادیۃ الطریق لتحقیق والتقلید دیدار علی، ص 86

122 حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص 125

123 فتاویٰ نعیمیہ اقتدار بن احمد یار بریلوی ص 345

124 فتاویٰ رضویہ، ج 4، ص 236

125 فتاوی نعیمیہ، ص 245

126 حکایات رضویہ، ص 44

127 احکام قبور مومنین، مندرجہ رسائل رضویہ، ص 243

128 احکام قبور مؤمنین، رسائل رضویہ 245

129 ایضاً ص 239

130 ایضاً

131 احکام قبور مؤمنین، ص 247

132 حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بریلوی، ص 46

133 (133 تا 135 قرآنی آیات)

136 ملفوظات، ص 307

137 نقلاً عن الاویت المیتات فی عدم سماع الاموات مقدمہ، ص 17

138 تفسیر المنار، ج 11، ص 338، 339

# فصل : عقیدہ علم غیب

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولوں علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے اور یہ کئی آیات واحادیث سے ثابت ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

(سورۃ آل عمران،سورۃ 3، آیت179)

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی علیہ رحمۃ اللہ الباری اپنی تفسیر بیضاوی میں تحریر کرتے ہیں "وما كان الله ليؤتى احدكم علم الغيب فيطلع على ما في القلوب من كفر وايمان ولكن الله يجتبي لرسالته من يشاء فيوحى الله و يخبره ببعض المغيبات او ينصب له مايدل عليه" ترجمہ: خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دیتا کہ وہ مطلع ہوجائے اس کفر اور ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے،لیکن اللہ اپنی پیغمبری کیلئے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔پس اسکی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی انکو خبر دیتا ہے یا ان کیلئے ایسے دلائل قائم کرتا ہے جو غیب پر رہبری کریں۔

(تفسیر بیضاوی،فی تفسیر،سورۃ آل عمران،آیت179،جلد2،صفحہ51،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

## حضور علیہ السلام کو مومن ومنافق کی پہچان تھی

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں''﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ﴾فان سنة الله جارية بانه لا يطلع عوام الناس على غيبه،بل لا سبيل لكم الى معرفة ذالك الامتياز الا بالامتحانات مثل ما ذكرنا من وقوع المحن والآفات،حتى يتميز عندها الموافق من المنافق ، فاما معرفة ذالك على سبيل الاطلاع من الغيب فهو من خواص الانبياء ، فلهذا قال:﴿ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء﴾اى ولكن الله يصطفى من رسله من يشاء فخصهم باعلامهم ان هذا مؤمن وهذا منافق" ترجمہ: اللہ عزوجل کی یہ شان نہیں وہ غیب پر کسی کو مطلع کرے۔مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے غیب عوام کو نہیں بتاتا کہ کوئی مؤمن ومنافق کی پہچان کر سکے۔وہ صرف اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء کرام کو بتاتا ہے کہ انکے بتائے سے انکو پتہ چل جاتا ہے کہ کون مؤمن ہے اور کون منافق ہے۔

(تفسیر کبیر،فی تفسیر،سورۃ آل عمران،آیت179، جلد9،صفحہ442،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

## حضور علیہ السلام کے علم پر طعن کرنے والے منافق ہیں

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر روح المعانی، خازن، اللباب اور تفسیر بغوی میں ہے " قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "عُرِضَتْ علی أمتی فی صورھا فی الطین کما عُرِضَتْ علی آدم وأُعْلِمْتُ من یؤمن بی ومن یکفر بی"فبلغ ذلک المنافقین فقالوا استھزاء زعم محمد أنہ یعلم من یؤمن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد، ونحن معہ وما یعرفنا، فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام علی المنبر فحمد اللہ وأثنی علیہ ثم قال"ما بال أقوام طعنوا فی علمی لا تسألونی عن شیء فیما بینکم وبین الساعۃ إلا أنبأتکم بہ" فقام عبد اللہ بن حذافۃ السھمی فقال من أبی یا رسول اللہ؟ قال حذافۃ فقام عمر فقال یا رسول اللہ رضینا باللہ ربًا وبالإسلام دینًا وبالقرآن إمامًا وبک نبیًا فاعفُ عنا عفا اللہ عنک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم"فھل أنتم منتھون"؟ ثم نزل عن المنبر فأنزل اللہ تعالی ھذہ الآیۃ" ترجمہ: سدی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت پیش کی گئی اپنی مٹی کی صورتوں میں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی۔ مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا۔ یہ بات جب منافقوں تک پہنچی تو وہ بطور استہزاء کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے ہیں کہ انہیں بعد میں آنے والوں میں سے ایمان داروں اور کافروں کی خبر ہے، ہم تو ان کے ساتھ ہیں لیکن ہمیں نہیں جانتے۔ جب یہ بات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہوگا جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ اس وقت سے لے کر قیامت تک کی جس چیز کے بارے میں سوال (کرنا چاہو) کرو، میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی میرا باپ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حذافہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اللہ عزوجل کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ آپ ہمیں معاف کریں اللہ عزوجل آپ پر کرم فرمائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اب بھی باز نہ آؤ گے؟ پھر منبر سے نیچے تشریف لائے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر بغوی، فی تفسیر، سورۃ آل عمران، آیت 179، جلد 1، صفحہ 544، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض وطعن کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت

حاصل کریں جو ان آیات کو نفی غیب پر پیش کرتے ہیں جو رب تعالیٰ کے ذاتی علم کے ساتھ خاص ہیں۔یا ان احادیث کو نفی غیب پر پیش کرتے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاموش رہنے میں حکمت تھی۔وہ آیات واحادیث نظر انداز کرتے ہیں جس میں علم غیب عطا کرنے کی صراحت ہے۔

دوسری آیت میں ہے﴿عَالِمُ الْغَیْبِ فَلا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ أَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(سورۃ الجن،سورۃ 72، آیت 26، 27)

## نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب بتانے میں بخیل نہیں

ایک جگہ ارشاد فرمایا﴿وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

(سورۃ التکویر، سورت 81، آیت 24)

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں ہے "علی الغیب أی الوحی وخبر السماء، وما اطلع علیه مما کان غائبا عن علمه من القصص والأنباء بضنین۔۔ ومعناه ببخیل یقول إنه یأتیه علم الغیب، ولا یبخل به علیکم، ویخبرکم به، ولا یکتمه کما یکتم الکاهن " ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب پر یعنی وحی، آسمانی خبروں اور جن غیبی خبروں وقصوں پر وہ مطلع ہوئے ان کو بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔بخیل نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس علم غیب ہے۔پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے اور تم کو خبر دیتے ہیں اور کاہنوں کی طرح اس کو تم سے چھپاتے نہیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل،فی تفسیر سورۃ التکویر، سورت 81، آیت 24، جلد4، صفحہ399، دارالکتب العلمیہ،بیروت)

## حضور علیہ السلام کا قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دینا

صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے"قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم مقاماً ماترك شیئا یکون فی مقامه ذٰلك الی قیام الساعة الّا حدّث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه " ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ابتدا سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا، کوئی چیز نہ چھوڑی، جسے یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب إخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔، جلد4، صفحہ2217، دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "قام فینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ " ترجمہ: ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کا حال ہم سے بیان فرما دیا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالی۔۔۔، جلد4، صفحہ106، دار طوق النجاۃ)

## حضور علیہ السلام کا زمین وآسمان کے ہر علم کو جاننا

جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرہ آئمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فرأیتہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت برا ثدیی فتجلی لی کل شیء وعرفت" ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دستِ قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی، اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

(سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، جلد5، صفحہ368، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

امام ترمذی فرماتے ہیں "ھذا حدیث حسن سألت محمد بن اسمٰعیل عن ھذا الحدیث فقال صحیح" ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ میں نے امام بخاری سے اس کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا صحیح ہے۔

(سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، جلد5، صفحہ368، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی معراجِ منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "فعلمت ما فی السموات وما فی الارض" ترجمہ: جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آ گیا۔

(سنن الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، جلد5، صفحہ367، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں "پس دانستم ہر چہ در آسمانہا وہرچہ در زمین ہا بود عبارت است از حصولِ تمامہ علوم جزوی و کلّی واحاطہ آں " ترجمہ: چنانچہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ یہ تعبیر ہے تمام علوم کے حصول اور ان کے

احاطہ سے چاہے وہ علوم جزوی ہوں یا کلی۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب المساجد و مواضع الصلوۃ جلد1، صفحہ333، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابویعلی و ابن منیع و طبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم وما یحرك طائر جناحیہ فی السماء الّا ذکر لنا منہ علما "ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور علیہ السلام نے ہمارے سامنے بیان نہ فرما دیا ہو۔

(مسند احمد بن حنبل، عن ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ جلد35، صفحہ290، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض و شرح زرقانی للمواہب میں ہے "ھذا تمثیل لبیان کل شیء تفصیلاً تارۃ واجمالاً اُخریٰ" ترجمہ: یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز بیان فرما دی، کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، فصل و من ذلک ما اطلع الخ، جلد3، صفحہ153، مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات)

مواہب امام قسطلانی میں ہے "ولا شك ان اللہ تعالی قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیه علم الاوّلین والاخرین" ترجمہ: اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القاء کیا۔

(المواہب اللدنیہ المقصد الثامن، الفصل ما اخبر بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغیب، جلد3، صفحہ130، المکتبۃ التوفیقیۃ القاہرۃ)

## قیامت تک کے حالات کو مثلِ ہتھیلی دیکھنا

طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیان من اللہ جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین من قبلہ" بےشک اللہ عزوجل نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے روشن کی تھی

(حلیۃ الاولیاء، ترجمہ حدیر بن کریب، جلد6، صفحہ101، دار الکتاب العربی، بیروت)

## اپنے نیک وبد امتیوں کو جاننا

صحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ((عرضت علیّ امتی باعمالہا حسنہا وسیئہا)) میری اُمت اپنے سب اعمال نیک وبد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النہی عن البصاق فی المسجد، جلد1، صفحہ390، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

## ما کان وما یکون کا علم عطا ہونا

امام جلیل قدوۃ المحدثین سیدی زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی شرح مہذب میں پھر علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں "ان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن ادم علیہ الصلوۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما عُلّم ادم الاسماء" ترجمہ: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامِ قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی گئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جمیع مخلوقات گزشتہ اور آئندہ سب کو پہچان لیا۔ جس طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام سکھائے گئے تھے۔

(نسیم الریاض، الباب الثالث، الفصل الاول فیما ورد من ذکر مکانتہ جلد2، صفحہ208، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات، الہند)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہر چہ در دنیا است زمانِ آدم تانفخہ اولی بروے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منکشف ساختند تاھمہ احوال راز اول تاآخر معلوم کرد و یاران خود رانیز بعضے از اں احوال خبر داد" ترجمہ: جو کچھ دنیا میں زمانہ آدم سے پہلے صور پھونکے جانے تک ہے ان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر منکشف کردیا یہاں تک کہ انہیں اول سے آخر تک تمام احوال معلوم ہوگئے۔ انہوں نے بعض اصحاب کو ان احوال میں سے بعض کی اطلاع دی۔

(مدارج النبوۃ کتاب الایمان، باب پنجم وصل خصائص آنحضرت ﷺ، جلد1، صفحہ144، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

علامہ حسن بن علی مدابغی حاشیہ فتح المبین امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحات وہبیہ شرح اربعین امام نووی میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں "الحق کما قال جمع انّ اللّٰہ سبحنہ وتعالی لم یقبض نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حتی اطلعہ علی کل ما ابہمہ عنہ الا انہ امر بکتم بعض والا علام ببعض

"ترجمہ: حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا، ہاں بعض علوم کی نسبت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائے اور بعض کے بتانے کا حکم کیا۔

(حاشیہ فتح المبین، فتوحات وہبیہ، شرح اربعین، ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد29، صفحہ 476، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مواہب شریف میں ہے "لاشك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقى عليه علوم الاولين والاخرين" ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

(المواھب اللدنیہ، الجزء الثالث، الفصل الثالث فی إنبائہ بالأنباء المغیبات، ج3، صفحہ 130، المکتبۃ التوفیقیہ، القاہرۃ، مصر)

کئی احادیث اس پر ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دل کی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتادی چنانچہ صحیح ابن حبان اور الترغیب والترہیب میں ہے "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال جاء رجل من الأنصار إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كلمات أسأل عنهن فقال صلى الله عليه وسلم **((اجلس))** جاء رجل من ثقيف فقال يا رسول الله كلمات أسأل عنهن فقال صلى الله عليه وسلم **((سبقك الأنصاري))** الأنصاري إنه رجل غريب وإن للغريب حقا فابدأ به فأقبل على الثقفي فقال **((إن شئت أنبأتك عما كنت تسألني عنه وإن شئت تسألني وأخبرك))** الله بل أجبني عما كنت أسألك قال **((جئت تسألني عن الركوع والسجود والصلاة والصوم))** بعثك بالحق ما أخطأت مما كان في نفسي شيئا قال **((فإذا ركعت فضع راحتيك على ركبتيك ثم فرج أصابعك ثم اسكن حتى يأخذ كل ع... سجدت فمكن جبهتك ولا تنقر نقرا وصل أول الليل وآخره))** صليت بينهما قال **((فأنت إذا مصل وصم من كل شهر ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة))** الأنصاري فقال إن شئت أخبرتك عما جئت تسألني وإن شئت تسألني وأخبرك فقال لا يا نبي الله أخبرني بما جئت أسألك قال **((جئت تسألني عن الحاج ما له حين يخرج من بيته وما له حين يقوم بعرفة... يرمي الجمار وما له حين يحلق رأسه وما له حين يقضي آخر طواف بالبيت))** الله والذي بعثك بالحق ما أخطأت مما كان في نفسي شيئا" ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں مسجد منیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا ایک انصاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کچھ سوالوں کا آپ سے جواب درکار ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جا۔ایک آدمی ثقیف سے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کچھ سوالات کے آپ سے جواب درکار ہیں ۔حضور علیہ السلام نے فرمایا انصاری تجھ سے پہلے آیا ہے۔انصاری نے کہا کہ میں مسافر ہے اور مسافر کا حق ہے تو انصاری سے ابتداء کی گئی ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں بتادوں کہ کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر تم چاہو تو میں کچھ نہ کہوں، تم ہی سوال کرو؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے بتادیجئے جو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں ۔ارشاد فرمایا تو اس لئے آیا کہ مجھ سے رکوع، سجود اور نماز، روزہ کے متعلق پوچھے تو اس انصاری نے فرمایا اس ذات کی قسم جس آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ۔جو میرے دل میں تھا آپ نے وہی بتایا ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا: جب تو رکوع کرے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ، پھر اپنی انگلیوں کو کشادہ کر، پھر ٹھہر ارہ یہاں تک کہ ہر عضو جھک جائے ۔جب تو سجد کرے تو اپنی پیشانی کو جما دو جلدی جلدی سجدہ نہ کرو اور دن کے شروع اور آخر میں نماز پڑھو۔انصاری نے عرض کی یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ان دونوں وقتوں میں نماز پڑھوں گا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تو نماز پڑھ لے تو ہر ماہ تین، چار، پانچ، دس، پندرہ روزے رکھ۔پھر ثقفی سوالات کے جوابات کے لئے کھڑا ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں بتادوں کے تم کیا پوچھنا چاہتے ہو اور اگر تو چاہے تو خود ہی سوال کرلے۔ ثقفی نے عرض کی حضور نہیں آپ ارشاد فرمائیں میں کیا پوچھنے آیا ہوں؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تو اس لیے حاضر ہوا ہے کہ گھر سے نکل کر بیت الحرم کے قصد سے جانے کو دریافت کرے اور یہ کہ اس میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور یہ کہ عرفات کے میدان میں کھڑا ہونے میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور رَمی جمار میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور سر منڈوانے میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور آخری طواف میں تیرے لئے کیا ثواب ہے ۔اُس شخص نے عرض کی قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اسی لئے حاضر ہوا تھا کہ اِن باتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کروں۔

(الترغیب والترھیب، باب الترغیب فی الحج، جلد2، صفحہ5، دار الحدیث، القاھرۃ)

کتنے واضح دلائل سے عقیدہ اہل سنت ثابت ہورہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے کثیر علم غیب عطا فرمایا اور آپ کو ما کان و ما یکون یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک سب کا علم عطا فرمایا ہے۔

## اپنی امت کے ہر حال، ان کی ہر نیت، ہر ارادے سے باخبر ہونا

لہٰذا اہل سنت کا جو عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر امتی کے حال سے آگاہ ہیں بالکل حق عقیدہ ہے ۔امام ابن الحاج مکی مدخل میں اور امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں "قد قال علماءُ نا رحمهم الله تعالى لا فرق بين موته وحياته صلى الله تعالى عليه وسلم فى مشاهدته لامّته و معرفته باحوالهم و نياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذٰلك جلي عنده، لا خفاء به" ترجمہ: بے شک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے، اس بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں ان کے ہر حال، ان کی ہر نیت، ان کے ہر ارادے، ان کے دلوں کے ہر خیال کو پہچانتے ہیں اور یہ سب چیزیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں ۔

(المدخل لابن الحاج، فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین، جلد1، صفحہ259، دار التراث العربی، بیروت)

## حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کا منکر ہونا

ان دلائل کے برعکس جو مطلقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب دیئے جانے کا انکار کرے وہ پکا کافر ہے کہ قطعی الثبوت کا انکار ہے۔سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ''انکار علم غیب کہ اگر نہ صرف لفظ بلکہ معنیٰ کا انکار ہو اور علی الاطلاق ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اصلاً غیب پر اطلاع نہ دی گئی تو یہ انکار بذاتِ خود کفر ہے کہ آیاتِ قرآنیہ و نصوصِ قاطعہ کے علاوہ خود نفسِ نبوتِ حضور کا انکار کیا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ242، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر مطلقا علم غیب کی نفی نہیں کرتا بلکہ کثیر علم غیب عطائی کا منکر ہے تو ضرور گمراہ بد دین ہے کہ یہ کثیر احادیث سے ثابت ہے اور عقائد اہل سنت میں سے ہے اور عقائد اہل سنت کا انکار گمراہی ہوتا ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر علم غیب بعطائے الٰہی کثیر و وافر اشیاء وصفات و احکام و برزخ و معاد و اشراط ساعت وگزشتہ وآئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بد دین و منکر قرآن عظیم و احادیث متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً کافر، ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر و وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان و مایکون میں کلام کرے اور

ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد06، صفحہ 541، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## نفی علم غیب والی آیات واحادیث ذاتی غیب پرمبنی ہیں

وہابی جونفی علم غیب پر آیات واحادیث پیش کرتے ہیں ان کا تعلق ذاتی علم غیب کے ساتھ خاص ہے۔جبکہ اہل سنت کے نزدیک حضور علیہ السلام کا علم ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ ہے۔دوسرا یہ کہ وہ دلائل تکمیل قرآن سے قبل پرمحمول ہیں چونکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجمالی علم روزِ اول میں ہی دے دیا گیا تھا پھر آپ کا علم نزول قرآن کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور تکمیل قرآن پر آپ کا علم مکمل ہوگیا۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''فقیر نے قرآن عظیم کی آیاتِ قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے 23 برس میں بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک کی ہر شے، ہر بات کا علم عطا فرمایا۔اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیاتِ قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلم نہیں ہوسکتی، اگر چہ سنداً صحیح ہو۔تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم:۔

**اول:** وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

**دوم:** واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہو۔

**سوم:** اس دلیل سے راساً عدم حصول علم ثابت ہو کہ مخالف متدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت ومقتضی ہے۔

**چہارم:** صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحۃً نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لیے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں۔اللہ عزوجل روزِ قیامت رسولوں کو جمع کر کے فرمائے گا﴿مَاذَا أُجِبْتُمْ﴾ جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انہوں نے کیا جواب دیا؟ عرض کریں گے﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شبہات اور انکے امثال کے رَد کو بھی چار جملے بس ہیں اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روزِ اول سے قیامِ قیامت تک یعنی ان حوادث سے ہو جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا دعویٰ ہے۔امور متعلقہ ذات وصفات والبد وغیرہ

نامتناہیات سے ہوتو بحث سے خروج اور دائرہ جنون وسفاہت میں صریح ولوج ہے۔ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہوجاتے ہیں ﴿کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ﴾ جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اُسے قیام نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ512، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## وہابیوں کا علم غیب کے متعلق عقیدہ

وہابی اوپر بیان کئے گئے تمام دلائل کا انکار کرتے ہوئے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔وہابیوں کے نزدیک علم غیب ایسی نایاب شے ہے جو نبی علیہ السلام کو تو کیا رب تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) کمل نہیں ہے یعنی رب تعالیٰ اگر چاہے تو غیب دریافت کرلے ورنہ اسے بھی غیب کا علم نہیں ہوتا چنانچہ وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی صاحب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں: ''غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجئے، یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔کسی نبی وولی کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الثانی ردالاشراک فی العلم، صفحہ14، مطبع علیمی، لاہور)

وہابیوں سے قبل معتزلہ اولیاء کے لئے علم غیب کے منکر تھے، لیکن وہ انبیاء علیہم السلام کے لئے علم غیب کے معتقد تھے۔علامہ سعدالدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرقہ باطلہ معتزلہ کے کرامات اولیاء سے انکار اوران کے شبہات فاسدہ کے ذکرو ابطال میں فرماتے ہیں "الخامس وھو فی الاخبار عن المغیبات قولہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول خص الرسل من بین المرتضین بالا طلاع علی الغیب فلا یطلع غیر ھم وان کانوا اولیاء مرتضین، الجواب ان الغیب ھھنا لیس للعموم بل مطلق اومعین ھووقت وقوع القیٰمۃ بقرینۃ السباق ولا یبعدان یطلع علیہ بعض الرسل من الملٰئکۃ او البشرفیصح الاستثناء" ترجمہ:معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو، جب غیب پر اطلاع پسندیدہ بندوں میں سے رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ائمہ اہلسنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علومِ غیب کی نفی ہوسکے، بلکہ یا تو یہ مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا

خاص وقت وقوعِ قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتا) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے۔ (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر شبہہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے، اب اگر اس سے تعین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو اُن کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(شرح المقاصد، المبحث الثامن اولی ھو العارف باللہ تعالیٰ، جلد2، صفحہ204، 205، دار المعارف النعمانیہ، لاہور)

اس نفیس عبارت کتاب العقائد اہلسنت سے ثابت ہوا کہ وہابیہ معتزلہ سے بھی بہت بدتر ہیں، معتزلہ کو صرف اولیائے کرام کے علومِ غیب میں کلام تھا انبیاء کے لیے مانتے تھے، یہ وہابی خود انبیاء سے منکر ہو گئے۔ نہ صرف منکر ہوئے بلکہ اسے حسب عادت شرک کہہ دیا چنانچہ البراہین القاطعہ میں دیوبندی مولوی خلیل انبیٹھوی نے لکھا ہے: ''خدا کے بتائے سے بھی اگر بعض مغیبات کا علم ان کے لیے مانے جب بھی شرک ہے۔''

(البراہین القاطعہ، بحث علم غیب، صفحہ51، مطبع بلاسا واقع، ڈھور)

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ کتنے محدثین ومفسرین اور علمائے اسلام کو وہابیوں نے مشرک کہہ دیا ہے۔ علمِ غیب کی نفی کرتے ہوئے وہابی مولوی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا: ''حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔''

(البراہین القاطعہ، بحث علم غیب صفحہ 51، مطبع بلاسا واقع، ڈھور)

دیوبندی مولوی نے اس گستاخانہ بات کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا جبکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس روایت کو باطل کہا ہے چنانچہ مدارج شریف میں یوں فرمایا ہے "اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آں چہ درپس ایں دیوار ست، جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے نہ دارد، وروایت بداں صحیح نشدہ است"

ترجمہ: اس موقعہ پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں مجھے معلوم نہیں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

(مدارج النبوت جلد1، صفحہ7، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

پھر بات یہاں تک بھی ختم نہ ہوئی مزید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا: ''وہ اورتو اوراپنے خاتمے کا بھی نہ جانتے تھے۔''

(البراہین القاطعہ،بحث علم غیب،صفحہ 51،سطبع بلاساواقع ،لاہور)

پھر آخر میں گستاخی کی انتہا کرتے ہوئے شیطان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ علم والا کہا چنانچہ لکھتا ہے: اس پر عذر کہ ابلیس کی وسعتِ علم نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔

(البراہین القاطعہ بحث علم غیب صفحہ 51،سطبع بلاساواقع ،لاہور)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا: ''بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہرصبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔''

(حفظ الایمان ،جواب سوال سوم،صفحہ8، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، سہارنپور، بھارت)

یہاں حضورعلیہ السلام کے علم کو معاذ اللہ بچوں، پاگلوں اورحیوانات سے ملادیا۔جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ دیوبندی اوروہابی عقائد کے اعتبار سے تقریبا ایک جیسے ہیں۔آپ خود اندازہ لگائیں کہ نیا فرقہ کون ہے وہابی یا بریلوی؟ کیا وہابیوں کے عقائد قرآن وسنت وعلمائے اسلاف کے موافق ہیں؟ کیا ان کو اہل حدیث کہنا درست ہے جبکہ ان کے عقائد صریح احادیث کے خلاف ہیں؟ آئیں اب دیکھتے ہیں ظہیر صاحب علم غیب کے متعلق کیا اندھیرا اڈالتے ہیں:۔

> ﷽ اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام اشیاء کا علم فقط ذات الٰہی کے لئے خاص ہے،عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے،انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی کسی شئے کا علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ ان پر وحی نازل نہ ہوجائے۔انبیاء علیہم السلام کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا اعتراف عظمت نہیں بلکہ انتہائی گمراہی اورضلالت ہے۔سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات وحقائق کے اورروشن دلائل کے خلاف ہے اورنہ صرف یہ کہ اس میں کتاب وسنت کی مخالفت ہے بلکہ یہ عقیدہ فقہ حنفی کے بھی مخالف ہے۔
>
> بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء واولیاء کو ہراس واقعہ کا علم ہے،جو ہوچکا ہے یا ہونے والا ہے۔ ان کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں،ساراعالم ان کی نظر کے سامنے ہے،سووہ دلوں کے حالات کو جاننے والے،ہرراز سے باخبر اورتمام مخلوقات سے واقف ہیں۔انہیں قیامت کا علم،آنے والے دن کے حالات کی اطلاع ہوتی ہے۔ رحِم مادر میں جو کچھ ہے،اس سے آشنا ہوتے ہیں۔ہرحاضر وغائب پر ان کی نظر ہوتی ہے۔غرضیکہ دنیا میں جو کچھ

ہوچکا ہے، جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، اولیاء سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ ﴿﴾

## غیب کی تعریف ومفہوم

ظہیر صاحب نے یہاں بھی بریلویوں کو نیا فرقہ ثابت کرتے ہوئے ،فریبانہ انداز میں وہابی عقائد کو اہل سنت کا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔اہل سنت کے متعلق یہ بہتان باندھ دیا کہ علم غیب کا عقیدہ رکھنا گمراہی اور ضلالت ہے۔معاذ اللہ عزوجل۔یہاں ظہیر صاحب نے ایک اور خود ساختہ نظریہ پیش کیا ہے جو کہ اکثر وہابی علم غیب کے متعلق کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہ تھا، آپ نے جو غیبی خبریں دی ہیں وہ بطور وحی تھیں اور جب نبی علیہ السلام کو بطور وحی بتا دیا گیا تو وہ علم اب علم غیب نہیں رہتا۔جبکہ وہابیوں کا یہ نظریہ بالکل باطل ہے۔غیب سے مراد وہ چھپی ہوئی چیز ہے جو نہ حواسِ خمسہ (یعنی آنکھ، کان ،ناک، زبان اور جلد) سے محسوس ہو سکے اور نہ ہی عقل یا بداہت سے معلوم ہو سکے، لہٰذا علمِ غیب سے مراد غیبی چیز کا علم ہے۔علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی علیہ رحمۃ اللہ القوی تفسیر ''روح المعانی''میں ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ کے تحت فرماتے ہیں"مالا یقع تحت الحواس، ولا تقتضیہ بداھۃ العقل"ترجمہ: (علمِ غیب سے مراد وہ علم ہے) جو نہ ہی حواس (خمسہ جیسے آنکھ، کان وغیرہ) کے تحت ہو، اور نہ ہی بداہتِ عقل اس کا تقاضا کرے۔

(تفسیر روح المعانی،فی تفسیر،سورۃ البقرہ آیت 3، جلد1، صفحہ117،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

جب علمِ غیب سے مراد وہ علم ہے، جو حواسِ خمسہ کے بغیر حاصل ہو تو چاہے یہ وحیِ الٰہی عزوجل سے حاصل ہو یا کسی بھی ذریعے سے حاصل ہو، علمِ غیب ہی کہلائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے﴿ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے۔

(سورۂ یوسف، سورت12، آیت102)

معلوم ہوا کہ وحیِ الٰہی عزوجل سے بھی علمِ غیب حاصل ہوتا ہے اور اس علم کو علم غیب ہی کہیں گے۔اگر وہابیوں والا خود ساختہ نظریہ لیا جائے کہ جس چیز کا علم ہو جائے تو اب وہ علم غیب نہیں رہتا، تو رب تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے پھر تو رب تعالیٰ کے لئے بھی علم غیب نہ رہا اور اسے عالم الغیب کہنا بھی بے محل رہا۔دراصل جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی چیز کا علم عطا فرمایا گیا تو وہ چیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے تو غیب ہی ہے، جب رب تعالیٰ کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیبی خبریں دے رہے ہیں تو یہ علم غیب ہی ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی دلائل سے واضح کیا ہے کہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے بلکہ یہ وہی عقیدہ رکھتا ہے جس عقیدہ پر صحابہ

کرام، تابعین وعلمائے اسلاف تھے۔علم غیب کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت کا عقیدہ ہے اور اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ علم غیب ذاتی رب تعالیٰ کو ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

(سورۃ النمل، سورۃ 27، آیت 65)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "العلم ذاتی مختص بالمولی سبحنه وتعالی لایمکن لغیره ومن اثبت شیئامنه ولوادنی من ادنی من ادنی من ذرة لاحد من العلمین فقد کفر واشرك " ترجمہ: علمِ ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے۔

(الدولۃ المکیۃ، النظر الاول، صفحہ 6، مطبعہ اہلسنت، بریلی)

## اولیاء کرام کا علمِ غیب

یعنی کوئی نبی بذاتِ خود غیب کو نہیں جان سکتا، البتہ رب تعالیٰ جسے چاہے علم غیب عطا فرمادے۔باقی ظہیر صاحب نے جو کہا کہ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کو ہر اس واقعہ کا علم ہے جو ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔ان کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں وغیرہ، یہ بھی کوئی خودساختہ مذہب نہیں بلکہ اسلاف سے ثابت ہے۔ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے اولیاء کرام کو علم غیب عطا کیا جاتا ہے امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں "لایعلم متی تقوم الساعة الا الله الا من ارتضی من رسول فانه یطلعه من یشاء من غیبه و الولی التابع له یاخذ عنه" ترجمہ: کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے۔رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الرعد، جلد7، صفحہ186، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، مصر)

امام اجل ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی پھر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں "لایعلم ذٰلك استقلالاً وعلم احاطةٍ بکل المعلومات الا الله تعالی اما المعجزات والکرامات فباعلام الله تعالی لهم علمت و کذا ماعُلِمَ باجراء العادة " ترجمہ: کوئی (رب تعالیٰ کے علاوہ) استقلالاً علم غیب نہیں جان سکتا اور کل

معلومات کے علم کا احاطہ صرف رب تعالیٰ کو ہے ۔ رہے انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات یہ تو اللہ عزوجل کے بتانے سے انہیں علم ہوتا ہے یونہی وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے ۔

(فتاوی حدیثیہ مطلب فی حکم ما اذا قال قائل فلان یعلم الغیب، صفحہ 228، مصطفی البابی، مصر)

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں "فاضَ علیّ من جنابِہِ المقدّس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیفیۃُ ترقی العبدِ من حَیزہ الی حیزا لقدس فیتجلّی لہ حینئذٍ کُلُّ شَیءٍ کما اخبرعن ھٰذاا المشھد فی قصّۃِ المعراج المنامی " ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقامِ قدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مقام سے معراجِ خواب کے قصے میں خبر دی۔

(فیوض الحرمین، صفحہ 169، محمد سعید اینڈسنز، کراچی)

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں کتاب عقائد تالیف حضرت شیخ ابوعبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں "نعتقدان العبدینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب "ترجمہ: ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقیِ مقامات پا کر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علمِ غیب حاصل ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ62، دار الفکر، بیروت)

امام ابن حجر مکی کتاب الاعلام پھر علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں "الخواص یجوزان یعلموا الغیب فی قضیۃ او قضایا کما وقع لکثیر منھم و اشتھر" ترجمہ: جائز ہے کہ اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت کے لیے واقع ہو کر مشہور رہا۔

(الاعلام بقواطع الاسلام، صفحہ 359، مکتبۃ الحقیقۃ بشارع دار الشفقۃ، استنبول ترکی)

اولیاء کرام کے علم کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ ہر ولی کو تمام اگلے پچھلے واقعات، دلوں کے رازوں وغیرہ کا علم ہوتا ہے بلکہ اس کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ اولیاء کو ان کے منصب کے مطابق علم عطا کیا جاتا ہے ۔

## نفی علم غیب پر وہابی دلائل اور اسکے جوابات

﴾ اب سنئے قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات، جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے ۔ مخلوق کا کوئی فرد بھی اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں شریک وساجھی نہیں ہے چنانچہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ نہیں جانتا کوئی بیچ آسانوں کے اور زمین کے غیب مگر اللہ۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ تحقیق اللہ جانتا ہے پوشیدہ چیزیں آسانوں کی اور زمین کی، تحقیق وہ جاننے والا ہے سینے والی بات کو۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ تحقیق اللہ جانتا ہے پوشیدہ غیب آسانوں کا اور زمین کا اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ﴿وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ﴾ اور واسطے اللہ کے ہیں پوشیدہ چیزیں آسانوں کی اور زمین کی۔ یعنی علم ان کا اور طرف اسی کی پھیرا جاتا ہے کام سارا۔ ﴿اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا ج اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ﴾ سوائے اس کے نہیں کہ علم غیب واسطے خدا کے ہے، پس انتظار کرو۔ تحقیق میں بھی ساتھ تمہارے انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ ﴿وَ عِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَآ اِلَّا ہُوَ ط وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُہَا وَ لَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ اور پاس اس کے ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا ان کو مگر وہ اور جانتا ہے جو کچھ بیچ جنگل کے ہے اور دریا کے ہے۔ اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر جانتا ہے اس کو اور نہیں گرتا کوئی دانہ بیچ اندھیروں زمین کے اور نہ کوئی خشک اور نہ گیلی چیز مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے۔

اور فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ج وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ج وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ط وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ تحقیق اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ بیچ پیٹوں ماں کے ہے۔ اور جانتا نہیں کوئی جی کیا کماوے گا کل کو؟ اور نہیں جانتا کوئی جی کس زمین میں مرے گا؟ تحقیق اللہ خبردار ہے۔

ہم نے پہلے واضح کیا کہ یہ آیات ذاتی علم غیب کے متعلق ہیں۔ ذاتی علم غیب رب تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جو غیر اللہ کے لئے ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ پکا کافر ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے جس پر صریح آیات و احادیث اوپر پیش کی گئی ہیں۔ وہابی یہ آیات پیش کر کے نفی غیب ثابت کرتے ہیں لیکن ان آیات کا تذکرہ نہیں کرتے جن میں عطائی کا ذکر ہے۔ وہابیوں کو چاہئے کہ ان آیات کا جواب دیں اور اپنے مؤقف پر محدثین و مفسرین کا کلام پیش کریں کہ جن میں صراحت ہو کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کو علم غیب عطا نہیں کیا ہے۔ آئیں ہم اپنے اسی مؤقف پر علمائے

اسلاف کے اقوال پیش کرتے ہیں ۔امام قاضی عیاض شفا شریف اورعلامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں" (ھذہ المعجزۃ)فی اطلاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الغیب (المعلومۃ علی القطع) بحیث لایمکن انکارھا اوالتردد فیھا لا حدٍ من العقلاء (لکثرۃ رواتھا واتفاق معانیھا علی الاطلاع علی الغیب) وھذالاینافی الآیات الدالۃ علی انہ لایعلم الغیب الا اللّٰہ وقولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ وامّا اطلاعہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم علیہ با علام اللّٰہ تعالٰی لہ فامرمتحقق بقولہ تعالٰی ﴿ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾'' ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تر دد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالا تفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جن میں یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منافی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کر لیتا، اس لیے کہ ان آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر واسطے کے ہو اور اللہ تعالٰی کے بتائے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

(نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض، ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب جلد3، صفحہ150، مرکز اہلسنت برکات رضاء الہند)

علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں"وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالٰی لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضا واما اذا قید وقیل اعلمہ اللّٰہ تعالٰی الغیب اواطلعہ علیہ فلا محذور فیہ "ترجمہ:علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اسلئے نا جائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے۔لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگا دی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو غیب کا علم عطا فرما دیا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرما دیا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔

(حاشیہ سید الشریف علی الکشاف، تحت آیۃ3 /2، جلد1، صفحہ28، انتشارات آفتاب تہران)

تفسیر نیشا پوری میں ہے"لا اعلم الغیب فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الّا اللّٰہ " ترجمہ:آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

(غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری)،تحت آیۃ6 /50، جلد3، صفحہ81، دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر انموذج جلیل میں ہے "معناہ لایعلم الغیب بلادلیل الا اللّٰہ وبلا تعلیم الا اللّٰہ وجمیع الغیب

الا اللہ "ترجمہ: آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے "قوله ولا اعلم الغيب يدل على اعترافه بانه غير عالم بكل المعلومات "ترجمہ: آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ارشاد ہوا تم فرما دو میں غیب نہیں جانتا، اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں۔

(مفاتیح الغیب، فی تفسیر، سورۃ البقرہ، آیت 34، جلد2، صفحہ436، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جامع الفصولین میں ہے "يجاب بانه يمكن التوفيق بان المنفى هو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام اوالمنفى هو المجزوم به لا المظنون ويؤيده، قوله تعالى اتجعل فيها من يفسد فيها الأية لانّه غيب اخبر به الملئكة ظنا منهم اوبا علام الحق فينبغى ان يكفر لوادعاه مستقلاً لا لو اخبربه باعلام فى نومه اويقظته بنوع من الكشف اذلامنافاة بينه وبين الأية لما مرّمن التوفيق "ترجمہ: (یعنی فقہا نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور آئمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لیے بذاتِ خود علم غیب مانا جائے، خدا کے بتائے سے علمِ غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا تُو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے۔ ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علمِ غیب ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے، ایسا علمِ غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(جامع الفصولین، الفصل الثامن والثلاثون، جلد2، صفحہ302، اسلامی کتب خانہ، کراچی)

ردالمحتار میں امام صاحبِ ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے "لو ادعى علم الغيب بنفسه يكفر "ترجمہ: اگر بذاتِ خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعویٰ کرے تو کافر ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الجہاد، باب المرتد، جلد4، صفحہ243، دار الفکر، بیروت)

## نبوت کے معنی غیب جاننا ہیں

﴿ مگر بریلوی حضرات کتاب وسنت کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام روز اول سے روز آخر تک کے تمام ''ما کان وما یکون'' کو جانتے بلکہ دیکھ رہے ہیں اور مشاہدہ فرما رہے ہیں۔146

مزید ارشاد ہوتا ہے: ''انبیاء پیدائش کے وقت عارف باللہ ہوتے ہیں اور وہ علم غیب رکھتے ہیں۔''147 ﴾

نبوت کے معنی ہیں غیب کا جاننا چنانچہ امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں "النبوة التی هی الاطلاع علی الغیب "ترجمہ: نبوت کے معنی ہی یہ ہیں غیب جاننا۔

(المواہب اللدنیہ المقصد الثانی، الفصل الاول، جلد1، صفحہ469، المکتبۃ التوفیقیہ، القاہرۃ)

مزید نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم مبارک نبی کے بیان میں فرمایا "النبوأة ماخوذة من النباء وهو الخبر ای ان الله تعالی اطلعه علی غیبه "ترجمہ: حضور کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(المواہب اللدنیہ المقصد الثانی، الفصل الاول، جلد1، صفحہ468، المکتبۃ التوفیقیہ، القاہرۃ)

جب نبی ہوتا ہی وہ ہے جو غیب کا جاننے والا ہے تو پھر اس پر اس قسم کا اعتراض کرنا سیدھی جہالت ہے۔

## نبی کریم ﷺ کو تمام علوم جزی وکلی حاصل ہوئے

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام بریلویت جناب احمد رضا قمطراز ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جزئی وکلی علم حاصل ہوگئے اور سب کا احاطہ فرمالیا۔''148

جامع ترمذی کی حدیث پاک کے حوالے سے اوپر گزرا کہ معراج کی رات رب تعالیٰ نے جب دست قدرت رکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علمت ما فی السمٰوٰت وما فی الارض" جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب التفسیر من سورۃ ص، جلد5، صفحہ366، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں "دانستم هر چه در آسمانها و هر چه در زمینها بود عبارت ست از حصول تمامه علوم جزئی و کُلی واحاطه آں" ترجمہ: میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا۔ اس حدیث میں تمام علوم جزی وکلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کا بیان ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب المساجد، جلد1، صفحہ333، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

## لوح وقلم کا علم

ایک دوسری جگہ نقل کرتے ہیں: ''لوح وقلم کا علم، جس میں تمام ما کان وما یکون ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔''149

مزید لکھتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وانواع میں کلیات، جزئیات، حقائق ودقائق، عوارف اور معارف کہ ذات وصفات الٰہی کے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے مکتوب علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے، پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے تو ہے۔ حضور کا علم وحلم تمام جہاں کو محیط ہے۔'' 150

یہ اس بزرگ ہستی کا کلام ہے جن کا کلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوا اور آپ نے خواب میں آکر امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو چادر مبارک تحفے میں دی چنانچہ آپ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

فانّ من جودك الدّنيا وضرّتها ومن علومك علم اللّوح والقلم

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! دنیا وآخرت دونوں حضور کے خوانِ جودوکرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح وقلم کا تمام علم جن میں ماکان ومایکون مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک حصہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلک وصحبک وبارک وسلم۔

(مجموع المتون، متن قصیدۃ البردۃ، صفحہ 10، الشئون الدینیہ، دولۃ قطر)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں فرماتے ہیں "توضيحه ان المراد بعلم اللّوح ما اثبت فيه من النقوش القدسية و الصور الغيبية وبعلم القلم ما اثبت فيه كما شاء والا ضافة لادنى ملابسة وكون علمهما من علومه صلى الله تعالى عليه وسلم انّ علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما يكون سطراً من سطور علمه ونهراً من بحور علمه ثم مع هذا هو من بركة وجوده صلى الله تعالى عليه وسلم " یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علمِ لوح سے مراد نقوشِ قدس وصورِ غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے۔ ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقے یعنی محلیت نقش واثبات کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک پارہ ہونا، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء وعلومِ اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات وصفات حضرت عزت جل جلالہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے جملہ علوم علومِ محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں، پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

(الزبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ صفحہ 117، ناشر جمعیت علماء سکندریہ، خیرپور سندھ)

## حضور علیہ السلام کو ہر چیز کا علم عطا ہوا ہے

﴿ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات الٰہی کے شانوں اور صفات حق کے احکام اور انعال اور آثار غرض جمیع اشیا کا علم اور حضور نے جمیع علوم اول وآخر ظاہر وباطن کا احاطہ فرمایا۔151 ﴾

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ افضل القری میں فرماتے ہیں "لانّ اللّٰہ تعالی اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والاٰخرین وما کان ومایکون "ترجمہ: یہ اس لیے کہ بے شک عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور ما کان وما یکون کا علم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوگیا۔

(افضل القراء لقراء ام القری، ماخوذ از، فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 455، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں "ھذا مع انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان لایکتب ولکنہ اوتی علم کل شیء حتی قدوردت اٰثار بمعرفتہ حروف الخط وحسن تصویرھا کقولہ لا تمدوا بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم رواہ ابن شعبان من طریق ابن عباس وقولہ الحدیث الاخر الذی روی عن معٰویۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ انہ کان یکتب بین یدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال لہ الق الدواۃ و حرّف القلم واقم الباء وفرق السین ولا تعور المیم و حسن اللّٰہ و مدّ الرحمن وجود الرحیم " ترجمہ: حالانکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا یہاں تک کہ بے شک حدیثیں آتی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے، جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "بسم اللہ" کشش سے نہ لکھو (سین میں دندانے ہوں نری کشش نہ ہو) دوسری حدیث (مسند الفردوس) میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو اور قلم پر ترچھا قط دو اور "بسم اللہ" کی ب کھڑی لکھو اور اس کے دندانے جدا رکھو اور میم اندھا نہ کردو (اس کے چشمہ کی سفیدی کھلی رہے) اور لفظ "اللہ" خوبصورت لکھو اور لفظ رحمٰن میں کشش ہو اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔

(الشفاء بحقوق المصطفی، فصل ومن معجزاتہ الباہرۃ، جلد 1، صفحہ 298، 299، المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ)

## حضور علیہ السلام کے واسطے کائنات بنی

﴿ جناب بریلوی کے ایک معتقد ارشاد فرماتے ہیں: ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم کی کوئی شئے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ روح پاک عرش اور اس کی بلندی وپستی، دنیا وآخرت، جنت ودوزخ سب پر مطلع ہے۔ کیونکہ یہ سب اسی ذات جامع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔''152 ﴾

وہابی اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حسن اعتقاد پیدا کرلیں تو انہیں صحاح ستہ میں بے شمار ایسی احادیث ملیں گی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت عیاں ہوگی۔ کیا وہابیوں نے وہ حدیث نہیں پڑھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت ودوزخ کے احوال بتائے؟ وہ حدیث نہیں پڑھی جس میں آپ نے زمین پر رہتے ہوئے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی اور اس کا حال بیان فرمایا؟ زمین پر رہتے ہوئے جہنم میں گرنے والے پتھر کی آواز سنی اور اس پتھر کے گرنے کی مدت ارشاد فرمائی؟ زمین پر کھڑے ہیں اور شان یہ ہے کہ ہاتھ بڑھا کر جنت سے پھل توڑ لیں، جہنم کو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ اس میں عورتیں زیادہ ہیں اور جنت کے متعلق فرمایا کہ اس میں فقراء کی اکثریت ہے۔ لیکن وہابیوں کو یہ احادیث نظر نہیں آتیں۔ انہیں وہ احادیث نظر آتی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی نفی نکل رہی ہو۔ باقی یہ بالکل حق ہے کہ پوری کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پیدا کی گئی ہے چنانچہ کتب تفاسیر اور الاسرار المرفوعہ کی حدیث پاک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ((لولاک لما خلقت الدنیا)) ترجمہ: اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ فرماتا۔

(الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرى، جلد1، صفحہ295، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا "لو لا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماء" ترجمہ: اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا نہ زمین وآسمان کو۔

(المواہب اللدنیۃ، المقصد الاول، جلد1، صفحہ70، المکتب الاسلامی، بیروت)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ حدیث پاک روایت کی "عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال أوحى الله إلى عيسى عليه السلام يا عيسى آمن بمحمد وأمر من أدركه من أمتك أن يؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله فسكن هذا حديث صحيح الإسناد" ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ

عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے عیسی! (علیہ السلام) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم دو کہ ان میں سے جو انہیں پائے وہ ان پر ایمان لے آئے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو، جنت اور جہنم کو پیدا نہ فرماتا۔ میں نے جب عرش تخلیق کیا تو وہ مضطرب ہوا تو میں نے اس پر ''لا إلـہ إلا الـلـہ محمد رسول اللہ'' لکھا تو وہ ساکن ہوگیا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرك على الصحيحين، ومن كتاب آيات رسول ﷺ، جلد2، صفحہ671، دار الكتب العلميہ بيروت)

## آپ علیہ السلام پتھر کے دل کا حال بھی جانتے ہیں

﴿ مزید لکھتے ہیں: ''جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام معلومات غیبیہ ولدنیہ پر محیط ہے۔''153

ایک اور بریلوی ارشاد کرتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو بھی جانتے ہیں اور تمام موجودات، مخلوقات، ان کے جمیع احوال کو بتمام وکمال جانتے ہیں۔ ماضی، حال، مستقبل میں کوئی شئے کسی حال میں ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں۔''154

ایک اور بریلوی مفکر اس پر بھی سبقت لے جاتے ہوئے یوں گویا ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے ایسا علم غیب بخشا کہ آپ پتھر کے دل کا حال بھی جانتے تھے تو ان کو اپنے عشاق انسانوں کے دلوں کا پتہ کیوں نہ ہوگا؟''155 ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اگر حسن اعتقاد نہیں تو خالی بخاری بخاری کرنے سے تو کیا قرآن سے بھی فائدہ نہیں ملتا۔ کثیر احادیث علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وارد ہیں، یہاں بخاری ومسلم کی ایک حدیث پاک پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھروں کا حال معلوم تھا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے احد چمکا تو فرمایا **((ہذا جبل یحبنا ونحبہ))** ترجمہ: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب أحد يحبنا ونحبه، جلد5، صفحہ103، دار طوق النجاة)

یقیناً آپ اعمال وافعال اور دلوں کے حال سے باخبر ہیں۔ امام طبرانی حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **((عرضت علی امتی البارحة لدی ھذہ الحجرة اعرف بالرجل منھم من احد کم بصاحبہ))** گزشتہ رات مجھ پر میری اُمت اس حجرے کے پاس میرے سامنے

پیش کی گئی ۔ بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے ۔

(المعجم الکبیر، باب الحاء، أبو الطفیل عامر بن واثلة عن حذیفة بن أسید، جلد3، صفحه 181، مکتبة ابن تیمیة القاہرة)

## آپ کی سواری کا علم

ﷺ مزید ارشاد ہوتا ہے: ''جس جانور پر سرکار قدم رکھیں، اس کی آنکھوں سے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں۔

جس کے دل سر پر حضور کا ہاتھ ہو، اس پر سب غائب وحاضر کیوں نہ ظاہر ہو جائے؟'' 156 ﷺ

یہ کلام کس حدیث کے تحت کیا گیا ظہیر صاحب اسے گول کر گئے ۔ یہ کلام ایک حدیث کی شرح میں کیا گیا جس میں آپ کی سواری نے قبر میں ہونے والے عذاب کو جان لیا۔ صحیح مسلم، مسند ابن ابی شیبہ اور شرح السنۃ للبغوی کی حدیث پاک ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم حضور کے ساتھ تھے " فحادت البغلة به فكادت تلقيه، فإذا أقبر ستة أو خمسة أو أربعة، فقال ((من يعرف أصحاب هذه الأقبر؟)) فقال رجل: أنا، قال: ((فمتى مات هؤلاء؟)) قال: ماتوا في الإشراك، فقال: ((إن هذه الأمة تبتلى في قبورها، فلولا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه)) فقال: ((تعوذوا بالله من عذاب القبر)) قالوا: نعوذ بالله من عذاب القبر، فقال ((تعوذوا بالله من عذاب النار)) فقلنا: نعوذ بالله من عذاب النار، قال: ((تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن)) قالوا: نعوذ بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن، قال: ((تعوذوا بالله من فتنة الدجال)) " آپ کا خچر بدکا قریب تھا کہ آپ کو گرا دیتا، ناگاہ وہاں پانچ چھ قبریں تھیں، حضور نے فرمایا کہ ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں پہچانتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کب مرے؟ عرض کیا زمانہ شرک میں ۔تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گروہ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ اس عذاب سے کچھ تمہیں بھی سنا دے جو میں سن رہا ہوں ۔پھر ہماری طرف چہرہ کر کے فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب بولے ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۔فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا: کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب بولے ہم کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا: دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو۔

(مسند ابن ابی شیبہ، ما رواہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، جلد1، صفحہ101، دار الوطن، الریاض)

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''عذابِ قبر دیکھ کر معلوم ہوا کہ جس خچر پر حضور سوار ہو جائیں اسکی آنکھ سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں کہ وہ قبر کے اندر کا عذاب دیکھ لیتا ہے۔ تو جس ولی پر حضور کا دستِ کرم پڑ جائے وہ عرش و فرش دیکھ لیتا ہے۔ خیال رہے کہ جانور قبر والوں کی چیخ و پکار سن لیتے ہیں جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزر چکا ہے مگر عذابِ قبر کا دیکھنا حضور کی برکت سے تھا ورنہ ہمارے گھوڑے دن رات قبروں پر گزرتے ہیں نہ بدکتے ہیں نہ اچھلتے ہیں۔''

(مرأۃ المناجیح، جلد1، صفحہ131، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

## صحابہ کرام کا حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کے متعلق عقیدہ

﴿ خود امام بریلویت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات پر جھوٹ باندھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔''157 ﴾

اللہ اکبر! الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ شروع کی عبارت مترجم صاحب نے اپنے پاس سے ڈال دی ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام کے متعلق جھوٹ کہا جبکہ یہ خود بہت بڑا جھوٹ ہے کہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نفی علم غیب کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یہ کلام اعلیٰ حضرت نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ بہت بڑے محدث کا ہے چنانچہ صاحب المواہب اللدنیہ احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں "قد اشتهر وانتشر امره صلى الله تعالى عليه وسلم بين اصحابه بالاطلاع على الغيوب ترجمہ: بے شک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔

(المواہب اللدنیہ، المقصد الثامن، الفصل الثالث، جلد3، صفحہ125، المکتبۃ التوفیقیہ، القاہرۃ)

اُسی کی شرح زرقانی میں ہے ''اصحابه صلى الله تعالى عليه وسلم جازمون باطلاعه على الغيب "

ترجمہ: صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، الفصل الثالث، جلد10، صفحہ113، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اگر یہ دلیل نہ بھی ہو کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان سے یہ متصور ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق معاذ اللہ نفی غیب کا علم رکھتے تھے؟ کیا معاذ اللہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا وہابیوں کی طرح یہ عقیدہ تھا کہ نبی علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں؟ نبی علیہ السلام کو اپنی آخرت کے متعلق علم نہیں؟ کیا وہابیوں کی طرح معاذ اللہ یہ عقیدہ تھا کہ شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہے؟ یہاں کثیر احادیث پیش کی جا سکتی ہے جن سے صحابہ کا اثبات علم غیب پر عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ فقط ایک

حدیث پاک پیش کی جاتی ہے جو بخاری، مسلم اور مصنف عبد الرزاق کی ہے "أخبرني أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج حين زاغت الشمس ، وصلى الظهر ، فلما سلم قام على المنبر ، فذكر في الساعة ، وذكر أن بين يديها أمورا عظاما ، ثم قال ((من أحب أن يسأل عن شيء فليسأل عنه ، فوالله لا تسألوني حدثتكم به مادمت في مقامي هذا)) قال أنس : فأكثر الناس البكاء ، وأكثر رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقول ((سلوني سلوني)) فقال أنس فقام إليه رجل ، فقال : أين مدخلي يا رسول الله ؟ قال النار قال : وقام عبد الله بن حذافة فقال من أبي يارسول الله قال (( أبوك حذافة )) قال ثم أكثر يقول ((سلوني)) قال فبرك عمر على ركبتيه ، وقال رضينا بالله ربا ، وبالاسلام دينا ، وبمحمد صلى الله عليه وسلم رسولا ، قال فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قال عمر ذلك ، ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم (( والذي نفسي بيده لقد عرضت على الجنة والنار آنفا في عرض هذا الحائط وأنا أصلي فلم أر كاليوم في الخير والشر )) "ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے جب سورج ڈھل گیا اور نماز ظہر پڑھی جب سلام پھیرا تو منبر شریف پر کھڑے ہوئے اور قیامت کے متعلق ارشاد فرمایا اور جو اس کے درمیان امور ہونگے انکا ذکر کیا، پھر فرمایا جو مجھ سے کسی قسم کا سوال کرنا چاہتا ہے تو کرے خدا کی قسم جو جس قسم کا بھی سوال کرے گا میں اسکا جواب دوں گا جب تک اس مقام پر کھڑا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ بہت روئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت مرتبہ کہا مجھ سے سوال کرو مجھ سے سوال کرو۔ ایک آدمی کھڑا ہوا تو اس نے پوچھا یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آگ میں۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ فرمایا مجھ سے پوچھو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھے اور کہا ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس دیوار کے پاس مجھ کو جنت و دوزخ دکھائی گئی اور میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس سے بڑھ کر خیر وشر کبھی نہ دیکھا۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، باب مایکرہ من کثرۃ السؤال وتکلف ما لا یعنیہ جلد9، صفحہ95، دار طوق النجاۃ)

اس حدیث میں کئی باتیں غور طلب ہیں:۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے صاف الفاظ میں علم غیب کے متعلق اعلان فرمایا کہ قیامت تک کے امور پوچھو میں جواب دوں گا۔صحابی رسول نے اپنے نسب کے متعلق پوچھا، جس سے پتہ چلا کہ وہ صحابی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ میرا اصل باپ کون ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات یقینی طور پر جانتی ہے اور دوسرے شخص نے قیامت کے بعد ہونے والے امور کے متعلق پوچھا۔کہاں گئے وہ وہابی جو کہتے ہیں نبی علیہ السلام کو اپنی آخرت کے متعلق بھی معلوم نہیں۔اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے سند الحفاظ حضرت علامہ احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں "ودل ذالك علی انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذالك الاخبار عن المبدإ والمعاش والمعاد وفی تیسیر ایراد ذالك كله فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم" ترجمہ: یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوق کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی اور جب تک فناء ہوگی اور جب اٹھائی جائیگی سب بیان فرمادیا اور یہ بیان مخلوق کی پیدائش، دنیاوی زندگی اور محشر سب کو شامل تھا اور خلاف عادت آسانی سے ان ساری باتوں کا ایک ہی مجلس میں بیان فرمادینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

(فتح الباری، باب ما جاء فی قول اللہ تعالی وہو الذی یبدأ الخلق ثم یعیدہ وہو أہون علیہ، جلد6، صفحہ291، دار المعرفہ، بیروت)

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صریح الفاظ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کیا چنانچہ کنز العمال کی حدیث پاک ہے "عن علی رضی اللہ عنہ قال لم یغم علی نبیكم صلی اللہ علیہ و سلم شیء إلا خمس من سرائر الغیب ھذہ الآیۃ فی آخر لقمان ﴿إن اللہ عندہ علم الساعۃ﴾ إلی آخر السورۃ" ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہارے نبی علیہ السلام سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے مگر علوم خمسہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے: بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

(کنز العمال، کتاب التفسیر، سورۃ لقمان، جلد2، صفحہ587، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی اعتقاد تھا کہ انہیں علم غیب تھا چنانچہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر طبری میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ

آپ نے سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت فرمایا" کان رجلا یعلم علم الغیب " ترجمہ: وہ مرد کامل ہیں جو علمِ غیب جانتے ہیں۔

(جامع البیان (تفسیر الطبری)، تحت آیہ وعلمنہ من لدنا علما، جلد15، صفحہ323، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جب جنگ بدر میں قید کئے گئے کفار فدیہ لے کر چھوڑے جا رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) سے فرمایا"((یا عم أفد نفسك)) قال لیس لی مال فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم(( أین المال الذی دفعته بمكة لأم الفضل وقلت لها إن أصبت فللفلانی كذا ولولدی فلان كذا)) قال العباس :من أعلمك بهذا وما علم به أحد غیری وغیرها؟ أشهد أنك رسول الله حقاً" ترجمہ: اے چچا اپنی جان کا فدیہ دے۔ حضرت عباس نے کہا میرے پاس مال نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ میں ام فضل کو دیا تھا اور اسے کہا تھا کہ اتنا میرے فلاں بیٹے کو دے دینا، اتنا فلاں کو۔ حضرت عباس نے کہا: آپ کو یہ کس نے بتا دیا، اس بات کو میں اور میری بیوی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں۔

(شرح بخاری للسفیری، المجلس التاسع والثلاثون، جلد2، صفحہ274، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

## علم غیب اور علوم خمسہ

﴿ قرآن کریم کی صریح مخالفت کرتے ہوئے بریلویت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ مخفی امور کا بھی علم تھا جو قرآنی آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ج وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ج وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ط وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ تحقیق اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ بیچ پیٹوں ماں کے ہے اور نہیں جانتا کوئی جی کیا کماوے گا کل کو؟ اور نہیں جانتا کوئی جی کس زمین میں مرے گا؟ تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ ﴿اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ط وَ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ ○ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ﴾ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ کہ اٹھاتی ہے ہر عورت اور جو کچھ کہ کم کرتے ہیں رحم اور جو کچھ بڑھ جاتے ہیں اور ہر چیز نزدیک اس کے اندازے پر ہے۔ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا بڑا بلند۔ ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَکَادُ

اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ م بِمَا تَسْعٰی﴾ تحقیق قیامت آنے والی ہے۔ نزدیک ہے کہ چھپا ڈالوں میں اس کو تا کہ بدلا دیا جائے ہر جی ساتھ اس چیز کے کہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ﴿یَسْأَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَیَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّی لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِیْكُمْ إِلَّا بَغْتَةً یَسْأَلُوْنَكَ كَأَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ یہ لوگ آپ سے قیامت کی بابت دریافت کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ اس کا علم بس میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔ اس کے وقت پر اسے کوئی نہ ظاہر کرے گا بجز اس اللہ کے بھاری حادثہ ہے وہ آسمانوں اور زمین میں، وہ تم پر محض اچانک ہی آپڑے گی۔ آپ سے دریافت کرتے بھی ہیں تو اس طرح کہ گویا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی تحقیق کر چکے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ (یہ بھی) نہیں جانتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿یَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ط قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے اس کا علم تو بس اللہ ہی کو ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی أَجَلًا وَ أَجَلٌ مُسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ﴾ وہ اللہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ایک وقت مقرر کیا اور متعین وقت اسی کے علم میں ہے۔۔۔۔ پھر بھی تم شک رکھتے ہو؟ ﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ج وَ إِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ اور اسی کو قیامت کی خبر ہے اور اسی کی طرف تم سب واپس کئے جاؤ گے۔ ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ اور اس کے پاس ہیں غیب کے خزانے انہیں بجز اس کے کوئی نہیں جانتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں واضح کر دیا ہے کہ یہ غیبی امور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں چنانچہ مشہور حدیث جبریل علیہ السلام اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''ما المسؤل عنها باعلم من السائل و ساخبرك عن اشراطها اذا ولدت الامة ربّها الخ'' یعنی مجھے اس کے وقوع کا علم نہیں، البتہ اس کی نشانیاں آپ کو بتلا دیتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت

فرمائی ﴿ان اللہ عندہ علم الساعۃ﴾ اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: غیب کی پانچ کنجیاں ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا رحم مادر میں جو کچھ ہے، آنے والے کل کے واقعات، بارش ہوگی یا نہیں، موت کہاں آئے گی، قیامت کب قائم ہوگی؟ 167

مزید برآں حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا: ''تم مجھ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو حالانکہ اس کا علم تو سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی کو نہیں۔'' 168

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں: وقت قیامت، نزول بارش، مافی الارحام، واقعات مستقبل اور مقام موت۔'' 169

آیات قرآنیہ اور اس مفہوم کی بہت ساری احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں مگر بریلوی حضرات تعلیمات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالتے ہوئے بالکل اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں چنانچہ احمد رضا بریلوی صاحب لکھتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ غیبوں کا علم دے دیا۔'' 170

مزید ارشاد ہوتا ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب کو مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔'' 171

ایک دوسرے بریلوی کا ارشاد سنئے! لکھتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات، جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔'' 172

ظہیر صاحب نے اسی سیاست کو برقرار رکھتے ہوئے جو آیات و احادیث کے بعد امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حوالے سے کلام نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے عقائد اس کے برعکس ہیں، وہ ایک مذموم کوشش ہے۔ ہم نے پہلے کہا نزول قرآن کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب میں اضافہ ہوتا گیا اور تکمیل قرآن کے ساتھ یہ علم مکمل ہوگیا۔ یہاں تک کہ دنیا سے پردہ کرنے سے قبل قیامت سمیت ان پانچوں کا علم ہوگیا۔ البتہ بعض علماء کا یہ مؤقف ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچ علوم کے علاوہ ہر غیب کا علم عطا کیا گیا تھا اور بعض نے فرمایا کہ آپ کو یہ پانچ علوم بھی عطا فرما دیئے گئے تھے اور جتنی بھی احادیث میں ان علوم خمسہ کی نفی آئی وہ تکمیل قرآن سے قبل پر محمول ہیں۔علامہ بیجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں "لم یخرج صلی اللہ تعالی علیه وسلم من الدنیا الابعد ان اعلمه اللّٰہ تعالی بهذہ الامور ای الخمسه" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان پانچ غیبوں کا علم دے دیا۔

(حاشیۃ الباجوری علی البردۃ، تحت البیت فان من جودک الدنیا الخ، صفحہ 92، مصطفی البابی، مصر)

علامہ شنوانی نے جمع النہایۃ میں اسے بطور حدیث بیان کیا کہ "قد ورد ان اللّٰہ تعالی لم یخرج النبی صلی الله تعالی علیه وسلم حتی اطلعه علی کل شیء" ترجمہ: بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔ (جمع النہایہ، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 473، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علامہ عشماوی کتاب مستطاب عجب العجاب شرح صلاۃ سیّدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں "قیل انه صلی اللّه تعالی علیه وسلم اوتی علمها (ای الخمس) فی اخر الامر لکنه امر فیها بالکتمان وهذا القیل هو الصحیح" ترجمہ: کہا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا اور یہی قول صحیح ہے۔

(عجب العجاب شرح صلوٰۃ سید احمد کبیر بدوی، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 477، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مترجم صاحب نے ترجمہ یہ کیا ہے: ''مجھے اس کے وقوع کا علم نہیں۔'' جبکہ یہ ترجمہ غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبر دار نہیں۔'' اس جملہ میں ہرگز قیامت کے علم کی نفی نہیں بلکہ لوگوں کو قیامت کا معین وقت نہ بتانا مقصود ہے۔دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتا دیا مہینہ بھی تاریخ بھی بتائی چنانچہ فرمایا جمعہ کو ہوگی ،دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی۔جبرائیل علیہ السلام کے اس سوال پوچھنے سے یہ بھی واضح ہوا کہ جبرائیل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے۔اسی لئے بعد میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق پوچھا۔اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کا علم نہ ہوتا تو جبرائیل علیہ السلام کا قیامت کی نشانیاں پوچھنا بے محل تھا۔محدثین رحمہم اللہ نے اس حدیث پاک کی روشنی میں یہی فرمایا ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ

اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں "الکلام یقتضی أن یقول لست أعلم بعلم الساعۃ منك" ترجمہ: کلام اس کا تقاضا کرتا ہے کہ میں قیامت کا علم تجھ سے زیادہ نہیں جانتا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ62، دار الفکر، بیروت)

بعض علمائے کرام نے ان آیات اور احادیث کی یوں تاویل کی ہے کہ بغیر بتائے میں خودنہیں جانتا چنانچہ روض النضیر شرح جامع صغیر امام کبیر جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے متعلق ہے "اما قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الا ھو ففسر بانہ لا یعلمھا احد بذاتہ و من ذاتہ الا ھو لکن قد تعلم باعلام اللہ تعالی فان ثمہ من یعلمھا وقد وجدنا ذلك لغیر واحد کما راینا جماعتہ علموا متی یموتون و علموا مافی الارحام حال حمل المرأۃ وقبلہ "ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ ان پانچوں غیبوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کے یہ معنی ہیں کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے انہیں اللہ ہی جانتا ہے مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے۔ بے شک یہاں ایسے موجود ہیں جو ان غیبوں کو جانتے ہیں اور ہم نے متعدد اشخاص ان کے جاننے والے پائے۔ ایک جماعت کو ہم نے دیکھا کہ ان کو معلوم تھا کب مریں گے اور انہوں نے عورت کے حمل کے زمانے میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا کہ پیٹ میں کیا ہے۔

(روض النضیر شرح الجامع الصغیر ملحوۃ از فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ472، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں "المراد لا تعلم بدون تعلیم اللہ تعالی منہ " ترجمہ: مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح، تحت حدیث 3، جلد1، صفحہ73، مکتبۃ المعارف العلمیہ، لاہور)

بلکہ محدثین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اولیاء کرام کے لئے علوم خمسہ کو ثابت کیا ہے چنانچہ شرح ہمزیہ میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " انہ تعالی اختص بہ لکن من حیث الاحاطۃ فلا ینافی ذلك اطلاع اللہ تعالی لبعض خواصہ علی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فیھن خمس لا یعلمھن الا اللہ " ترجمہ: غیب اللہ کے لیے خاص ہے مگر بمعنی احاطہ تو اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کے بارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(فضل القراء القراء ام القری، تحت شعر لك ذات العلوم الخ، صفحہ143,144، مجمع الثقافی، ابوظبی)

امام قرطبی شارح صحیح مسلم ،پھر امام عینی بدر محمود، پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری، پھر علامہ علی قاری شارح مشکوۃ حدیث "وخمس لا یعلمھن الا اللہ" کی شرح میں فرماتے ہیں "فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان کاذباً دعواہ " ترجمہ: جوکوئی قیامت وغیرہ خمس سے کسی شے کے علم کا اِدعا کرے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے کہ حضور کے بتائے سے مجھے یہ علم آیا، وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری ، کتاب الایمان ،باب سوال جبریل النبی ﷺ، جلد1، صفحہ290، دار احیاء التراث العربی،بیروت)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب احادیث میں صراحت کے ساتھ فرمادیا گیا کہ پانچ قسم کے علوم سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا، پھر محدثین رحمہم اللہ نے کیسے کہہ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پانچوں علوم کا علم تھا؟ اسکا ایک جواب تو وہی ہے جو اوپر گزرا کہ ذاتی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علوم خمسہ نہیں جانتے۔ دوسرا اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین رحمہم اللہ جب بھی کوئی بات کہتے ہیں وہ احادیث کی روشنی میں کہتے ہیں، یہاں جوانہوں نے علم غیب ثابت ہونے کا کہا وہ دیگر احادیث کی روشنی میں کہا کہ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان علوم خمسہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:۔

☆سنن ابن ماجہ، مسند احمد، المعجم الکبیر للطبرانی کی حدیث پاک ہے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تلد فاطمة غلاما إن شاء الله فتكفلينه قالت فولدت فاطمة حسنا ، فدفعه إليها فأرضعته بلبن" ترجمہ: فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا ان شاء اللہ تم اس کی پرورش کروگی۔ حضرت ام الفضل نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت فاطمہ نے شہزادے حسن کو مجھے دے دیا تو میں نے ان کو دودھ پلایا۔

(المعجم الکبیر،باب الحاء ، جلد3، صفحہ 23، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ)

☆مسلم شریف میں ہے کہ غزوۂ بدر کے دن سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی کافروں کے مرنے کا مقام بتادیا راوی فرماتے ہیں " فقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا مصرع فلان ویضع یدہ علی الارض ھھُنا قال فما ماط احدھم عن موضع ید رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کافر کی قتل کی جگہ ہے اور اپنا ہاتھ ادھر رکھتے تھے راوی نے کہا ان میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ سے نہ ہٹا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد و السیر، باب غزوہ بدر، جلد3، صفحہ 1403، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

☆ صحیح بخاری اور صحیح ابن حبان کی حدیث پاک ہے حضرت عمار رضی اللہ تعالی عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر کیلئے اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا تو ان کے بارے ایک غیبی خبر دی جس کو امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ ان الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں "فراہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجعل ینفض التراب عنہ و قال ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ" ترجمہ: پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا اور انکے اوپر سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمانے لگے وائے عمار! کہ اسے باغی جماعت قتل کریگی۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب التعاون فی بناء المسجد، جلد1، صفحہ 97، دار طوق النجاۃ)

☆غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا"(( لاعطین ھذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ عزوجل علی یدیہ یحب اللہ عزوجل ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویحبہ اللہ ورسولہ)) قال فبات الناس یدوکون لیلتھم ایھم یعطاھا فلما اصبح الناس غدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلھم یرجون ان یعطاھا فقال ((این علی بن ابی طالب)) فقیل ھو یارسول اللہ یشتکی عینیہ قال:(( فارسلوا الیہ)) فاتی بہ فبصق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عینیہ و دعالہ فبرء حتی کا ن لم یکن بہ وجع فاعطاہ الرایۃ وفی حدیث اخر الذی ذکر قبل ھذا الحدیث فی الصحیح البخاری فاعطاہ ففتح علیہ" ترجمہ: کل جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ عزوجل اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دوست رکھتے ہیں: راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے رات بڑی بے چینی میں گزاری کہ دیکھئے کہ جھنڈا کس کو عطا کیا جاتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ سارے یہی تمنا لے کر آئے تھے کہ جھنڈا مجھے مل جائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی ابن ابو طالب کہاں ہیں؟ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر انہیں بلایا گیا وہ حاضر خدمت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کیلئے دعا فرمائی وہ ایسے شفایاب ہوئے گویا انہیں سرے سے تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ (رب تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔)

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، مناقب علی رضی اللہ تعالی عنہ، جلد5، صفحہ638، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

☆ قیصر پر جہاد اور اس میں ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شمولیت اور مغفرت کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبی خبر ارشاد فرمائی ''قال عمیر فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی صلی الله علیه وآله وسلم یقول ((**اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا**)) قالت ام حرام قلت یا رسول الله انا فیهم ؟ قال ((**انت فیهم**)) ثم قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم (( **اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم** )) فقلت انا فیهم یا رسول الله ؟ قال ((**لا**)) ''ترجمہ: عمیر نے کہا کہ پھر ہمیں ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میری امت میں پہلا لشکر جو سمندر کے راستے جہاد کرے گا وہ (اپنے لئے جنت) واجب کر لے گا۔ ام حرام فرماتی ہیں: کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں ان میں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ہاں) تم ان میں سے ہو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا جو پہلا لشکر قیصر کے شہر میں جہاد کرے گا۔ وہ بخشا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی: کیا میں ان میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ما قیل فی قتال الروم، جلد4، صفحہ42، دار طوق النجاۃ)

☆ صحیح بخاری میں ہے ''عن انس ابن مالك رضی الله تعالی عنه حدثهم ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم صعد احدًا وابوبكرٍ و وعمر عثمان فرجف بهم فقال (( **اثبت احد: فانما علیك نبی وصدیق وشهیدان** ))'' حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور ابوبکر، عمر فارق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ساتھ پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ لرزنے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے احد ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: لو کنت متخذا خلیلا، جلد5، صفحہ9، دار طوق النجاۃ)

☆ امام بخاری کے استادِ محترم ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں'' عن مالك قال أصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل إلی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله، استسق الله لأمتك فإنهم قد هلكوا فأتاه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المنام؛ فقال ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره أنكم مسقون ''ترجمہ: حضرت مالک سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑ گیا۔ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ

عزوجل سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کریں کہ یہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کو میرا اسلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ بارش ہوگی۔

(مصنف ابن شیبہ کتاب الفضائل، ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ، جلد12، صفحہ32، الدار السلفیہ، الہندیہ)

☆وہابی خارجیوں کے متعلق غیبی خبر دی ((یحقر أحدکم صلاته مع صلاتهم، وصیامه مع صیامهم، یقرؤون القرآن لا یجاوز تراقیهم، یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة)) تم اپنی نمازوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے، یہ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، جلد4، صفحہ200، دار طوق النجاة)

ان احادیث میں، پیدائش، موت، بارش، کل ہونے والے واقعات کی واضح تصریح ہے۔ باقی جہاں تک قیامت کے علم کا تعلق ہے تو علمائے اسلام نے صراحت فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم تھا، آپ نے بسبب حکمت اس کی معینہ تاریخ تو نہ بتائی البتہ آپ نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق کثیر احادیث ارشاد فرمائیں چنانچہ مصنف عبد الرزاق، ترمذی، بخاری میں ہے "عن أنس بن مالك قال لأحدثنكم حديثا لا يحدثكم أحد بعدي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ((من أشراط الساعة أن يقل العلم ويظهر الجهل ويظهر الزنا وتكثر النساء ويقل الرجال حتى يكون لخمسين امرأة القيم الواحد)) انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم تم کو وہ حدیث سناتے ہیں جنہیں میرے بعد کوئی نہ سنائے گا۔ میں نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل ظاہر ہوگا اور زنا ظاہر ہوگا اور عورتیں زیادہ اور مرد کم ہوں گے یہاں تک کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا ذمہ دار ہوگا۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، جلد1، صفحہ 27، دار طوق النجاة)

☆ بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے " قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ((ان من اشراط الساعة ان يرفع العلم ويكثر الجهل ويكثر الزنا ويكثر شرب الخمر)) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی اور زنا زیادہ ہو جائے گا اور شراب بکثرت پی جائے گی۔ (علم کے اٹھ جانے سے مراد علماء کی موت ہے۔ جہالت کے بڑھنے سے مراد دین سے جہالت کا ہونا ہے۔)

(صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم، جلد4، صفحہ2056، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

☆ السنن الواردۃ کی حدیث پاک ہے "عن الشعبی قال رسول اللہ علیہ آلہ وسلم **((من اقتراب الساعۃ موت الفجأۃ))** ترجمہ: حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ناگہانی موت قیامت کے قرب کی علامت ہے۔

(السنن الواردۃ فی الفتن وغوائلہا والساعۃ وأشراطہا، جلد4، صفحہ789، دار العاصمۃ الریاض)

☆ زلزلوں کی کثرت کے متعلق صحیح بخاری میں ہے "عن أبی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم **((لا تقوم الساعۃ حتی یقبض العلم وتکثر الزلازل ویتقارب الزمان وتظہر الفتن))**" ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک علم نہ اٹھالیا جائے، زلزلے کثرت سے نہ ہوں، زمانے مختصر نہ ہوجائیں، فتنے ظاہر نہ ہوجائیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما قیل فی الزلازل و الآیات، جلد2، صفحہ33، دار طوق النجاۃ)

پھر قرب قیامت کے متعلق کئی احادیث ارشاد فرمائیں جیسے دجال کا نکلنا، امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، جس وقت صور پھونکا جائے گا اس وقت لوگوں کے احوال، قیامت والے دن کے احوال، جنت و دوزخ کے احوال وغیرہ۔ لہٰذا محدثین رحمہم اللہ کا کہنا برحق ہے کہ آپ کو قیامت کا علم تھا مگر اسے چھپانے کا حکم تھا چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ذہب بعضہم إلی أنہ صلی اللہ علیہ وسلم أوتی علم الخمس أیضا وعلم وقت الساعۃ والروح وأنہ أمر بکتم ذلک'' ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امور خمسہ کا بھی علم دیا گیا اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(الخصائص الکبری، جلد2، صفحہ335، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ان تمام دلائل کے باوجود کہنا نبی علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اور دلیل میں وہی آیات واحادیث پیش کرنا جس میں ذاتی علم کی نفی ہے، قساوت قلبی اور ضد ہے۔

## حضور علیہ السلام مخلوق کے اگلے پچھلے حالات جانتے ہیں

✿ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے کے پہلے کے واقعات اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں۔ قیامت کے احوال مخلوق کی

گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔'' 

ظہیر صاحب نے یہاں بھی علمائے اسلاف کا کلام بریلوی علماء پر ڈال کر تنقید کی ہے۔ یہ کلام مشہور مفسر اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے چنانچہ لکھتے ہیں "یعلم محمد علیہ السلام ما بین أیدیھم من الأمور الاولیات قبل خلق اللہ الخلائق ۔۔ وما خلفھم من اھوال القیامۃ وفزع الخلق وغضب الرب" ترجمہ: حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے کے پہلے کے واقعات اور انکے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں، قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کے غضب کو بھی جانتے ہیں۔

(روح البیان فی تفسیر، سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت255، جلد1، صفحہ403، دار الفکر، بیروت)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے دوسروں کا علم

''حضور علیہ السلام لوگوں کے حالات کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے حالات جانتے ہیں۔ ان کے حالات ان کے معاملات اور ان کے قصے وغیرہ اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں۔ آخرت کے احوال، جنتی اور دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کی معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے، مگر اسی قدر جتنا کہ حضور چاہیں۔ اولیاء اللہ کا علم علم انبیا علیہم السلام کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء علیہم السلام کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے۔''173

یہ کلام بھی علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے چنانچہ فرماتے ہیں "یحتمل ان تکون الھاء کنایۃ عنہ علیہ السلام یعنی ھو شاھد علی أحوالھم یعلم ما بین أیدیھم من سیرھم ومعاملاتھم وقصصھم وما خلفھم من امور الآخرۃ واحوال اھل الجنۃ والنار وھم لا یعلمون شیأ من معلوماتہ إلا بما شاء ان یخبرھم عن ذلك انتھی قال شیخنا العلامۃ أبقاہ اللہ بالسلامۃ فی الرسالۃ الرحمانیۃ فی بیان الکلمۃ العرفانیۃ علم الأولیاء من علم الأنبیاء بمنزلۃ قطرۃ من سبعۃ أبحر وعلم الأنبیاء من علم نبینا محمد علیہ الصلاۃ والسلام بھذہ المنزلۃ وعلم نبینا من علم الحق سبحانہ بھذہ المنزلۃ۔۔فکل رسول ونبی وولی آخذون بقدر القابلیۃ والاستعداد مما لدیہ ولیس لاحد ان یعدوہ او یتقدم علیہ" ترجمہ: یہ احتمال بھی ہے کہ اس ضمیر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہوں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں، ان کے اخلاق، ان کے معاملات اور

ان کے قصے وغیرہ اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں۔آخرت کے احوال جنتی، دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے ،مگر اسی قدر جتنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں۔اولیاء اللہ کا علم ،علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء علیہم السلام کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب العالمین کے سامنے اسی درجہ کا ہے۔پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھ جائے۔

(روح البیان،فی تفسیر، سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت255، جلد1، صفحہ403،دار الفکر،بیروت)

## حضور علیہ السلام ہمیں دیکھ رہے ہیں

❁ اور سنئے:''حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات ونیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔''174

ایک اور صاحب فرماتے ہیں:''حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رہ کر ذرے ذرے کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔''175 ❁

اوپر دلائل سے واضح کیا کہ یہ احادیث ومستند دلائل سے ثابت ہے۔اب مزید اس کی تائید میں وہابی جنہیں اپنا امام کہتے ہیں ان کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں:۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شی اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص مبتھجا بشاشا"ترجمہ:مجھے سیدی والد ماجد نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز کیلئے کچھ کھانا تیار کراتا تھا،ایک سال کچھ کشائش نہ ہوئی کہ کھانا پکواؤں،صرف بُھنے ہوئے چنے میسر آئے وہی میں نے تقسیم کئے، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سامنے یہ چنے موجود ہیں اور حضور مسرور وشاداں ہیں۔

(الدرالثمین مبشرات النبی الامین،40، کتب خانہ علویہ رضویہ،فیصل آباد)

بتائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امتی کے احوال سے باخبر ہوئے یا نہیں اور آپ نے اس کو حوصلہ افزائی فرمائی یا نہیں؟ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں"و امید بداں کہ وے صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم می بیند ومی شنود کلام تر" ترجمہ: اور جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں۔

(مدارج النبوۃ، باب یاز، دہم وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است الخ، جلد2، صفحہ261، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مریض کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ صاحبِ فراش تھے، رات کو جب سو رہے تھے انہیں پیاس لگی اور کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہوئی، کوئی پاس نہ تھا، ان کے ایک بزرگ کی روح ظاہر ہوئی اس نے پانی پلایا اور کپڑا اُڑھایا۔

(انفاس العارفین مترجم اردو امداد اولیاء، 329، المعارف گنج بخش روڈ، لاہور)

## حضور علیہ السلام کا علم وصال کے بعد بھی اسی طرح ہے

﴿ بریلویت کے ایک اور پیروکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا علم میری وفات کے بعد اسی طرح ہے جس طرح میری زندگی میں تھا۔"176 ﴾

شروع والا جملہ مترجم صاحب کا اپنا شامل کیا ہوا ہے۔ مترجم صاحب خود جھوٹ اور بددیانتی کرتے ہیں اور الزام سنی علماء پر لگاتے ہیں۔ یہ حدیث پاک ہے جسے مستند عالم دین علی بن عبد اللہ بن احمد الحسنی الشافعی (المتوفی 911ھ) نے اپنی کتاب "وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ" میں نقل کیا ہے "وقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ((علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی)) الحافظ المنذری "ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہے جیسا میری حیات میں ہے۔ اس حدیث کو حافظ منذری نے روایت کیا۔

(وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ، الباب الثامن، الفصل الثانی، جلد4، صفحہ179، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں یہی حدیث پاک روایت کرتے ہیں: "میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی ہے جیسا میری زندگی میں۔"

(جذب القلوب، باب چہل دہم، در زیارت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صفحہ199، نولکشور، لکھنؤ)

وہابیوں کے نزدیک شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی جھوٹے ہوگئے۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں عطا کردیں

﴿ اسی پر بس نہیں، جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی غیوب خمسہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف یہ کہ خود ان باتوں کا علم ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں عطا کردیں۔''177 ﴾

ظہیر صاحب کی تحریف کی عادت بڑی پکی ہے۔دوسرے علماء کا کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ڈال دیتے ہیں۔یہ کلام امام اجل سیدی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔وہ جوہر منظم میں فرماتے ہیں "انہ صلی تعالی علیہ وسلم خلیفۃ اللّٰہ الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وتحت ارادتہ یعطی منہا من یشاء ویمنع من یشاء" ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے دست قدرت کے فرمانبردار اور حضور کے زیر حکم وارادہ واختیار کردیئے ہیں کہ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔

(الجوہر المنظم، الفصل السادس، صفحہ42، المطبعۃ الخیریۃ، مصر)

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو جانتے ہیں

﴿ ایک اور بریلوی ارشاد کرتے ہیں: ''قرآنی آیت ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ سے مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو جانتے ہیں۔''178

قرآن کریم کی تحریف کرتے ہوئے ان مدعیان علم وفضل کو ذرا سا بھی خوف خدا محسوس نہیں ہوتا۔

آہ! خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ ﴾

یہ آخری جملہ مترجم صاحب نے اپنے پاس سے ظہیر صاحب کے کلام میں شامل کردیا ہے اور کتنی آہ وبکا سے اہل سنت پر قرآن بدلنے کا الزام دے رہے ہیں جبکہ خود یہ جملہ ان کی بددیانتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔قرآن وحدیث میں کون ہیرا پھیری کرتا ہے، یہ تو اس کتاب کو پڑھنے والے جان جائیں گے۔ایک مثال یہی لیجئے کہ یہ کلام علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کرکے اس پر اعتراض کیا جارہا ہے جبکہ علامہ کاظمی شاہ صاحب نے یہ کلام شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مدارج النبوۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا کلام نقل کرتے ہیں "وھو بکل شیء علیم و دی صلی اللہ

علیه وآله وسلم وانا است برهمه چیز از شیونات ذات الهی واحکام صفات حق و اسماء وافعال وآثار و بجمیع علوم ظاهر وباطن اول آخر احاطه نموده ومصداق فوق کل ذی لم علیم شده علیه من الصلوٰة افضلها ومن التحیات اتمها واکملها(مدارج النبوۃ ،جلد 1 ،صفحہ3،نول کشور)''ترجمہ: ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں ،خواہ ذات الٰہی عزوجل کی شانیں ہوں یا احکام خداوندی ہوں یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال وآثار ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام علوم ظاہر وباطن ،اول وآخر کا احاطہ فرمایا ہے ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ﴿فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾ (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے ) کا مصداق ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی افضل ترین رحمتیں اور کامل ترین تحفے ان پر نازل ہوں۔''

(مقالات کاظمی،تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاضر و الناظر،جلد3، صفحہ 161،مکتبہ ضیائیہ،راولپنڈی)

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ خوف خدا کس کونہیں؟ کون قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کے اقوال کی تحریف کرتا ہے؟ جس ذات کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں اسی کے کلام پر اعتراض کررہے ہیں اور تعصب کی انتہاء یہ ہے کہ ان کا کلام اہل سنت کے علماء کی طرف منسوب کرکے انہیں جھوٹا ثابت کرنے کی مذموم کوشش کررہے ہیں۔علمائے اسلاف کا کلام کیا، یہاں ظہیر ومترجم صاحب نے تو احادیث رسول پر تنقید کی ہے جس کی کئی مثالیں آپ نے ملاحظہ کی ہیں۔

## ساتوں قطب کا علم غیب جاننا

❁ ان کے نزدیک غیوب خمسہ کا علم فقط نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بہت سے دوسرے افراد بھی اس صفت الٰہیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں چنانچہ امام بریلویت جناب احمد رضا صاحب بریلوی نقل کرتے ہیں:''قیامت کب آئے گی؟ مینہ کب کتنا برسے گا؟ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ کل کیا ہوگا؟ فلاں کہاں مرے گا؟ یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں، ان سے کوئی چیز حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیوں کر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہوسکتی ہیں، حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔غوث کا کیا کہنا! پھر ان کا کیا پوچھنا جو اگلوں ،پچھلوں، سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شئے انہی سے ہے۔''179

مزید سنئے اور اندازہ لگایئے! شیطان نے صریح قرآنی آیات کے مقابلہ میں انہیں بصارت وبصیرت سے کس طرح محروم کررکھا ہے؟ یہ لوگ اتباع شیطان کو دین کا نام دے کر خود بھی گمراہی کی دلدل میں پھنسے ہوئے

ہیں اور سادہ لوح عوام کی گمراہی کا سبب بھی بنے ہوئے۔ ارشاد ہوتا ہے: ''ان پانچوں غیبوں کا معاملہ حضور علیہ السلام پر کیوں چھپا ہے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ میں کوئی صاحب تصرف تصرف نہیں کرسکتا، جب تک کہ ان پانچوں کو نہ جانے۔ تو اے منکرو! ان کلاموں کو سنو اور اولیاء اللہ کی تکذیب نہ کرو۔''180

ملاحظہ فرمائیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور اس کی دلیل نہ قرآنی آیت نہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ دلیل اور حجت و برہان یہ ہے کہ اولیاء کرام کو غیب کا علم ہے۔ اور چونکہ اولیاء غیب دان ہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالم الغیب ہیں۔ یہ ہیں وہ منطقی دلائل جن پر ان کے عقائد کی عمارت ایستادہ ہے۔ سچ ہے ﴿وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾

یہاں پھر دونوں حوالوں کے نیچے مترجم صاحب نے اپنی عبارات شامل کردی ہیں اور اہل سنت کے عقائد کو شرکانہ قرار دے رہے ہیں۔ اہل سنت اللہ عزوجل کی ذات اور صفات میں ہرگز کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ہم شروع سے یہ واضح کرتے آرہے ہیں کہ علم غیب کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ کی عطا سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو علم غیب ہوتا ہے۔ اسی عقیدہ کو قرآن وحدیث اور مستند علماء کرام سے ثابت کیا ہے۔ ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے نقل کردہ کلام پر تو اعتراض کیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا یہ کلام کس کا ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ علم غیب کے ثبوت پر دلائل دیتے ہوئے حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی کا کلام نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے غوث الزمان سید شریف عبد العزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی "هو صلی الله تعالی علیه وسلم لا یخفی علیه شیء من الخمس المذکورة فی الایة الشریفة وکیف یخفی علیه ذلك والاقطاب السبعة من امته الشریفة یعلمونها وهم دون الغوث فکیف بسیدالاولین والآخرین الذی هو سبب کل شیء ومنه کل شیء" یعنی قیامت کب آئے گی، بارش کب اور کہاں اور کتنا برسے گی، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مرے گا، یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہونگی، حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے، غوث کا کیا کہنا، پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار ہیں اور وہی ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انہیں سے ہے۔

نیز ابریز میں فرمایا "قلت للشیخ رضی الله تعالی عنه فان علماء الظاهر من المحدثین وغیرهم

احتلفوا فی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ھل کان یعلم الخمس فقال رضی اللہ تعالی عنہ کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ھذہ الخمس'' یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں، علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا ہے، اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا (جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں) حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے، حالانکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہلِ تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں) وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 473، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ لوگوں کو کون گمراہ کرر ہا ہے؟ کون علمائے اسلاف کے اقوال کو گمراہی کہہ رہا ہے؟ کون خود ساختہ عقائد قائم کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو کمتر کرر ہا ہے؟ اللہ عزوجل مسلمانوں کو وہابی عقائد اور عقائد میں کی ہوئی ان کی ہیرا پھیری سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

## ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے جان لیا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟

﴾ ایک اور دلیل سنئے! ہم نے ایسی جماعتوں کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے جان لیا کہ کہاں مریں گے؟ اور حالت حمل میں اور اس سے پہلے یہ معلوم کرلیا کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا یا لڑکی؟ کہئے اب بھی آیت کے معنی معلوم ہوئے یا کچھ تردد باقی ہے؟ 181

یعنی اگر چہ آیت کریمہ میں بڑی وضاحت سے مذکور ہے کہ ان غیبی امور کو اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر چونکہ بریلوی حضرات میں ایسے اصحاب معرفت اور اہل اللہ موجود ہیں، جنہیں ان باتوں کا پہلے سے علم ہو جاتا ہے، لہٰذا لا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ علم غیب غیر اللہ کو بھی حاصل ہے اس عقیدے کے لیے اگر قرآنی مفہوم میں تبدیلی بھی کرنا پڑے، تو بریلوی مذہب میں جائز ہے۔ خوف خدائے پاک دلوں سے نکل گیا آنکھوں سے شرم، سرورکون و مکان گئی ''اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ''

ان واضح دلائل کے بعد اگر اب بھی آپ کو تردد ہے تو ایک اور دلیل سن لیجئے! بریلویت کے ایک امام نقل

کرتے ہیں: ''میں نے اولیاء سے بہت سنا ہے کہ کل کو مینہ برسے گا یا رات کو؟ پس برستا ہے! یعنی اس روز کہ جس روز کی انہوں نے خبر دی۔ میں نے بعض اولیاء سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے مافی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ انہوں نے جیسی خبر دی، ویسا ہی وقوع میں آیا۔'' 182

واقعی جب حیا نہ رہے بندہ دوسروں کی کتابوں کا ترجمہ کرتے وقت اپنے جملے بھی شامل کر دیتا ہے۔ مترجم صاحب نے یہاں بھی پہلے حوالے کے نیچے اپنے جملے شامل کر دیئے ہیں۔ جس کلام پر ظہیر اور مترجم صاحب اتنا برس رہے ہیں وہ کلام امام المحدثین حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روض النضیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں "وقد وجدنا ذٰلك لغير واحد كما راينا جماعته علموا متى يموتون و علموا مافى الارحام حال حمل المراة وقبله" ہم نے متعدد اشخاص ان کے جاننے والے پائے۔ ایک جماعت کو ہم نے دیکھا کہ ان کو معلوم تھا کب مریں گے اور انہوں نے عورت کے حمل کے زمانے میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا کہ پیٹ میں کیا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 29، صفحہ 472، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## غوث پاک کا گائے کے بچے کے متعلق غیبی خبر دینا

اگر اب بھی کوئی شک باقی ہو تو ایک حکایت سن لیجئے! تا کہ قرآنی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطالعہ کے بعد آپ کے عقائد میں جو فساد پیدا ہو گیا ہے، اس کی اصلاح ہو جائے۔ جناب احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں: ''ایک دن شیخ مکارم رضی اللہ عنہ نے کہا عنقریب یہاں تین اشخاص آئیں گے اور وہ یہیں پہ مریں گے، فلاں اس طرح اور فلاں اس طرح۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ تینوں اشخاص آ گئے اور پھر ان کی موت بھی وہیں ہوئی۔ اور جس طرح انہوں نے بیان کیا تھا، اسی طرح ہوئی (ملخصاً)۔'' 183

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے یہ واقعہ جس حوالے سے لکھا ہے ظہیر صاحب نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ واقعات اعلیحضرت نے خود سے نہیں بیان کئے بلکہ بزرگوں سے نقل کئے ہیں جیسا کہ اوپر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کئی ایسے واقعات نقل کئے ہیں۔ لیکن ظہیر صاحب سب بزرگوں کو گمراہ ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ وہابیوں کے زخمی عقائد پر نمک چھڑکتے ہوئے ایک اور واقعہ بہجۃ الاسرار کا ملاحظہ ہو "اخبرنا ابوالحسن علی بن الحسن السامری قال اخبرنا ابی قال سمعت والدی رحمه الله تعالى يقول كانت نفقة

شیخنا الشیخ جاکیر رضی اللّٰہ تعالی عنہ من الغیب وکان نافذالتصریف خارق الفعل متواتر الکشف ینذرلہ کثیرا وکنت عندہ یوما فمرت بہ بقرات مع راعیھا فاشارالی احدھن وقال ھذہ حامل بعجل احمر اغر صفتہ کذا وکذا ویولد وقت کذا یوم کذا وھو نذرلی وتذبحہ الفقراء یوم کذا ویاکلہ فلان وفلان ثم اشارالی اخری وقال ھذہ حامل بانثی ومن وصفھا کذاوکذا تولد وقت کذاوھی نذرلی یذبحھا فلان رجل من الفقراء یوم کذاویاکلھا فلان وفلان ولکلب احمر فیھا نصیب قال فواللّٰہ لقد جرت الحال علی ما وصف الشیخ'' ترجمہ: ہمیں خبر دی ابوالحسن بن حسن سامری نے کہ ہمیں ہمارے والد نے خبر دی، کہا میں نے اپنے والد سے سنا، فرماتے تھے ہمارے شیخ حضرت جاگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خرچ غیب سے چلتا تھا اوران کا تصرف نافذ تھا، ان کے کام کرامات تھے، علی الاتصال انہیں کشف ہوتا تھا، مسلمان کثرت سے ان کی نذر کرتے، ایک دن میں ان کے پاس حاضر تھا کچھ گائیں اپنے گوالے کے ساتھ گزریں، حضرت نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس گائے کے پیٹ میں سرخ بچھڑا ہے، جس کے ماتھے پر سپیدی ہے۔ اوراس کا سب حلیہ بیان فرمایا، فلاں دن فلاں وقت پیدا ہوگا اوروہ ہماری نذر ہوگا، فقراء اسے فلاں دن ذبح کرینگے اورفلاں فلاں اسے کھائیں گے۔ پھر دوسری گائے کی طرف اشارہ اشارہ کیا اورفرمایا: اس کے پیٹ میں بچھیا ہے۔ اور اس کا حلیہ بیان فرمایا، فلاں وقت پیدا ہوگی اوروہ میری نذر ہوگی، فلاں فقیر اسے فلاں دن ذبح کرے گا اورفلاں فلاں اسے کھائیں گے اورایک سرخ کتے کا بھی اس کے گوشت میں حصہ ہے۔ ہمارے والد نے فرمایا خدا کی قسم جیسا شیخ نے ارشاد کیا تھا سب اسی طرح واقع ہوا۔

(بہجۃ الاسرار، شیخ جاکیر رضی اللہ عنہ صفحہ 169، مصطفی البابی مصر)

## میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہے

یہ ہیں ان کے باطل شکن دلائل، جنہیں تسلیم نہ کرنا اولیاء کرام کی گستاخی ہے۔ واضح دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے جناب احمد رضا بریلوی شیخ جیلانی رحمہ اللہ علیہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''آفتاب طلوع نہیں ہوتا، یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے، نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا

ہے۔مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم کہ تمام سعید وشقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہوئی ہے،یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے۔میں اللہ عزوجل کے علم ومشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں۔میں تو سب پر حجت الٰہی ہوں۔بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں۔''184

کذب وافتراء کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو،حضور پرنور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''اگر میری زبان پر شریعت کی نوک نہیں ہوتی تو میں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کرکے رکھتے ہو۔تم میرے سامنے شیشے کی مانند ہو۔میں تمہارا ظاہر وباطن سب دیکھ رہا ہوں۔''185

بریلویت کا ایک پیروکار کہتا ہے:''دلوں کے ارادے تمہاری نظر میں عیاں۔تم پر سب پیش وکم غوث اعظم۔''186

ہر حوالہ میں مترجم صاحب اپنے جملے شامل کرتے جارہے ہیں۔وہابیوں کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شان کو ماننا گستاخی ہے اور انہیں عام انسان سمجھنا اور ادھر ادھر کے ڈھکوسلے مار کر ان کی شان کم کرنا عین اسلام ہے۔خود ظہیر اور مترجم صاحب جھوٹ اور بہتان باندھے جارہے ہیں اور الزام اہل سنت پر دے رہے ہیں۔یہاں کہہ دیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔مترجم صاحب کو چاہئے تھا کہ خیالوں کی دنیا سے باہر آکر ثابت بھی کرتے کہ یہ جھوٹ ہے۔پہلے بھی بیان کیا گیا ہے یہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر لکھی گئی مستندترین کتاب بہجۃ الاسرار میں ہے۔غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں "ماتطلع الشمس حتی تسلم علی وتجئ السنة الی وتسلم علی وتخبرنی ما یجری فیها ویجئ الشهر ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیه ویجئ الاسبوع ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیه ویجئ الیوم ویسلم علی ویخبرنی بما یجری فیه وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم الله ومشاهدته انا حجة الله علیکم جمیعکم انا نائب رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ووارثه فی الارض" ترجمہ:آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرلے،نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے،نیا مہینہ آتا ہے اور مجھے پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے،نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے،نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، مجھے اپنے رب کی

عزت کی قسم! کہ تمام سعید و شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ پر لگی ہے یعنی لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے، میں اللہ عز وجل کے علم و مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں، میں تم سب پر حجت الٰہی ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وارث ہوں۔

(بہجۃ الاسرار ذکر کلما اخبر بہا عن نفسہ الخ ، صفحہ50، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مزید فرماتے ہیں "لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لا خبرتکم بما تاکلون و ماتدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یری مافی بواطنکم وظواھرکم "ترجمہ: اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمہیں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کر کے رکھتے ہو تم میرے سامنے شیشہ کی مانند ہو، دکھتا ہے جو تمہارے باطن میں ہے اور جو تمہارے ظاہر میں ہے۔

(بہجۃ الاسرار، ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ ، صفحہ55، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پیچھے دلائل سے یہ بھی واضح کیا تھا کہ مصنف بہجۃ الاسرار اور یہ کتاب مستند ترین ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے اس مصنف اور کتاب کو مستند کہا ہے۔ لیکن چونکہ یہ سب وہابیوں کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اس لئے وہابی ان علماء کو بھی گمراہ ثابت کر رہے ہیں۔ اگر انہی علماء کی کوئی بات وہابیوں کے مطلب کی ہوتی تو دیکھتے یہ کس طرح ان علماء کی شان بیان کرتے اور ان کا کلام بہت بڑی دلیل سمجھ کر پیش کرتے۔ سُنّیوں کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اکثر وہابی مولوی اس طرح کے دلائل کو بغیر دلیل جھوٹا کہہ دیتے ہیں۔ ہرگز ان کی بات نہ مانی جائے، بلکہ ان سے پوچھا جائے کہ کس مستند عالم نے اس کو جھوٹ کہا ہے؟

## مریدوں کا حال جاننا

﴿ علم غیب چند مخصوص اولیاء تک ہی محدود نہیں بلکہ سارے پیر اور مشائخ اس میں شامل ہیں۔۔۔۔۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''آدمی کامل نہیں ہوتا جب تک اس کو اپنے مرید کی حرکتیں اس کے آباء کی پیٹھ میں نہ معلوم ہوں۔۔۔۔۔ یعنی جب تک یہ نہ معلوم کرے کہ یوم الست سے کس کس پیٹھ میں ٹھہرا اور اس نے کس وقت حرکت کی؟ یہاں تک کہ اس کے جنت یا دوزخ میں قرار پکڑنے تک کے حالات جانے۔''187 ﴾

یہ کلام علمائے اہل سنت نے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے انہوں نے یہ کبریت احمر میں یوں فرمایا

ہے "واما شیخنا السید علی ن الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسمعتہ یقول لایکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو من یوم الست الی استقرار ہ فی الجنۃ او فی النار "ترجمہ: ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔

(جاء الحق، صفحہ 94، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

## کامل کا دل آئینہ ہے

﴿ جناب احمد رضا بریلوی کا فرمان سنئے: ''کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔'' 188 ﴾

یہ کلام بھی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کتاب الجواہر میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کرتے ہیں "الکامل قلبہ مراۃ للوجود العلوی و السفلی کلہ علی التفصیل " کامل کا دل تمام عالم علوی وسفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔

(الجواھر والدرر علی ھامش الابریز، الباب السادس، صفحہ 223، مصطفی البابی، مصر)

﴿ یعنی مرد کامل دنیا و آخرت کے تمام واقعات وشواہد کی تفصیل سے واقف ہوتا ہے۔ زمین و آسمان میں رونما ہونے والا کوئی واقعہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا، اسے ہر ظاہر وخفی کا علم ہوتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کی خرافات و ترہات کی نشر واشاعت کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے اپنے آپ پر اسلام کا لیبل چسپاں کرنے میں ذرا سی بھی خفت محسوس نہیں کرتے۔ ﴾

لوجی وہابیوں کے نزدیک عظیم محدث حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے والے ہیں معاذ اللہ عزوجل۔ وہابی سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا میں بس یہی توحید پرست رہ گئے ہیں۔ پھر توحید پرست بھی ایسے کہ جسے چاہیں مسلمان کہیں اور جسے چاہیں مشرک کہہ دیں۔ یہ پوری عبارت مترجم صاحب کی اپنی ہے۔ افسوس کہ مترجم صاحب کو اس طرح کی ہیرا پھیری کرتے وقت ذرا سی بھی خفت محسوس نہیں ہوتی۔

## مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے

﴿ مزید ارشاد ہوتا ہے: ''مرد وہ نہیں ہوتا ہے جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان و جنت و

نار یہ چیزیں محدود مقید کرلیں۔مرد وہ ہے جس کی نگاہ تمام عالم کے پار گزر جائے یعنی مکمل علم غیب کے حصول کے بغیر کوئی شخص ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔"189

اور سنئے: "ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے ایک لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔"190

یہ دونوں باتیں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہیں ۔امامِ اجل سیّدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں"لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الا فلاک والجنّۃ والنّار ، وانما الرجل من نفذ بصرہ الی خارج ھذاالوجود کلہ وھناک یعرف قدر عظمۃ موجودہ سبحنہ و تعالی" ترجمہ:مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان و جنت و نار یہی چیزیں محدود مقید کرلیں ،مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اسے موجدِ عالم سبحنہ وتعالیٰ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

(الیواقیت والجواہر،البحث الرابع والثلاثون، جلد2،صفحہ370،دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ابریز شریف میں ہے "سمعتہ رضی اللہ تعالی عنہ احیانا یقول ما السمٰوٰت السبع والارضون السبع فی نظر العبدالمؤمن الا کحلقۃ ملقاۃ فی فلاۃ من الارض "ترجمہ: میں نے حضرت سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارہا سنا کہ فرماتے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعتِ نگاہ میں ایسے ہیں جیسے ایک میدانِ لق و دق میں ایک چھلا پڑا ہوا۔

(الابریز ،الباب السادس، صفحہ242، مصطفی البابی، مصر)

ایک اور بریلوی یوں سخن طراز ہیں: "کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہوجاتا ہے اور اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔"191

غیب الغیب سے کیا مراد ہے یہ ماہرین بریلویت ہی بتلا سکتے ہیں۔

یہ کلام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اس غیب سے جو مراد اہل سنت والجماعت لیتے ہیں وہ وہابیوں کو پتہ ہے لیکن وہابیوں کی ضد ہے کہ مانتے نہیں۔

## حیوانات اور علمِ غیب

مزید برآں بہت سی حکایات واساطیر بھی ان کی کتب میں ملتی ہیں جن سے استدلال کرتے ہیں کہ اولیاء سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔انہیں ہر صغیر وکبیر کا علم ہے۔ہم بعض حکایات ایک مستقل باب میں بیان کریں گے۔

ایسے واقعات سے بھی ان کی کتب بھری پڑی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کے حیوانات اور ان کے مویشیوں کو بھی غیب کا علم ہے۔ ﴾

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ اولیاء کرام کے حیوانات کو بھی غیب کا علم ہوتا ہے۔البتہ اگر اللہ عزوجل چاہے تو جانوروں سے بھی غیبی خبر اگلوا دیتا ہے۔ابن حبان و ابن عساکر حضرت ابومنظور اور ابونعیم بروجہ آخر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ دیکھا۔اس سے کلام فرمایا، وہ جانور بھی تکلم میں آیا، ارشاد ہوا، تیرا کیا نام ہے؟ عرض کی: شہاب کا بیٹا یزید، اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ دراز گوش پیدا کئے "کلھم لا یر کبہ الا نبی " ان سب پر انبیاء سوار ہوئے۔" وقد کنت اتوقعك ان ترکبنی، لم یبق من نسل جدی غیری ولا من الانبیاء غیرك'' مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اس نسل میں سوائے میرے اور انبیاء علیہم السلام میں سوائے حضور کے کوئی باقی نہیں۔ میں ایک یہودی کے پاس تھا اسے قصداً گرادیا کرتا وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کا نام یعفور رکھا، جسے بلانا چاہتے اسے بھیج دیتے چوکھٹ پر سر مارتا جب صاحب خانہ باہر آتا اسے اشارے سے بتاتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں۔جب حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انتقال فرمایا وہ مفارقت کی تاب نہ لایا ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنویں میں گر کر مر گیا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثانی والعشرون، صفحہ 138، عالم الکتب، بیروت)

﴿ اللہ تعالیٰ ہمیں ان خرافات اور شرکیہ عقائد سے محفوظ رکھے۔آمین! ﴾

اللہ عزوجل مسلمانوں کو وہابیوں کے اس خودساختہ ضدی عقائد سے محفوظ رکھے۔آمین ثم آمین۔

## علم غیب ذاتی و عطائی

﴿ جہاں تک کتاب و سنت کی نصوص کا تعلق ہے ان میں صراحتاً اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ اور اللہ ہی کے لیے خاص ہیں آسانوں اور زمینوں کی پوشیدہ باتیں اور قیامت کا معاملہ بھی ایسا ہوگا جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلد تر بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی کے لیے علم غیب آسانوں اور زمینوں کا ہے۔وہ کیا کچھ دیکھنے والا ہے اور کیا کچھ سننے والا ﴿اِنَّ اللّٰهَ

عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ بے شک اللہ آسمانوں اورزمین کے غیب کا عالم ہے۔وہ تو سینوں کے بھید بھی جانتا ہے۔﴿یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا﴾ وہ جانتا ہے سب کے اگلے پچھلے حالات کو اور (لوگ) اس کا (اپنے) علم سے احاطہ نہیں کر سکتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو بتا دیں ﴿قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لیے بھی کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی جتنا اللہ چاہے۔اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سا نفع حاصل کر لیتا اور کوئی تکلیف مجھ پر واقع نہ ہوتی۔میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

﴿قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس آتی ہے۔آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتے ہیں تو کیا تم غور نہیں کرتے؟

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو متنبہ اور مخلوق کو خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کیا ہے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں حرام کر رہے ہیں اپنی بیویوں کی خوشی حاصل کرنے کے لیے؟ اور اللہ بڑا مغفرت والا ہے بڑا رحم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی اپنے اس فرمان میں کی ہے ﴿وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ مدینہ والوں میں سے کچھ (ایسے) منافق ہیں (کہ) نفاق میں اڑ گئے ہیں۔آپ انہیں نہیں جانتے،ہم انہیں جانتے ہیں۔﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِیْنَ﴾ اللہ نے آپ کو معاف کر دیا (لیکن) آپ نے ان کو اجازت کیوں دے دی تھی جب تک آپ پر سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے؟

اسی طرح اللہ نے اپنے دیگر رسولوں سے بھی علم غیب کی نفی کی اور ارشاد فرمایا ﴿یَوۡمَ یَجۡمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوۡلُ مَاذَآ اُجِبۡتُمۡ قَالُوۡا لَا عِلۡمَ لَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ﴾ جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں۔ چھپی ہوئی باتوں کو خوب جاننے والا بس تو ہی ہے۔

اسی طرح اللہ نے اپنے اس قول میں فرشتوں سے علم غیب کی نفی کی ہے ﴿قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ﴾ وہ بولے تو پاک ذات ہے ہمیں کچھ علم نہیں! مگر ہاں وہی جو تو نے علم دے دیا بیشک تو ہی بڑا علم والا حکمت والا۔

اسی طرح انبیاء و رسل کے واقعات وشواہد بھی اس بات کی بین دلیل ہیں کہ انہیں غیب کا علم نہیں تھا اور خود سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً ستر قراء کی شہادت کا واقعہ اور حادثہ عرینہ وغیرہ۔ ان تمام واقعات وجزئیات پر ذرا سا غور کر لینے سے یہ بات واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ علم غیب فقط اللہ تعالیٰ کی ذات تک ہی محدود ہے اور اس کی اس صفت میں کوئی نبی، ولی اس کا شریک اور ساجھی نہیں۔

ظہیر صاحب پھر انہی آیات کا ذکر کر رہے ہیں جس میں ذاتی غیب کا ذکر ہے۔ ان آیات و احادیث کو نظر انداز کر رہے ہیں جن میں عطائی علم غیب کا ثبوت ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ اس میں نفی سے مراد ذاتی ہے۔ تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں ہے "لم ینف الا الدرایۃ من قبل نفسہ وما نفی الدرایۃ من جھۃ الوحی" ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) سورۃ الاحقاف، جلد 1، صفحہ 118، دار الکتب العلمیہ بیروت)

## ﴿وَلَا اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ﴾ کی تفسیر

نفی غیب پر وہابی سب سے زیادہ اس آیت کو دلیل بناتے ہیں: "آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔" اس آیت میں ہرگز عطائی علم غیب کی نفی نہیں، مفسرین نے یہی فرمایا ہے چنانچہ تفسیر جمل شرح جلالین وتفسیر خازن میں ہے "المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللّٰہ تعالی علیہ" ترجمہ: آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

(لباب التاویل (تفسیر الخازن) سورۃ الاعراف، جلد 2، صفحہ 280، دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر البیضاوی میں ہے "لا اعلم الغیب مالم یوح الی ولم ینصب علیه دلیل" ترجمہ: آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک کوئی وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذاتِ خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

(انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی)، سورۃ الانعام، جلد2، صفحہ163، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر کبیر میں ہے "قوله ولا اعلم الغیب یدل علی اعترافه بانه غیر عالم بکل المعلومات" ترجمہ: آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ارشاد ہوا تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں۔

(مفاتیح الغیب، سورۃ البقرہ، جلد2، صفحہ436، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر علامہ نیشا پوری میں ہے ﴿قل لا اقول لکم﴾ لم یقل لیس عندی خزائن اللہ لیعلم ان خزائن اللہ وھی العلم بحقائق الاشیاء وما ھیاتھا عندہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم باستجابة دعاءہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم فی قوله ارنا الاشیاء کما ھی ولکنه یکلم الناس علی قدر عقولھم (ولا اعلم الغیب) ای لا اقول لکم ھذا مع انه قال صلی اللہ تعالی علیه وسلم علمت ما کان وما سیکون" ترجمہ: ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے انکی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں اور وہ خزانے کیا ہیں؟ تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم حضور نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا: میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں مجھے" ما کان و مایکون" کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔

(غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری)، سورۃ الانعام، جلد3، صفحہ83، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جو واقعات وہابی نفی غیب پر بطور دلیل لاتے ہیں ان واقعات میں خاموش رہنے میں حکمت تھی اور بعض اوقات اللہ عزوجل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی بہتری کے لئے کوئی چیز بھلا دیتا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ نبی کا دل نہیں سوتا، اس کے باوجود دوران سفر اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کو اپنی طرف اس طرح متوجہ کیا کہ آپ کی فجر کی نماز قضا ہوگئی اور امت کے لئے قضا نماز کے احکام بیان ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "انی لا انسی ولکن انسی لیستن بی" ترجمہ: میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ امت کو طریقہ معلوم ہو۔

(موطاامام مالک،باب العمل فی سہو،صفحہ84،میر محمد کتب خانہ،کراچی)

## اپنے وصال کا علم ہونا

> لیکن بریلوی قوم کو یہ اصرار ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور بزرگان دین اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں اس کے شرکاء ہیں اور جو یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ ان کا گستاخ ہے۔حتیٰ کہ بریلوی حضرات نے مختلف من گھڑت واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ احمد رضا کو اپنی موت کے وقت کا پہلے ہی علم تھا۔202

وہابیوں کو یہ باتیں اس لئے من گھڑت لگتی ہیں کہ وہابیوں میں یہ پائی نہیں جاتیں،ورنہ کئی ایسے بزرگ ہوئے ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے ان کی موت کا علم عطافرمایا ہے۔اس پر پیچھے کئی حوالے پیش کیے ہیں۔دوبارہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے کہ شرح الصدور میں حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مکہ معظّمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا: پیر مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔حضرت ایک اشرفی لیں، آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں۔جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا،پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی،میں نے قبر میں اتارا۔آنکھیں کھول دیں۔میں نے کہا: کیا موت کے بعد زندگی؟ کہا''اَنا حَیٌّ وکُلُّ مُحِبِّ اللّٰہِ حَیٌّ''ترجمہ: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔

(شرح الصدور،باب زیارۃ القبور و علم الموتی،صفحہ206،دار المعرفہ لبنان)

لیکن وہابی جب نبی علیہ السلام کے علم کے منکر ہیں تو اولیاء کرام کے علم کے کیسے معتقد ہوں گے؟ قرآن پاک میں ہے﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ترجمہ کنز الایمان: اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں۔
(سورۃ النور،سورۃ 24،آیت40)

## کیا شانِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرنا غلو ہے؟

> انبیاء واولیاء کی شان میں غلو سے کام لینا اور ان کے لیے وہ صفات واختیارات ثابت کرنا جو فقط ربّ کائنات کے ساتھ ہی مخصوص ہیں ان کا احترام نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے صریح بغاوت ہے۔اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے مجھے جو رتبہ عطا فرمایا ہے میری ذات کو اس سے نہ بڑھاؤ۔''203
>
> میری ذات کے بارے میں غلو ومبالغہ سے کام نہ لو جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

ساتھ کیا۔204 ؎

ان احادیث کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے وہ بھی بیان نہ کی جائے یا معاذ اللہ اس پر تنقید کی جائے اور وہابیوں کی طرح یہ کہہ دیا جائے کہ: ''جو بشر کی سی تعریف ہو (وہ کرو) اس میں بھی اختصار (کمی) کرو۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس فی رد الاشراک، صفحہ44، مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

کیا حضرت حسّان بن ثابت و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ کی شان بیان نہیں کیا کرتے تھے؟ ظہیر صاحب نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ان کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ خدا یا اس کا بیٹا نہ کہو، جیسا کہ عیسائیوں نے کیا۔ امام محمد بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

ما ادعتہ النصاری فی نبیھم　　　　واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

ترجمہ: جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کے بارے میں کہا تم وہ نہ کہو، اس کے علاوہ ہر مرتبہ و مقام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیان کر سکتے ہو۔

(قصیدہ بردہ شریف، الفصل الثالث، صفحہ10، تاج کمپنی، لاہور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

مخواں اوراخدا ازبهر حفظ شرع وپاس دیں　　　　دگرهر وصف کش می خواهی اندر مدحش املا کن

ترجمہ: شریعت و دین کا پاس کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا نہ کہو اس کے علاوہ ہر وصف کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح کرو اور لکھ سکتے ہو۔ (دیوان عبد الحق المحدث الدہلوی، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ686، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نبی علیہ السلام کی شان میں مستند احادیث و مستند علماء کے کلام کو ذکر نہ کرنا بھی انتہائی درجے کا گھٹیا غلو در غلو ہے۔

## حضور علیہ السلام کا علم غیب کے متعلق شعر پڑھنے سے منع کرنے کی وضاحت

؎ اور جب مدینہ منورہ میں کسی بچی نے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ہمارے اندر ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے جو آنے والے کل کے واقعات کو جانتا ہے، تو یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً ٹوکا اور اس شعر کو دوبارہ دہرانے سے منع فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ ''لَا یَعلَم مَا فِی غَدٍ اِلَّا اللّٰہ'' ہونے والے واقعات

کی خبر اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں۔205 ﷺ

اس حدیث پاک میں بھی علم ذاتی کی نفی ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ''لكراهة نسبة علم الغيب إليه لأنه لا يعلم الغيب إلا الله وإنما يعلم الرسول من الغيب ما أخبره أو لكراهة أن يذكر في أثناء ضرب الدف وأثناء مرثية القتلى لعلو منصبه عن ذلك'' ترجمہ: اپنی طرف علم کی نسبت کرنے کو منع فرمانا، یا تو اس وجہ سے ہے کہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول علیہم السلام وہی غیب جانتے ہیں جو اللہ عزوجل بتائے، یا اس وجہ سے منع فرمایا کہ آپ نے یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جائے کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب إعلان النکاح والخطبة والشرط، جلد5، صفحہ2065، دار الفکر، بیروت)

ہر وہابی نفی غیب پر اوپر والی حدیث تو پیش کرتا ہے دیگر احادیث کیوں نہیں پیش کرتے جن میں علم غیب کا ثبوت ہے؟ مشکوۃ شریف کی حدیث پاک ہے ''عن أبي هريرة قال جاء ذئب إلى راعي غنم فأخذ منها شاة فطلبه الراعي حتى انتزعها منه قال فصعد الذئب على تل فأقعى واستذفر فقال عمدت إلى رزق رزقنيه الله عز و جل أخذته ثم انتزعته مني فقال الرجل تالله إن رأيت كاليوم ذئبا يتكلم فقال الذئب أعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وبما هو كائن بعدكم وكان الرجل يهوديا فجاء الرجل إلى النبي صلى الله عليه و سلم فأسلم وخبره فصدقه النبي صلى الله عليه و سلم ثم قال النبي صلى الله عليه و سلم (( **إنها أمارة من أمارات بين يدي الساعة قد أوشك الرجل أن يخرج فلا يرجع حتى تحدثه نعلاه وسوطه ما أحدث أهله بعده**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا، اس سے ایک بکری پکڑی، اسے چرواہے نے تلاش کیا حتی کہ بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ فرمایا کہ بھیڑیا ٹیلہ پر چڑھ گیا وہاں بیٹھ گیا اور دم دبالی اور بولا میں نے اس روزی کا ارادہ کیا جو مجھے اللہ نے دی میں نے اسے لیا پھر تو نے وہ مجھ سے چھین لی۔ تو یہ شخص بولا اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہ دیکھا بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب تو یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے بیچ کھجوروں کے جھنڈوں میں تم کو ساری گزشتہ اور بعد میں آنے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں۔ وہ شخص یہودی تھا پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور آپ کو بھیڑیے کی خبر دی تو نبی علیہ السلام نے اس کی

تصدیق فرمائی ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ،قریب ہے ایک شخص گھر سے باہر جائے گا پھر جب وہ واپس آئے گا تو اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان باتوں کی خبریں دیں گے جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کیں ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل ،باب فضائل سید المرسلین ، جلد3، صفحہ288،المکتب الإسلامی،بیروت)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم غیب کی تصدیق کی اسے جھٹلایا نہیں ۔ یہ بھی پتہ چلا کہ جانور بھی جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہے ۔ جو انسان ہو کر انکار کرے، وہ ان جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے ۔

## حضرت عائشہ کا علمِ غیب کے متعلق کلام

﴿ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان برحق ہے یا یہ راہنمایان بریلویت؟ فیصلہ کرنے سے قبل اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا صریح واضح اور بین ارشاد بھی سن لیجئے: آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو یہ کہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں وہ جھوٹا ہے ۔غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اور کو نہیں ہے۔'' 206

قرآنی آیات، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واضح ارشاد کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نہ صرف تمام انبیائے کرام علیہم السلام بلکہ تمام بزرگان دین بھی غیب جانتے ہیں، تو آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ ان کے عقائد کا شریعت اسلامیہ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فرمان کا مطلب یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی طور پر غیب نہیں جانتے تھے ۔علمائے اسلاف نے اس حدیث کی یہی شرح فرمائی ہے چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"أن صحة النبوة تستلزم اطلاع النبی صلی الله علیه وسلم علی جمیع المغیبات کما وقع فی المغازی لابن إسحاق أن ناقة النبی صلی الله علیه وسلم ضلت فقال زید بن اللصیت بصاد مهملة وآخره مثناة وزن عظیم یزعم محمد أنه نبی ویخبرکم عن خبر السماء وهو لا یدری أین ناقته فقال النبی صلی الله علیه وسلم إن رجلا یقول کذا وکذا وإنی والله لا أعلم إلا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها وهی فی شعب کذا قد حبستها شجرة

فـذهبـوا فـجـاء وه بهـا فأعلم النبي صلى الله عليه وسلم أنه لا يعلم من الغيب إلا ما علمه الله وهو مطابق لقوله تعـالى فلا يظهر على غيبه أحدا إلا من ارتضى من رسول "ترجمہ: نبی علیہ السلام کا جمیع غیب پر مطلع ہونا صحت نبوت کے لئے لازم ہے جیسا کہ مغازی میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی تو زید بن صلیت نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور لوگوں کو آسمانی خبریں بتاتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں کہ اونٹنی کہاں ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے یوں یوں کہا ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم میں نہیں جانتا مگر اتنا جتنا اللہ عزوجل نے مجھے علم دیا اور اللہ عزوجل نے مجھے اس پر مطلع کیا کہ وہ فلاں وادی میں ہے ایک درخت نے اس کو روک رکھا ہے پس لوگ وہاں گئے اور اونٹنی کو لے آئے۔ تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ وہ بذات خود غیب نہیں جانتے مگر جو اللہ عزوجل عطا فرمادے اور یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کے مطابق ہے کہ اللہ عزوجل غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب قول اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه أحدا، جلد13، صفحہ364، دار المعرفہ، بیروت)

کئی ایسی احادیث ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیبی خبریں پوچھیں، یہاں تک پوچھا کہ ان ستاروں کے برابر کس کی نیکیاں ہیں؟ بلکہ صحیح بخاری کی حدیث پاک ہے "عـن عـائشة رضـي اللهتـعـالـى عـنـهـا انها قالت دعا النبي صلى الله عليه وآله وسلم فاطمة ابنته في شكراه الذي قبض فيه فسار ها بشـيء فبـكـت ثـم دعـا ها فسار ها فضحكت قالت سالتها عن ذالك فقالت سارّ ني النبي صلى الله عليه وآله وسـلـم فـاخبـر نـي انـه يـقبـض فـي وجـعـه الذي توفي فيه فبكيت ثم سار ني فاخبر ني اني اوّ ل اهل بيته اتبعه فـضحكت" ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اس مرض میں بلایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی۔ پھر سرگوشی کے انداز میں ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں، پھر نزدیک بلا کر سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑیں۔ یہ فرماتی ہیں۔ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہ میں نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ اسی مرض میں میری وفات ہو جائیگی تو میں رونے لگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی فرماتے ہوئے مجھے بتایا کہ ان کے گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہوں جو ان کے پیچھے (اس دنیا سے) جاؤں گی۔ تو میں ہنس پڑی۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامۃ النبوۃ فی الاسلام، جلد4، صفحہ204، دار طوق النجاۃ)

دیکھیں کون، کب مرے گا یہ علوم خمسہ سے ہے اور یہ رب تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے دلائل سے ثابت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے علوم خمسہ سمیت کثیر علم غیب عطا فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے وصال کی غیبی خبر دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حدیث کو روایت کیا، جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو پچھلا فرمان ہے وہ ذاتی غیب کے متعلق ہے۔

المختصر یہ کہ علمائے اہل سنت کا علم غیب پر جو عقیدہ ہے وہ بالکل حق ہے اور عین قرآن وسنت اور علمائے اسلاف کے مطابق ہے۔وہابیوں نے جو اپنے دعویٰ میں دلائل پیش کئے ہیں وہ دیگر آیات واحادیث کے صریح خلاف ہیں۔وہابی لوگوں کو ذاتی علم غیب پر مشتمل آیات واحادیث دکھا کر بدعقیدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔بعض اوقات تو عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں جیسے ایک واقعہ اکثر پیش کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری کتنی عمر باقی ہے؟ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں۔آپ اس خواب کی تعبیر کے لئے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے انہوں نے فرمایا (اس خواب کا مطلب ہے کہ) ''خمس لایعلمها الاھو'' ترجمہ: پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی عامر الاشعری، جلد4، صفحہ129، 164، المکتب الاسلامی، بیروت)

کمال مزے کی بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔جبکہ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ساڑھے ترپن 53 برس بعد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی ہے۔ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات نہم شوال ایک سو دس (110) ہجری کو ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ربیع الاول ایک سو چونسٹھ (164) ہجری میں ہے۔تقریب میں ہے ''محمد بن سیرین ثقۃ ثبت عابد کبیر القدر مات سنۃ عشر و مائۃ'' ترجمہ: محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر ومنزلت والے ہیں، ان کا وصال 110ھ میں ہوا۔

(تقریب التہذیب، ترجمہ محمد بن سیرین، جلد2، صفحہ85، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تقریب میں ہے ''احمد بن محمد بن حنبل مات سنۃ احدی واربعین ولہ سبع وسبعون سنۃ'' ترجمہ: امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے 241ھ میں وصال فرمایا جب کہ آپ کی عمر مبارک 77 برس تھی۔

(تقریب التہذیب، ترجمہ احمد بن محمد بن حنبل، جلد1، صفحہ44، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

گویا کہ امام احمد علیہ الرحمہ جب کہ اپنے جد امجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے ''مافی الارحام'' ( جورحموں میں ہے ۔) سے بھی خفی ترغیب" مافی الاصلاب " (جو پشتوں میں ہے ) کو جانا اور تعبیر بیان کی ۔یوں وہابیوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔

اس طرح کے کئی اور بھی ڈھکوسلے ہیں جو وہابی لوگوں کو بتا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی نفی کرتے ہیں ۔بعض اوقات ان احادیث کو نفی غیب میں پیش کرتے ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموش رہنا حکمت تھا۔جب دیگر کثیر احادیث اثبات غیب پر وارد ہیں تو پھر اس طرح تکے مارنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم الغیب رب تعالیٰ کا دیدار کرلیا اس کے لئے اورکون سا غیب چھپا ہوا ہے۔محدث علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں فیض القدیر میں فرماتے ہیں" کان موسی یری النملۃ السوداء فی اللیلۃ الظلماء من عشرۃ فراسخ بعد لیلۃ الطور "ترجمہ:حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب طور پر (رب تعالیٰ کی ایک تجلی دیکھی تو ان کی نور بصارت کا یہ حال ہوگیا ) کہ کالی رات میں دس میل دور کالی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،حرف الھمزۃ،جلد1،صفحہ146،المکتبۃ التجاریۃ الکبری،مصر)

جب خالی تجلی کا دیدار کرنے والے کا یہ عالم ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور بصارت کا کیا عالم ہوگا؟ اس لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

مزید تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ان تین رسالوں کا مطالعہ فرمائیں جو خاص طور پر علم غیب پر لکھے گئے ہیں:۔(1) خالصُ الاعتقاد (2) انباء المصطفیٰ (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پوشیدہ کی اور پوشیدہ ترین کی خبر دینا) (3)ازاحۃ العیب بسیف الغیب (غیب کی تلوار سے عیب کو دور کرنا)

ان رسائل میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل قاہرہ باہرہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے علم غیب ثابت کیا ہے۔اللہ عزوجل ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

139(139 تا 145 قرآنی آیات)

146 الدولۃ المکیۃ بالمادہ الغیبیہ، 158، لاہور پاکستان
147 مواعظ نعیمیہ، احمد یار، ص 192
148 الدولۃ المکیۃ، ص 320
149 خالص الاعتقاد بریلوی، ص 38
150 ایضاً ص 38
151 الدولۃ المکیۃ، ص 210
152 الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ، نعیم مراد آبادی، ص 14
153 ایضا 56
154 تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاظر والناظر، احمد سعید کاظمی، ص 45
155 مواعظ نعیمیہ، اقتدار بن احمد یار، ص 192
156 ایضا ص 364، 365
157 خالص الاعتقاد، ص 28
158 (158 تا 165 قرآنی آیات)
166 رواہ البخاری
167 بخاری مسلم، مسند احمد
168 مسلم
169 مسند احمد، ابن کثیر، فتح الباری
170 خالص الاعتقاد، ص 53
171 خالص الاعتقاد، ص 56، الدولۃ المکیہ بالمادہ الغیبیہ، ص 441
172 جاء الحق، ص 43
173 جاء الحق، 50، 51
174 خالص الاعتقاد، ص 39، جاء الحق، ص 151

175 مواعظ نعیمیہ، احمد یار ص 326

176 رسول الکلام لبیان الحوار والقیام، لدیدار علی ص 1

177 خالص الاعتقاد، بریلوی ص 14

178 تسکین الخواطر، کاظمی بریلوی ص 52، 53

179 خالص الاعتقاد، 53، 54

180 ایضاً ص 54، الدولۃ المکیہ ص 48

181 خالص الاعتقاد، بریلوی ص 53، الکلمۃ العلیا، مرادآبادی ص 35

182 الکلمۃ العلیاء، ص 94، 95

183 الدولۃ المکیہ از بریلوی ص 162

184 الامن والعلی، بریلوی ص 109، ایضاً الکلمۃ العلیا، مرادآبادی، 47، خالص الاعتقاد، بریلوی ص 49

185 خالص الاعتقاد ص 49

186 باغ فردوس، ایوب رضوی بریلوی ص 40

187 الکلمۃ العلیا، مرادآبادی ص 49، تسکین الخواطر کاظمی ص 146، جاء الحق ص 87

188 خالص الاعتقاد ص 51

189 ایضاً

190 خالص الاعتقاد ص 57

191 جاء الحق ص 85

192 (192 تا 201 قرآنی آیات)

202 وصایا بریلوی ص 7

203 احمد، بیہقی

204 مجمع الزوائد

205 ابن ماجہ

# فصل : نوروبشر

## حضور علیہ السلام نور ہیں

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت میں نور تھے اور آپ لباس بشریت میں جلوہ گر ہوئے تھے۔ ایسا ممکن ہے کہ نوری ذات لباس بشریت میں آئے جیسا کہ فرشتے نوری ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں حاضر خدمت ہوتے تھے۔ قوم لوط کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ فرشتے لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس انسانی شکل میں آئے چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (روح الامین) بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

(سورۃ مریم، سورۃ 19، آیت 17)

باقی یہ کہ اہل سنت نے یہ عقیدہ کس دلیل سے بنایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بنایا گیا ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورۃ المائدۃ، سورت 5، آیت 15)

اس آیت کریمہ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے چنانچہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے'' ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ﴾ رسول یعنی محمدا'' ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(تفسیر ابن عباس، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت 5، آیت 15، صفحہ 90، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت فرماتے ہے'' ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ﴾ هو النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "یعنی آیت میں نور سے مراد نبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم ہیں۔

(جلالین، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت 5، آیت 15، صفحہ 139، دار الحدیث، القاہرۃ)

تفسیر الثعالبی میں ہے'' ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ﴾ هو محمد صلی الله علیه وسلم، وکتاب مبین هو

القرآن" ترجمہ: نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن ہے۔

(تفسیر الثعالبی، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد2، صفحہ365، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر صاوی میں ہے ''هو النبی أی وسمی نورا لانه ینور البصائر ویهدیها للرشاد، ولانه اصل کل نور حسی ومعنوی" ترجمہ: اس نور سے مراد نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نور رکھا کیونکہ آپ نظروں کو روشن کرتے ہیں اور انہیں سیدھی راہ دکھاتے ہیں اور اس وجہ سے کہ آپ تمام نورِ حسّی اور معنوی کی اصل ہیں۔

(حاشیہ الصاوی علی تفسیر جلالین، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد1، صفحہ486، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "ان المراد بالنور محمد وبالکتاب القرآن" یعنی آیت میں نور سے مراد محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

(تفسیر کبیر، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد11، صفحہ327، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

تفسیر بیضاوی میں ہے "قیل یرید بالنور محمد صلی الله علیه وسلم" ترجمہ: کہا گیا اس نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(أنوار التنزیل وأسرار التاویل، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد2، صفحہ120، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں" وهو نور الانوار والنبی المختار (صلی الله علیه وآله وسلم)" ترجمہ: اس نور سے مراد تمام نوروں کے نور نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

(تفسیر روح المعانی، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد3، صفحہ269، دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "قد جاء کم من الله نور یعنی محمد صلی الله علیه وسلم" ترجمہ: تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے۔

(التفسیر المظہری، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد3، صفحہ68، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

وہابیوں کے امام شوکانی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا "النور محمد صلی الله علیه وسلم'' ترجمہ: نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(فتح القدیر، فی تفسیر، سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد2، صفحہ28، دار ابن کثیر، بیروت)

ایک اور وہابی مولوی طنطاوی لکھتا ہے "والمراد بالنور هنا محمد صلّى الله علیه وسلّم فهو نور الأنوار" ترجمہ: یہاں نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو تمام نوروں کے نور ہیں۔

(التفسیر الوسیط للقرآن الکریم،فی تفسیر،سورۃ المائدۃ، سورت5، آیت15، جلد4، صفحہ90، دار نہضہ، مصر)

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اَجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبد الرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی "قال قلت یارسول الله بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیء خلقه الله تعالی قبل الاشیاء قال (( یا جابر ان الله تعالی قد خلق قبل الاشياء نور نبيک من نوره فجعل ذلک النور یدور بالقدرة حیث شاء الله تعالی ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی، فلما اراد الله تعالی ان یخلق الخلق قسم اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم، ومن الثانی اللوح، ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجز من الجزء الاول حملة العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملائکة، ثم قسم الرابع اربعة اجزا من الاول السمٰوات، ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنة والنار، ثم قسم الرابع اربعة اجزاء بطوله۔" ترجمہ: فرماتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے، پہلے سے فرشتگان حامل عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ الیٰ آخر الحدیث (آگے مزید حدیث ہے۔)

(المواہب اللدنیہ المقصد الاول اول المخلوقات، جلد1، صفحہ48، المکتبۃ التوفیقیہ القاہرۃ)

اِسماعیل بن محمد عجلونی جراحی رحمۃ اللہ علیہ "كشف الخفاء ومزيل الإلباس" میں حدیث پاک نقل کرتے ہیں "عن علي بن الحسين عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم قال (( كنت نورا بين يدی ربی قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام))" حضرت علی بن حسن اپنی والد سے وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے رب تعالیٰ کے حضور نور تھا۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس، جلد1، صفحہ266، مکتبۃ القدسی، القاہرۃ)

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''ولهذا كان يقول (**انا من الله والمؤمنون مني**) وقال تعالى ﴿**قد جاء كم من الله نور**﴾ وروی عن النبی علیه السلام انه قال ((**كنت نورا بين يدي ربي قبل خلق آدم باربعة عشر ألف عام وكان يسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه فلما خلق الله آدم القى ذلك النور في صلبه**))'' لئے روایت ہے کہ میں اللہ عزوجل کے نور سے ہوں اور مؤمنین مجھ سے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: تمہارے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے نور آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے رب تعالیٰ کے حضور نور تھا۔ یہ نور رب تعالیٰ کی تسبیح کرتا تھا اور فرشتے اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ پھر جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی صلب میں رکھ دیا۔

(روح البیان، فی تفسیر، سورۃ المائدہ، سورۃ5، آیت 17، جلد2، صفحہ370، دار الفکر، بیروت)

امام قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں رسالہ میلاد و امام علامہ ابن طغر بک سے مروی ہوا، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: الٰہی! تو نے میری کنیت ابو محمد کس لئے رکھی؟ حکم ہوا: اے آدم! اپنا سر اٹھا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر اٹھایا، عرش پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور نظر آیا۔ عرض کی: الٰہی عزوجل! یہ نور کیا ہے؟ فرمایا ((**هذا نور نبي من ذريتك اسمه في السماء احمد وفي الارض محمد لولاه ما خلقتك ولاخلقت سماء ولاارضا**)) ای ذریّت یعنی اولاد میں سے ایک نبی کا ہے، اس کا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد ہے، اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا، نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

(المواھب اللدنیہ، طیبۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جلد1، صفحہ47، المکتبۃ التوفیقیہ القاہرۃ)

امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب شریف میں فرماتے ہیں ''لما تعلقت ارادة الحق تعالى بايجاد خلقه ابرز الحقيقة المحمدية من الانوار الصمدية في الحضرة الاحدية ثم سلخ منها العوالم كلها علوها وسفلها'' ترجمہ: جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبہ ذات صرف میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام علوی وسفلی نکالے۔

(المواہب اللدنیہ المقصد الاول، جلد1، صفحہ39، المکتب الاسلامی، بیروت)

## نور کا سایہ نہیں ہوتا

امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ خصائص الکبریٰ شریف میں فرماتے ہیں ''باب الأية في انه لم

یمکن یری لہ ظل، اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورافکان اذ مشی فی الشمس اوالقمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث، قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نوراً" ترجمہ: اس نشانی کا بیان کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا گیا ۔حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ابن سبع نے کہا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور ہیں۔آپ جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔بعض نے کہا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں آپ نے دعا فرماتے ہوئے کہا: اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔

(الخصائص الکبریٰ، باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل، جلد1، صفحہ116، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مجمع البحار میں برمزش یعنی زبدہ شرح شفاء شریف میں ہے "من اسمائہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قیل من خصائصہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ اذا مشی فی الشمس والقمر لایظھر لہ ظل" ترجمہ: حضور کا ایک نام مبارک "نور" ہے۔حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا کہ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نہ پیدا ہوتا۔

(مجمع بحار الانوار باب نون تحت لفظ "النور"، جلد4، صفحہ820، مکتبہ دار الایمان، مدینۃ المنورۃ)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں "ونبود مر آنحضرت را صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سایہ نہ در آفتاب ونہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول وعجب است ایں بزرگان کہ ذکر نکردند چراغ راونور یکے از اسمائے آنحضرت است صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ونور راسایہ نمی باشد انتھی" ترجمہ: سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا۔بروایت حکیم ترمذی از ذکوان، اور تعجب یہ ہے ان بزرگوں نے اس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور "نور" حضور کے اسماء مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(مدارج النبوۃ باب اول بیان سایہ، جلد1، صفحہ21، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

حضرت شیخ مجدد مکتوبات جلد ثالث، مکتوب صدم میں فرماتے ہیں "او را صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سایہ نبود ودر عالم شھادت سایہ ہر شخص لطیف ترست وچوں لطیف ترازوے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نباشد

اور اسایہ چہ صورت دارد علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات '' ترجمہ: رسول انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ چونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی شئے لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ کے سایہ کی کوئی صورت نہیں بنتی ۔ آپ پر اور آپ کی آل پر درود وسلام ہو۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم ، جلد3، صفحہ 187، نولکشور، لکھنؤ)

آخر میں وہابیوں کے بہت بڑے مولوی شاہ محمد اسماعیل دہلوی کا بیان بھی ملاحظہ ہو کہ یک روزہ میں کہتے ہیں "چنانکہ روایت اول ما خلق اللہ نوری برآں دلالت می وارد'' ترجمہ: جیسا کہ روایت '' اللہ عزوجل نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا'' اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ، صفحہ 11، مطبوعہ ملتان)

دوسرے وہابی مولوی نواب وحید الزمان لکھتے ہیں: '' اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم اور دوات، پھر عقل کو پیدا کیا۔ پس نورِ محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لئے مادہ اوّلیہ ہے۔

(ہدیۃ المہدی، صفحہ 56، طبع سیالکوٹ)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کا نور ہیں ۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ذات الٰہی عزوجل کا کوئی حصہ نورِ نبی ہوگیا، بلکہ یہ متشبہات میں سے ہے۔ اللہ عزوجل اور اس کا رسول ہی اس کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں صرف یہ جانا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا۔ البتہ سمجھانے کے لئے یوں مثال دی جاتی ہے کہ جیسے ایک شمع سے دوسری شمع روشن کی جائے تو پہلی شمع میں کوئی کمی نہیں آتی اور نہ پہلی شمع میں سے کوئی چیز کٹ کر دوسری میں داخل ہوتی ہے۔ اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: '' ہاں عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کیلئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا عیاذ اً باللہ ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کُل ذاتِ نبی ہوگیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہوجانے یا کسی شئے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے ۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی شے جزءِ ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے۔

اس تخلیق کے اصل معنیٰ تو اللہ ورسول جانیں، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم میں ذاتِ رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں۔

حدیث میں ہے ((یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی)) اے ابو بکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذاتِ الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر بیں کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عز جلالہ، نے تمام جہان کو حضور پر نور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا ''لولاک لما خلقت الدنیا'' آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا ((لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء)) اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا نہ زمین و آسمان کو۔

تو سارا جہان ذات الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں ''لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم استفاض الوجود میں حضرۃ العزۃ ثم ھو افاض الوجود علی سائر البریۃ کما تزعم کفرۃ الفلاسفۃ من توسیط العقول ، تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیر ا، ھل من خلاق غیر اللہ'' یہ بات نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کافر گمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے سے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے اس قول سے بلند و بالا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہوسکتا ہے۔

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذات الٰہی سے بلاواسطہ پیدا ہیں۔ زرقانی شریف میں ہے ''ای من نور ھو ذاتہ لا بمعنی انھا مادۃ خلق نورہ منھا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلاواسطۃ شیء فی وجودہ'' یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔

یا زیادہ سے زیادہ بغرض توضیح ایک کمال ناقص مثال یوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم و جمیل و جلیل آئینہ پر تجلی کی ، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہوئے، آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کرسکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیت نور سے متکیف ہیں اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر رہا کہ کیفیت نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذات آفتاب سے بلاواسطہ

روشن ہے اور باقی آئینے، چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیر ہا واسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہوگیا ہو، یونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر ان کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطہ وصول ہیں، ان کی حد ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور، ظہور سے بھی حصہ نہیں رکھتے:

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں — ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی تابش سے تو جہاں دیکھتا ہے انجمن بنائے ہوئے ہیں۔)

یہ نظر محض ایک طرح کی تقریب فہم کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہوا ﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾ اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔

ورنہ کجا چراغ اور کجا وہ نور حقیقی ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں بے اسکے آفتاب خود آئینہ ہوگیا یا اس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفسِ ذاتِ آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہ جلال۔ باقی اشیاء سے کہ مثال میں بالواسطہ منور مانیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فوق کل ظاہر ہے، آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصول نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہر گز ممکن، حتی کہ نفس وساطت بھی یکساں نہیں "کما لایخفی وقد اشرنا الیہ" جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد 30، صفحہ 666، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آئیں اس عقیدہ میں وہابی نظریات دیکھتے ہیں:۔

> بریلوی حضرات کے بہت سے ایسے عقائد ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے باوجود بھی یہ لوگ خود کو اہل سنت کہلانا پسند کرتے ہیں اور اس میں ذرا سی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے نور کا حصہ ہیں۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائرہ انسانیت سے خارج کر کے نوری مخلوق میں داخل کر دیتے ہیں۔ یہ غیر منطقی عقیدہ ہے اور عام آدمی کے فہم سے بالاتر ہے۔ شریعت اسلامیہ سادہ اور عام فہم شریعت ہے۔ اس قسم کے ناقابل فہم اور خلاف عقل عقائد سے اس کا کوئی تعلق نہیں

ہے۔لہٰذا قرآنی آیات میں اس بات کی واضح تصریح موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے۔اور اسی طرح قرآن ہمیں یہ بھی بتلاتا ہے کہ کفار سابقہ انبیاء ورسل علیہم السلام کی رسالت پر جو اعتراضات کرتے تھے، ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ وہ کہتے تھے یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر کو اپنی ترجمانی کے لیے منتخب فرمالیا ہو اور اس کے سر پر تاج نبوت رکھ دیا ہو؟ اس کام کے لیے ضروری تھا کہ اللہ نوری مخلوق میں سے کسی فرشتے کو منتخب فرماتا۔تو گویا انبیاء ورسل علیہم السلام کی بشریت کو اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہدایت میں مانع قرار دیا ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی بشر رسول نہیں ہوسکتا عقیدہ کفار تھا۔فرق صرف اتنا ہے کہ کفار کہتے تھے بشریت رسالت کے منافی ہے اور بریلویت کے پیروکار یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسالت بشریت کے منافی ہے۔ بہرحال اس حد تک دونوں شریک ہیں کہ بشریت ورسالت کا اجتماع ناممکن ہے۔ ﴾

اس باب کے شروع سے ہی مترجم صاحب نے ظہیر صاحب کے کلام میں اپنی کثیر باتیں شامل کر کے تحریفی اعزاز کو برقرار رکھا۔اہل سنت کا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور و بشر کے متعلق عقیدہ ہے، ظہیر ومترجم صاحب نے اسے تحریف کے ساتھ پیش کیا ہے۔ہرگز اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نور کا حصہ ہیں بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا تو کفر ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا۔نہ ہی اہل سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل نور تھی اور آپ بشریت کے روپ میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔

## نفی نور پر وہابی دلائل اور اس کے جوابات

﴿ اب اس سلسلے میں قرآن کی آیات ملاحظہ فرمائیے ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُّؤْمِنُوْا إِذْ جَآءَ هُمُ الْهُدٰى إِلَّآ أَنْ قَالُوْا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ اور نہیں منع کیا گیا لوگوں کو یہ کہ ایمان لائیں جس وقت آئی ان کے پاس ہدایت مگر یہ کہ انہوں نے کہا بھیجا اللہ نے بشر کو پیغام پہنچانے والا۔

اللہ نے اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ اگر ہوتے بیچ زمین کے فرشتے چلا کرتے آرام سے، البتہ اتارتے ہم اوپر ان کے آسمان سے فرشتے کو پیغام پہنچانے والا۔﴿قَالُوْآ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَأْتُوْنَا بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ کہا انہوں نے نہیں ہو تم مگر بشر مانند ہمارے، ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ بند کرو ہم کو اس چیز سے کہ تھے عبادت کرتے باپ ہمارے۔پس لے آؤ ہمارے

پاس دلیل ظاہر۔

جواباً پیغمبروں نے اپنی بشریت کا اثبات کرتے ہوئے ان کی تردید فرمائی ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ان سے ان کے رسولوں نے کہا نہیں ہیں ہم مگر آدمی مانند تمہاری لیکن اللہ احسان کرتا ہے اوپر جس کے چاہے اپنے بندوں سے۔

نیز ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلاً أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ، إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ اور بیان کرواسطے ان کے ایک مثال رہنے والے گاؤں کی جس وقت کہ آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے۔ جب بھیجے ہم نے طرف ان کے دو پیغمبر پھر جھٹلایا انہوں نے ان دونوں کو، پس قوت دی ہم نے ساتھ تیسرے کے۔ پس کہا انہوں نے تحقیق ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں ہو تم مگر ہمارے جیسے بشر۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے پیروکاروں کے حوالہ سے فرمایا ﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَأَخَاهُ هَارُوْنَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ ، إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ، فَقَالُوْا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا﴾ پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں سمیت بھیجا فرعون اور اس کے لشکر کی طرف۔ انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش بن گئے۔ کہنے لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں؟

﴿فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ أَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْ آبَائِنَا الْأَوَّلِيْنَ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ کہنے لگے یہ (شخص) اور ہے کیا بجز اس کے کہ تمہارے ہی جیسا انسان ہے۔ چاہتا ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتا، ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں سے سنی ہی نہیں۔ وہ تو ایک آدمی ہے جسے جنون ہے۔ پس ایک وقت تک اس کا انتظار کرو۔

نیز ﴿مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُوْنَ﴾ کہ یہ تو بس تمہاری ہی طرح کا ایک آدمی ہے۔ وہی کھاتا ہے، جو تم

کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی راہ قبول کر لی تو تم نرے گھاٹے ہی میں رہے۔

اور اصحاب ایکہ نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کو اسی طرح کہا تھا ﴿وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ﴾ اور تم بھی کیا ہو بجز ہمارے ہی جیسے ایک آدمی اور ہم تم کو جھوٹوں میں سمجھتے ہیں۔

اور کفار مکہ نے بھی اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا ﴿وَاَسَرُّوا النَّجْوَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ﴾ اور یہ لوگ یعنی ظالم کار اپنی سرگوشیوں کو چھپاتے ہیں کہ یہ تو محض تم جیسے ایک آدمی ہیں تو کیا تم جادو کی بات سننے جاؤ گے؟ درآنحالیکہ تم سمجھ بوجھ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے مردوں ہی کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جن پر وحی کرتے رہے ہیں سو تم اہل کتاب سے پوچھ دیکھو اگر تم علم نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس تمہارے ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

اور ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ آپ کہہ دیجئے کہ پاک ہے اللہ۔ میں بجز ایک آدمی (اور) رسول کے اور کیا ہوں؟

خود اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ حقیقت میں اللہ نے بڑا احسان مسلمانوں پر کیا جبکہ انہی میں سے ایک پیغمبر ان میں بھیجا۔ ﴿لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ﴾ بے شک تمہارے پاس ایک پیغمبر آئے ہیں تمہاری جنس میں سے۔ ﴿کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا﴾ (اسی طرح) جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ہی میں سے بھیجا جو تمہارے روبرو ہماری آیتیں پڑھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ''انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی'' یعنی میں تمہارے جیسا انسان ہوں، جس طرح تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا

ہوں۔پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔221

اس مسئلہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ بھی سن لیجئے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر کے سوا کوئی دوسری مخلوق نہ تھے۔ اپنے کپڑے دھوتے، اپنی بکری کا دودھ دھوتے اور اپنی خدمت آپ کرتے تھے۔''222

اور خود بریلویوں کے خان صاحب نے بھی اپنی کتاب میں ایک روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر شخص کی ناف میں اس مٹی کا کچھ حصہ موجود ہے، جس سے اس کی تخلیق ہوئی ہے اور اسی میں وہ دفن ہوگا اور میں ابوبکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے۔''223

ظہیر صاحب پھر اہل سنت کے موقف کو سمجھے نہیں اور ان کے رد میں بے موقع آیات واحادیث پیش کردی ہیں۔ہم نے پہلے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے منکر نہیں۔یہ جتنی آیات واحادیث ہیں ہم ان کو مانتے ہیں۔ ہمارا مؤقف تو قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقۃً نور تھے اور لباس بشری میں جلوہ گر ہوئے تھے، اس لئے بشری تقاضوں کو پورا کیا جیسے نکاح، کھانا پینا، دانت مبارک کا شہید ہونا وغیرہ۔آپ کا بشری تقاضے پورا کرنا آپ کے نور ہونے کے منافی نہیں۔علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضور کا بشر ہونا نور رخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تو سمجھے تو وہ نور علی نور ہیں۔''

(نسیم الریاض، فصل ومن ذالک ماظہر من الآیات الخ، جلد3، صفحہ282، مرکز اہلسنت برکات رضا، گجرات، ہند)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمادیا کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے اپنے نور سے مجھے بنایا تو پھر کیوں اس کا انکار کیا جائے؟ اگر اہل سنت کے اس مؤقف کو اپنا لیا جائے تو نور وبشر کے متعلق جو روایات ہیں ان میں تطبیق ہو جائے گی۔ظہیر صاحب صاحب کو چاہئے وہ دلائل جو نور ہونے پر دلیل ہیں ان کا جواب دیں۔ان آیات واحادیث سے ہرگز ہمارے مؤقف کی تردید نہیں ہوتی۔

## نورِ مصطفی ﷺ سے تخلیق صحابہ کرام

آخر میں جو ناف کی مٹی والی روایت نقل کی ہے یہ روایت بھی ظاہری بشریت پر محمول ہے۔ورنہ ایک روایت حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہے جسے تفسیر الثعالبی میں احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی (المتوفی 427ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اور تفسیر قرطبی میں ابوعبد اللہ محمد بن احمد القرطبی (المتوفی 671ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے اور الفردوس بماثور الخطاب

میں (کچھ الفاظ کی کمی کے ساتھ) شیرویہ بن شہردار الہمدانی (المتوفی 509ھ) نے روایت کیا "عن أنس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلّم أنّ الله تعالی خلقني من نوره، وخلق أبا بكر من نوري، وخلق عمر وعائ
بكر، وخلق المؤمنين من أمّتي من الرجال من نور عمر، وخلق المؤمنات من أمّتي من ا
فمن لم يحبّني ويحبّ أبا بكر وعمر وعائشة فعليه لعنة الله ﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوراً فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے مجھے اپنے نور سے پیدا کیا اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے نور سے پیدا کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے پیدا کیا اور میری امت کے تمام مؤمنین کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے پیدا کیا اور تمام مسلمان عورتوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نور سے پیدا کیا۔ تو جو مجھ سے اور ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت نہیں کرتا اسکے لئے کوئی نور نہیں۔ اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی: اور جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے اُس کے لئے کہیں نور نہیں۔

(الجامع لأحکام القرآن، فی تفسیر، سورۃ النور، سورۃ 24، آیت 41، جلد 12، صفحہ 286، دار الکتب المصریہ القاہرہ)

پھر ظہیر صاحب نے اپنے مؤقف پر دلائل دیتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچا کہ کفار کا کلام اپنے مؤقف پر دلیل بنا رہا ہوں کہ کفار انبیاء علیہم السلام کی تحقیر کرتے ہوئے انہیں اپنے جیسا بشر کہتے تھے، یہی حال وہابیوں کا ہے۔

﴿ یہ ہیں قرآنی تعلیمات اور ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، منکرین کے عقائد کے بالکل برعکس۔ بریلوی حضرات انبیاء ورسل کی نبوت ورسالت کا انکار تو نہ کر سکے مگر انہوں نے کفار ومشرکین کی تقلید میں ان کی بشریت کا انکار کر دیا۔ حالانکہ انسانیت کو رسالت کے قابل نہ سمجھنا انسانیت کی توہین ہے اور اس عقیدے کے بعد انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا کوئی معنیٰ نہیں رہتا۔ ﴾

وہابی مولویوں نے اپنا یہ وطیرہ بنالیا ہے کہ وہ اہل سنت کے عقائد تحریف کے ساتھ اپنے وہابیوں کو پیش کرتے ہیں۔ یہاں آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ اہل سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے منکر نہیں۔

## ساری مخلوق آپ ﷺ کے نور سے ہے

﴿ یہ خلاف عقل بات ہے کہ انسان تمام مخلوقات سے افضل بھی ہو اور پھر اس میں نبوت ورسالت کی اہلیت

بھی موجود نہ ہو۔مگر بریلویت چونکہ ایسے متضاد افکار اور خلاف فطرت عقائد کے مجموعے کا نام ہے، جنہیں سمجھنا عام انسان کے بس سے باہر ہے، اس لیے اس کے پیروکاروں کے ہاں اس قسم کے عقائد ملیں گے۔انہی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ بریلوی حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ خداوندی کا حصہ سمجھتے ہیں۔چنانچہ بریلویت کے ایک امام لکھتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے ہیں اور ساری مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہے۔'' 224

اوپر احادیث اور علمائے اسلاف کے حوالے سے پیش کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ظہیر صاحب بار بار اہل سنت پر بہتان باندھ رہے ہیں کہ یہ بشریت کے منکر ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نورِ خداوندی کا حصہ سمجھتے ہیں۔اوپر واضح کیا گیا کہ نورِ خداوندی سے پیدا ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا حصہ ہیں۔علامہ اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی جراحی عجلونی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ''کشف الخفاء ومزیل الإلباس'' میں لکھتے ہیں ''خلق نور نبیه من نور هو ذاته تعالى، لكن لا بمعنى أنها مادة خلق نور نبيه منها بل بمعنى أنه تعالى تعلقت إرادته بإيجاد نور بلا توسط شيء في وجوده'' ترجمہ: اللہ عزوجل نے اپنے ذاتی نور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا کیا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔

(کشف الخفاء ومزیل الإلباس، جلد1، صفحہ303، المکتبۃ العصریۃ)

یہی کلام عبد الحی لکھنوی صاحب نے لکھا ہے '' أي من نور هو ذاته لا بمعنى إنها مادة خلق نوره بل بمعنى تعلق الإرادة به بلا واسطة شيء في وجوده''

(الآثار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ، صفحہ43، مکتبۃ الشرق الجدید، بغداد)

اوپر کئی دلائل پیش کیے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور پھر آپ کے نور سے ساری مخلوق پیدا کی۔مزید ایک حوالہ ملاحظہ ہو چنانچہ ''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'' میں ہے ''قد قال الاشعری انه تعالى نور ليس كالانوار والروح النبوية القدسية لمعة من نوره والملائكة شرر تلك الانوار وقال صلى الله تعالى عليه وسلم اول ما خلق الله نوری ومن نوری خلق كل شیء وغيره مما فی معناه '' ترجمہ: امام اجل امام اہلسنت سید

نا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کر کے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میری ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔

(مطالع المسرات الحزب الثانی، صفحہ265، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

## ذات کریم صورت محمدی ﷺ کو دیکھتی رہی

﴾ مزید ارشاد ہوتا ہے: ''بے شک اللہ ذات کریم نے صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نام پاک بدیع سے پیدا کیا اور کروڑ ہا سال ذات کریم اسی صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا رہا۔ اپنے اسم مبارک منّان اور قاہر سے، پھر تجلی فرمائی اس پر اپنے اسم پاک لطیف، غافر سے۔''225 ﴿

ظہیر صاحب نے بطور تنقید یہ عبارت مفتی اقتدار نعیمی صاحب کے فتاوی نعیمیہ سے نقل کی ہے۔ لیکن نقل کرتے وقت یہ لکھنا گوارا نہیں کیا کہ مفتی اقتدار نعیمی صاحب نے یہ کس کے حوالے سے لکھی ہے۔ مفتی صاحب نے یہ روایت شیخ ابن ابراہیم الجیلی کی کتاب انسان کامل، جلد2، صفحہ 47 کے حوالے سے لکھی ہے۔ چونکہ احسان الٰہی نے لوگوں کو یہ باور کروانا تھا کہ بریلوی نیا مذہب ہے، یہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، اس لئے انہوں نے علمائے اسلاف کا نام ساتھ نہیں لکھا۔

## خطبہ نور

﴾ خود بریلویت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار میں بہت سے رسالے تحریر کئے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالے کا نام ہے ''صلوۃ الصفائی نور المصطفیٰ'' اس کا خطبہ انہوں نے شکستہ عربی میں لکھا ہے۔ اس کا اسلوب عجیب و غریب اور نا قابل فہم ہے۔ اس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔: ''اے اللہ تیرے لیے سب تعریفیں ہیں۔ تو نوروں کا نور ہے۔ سب نوروں سے پہلے نور سب نوروں کے بعد نور۔ اے وہ ذات جس کے لیے نور ہے، جس کے ساتھ نور ہے، جس سے نور ہے، جس کی طرف نور ہے اور جو خود نور ہے۔ درود و سلامتی اور برکتیں نازل فرما اپنے روشن نور پر جسے تو نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور پھر اس کے نور سے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور سلامتی فرما اس کے نور کی شعاعوں پر، اس کی آل، اصحاب اور اس کے چاندوں پر۔''226 ﴿

یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ہے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے انکار پر رسالے تحریر

کئے ہیں۔ بلکہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14، صفحہ 358، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کے مؤقف کو قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف سے ثابت کیا ہے اور کثیر دلائل اس پر دیئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقۃً نور اور ظاہری طور پر بشر تھے۔

ظہیر صاحب نے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خطبے کو شکستہ عربی کہا ہے، وہ یا تو اس لئے کہا ہے کہ انہیں اس عربی کی سمجھ نہیں آئی یا اس لئے کہا ہے کہ یہ خطبہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے اس لئے سمجھنا ہی نہیں چاہا۔ شکستہ عربی کہہ دینا ایک دعویٰ ہے، جسے دلیل سے ثابت بھی کرنا چاہئے تھا۔ یہ عربی خطبہ پیش کیا جاتا ہے وہابی ثابت کریں کہ یہ کیسے شکستہ عربی ہے؟ "اللھم لك الحمد یانور یانور النوریانورا قبل کل نور ونورا بعد کل نور یامن له النور وبه النور ومنه النور والیه النور وھو النورصل وسلم وبارك علی نورك المنیرالذی خلقته من نورك وخلقت من نوره الخلق جمیعا وعلی اشعة انواره واله واصحابه نجومه واقماره اجمعین امین'' اب اس کا ترجمہ وتشریح ملاحظہ فرمائیں: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، اے نور، اے نور کے نور، (یعنی نوری مخلوق کے پرودگار) اے ہر نور سے پہلے نور اور اے ہر نور کے بعد نور (یعنی کائنات میں سب سے پہلے تیرا نور حقیقی تھا اور کل قیامت والے دن جب صور پھونکا جائے گا صرف تیرا نور حقیقی باقی رہے گی)۔ اے وہ ذات جس کے لئے نور ہے (احادیث میں ذکر اذکار کو نور کہا گیا تو اس جملے کا مطلب ہے تمام کائنات کا ذکر تیرے لئے ہے)، جس کے سبب سے نور ہے (تیرے ہی سبب سے یہ زمین وآسمان روشن ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا)، جس سے نور ہے (ہدایت نور ہے جو رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ترجمہ: اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ دوسری جگہ ہے ﴿فَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ترجمہ: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔) جس کی طرف نور ہے (ہدایت یافتہ بندوں کا ذکر تیری ہی طرف جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ﴿اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ﴾ اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام۔) اور وہی نور ہے۔ (اللہ عزوجل ہی نور حقیقی ہے۔) درود وسلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے۔ جس کو تو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور یہ ذات کفر وشرک کو ایمان سے

روشن کرنے والی ہے۔اسی نبی کے نور سے تو نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔) اوراس کے انوار کی شعاعوں پر (نبی علیہ السلام کے نور سے جوفرشتے، انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے ان پر سلام) اوراس کے آل واصحاب پر جواس کے ستارے اور چاند ہیں، سب پر۔(جس طرح چاند اور ستارے سورج کے نور سے روشن ہیں اسی طرح آپ کی آل اور اصحاب آپ کے نور سے روشن ہیں۔) اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما۔

یہ وہ تشریح ہے جو فقیر کی ناقص عقل میں آئی ہے ورنہ یقیناً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی نکات کو سامنے رکھ کر یہ جامع خطبہ لکھا ہوگا، جسے سمجھے بغیر ظہیر صاحب مٹی میں مل گئے اور بقیہ وہابیوں کی قسمت میں ہوا تو سمجھ جائیں گے۔

**حدیثِ نور**

> ﴾ اس غیر منطقی اور بعید از فہم خطبے کے بعد انہوں نے ایک موضوع اور خود ساختہ روایت سے استدلال کیا ہے چنانچہ حافظ عبدالرزاق کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے مصنف عبدالرزاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے جابر، بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا، دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح و قلم، جنت و دوزخ، فرشتگان، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے۔ پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا، پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔227 ﴿

ظہیر صاحب اور تمام وہابی مولوی مصنف عبدالرزاق کی نور والی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔اسے موضوع کہنے پر ان کے پاس دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں نہیں ہے۔جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حدیثِ نور اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کی حدیث صحیح اسناد کے ساتھ مصنف عبدالرزاق میں تھیں۔لیکن بعد میں آنے والوں نے ان دونوں احادیث سمیت مصنف عبدالرزاق سے دس ابواب نکال دیئے۔اس وقت پوری دنیا میں مصنف عبدالرزاق کتاب الایمان اور ان ابواب کے بغیر چھپ رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہابی اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں اور ہمارے اس دعویٰ کو جھٹلاتے ہیں کہ مصنف عبدالرزاق سے یہ حدیث نکال دی گئی ہے چنانچہ وہابیوں کی کتاب ارشیف ملتقی اہل الحدیث 3 میں ہے"وھو الامام

الحافظ عبد الرزاق بن همام الصنعاني المتوفى سنة 211ھـ ـ وقد طبعت كتبه، ولم يكن هذا الحديث فيها ـ ـ ـ زعم انه الجزء المفقود من مصنف الامام عبد الرزاق المذكور ''ترجمہ: اوروہ امام حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی المتوفی 211ھ ہیں جن کی کتاب (مصنف عبد الرزاق) طبع ہو چکی ہے اور اس میں یہ حدیث نہیں ہے۔لوگوں نے گمان کیا کہ یہ مصنف عبد الرزاق کا جزء مفقود ہے۔

(أرشيف ملتقى أهل الحديث 3، جلد23، صفحه46)

ہم یہ دعویٰ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کئی محدثین نے اپنی کتب میں مصنف عبد الرزاق سے اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے۔اس بات کا اعتراف وہابی بھی کرتے ہیں۔ایک وہابی مولوی صاحب حدیث جابر کے متعلق لکھتے ہیں ''هذا حديث موضوع مكذوب على رسول الله صلى الله عليه وسلم مخالف لصريح الكتاب والسنة، وهذا الحديث لا يوجد في شيء من الكتب المعتمدة، وإنما يوجد مثل هذا في الكتب المصنفة في شرح الخصائص والشمائل وفي بعض الكتب، كما يذكر أمثال ذلك أبو نعيم وابن عساكر وأبو حامد الغزالي وابن أبي الدنيا'' ترجمہ: یہ حدیث موضوع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ ہے اور یہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔یہ حدیث کسی معتمد کتب میں نہیں پائی جاتی۔بلکہ یہ حدیث مصنفین نے خصائص اور شمائل کی کتب میں لکھی ہے جیسا کہ ابونعیم اور ابن عساکر اور امام غزالی اور ابن دنیا نے اس حدیث پاک کو لکھا ہے۔

(الصواعق المرسلة الشهابية على الشبه الداحضة الشامية، صفحه33، دار العاصمة الرياض)

ایک اور وہابی لکھتا ہے ''فحديث جابر هذا المنسوب إلى عبد الرزاق موضوع لا أصل له وقد عزاه غير واحد إلى عبد الرزاق خطأ فهو غير موجود في مصنفه ولا جامعه ولا تفسيره . ومن الذين نسبوه إلى عبد الرزاق ابن العربي الحاتمي في "تلقيح الأذهان" والديار بكري في كتاب "الخميس في تاريخ أنفس نفيس "والعجلوني في "كشف الخفاء "وفي "الأوائل العجلونية" وقال السيوطي في الحاوي في الفتاوي :أما حديث أولية النور المحمدي فلا يثبت'' ترجمہ: حدیث جابر جو مصنف عبد الرزاق کی طرف منسوب ہے وہ موضوع ہے اس کی اصل نہیں۔کئی لوگوں نے اس حدیث کو خطا کے طور پر عبد الرزاق کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ یہ حدیث ان کی مصنف، جامع اور تفسیر میں نہیں ہے۔عبد الرزاق کی طرف نسبت کرنے والوں میں ابن عربی حاتمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ''تلقیح الاذہان'' میں اس حدیث کو

نقل کیا، الدیاربکری رحمۃ اللہ علیہ نے'' الخمیس فی تاریخ انفس نفیس'' میں نقل کیا۔ العجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے '' کشف الخفاء'' اور '' الاوائل العجلونیہ'' میں نقل کیا اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی فی الفتاوٰی میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول نور ہونے پر موجود حدیث ثابت نہیں ہے۔

(فتاوی یسالونک، جلد6، صفحہ540، مکتبہ دندیس، فلسطین)

دیکھیں وہابیوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ علمائے اسلاف نے اس حدیث پاک کو مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے لکھا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ علمائے اسلاف کے دور میں یہ حدیث مصنف عبد الرزاق میں موجود تھی اور علمائے اسلاف نے بغیر اسے موضوع کہے نقل فرمایا۔ آخر میں جو وہابی مولوی نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے وہ جھوٹ لکھا ہے۔ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ وہابی اہل سنت کے عقائد اور فقہ حنفی پر مشتمل احادیث کو منہ اٹھا کر ضعیف یا موضوع کہہ دیتے ہیں اور بعض اوقات یہ جھوٹ بھی لکھ دیتے ہیں کہ فلاں محدث نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ نہیں کہا کہ وہ ثابت نہیں بلکہ کسی نے آپ سے کسی اور متن والی حدیث پاک کے متعلق پوچھا۔ جو یوں تھی ''وهل الوارد فی الحديث(( أن الله تعالى خلق نور محمد صلى الله عليه وسلم فجزأه أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول العرش، وخلق من الجزء الثالث اللوح، ثم قسم الجزء الرابع وجزأه أربعة أجزاء، وخلق من الجزء الأول العقل المعرفة، وخلق من الجزء الثالث نور الشمس والقمر ونور الأبصار ونور النهار، وجعل الجزء الرابع تحت ساق العرش )) '' ترجمہ: کیا یہ حدیث پاک ہے کہ کہ اللہ عزوجل نے نور محمد صلی اللہ علیہ کو پیدا فرمایا اور اس کے چار حصے کئے، پہلے حصے سے عرش بنایا، دوسرے سے قلم، تیسرے سے لوح اور چوتھے حصے کے مزید چار حصے کئے جس میں پہلے حصے سے عقل، دوسرے سے معرفت، تیسرے سے سورج، چاند، آنکھوں اور دن کی روشنی کو پیدا کیا اور چوتھے حصے سے عرش کے پائے بنائے۔

آپ نے اس مذکورہ حدیث کے متعلق فرمایا'' والحديث المذكور فی السؤال ليس له إسناد يعتمد عليه'' ترجمہ: یہ مذکورہ حدیث جو سوال میں ذکر کی گئی اس کی سند پر اعتماد نہیں ہے۔

(الحاوی للفتاوی، جلد1، صفحہ386، دار الفکر، بیروت)

یہ نہیں فرمایا کہ یہ موضوع ہے یا یہ ثابت نہیں بلکہ اس کی سند پر اعتماد نہیں کیا۔ حدیث جابر کا نہ اس میں تذکرہ ہے اور نہ یہ

حدیث جابر کے متن پر ہے۔دراصل نور کے متعلق کئی احادیث ہیں،جن میں سے ایک سائل نے پیش کی اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر نور والی احادیث کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس متن کو موضوع نہیں کہا بلکہ بیان کی گئی حدیث کی سند پر فقط اعتماد نہ ہونے کا کہا۔اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "قوت المغتذی علی جامع الترمذی "میں نور کے متعلق ایک اور حدیث کو موضوع نہ ٹھہراتے ہوئے فرماتے ہیں "وقال زين العرب في شرح المصابيح": يعارض هذا الحديث ما روى ((إنّ أوّل ما خلق الله العقل))، ((إنّ أوّل ما خلق الله نوري))، ((إنّ أوّل ما خلق الله الروح))، ((إنّ أول ما خلق الله العرش)) ويجابُ بأنّ الأولوية من الأمور الإضافية، فيؤوَّل أنّ كل واحد مما ذكر خلق قبل ما هو من جنسه: فالقلم خلق قبل الأشجار. ونوره عليه الصلاة والسلام قبل الأنوار، ويحمل حديث العقل على: أنّ أول ما خلق الله من الأجسام اللطيفة العقل، ومن الكثيفة العرش، فلا تناقض في شيء من ذلك"انتهى. قلتُ: حديث العقل موضوع،والثلاثة الأُخر لم ترد بهذا اللّفظ " ترجمہ: زین العرب نے شرح المصابیح میں فرمایا کہ یہ حدیث دیگر احادیث کے معارض ہے کہ جس میں ہے کہ بے شک اللہ عزوجل نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، بے شک اللہ عزوجل نے سب پہلے میرے نور کو پیدا کیا، بے شک اللہ عزوجل نے سب سے پہلے روح کو پیدا کیا، بے شک اللہ عزوجل نے سب سے پہلے عرش کو پیدا کیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں اولیت امور اضافیہ میں سے ہے۔تو اس کی تاویل یوں ہے کہ ہر چیز کو اس کی جنس میں سب سے پہلے بنایا ہے جیسے قلم کو درختوں سے قبل بنایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیگر انوار سے پہلے پیدا کیا اور حدیث عقل کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اجسام لطیفیہ میں سب سے پہلے اللہ عزوجل نے عقل کو پیدا فرمایا اور کثیف شے میں سب سے پہلے عرش کو بنایا، اس اعتبار سے احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔میں (امام جلال الدین سیوطی) کہتا ہوں کہ حدیث عقل موضوع ہے اور بقیہ تین ان الفاظ کے ساتھ وارد نہیں۔

(قوت المغتذی علی جامع الترمذی، جلد1، صفحہ516، جامعہ أم القری، مکۃ المکرمہ)

دیکھیں کتنے واضح انداز میں آپ نے نور والی حدیث کو موضوع نہیں فرمایا بلکہ یہ کہا کہ ان الفاظ کے علاوہ دیگر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح وارد ہے۔لہٰذا محدثین رحمہم اللہ کی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے چنانچہ خصائص الکبری شریف میں فرماتے ہیں''من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم ان ظله كان لايقع على الارض وانه كان نورا''ترجمہ: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور بے شک آپ نور ہیں۔

(الخصائص الکبریٰ، باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظل، جلد1، صفحہ116، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

لہٰذا اہل سنت کا مؤقف ثابت ہوا کہ مصنف عبدالرزاق میں سے حدیث نور بعد میں نکالی گئی ہے۔ الحمد للہ عزوجل کئی سالوں بعد علمائے اہل سنت کے مؤقف کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک پرانا مخطوطہ مصنف عبدالرزاق کا مل گیا ہے جس میں مصنف عبدالرزاق کے دس ابواب موجود ہیں۔ ان دس ابواب میں حدیث نور اور وہ حدیث موجود ہے جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ یہ مخطوطہ ایک مخلص سنی شخصیت حاجی محمد رفیق برکاتی صاحب نے ایک افغانی سے چار لاکھ میں خریدا۔ اس افغانی نے کہا کہ: ''اگر میں فلاں شخص کو یہ دیتا تو وہ مجھے اس مخطوطہ کا چھ لاکھ دیتا اور اس مخطوطہ کو جلا دیتا۔ پر میرا ضمیر اس پر آمادہ نہ ہوا۔'' یقیناً یہ جلانے والا شخص بدمذہب ہوگا، جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت سے بغض ہوگا۔ یہ اہل سنت کے ساتھ بے حد زیادتی ہے کہ ان کے عقائد پر مشتمل احادیث اور فقہ حنفی کی جو احادیث دلیل ہیں ان میں تحریف کی جارہی ہے، کتب احادیث میں سے انہیں نکالا جارہا ہے اور اس کام میں سب سے زیادہ پیش پیش سعودی وہابی ہیں۔ اللہ عزوجل اس فتنے کو نیست ونابود فرمائے۔ آمین۔

اس مخطوطہ کو ڈاکٹر عیسیٰ ابن عبداللہ ابن مانع حمیری سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف وامور اسلامیہ دبئی نے حاشیہ کے ساتھ بیروت سے چھپوایا اور اس کا ترجمہ کر کے شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مکتبہ قادریہ، لاہور سے بنام ''مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب'' کے شائع کیا۔

اس مخطوط میں کتاب الایمان میں سب سے پہلے باب کا نام ہے ''باب فی تخلیق نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کے بیان میں باب۔ اس میں حدیث نور کی سند یوں ہے " عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن اوّل شی ء خلقہ اللہ تعالیٰ؟۔۔۔۔۔۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ نہ ہونے پر موجود حدیث پاک کی سند یوں ہے "عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع ان ابن عباس قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظل۔۔۔۔۔"

## کسی حدیث کو امت کا قبول کرلینا بڑی دلیل ہے

یہ موضوع حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس حدیث کو امت نے قبول کرلیا ہے۔ اور امت کا

قبول کرلیا وہ شئے عظیم ہے جس کے بعد کسی سند کی حاجت نہیں رہتی، بلکہ ضعیف سند بھی ہو تو بھی حرج نہیں کرتی۔''228

خاں صاحب بریلوی اس امت سے کون سی امت مراد لے رہے ہیں؟ اگر اس سے مراد خان صاحب جیسے اصحاب ضلال اور گمراہ لوگوں کی امت ہے تو خیر اور اگر ان سے مراد علماء و ماہرین حدیث ہے تو ان کے متعلق تو ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہو۔ ﴿

ظہیر صاحب کی شدت دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عبارت چھوڑ کر صرف آخری لائن نقل کردی ہے اور پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی محدثین کو صاف صاف گمراہ کہہ دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا پورا کلام یوں ہے: ''یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی، اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القری اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیاربکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔ بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی ''کما بیناہ فی منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں اس کو بیان کیا ہے۔) لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں ''قد خلق کل شیئی من نورہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم کما وردبہ الحدیث الصحیح'' بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے بنی، جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 659، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کتنے واضح انداز میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے محدثین رحمہم اللہ کا نام لکھا کہ انہوں نے اس حدیث پاک کو روایت کیا اور اسے موضوع نہیں کہا بلکہ اسے صحیح کہا ہے۔ مزید علمائے اسلاف کے حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں جس سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کی تائید ہوگی کہ محدثین ومفسرین نے اس متن کی احادیث کو قبول فرمایا ہے۔ نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین القمی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 850ھ) تفسیر نیسابوری میں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1014ھ) شرح الشفا میں، علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی رحمۃ اللہ علیہ (1044ھ) السیرۃ الحلبیۃ میں، شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی مصری حنفی

رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1069ھ) حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی میں، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1127ھ) روح البیان میں اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1270ھ) روح المعانی میں حدیث پاک روایت کرتے ہیں "اول ما خلق اللہ تعالی نوری" اللہ عزوجل نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(تفسیر النیسابوری، جلد1، صفحہ407، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارج النبوۃ میں ہے ''در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری'' یعنی صحیح حدیث وارد ہے کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ، جلد2، صفحہ2، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

دیوبندی وہابی مولوی رشید گنگوہی سے سوال ہوا: "((اول ما خلق اللہ نوری)) اور ((لولاک لما خلقت الافلاک)) یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی (جھوٹیں)؟ جواباً کہا: ''یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ((اول ما خلق اللہ نوری)) اللہ عزوجل نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا) کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔''

(فتاوی رشیدیہ، صفحہ157، محمد سعید، کراچی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام سے اس نظریے کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''قولہ ((أول ما خلق اللہ نوری)) وفی روایۃ ((روحی)) ومعناهما واحد فإن الأرواح نورانیة أی:أول ما خلق الله من الأرواح روحی (رواه الترمذی وقال:هذا الحدیث غریب إسنادا)أی:لا متنا، والمراد به حدیث یعرف متنه عن جماعة من الصحابة، وانفرد واحد بروایته عن صحابی آخر، ومنه قول الترمذی:غریب من هذا الوجه" ترجمہ: ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور دوسری روایت میں فرمایا سب سے پہلے اللہ عزوجل نے میری روح کو پیدا فرمایا تو یہ دونوں روایات معنیٰ کے اعتبار سے ایک ہیں کہ روح نورانی ہوتی ہے یعنی اللہ عزوجل نے سب سے پہلے ارواح میں سے میری روح کو پیدا فرمایا۔ اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے غریب ہے یعنی سند غریب ہے متن غریب نہیں کیونکہ (نور والی احادیث کا) متن صحابہ کرام کی جماعت سے ثابت ہے۔ جو امام ترمذی نے غریب کہا وہ اس اعتبار سے ہے کہ اس سند کی حدیث کو صرف ایک صحابی نے روایت کیا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، جلد1، صفحہ169، دار الفکر، بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے کلام سے یہ واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے پر جو احادیث وارد ہیں یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر بعد میں آنے والے علمائے کرام تک رائج رہیں ہیں، بعض احادیث کی سند کو اگرچہ ضعیف کہا گیا لیکن اس کا متن ہرگز ضعیف نہیں۔مصنف عبد الرزاق والی حدیث تو سند اور متن دونوں کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔اب آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ کس کا مؤقف صحیح ہے؟ کیا وہابیوں کا نور والی احادیث کو بغیر دلیل موضوع کہنا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں؟ پھر ظہیر صاحب کا صاف الفاظ میں علمائے اسلاف کو گمراہ کہہ دینا، کیا یہ گمراہی نہیں؟ پیچھے ظہیر صاحب بھولے بن کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگا رہے تھے کہ وہ بہت شدتی تھے،فحش کلامی کرتے تھے،کفر اور گمراہی کے فتوے لگاتے تھے۔اب خود مسلمانوں کو بلکہ ائمہ مسلمین کو گمراہ کہہ رہے ہیں تو کیا یہ شدت وفحش کلامی نہیں؟

﴿ اور پھر یہ کس نے کہا کہ امت کے کسی حدیث کو قبول کر لینے سے اس کی سند دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی؟ ﴾

وہابی خود کو اہل حدیث کہتے ہیں جبکہ نہ یہ اہل حدیث ہیں اور نہ انہیں اصول حدیث کا پتہ ہے۔ظہیر صاحب کا بھی یہی حال ہے۔اپنی کم علمی کی بنا پر اعلیٰ حضرت پر یہ اعتراض کر دیا۔انہیں چاہئے تھا کہ پہلے اس مسئلہ پر تحقیق کر لیتے ،اگر تحقیق کرنے کی قابلیت نہیں تھی تو اعلیٰ حضرت نے اپنی اس بات کے ساتھ اس رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین "کا حوالہ دیا تھا ،اس رسالہ ہی سے دیکھ لیتے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس رسالہ میں مستند دلائل کے ساتھ لکھتے ہیں:''اہلِ علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔مرقاۃ میں ہے "رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب والعمل علی ھذا عند اھل العلم، قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرك، فکأن الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم، والعلم عنداللّٰہ تعالی کماقال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم، انہ من قال لاالہ الااللّٰہ سبعین الفا، غفراللّٰہ تعالی لہ، ومن قیل لہ غفرلہ ایضا، فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیران انوی لاحد بالخصوص،فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھوربالکشف، فاذاھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء، فسألتہ عن السبب، فقال اری امی فی العذاب،فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحك وقال انی اراھاالاٰن فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحۃالحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث '' یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہلِ علم کا اس پر عمل ہے۔امام نووی نے فرمایا اس کی سند ضعیف ہے انہوں سے میرک نے نقل کیا۔تو گویا امام ترمذی اہل علم کے عمل سے

حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار'' لاالٰہ الا اللّٰہ " کہے، اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کو بھی بخش دے گا، میں نے " لاالٰہ الااللّٰہ " اتنے بار پڑھا تھا اُس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی۔ اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا، اُن میں ایک جوان کے کشف کا شُہرہ تھا، کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا، میں نے سبب پُوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہُوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا، فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقبات میں امام بیہقی سے ناقل "تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفى ذلك تقوية للحديث المرفوع " اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔

اُسی میں فرمایا"قد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله " معتمد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگر چہ اُس کے لئے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشادِ علماء، احادیثِ احکام کے بارے میں ہے پھر احادیثِ فضائل تو احادیثِ فضائل ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ475، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ اُمت واُمنائے مِلّت بنظر قرائنِ خارجہ یا مطابقت قواعدِ شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ اُن کا یہ عمل ہی موجبِ تقویت وصحتِ حدیث ہوجاتا ہے۔ یہاں صحت، عمل پر متفرع ہوئی نہ عمل صحت پر۔ امام ترمذی نے حدیث ((من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبائر)) جس شخص نے کسی عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا تو بے شک وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا۔

روایت کر کے فرمایا"حنش هذا هو ابوعلى الرحبى وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عنداهل الحديث ضعفه احمد وغيره والعمل على هذا عنداهل العلم "اس حدیث کا راوی ابوعلی رجبی حنش بن قیس اہل حدیث کے نزدیک

ضعیف ہے۔امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی اور علماء کا عمل اسی پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کتاب **التعقبات علی الموضوعات** میں فرماتے ہیں "اشار بذلك الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله " یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا کہ حدیث کو قول علماء سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے۔اگر چہ اس کے لیے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔

امام شمس الدین سخاوی **فتح المغیث** میں **شیخ ابوالقطان** سے ناقل "هذا القسم لا یحتج به کله بل یعمل به فی فضائل الاعمال ، ویتوقف عن العمل به فی الاحکام الا اذا کثرت طرقه او عضده اتصال عمل اوموافقة شاهد صحیح اوظاهر القرآن " حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی بلکہ فضائلِ اعمال میں اس پر عمل کریں گے اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے مگر جب کہ اس کی سندیں کثیر ہوں یا عمل علماء کے ملنے یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت سے قوت پائے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 27، صفحہ 64، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## ظہیر صاحب کا لوگوں کو اہل سنت سے بدظن کرنے کی کوشش کرنا

ﷺ اور یہ روایت تو قرآنی نصوص اور احادیث نبویہ کے صریح خلاف ہے اور پھر تمام واقعات وشواہد اس غیر اسلامی وغیر عقلی نظریئے کی تردید کرتے ہیں۔اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انسانوں کی طرح اپنے باپ عبداللہ بن مطلب کے گھر پیدا ہوئے،اپنی والدہ آمنہ کی گود میں پلے،حلیمہ سعدیہ کا دودھ نوش فرمایا، ابوطالب کے گھر پرورش پائی،حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، عائشہ رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے شادی فرمائی۔پھر مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی اور کہولت کے ایام گزارے،مدینہ منورہ ہجرت کی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بیٹوں ابراہیم، قاسم، طیب، طاہر، اور بیٹیوں زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ،حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر،حضرت ابوالعاص،حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے داماد بنے۔حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔حضرت صفیہ اور حضرت اروی رضی اللہ عنہما آپ کی پھوپھیاں تھیں اور دوسرے اعزاء واقارب تھے۔

ان ساری باتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان ہونے کا انکار کس قدر عجیب اور کتنی غیر منطقی بات ہے؟ کیا مذہب اسلام اس قدر متضاد اور بعید از قیاس عقائد کا نام ہے؟ ان نظریات اور عقائد کی طرف دعوت دے کر آپ غیر مسلموں کو کس طرح قائل کر سکیں گے؟ ان عقائد کی نشر واشاعت سے دین اسلام کیا نا قابل فہم مذہب بن کر رہ جائے گا؟

دراصل بریلویت مجموعہ جہالت ہونے کے ساتھ ساتھ تشیع اور باطنی مذاہب سے متاثر نظر آتی ہے۔ عجیب وغریب تاویلات اور حلول وتناسخ کے عقائد یہودیت اور یونانی فلسفہ سے باطنی مذاہب اور پھر وہاں سے تصوف اور بریلویت کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔ ﷺ

بلاوجہ ظہیر صاحب صفحے کالے کر رہے ہیں، یہ سب لکھنے کا کوئی تک بنتا ہے؟ کیا اہل سنت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت، اولاد، شادی وغیرہ کا انکار کیا ہے؟ پھر مسئلہ نور میں تشیع، حلول وتناسخ کہاں سے آ گیا؟ سیدھا سیدھا ظہیر صاحب جھوٹوں کے پلندے جمع کر کے مسلمانوں کو اہل سنت سے بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

## جنت، چاند، سورج، ستارے، علم وعقل آپ کے نور سے ہیں

ﷺ اب ان لوگوں کی نصوص وعبارات سنئے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

نیست احمد الیکن ازخدا ہم نیست　　　مظہر صفات اللہ شاہ جاں نواز آمد

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

ازتو پیدائش ازتو ہویدا عرش وکرسی　　　ازتو حوا از آدم صلی اللہ علیہ وسلم 229

تو گویا آدم وحوا، جن وانس، عرش وکرسی ہر چیز نور محمدی کا حصہ ہے۔ اس عقیدے میں باطنیت اور یونانی فلسفہ صاف طور پر مترشح ہے۔ جناب بریلوی فرماتے ہیں: ''فرشتے آپ ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ نے ہر چیز میرے ہی نور سے پیدا فرمائی۔'' 230

مزید لکھتے ہیں: ''مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذات مصطفیٰ ہے، باقی سب پر اس کے عکس کا فیض وجود، مرتبہ کون ومکان میں نور احمد آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبہ تکوین میں نور احمدی آفتاب اور سارا جہاں اس کے آ گینے۔'' 231

اس عبارت کا ایک ایک لفظ واضح کر رہا ہے کہ یہ عقیدہ یونانی فلسفے اور باطنیت سے ماخوذ ہے اور وحدۃ

الوجود کی ایک صورت ہے۔ اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

ظہیر صاحب نے ایک بار پھر نہ صرف حدیث کا انکار کیا بلکہ اسے یونانی فلسفہ قرار دیا۔ یہ شعر اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بالکل حدیث پاک کی روشنی میں تھا۔ تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس میں حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 966ھ) ایک حدیث تفصیلاً روایت کرتے ہیں جس کا خلاصہ یوں ہے "عن جابر بن عبد اللہ الانصاری أنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن أوّل شیء خلقہ اللہ قال ((ہو نور نبیک یا جابر خلقہ ثم خلق منہ کل خیر وخلق بعدہ کل شیء ۔۔۔۔ الملائکۃ من نوری وملائکۃ السموات السبع من نوری والجنۃ وما فیہ من النعیم من نوری والشمس والقمر والکواکب من نوری والعقل والعلم والتوفیق من نوری والرسل من نوری والشہداء والصالحون من نتائج نوری)) البیہقی ''حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ عزوجل نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر! تیرے نبی کے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا، پھر اس نور سے ہر خیر کو پیدا کیا، پھر ہر چیز کو اس نور سے پیدا کیا۔ ملائکہ میرے نور سے (پیدا کئے)، سات آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے ہیں، جنت اور جو کچھ اس میں ہے میرے نور سے ہے، سورج، چاند، ستارے میرے نور سے ہیں، عقل اور علم اور توفیق میرے نور سے ہے، انبیاء اور رسل علیہم السلام کی ارواح میرے نور سے ہیں، شہدا اور صالحین میرے نور سے ہیں۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

(تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس، جلد1، صفحہ19، دار صادر، بیروت)

## سارے جہان کی زندگی حضور ﷺ سے ہے

جناب بریلوی کی ایک اور عبارت سنئے: ''عالم نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائے وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا۔ یوں ہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست گر ہے۔ آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتاً فنائے محض ہوجائے۔ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو۔''232

اندازہ فرمایئے اس قسم کے عقائد قرآنی تصورات سے کس قدر بعید ہیں؟ قرآن کریم کی کسی آیت میں بھی اس طرح کے باطنی تصورات اور فلسفیانہ افکار و نظریات کا وجود نہیں ہے۔۔۔۔۔ مگر اس قسم کے عقائد کو اگر

نکال لیں ''تو بریلویت'' دفعتاً فنائے محض ہو جائے۔ ﷺ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اول تخلیق اور اس نور سے جو کائنات تخلیق ہوئی، ان احادیث و دلائل نقل کرنے کے بعد یہ کلام فرمایا تھا لیکن ظہیر صاحب نے آگے پیچھے سارا مستند کلام چھوڑ کر یہ عبارت پیش کر کے، بریلویت کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے دور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بحوالہ ملاحظہ فرمائیں: ''مطالع المسرات میں ہے ''اسمه صلی الله تعالی علیه وسلم محی حیٰوۃ جمیع الکون به صلی الله تعالی علیه وسلم فهو روحه وحیوته وسبب وجوده وبقائه'' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک محی ہے، زندہ فرمانے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان وزندگی اور اس کے وجود وبقاء کے سبب ہیں۔

اسی میں ہے ''هو صلی الله تعالی علیه وسلم روح الاکوان وحیاتها وسر وجودها ولولاه لذهبت وتلاشت کما قال سید عبدالسلام رضی الله تعالی عنه ونفعنا به ولا شیء الا هو به منوط اذلولا الواسطة لذهب کما قیل الموسوط'' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کی جان وحیات وسبب وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست ونابود ہو جائے جیسا کہ حضرت سیدی عبدالسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے جیسا کہ وسیلہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ہمزیہ شریف میں ارشاد فرمایا:۔

کل فضل فی العلمین فمن فضل　　النبی استعارة الفضلاء

ترجمہ: جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل سے مانگ کر لی ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ افضل القریٰ میں فرماتے ہیں ''لانه الممد لهم اذهو الوارث للحضرة الا لهیة والمستمد منها بلا واسطة دون غیره فانه لایستمد منها الا بواسطته فلا یصل لکامل منها شیء الا وهو من بعض مدده وعلی یدیه'' تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ حضور ہی بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں بلاواسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مدد الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو خوبی ملی وہ

حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

شرح سیدی عشماوی میں ہے "نعمتان ماخلا موجود عنهما نعمة الا يجاد ونعمة الامداد وهو صلى الله تعالى عليه وسلم الواسطة فيهما اذلو لا سبقة وجوده ما وجد موجود ولو لا وجود نوره فى ضمائر الكون لتهدمت دعائم الوجود فهو الذى وجد اولا وله تبع الوجود وصار مرتبطابه لااستغناء له عنه" کوئی موجود، دونعمتوں سے خالی نہیں، نعمت ایجاد ونعمت امداد اور ان دونوں میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہولیتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہوتو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیلی اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

ان مضامین جمیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوص جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنة المصطفى فى ملكوت كل الورى "میں ہیں، وللہ الحمد۔''

(فتاوی رضویہ جلد 30، صفحہ 676، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ بریلوی قرآن وسنت پر ہیں یا وہابی ہیں؟ وہ وہابی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت پر مشتمل احادیث وعلمائے اسلاف کے کلام کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اس پر تنقید کرتے ہیں اور اسے معاذ اللہ یونانی فلسفہ کہتے ہیں۔ وہابیت اگر ان احادیث اور محدثین کے دلائل کو مان لے تو فنائے محض ہوجائے اور چندے ملنا بند ہوجائیں۔

﴿ احمد رضا خان بریلوی اپنے ایک اور رسالے کے خطبے میں لکھتے ہیں: ''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے تمام اشیا سے قبل ہی ہمارے نبی کا نور پیدا فرمایا۔ پھر مقام انوار آپ کے ظہور کی کرنوں سے پیدا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوروں کے نور ہیں۔ تمام سورج اور چاند آپ سے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی لیے رب کریم نے آپ کا نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو سورج روشن نہ ہوتا، دن رات کی تمیز نہ ہوسکتی اور نہ ہی نمازوں کے اوقات کا پتہ چلتا۔''233

ملاحظہ کیجئے! کس طرح الفاظ کے تصرف کو عقائد کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ ﴾

اوپر کثیر احادیث ودلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نور ہیں اور سورج، چاند آپ کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن وہابیوں کا یہ پرانا وطیرہ ہے کہ وہ بغیر دلیل اپنے باطل عقائد ونظریات پر نہ صرف قائم رہتے ہیں بلکہ اپنے مخالف عقائد والوں کو شرک ثابت کرتے ہیں۔ عقائد میں کون تصرف کرتا ہے یہ ظہیر صاحب کی اس کتاب سے عیاں ہے۔

## آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا

﴿ مزید نقل کرتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ محض نور تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔''234 ﴾

پیچھے مصنف عبدالرزاق کی روایت صحیح سند کے ساتھ پیش کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی خطبہ کے بعد لکھتے ہیں: ''بیشک اس مہر سپہر اصطفاء ماہ منیر اجتبا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث واقوال علماء کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ وجہابذ فضلاء مثل حافظ رزین محدث وعلامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور وامام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ وامام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ وعلامہ حسین بن دیار بکری واصحاب سیرت شامی وسیرت حلبی وامام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی وامام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث صاحب کتاب الوفاء وعلامہ شہاب الحق والدین خفاجی صاحب نسیم الریاض وامام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ وفاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب وشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی وبحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی وشیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہم اجلہ فاضلین ومقتدایان کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں، خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصنیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتی عقل وقاضی نقل نے باہم اتفاق کر کے اس کی تاسیس وتشیید کی۔ ''فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر'' حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں ''قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضؤوہ ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوؤہ علی ضوء السراج'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

امامِ علام حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب خصائصِ کبریٰ میں اس معنی کے لئے ایک باب وضع فرمایا اوراس میں حدیث ذکوان ذکر کے نقل کیا "قال ابن سبع من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم ان ظله كان لا يقع على الارض وانه كان نورا فكان اذا مشى فى الشمس اوالقمر لا ينظر له ظل قال بعضهم ويشهد له حديث قول صلى الله تعالى عليه وسلم فى دعائه واجعلنى نورا" یعنی ابن سبع نے کہا حضور کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اورآپ نور محض تھے،تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔بعض علماء نے فرمایا اس کی شاہد ہے وہ حدیث کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کر دے۔

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب ثانی فصل رابع میں فرماتے ہیں "لم يقع ظله على الارض ولا رئى له ظل فى شمس ولا قمر قال ابن سبع لانه كان نورا قال رزين لغلبة انواره"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا،حضور کا سایہ نظر نہ آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ابن سبع نے فرمایا اس لئے کہ حضور نور ہیں۔امام رزین نے فرمایا اس لئے کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفاء شریف میں فرماتے ہیں "وما ذكر من انه كان لا ظل لشخصه فى شمس ولا قمر لانه كان نوراً "یعنی حضور کے دلائل نبوت وآیات رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 30، صفحہ 696، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ان دلائل کے باوجود وہابی اپنی ضد پر قائم ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام انسان ثابت کرتے ہوئے، سایہ کے قائل ہیں۔ظہیر صاحب کی طرح دیگر وہابی بھی سایہ نہ ہونے والے دلائل پر اعتراض کرتے ہیں۔

## مؤمنین میرے فیضِ نور سے ہیں

ان کے اشعار بھی تو سنتے جایئے:۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا     سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا     تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا 235

یعنی نہ صرف یہ کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری

اولاد کو نوری مخلوق قرار دے دیا۔ ﴿

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہی ہر چیز پیدا ہوئی ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کی نفی کیوں ہے؟ ایک حدیث پاک میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مؤمن میرے نور سے ہے چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے "قال علیہ السلام انا من اللہ والمؤمنون من فیض نوری" (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ عزوجل (کے نور) سے ہوں اور مؤمنین میرے فیضِ نور سے ہیں۔

(روح البیان، سورۃ الانبیاء، سورۃ 21، جلد 5، صفحہ 529، دار الفکر، بیروت)

لہٰذا یہ شعر عین حدیث پاک کے موافق ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ پاک یا مؤمنین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی مثل ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثل ہیں۔ بلکہ بات وہی ہے جو اعلیٰ حضرت نے فرمائی کہ اولادِ پاک نور سے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین نور ہیں۔

## حضور علیہ السلام کو خدا کہنا

﴿ اس قسم کے باطنی عقائد کی وجہ سے ہی ان کے اندر عقیدہ حلول سرایت کر گیا اور اسی بنا پر یہ لوگ یہود و نصاریٰ کے عقائد کو اسلامی عقائد میں داخل کر کے دین اسلام کی تضحیک کے مرتکب ہوئے۔ چنانچہ بریلوی شاعر کہتا ہے:۔

وہی ہے جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر  اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر ﴿

ظہیر صاحب نے بغیر حوالہ دیئے کفریہ شعر اہل سنت کے کھاتے میں ڈال دیا۔ جبکہ علمائے اہل سنت نے یہ اور اس طرح کے دیگر اشعار کو کفریہ کہا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس شعر کے متعلق پوچھا گیا: ''میم کی چادر کھ پر ڈالے احمد بن کر آیا۔'' تو آپ نے جواباً فرمایا: ''اگر آیا کی ضمیر حضرت عزت عز جلالہ، کی طرف ہے تو بیشک عوام کا ایسا بکنا صریح کلمہ کفر ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 15، صفحہ 299، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## حدیثِ نور متشابہات سے ہے

﴿ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشری صفات سے متصف ہونے کے باوجود نور ہونا کسی بھی شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ چنانچہ اس نظریے کے ناقابل فہم ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے بریلویت کے پیروکار لکھتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمائی اور نہ ہی ہم سمجھ سکتے ہیں۔ بس بغیر سوچے

سمجھے اسی پر ایمان لانا فرض ہے۔'' 236

یعنی عقل وفکر اور فہم وتدبر سے کام لینے کو کوئی ضرورت نہیں کیونکہ غور وفکر کرنے سے بریلویت کی ساری عمارت منہدم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسے قائم رکھنے کے لئے سوچ وبچار پر پابندی ضروریات بریلویت میں سے ہے۔

ہم نے پہلے کہا کہ حدیثِ نور متشابہات سے ہے۔ متشابہات کے متعلق یہی حکم ہوتا ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس میں اپنی عقل لڑانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اللہ عزوجل قرآن پاک میں فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهُ إِلاَّ اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُوْلُوا الأَلْبَابِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

(سورۃ آل عمران، سورۃ 3، آیت 7)

باقی یہ کہ غور وفکر کرنے سے کس فرقہ کی عمارت منہدم ہوگی، اس کا اندازہ تو ''البریلویہ'' کتاب پڑھنے والا قاری با آسانی لگا سکتا ہے کہ کمال تحریفی انداز میں ظہیر صاحب نے کئی سالوں سے وہابیوں کو اس کتاب کے ذریعے عقل وفکر سے کوسوں دور کر رکھا ہے۔

## حضور علیہ السلام کو بشر کہنا

قرآن کی صریح آیات کی تاویل کرتے ہوئے بریلوی حضرات کہتے ہیں: ''قل کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ (بَشَرٌ مِثْلُكُم) کہنے کی حضور ہی کو اجازت ہے۔'' 237

اب ان سے کون پوچھے کہ ''قل'' کا لفظ تو آیت کریمہ ﴿قُلْ إِنَّمَا إِلٰهُكُم إِلٰهٌ وَاحِدٌ﴾ میں بھی ہے۔ تو کیا اللہ ایک ہے، کہنے کی اجازت بھی حضور کے سوا کسی کو نہیں؟

کہتے ہیں : ''بشر کہنا کفار کا مقولہ ہے۔''238

اگر یہی بات ہے تو معاذ اللہ بخاری شریف کی اس حدیث کا کیا مفہوم ہوگا جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے؟ حدیث گزر چکی ہے۔

یہاں حوالوں کے نیچے پھر مترجم صاحب نے اپنے عجیب وغریب استدلال کئے ہیں۔ ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ قرآن پاک میں کئی مقامات پر لفظ قل کے بعد جو کلام آیا ہے وہ ہر ایک کو کہنے کی اجازت نہیں جیسے قرآن پاک میں ہے ﴿قُلْ لَّآ أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ... ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام۔

(سورۃ الانعام، سورۃ6، آیت145)

اب کیا غیر نبی یہ کہہ سکتا ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے؟ ایک اور جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

(سورۃ الاعراف، سورۃ7، آیت158)

جس طرح کسی کا خود کو رسول کہنا جائز نہیں، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس آیت کے تحت اپنے جیسا بشر کہنا بھی جائز نہیں۔ چونکہ نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا کفار کا مقولہ ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿قَالُوْا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرے جھوٹے ہو۔

(سورۃ یسین، سورۃ36، آیت15)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ قول حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع وتانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے، اول دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔ پھر فضائل محمد یہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ یہاں اس غلو کے سدباب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں۔ ہاں ﴿يُوْحٰى إِلَيَّ ﴾ رسول ہوں۔ دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لئے دوسرا کلمہ اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُوْلًا ﴾ تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں

میں تو انسان رسول ہوں۔

انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے "اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ664، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جیسا کہ اس پوری فصل میں ہم نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری بشریت کا انکار نہیں، بلکہ انکار اس بات کا ہے کہ نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا جائے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

گفت اینک ما بشر ایشان بشر      ما و ایشان بستہ خوابیم و خور

ایں نداشتند ایشان از عمی      ہست فرقے درمیاں بے انتہا

ترجمہ: انہوں نے کہا ہم بھی بشر، یہ بھی بشر، ہم سوتے ہیں کھاتے ہیں یہ بھی سوتے ہیں کھاتے ہیں، یہ اندھا ہونے کی بنا پر نہیں جانتے کہ ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔

(مثنوی مولوی معنوی، حکایت مرد بقال و روغن ریختن طوطی دفتر اول، جلد1، صفحہ11، نورانی کتب خانہ، پشاور)

مزید فرماتے ہیں:۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر      گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

ترجمہ: پاک لوگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر (دودھ) ایک جیسے ہوں۔

(مثنوی مولوی معنوی، حکایت مرد بقال و روغن ریختن طوطی دفتر اول، جلد1، صفحہ11، نورانی کتب خانہ، پشاور)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف و احسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں ((لست کمثلکم)) میں تم جیسا نہیں۔"رواہ الشیخان" اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔

ویروی (ایک اور حدیث پاک ہے)((لست کھیئتکم)) میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔

ویروی (اور ایک حدیث پاک مروی ہے)((ایکم مثلی)) تم میں کون مجھ جیسا ہے۔

آخر علامہ خفاجی کا ارشاد نہ سنا کہ: حضور کا بشر ہونا نورِ رخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تو سمجھے تو وہ نور علی نور ہیں۔ پھر صرف اس خیال فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہوگا، ثبوتِ سایہ ماننا یا اس کی نفی میں کلام کرنا عقل و ادب

سے کس قدر دور پڑتا ہے۔"الا ان محمدا بشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر" خبردار! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں مگر کسی بشر کی مثل نہیں، بلکہ وہ ایسے ہیں جیسے پتھروں کے درمیان یاقوت۔''

(فتاوی رضویہ، جلد30، صفحہ710، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اہل سنت کے علماء کے کلام پر وہابیوں کو اعتراض ہے تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ فرمائیں وہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں "بدانکہ ایجا ادبے وقاعدہ ایست کہ بعضے از صفیا و ازاھل تحقیق ذکر کردہ اندو شناخت آن ورعایت آن موجب حل اشکال وسبب سلامت حال ست و آن اینست کہ اگر از جناب ربوبیت جل وتعالی خطابے و عتابے وسطوتے وسلطنتے واستغنائے واقع شود مثل ﴿**انک لا تھدی،ولیحبطن عملک،ولیس لک من الامر شیء وترید زینۃ الحیوٰۃ الدنیا**﴾ وامثال آن یا ازجانب نبوت عبودیتے یاانکسارے وافتقارے وعجزے ومسکنتے بوجود آید مثل ﴿**انما انا بشر مثلکم**﴾ ---- بلکہ برحدادب وسکوت وتحاشی توقف نمائم خواجہ رامی رسد کہ بابندہ خود ھرچہ خواھد بگوید وبکند واستعلاء واستیلا نماید وبندہ نیز باخواجہ بندگی وفروتنی کند دیگرے راچہ مجال یارائے آنکہ دریں مقام درآید ودخل کند وحدِادب بیرون رود ایں مقام بالغز بسیارے از ضعفا وجہلا وسبب تضرر ایشان است ومن اللّٰہ العصمۃ والعون"ترجمہ: واضح رہے کہ یہاں ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اصفیا اور اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اور اس کا جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللہ رب العزت جل وعلا کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب ودبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہوجائیں گے، آپ کے لئے کوئی شی نہیں، آپ حیات دنیوی کی زینت چاہتے ہیں اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے عبدیت، انکساری محتاجی وعاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں اور اس کی مثل دیگر مقامات وغیرہ۔ہم امتیوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاس ادب کرتے ہوئے خاموشی وسکوت اور توقف کرنا لازم ہے۔ مالک کا حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی کا غلبہ کا اظہار کرے، بندے کا بھی یہ حق کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے ،دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حد ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت سے کمزور اور

جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

(مدارج النبوۃ، وصل در ازالہ شبہات از بعضے آیات، جلد1، صفحہ83، مطبوعہ نوریہ رضویہ، سکھر)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان گمراہ نظریات سے محفوظ رکھے آمین۔

اس دعا میں گمراہ نظریات رکھنے والے کون ہیں؟ اس کا جواب پڑھنے والے خوب جان چکے ہوں گے۔ اللہ عزوجل ہمیں وہابیوں کے ان خودساختہ نظریات سے دور رکھے۔ آمین۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

207 (207 تا 220 قرآنی آیات)

221 بخاری

222 شمائل ترمذی، فتح الباری

223 فتاوٰی افریقہ، ص 85، مطبوعہ 1236ھ

224 مواعظ نعیمیہ، احمد یار بریلوی، ص 14

225 فتاوٰی نعیمیہ، ص 37

226 رسالہ صلوٰۃ الصفا، بریلوی مندرجہ، مجموعہ رسائل، ص 33

227 ایضاً ص 33

228 رسالہ صلوٰۃ الصفا، بریلوی، مندرجہ مجموعہ رسائل

229 دیوان دیدار علی، ص 41

230 رسالہ صلوٰۃ الصفا، بریلوی، مندرجہ مجموعہ رسائل، جلد 1 ص 37

231 ایضاً ص 60

232 ایضاً

233 نفی الفیٔ عمن انا نورہ کل شیٔ، بریلوی، مندرجہ، مجموعہ رسائل، ص 199

234 ایضاً، 202

235 نفی الفیٔ عمن انا نورہ کل شیٔ، بریلوی، مندرجہ مجموعہ رسائل، ص 224

236من ھو احمد رضا بریلوی الہند، شجاعت بریلوی، ص 39

237مواعظ نعیمیہ، احمد یار گجراتی ، ص 115

238فتاوی رضویہ، بریلوی، جلد6، ص 143،مواعظ نعیمیہ، 115

# فصل : حاضر و ناظر

اہل سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حاضر وناظر مانتے ہیں۔حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا اور ناظر کے معنی دیکھنے کے ہیں۔حاضر وناظر کا مفہوم یہ ہے کہ جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کرلیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر ہیں مگر حاضر نہیں۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لفظ ''شاہد'' کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہے "الشھود والشھادة الحضور مع المشاھدة اما بالبصر او بالبصيرة "یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے، بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔(اور گواہ کو بھی شاہد اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ مشاہدے کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔)

(مفردات امام راغب،صفحہ517)

لسان العرب میں ہے "أی أحضر سمعه وقلبه شاهد لذلك غير غائب عنه وفي حديث علي، عليه السلام وشهيدك على أمتك يوم القيامة" ترجمہ: شاہد کے معنی ہیں کہ جس کی سماعت وقلب حاضر ہوں غائب نہ ہوں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت والے دن اپنی امت پر شاہد ہوں گے۔

(لسان العرب،فصل الشین،جلد3،صفحہ240،دار صادر،بیروت)

عالَم میں حاضر وناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھے اور قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے۔

لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنے مزار اقدس سے تمام عالَم کو ملاحظہ فرمارہے ہیں اور جس جگہ چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔حاضر وناظر کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ آپ جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔حضور علیہ السلام کے حاضر وناظر ہونے پر قرآن پاک کی یہ آیت دلیل ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اے غیب کی خبریں بتانے

والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

(سورۃ الاحزاب، سورۃ 33، آیت 45)

اس آیت کے تحت تفسیر روح المعانی و تفسیر جمل میں ہے " انا ارسلناك شاهدا علی من بعثت الیهم تراقب احوالهم و تشاهداعمالهم و تتحمل منهم الشهادة بما صدر عنهم التصدیق والتكذیب وسائر ماهم علیه من الهدی و الضلال و تودیها یوم القیامة اداء مقبولا فیما لهم و ما علیهم" ترجمہ: ہم نے بھیجا آپ کو حاضر وناظر (شاہد) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان سے تحملِ شہادت فرماتے ہیں یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئیں تصدیق اور تکذیب میں سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی میں سے اور آپ اس شہادت کو ادا فرمائیں گے قیامت کے دن ان تمام باتوں میں جو ان کیلئے مفید اور مضر ہونگی۔

(تفسیر روح المعانی، سورۃ الاحزاب، جلد 11، صفحہ 22، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تفسیر روح البیان میں ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾ کے تحت ہے "وخلاصتها وهو المحبوب الأزلی وما سواه تبع له ولذا أرسله تعالی شاهدا فانه لما كان أول مخلوق خلقه الله كان شاهدا بوحدانية الحق وربوبيته وشاهدا بما اخرج من العدم الی الوجود من الأرواح والنفوس والاجرام والأركان والأجسام والأجساد والمعادن والنبات والحيوان والملك والجن والشيطان والإنسان وغير ذلك ـ ولهذا قال عليه السلام علمت ما كان وما سيكون لانه شاهد الكل وما غاب لحظة وشاهد خلق آدم عليه السلام ولاجله قال كنت نبيا وآدم بين الماء والطين ای كنت مخلوقا وعالما بأنی نبی وحكم لی بالنبوة وآدم بين أن يخلق له جسد وروح ولم يخلق بعد واحد منهما فشاهد خلقه وما جری عليه من الإكرام والإخراج من الجنة بسبب المخالفة وما تاب الله عليه الی آخر ما جری عليه وشاهد خلق إبليس وما جری عليه" ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کے محبوب ازلی ہیں اور ان کے سوا جو کچھ ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور ان چیزوں کا مشاہدہ کرنے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئیں، ارواح، نفوس،

اجسام،معدنیات،نباتات،حیوانات،فرشتے اور انسان وغیرہ تاکہ آپ پر رب تعالیٰ کے وہ اسرار اور عجائب مخفی نہ رہیں جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہے۔اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تھا اور جو کچھ ہوگا، کہ آپ ہر چیز کے شاہد ہیں،ایک لمحے کے لئے بھی غائب نہیں ہوئے۔آپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور وفات کے شاہد ہے۔فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان میں تھے یعنی میں مخلوق تھا اور جانتا تھا کہ میں نبی ہوں اور میرے لئے نبوت ہے اور آدم علیہ السلام کے لئے جسم اور روح کو تخلیق کیا گیا۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تخلیق کو جانتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت آم علیہ السلام کا پیدا ہونا انکی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک کے انکے سارے معاملات جو ان پر گزرے سب کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گذرا اس کو بھی دیکھا۔

(تفسیر روح البیان،فی تفسیر،سورۃ الفتح،سورت48،آیت8، جلد9، صفحہ18،دار الفکر،بیروت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں "یا أیھا النبی إنا أرسلناك شاھدا علی أمتك اخرج ابن المبارك عن سعید ابن المسیب قال لیس من یوم الا ویعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم ولذلك یشھد علیھم "ترجمہ اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا اپنی امت پر حاضر وناظر بنا کر۔ابن مبارک نے سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ صبح وشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو آپ کے سامنے نہ لایا جاتا ہو۔آپ اپنی امت کو ان کے نشانات سے پہچانتے ہیں،اسی لئے آپ ان پر شہادت دیں گے۔

(التفسیر المظہری،فی تفسیر،سورۃ الاحزاب،سورۃ33، آیت45، جلد7، صفحہ353،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ)

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شاہد(حاضر وناظر) کے اطلاق کی وجہ بیان فرماتے ہیں "ان اللہ قد اطلعہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اعمال العباد فنظر الیھا لذالك اطلق علیہ شاھداً" یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بندوں کے اعمال پر مطلع فرمادیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ملاحظہ فرمالیا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر شاہد(حاضر وناظر) کا اطلاق فرمایا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، سورۃ الاحزاب، جلد11، صفحہ223،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ومعنی شھادۃ الرسول علیھم اطلاعہ علی

رتبة كل متدين بدينة وحقيقة التي هو عليها من دينه وحجابه الذي هو به محجوب عن كمال دينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم واعمالهم وحسناتهم وسياتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق" ترجمہ: مسلمانوں پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے یہ معنی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر دین دار کے دین کے مرتبوں پر اور وہ اپنے دین میں جس حقیقت پر ہیں اس پر اور وہ حجاب جس کے سبب دین کے کمال سے محجوب ہوگیا ہے سب پر مطلع اور خبردار ہیں تو وہ امت کے گناہوں، ان کے ایمان کی حقیقتوں، ان کے اعمال، ان کی نیکیوں، برائیوں اور ان کے اخلاص ونفاق، سب کو نورِ حق کے ذریعہ جانتے پہچانتے ہیں۔

(روح البیان، فی تفسیر، سورۃ البقرۃ، سورت2، آیت 143، جلد1، صفحہ248، دار الفکر، بیروت)

طبرانی، حلیۃ الاولیاء، کتاب الفتن کی حدیث پاک ہے "عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم(( إن الله عز وجل قد رفع لي الدنيا فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كأنما أنظر إلى كفي هذه، جليان من أمر الله عز وجل جلاه لنبيه كما جلاه للنبيين قبله)) میرے سامنے دنیا اٹھائی تو میں دیکھ رہا ہوں دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ، ایسا جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ یہ اللہ کی طرف سے روشنی ہے جو اس نے میرے لئے کی ہے جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لئے کی تھی۔

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، فمن الطبقۃ الأولی من التابعین، حدیر بن کریب، جلد6، صفحہ101، دار الکتب العلمیہ بیروت)

بخاری ومسلم کی حدیث پاک ہے "عن عقبة بن عامر أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج يوما، فصلى على أهل أحد صلاته على الميت، ثم انصرف إلى المنبر، فقال(( إني فرط لكم وأنا شهيد عليكم، وإني والله لأنظر إلى حوضي الآن وإني أعطيت مفاتيح خزائن الأرض أو مفاتيح الأرض وإني والله ما أخاف عليكم أن تشركوا بعدي، ولكن أخاف عليكم أن تنافسوا فيها)) عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے تو احد والوں پر نماز پڑھی۔ پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا کہ میں آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں، واللہ میں اپنے حوض کی طرف ابھی دیکھ رہا ہوں، اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیدی گئی ہیں یا یہ فرمایا کہ زمین کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں اور بخدا مجھے اس کا خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو، لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، جلد2، صفحہ91، دار طوق النجاۃ)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھائی پھر ارشاد فرمایا"رأیت فی مقامی ھذا کل شیء وعدتم، حتی لقد رأیتنی أرید أن آخذ قطفا من الجنة حین رأیتمونی جعلت أقدم۔۔لقد رأیت جھنم یحطم بعضھا بعضا، حین رأیتمونی تأخرت، ورأیت فیھا ابن لحی، وھو الذی سیب السوائب"ترجمہ: میں نے اس جگہ ہر وہ چیز دیکھی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے یہاں تک کہ میں نے اپنے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا کہ میں نے جنت سے ایک گچھا لینے کا ارادہ کیا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا، میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو توڑ رہا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا اور اس میں عمرو بن لحی کو دیکھا اور یہ وہ ہے جس نے سب سے پہلے سائبہ کی رسم ایجاد کی۔

(صحیح مسلم، جلد2، کتاب الکسوف، باب صلاۃ الکسوف، صفحہ619، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے"عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما، قال خسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فصلی، قالوا یا رسول اللہ، رأیناک تناولت شیئا فی مقامک، ثم رأیناک تکعکعت، قال ((إنی أریت الجنة، فتناولت منھا عنقودا، ولو أخذته لأکلتم منه ما بقیت الدنیا))"
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ مبارک میں سورج گرہن ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ (نماز کے بعد) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے (عجیب معاملہ) دیکھا آپ نے اسی جگہ کچھ چیز لینے کو ہاتھ بڑھایا پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے آپ نے فرمایا کہ مجھے جنت دکھائی گئی میں نے اس سے انگور کے خوشے لینے کو ہاتھ بڑھایا اگر میں لے لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اس سے کھاتے رہتے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر إلی الإمام فی الصلاۃ، جلد1، صفحہ150، دار طوق النجاۃ)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے"عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((إن اللہ زوی لی الأرض، فرأیت مشارقھا ومغاربھا))"روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا تو میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ہلاک ہذہ الأمة بعضھم ببعض، جلد 4، صفحہ2215، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی میں لکھتے ہیں"قال المتکلمون المحققون من أصحابنا أن

نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ، وأنہ یسر بطاعات أمتہ ویحزن بمعاصی العصاۃ منہم" ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی امت کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور امت کے گناہگاروں کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی، کتاب البعث، مبحث النبوات، جلد2، صفحہ180، دار الفکر، بیروت)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں "وبا چندیں اختلافات و کثیر مذاہب کہ در علماء امت است کہ یک کس رادر ایں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر و ناظر وبر طالبان حقیقت را متو جہان آں حضرت را مفیض و مربی است " ترجمہ: اور باوجود اس قدر اختلافات اور بکثرت مذاہب کے جو علماء امت میں ہے ایک شخص کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر شائبہ مجاز اور بلا توہم وتاویل حقیقت حیات کے ساتھ دائم وباقی ہیں اور اعمال امت پر حاضر وناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

(اخبار الاخیار، صفحہ155)

ان احادیث اور دیگر ایسی احادیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا ثبوت ملتا ہے جیسے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمین پر تشریف فرما ہوکر آسمانوں، جنت ودوزخ اور عرش کو ملاحظہ فرمانا اور اتنی دسترس کا ہونا کہ ہاتھ بڑھا کر جنت کا پھل لے آئیں اور اُمتیوں کے خشوع وخضوع اور اعمال سے باخبر ہونا۔ واقعۂ معراج ہر خاص وعام کے علم میں ہے اور بخاری ومسلم شریف کی احادیث سے ثابت بھی ہے سب جانتے ہیں کہ اس سفرِ معراج کے دوران حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی اور پھر جب آسمانوں پر تشریف لے گئے تو وہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ کئی احادیث ایسی ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی صدیوں بعد ہونے والے واقعات کو اپنی حیات میں ملاحظہ فرما رہے ہیں چنانچہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث پاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے " عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: **کأنی أنظر إلیہ أسود أفحج، ینقضہا حجرا حجرا یعنی الکعبۃ**" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پتلی ٹانگوں والے سیاہ شخص کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ

کے ایک ایک پتھر کو توڑ دے گا۔

(مسند الإمام أحمد بن حنبل،مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب،جلد3،صفحہ459،مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

**بعض وہابی کہتے ہیں کہ حاضر و ناظر صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے جبکہ حاضر و ناظر کا لفظ اللہ تعالی کے لئے نہیں بولنا چاہئے۔** حاضر کا لفظ جگہ میں موجود ہونے کو بتاتا ہے اور رب تعالیٰ جگہ سے پاک ہے۔ اللہ عز وجل ہمیشہ سے سمیع وبصیر وشہید ہے۔فتاوی فیض الرسول میں فقیہ ملت مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''اگر حاضر و ناظر بہ معنی شہید وبصیر اعتقاد رکھتے ہیں یعنی ہر موجود اللہ کے سامنے ہے اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے تو یہ عقیدہ حق ہے مگر اس عقیدے کی تعبیر لفظ حاضر ناظر سے کرنا یعنی اللہ عز وجل کے بارے میں حاضر ناظر کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے ،لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص اس لفظ کو اللہ عز وجل کے بارے میں بولے تو وہ کفر نہ ہوگا جیسا کہ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ 307 میں ہے ''یا حاضر یا ناظر لیس بکفر وھو اعلم ''ترجمہ: اللہ عز وجل کے لئے یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں اور اللہ عز وجل ہی بہتر جانتا ہے۔

(فتاوی فیض الرسول، جلد1، صفحہ 3، شبیر برادرز، مرکز الاؤلیاء ، لاہور)

ان تمام دلائل کے باوجود وہابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شان کے بھی منکر ہیں۔آیئے دیکھتے ہیں وہابی اس انکار پر کیا دلائل دیتے ہیں اور اہل سنت کے دلائل پر کیسا اعتراض کرتے ہیں؟

> ﴿ اوپر گزر چکا ہے کہ بریلویت کے افکار وعقائد بعید از عقل اور انسان کی فہم سے بالاتر ہیں۔انہی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ متبعین بریلویت کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور ایک وقت میں اپنے جسم مبارک سمیت کئی مقامات پر موجود ہوسکتے ہیں۔یہ عقیدہ نہ صرف یہ کہ کتاب وسنت کی صریح مخالفت پر مبنی ہے بلکہ عقل وخرد اور فہم وتدبر سے بھی عاری ہے۔شریعت اسلامیہ اس قسم کی بوذی اور ہندووانہ عقائد سے بالکل مبرا ومنزہ ہے۔ ﴾

ہمیشہ کی طرح یہاں بھی ظہیر صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق صحیح عقیدہ رکھنے کو کفار سے مشابہت دی ہے۔

> ﴿ بریلوی حضرات عقیدہ رکھتے ہیں: ''کوئی مقام اور کوئی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔''239 ﴾

ظہیر صاحب نے یہ کلام علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے اور اس کلام سے ظہیر صاحب یہ ثابت کرنا

چاہتے ہیں کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہیں۔جبکہ اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جو لفظِ حاضر وناظر بولا جاتا ہے اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریتِ مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اسکے معنی یہ ہیں کہ جیسے روح اپنے بدن کے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روحِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت منورہ ذراتِ عالم کے ہر ذرہ میں جاری وساری ہے جس کی بناء پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور اہل اللہ اکثر وبیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ سلم کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی انہیں رحمت اور نظر عنایت سے مسرور ومحظوظ فرماتے ہیں۔گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔''

(مقالات کاظمی، جلد3، صفحہ163، مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی)

جو علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:''کوئی مقام اور کوئی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔''اس کا سیاق وسباق یہ ہے کہ دنیا کے ہر حصے میں ہر وقت مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور تشہد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام پیش کرتے ہیں۔علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلام سے پہلے دلائل کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ نماز میں الفاظ تشہد میں انشاء کا قصد کرے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنی ذات اور اولیائے کرام پر سلام عرض کر رہا ہے۔پھر فرماتے ہیں:''اس تمام بحث کے آخر میں اتنی بات اور عرض کر دوں کہ جب دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ نمازی کا التحیات میں ''السلام علیك ایها النبی '' کہنا اس امر پر مبنی ہے کہ دربارِ خداوندی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ہیں تو یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ کوئی مقام اور کوئی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی نہیں، بلکہ دن میں، رات میں، مشرق ومغرب میں، سفر وحضر میں، زمین کے کسی گوشے پر، پہاڑ کی چوٹی پر یا ریت کے ٹیلے پر، سمندر میں، ہوائی جہاز میں، جہاں کہیں اس نے نماز کی نیت باندھی فوراً دربار خداوندی میں حاضر ہو گیا اور جب وہ حریم ذات میں پہنچا تو حبیب کے حریم میں حبیب کو حاضر پایا۔یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ملے۔تو صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے دور نہیں۔البتہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس لئے دور ہو سکتے ہیں کہ ہم اس دربار

میں حاضر نہیں ہوتے۔'' (مقالات کاظمی، جلد3، صفحہ226، مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی)

## حضور علیہ السلام کا ایک وقت میں کئی مقامات پر ہونا

﴿ مزید سنئے: ''سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے یہ امر بعید نہیں کہ آن واحد میں مشرق و مغرب، جنوب وشمال تحت وفوق، تمام جہات وامکنہ، بعیدہ متعددہ میں سرکار اپنے وجود مقدس بعینہ یا جسم اقدس مثالی کے ساتھ تشریف فرما ہو کر اپنے مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہ کرم کی رحمت وبرکت سرفراز فرمائیں۔''240

یعنی آن واحد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے جسم اطہر کے ساتھ لاتعداد مقامات پر موجود ہونا امر بعید نہیں۔ یہ عقیدہ کتاب وسنت، شریعت اسلامیہ، فرامین الٰہیہ، ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عقل وفکر سے تو بعید ہے۔ ہاں امام بریلویت جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شریعت اور ان کے خودساختہ فلسفے میں یہ امر بعید نہ ہو تو الگ بات ہے۔ ﴾

یہاں پھر مترجم صاحب تحریف کا جارحانہ مظاہرہ کرتے ہوئی اپنا کلام ظہیر صاحب کے کلام میں خلط ملط کررہے ہیں۔ مترجم صاحب نے ہمیشہ کی طرح یہاں منہ اٹھا کر لکھ دیا کہ یہ عقیدہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ کوئی آیت یا حدیث بھی اس کی نفی میں لکھ دیتے۔ آیت وحدیث تو کیا ان کے پاس اس عقیدہ کی نفی میں کسی جید عالم کا قول بھی نہیں ہے۔ ہم اس عقیدہ پر کئی دلیلیں پیش کرسکتے ہیں بس ایک عام فہم بات کی جاتی ہے کہ پوری دنیا میں ایک وقت میں کئی اموات واقع ہوتی ہیں، موت کا فرشتہ بیک وقت ان کی روح قبض کرتا ہے۔ اسی طرح منکر نکیر فرشتے ایک ہی وقت میں ان سے سوالات پوچھتے ہیں۔ اب آپ خود بتائیں کہ یہ کیسے غیر اسلامی عقیدہ ہے؟ اس کے علاوہ محدثین وعلمائے اسلاف نے اس عقیدہ کی صراحت فرمائی ہے۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک وقت میں ستر ہزار جگہ تشریف فرما ہوسکتے ہیں چنانچہ الفتاوی الکبریٰ میں ہے ''روح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ربما تظهر فی سبعین ألف صورة وهم أصحاب کشف واطلاع فیسلم لهم ما قالوہ'' ترجمہ: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک اکثر اوقات ستر ہزار جلوے میں دیکھی گئی ہے اور وہ اصحاب کشف ہیں، ان کا یہ فرمانا مسلّم ہے۔

(الفتاوی الکبریٰ، باب الجنائز، جلد2، صفحہ9، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہمعات میں لکھتے ہیں ''از ثمرات ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت

است درمنام وفائدہ از ایشاں یافتن ودر مہالک ومضائق صورت آں جماعت پدیر آمدن وحل المشکلات وے بآں صورت منسوب شدن '' ترجمہ: اس نسبت اویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت ومصیبت کی جگہوں میں اس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اس صورت سے منسوب ہونا۔

(ہمعات، ہمعہ11، صفحہ813، اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ، حیدر آباد پاکستان)

امام جلال الدین سیوطی خاتم حفاظ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم ویتصرفوا فی العالم العلوی و السفلی '' ترجمہ: تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اختیار رملا ہے کہ اپنے مزاراتِ طیبہ سے باہر تشریف لائیں اور جملہ عالم آسمان وزمین میں (جہاں جوچاہیں) تصرف فرمائیں۔

(الحاوی للفتاوی، تنویر الحوالک فی امکان رؤیۃ النبی والملک، جلد2، صفحہ317، دار الفکر بیروت)

## اولیاء کرام کا ایک وقت میں متعدد مقامات پر ہونا

﴾ ایک اور قبح بریلویت نقل کرتے ہیں: ''اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ جمع ہوسکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہوسکتے ہیں۔''241 ﴿

یہ کلام مفتی احمدیار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا ہے کہ وہ مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ اور ظہیر صاحب نے لکھ دیا ہے "ولا تباعد من الأولیاء حیث طویت لھم الأرض وحصل لھم أبدان مکتسبۃ متعددۃ، وجدوھا فی أماکن مختلفۃ فی آن واحد"

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد3، صفحہ1183، دار الفکر، بیروت)

## انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے اجسام وارواح کا باہمی تعلق

﴾ یعنی جب اولیاء کرام سے یہ چیز ممکن ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں ممکن نہیں؟ حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے۔ آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔''242

دعویٰ اور دلیل دونوں کو ایک ساتھ ہی ذکر کردیا گیا ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ مختلف مقامات پر موجود ہوسکتے ہیں اور دلیل یہ ہے کہ بہت سے اولیاء کرام نے انہیں دیکھا ہے۔ رہی اس بات کی دلیل کہ اولیاء اللہ نے انہیں دیکھا ہے تو اس کی سند ضعیف بھی ہوتو کوئی حرج نہیں

کرتی۔ ﴾

ظہیر صاحب سنی علماء کرام کی عبارتیں تو بطور اعتراض نقل کر دیتے ہیں، لیکن انہیں اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ سنی علماء نے یہ جن کے حوالے سے لکھا ہے ان کا نام لکھ دیں۔ ان علماء کا نام نہ لکھنے میں ظہیر صاحب کی سیاست یہ ہے انہوں نے یہ پوری کتاب یہ ثابت کرنے کے لئے لکھی ہے کہ بریلویت ایک نیا فرقہ ہے جس کے عقائد خود ساختہ ہیں اور پچھلے علماء سے مختلف ہیں۔ اگر یہ لکھ دیا جائے کہ سنی علماء نے یہ کلام فلاں فلاں علمائے اسلاف کے حوالے سے لکھا ہے تو وہابی سیاست کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ اوپر جس کلام کو ظہیر صاحب نے جاء الحق سے بطور تنقید نقل کیا ہے وہ روح البیان میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہے "قال الامام الغزالی رحمه الله تعالى والرسول عليه السلام له الخيار فى طواف العوالم مع أرواح الصحابة رضى الله عنهم لقد رآه كثير من الأولياء وقال صدر الدين القنوى قدس سره فمن ثبت المناسبة بينه وبين الأرواح الكمل من الأنبياء والأولياء الماضين اجتمع بهم متى شاء وتوجه توجها وجدانيا يقظة ومناما" ترجمہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں سیر فرمانے کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روحوں کے ساتھ اختیار رہے۔ آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔ حضرت صدر الدین القنوی قدس سرہ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی روح اور جسم کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے، یہ جب چاہیں جمع ہو کر جلوہ فرما سکتے ہیں اور ان کو جاگتی اور نیند کی حالت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(روح البیان، فی تفسیر، سورۃ الملک، سورۃ 67، آیت 29، جلد 10، صفحہ 99، دار الفکر، بیروت)

## امت کے اعمال پر نگاہ رکھنا

﴿ مزید سنئے: ''اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا، ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا، ان سے دفع بلا کی دعا فرمانا، اطراف زمین میں آنا جانا، اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجائے تو اس کے جنازے میں جانا، یہ حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہے۔'' 243 ﴾

یہ کلام بھی جاء الحق میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا گیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے انتباہ الاذکیاء فی حیات الاولیاء میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

## ارواح کا متمثل ہوکر کسی جگہ ظاہر ہونا

﴿ اب جناب احمد رضا خان صاحب کا بزرگان کرام کے متعلق ارشاد ملاحظہ ہو: ''ان سے پوچھا گیا کہ کیا اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟'' تو جواب دیا: ''اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کرسکتے ہیں۔'' 244 ﴾

جب مستند دلائل سے ثابت ہے کہ اولیاء کرام ایک وقت میں کئی مقامات پر جا سکتے ہیں تو پھر یہ اعتراض جاہلانہ ہے۔وہابیوں کو چاہئے کہ قرآن وحدیث سے اس نظریے کی نفی کریں، اپنی عقلیں نہ لڑائیں، اگر قرآن وحدیث سے نہیں کرسکتے تو کسی مستند عالم کا قول ہی نقل کردیں۔ہم نے اوپر بھی مستند حوالہ سے اس کا ثبوت نقل کیا تھا مزید علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا جاتا ہے کہ وہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں''والأنفس الناطقة الإنسانية إذا كانت قدسية قد تنسلخ عن الأبدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصور أبدانها أو بصور أخرى كما يتمثل جبريل عليه السلام ويظهر بصورة دحية أو بصورة بعض الأعراب كما جاء فى صحيح الأخبار حيث يشاء الله عز وجل مع بقاء نوع تعلق لها بالأبدان الأصلية يتأتى معه صدور الأفعال منها كما يحكى عن بعض الأولياء قدست أسرارهم أنهم يرون فى وقت واحد فى عدة مواضع وما ذاك إلا لقوة تجرد أنفسهم وغاية تقدسها فتمثل وتظهر فى موضع وبدنها الأصلى فى موضع آخر'' ترجمہ: انسانی روحیں جب مقدس ہوجاتی ہیں تو کبھی اپنے بدنوں سے الگ ہوکر ان ہی بدنوں کی صورتوں یا دوسری شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں جیسے جبرائیل علیہ السلام کہ دحیہ کلبی یا کسی اور عربی کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے، جس طرح صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تشریف لے جاتی ہیں اور ان کا اپنے اصلی بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے اور وہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے بدنوں سے ان روحوں کے کام صادر ہوتے رہتے ہیں چنانچہ بعض اولیاء قدست اسرارہم کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں اور یہ بات صرف اس وجہ سے ہے کہ ان کی روحیں قوتِ تجرد اور انتہائے تقدس میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کرلیتی ہیں۔اس وجہ سے وہ روحیں متمثل ہوکر کسی جگہ ظاہر ہوتی ہیں حالانکہ ان کا اصل بدن دوسرے مقام پر ہوتا ہے۔

(روح المعانی،فی تفسیر،سورۃ یس،سورۃ36، جلد12، صفحہ14،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

## نبی علیہ السلام کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں ہے

﴿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نقل کرتے ہیں: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔" 245 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا ہے۔ ملا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں "لان روح النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام " ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ اقدس ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

(شرح الشفاء لملاعلی القاری علی ہامش نسیم الریاض، فصل فی المواطن الخ، جلد2، صفحہ118، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

## ختم رمضان اور نعت خوانی پر آپ علیہ السلام کی تشریف آوری

﴿ جناب احمد رضا کے ایک پیروکار لکھتے ہیں: "حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز، تلاوت قرآن، محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں، اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔" 246 ﴾

اس کلام سے پہلے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور کے حوالے سے لکھا تھا "ان اعتقد الناس ان روحہ و مثالہ فی وقت قراءۃ المولد وختم رمضان و قراءۃ القصائد یحضر جاز " ترجمہ: اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اور آپ کی مثال مولود شریف پڑھتے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کرتے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔

(جاء الحق، صفحہ162، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اس کلام کو نقل کرنے کے بعد مفتی صاحب نے وہ کلام لکھا جسے ظہیر صاحب نے نقل کیا اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے کو نقل نہیں فرمایا کہ وہابیوں کے عقیدہ کے خلاف تھا۔

## آپ علیہ السلام نے قصہ آدم علیہ السلام کو ملاحظہ فرمایا

﴿ نامعلوم یہ تعلیمات وہدایات بریلوی حضرات نے کہاں سے اخذ کی ہیں؟ کتاب وسنت سے تو ان کا کوئی رشتہ اور ربط وضبط نہیں۔ بریلویت کے یہ پیروکار آگے چل کر لکھتے ہیں: "حضور علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ

السلام کا پیدا ہونا، ان کی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک ان کے سارے معاملات جو ان پر گزرے، سب کو دیکھا ہے۔اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا، اس کو بھی دیکھا۔ اور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم سے ہٹ گئی، تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے۔" 247

جس کلام کو ظہیر صاحب بریلوی حضرات کا کلام ٹھہرا کر اسے قرآن وسنت کے خلاف ثابت کر رہے ہیں۔ وہ کلام مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ گویا یہاں ظہیر صاحب پس پردہ علمائے اسلاف پر اعتراض کر رہے ہیں۔

## جاگتی آنکھوں سے دیدارِ مصطفی ﷺ

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ گر ہونے سے قبل بھی حاضر وناظر تھے۔ اور سنئے: "اہل اللہ اکثر وبیشتر بحالت بیداری اپنی جسمانی آنکھوں سے حضور کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں۔" 248

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "اہل بصیرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران نماز بھی دیکھتے ہیں۔" 249

بے شک اہل اللہ جاگتی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں۔ خاتمِ حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز 75 بار بیداری میں جمالِ جہاں آرائے حضور پُر نور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی۔ بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے۔

(المیزان الکبریٰ، فصل فی استحالہ حروج شیء الخ، جلد1، صفحہ44، مصطفی البابی، مصر)

وہابی چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم وحیات کے متعلق صحیح عقیدہ نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ اس طرح کے دلائل کے منکر ہیں۔ جاگتی آنکھوں سے کیا وہابی تو نیند میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے منکر ہیں چنانچہ ایک وہابی نے لکھا ہے: "خوابوں میں دیدارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناممکن ہے۔"

(خوابوں میں دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت، صفحہ129، مکتبہ، کراچی)

جبکہ کثیر احادیث سے ثابت ہے کہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ممکن ہے اور یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے کہ جس نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی ہی زیارت کی، کوئی اور خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن کر نہیں آسکتا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **((من رآنی فی المنام فقد رآنی، فإن الشیطان لا یتخیل بی))** ترجمہ: جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھ ہی کو دیکھا، چونکہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا۔

صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، جلد9، صفحہ33، دار طوق النجاة

بخاری شریف کی ایک حدیث میں جاگتی آنکھوں سے دیدار کے ثبوت میں فرمایا **((من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة))** ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے جاگتے میں دیکھے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، جلد9، صفحہ33، دار طوق النجاة)

یہ بھی یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار اسے نصیب ہوتا ہے جو عاشق رسول صحیح العقیدہ ہو۔ آپ کو کئی سنی عاشقانِ رسول مل جائیں گے جنہوں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہوگی، لیکن کبھی کسی وہابی سے نہیں سنا ہوگا کہ وہ کہے میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ وجہ یہی ہے کہ وہابیوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عقیدہ درست نہیں۔ وہابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وفضائل کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ فضائل ومناقب والی احادیث ودلائل پر اعتراض بھی کرتے ہیں۔

## حضور علیہ السلام کا جمال دکھا کر عزت وبزرگی عطا فرمانا

﴿ مزید ملاحظہ ہو۔ نقل کرتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک اور روح اقدس کے ساتھ زندہ ہیں اور بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں سیر اور تصرف فرماتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام اپنی اس ہیئت مبارکہ کے ساتھ ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی چیز بدلی نہیں ہے۔ اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں، حالانکہ وہ سب اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھا کر عزت وبزرگی عطا فرمانا چاہتا ہیں تو اس سے حجاب کو دور کر دیتا ہے اور وہ مقرب بندہ حضور کو اس ہیئت پر دیکھ لیتا ہے جس پر حضور واقع ہیں۔ اس روئیت سے کوئی چیز مانع نہیں اور روئیت مثالی کی طرف کوئی امر داعی نہیں۔" 250 ﴾

یہ کلام علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی سے نقل کیا ہے اور صاحب روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ نے

اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنویر الملک سے نقل کیا ہے۔لیکن ظہیر صاحب اپنی عادت سے مجبور ہیں وہ جس کا حوالہ ہے اس کا نام نہیں نقل کرتے جس سنی عالم نے وہ نقل کیا ہو اس پر اعتراض کرتے ہیں۔یہی حال مترجم صاحب کا ہے کہ وہ ترجمہ خود سے نہیں کرتے بلکہ سنی علماء نے جو عربی عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کیا ہے وہ ترجمہ کاپی کرتے ہیں مگر توفیق ان کو بھی اتنی نہیں ہوتی کہ اصل حوالہ جس عالم کا ہے اس کا نام نقل کردیں۔وجہ وہی ہے کہ وہابی علمائے اسلاف کا نام اس لئے نہیں لکھتے کہ لوگ یہ نہ جان لیں کہ بریلوی حضرات کے وہی عقائد ہیں جو علمائے اسلاف کے تھے۔

## کافر کا ایک وقت میں کئی مقامات پر ہونا

﴿ جناب احمد رضا بریلوی ارشاد کرتے ہیں: ''کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوگیا، فتح محمد (کسی بزرگ کا نام) اگر چند جگہ ایک وقت میں ہوگیا، تو کیا تعجب ہے؟ کیا گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ تھے باقی جگہ مثالیں؟ حاشا وکلا، بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے، اسرار باطن فہم ظاہر سے وراء ہیں، خوض وفکر بے جا ہے۔''251

سبحان اللہ! دعویٰ کی دلیل میں نہ آیت نہ حدیث۔دلیل یہ ہے کہ کرشن کنہیا اگر کافر ہونے کے باوجود کئی سو جگہ موجود ہو سکتا ہے، تو کیا اولیائے کرام چند جگہ موجود نہیں ہو سکتے؟

ہم پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے　　　کچھ طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

یہ انوکھا طرز استدلال بریلویت ہی کی خصوصیت ہے۔امام بریلویت کے اس ارشاد کو بھی ملاحظہ فرمائیں: ''اسرار باطن فہم ظاہر سے وراء ہیں۔خوض وفکر بے جا ہے۔یعنی یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی۔'' ﴾

مترجم صاحب کا انداز دیکھیں، خود کو ایسا ظاہر کر رہے ہیں جیسے اپنے ہر عقیدہ پر قرآن وحدیث سے دلیل لاتے ہیں۔خود ان کے عقیدوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ بغیر دلیل شرک شرک کی رٹ لگائے ہوتے ہیں، وہ عقائد جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں ان پر اعتراض کر رہے ہوتے ہیں جیسا کہ اس پوری کتاب میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے۔

یہاں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کرشن کنہیا کے متعلق اپنا عقیدہ نہیں بتا رہے بلکہ ہندوؤں کے اعتقاد کا ذکر فرما رہے ہیں۔ پھر یہ بات بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی نہیں ہے انہوں نے سبع سنابل سے نقل فرمائی ہے۔حضرت میر سید عبد الواحد قدس سرہ الماجد، سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں "مخدوم شیخ ابو الفتح جونپوری راقدس اللہ تعالی روحہ، درماہ ربیع

الاول بجهت عرس رسول اللّٰہ صلی ا للّٰہ تعالی علیہ وسلم از دہ جا استدعا آمدہ کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند هر ده استدعا راقبول کردند۔ حاضران پرسیدند اے مخدوم هر ده استدعاراقبول فرمود وهرجا بعداز نماز پیشین حاضرباید شد چگونه میسر خواهد آمد۔ فرمود کِشن کہ کافر بود چند صد جاحاضرمی شد، اگر ابو الفتح دہ جا حاضر شود چه عجب بعداز نماز پیشین از هرده جا چوڈول رسید مخدوم هربارے از حجره بیرون می آمد برچوڈول سوار میشد و می رفت ونیز ودرحجره حاضر می ماند۔ خردمندا تو ایں رابرتمثیل حمل مکن یعنی مپندار کہ تمثیلهائے شیخ بچندیں جاها حاضر شده است۔ لاواللّٰہ بلکہ عین ذات شیخ بهر جا حاضر شده بود، ایں خوددریك شهرویك مقام واقع شد۔ وذات ایں موحد خود دراقصائے عالم حاضراست خواه علویات خواه سفلیات" ترجمہ: ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرس پاک کی وجہ سے مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ، کی دس جگہ سے دعوت آئی کہ بعد نماز ظہر تشریف لائیں۔حضرت نے دسوں دعوتیں قبول کیں۔ حاضرین نے پوچھا: حضور نے دسوں دعوتیں قبول فرمائی ہیں اور ہر جگہ نماز ظہر کے بعد پہنچنا ہے یہ کیسے میسر ہوگا؟ فرمایا: کشن جو کافر تھا سیکڑوں جگہ حاضر ہوتا تھا اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب ہے؟ نماز ظہر کے بعد دسوں جگہ سے پالکی پہنچی، مخدوم ہر بار حجرہ سے آتے، سوار ہو جاتے، تشریف لے جاتے اور حجرہ میں بھی موجود رہتے۔اے عقل مندا! اسے تمثیل پر محمول نہ کرنا، یعنی یہ نہ سمجھنا کہ شیخ کی مثالیں اتنی جگہوں میں حاضر ہوئیں۔یہ تو ایک شہر اور ایک مقام میں واقع ہوا خود اس موحد کی ذات عالم کے سروں میں موجود ہے خواہ علویات ہوں خواہ سفلیات۔

(سبع سنابل، سنبلہ ششم در حقائق وحدت الخ، صفحہ 170، مکتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

## وہابیوں کے نزدیک ہندو دیگر دیوتا انبیاء تھے

خود وہابی ہندوؤ دیوتاؤں کو نبی مانتے ہیں۔وحید الزماں ہدیۃ المہدی، جلد 1، صفحہ 88 میں کہتا ہے: ''رام چندر، چھمن، کشن جی جو ہندوؤں میں مشہور ہیں، اسی طرح فارسیوں میں زرتشت اور چین اور جاپان والوں میں کنفیوس، اور بدھا اور سقراط و فیثا غورث، یونانیوں میں جو مشہور ہیں ہم ان کی نبوت کا انکار نہیں کرسکتے کہ یہ انبیاء وصلحا تھے۔''

(ماخوذ از، رسائل اہل حدیث، حصہ اول، جمعیۃ اہل سنہ لاہور)

اہل سنت کے نزدیک یہ ہرگز انبیاء علیہم السلام نہ تھے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''قرآن عظیم

یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں۔ان کے نفس وجود پر سوائے تو اتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں تو اتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور ولہو ولعب ثابت ، پھر کیا معنی کہ وجود کے لئے تو اتر ہنود مقبول اور احوال کیلئے مردود مانا جائے اور انہیں کامل ومکمل بلکہ ظنا معاذ اللہ انبیاء ورسل جانا مانا جائے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ658، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## ہر زمانہ کے واقعات پر آپ علیہ السلام حاضر ہیں

❁ امام بریلویت کے ایک پیروکار رقمطراز ہیں: ''حضور علیہ الصلوۃ والسلام آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی دور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔''252 ❁

یہ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے چنانچہ تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں" واما بالنظر للعالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل رسول، وما وقع لہ من لدن آدم الی ان ظھر بجسمہ الشریف" ترجمہ: اگر عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک ہر رسول کی رسالت اور تمام واقعات پر حاضر ہیں۔یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا۔

(تفسیر صاوی ،فی تفسیر سورۃ القصص، سورت28، آیت46، جلد2، صفحہ1534 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

## نفی حاضر وناظر پر وہابی دلائل اور اس کے جوابات

❁ بریلویت کے ان عقائد کا ذرا اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے تقابل کیجئے۔فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ اور آپ (پہاڑ کے) مغربی جانب موجود نہ تھے، جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے تھے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں سے نہ تھے جو (اس وقت) موجود تھے۔﴿وَ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ﴾ اور نہ اہل مدین میں قیام پذیر تھے کہ ہماری آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہوں، لیکن ہم آپ کو رسول بنانے والے تھے۔﴿وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ اور نہ آپ طور کے پہلو میں اس وقت موجود تھے، جب ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کو) آواز دی تھی۔لیکن اپنے پروردگار کی رحمت سے (نبی بنائے گئے) تاکہ

آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ وہ لوگ نصیحت قبول کریں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ﴿وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ﴾ اور آپ تو ان لوگوں کے پاس تھے نہیں اس وقت جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے؟ اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت تھے جب وہ باہم اختلاف کر رہے تھے۔ ﴿تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ یہ (قصہ) اخبار غیب میں سے ہے۔ ہم نے اسے وحی کے ذریعہ سے آپ تک پہنچا دیا۔ اس کو اس (بتانے) سے قبل نہ آپ ہی جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔ سو صبر کیجئے! یقیناً نیک انجامی پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔ ﴿ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ وَ مَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَ هُمْ یَمْکُرُوْنَ﴾ یہ (قصہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور وہ چالیں چل رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک جانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ پاک ذات ہے وہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جن کے اردگرد کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تا کہ ان (بندہ) کو ہم بعض اپنے عجائب (قدرت) دکھائیں بے شک سمیع و بصیر وہی اللہ ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر حاضر و ناظر ہوتے تو مسجد اقصیٰ تک براق کے ذریعہ سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ اگر تم لوگ ان کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) مدد نہ کرو گے تو ان کی مدد تو (خود) اللہ کر چکا ہے جبکہ ان کو کافروں نے وطن سے نکال دیا تھا جبکہ دو میں سے ایک وہ تھے اور دونوں غار میں (موجود) تھے جبکہ وہ اپنے رفیق سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو! بے شک اللہ ہم لوگوں کے ساتھ ہے۔ ﴿وَ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا

اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴾ اور یقیناً اللہ نے تمہاری نصرت کی بدر میں حالانکہ تم پست تھے۔تو اللہ سے ڈرتے رہو عجب کیا کہ شکرگزار بن جاؤ۔﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا وَ ھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی وَ الرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ﴾ (یہ وہ وقت تھا) جب تم (میدان جنگ) کے نزدیک والے کنارہ پر تھے اور وہ دور والے کنارہ پر اور قافلہ تم سے نیچے کی (جانب) تھا۔﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ﴾ بے شک اللہ خوش ہوا ان مسلمانوں پر جبکہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُوْسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ﴾ تم لوگ مسجد الحرام میں ان شاء اللہ ضرور داخل ہوگے امن وامان کے ساتھ سر منڈاتے ہوئے بال کتراتے ہوئے اور تمہیں اندیشہ (کسی کا بھی) نہ ہوگا۔ ﴾

ظہیر صاحب نے یہاں بھی اہل سنت کا مؤقف سمجھے بغیر وہابیوں کو مطمئن کرنے کے لئے آیات نقل کر دی ہیں۔ہم نے پہلے صاف صاف لفظوں میں کہا کہ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں۔پھر پچھلے واقعات کو ملاحظہ کرنے میں وہاں جسمانی طور پر موجود ہونا ضروری نہیں، اوپر آیات میں موجود ہونے کی جو نفی ہے وہ جسم کے ساتھ ہے ورنہ روحانی طور پر آپ موجود تھے، اس لئے قرآن پاک میں پچھلے کئی واقعات کے متعلق فرمایا﴿اَلَمْ تَرَ﴾ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔لہٰذا یہ سب آیات ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں۔ہم نے حاضر وناظر ہونے پر قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف سے دلائل اوپر نقل کر دیئے ہیں۔وہابی ان کا جواب نہیں دیتے، بلکہ اس طرح کی آیات نقل کر کے اپنے گمان میں ہمارے مؤقف کا رد کر رہے ہوتے ہیں۔علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے عقیدے کی تائید کرتے ہوئے اور ان آیات کا مطلب بیان کرتے ہوئے تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں" وھذا بالنظر للعالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ علی الخصم، واما بالنظر للعالم الروحانی ،فھو حاضر رسالۃ کل رسول، وما وقع لہ من لدن آدم الی ان ظھر بجسمہ الشریف، ولکن لا یخاطب بہ اھل العناد "ترجمہ: خلاصہ یہ کہ ارسال رسل اور ان کے زمانہ رسالت کے واقعات پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر وناظر وموجود نہ ہونا عالمِ جسمانی کے اعتبار سے ہے یعنی ان (قرآنی) واقعات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمانی حضور نہ تھا اور اگر عالم روحانی کے اعتبار سے نظر کی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے زمانہ تک ہر رسول کی رسالت اور واقعات پر حاضر ہیں۔ یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جس کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جاسکتا۔

(تفسیر صاوی ، فی تفسیر، سورۃ القصص، سورت 28، آیت 46، جلد 2، صفحہ 1534 مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھلی امتوں کے ہر ہر عمل پر حاضر و ناظر تھے بلکہ ہمارا دعویٰ قرآن وحدیث اور اقوال علمائے اسلاف کی روشنی میں یہ ہے کہ آپ کو اجمالی علم ومشاہدہ تو پہلے سے تھا لیکن نزول قرآن کے ساتھ ساتھ آپ کا علم ومشاہدہ بڑھتا گیا اور تکمیل قرآن کے ساتھ یہ مکمل ہوگیا۔ مناظر اسلام مولانا سعید اسد صاحب اپنی کتاب مسئلہ حاضر وناظر میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع ہی میں قوتِ مشاہدہ عطا فرمادی تھی، لیکن نزول قرآن کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت مشاہدہ وعلمیت میں اضافہ ہوتا رہا۔ جب قرآن حکیم کا نزول مکمل ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز کا مشاہدہ اور علم حاصل ہوگیا۔

مذکورہ تنبیہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ہم اہل سنت وجماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کے جملہ اعمال پر حاضر وناظر نزول قرآن کی تکمیل کے بعد سے مانتے ہیں۔ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے امتیوں کے ہر ہر عمل پر حاضر وناظر ہونے کا ہم قطعاً دعویٰ نہیں کرتے۔''

(مسئلہ حاضر و ناظر، صفحہ 6، جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد)

## ایک وقت میں کئی مقامات پر موجود ہونے اور ہو سکنے میں فرق

﴾ ان آیات سے ثابت ہوا کہ ایک ہی وقت میں بہت سے مقامات پہ موجود ہونے کا عقیدہ درست نہیں۔ قرآنی آیات کا مفہوم اس غیر اسلامی فلسفے سے متصادم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک ہی وجود رکھتے تھے اور جب وہ مدینہ منورہ میں موجود ہوتے تھے تو بدر میں ان کا وجود نہ ہوتا تھا، ورنہ بدر کی طرف سفر کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں رہتا۔ اسی طرح جب تک مکہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا ان کا وجود مکہ مکرمہ میں نہیں تھا۔ ان آیات کریمہ کے ساتھ ساتھ حقائق وواقعات بھی اس عقیدے کی تردید کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حجرہ مبارک میں تشریف فرما ہوتے تھے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں انتظار فرمایا کرتے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر تھے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسجد میں انتظار کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

اسی طرح جب آپ مدینہ میں تھے تو حنین میں آپ کا وجود نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے تو مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ تھے۔ اور جب عرفات میں تھے تو نہ مکہ مکرمہ میں آپ کا وجود تھا نہ مدینہ

منورہ میں۔ ﷺ

یہاں بھی ظہیر صاحب بے تکی دلیلیں دے کر صفحے کالے کر رہے ہیں۔ ہم یہ کہہ رہے ہے کہ حضور علیہ السلام ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں یہ نہیں کہ ہوتے ہیں۔ مزید علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ میں بہترین کلام پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے تفسیر روح المعانی میں فرمایا ہے "إما روحه عليه الصلاة والسّلام التي هي أكمل الأرواح تجردا وتقدسا بأن تكون قد تطورت وظهرت بصورة مرئية بتلك الرؤية مع بقاء تعلقها بجسده الشريف الحي في القبر السامي المنيف على حد ما قاله بعضهم من أن جبريل عليه السّلام مع ظهوره بين يدي النبي عليه الصلاة والسّلام في صورة دحية الكلبي أو غيره لم يفارق سدرة المنتهى، وإما جسد مثالي تعلقت به روحه صلّى الله عليه وسلم المجردة القدسية، ولا مانع من أن يتعدد الجسد المثالي إلى ما لا يحصى من الأجساد مع تعلق روحه القدسية عليه من الله تعالى ألف ألف صلاة وتحية بكل جسد منها ويكون هذا التعلق من قبيل تعلق الروح الواحدة بأجزاء بدن واحد ولا تحتاج في إدراكاتها وإحساساتها في ذلك التعلق إلى ما تحتاج إليه من الآلات في تعلقها بالبدن في الشاهد، وعلى ما ذكر يظهر وجه ما نقله الشيخ صفي الدين بن أبي منصور والشيخ عبد الغفار عن الشيخ أبي العباس الطنجي من أنه رأى السماء والأرض والعرش والكرسي مملوءة من رسول الله صلّى الله عليه وسلم وينحل به السؤال عن كيفية رؤية المتعددين له عليه الصلاة والسّلام في زمان واحد في أقطار متباعدة، ولا يحتاج معه إلى ما أشار إليه بعضهم وقد سئل عن ذلك فأنشد:۔

كالشمس في كبد السماء وضوءها ...يغشى البلاد مشارقا ومغاربا''

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تجرد اور تقدس کے لحاظ سے تمام روحوں میں سب سے زیادہ کامل ہے۔ بایں طور کہ وہ روح مبارک ظاہری صورت میں اس رویئت کے ساتھ نظر آنے لگتی ہے اور اس روح اقدس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جسد مبارک کے ساتھ باقی ہے جو قبر مبارک میں زندہ ہے۔ یہ قول بعض محققین کے اس قول کے مطابق ہے کہ جبرائیل علیہ السلام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دحیہ کلبی وغیرہ کی صورت میں حاضر ہوتے تھے تو سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہ ہوتے تھے (یعنی آسمانوں پر بھی ہوتے تھے اور زمین میں بھی۔) یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ روح مجردہ قدسیہ متعلق ہے اور اس سے کوئی شے مانع نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثالی جسم بہت زیادہ ہو جائیں اور روح قدسیہ

کا تعلق ہر جسم سے مساوی طور پر رہے۔ یہ تعلق بالکل ایسا ہے جیسا کہ ایک روح ایک بدن کے الگ الگ اجزاءواعضاء سے تعلق رکھتی ہے۔ مثالی جسموں میں وہ روح اپنے ادراکات واحساسات میں ان آلات کی قطعا محتاج نہیں ہوتی جن کی ضرورت اسے کسی مشاہدہ کرنے والے شخص میں اس کے بدن کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس بیان پر اس قول کی وجہ بھی ظاہر ہوجاتی ہے جس کو شیخ عبد الغفار نے حضرت شیخ ابو العباس طنجی سے نقل کیا اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابو العباس طنجی نے آسمانوں اور زمینوں اور عرش اور کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا۔ نیز اس بیان سے یہ سوال بھی حل ہوجاتا ہے کہ متعدد لوگ ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ اس بیان کے ہوتے ہوئے اس مضمون کی بھی حاجت نہیں رہتی جس کی طرف بعض بزرگوں نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے، جب ان سے اس روایت کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے یہ شعر پڑھ دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورج کی طرح ہیں جو آسمان کے وسط میں ہو اور اس کی روشنی مشرق اور مغرب کے تمام شہروں کو ڈھانک لے۔

(روح المعانی، جلد11، صفحہ215، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر ہیں لیکن ایک وقت میں ان کا آسمان اور زمین پر ہونا بھی ثابت ہے چنانچہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس پر احادیث نقل فرماتے ہیں "أخرج ابن عدی عن أنس بینا نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذ رأینا بردا ویدا فقلنا یا رسول اللہ ما ہذا البرد الذی رأینا والید؟ قال:(( قد رأیتموه؟ قالوا:نعم قال :ذلک عیسی ابن مریم سلم علی))

وفی روایۃ ابن عساکر عنہ کنت أطوف مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حول الکعبۃ إذ رأیتہ صافح شیئا ولم أره قلنا:یا رسول اللہ صافحت شیئا ولا نراه قال ((ذلک أخی عیسی ابن مریم انتظرتہ حتی قضی طوافہ فسلمت علیہ))" ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک ہم نے ایک چادر اور ایک ہاتھ دیکھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ہاتھ اور چادر جو ہم نے دیکھی یہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے دیکھا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا یہ عیسیٰ بن مریم ہیں جنہوں نے مجھ پر سلام عرض کیا۔

اور ابن عساکر کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے ساتھ کعبہ کا طواف کرر ہاتھا نا گہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کسی سے مصافحہ فرمایا اور میں نے اسے نہیں دیکھا۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے کسی سے مصافحہ فرمایا مگر ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم ہیں ۔میں ان کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہوگئے ۔پھر میں نے ان پر سلام پیش کیا۔

(روح المعانی، جلد 11، صفحہ 218، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان دونوں اور اس مضمون کی دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ان نبیوں کے صدقے اولیائے کرام ایک وقت میں کئی مقامات پر ہوسکتے ہیں اور انہیں آنکھ والے ہی دیکھ سکتے ہیں ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا۔یہی ہمارا موَقف ہے۔بلکہ واقعہ معراج ہی کو دیکھ لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، پھر وہی موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں بھی حاضر تھے اور پھر آسمانوں میں بھی موجود پایا۔یعنی ایک وقت میں تین مقامات پر تھے۔اس پر کلام کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وهذا أمر مقرر عند السادة الصوفية مشهور فيما بينهم وهو غير طي المسافة وإنكار من ينكر كلا منهما عليهم مكابرة لا تصدر إلا من جاهل أو معاند، وقد عجب العلامة التفتازاني من بعض فقهاء أهل السنة أي كابن مقاتل حيث حكم بالكفر على معتقد ما روي عن إبراهيم بن أدهم قدس سره أنهم رأوه بالبصرة يوم التروية ورئي ذلك اليوم بمكة، ومبناه زعم أن ذلك من جنس المعجزات الكبار وهو مما لا يثبت كرامة لولي وأنت تعلم أن المعتمد عندنا جواز ثبوت الكرامة للولي مطلقا إلا فيما يثبت بالدليل عدم إمكانه كالإتيان بسورة مثل إحدى سور القرآن، وقد أثبت غير واحد تمثل النفس وتطورها لنبينا صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة وادعى أنه عليه الصلاة والسلام قد يرى في عدة مواضع في وقت واحد مع كونه في قبره الشريف يصلي، وقد تقدم الكلام مستوفى في ذلك،وصح أنه صلى الله عليه وسلم رأى موسى عليه السلام يصلي في قبره عند الكثيب الأحمر ورآه في السماء وجرى بينهما ما جرى في أمر الصلوات المفروضة، وكونه عليه السلام عرج إلى السماء بجسده الذي كان في القبر بعد أن رآه النبي صلى الله عليه وسلم مما لم يقله أحد جزما والقول به احتمال بعيد، وقد رأى صلى الله عليه وسلم ليلة أسري به جماعة من الأنبياء غير موسى عليه السلام في السماوات مع أن قبورهم في الأرض ولم يقل أحد إنهم نقلوا منها إليها على

قیاس ما سمعت آنفا، ولیس ذلك مما ادعی الحکمیو ن استحالته من شغل النفس الواحدۃ آکثر من بدن واحد بل ھو أمر وراء ہ کما لا یخفی علی من نور اللہ تعالی بصیرتہ" ترجمہ: یہ امر ساداتِ صوفیہ کے نزدیک ثابت شدہ اوران کے درمیان مشہور ہے اوروہ طے مسافت کے علاوہ ہے۔ جوشخص ان دونوں کمالوں یعنی طے مسافت اور بیک وقت مقامات متعددہ میں ان کے موجود ہونے کا منکر ہے، اس کا انکار مکابرہ ہے جوسوائے جاہل یا ہٹ دھرم کے کسی سے صادر نہیں ہوسکتا۔ علامہ سعدالدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مقاتل جیسے بعض فقہاء اہل سنت پر سخت تعجب کا اظہار کیا ہے، اس حیثیت سے کہ انہوں نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا جوابراہیم بن ادہم قدس سرہ کے متعلق اس روایت کا معتقد ہے کہ لوگوں نے انہیں ذی الحج کی آٹھویں تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور وہ اسی دن مکہ میں بھی دیکھے گئے۔ ان کے حکم کفر کا مدار اس امر پر ہے کہ انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہونا انبیاء علیہم السلام کے بڑے معجزات میں سے ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جوولی کے لئے بطور کرامت ثابت نہیں ہوسکتے۔ حالانکہ تو جانتا ہے ہم اہل سنت کے نزدیک معتبر مسلک یہ ہے کہ نبی کا معجزہ ولی کیلئے بطور کرامت ثابت ہوسکتا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، سوائے اس معجزہ کے جس کا صدور کا ولی کے حق میں بطور کرامت ناممکن ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہوجائے، جیسے قرآن مجید کی سورتوں میں سے کسی سورت کی مثل لے آنا۔ اس کے سوا باقی تمام معجزات خواہ وہ کیسے ہی عظیم الشان ہوں اولیاء اللہ کے لئے بطور کرامت ان کا صدور وظہور ہوسکتا ہے۔ بکثرت علماء محققین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وفات شریف کے بعد آپ کی روحِ اقدس کے متمثل ہوکر ظہور فرمانے کو ثابت کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا اوقات ایک ہی وقت میں بہت سے جگہوں میں دیکھے جاتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر شریف میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس مسئلہ میں اس سے پہلے نہایت تفصیل سے کلام گزر چکا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کے ٹیلے کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آسمان میں بھی دیکھا۔ سب جانتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اور یہاں یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب موسی علیہ السلام کو ان کی قبر انور میں دیکھ لیا تھا تو وہ اپنے اسی جسم کے ساتھ جوقبر شریف میں تھا آسمانوں پر چلے گئے ایسی بات ہے کہ آج تک کسی نے جزم کے ساتھ نہیں کی اور اس کا قول کرنا بھی احتمال بعید ہے۔ پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام کو بھی آسمانوں پر دیکھا باوجود اس کے کہ ان کی قبور مقدسہ

زمین میں ہیں۔یہ بات آج تک کسی نے نہیں کہی کہ وہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل کردیئے گئے تھے جیسا کہ تم ابھی سن چکے ہو۔ساتھ یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ بیک وقت متعدد مقامات میں ان مقدس حضرات کا موجود ہونا اس قبیلہ سے نہیں ہے جس کے محال ہونے کا فلسفیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ایک روح کا شغل ایک بدن سے زائد بدنوں کے ساتھ ناممکن ہے۔ان حضرات کا یہ کمال فلاسفہ کی محال قرار دی ہوئی صورت کے علاوہ اور اس سے بہت بلند ہے جیسا کہ یہ حقیقت ان لوگوں پر ظاہر ہے جن کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے روشن فرمادیا۔

(روح المعانی، جلد12، صفحہ14، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سبحان اللہ! علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مستند دلائل کے ساتھ اہل سنت کے مؤقف کی تائید کی اور آخر میں یہ واضح کردیا کہ جو ان کمالات کو نہ مانے وہ فلسفی ہے۔لہٰذا وہابی جو اہل سنت کے عقائد کو رومانی افسانہ نگاری وغیرہ کہتے ہیں درحقیقت خود قرآن وسنت سے دور ہیں اور فلسفی نظریات کے حامل ہیں۔ان وہابیوں کو وہی بات صحیح لگتی ہے جو ان کی عقل میں سما جائے۔کرامت، علم غیب، حاضر وناظر، حاجت روائی، عام عقلوں میں آنے والی نہیں بلکہ ان کا تعلق روحانیت سے ہے اور وہابیوں کو روحانیت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں، یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معجزات کو غلط ثابت کرتے ہیں جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔آپ کبھی غور فرمالیجئے گا، جس کسی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ثابت ہوگا کوئی نہ کوئی وہابی اس حدیث کو موضوع یا ضعیف ثابت کرنے پر لگا ہوگا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام اور دیگر دلائل کو علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بہترین تحقیقی رسالہ "تسکین الخواطر فی مسئلة الحاضر والناظر" میں نقل کیا ہے۔مزید معلومات کے لئے اس کا مطالعہ کریں۔

لہٰذا ظہیر صاحب نے جس طرح مستند حوالہ جات کو بریلوی علماء کا خود ساختہ کلام ٹھہرا کر مسئلہ حاضر وناظر کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے باطل ہے۔پھر ان واقعات کو نقل کرنے میں بھی ڈنڈی ماری ہے۔وہ احادیث نہیں بیان کی جس میں حاضر وناظر ہونے کی تائید ہوتی ہے جیسے بخاری شریف کی حدیث پاک ہے "عن أنس رضی الله عنه، أن النبی صلی الله علیه وسلم، نعی زیدا، وجعفرا، وابن رواحة للناس، قبل أن یأتیهم خبرهم، فقال **أخذ الرایة زید، فأصیب، ثم أخذ جعفر فأصیب، ثم أخذ ابن رواحة فأصیب، وعیناه تذرفان حتی أخذ سیف** علیہم **ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور ابن رواحہ کے

شہید ہو جانے کی خبر (اس سے پہلے کہ میدان جنگ سے ان کی شہادت کی خبر آئے) دے دی تھی چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیا گیا، پھر علَم کو جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوا، پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لے لیا اور وہ بھی مارا گیا۔ آپ یہ واقعہ بیان فرما رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر فرمایا اس کے بعد علَم کو اس شخص نے لیا جو خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنوں پر فتح عنایت فرمائی۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب خالد بن الولید رضی اللہ عنہ جلد5، صفحہ27، دار طوق النجاۃ)

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناظر ہونے پر دلیل ہے کہ آپ مدینے میں بیٹھے ہوئے میدان جنگ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور کون سا صحابی شہید ہو گیا ہے، کس کے ہاتھ میں جھنڈا ہے، سب بتا رہے ہیں۔ پھر ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے "حدثتنی سلمی، قالت: دخلت علی أم سلمة، وهي تبكي، فقلت: ما يبكيك؟ قالت: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، تعني في المنام، وعلى رأسه ولحيته التراب، فقلت: ما لك يا رسول الله، قال ((**شهدت قتل الحسين آنفا**))" سلمی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی پر خاک تھی، میں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی حسین کا قتل دیکھ کر آیا ہوں۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن۔۔، جلد5، صفحہ657، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہونے پر دلیل ہے کہ آپ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی میدان کربلا میں تشریف لے گئے۔ لہٰذا ان دونوں احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔ ہم نے پہلے بھی واضح کیا تھا کہ حاضر و ناظر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ دنیا میں ہونے والے واقعات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور جس جگہ جانا چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔

﴿ مگر بریلوی حضرات ان تمام آیات کریمہ اور شواہد وحقائق سے پہلو تہی کرتے ہوئے عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر مقام پر حاضر و ناظر ہیں۔265 ﴾

یہ کلام ظہیر صاحب نے علامہ کاظمی شاہ صاحب کے حوالے سے نقل کیا ہے جبکہ علام کاظمی شاہ صاحب نے یہ ہرگز نہیں

فرمایا اور نہ ان کا یہ نظریہ تھا۔ انہوں نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے: ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جو لفظِ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریتِ مطہرہ ہر جگہ ہر ایک کے سامنے موجود ہے۔''

(مقالات کاظمی، جلد3، صفحہ163، مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی)

## اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر کہنا

ظہیر صاحب کی پوری عبارت یہ تھی "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر فی کل مکان و زمان مع القول لایجوز استعمال لفظۃ الحاضر علی اللہ عز وجل" مترجم صاحب نے اوپر آدھی عبارت کا ترجمہ کیا اور آدھی کا ترجمہ چھوڑ دیا جو یہ بنتا تھا: ''ساتھ اس قول کے کہ اللہ عزوجل کے لئے لفظ حاضر کا استعمال جائز نہیں۔'' یہ شاید مترجم صاحب نے اس وجہ سے چھوڑا کہ ظہیر صاحب کا یہ نظریہ غلط تھا۔ چونکہ اللہ عزوجل کے لئے لفظ ''حاضر'' کا استعمال درست نہیں۔ حاضر کا مطلب ہوتا ہے جگہ میں موجود ہونا اور رب تعالیٰ جگہ سے پاک ہے۔ بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے "من قال:نہ مکانی زتو خالی نہ توھج مکانی، کفر" ترجمہ: کسی نے یہ کہا کہ کوئی گوشہ یا مکان ایسا نہیں جہاں ذاتِ خدا موجود نہیں، اس نے کفر کیا۔

(مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر، باب المرتد، جلد1، صفحہ691، دار إحیاء التراث العربی)

لہٰذا رب تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال نہیں ہوسکتا۔ رب تعالیٰ کے لئے علیم، سمیع، بصیر کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس کے بعد یہ حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ جب حاضر و ناظر کے اصلی معنی سے اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا واجب ہے تو ان لفظوں کا اطلاق بغیر تاویل کے ذاتِ باری تعالیٰ پر کیوں کر ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں حاضر و ناظر کوئی نام نہیں اور قرآن وحدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہ ہوا۔ نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا۔ کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کرسکتا کہ صحابہ کرام، تابعین یا ائمہ مجتہدین علیہم الرضوان نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔

اور اسی لئے متاخرین کے زمانہ میں بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا شروع کیا تو اس دور کے علماء نے اس پر انکار کیا بلکہ بعض علماء نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا۔ بالآخر یہ مسئلہ (کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر ہے یا نہیں) جمہور علماء کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ اس میں تاویل ہوسکتی ہے، اس لئے یہ اطلاق کفر نہیں اور تاویل یہ کی کہ

''حضور'' کومجاز اعلم کے معنی میں لیا جائے اور ''نظر'' کے مجازی معنی رؤیت مراد لئے جائیں۔ اس تاویل کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہا جائے گا تو یہ اطلاق علیم، بصیر اور عالم من یری کے معنی میں ہوگا۔ ملاحظہ فرمایئے درمختار اور شامی۔''

(مقالات کاظمی، جلد3، صفحہ155، مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی)

ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ کے لئے حاضر وناظر کا لفظ وہابیوں کی بدعت ہے۔

## حضور ﷺ تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں

﴿ مزید کہتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو بھی جانتے ہیں اور تمام موجودات مخلوقات ان کے جمیع احوال کو بتمام کمال جانتے ہیں۔ ماضی حال مستقبل میں کوئی شئے کسی حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں۔''266

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کو اپنی نظر مبارک سے دیکھ رہے ہیں۔''267

جناب بریلوی لکھتے ہیں: ''نبی علیہ السلام نہ کسی سے دور ہیں اور نہ کسی سے بے خبر۔''268

مزید رقم طراز ہیں: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔''269

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاظر وناظر ہیں اور دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں۔''270 ﴾

اس پر کثیر دلائل پیچھے دیئے جا چکے ہیں کہ اللہ عزوجل کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ پھر بھی وہابی نہیں مانتے تو لیجئے شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پیش خدمت ہے کہ وہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں ''ذکر کن اُو را ودرود بفرست بروے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، وباش در حال ذکر گویا حاضر ست پیش او در حالتِ حیات و می بینی تو او را متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و امید بداں کہ وے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم می بیند ومی شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم متصف است بصفات اللہ ویکے از صفات الھی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی "ترجمہ: ان کی یاد کرو اور ان پر درود بھیج، ذکر کے وقت ایسے ہو جاؤ گویا تم ان کی زندگی میں ان کے سامنے حاضر ہو اور ان کو دیکھ رہے ہو، پورے ادب اور تعظیم سے رہو، ہیبت بھی ہو اور امید بھی، اور جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ کیونکہ وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

(مدارج النبوۃ، باب یازدہم، جلد2، صفحہ261، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

دیوبندی ایڈووکیٹ محمد عبدالمجید صدیقی اپنی کتاب ''عین الیقین'' میں احتشام الحسن کاندھلوی دیوبندی کے حوالے سے لکھتا ہے: ''جمہور علماء محققین کا بیان ہے کہ حضرت پیغمبر اعظم وآخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابداً ابداً الی یوم القیامۃ کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ آپ اب بھی اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں، ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خیالوں تک سے اللہ پاک نے آپ کو باخبر کیا ہوا ہے اور یہ سب امور آپ پر اس طرح روشن اور واضح فرمائے ہوئے ہیں کہ ان میں کوئی پوشیدگی باقی نہیں۔ پس اس بارگاہ عالی کی حضوری میں حرکات وسکنات اور نیات وخیالات تک کی سخت نگرانی اور نگہبانی کرو۔
تجلیات مدینہ، از الحاج مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، صفحہ 90۔''

(عین الیقین، صفحہ23، مطبع فیروزسنز، لاہور)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شان بیان کرتے ہوئے علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں "النفوسُ المقدسۃ اذا تَجَرَّدَتْ عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد" ترجمہ: پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہو کر عالمِ بالا سے ملتی ہیں ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے وہ ہر چیز کو ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں جیسے پاس حاضر ہیں۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علیّ الخ، جلد1، صفحہ502، مکتبۃ الامام الشافعی، ریاض)

## اولیاء کرام کا روحانی طور پر موجود ہونا اور مدد فرمانا

﴿ صرف انبیاء علیہم السلام ہی نہیں بلکہ امام بریلویت جناب احمد رضا بریلوی بھی اس صفت الٰہیہ میں ان کے شریک ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک پیروکار ارشاد کرتے ہیں: ''احمد رضا آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔''271 ﴾

ہم نے پیچھے قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے کہ اولیاء کرام روحانی طور پر موجود ہو سکتے ہیں اور مدد فرما سکتے ہیں۔ یقیناً

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجدد وقت اور باکمال ولی اللہ، امام اہل سنت، قادری سلسلہ کے پیر تھے۔ علمائے اسلاف نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ علماء و اولیاء اپنے متوسلوں کی شفاعت اور دنیا و دین و نزع و قبر و حشر سب حالتوں میں اپنے مریدین کی امداد فرماتے ہیں چنانچہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ میزان الشریعہ میں ارشاد فرماتے ہیں "قد ذکرنا فی کتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء والصوفية ان ائمة الفقهاء والصوفية کلهم یشفعون فی مقلدیهم ویلا حظون احدهم عندطلوع روحه وعند سوال منکر ونکیر له وعند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنهم فی موقف من المواقف الخ" ترجمہ: تحقیق ہم نے کتاب "الاجوبہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیہ" میں ذکر کیا ہے کہ فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین اور مریدین کی نزع کی حالت میں روح کے نکلنے اور منکر نکیر کے سوالات نشر و حشر اور حساب اور میزان عدل پر اعمال تلنے اور پر صراط گزرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں اور تمام مواقف میں سے کسی جگہ بھی ان سے غافل نہیں ہوتے۔

(المیزان الکبری، فصل فی بیان جملة من الاسئلة المخصوصة، جلد1، صفحہ53، مصطفی البابی، مصر)

وہابی اس نظریے کو صفت الٰہیہ میں شریک جانتے ہوئے شرک کہتے ہیں ہے۔ اللہ عزوجل ایسے بغیر دلیل شرک کے فتوے لگانے والوں سے بچائے۔

## اختتامِ باب

یہ ہیں بریلوی عقائد و افکار جن کا دین و دانش سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ دین الٰہی تو عقل فطرت کے عین مطابق ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ آپ کہہ دیجئے کہ میرا طریق کار یہی ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دلیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے پیرو بھی اور پاک ہے اللہ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے۔ سو اسی پر چلو اور دوسری پگڈنڈیوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس (سب) کا (اللہ) نے حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ تو کیا لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں؟ کیا کوئی غور کرنے والا ہے کہ وہ غور و فکر کرے اور تدبر کرنے والا ہے کہ وہ تدبر کرے؟

ان کے عقائد اور قرآن وحدیث کے درمیان اس قدر عظیم تضاد وتناقض کے بعد اس بات سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ شریعت اسلامیہ اور افکار بریلویہ کا نقطہ نظر اور نہج فکر الگ الگ ہے۔ دونوں کے مابین کسی قسم کی بھی مطابقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ﷺ

جھوٹ، بہتان اور تحریفوں کے بعد یہاں ظہیر صاحب قرآنی آیات ایسے لکھ رہے ہیں جیسے انہوں نے بہت بڑا ثواب کا کام کیا ہے۔ امت مسلمہ کو مشرک ثابت کر کے بڑے توحید پرست بن رہے ہیں اور الزام امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن پر لگایا ہے کہ وہ کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ آپ خود غور فرمائیں کہ اس پورے باب میں کس طرح وہابیوں نے قرآن وحدیث سے باطل استدلال کئے ہیں، اپنے عقیدے پر کیا کوئی صریح آیت، حدیث یا علمائے اسلاف کا قول پیش کیا ہے؟ وہ دلائل جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے کرام کی شان واضح ہوتی ہے اس کا کس انداز میں انکار کیا ہے۔ بلکہ کئی احادیث کو جھوٹ کہا، علمائے اسلاف کے مستند اقوال جن کو علمائے اہل سنت نے نقل فرمایا ان پر اعتراضات کئے ہیں۔

## وہابی عقائد کی جھلکیاں

اس باب میں وہابیوں کے یہ عقائد پتہ چلے ہیں:۔ انبیاء واولیاء (معاذ اللہ) مر کے مٹی میں مل گئے ہیں، اپنی قبروں میں مردہ ہیں، کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔ ان کو پکارنا ان سے مدد مانگنا شرک ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو کوئی علم غیب نہیں ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں تھا، بلکہ اپنی آخرت کو بھی پتہ نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ان پر وحی آتی ہے۔ یہ تمام عقائد وہابیوں کی کتب میں موجود ہیں، جن کا پیچھے تفصیلاً ذکر ہوا ہے۔ خلاصہ کے طور پر چند وہابی عقائد پیش کئے جاتے ہیں جو وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان میں موجود ہیں:۔

(1) تقویۃ الایمان کے صفحہ 28 پر ہے: ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الرابع، صفحہ 28، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

(2) صفحہ 38 پر ہے: ''سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس فی رد الاشراک فی العادات، صفحہ 38، مطبع علیمی، لوہاری گیٹ لاہور)

(3) صفحہ 17 پر ہے: ''ان باتوں میں سب بندے، بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الثانی، صفحہ 17، مطبع علیمی، اندرون لوہاری گیٹ لاہور)

(4) صفحہ 18 پر ہے: ''جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الثانی، صفحہ 18، سطبع علیمی، اندرون لوہاری گیٹ لاہور)

(5) صفحہ 13 پر ہے: ''ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الاول، صفحہ 13، سطبع علیمی، اندرون لوہاری گیٹ لاہور)

(6) صفحہ 6 پر ہے: ''مشکل کے وقت پکارنا شرک ہے۔ اس بات میں اولیاء انبیاء، شیطان، بھوت میں کچھ فرق نہیں جس سے معاملہ کرے گا شرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے کرے خواہ بھوت سے۔''

(تقویۃ الایمان، باب اول توحید و شرک کے بیان میں، صفحہ 6، سطبع علیمی، لوہاری گیٹ لاہور)

(7) صفحہ 36 پر ہے: ''شرک سب عبادت کا نور کھو دیتا ہے کشف کا دعویٰ کرنے والے اس میں داخل ہیں۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس، صفحہ 36، سطبع علیمی، اندرون لوہاری گیٹ لاہور)

(8) صفحہ 46 پر ہے: ''انہوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الخامس، صفحہ 46، سطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

(9) صفحہ 17 پر ہے: ''انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الثانی، فی رد الاشراک فی العلم، صفحہ 17، سطبع علیمی، اندرون لاہاری دروازہ لاہور)

(10) صفحہ 15 پر ہے: ''پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کر سکوں۔ غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں، فقط پیغمبری کا مجھ کو دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے۔ دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں۔ انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیویں یا فتح

وشکست دے دیویں یا غنی کردیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں، عاجز اور بے اختیار۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الثانی، فی ردالاشراک فی العلم، صفحہ15، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

مسلمانوں میں جتنے بھی فرقے ہیں سوائے وہابی فرقہ کے کسی فرقے کا انبیاء و اولیاء کے متعلق ایسا عقیدہ نہیں ہوگا اور سوائے اہل سنت کے کسی فرقے کا انبیا علیہم السلام، صحابہ و اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق حسن اعتقاد نہ ہوگا۔ یہی سے حق وباطل واضح ہوجاتا ہے کہ وہابی انبیاء و اولیاء کو بے بس و عاجز ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث سے باطل استدلال کرتے ہیں، بتوں والی آیات ان ہستیوں پر منطبق کرتے ہیں، ان کی ساری کوشش اسی مقصد میں ہوتی ہے کہ ان ہستیوں کو بے بس ثابت کیا جائے، جتنی بھی آیات و احادیث ان کی شان میں وارد ہیں ان میں تحریف کردی جائے اور کئی احادیث کو ویسے ہی نکال دیا جائے۔ اس کام کرنے کو بھی وہ ثواب سمجھتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کو شرک سے بچا رہے ہیں۔ اس کے برعکس علمائے اہل سنت کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ کوئی ایسی حدیث یا مستند علمائے اسلاف کا قول مل جائے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان واضح ہو، لوگوں کے دلوں میں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی محبت و احترام پیدا ہو۔ اگر کوئی خالی الذہن ہوکر اس نکتے کو سمجھے تو ضرور راہ ہدایت پر آجائے گا۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

239 تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر، احمد سعید کاظمی، ص 85

240 ایضاً، ص 18

241 جاء الحق، ص 150

242 ایضاً، ص 154

243 جاء الحق، گجراتی بریلوی، ص 154

244 ملفوظات، ص 113

245 خالص الاعتقاد، ص 40

246 جاء الحق، 155

247 جاء الحق، ص 156

248 تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاضر والناظر، ص18

249 ایضاً

250 تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاضر والناظر، ص86

251 فتاویٰ رضویہ، ج 6، ص 142، ایضاً، ملفوظات، ص114

252 جاء الحق، ص163

253 (253 تا 264 قرآنی آیات)

265 تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاضر والناظر، احمد سعید کاظمی، ص5

266 ایضاً، ص68

267 ایضاً، ص90

268 خالص الاعتقاد، ص39

269 ایضاً، ص46

271 انوار رضا، ص246

# باب :تعلیماتِ اہلِ سنت وجماعت

## فصل : بدعت

پچھلے باب میں ظہیر صاحب نے اہل سنت والجماعت کے تمام عقائد کو شرکانہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور اس باب میں تمام افعال کو بدعت سیئہ وگمراہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی ہے کہ جو عمل حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام وتابعین علیہم الرضوان کے بعد شروع ہوا وہ مطلقا بدعت سیئہ (برا) نہیں بلکہ اگر وہ قرآن وسنت کے مخالف ہے تو بدعت سیئہ ہے اور اگر قرآن وسنت کے موافق ہے وہ بدعت حسنہ ہے۔وہابی بدعت حسنہ کے منکر ہیں اور ان کے نزدیک شرک کی طرح بدعت کی بھی خود ساختہ تعریف ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد شروع ہوا ہو وہ ناجائز وبدعت ہے۔لہٰذا وہابیوں کے نزدیک عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا،عرس، گیارہویں،ایصال ثواب کی محافل،اذان سے قبل درود، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنا،شبِ معراج وشبِ براءت مساجد میں عبادت کرنا وغیرہ سب ناجائز وبدعت ہے۔اہل سنت کے نزدیک ہر دور اور ہر معاشرے میں بعض نئے طریقے رائج ہوتے رہتے ہیں اگر ان سب کو بدعت سیئہ میں شمار کرلیا جائے تو ہر مسلمان بدعتی ٹھہرے گا جیسے وہابیوں کی خود ساختہ بدعت کی اس تعریف پر جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اگر بدعت کی یہ تعریف ہے کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہ کیا ہو وہ ناجائز وبدعت ہے تو پھر آپ کا مساجد کے منار،منبر محراب بنانا کیسا ہے؟ جمعہ میں عربی خطبہ سے پہلے اردو تقریر کرنا کیسا ہے؟ یہ سب تو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت نہیں۔امامت وخطابت کی تنخواہ لینا کون سے صحابی سے ثابت ہے؟ قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنا کون سے صحابی سے ثابت ہے؟ میلاد شریف منانا ناجائز ہے تو جشن آزادی منانا کیوں جائز ہے؟ میلاد شریف کے جلوس میں جانا بدعت ہے تو آپ کا اپنے مفاد کے لئے ریلی نکالنا کیوں جائز ہے؟ سالانہ عرس تو ناجائز ہے تمہارا سالانہ اجتماع کیسے جائز ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب آج تک کسی وہابی مولوی نے نہیں دیا ہے۔ادھر ادھر کی مار کے اپنے پیروکاروں کو مطمئن رکھتے ہیں۔

تمام امت مسلمہ کے نزدیک بدعت کی تعریف یہ ہے کہ جو نیا فعل قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہو وہ بدعت سیئہ (برا) ہے۔بدعت کی تعریف واقسام بیان کرتے ہوئے شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہی

میں" البدعة هو فعل ما لم يسبق إليه فما وافق السنة فحسن وما خالف فضلالة وهو المراد حيث وقع ذم البدعة وما لم يوافق ولم يخالف فعلى أصل الإباحة" ترجمہ: بدعت کا معنی یہ ہے کہ جو کام پہلے نہ ہوا ہو۔ لہٰذا ایسا کام جو سنت کے موافق ہو وہ اچھا ہے اور جو سنت کے خلاف ہو وہ گمراہی ہے۔ جہاں کہیں بدعت کی مذمت ہوگی اس سے مراد وہ بدعت ہوگی جو سنت کے مخالف ہے۔ جو سنت کے مخالف نہیں، وہ مباح ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، مقدمۃ الفتح، جلد 01، صفحہ84، دارالمعرفہ، بیروت)

کیمیائے سعادت میں امام غزالی رحمۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں "ایں همه گرچه بدعت ست وازصحابه وتابعین نقل نه کرده اندلیکن نه هرچه بدعت بودنه شاید که بسیاری بدعت نیکوباشد پس بدعت مذموم آن بود که برمخالفت سنّت بود" ترجمہ: یہ سب امور اگرچہ نو پید ہیں اور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں ہیں، مگر ایسا بھی نہیں کہ ہرنئی بات ناجائز وبدعت ہو کیونکہ بہت ساری نئی باتیں اچھی ہیں۔ چنانچہ مذموم بدعت وہ ہوگی جو سنت رسول کے مخالف ہو۔

(کیمیائے سعادت، رکن دوم، اصل ہشتم، باب دوم، صفحہ388، انتشارات گنجینہ، ایران)

محدثین وفقہائے کرام نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ بعض بدعات واجب ہیں جیسے قرآن پاک پر اعراب لگانا، دینی مدارس بنانا وغیرہ چنانچہ شارح مسلم شریف علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام کے متعلق فرماتے ہیں "قال أهل اللغة هي كل شيء عمل على غير مثال سابق قال العلماء البدعة خمسة أقسام واجبة، ومندوبة ومحرمة، ومكروهة، ومباحة" ترجمہ: اہل لغت نے فرمایا ہر وہ عمل جس کی مثال پہلے نہ ہو وہ بدعت ہے۔ علماء نے ارشاد فرمایا بدعت کی پانچ اقسام ہیں: واجب، مستحب، حرام، مکروہ، مباح۔

(شرح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، تخفیف الصلوٰۃ و الخطبۃ، جلد6، صفحہ154، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بدعت واجبہ، مندوبہ ومکروہہ اور مباحہ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں " قد تكون (اى البدعة) واجبة كنصب الأدلة للرد على أهل الفرق الضالة، وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كإحداث نحو رباط ومدرسة وكل إحسان لم يكن في الصدر الأول، ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب والثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوي عن تهذيب النووي

، وبمثلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ للبرکلی ''ترجمہ: بدعت کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقے والوں پر رد کے لئے دلائل قائم کرنا اور اتنا علم نحو سیکھنا جو قرآن وحدیث سمجھنے میں معاون ہوتا ہے۔ اور بدعت کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسوں اور مسافر خانہ کی تعمیر کرنا اور ہر وہ نیک کام کرنا جو ابتدائی زمانہ میں نہیں تھا۔ اور بدعت کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کو مزین کرنا۔ اور بدعت کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے اور مشروبات اور (اچھے) کپڑے جیسا کہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں تہذیب النووی سے منقول ہے اور اس کی مثل برکلی کی کتاب طریقہ محمدیہ میں ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب الامامہ جلد 1، صفحہ 559، دار الفکر، بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ ہر نیا کام ناجائز وبدعت نہیں بلکہ بدعت سیئہ وہی ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔ لہٰذا اپنے مردوں کو ایصال ثواب، میلاد شریف، عرس وگیارہویں وغیرہ ہرگز قرآن وسنت کے خلاف نہیں کسی حدیث میں نہیں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی نہ مناؤ۔ یہ سب افعال مستحب ہیں۔ آگے اس کو دلائل کے ساتھ ذکر کیا جائے گا۔ یہ بھی آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ وہابیوں کے پاس ان کے ناجائز ہونے پر حدیث تو کیا کسی امام کا قول بھی نہیں ہوگا، علمائے اسلاف کے اقوال کو ہیرا پھیری سے پیش کریں گے۔

## وہابی عادتیں

﴿ جس طرح بریلوی حضرات کے مخصوص عقائد ہیں اسی طرح ان کی کچھ مخصوص تعلیمات بھی ہیں جو اکل و شرب اور کسب معاش کے گرد گھومتی ہیں۔ مذہب بریلویت میں اکثر مسائل صرف اس لئے وضع کیے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے سادہ لوح عوام کو اپنے جال میں پھنسا کر کھانے پینے کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ بریلوی ملاؤں نے نئے نئے مسائل وضع کر کے اور نئی نئی بدعات گھڑ کے دین کو ایسی نفع بخش تجارت بنالیا ہے، جس میں راس المال کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ ﴾

حسب عادت اس باب کی ابتداء بھی جھوٹ وبہتان سے کی گئی ہے۔ بریلوی مسلک کو ایک نیا فرقہ ظاہر کر کے خود کو اسلاف کے طریقہ پر چلنے والا ظاہر کیا ہے۔ جبکہ حال وہابیوں کا یہ ہے توحید وسنت کی آڑ میں نئے نئے عقیدے بنا کر پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک وبدعتی کہتے ہیں۔ وہابیوں کی یہی بُری عادتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت بڑے وہابی مولوی صاحب وحید الزماں لکھتے ہیں: ''بعضے عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے

لئے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں ۔ غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے، ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔''

(لغات الحدیث، جلد2، صفحہ 91)

یہ تو ساری دنیا جانتی ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کو جہاد کے جال میں پھنسا کہ کس نے پیٹ کی آگ بجھائی ہے؟ آگے پورے باب میں قارئین جان جائیں گے کہ کون اپنے مؤقف پر قرآن وسنت اور علمائے اسلاف سے دلائل لاتا ہے اور کون اپنی ہٹ دھرمی میں بدعت کی رٹ لگاتا ہے۔

# فصل : مزارتِ اولیاء کرام

امت محمدیہ کی طرح پچھلی امتوں کے مسلمانوں میں بھی رائج تھا کہ لوگ اپنے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے۔ان کی قبور کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے اور وہاں حاضری دیا کرتے تھے۔قرآن پاک میں اصحاب کہف کے واقعہ کے بارے میں ہے﴿وَكَذٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْا أَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا إِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم نے ان کی اطلاع کردی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگےتو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے،وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھےقسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔

(سورۃ الکہف، سورت 18، آیت 21)

اس آیت سے نہ صرف اولیاء کا مزار بنانا ثابت ہوا بلکہ مزارات کے ساتھ مسجد بنانا بھی ثابت ہوگیا۔تفسیر روح البیان میں ہے " یصلی فیہ المسلمون و یتبرکون بمکانھم" ترجمہ: ایک تو لوگ اس میں نماز پڑھیں گے دوسرا ان اولیاء کرام کے قرب کی وجہ سے برکتیں حاصل کریں گے۔

(روح البیان،فی التفسیر سورۃ الکہف،سورت18، آیت 21، جلد5، صفحہ232، دار الفکر ،بیروت)

بلکہ تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے تحت ہے "والمذکور فی القصۃ أن الملك جعل علی باب الکھف مسجداً وجعل لہ فی کل سنۃ عیداً عظیماً" ترجمہ: اس قصہ کے متعلق مذکور ہے کہ بادشاہ وقت نے اس دروازہ پر مسجد بنوا دی اور وہ ہر سال ان کے لئے عید عظیم (یعنی عُرس) منعقد کرواتا۔

(روح المعانی، فی التفسیر سورۃ الکہف، سورت18، آیت 21، جلد8، صفحہ225، دار الکتب العلمیہ ،بیروت)

مزارات پر جانا نہ صرف سنت صحابہ وصالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے بلکہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے اصحاب کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے۔مسند عبد الرزاق میں ہے "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی قبور الشھداء عند رأس الحول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ، قال وکان أبو بکر وعمر وعثمان یفعلون

ذلک''ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدا کی قبور پر تشریف لاتے تو انہیں یوں سلام کرتے تھے ''سلامتی ہو تم پر، تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(مسند عبد الرزاق، كتاب الجنائز، باب في زيارة القبور، جلد3، صفحہ573، المكتب الإسلامي، بيروت)

جس طرح مسلمان اپنی پریشانی دور کرنے ،کوئی کام شروع کرنے سے پہلے اپنے علاقے کے ولی اللہ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی ایسا کیا کرتے تھے چنانچہ فتوح الشام میں محمد بن عمر بن واقدی (المتوفی 207ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں اپنا خط ابوعبیدہ بن جراح کو جرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی''قال عبد الله بن قرط وخرجت من المسجد من باب الحبشة فقلت في نفسي :لقد أخطأت في الرأي إذ لم أسلم على قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فما أدري أراه بعد اليوم أم لا قال عبد الله فقصدت حجرة رسول الله صلى الله عليه وسلم وعائشة رضي الله عنها جالسة عند قبره وعلي بن ابي طالب كرم الله وجهه والعباس جالسان عند القبر والحسين في حجر علي والحسن في حجر العباس رضي الله عنه وهم يتلون سورة الأنعام وعلي رضي الله عنه يتلو سورة هود فسلمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم---''ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے باب الحبشہ سے باہر نکلا تو دل میں کہا کہ میں نے خطا کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر سلام کئے بغیر ہی چلا آیا۔ پتہ نہیں دوبارہ روضہ مبارک دیکھنے کو ملے یا نہ ملے۔ حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں روضہ پاک کی طرف چلا ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی وجہہ الکریم اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھے اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھے۔ یہ سب سورۃ الانعام کی تلاوت فرما رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ ہود کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔

(فتوح الشام، جلد1، صفحہ169، دار الكتب العلميہ، بيروت)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح تابعین بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک سے شفا حاصل کرتے تھے۔وفاء الوفاء میں ہے ''عن اسمعيل التيمي قال كان ابن المنكدر يصيبه الصمات فكان يقوم فيضع خده على

قبر النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فعوتب فی ذلك فقال استشفیت بقبر النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم
''ترجمہ: اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکد رتابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہو جاتا تو وہ جاتے اور اپنا رخسارہ قبر انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رکھتے۔کسی نے اس پر اعتراض کیا،فرمایا: میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

(وفاء الوفاء،الفصل الرابع،باب مایلزم الزائر من الادب،جلد4،صفحہ1406،دار احیاء التراث العربی،بیروت)

اس طرح کے اور بھی بے شمار دلائل ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مزارت پر حاضری پچھلی امتوں میں بھی رائج تھی اور صحابہ کرام وتابعین اور اسلاف اس کے قائل تھے۔اس کا انکار کرنے والے اور اسے بدعت وشرک کہنے والے صرف وہابی ہیں۔علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں "اتفق الناس علی زیارۃ مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللہ وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ھو اللہ "ترجمہ:مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

(عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی (حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی) تحت الآیۃ 79 /5، جلد9،صفحہ399،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

وہابیوں کے نزدیک ولی اللہ تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کی حاضری کے لئے سفر کرنا ناجائز ہے چنانچہ وہابیوں کے فتاوی اسلامیہ میں ہے "لا یجوز السفر بقصد زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم أو قبر غیرہ من الناس "ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور کی قبر کی زیارت کے لئے سفر جائز نہیں۔

(فتاوی اسلامیہ جلد1،صفحہ79،دار الوطن،الریاض)

کتاب التوحید میں محمد بن عبد الوہاب نجدی لکھتا ہے:''محمد کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات،تبرکات یا کسی نبی ولی کی قبر یا ستون وغیرہ کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے۔''

(کتاب التوحید محمد ابن عبدالوہاب،صفحہ 124)

وہابیوں کے نزدیک تو مزارات پر حاضری کے لئے جانا شرک ہوا۔ذرا وہابی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

تو دیکھیں وہ نہ صرف مزارات پر حاضری کے قائل بلکہ وہاں سے فیض بھی حاصل کرتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں ''بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی روزِ عید بزیارت مزار ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرك التفات تمام از روحانیت مقدسہ ایشان ظاہر گشت و از کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود راکہ کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند'' ترجمہ: مرشد گرامی کے وصال کے بعد عید کے روز ان کے مزار اقدس کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ مزار مبارک کی طرف توجہ کے دوران مرشد گرامی کی روحانیت مقدسہ کا التفات تام ظاہر ہوا اور کمال غریب نوازی سے آپ نے وہ نسبت خاص عنایت فرمائی جو آپ کو حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ سے حاصل تھی۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی، جلد1، صفحہ413، نولکشور، لکھنو)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں ''از اولیاء مدفونین انتفاع واستفادہ جاری ست'' ترجمہ: اہل قبور اولیاء سے فائدہ اور استفادہ جاری ہے یعنی ہر دور میں لوگوں کا معمول ہے۔

(تفسیر عزیزی، پارہ عم، استفادہ از اولیاء مدفونین سورۃ عبس، صفحہ143، مسلم بک ڈپو، لال کنواں دہلی)

مزید اولیاء کرام کے مزارات کی شرعی حیثیت جاننے کے لئے فقیر کی کتاب ''مزار اور مندر میں فرق'' کا مطالعہ کریں۔

## وہابیوں کا جعلی پیروں کی حرکات اہل سنت کے کھاتے میں ڈالنا

✽ بریلوی حضرات نے مزارات کی تعمیر کا حکم دیا اور خود ان کے دربان اور مجاور بن کر بیٹھ گئے۔ نذر و نیاز کے نام پر جاہل لوگوں نے دولت کے انبار لگا دیئے۔ انہوں نے اسے سمیٹنا شروع کیا اور ان کا شمار بڑے بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں میں ہونے لگا۔ غریبوں کا خون چوس کر بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز پر پلنے والے یہ لوگ دین کے بیوپاری اور دنیا کے پجاری ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک اسلامی معاشرہ نہیں کہلا سکتا جب تک وہ توحید باری تعالیٰ کے تصور سے آشنا نہ ہو۔ پاکستان میں جب تک شرک وبدعت کے یہ مراکز موجود ہیں، اس وقت تک اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ مریدوں کی جیبوں پر نظر رکھنے والے یہ دنیا کے بھوکے پیران و مشائخ جب تک انسان کو انسان کی غلامی کا درس دیتے رہیں گے، اس وقت تک ہمارا معاشرہ توحید کی شان وشوکت سے آشنا نہیں ہوسکتا اور جب تک کسی معاشرے میں توحید کے تقاضے پورے نہ

کیے جائیں، اس وقت تک الحاد و لادینیت کا مقابلہ ایں خیال است ومحال است وجنوں کا مصداق ہے۔
ہمیں الحاد و لادینیت کے سیلاب کو روکنے کے لیے انسان کی غلامی کی زنجیروں کو پاش پاش کرنا ہوگا اور معاشرے کے افراد کو توحید کا درس دینا ہوگا۔ ''اللہ ہو'' کے سُر پہ سر دھننا، قوالی کے نام پر ڈھول کی تھاپ پر رقص کرنا۔۔۔ناچتے اور غیر اخلاقی حرکتیں کرتے ہوئے، دامن پھیلا کر مانگتے ہوئے اور سبز چادر کے کونے پکڑ کر دست سوال دراز کرتے ہوئے، مزاروں پر چڑھاوے کے لیے جانا۔۔۔مضحکہ خیز قصے کہانیوں کو کرامتوں کا نام دینا، کھانے پینے کے لئے نت نئی رسموں کا نکالنا چنانچہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ جب سوچتا ہے کہ اگر اس کا نام مذہب ہے، تو وہ الحاد و لادینیت کے خوب صورت جال کا شکار بن جاتا ہے۔ براہو ان ملاؤں اور پیروں کا جو دین کا نام لے کر دنیا کے دھندوں میں مگن رہتے اور حدود اللہ وشعائر اللہ کو پامال کرتے ہیں۔ یہ قبر پرستی کی لعنت، یہ سالانہ عرس اور میلے، یہ گیارہویں، قل اور چالیسواں، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ سب دنیا کی دولت کو جمع کرنے کے ڈھنگ ہیں، مگر کون سمجھائے ان مشائخ وپیران طریقت کو؟ یہ لوگوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر دنیا میں بھی اپنا منہ کالا کر رہے ہیں اور اپنی عاقبت کو بھی برباد کر رہے ہیں۔ جو لوگ انہیں روکتے اور ان حرکتوں سے منع کرتے ہیں، انہیں وہابی اور اولیائے کرام کا گستاخ کہہ کر بدنام کیا جاتا ہے۔ ان کی کتابوں کو دیکھنا (1) اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جرم قرار دے دیا جاتا ہے۔2

ظہیر صاحب جعلی پیروں کے افعال کو دلیل بناتے ہوئے پوری طریقت کو ناجائز وبدعت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ہرگز اہل سنت میں اس بات کی اجازت نہیں کہ لوگوں کو نذر ونیاز پر مجبور کیا جائے۔ علمائے اہل سنت نے صراحت کے ساتھ ڈھول، گانے باجے، مزامیر کے ساتھ قوالیاں، ناچ وغیرہ خرافات کی نفی فرمائی ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''اولیاء کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص ومزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ عورتوں کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیے نہ کہ مجمع میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور فونو وغیرہ بجوانا، یہ سب گناہ وناجائز ہیں۔ جو شخص ایسی باتوں کا مرتکب ہو اسے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 538، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں نے اپنی وہابی جماعت بڑھانے کا ایک طریقہ یہ بنا رکھا ہے کہ جاہل لوگوں کے افعال کو عقائد اہل سنت ظاہر کرتے ہوئے یہ باور کرواتے ہیں کہ ڈھول، گانے باجے، ناچ گانا یہ اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ جبکہ یہ اہل سنت کے نزدیک بالکل ناجائز ہے اور مزارات پر ان سب خرافات سے منع نہ کرنے والے اوقاف والے ہیں، وہ چاہیں تو یہ سب کچھ ختم ہو سکتا ہے۔ مزارات اولیاء پر اس طرح کی خرافات جاہل جعلی پیروں کی شروع کی ہوئیں ہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مزار کو بم مار کر اڑا دیا جائے اور تصوف کو بُرا کہا جائے۔ حضور داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں: ''جب زمانہ کے دنیادار لوگوں نے دیکھا کہ نقلی صوفی پاؤں پر تھرکتے، گانا سنتے اور بادشاہوں کے دربار میں جا کر ان سے مال و منال کے حصول میں حرص و لالچ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ درباری دیکھتے ہیں تو وہ ان سے نفرت کرتے اور تمام صوفیوں کو ایسا ہی سمجھ کر سب کو بُرا کہنے لگتے ہیں کہ ان کے یہی طور و طریق ہوتے ہیں اور پچھلے صوفیاء کا حال بھی ایسا ہی تھا۔ حالانکہ وہ حضرات ایسی لغویات سے پاک و صاف تھے وہ اس پر غور و فکر نہیں کرتے۔ یہ زمانہ دین میں سستی و غفلت کا ہے۔''

(کشف المحجوب، صفحہ 69، شبیر برادرز، لاہور)

اصلی اور جعلی پیروں کے متعلق معلومات کے لئے فقیر کی کتاب ''بہارِ طریقت'' کا مطالعہ کریں۔ جو تصوف و کرامت کے منکر ہوں، انکا مذاق اڑانے والے ہوں، وہ واقعی گستاخ ہیں، ان کے ساتھ ہرگز نہیں بیٹھنا چاہئے کہ ایسے لوگ اپنے پاس بٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔ وہابیوں کا جگہ جگہ یہ کہنا کہ بریلوی مولویوں نے اپنی جیبیں گرم کرنے اور کھانے پینے کے یہ سب بہانے نکالے ہوئے ہیں، ان کا یہ کہنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا بریلوی مولوی ختم کی پوری دیگیں خود گھر لے جاتے ہیں؟ ختم کا کھانا ایصال ثواب کیلئے ہوتا ہے جو سب مسلمان کھاتے ہیں۔ باقی جو چند روپے بریلوی مولویوں کو ختم پر بیان کرنے میں ملتے ہیں وہ اس کی نسبت انتہائی کم ہوتے ہیں جو وہابیوں مولویوں کو جہاد و شرک پر تقریریں کرنے پر ملتے ہیں۔

## اولیائے کرام کے مزارات پر قبہ بنانا

ﷺ مبادا لوگ ان کی وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر راہ راست پر آجائیں اور ان کی دنیاداری خطرے میں پڑ جائے۔ آیئے اب بریلویت کی تعلیمات کا جائزہ لیں اور کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ خود فقہ حنفی کے ساتھ ان کا موازنہ کریں تاکہ پتہ چلے کہ ان لوگوں کے افکار و تعلیمات کی سند نہ کتاب و سنت سے ملتی ہے اور نہ فقہ حنفی سے۔۔۔۔۔ احمد یار گجراتی لکھتے ہیں: ''صاحب قبر کے اظہار عظمت کے لیے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز ہے۔''3

مزید: ''علماء اور اولیاء وصالحین کی قبروں پر عمارت بنانا جائز کام ہے، جب کہ اس سے مقصود ہو کہ لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا ۔۔۔۔۔تا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔''4

جب کہ حدیث میں صراحت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ کرنے، پختہ بنانے اور اس پر کوئی قبہ وغیرہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔''5

پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث پاک میں قبہ بنانے کی ممانعت نہیں ہے یہ مترجم صاحب نے ترجمہ کرتے وقت تحریف کر کے لفظ قبہ لکھ دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے پہلے کہا کہ وہابی احادیث سے باطل استدلال کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں قبر کے عین اوپر عمارت بنانے کی ممانعت ہے اور وہابی اس سے مزار کے ساتھ جو قبہ بنا ہوتا ہے اس کی ممانعت ثابت کر رہے ہیں۔ قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اگر قبر کے عین اوپر عمارت بنا لی جائے گی تو اس میں مردے کو اذیت ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں ''قوله: وأن يبنى عليه، أي: على القبر'' یعنی قبر کے اوپر عمارت بنائی جائے (تو منع ہے)۔

(شرح سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب البناء على القبر، ج6، صفحہ182، مكتبة الرشد، الرياض)

باقی جہاں تک انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے مزارات پر قبہ بنانے کا تعلق ہے تو یہ بالکل جائز ہے کہ یہ قبر سے متصل نہیں ہوتا بلکہ جدا ہوتا ہے۔ اگر اس حدیث پاک کا مطلب یہ بھی لیا جائے کہ مزار کے اردگرد بھی قبہ بنانا ناجائز ہے تو یہ اسی صورت میں ناجائز ہوگا جب بے ضرورت ہو۔ اگر کوئی ضرورت ہے جیسے جو زیارت کو آئے ہیں وہ سکون سے تلاوت وغیرہ کر سکیں تو یہ جائز ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پوری دنیا میں انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارک اور صحابہ کرام و اولیائے کرام کی قبروں پر قبے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی اجازت علمائے اسلاف سے ثابت ہے چنانچہ تکملہ مجمع بحار الانوار میں ہے ''قد اباح السلف البناء على قبور الفضلاء الاولياء والعلماء ليزورهم ويستريحون فيه'' ترجمہ: بیشک ائمہ سلف صالحین نے اہل فضل اولیاء وعلماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانے کو مباح فرمایا ہے کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔

(تکملہ بحار الانوار، تحت لفظ قبر، ج3، صفحہ140، منشی نولکشور، لکھنؤ)

جواہر اخلاطی میں ہے ''هو وان كان احداثا فهو بدعة حسنة وكم من شيء كان احداثاً وهو بدعة حسنة وكم من شيء يختلف باختلاف الزمان والمكان'' ترجمہ: یہ اگر چہ نو پیدا ہے پھر بھی بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں

ہیں کہ نئی پیدا ہوئیں اور ہیں اچھی بدعت، اور بہت احکام ہیں کہ زمانے یا مقام کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔

(جواہر الاخلاطی، کتاب الاحسان والکراہیۃ، صفحہ168، قلمی نسخہ)

علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ روح البیان میں لکھتے ہیں "فبناء قباب علی قبور العلماء و الاولیاء و الصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی اعین العامة حتیٰ لا یحتقروا صاحب ھذاالقبر و کذا إیقاد القنادیل والشمع عند قبور الأولیاء والصلحاء من باب التعظیم والإجلال ایضا للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن" ترجمہ: علماء، اولیاء اور صالحین کرام کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود لوگوں کی نگاہوں میں صاحبِ قبر کی تعظیم پیدا کرنا ہو کہ لوگ اسے حقیر نہ سمجھیں۔ اسی طرح اولیاء اور صلحاء کے مزار کے پاس شمع اور قندیل جلانا درست ہے کہ اس میں بھی ان کی عزت وعظمت ہے جو کہ اچھا مقصد ہے۔

(روح البیان، فی التفسیر سورۃ التوبہ، سورت9، آیت18، جلد3، صفحہ400، دارالفکر، بیروت)

اس مسئلہ کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ائمہ دین نے مزاراتِ حضرات علماء ومشائخ قدست اسرارہم کے گرد زمین جائز التصرف میں اس غرض سے کہ زائرین ومستفیدین راحت پائیں عمارت بنانا جائز رکھا اور تصریحات فرمائیں کہ علت منع نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے۔ تو جہاں نیت محمود اور نفع موجود منع مفقود۔ تفصیل صور وتحقیق اغر اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر پہلے عمارت بنالی جائے بعدہ اس میں دفن واقع ہو جب تو مسئلہ بناء علی القبر سے متعلق ہی نہیں کہ یہ اقبار فی البناء ہے، نہ بناء علی القبر۔ علامہ طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن، پھر علامہ شرنبلالی غنیۃ ذوی الاحکام، پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیتین درومراقی الفلاح میں فرماتے ہیں "واللفظ للغنیة قال قال فی البرھان یحرم البناء علیه للزینة ویکرہ للاحکام بعد الدفن لا الدفن مقام بنی فیه قبله لعدم کونه قبر حقیقة بدونه " الفاظ غنیۃ کے ہیں کہا کہ برہان میں ہے کہ قبر پر زینت کے لیے عمارت بنانا حرام ہے اور دفن کے بعد پختگی ومضبوطی کے لیے بنانا مکروہ ہے، جہاں پہلے سے عمارت تھی وہاں دفن مکروہ نہیں کیونکہ بغیر دفن کے وہ جگہ حقیقۃً قبر نہیں۔

اور اگر دفن کے بعد تعمیر ہو تو اس کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ خود نفسِ قبر پر کوئی عمارت چُنی جائے اس کی ممانعت میں اصلاً شک نہیں کہ سقفِ قبرو ہوائے قبر حق میّت ہے، معہذا اس فعل میں اس کی اہانت واذیت، یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع

ہوانہ کہ عمارت چننا، ہمارے بہت علمائے مذہب قدست اسرارہم نے احادیث وروایات نہی عن البناء سے یہی معنی مراد لیے اور فی الواقع بناء علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں۔گرد قبر کوئی مکان بنانا حول القبر ہے نہ کہ علی القبر ۔جیسے صلوٰۃ علی القبر کی ممانعت بجنب القبر کو شامل نہیں"کما نص علیہ العلماء قاطبة وبیناہ فی فتاؤنا "( جیسا کہ علماء نے بالاتفاق اس کی تصریح کی ہے اورہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔)

امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوزجندی خانیہ میں فرماتے ہیں"لا یجصص القبر لماروی عن البنی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ نہی عن التجصیص و التقضیض وعن البناء فوق القبر، قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا لماروی عن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالی انہ قال لایجصص القبر ولایطین ولایرفع علیہ بناء وسفط " قبر کو گچ سے پکا نہ کیا جائے گا اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے گچ اور چونے سے پختہ کرنے سے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے ممانعت فرمائی ہے۔علماء نے فرمایا عمارت سے مراد وہ سفط ہے جو ہمارے دیار میں قبر پر بنایا جاتا ہے اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قبر کو گچ اور گارے سے پختہ نہ کیا جائے اور نہ اس پر عمارت اور سفط بلند کیا جائے۔

امام طاہر بن عبد الرشید بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں"لا یرفع علیہ بناء قالوا ارادبہ السفط الذی نجعل فی دیارنا علی القبور وقال فی الفتاوی الیوم اعتاد واالسفوط "اس پر کوئی عمارت اونچی نہ کی جائے،علماء نے فرمایا: اس سے وہ سفط مراد ہے جو ہمارے دیار میں قبروں پر بنایا جاتا ہے اورفتاوٰی میں ہے کہ اس زمانے میں سفطوں کی عادت ہوچکی ہے۔

رحمانیہ میں نصاب الاحتساب سے ہے"لایجوز لاحد ان یبنی فوق القبور بیتا اومسجدا لان موضع القبر حق المقبور فلا یجوز لاحد التصرف فی ہواء قبرہ "قبر کے اوپر گھر یا مسجد بنانا جائز نہیں اس لیے کہ قبر کی جگہ میّت کا حق ہے تو کسی کے لیے اس قبر کی فضا میں تصرف روا نہ ہوگا۔

ہندیہ میں ہے"یاثم بوطء المقبور لان سقف القبر حق المیّت "قبروں پر چلنے سے گنہگار ہوگا اس لیے کہ قبر کی چھت حقِ میت ہے۔

دوسرے یہ کہ گرد قبر کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے، یہ اگر زمین ناجائز تصرف میں ہو جیسے ملک غیر بے اذن مالک یا ارض

وقف بے شرط واقف، تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ایسی جگہ تو مسجد بنانی بھی جائز نہیں اور عمارت تو اور ہے "ولذ النقل فی المرقاة عن الازهار ان النهی للحرمة فی المقبرة المسبلة ویجب الهدم وان کان مسجدا " اسی لیے مرقات میں ازہار سے نقل ہے کہ عام وقفی قبرستان میں تعمیر حرام ہونے کی وجہ سے نہی ہے اور اسے ڈھادینا ضروری ہے اگر چہ مسجد ہی ہو۔

یوں ہی اگر بہ نیت فاسدہ ہو مگر زینت وتفاخر جیسے امراء کی قبور پر ابنیہ رفیعہ بمصارف وسیعہ اس غرض سے بنائے جاتے ہیں، تو یہ بوجہ فساد نیت ممنوع "کما مر عن البرهان ومثله فی نور الایضاح وغیره" (جیسا کہ برہان کے حوالے سے گزرا اور اسی کے مثل نور الایضاح وغیرہ میں ہے۔)

اسی طرح جہاں بے فائدہ محض ہو، جیسے کوئی قبر کسی بَن میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام غیر صلحا کی قبور جن سے نہ کسی کو عقیدت کہ بجہت تبرک وانتفاع ان کی مقابر پر جائیں نہ ان کے دنیادار ورثا سے امید کہ وہی جاڑے، گرمی، برسات مختلف موسموں میں بقصدِ زیارت قبرونفع رسانیِ میّت وہاں جاکر بیٹھا کریں گے، قرآن وذکر میں مشغول رہیں گے یا بروجہ جائز قراء وذاکرین کو وہاں مقرر رکھیں گے، ایسی صورت میں بوجہ اسراف واضاعت مال نہی ہے، علامہ توربشتی فرماتے ہیں "منهی لعدم الفائدة فیه " ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔

مجمع بحار الانوار میں ہے "منهی عنه لعدم الفائدة " بے فائدہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

مرقاۃ میں ہے "وقال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعة المال "اور ہمارے بعض علمائے شارحین نے فرمایا اور اضاعت مال کی وجہ سے بھی۔

جہاں ان سب محذورات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ ولہٰذا مولانا علی قاری نے بعد نقل کلام مذکور توربشتی فرمایا "قلت فیستفاد منه انه اذا کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها فلا تکون منهیة، قال ابن الهمام واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤوا عند القبر والمختار عدم الکراهة " میں کہتا ہوں تو اس سے مستفاد ہوا کہ جب خیمہ کسی فائدہ کے تحت ہو مثلاً یہ کہ قرآن پڑھنے والے اس کے نیچے بیٹھیں گے تو ممنوع نہ ہوگا۔ ابن ہمام نے فرمایا: قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کے متعلق اختلاف ہے، مختار یہ ہے کہ کراہت نہیں۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں فرماتے ہیں "اگر غرضے صحیح داشته باشد دراں باك نیست بآں چنانکه

دربنائے قبر به نیت آسائش مردم وچراغ افرو ختن درمقابربقصد دفع ایذائے مردم از تاریکی راه ونحو آں گفته اند، کذا یفهم من شرح الشیخ "اگر کوئی صحیح غرض ہو تو اس میں حرج نہیں جیسے لوگوں کے آرام کے لیے قبر کے پاس عمارت بنانے اور راستے کی تاریکی سے لوگوں کی تکلیف دفع کرنے کے لیے قبرستان میں چراغ جلانے اور اس طرح کے کاموں میں علماء نے فرمایا ہے۔شیخ کی شرح سے ایسا ہی سمجھ میں آتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے "عن عائشة رضی الله تعالی عنها عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال فی مرضه الذی مات فیه لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مسجدا قالت ولولا ذاك لابرزوا قبره "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہے کہ حضور نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: یہود ونصاری پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو حضور کی قبر انور نمایاں رکھی جاتی۔

علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں "لکن لم یبرزوه ای لم یکشفوه بل بنوا علیه حائلا "لیکن اسے نمایاں اور منکشف نہ رکھا بلکہ اس پر ایک حائل بنا دیا۔

جذب القلوب میں فرمایا "چوں دفن سرورِ انبیاء صلی الله تعالی علیه وعلی آله وسلم بموجب حکمِ الٰهی هم درحجره شریفه شد۔ عائشه صدیقه نیز درخانه خود ساکن می بودومیان او و قبرشریف پرده نه بود، و در آخر بسبب جرأت و عدم تحاشی مردم از درآمدن برقبرشریف وبرداشتن خاك ازاں خانه را دوقسم ساخت ودیوارے درمیان مسکن خود وقبر شریف کشید وبعد ازاں که امیر المومنین عمر درمسجدزیادت کرده حجره راازخشت خام بناکردو تازمان حدوث عمارت ولید ایں حجره ظاهر بود عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملك آں راهدم کردو بحجاره منقوشه برآورد۔ برظاهر آں حظیره دیگر بناکرد وهیچکدام ازیں دودرے نگذاشت از عروه روایت می کنند که وے به عمربن عبدالعزیز گفت، اگر حجره شریفه رابرحالِ خود گزارند وعمارتے گردآں برآرند احسن باشد "جب سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم الٰہی کے باعث حجرہ شریفہ ہی میں دفن کر دیا گیا عائشہ صدیقہ بھی اپنے گھر میں سکونت پذیر تھیں، ان کے اور قبر شریف کے درمیان پردہ نہ

تھا، آخر میں قبر شریف کے پاس بیبا کی سے لوگوں کے بے تحاشہ آنے اور وہاں کی خاک لے جانے کی وجہ سے گھر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی۔ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں اضافہ کیا تو حجرہ کی عمارت کچی اینٹوں کی بنادی۔ ولید کے زمانہ کی تعمیر جدید تک یہ حجرہ ظاہر تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے حکم سے اسے منہدم کر کے منقش پتھروں سے بنایا اور اس کے بیرونی حصہ پر ایک اور حظیرہ بنایا اور ان دو دروازوں میں سے کوئی نہ چھوڑا۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر بن عبد العزیز سے کہا اگر حجرہ شریف کو اپنے حال پر رکھتے اور اس کے گرد ایک عمارت بنا دیتے تو بہتر ہوتا۔

لاجرم ائمہ کرام نے گردِ قبورِ علماء و مشائخ قدست اسرارہم اباحتِ بنا کی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں ''وقد اباح السلف ان یبنی علی قبر المشایخ والعلماء المشاهیر لیزورهم الناس و یستریحوا بالجلوس فیه " سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

بعینہ اسی طرح علامہ علی قاری مکی نے بعد عبارت مسطورہ ذکر فرمایا کہ " وقد اباح السلف البناء "سلف نے علماء و مشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کی اجازت کی ہے۔

کشف الغطاء میں ہے "در مطالب المومنین گفته که مباح کرده اند سلف بناء را بر قبر مشائخ علمائے مشهور تا مردم زیارت کنند واستراحت نمایند بجلوس در آں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و در مدینه مطهره بنائے قبها بر قبور اصحاب درزمان پیش کرده اند ظاهر آنست که آں بتجویز آں وقت باشد و بر مرقدِ منور آنحضرت صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم نیز قبه عالی ست " مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرقدِ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔

نور الایمان میں ہے "قدنقل الشیخ الدهلوی فی مدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی

علی قبر المشایخ والعلماء المشهورین قبة لیحصل الاستراحة الزائرین و یجلسون فی ظلها وهکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزه اسمٰعیل الزاهدی الذی من مشاهیر الفقهاء" شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ومباح رکھا ہے تا کہ زائرین کوآرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمٰعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔

علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں صراحۃً فرمایا کہ اس میں کچھ کراہت بھی نہیں "حیث قال فی مسألة الدفن فی الفساقی ان فی نحو قرافة مصر لایتاتی للحد ودفن الجماعة لتحقق الضرورة واما البناء فقدم تقدم الاختلاف فیه، واما الاختلاط فللضرورة، فاذا فعل الحاجز بین الاموات فلا کراهة" تہ خانوں کے اندر تدفین کے مسئلہ میں لکھتے ہیں: قرافہ مصر جیسی جگہ میں لحد نہیں بن پاتی اور کئی ایک آدمیوں کو ایک ساتھ دفن کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے۔ رہی تعمیر تو اس بارے میں ختلاف گزر چکا ہے، اور اختلاط تو مجبوراً ہے۔ اگر مُردوں کے درمیان آڑ کر دی جائے تو کوئی کراہت نہیں۔

نہایت یہ کہ امام اجل ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی تمر تاشی نے تنویر الابصار و جامع البحار پھر علامہ محقق علاء الدین محمد دمشقی نے شرح تنویر پھر فاضل جلیل سیّدی احمد مصری نے حاشیہ مراقی میں تصریح وتقریر فرمائی کہ قولِ جواز ہی مختار ومفتی بہ ہے۔ "وهذا لفظ العلامة الغزی لایرفع علیه بناء، وقیل لاباس به وهو المختار" یہ علامہ غزّی کی عبارت ہے: اس پر کوئی عمارت بلند نہ کی جائے اور کہا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار ہے۔

بعد تصریح صریح افتاء وترجیح، مجال کلام کیا ہے "هذا ینبغی تحقیق المقام بتوفیق الملك المنعم العلام وبه یحصل التوفیق بین کلمات الاعلام واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم" اس مقام کی تحقیق اسی طرح ہونی چاہئے بادشاہ محسن علّام کی توفیق سے اور اسی سے علمائے اعلام کے کلمات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ اور خدائے پاک وبرتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کمال واستحکام والا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، ج9، صفحہ 413، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ان تمام مستند دلائل کے باوجود وہابی اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور اولیاء کرام کے مزارات پر گنبد بنانے کو نا جائز و

حرام کہتے ہیں۔ یہاں تک کے ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر جو سبز گنبد ہے وہ بھی نا جائز ہے چنانچہ محمد بن اسماعیل یمنی وہابی لکھتا ہے: ''اگر تو سوال کرے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر جو ایک بہت بڑا قبہ (گنبد) تعمیر کیا گیا ہے اور اس پر بہت مال خرچ کیا ہے۔ (یہ شرعا کیسا ہے) میں (محمد بن اسماعیل) جوابا کہتا ہوں کہ یہ حقیقۃً بہت بڑی جہالت ہے۔''

(تطہیر الاعتقاد لابن اسماعیل الصنعانی، صفحہ 40,41، المملکۃ العربیہ سعودیہ)

## وہابیوں کا قبروں کو شہید کرنے پر حضرت علی کے فرمان کو دلیل بنانا

﴿ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر حکم دیا تھا کہ وہ اونچی قبروں کو زمین کے برابر کردیں۔6 ﴾

سب سے پہلے تو یہ ہے کہ مترجم صاحب نے یہاں بھی ترجمہ کرتے وقت تحریف کی ہے۔ حدیث پاک میں ہرگز یہ الفاظ نہیں کہ قبریں زمین کے برابر کردیں۔ بلکہ لکھا ہے ''سویتہ'' یعنی قبروں کو برابر کردوں۔ وہابیوں کا اس سے استدلال کرنا باطل ہے کہ ہر مسلمان کی قبر کو زمین کے برابر کردو۔ کیونکہ قبر کو اگر زمین کے برابر کردیا جائے گا تو قبر کی پہچان نہ رہنے کے سبب لوگ اس پر پاؤں رکھیں گے، جبکہ احادیث میں سختی سے قبر پر پاؤں رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((لان امشی علی جمرۃ اوسیف اواخصف نعلی برجلیہ احب الی من ان امشی علی قبر)) یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النہی عن المشی علی القبور، جلد1، صفحہ 499، دار احیاء الکتب العربیہ الحلبی)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''لان اطأ علی جمرۃ احب الی من ان اطأ علی قبر مسلم'' ترجمہ: بے شک مجھے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے۔

(الترغیب والترہیب، الترہیب من الجلوس علی القبر الخ، جلد4، صفحہ 372، مصطفی البابی مصر)

سنت متوارثہ یہی ہے کہ قبر زمین سے اونچی ہوتا کہ اس کی پہچان باقی رہے۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن دفن کا انتظام بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔ اگر اس حدیث پاک کا یہ مطلب ہوتا کہ ہر قبر کو زمین کے برابر کردو تو کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک

زمین سے بلند نہ رکھتے۔جبکہ احادیث میں یہ آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک زمین سے اونچی تھی چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے((عن القاسم، قال: دخلت على عائشة فقلت: يا أمه اكشفي لي عن قبر الله عليه وسلم وصاحبيه رضي الله عنهما، فكشفت لي عن ثلاثة قبور لا مشرفة العرصة الحمراء)) ترجمہ: حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا اوران سے عرض کیا اے میری ماں! میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے دونوں اصحاب کی قبر کھول دیجئے۔پس انہوں میرے لیے تینوں قبریں کھول دیں، جو نہ تو بہت بلند تھیں اور نہ بالکل زمین سے ملی ہوئی اوران پر میدان کی سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔

(سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في تسوية القبر، جلد3، صفحه215، المكتبة العصرية، بيروت)

نیل الاوطار میں وہابی مولوی شوکانی ان قبروں کے متعلق لکھتا ہے "قوله: (ولا لاطئة) أي ولا لازقة بالأرض" کہ زمین سے چپکی ہوئی نہ تھیں۔

(نيل الأوطار، كتاب الجنائز، باب تسنيم القبر ورشه بالماء وتعليمه ليعرف وكراهة البناء والكتابة عليه، جلد4، صفحه101، دار الحديث، مصر)

ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ قبروں کو زمین کے برابر کردو۔پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کن لوگوں کی قبروں کو توڑنے کے لئے بھیجا تھا؟ کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں بنائی جاتی تھیں جو ہرگز غیر شرعی نہیں ہوسکتی تھیں۔دراصل اس حدیث پاک کا مطلب ہے کہ عیسائیوں کی قبریں حد سے زیادہ بڑی ہوتی ہیں اوران میں تصویریں لگی ہوتی ہیں، ان کو ختم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور کافروں کی قبروں کو زمین کے برابر کردینے کی بھی اجازت ہے۔ظہیر صاحب نے پوری حدیث نقل نہیں کی ورنہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کفار کی قبروں کے متعلق حکم تھا۔پوری حدیث حیان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے "قال لي علي بن أبي طالب ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ أن لا تدع تمثالا إلا طمسته ولا قبرا مشرفا إلا سويته" ترجمہ: مجھ سے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مامور فرما کر بھیجا کہ جو

تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو قبر حد شرع سے زیادہ اونچی پاؤ اسے برابر کر دو۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر، جلد2، صفحہ 667، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اگر اس حدیث پاک کو مسلمانوں کی قبروں پر منطبق کیا جائے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کی قبریں زمین کے برابر کر دی جائیں بلکہ اس کا مطلب ہے کہ جو قبر زمین سے حد درجہ بلند ہو اسے کم کر دیا جائے اور یہ کم کرنا فرض وواجب نہیں بلکہ مستحب عمل ہے۔اس حدیث پاک کی شرح میں محدثین نے یہی فرمایا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں" قال العلماء یستحب أن یرفع القبر قدر شبر، ویکرہ فوق ذلک، ویستحب الھدم" ترجمہ: علماء کرام نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ قبر زمین سے ایک بالشت اونچی ہو۔قبر کا ایک بالشت سے زیادہ ہونا مکروہ (تنزیہی) ہے۔ایک بالشت سے زیادہ کو گرا دینا مستحب ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، جلد3، صفحہ1216، دار الفکر، بیروت)

البحر الرائق میں ہے "ویسنم قدر شبر وقیل قدر أربع أصابع، وما ورد فی الصحیح من حدیث علی أن لا أدع قبرا مشرفا إلا سویتہ فمحمول علی ما زاد علی التسنیم" ترجمہ: قبر کوہان نما ایک بالشت اور بعض نے کہا کہ چار انگل اونچی بنائی جائے۔جو صحیح حدیث میں ہے کہ قبر کو برابر کر دیا جائے وہ اس پر محمول ہے کہ جو قبر سنت سے زائد اونچی ہو اسے سنت جتنا کر دیا جائے۔

(البحر الرائق، کتاب الجنائز، جلد2، صفحہ209، دار الکتاب الإسلامی، بیروت)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں "(یأمر بتسویتھا) وفی الروایۃ الأخری ولا قبرا مشرفا إلا سویتہ فیہ أن السنۃ أن القبر لا یرفع علی الأرض رفعا کثیرا ولا یسنم بل یرفع نحو شبر" ترجمہ: سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ اونچی نہ ہو اور نہ کوہان نما ہو بلکہ ایک بالشت اونچی ہو۔

(شرح صحیح مسلم، کتاب الجنائز، قولہ فذکرت ذلک لموسی بن طلحۃ------، جلد7، صفحہ36، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے "لا خلاف بین الفقہاء فی استحباب رفع التراب فوق القبر قدر شبر ، ولا بأس بزیادتہ عن ذلک قلیلاً علی ما علیہ بعض فقہاء الحنفیۃ ، لیعرف أنہ قبر ، فیتوقی ویترحم علی صاحبہ فعن جابر رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ و سلم رفع قبرہ عن الأرض قدر شبر" ترجمہ: فقہاء کا اس میں اختلاف نہیں کہ قبر کی مٹی کا زمین سے ایک بالشت بلند ہونا مستحب ہے۔بعض فقہاء احناف کے موقف کے مطابق ایک بالشت سے تھوڑا زیادہ

ہونے میں حرج نہیں، یہ اس لئے ہے کہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے اور قبر کا ادب کر کے اس پر احسان کرے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو زمین سے ایک بالشت اونچا رکھا گیا۔

(الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، جلد11، صفحہ342، دارالسلاسل ،الکویت)

نیل الاوطار میں وہابیوں کے امام شوکانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث پاک کی شرح میں لکھتا ہے "(ولا قبرا مشرفا إلا سويته) فيه أن السنة أن القبر لا يرفع رفعا كثيرا من غير فرق بين من كان فاضلا ومن كان غير فاضل والظاهر أن رفع القبور زيادة على القدر المأذون فيه محرم " ترجمہ: سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ بلند نہ ہو چاہے وہ میت فاضل ہو یا غیر فاضل۔ظاہر اس حدیث کا یہ ہے کہ ایک بالشت سے زیادہ قبر اونچی کرنا حرام ہے۔

(نیل الاوطار، کتاب الجنائز، باب تسنیم القبر۔۔۔، جلد4، صفحہ102، دار الحدیث، مصر)

حال ہی کے سعودی وہابی مفتی عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز جو بات بات پر شرک وبدعت کے فتوے لگاتے ہیں انہوں نے واضح انداز میں اس مسئلہ کے متعلق یہی لکھا ہے چنانچہ مقالات وفتاوی میں ہے: ''صحیح صورت یہ ہے کہ قبر کی اپنی مٹی کو اس پر ڈال دیا جائے اور قریبا ایک بالشت تک اونچی کی جائے تا کہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے۔قبروں کے سلسلہ میں یہی وہ سنت ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کا عمل رہا۔''

(مقالات و فتاوی ابن باز، صفحہ182، دارالسلام ،ریاض)

کتنے صریح الفاظ میں وہابیوں کے امام نے کہہ دیا کہ سنت یہی ہے کہ قبر زمین سے اونچی ہو البتہ زیادہ اونچی نہ ہو۔وہابی کسی ایک مستند عالم کا بھی قول اس پر پیش نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کی قبروں کو زمین کے برابر کر دینا چاہئے۔

## حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کی قبریں کیسی تھیں؟

﴿ حضرت عمر بن الحارث رضی اللہ عنہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ انہوں نے کہا: ''روم میں ہمارا ایک ساتھی فوت ہوگیا تو حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کو زمین کے برابر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔''7 ﴾

یہاں پھر مترجم صاحب نے تحریف کی اور حدیث پاک کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ زمین کے برابر کر دو۔جبکہ صحیح ترجمہ ہے قبر کو ہموار کرنے کا حکم دیا۔ہموار کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ زمین کے برابر کر دو۔اوپر واضح کیا گیا کہ قبر کا زمین سے اونچا ہونا

سنت ہے۔دراصل قبر کس طرح بنائی جائے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں ہے کہ قبر اوپر سے اونٹ کی کوہان کی طرح ڈھلوان والی بنائی جائے جیسا ہمارے یہاں قبریں بنتی ہیں۔دوسری روایت یہ ہے کہ قبر ہموار (چوڑی) بنائی جائے۔ حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث پاک سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال کیا اور یہ فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ قبر چوڑی بنائی جائے۔لیکن امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہرگز یہ مسلک نہیں کہ قبر ہموار اس طرح بنائی جائے کہ زمین کے برابر ہو بلکہ آپ نے صراحت فرمائی کہ قبر زمین سے اونچی ہو چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے "وقال الشافعی تسطح القبور ولا تبنی ولا ترفع وتکون علی وجہ الأرض نحوا من شبر" ترجمہ: امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قبر ہموار بنائی جائے، اس پر کوئی عمارت نہ ہو اور نہ قبر زمین سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو۔

(عمدۃ القاری، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ـــ، جلد8، صفحہ224، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

امام شافعی کے علاوہ بھی جن بعض صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ نظریہ تھا کہ قبر ہموار ہونی چاہئے وہ اس کے قائل ضرور تھے کہ قبر زمین سے اونچی ہو چنانچہ امام بخاری کے استادِ محترم امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ مصنف عبد الرزاق میں روایت نقل کرتے ہیں "عن الزھری أن عثمان أمر بتسویۃ القبور قال ولکن یرفع من الأرض شیئا" ترجمہ: امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبروں کو ہموار رکھنے کا کہتے لیکن یہ فرماتے کہ قبریں زمین سے کچھ اونچی ہوں۔

(المصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب الجدث والبنیان، جلد3، صفحہ504، المکتب الاسلامی، بیروت)

ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میری قبر زمین سے اونچی رکھی جائے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ محترم امام ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں "عن أبی میمونۃ عن أبیہ أن عمران بن حصین أوصی أن یجعلوا قبرہ مرتفعا وأن یرفعوہ أربع أصابع أو نحو ذلك" ترجمہ: حضرت ابو میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت فرمائی کہ میری قبر کو زمین سے چار انگل بلند رکھا جائے۔

(الکتاب المصنف فی الاحادیث والاثار، کتاب الجنائز، فیمن کان یحب أن یرفع القبر، جلد3، صفحہ23، مکتبۃ الرشد، الریاض)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت اونچی ہے چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت

کرتے ہیں"حدثنا صالح بن أبی الأخضر قال رأیت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شبرا أو نحوا من شبر"ترجمہ:حضرت صالح بن ابوخضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر دیکھی جو زمین سے ایک بالشت بلند تھی۔

(المراسیل،ما جاء فی الدفن،صفحہ304،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت)

یہاں یہ بات تو بالکل واضح ہوگئی کہ جن علماء نے قبروں کو ہموار بنانے کا کہا ہے اس بات میں وہ بھی متفق ہیں کہ قبروں کو ایک بالشت کے برابر بلند کیا جائے رہی یہ بات کہ قبر کو اوپر سے ہموار بنایا جائے تو یہ موقف انتہائی کم علماء سے منقول ہے یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور متبعین بھی ڈھلوان والی قبریں بنوانے کے قائل ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ضعیف ہے چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے"واختار التسنیم أبو علی الطبری وأبو علی بن أبی ھریرۃ والجوینی والغزالی والرویانی والسرخسی، وذکر القاضی حسین اتفاقھم علیہ، وخالفوا الشافعی فی ذلک، والجواب عما رواہ الشافعی :أنہ ضعیف ومرسل۔۔ وقال ابن قدامۃالتسطیح ھو شعار أھل البدع، فکان مکروھا"ترجمہ:ابوعلی طبری،ابوعلی بن ابوہریرہ،جوینی،امام غزالی،رویانی،سرخسی رحمہم اللہ نے ڈھلوان والی قبریں بنانے کو اختیار کیا،اور اس مسئلہ پر ان سب کے اتفاق کو قاضی حسین نے ذکر کیا ہے،ان سب علماء نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی اور فرمایا کہ امام شافعی کا یہ قول ضعیف و مرسل ہے۔ابن قدامہ نے فرمایا کہ ہموار قبر بنانا بدعتیوں کا شعار ہے تو یہ مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری،کتاب الجنائز،باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔،جلد8،صفحہ224،دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،شہدا احد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبریں ڈھلوان والی ہیں۔مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث پاک ہے"عن سفیان التمار قال دخلت البیت الذی فیہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فرأیت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وقبر أبی بکر، وعمر مسنمۃ"ترجمہ:حضرت سفیان تمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک ہے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر،ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دیکھی کہ وہ ڈھلوان والی تھی۔

(الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار،کتاب الجنائز،ما قالوا فی القبر یسنم،جلد3،صفحہ22،مکتبۃ الرشد،الریاض)

ایک اور حدیث پاک روایت کرتے ہیں "عن أبی عثمان عن رجل قال رأیت قبر ابن عمر بعدما دفن بأیام مسنما" ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے چند دن بعد ان کی قبر کو دیکھا تو وہ ڈھلوان والی تھی۔

(الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، کتاب الجنائز، ما قالوا فی القبر یسنم، جلد3، صفحہ22، مکتبۃ الرشد، الریاض)

امام بخاری کے استاد محترم امام عبد الرزاق اپنی کتاب ''المصنف'' میں لکھتے ہیں "عن الشعبی قال کان قبور أهل أحد جثی مسنمة" ترجمہ: حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شہداء احد کی قبریں مٹی کی ڈھلوان والی تھیں۔

(المصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب الجدث والبنیان، جلد3، صفحہ504، المکتب الاسلامی، بیروت)

البتہ علماء نے یہ ضرور فرمایا کہ کافروں کے ملک میں اگر کسی مسلمان کو دفن کرنا پڑ جائے اور یہ خوف ہو کہ کفار بعد میں اس کی قبر اکھاڑ دیں گے تو قبر کو زمین کے برابر کر دیا جائے تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے "(رأیت قبر النبی صلّی الله علیه وسلم مسنما) وکذلك قبور الصحابة من بعده، ولأن التسطیح أشبه بأبنیة أهل الدنیا، واستثنی الحنابلة دار الحرب إذا تعذر نقل المیت، فالأولی تسویة القبر بالأرض وإخفاؤه، خوفاً من أن ینبش "ترجمہ: صحابی فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک دیکھی وہ ڈھلوان والی تھی جیسا کہ ان کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبریں ڈھلوان والی تھیں۔ اس لئے کہ ہموار قبریں اہل دنیا کی عمارات کے مشابہ ہیں۔ حنابلہ نے استثنیٰ کیا کہ دار الحرب میں جب میت کو منتقل کرنا ممکن نہ ہو تو قبر کو زمین کے برابر کر دیا جائے، اسے چھپا دیا جائے تا کہ میت کی بے حرمتی نہ ہو سکے۔

(الفقہ الاسلامی وادلہ، جلد2، صفحہ665، دار الفکر، دمشق)

وہابیوں کے ایک مولوی نے تحفۃ الاحوذی میں لکھا ہے "قال الشافعی أكره أن یرفع القبر إلا بقدر ما یعرف أنه قبر لکی لا یوطأ ولا یجلس علیه۔۔۔ثم الاختلاف فی ذلك فی أیهما أفضل لا فی أصل الجواز ورجح المزنی التسنیم من حیث المعنی بأن المسطح یشبه ما یصنع للجلوس بخلاف المسنم ورجحه بن قدامة بأنه یشبه أبنیة أهل الدنیا وهو من شعار أهل البدع فكأن التسنیم أولی ویرجح التسطیح ما رواه مسلم من حدیث فضالة بن عبید أنه مر بقبر فسوی ثم قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یأمر بتسویتها" ترجمہ: حضرت امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں مکروہ جانتا ہوں کہ قبر کو زمین سے زیادہ بلند کیا جائے، مگر یہ کہ زمین سے اتنا بلند کیا جائے کہ قبر کی پہچان ہو سکے، کوئی اسے پاؤں سے نہ روندے اور اس پر نہ بیٹھے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ ہموار قبر بنانا افضل ہے کہ ڈھلوان والی۔ البتہ دونوں طرح کی قبریں بنانا جائز ہے۔ مزنی نے ڈھلوان والی قبر کو اس وجہ سے ترجیح دی کہ ہموار قبر بیٹھنے والی جگہ (مثلاً بینچ وغیرہ) کے مشابہ ہے جبکہ ڈھلوان والی قبر میں ایسا نہیں۔ ابن قدامہ نے بھی ڈھلوان والی قبر کو ترجیح دی لیکن وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہموار قبریں اہل دنیا کی عمارتوں کے مشابہ ہے اور بدعتیوں کا شعار ہے اس لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ڈھلوان والی قبر ہو۔ ہموار قبر کی ترجیح حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سے ہے کہ وہ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو اسے ہموار شکل میں کردیا پھر فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر ہموار بنانے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی تسویۃ القبر، جلد4، صفحہ129، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اتنی احادیث اور خود وہابی مولویوں کے کلام سے سورج کی طرح واضح ہے کہ ظہیر صاحب کی دونوں حدیثوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبروں کو زمین کے برابر کردینا چاہئے بلکہ صراحت کے ساتھ واضح کیا گیا کہ قبر کو زمین کے برابر کردینا سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور قبریں شہید کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اس کے باوجود وہابی اوپر والی دو حدیثوں سے باطل استدلال کر کے دشمنانِ قبور بن گئے اور مکہ و مدینہ اور دیگر مقامات پر صحابہ و بزرگان دین کی قبروں کو نہ صرف شہید کر رہے ہیں بلکہ اس کام کو بہت بڑا ثواب سمجھتے ہیں بلکہ ایک وہابی مولوی نواب نور الحسن خان اپنی کتاب عرف الجادی میں لکھتا ہے: ''اونچی قبروں کو زمین کے برابر کردینا واجب ہے چاہے نبی کی قبر ہو یا ولی کی۔''

(عرف الجادی، صفحہ60، ماخوذ از رسائل اہل حدیث حصہ اول، جمعیۃ اہل سنہ، لاہور)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ابن عبد الوہاب نجدی نے تو یہاں تک کہہ دیا: ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مزار گرادینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہو گیا تو گرادوں گا۔''

(اوضح البراہین)

سچ فرمایا امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے: ''بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انہیں نیست و نابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا، جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ "مالا یسمع ولا یبصر

ولا یغنی عنك شیئاً" (جو سنے نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے) حالانکہ شرع مطہر میں مزاراتِ اولیا تو مزارات عالیہ عام قبور مسلمین مستحقِ تکریم وممتنع التوہین، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں: قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حق میت ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج9، صفحہ475، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ کون نیا فرقہ ہے؟ کس کے عقائد ونظریات قرآن وحدیث کے خلاف ہیں؟ اس تمام بحث سے ایک نکتہ بہت سمجھنے والا ہے کہ جو بھی گمراہ شخص اپنے باطل عقائد ونظریات پر قرآنی آیات واحادیث پیش کرے، بس اُس آیت کی تفسیر اور اس حدیث کی شرح میں دیکھ لیجئے کہ علمائے اسلاف نے اس آیت وحدیث کا کیا مطلب بیان کیا ہے؟ صاف واضح ہو جائے گا کہ آیت وحدیث کا مطلب کچھ اور ہے اور اس نے اپنی گمراہی پھیلانے کے لئے اس سے باطل استدلال کیا ہے ۔جو اس نکتے کو اپنائے گا، ان شاء اللہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

## قبر کو پختہ کرنا

❁ اب فقہ حنفی کی نصوص ملاحظہ فرمائیں: "قبروں کا پختہ بنانا ممنوع ہے۔"8

امام محمد بن الحسن سے پوچھا گیا کہ کیا قبروں کو پختہ بنانا مکروہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔"9

امام سرخسی رحمہ اللہ المبسوط میں فرماتے ہیں: "قبروں کو پختہ نہ بناؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔"10

قاضی خاں اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں: "قبر کو پختہ نہ بنایا جائے اور نہ ہی اس پر قبہ وغیرہ تعمیر کیا جائے، کیونکہ امام ابوحنیفہ سے اس کی نہی وارد ہوئی ہے۔"11

امام کاسانی کا ارشاد ہے: "قبر کو پختہ بنانا مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہ نے قبر پر قبہ وغیرہ بنانا مکروہ سمجھا ہے۔اس میں مال کا ضیاع ہے۔البتہ قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں، مگر امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ پانی چھڑکنا بھی مکروہ ہے کیونکہ اس سے قبر پختہ ہوتی ہے۔"12

ملاحظہ ہو بحر الرائق 13، بدائع الصنائع 14، فتح القدیر 15، ردّ المختار علی درّ المختار 16، فتاوی ہندیہ 17، فتاوی بزازیہ 18 اور کنز لدقائق 19 وغیرہ۔

قاضی ابراہیم حنفی فرماتے ہیں: "وہ قبے جو قبروں پر تعمیر کئے گئے ہیں انہیں گرانا فرض ہے۔۔۔کیونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی پر تعمیر کیے گئے ہیں اور وہ عمارت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت پر تعمیر کی گئی ہو اسے گرانا مسجد ضرار کے گرانے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔''20

مترجم صاحب نے پھر ترجمہ کرتے وقت تحریفات کی ہیں۔فقہی جزئیات میں لفظ قبہ نہیں آیا،لیکن مترجم صاحب نے دھکے سے عمارت کی جگہ قبہ ڈال دیا ہے۔فقہ حنفی میں حدیث پاک کے تحت یہ صراحت فرمائی ہے کہ قبر کو پختہ نہیں کرنا چاہئے،لیکن ساتھ ساتھ اس کی مزید صورتیں بھی بتائی ہیں جن کو وہابی نظر انداز کردیتے ہیں۔احناف کے نزدیک قبر کو اندر سے پختہ کرنا منع ہے ،اوپر سے پختہ کرنا جائز ہے کہ اوپر والا حصہ حقیقۃً قبر نہیں ہوتا۔ردالمحتار میں ہے "یسوی اللبن علیہ والقصب لاالاجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما فوقہ فلایکرہ " ترجمہ:اس پر کچی اینٹ اور بانس چُن دیں،پکی اینٹ اور لکڑی اس کے گرد نہ رکھیں،ہاں اوپر ہو تو حرج نہیں۔

(درمختار،کتاب الصلوۃ،باب صلوۃ الجنائز،جلد2،صفحہ236،دار الفکر،بیروت)

اندر سے اینٹیں لگانے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اینٹ آگ سے تیار ہوتی ہے اور میت کے قریب ایسی چیز کا ہونا اچھی فال نہیں۔امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "لانہ مما مستہ النار فیکرہ ان یجعل علی المیّت تفاولا "ترجمہ:اس لیے کہ اس پر آگ کا اثر پہنچا ہوا ہے تو تفاول کے سبب میت پر چننا مکروہ ہے۔

(بدائع الصنائع،کتاب الصلوۃ،فصل سنۃ الحفر للدفن المیت،جلد1،صفحہ318،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

پھر فقہائے کرام نے صراحت فرمائی کہ اگر زمین نرم ہو تو اندر سے ضرورۃً پکی قبر بنا سکتے ہیں۔پاکستان کے صوبے پنجاب میں اکثر جگہ زمین نرم ہے کہ قبر نیچے،اوپر سے پکی نہ ہونے کے سبب بیٹھ جاتی ہے،زیادہ بارش پر خراب ہو جاتی ہے۔پھر جب نیچے سے پکی کی جاتی ہے وہاں اینٹوں پر پلستر یا کچی مٹی کا لیپ کردیا جاتا ہے،اس صورت میں میت کے قریب جو آگ سے بنے ہوئی اینٹ کی کراہت تھی وہ ختم ہو جاتی ہے کہ ریت وسیمنٹ اور مٹی آگ سے نہیں بنتے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس پر کثیر دلائل سے کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میت کے متصل یعنی اس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اسی کا نام ہے بلکہ گڑھا کچا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں،یہاں تک کہ امام اجل فقیہ مجتہد اسمٰعیل زاہدی نے خاص لحد میں پکی اینٹ پر نص فرمایا جبکہ کچے چوکے کی تہ ہو اور اپنی قبر مبارک میں یونہی کرنے کی وصیت فرمائی اور متصل میت ممنوع مکروہ،مگر جبکہ بضرورت تری ونرمی زمین ہو تو اس میں

بھی حرج نہیں۔درمختار میں ہے ''یسوی اللبن علیه والقصب لاالأجر المطبوخ والخشب لو حوله امافوقه فلا یکره ابن ملك وجاز حوله بارض رخوة کالتابوت '' اس پر کچی اینٹیں اور بانس چُن دے، پکی اینٹیں اور لکڑی اس کے گرد نہ لگائے، اوپر ہو تو مکروہ نہیں، ابن ملک۔ اور نرم زمین ہو تو اس کے گرد بھی جائز ہے جیسے تابوت۔

حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے ''کرهوا الا جر و الواح الخشب وقال الامام التمرتاشی هذا ان کان حول المیّت وان کان فوقه لایکره لانه یکون عصمة من السبع وقال مشائخ بخارا لایکره الأجرفی بلدتنا لمساس الحاجة لضعف الاراضی '' علماء نے پکی اینٹوں اور لکڑی کے تختوں کو مکروہ کہا ہے اور امام تمرتاشی نے فرمایا: یہ اس وقت ہے جب میّت کے گرد ہو اور اگر اس کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں، اس لیے کہ یہ درندے سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا۔ مشائخ بخارا نے فرمایا کہ ہمارے دیار میں پکی اینٹیں مکروہ نہیں کیونکہ زمین کمزور ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت ہے۔

خانیہ وخلاصہ وہندیہ میں ہے ''یکره الأجرفی اللحد اذا کان یلی المیّت اما فیما وراء ذلك لاباس به ویستحب اللبن والقصب '' لحد میں پکّی اینٹ مکروہ ہے جبکہ میّت سے متصل ہو، اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں اور مستحب کچی اینٹ اور بانس ہے۔

حسامی پھر امدادالفتاح پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ''وقد نص اسمٰعیل الزاهد بالأجر خلف اللبن علی اللحد واوصٰی به ''اسمٰعیل زاہد نے لحد پر کچی اینٹ کے پیچھے پکّی اینٹ لگانے کی صراحت فرمائی اور اس کی وصیت کی۔

منافع ومبسوط پھر غنیۃ میں ہے ''اختار والشق فی دیارنا لرخاوة الاراضی فیتعذر اللحدفیها اجاز والأجر ورفوف الخشب والتابوت ولو کان من حدید'' ہمارے دیار میں شق اختیار کی گئی ہے اس لیے کہ زمین نرم ہے جس میں لحد متعذر ہے، یہاں تک کہ علماء نے پکّی اینٹ، لکڑی کے صندوق اور تابوت کی اجازت دی ہے اگرچہ لوہے کا ہو۔

بحرالرائق میں ہے ''قیده الامام السرخسی بان لایکون الغالب علی الاراضی النز والرخاوة فان کان فلاباس بهما کا تخاذ تابوت من حدید لهذا'' امام سرخسی نے اس حکم کو اس سے مقید کیا ہے کہ زمین پر تری اور نرمی غالب نہ ہو۔ اگر ایسی ہو تو پکی اینٹ اور لکڑی لگانے میں کوئی حرج نہیں، جیسے اس بناء پر لوہے کا تابوت لگانے میں حرج نہیں۔

نیز بحر وحاشیہ ابی السعود الازہری علی الکنز میں ہے ''وقیده فی شرح المجمع بان یکون حوله امالو کان فوقه

لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع "شرح مجمع میں یہ قید لگائی ہے کہ اس کے گرد ہو لیکن اگر اوپر ہو تو مکروہ نہیں اس لیے کہ اس سے درندوں سے حفاظت رہے گی۔

کافی پھر غرر و درر میں ہے "یسوی اللبن والقصب لاالخشب والاٰجر وجوز فی ارض رخوۃ " کچی اینٹ اور بانس چُنا جائے، لکڑی اور پکی اینٹ نہ ہو، اور نرم زمین میں اس کی بھی اجازت ہے۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے "انما یکرہ الاجر فی اللحد ان کان یلی المیّت امافی وراء ذلك فلا باس بہ کذافی الخلاصۃ وقال الامام علی السغدی اتخاذ التابوت فی دیارنا افضل من ترکہ "لحد میں پکی اینٹ اسی صورت میں مکروہ ہے کہ میت سے متصل ہو، اس کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ امام علی سغدی نے فرمایا: ہمارے دیار میں تابوت لگانا نہ لگانے سے بہتر ہے۔

مجمع الانہر میں ہے "یکرہ الاٰجر والخشب ای کرہ ستر اللحد بھما وبالحجارۃ والجص لکن لوکانت الارض رخوۃ جاز استعمال ماذکر " پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ ہے یعنی صرف لحد کو ان سے اور پتھروں سے اور گچ سے چھپانا مکروہ ہے لیکن اگر زمین نرم ہو تو ان سب کا استعمال جائز ہے۔

کشف الغطاء میں ہے "الان در دیارنا نیز بسبب رخاوت زمین ہمیں متعارف است حتی کہ تجویز کردہ اند مشائخ درامثال ایں دیار بایں علت خشت پختہ وچوب و گرفتن تابوت راکہ ازآھن باشد " اب ہمارے دیار میں بھی زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے یہی متعارف ہے یہاں تک کہ مشائخ نے اس طرح کے دیار میں، اُسی علت کی وجہ سے پکی اینٹ اور لکڑی اور آہنی تابوت لگانے کو جائز کہا ہے۔

اسی میں ہے "در تجنیس گفتہ رخصت دادہ است، امام اسمٰعیل زاھد کہ گردانیدہ شوند خشت ھائے پختہ خلف خشتھائے خام بہ لحد وتحقیق وصیت کردہ بود بوے ومشائخ بخارا گفتہ اند درزمین ما خشت پختہ اگر بنہند مکروہ ونباشد از برائے نرمی زمین پس بھر جا کہ زمین نرم باشد باك نیست بنھادن خشت پختہ ومانند آں از چوب " تجنیس میں ہے کہ امام اسمٰعیل زاہد نے اس کی رخصت دی ہے کہ لحد میں کچی اینٹوں کے پیچھے پکی اینٹیں لگائی جائیں، اور اس کی وصیت بھی فرمائی تھی، مشائخ بخارا نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری زمین میں پکی اینٹ لگائیں تو مکروہ نہ

ہوگا اس لیے کہ زمین نرم ہے تو جہاں بھی زمین نرم ہو پکی اینٹ اور اسی طرح لکڑی کے تختے لگانے میں کوئی حرج نہیں ۔

ان عبارات متظافرہ سے واضح ہوا کہ فعلِ زید بغرض مذکور ہرگز ہرگز کسی طرح قابل مواخذہ نہیں "وانا اقول" ( اور میں کہتا ہوں ۔) بالفرض کراہت ہی مانتے تو مسئلہ خصوصاً ایسے تصریحات جماعات کثیرہ ائمہ کے بعد زنہار حدِ تفسیق تک بھی نہیں پہنچ سکتا کہ اس کی اقتداء کو مکروہ ہی کہا جائے نہ کہ عدم جواز، یہ محض جہل بعید وتعصب شدید ہے، معہذ النصوص سابقہ سے واضح ہوا کہ پکی اینٹ اور لکڑی کا ایک حکم ہے ۔اصل سنت کچی اینٹ اور نرکل سے چھپانا ہے، لکڑی کے تختے اڑانے عام طور پر ان بلاد میں، حضرات معترضین بھی استعمال کررہے ہیں، اپنے اور مولویوں کے پیچھے نماز ناجائز کیوں نہیں کہتے، مگر تحکم ان صاحبوں کا داب قدیم ہے۔ولاحول ولاقوۃ الاّ باللّٰہ العلی العظیم، واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ واتم واحکم۔"

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ421، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

واضح ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک پکی قبراندر سے صرف اسی صورت میں بنانا درست ہے جب اس کی ضرورت ہو ورنہ اس کی اجازت نہیں۔باقی اوپر سے قبریں پکی کرنا جائز ہے خصوصا آج کل کے دور میں کہ جب لوگ کچی قبروں کو شہید کردیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ قبروں کو شہید کرنا جائز ہے، جبکہ یہ عمل ناجائز ہے۔کسی مسلمان کی قبر شہید کرنا ناجائز ہے اگرچہ اس کی ہڈیاں گل سڑ چکی ہوں۔ردالمحتار میں ہے "إذا صار الميت ترابا في القبر يكره دفن غيره في قبره لأن الحرمة باقية" ترجمہ: جب قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہوجائے تب بھی اس کی قبر میں کسی اور کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحرمت کے خلاف ہے کہ اس میّت کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے۔

(ردالمحتار، باب صلوۃ الجنازۃ مطلب فی دفن المیت جلد2، صفحہ233، دارالفکر، بیروت)

وہابی ان سب دلائل کو قطع نظر کرتے ہوئے پکی قبروں کے خلاف ہیں اور ان قبروں کو اس لئے ناجائز کہتے ہیں کہ وہابیوں کو ان قبروں کو شہید کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔کچی قبر ہو تو وہابی آرام سے ثواب سمجھتے ہوئے شہید کردیتے ہیں۔ان وہابیوں سے تو مُردے بھی پناہ مانگتے ہوں گے کہ اب تو ہماری جان چھوڑ دو جب زندہ تھے تو ہمارے ایمان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اب مریں ہیں تو ہماری قبروں کے پیچھے پڑھ گئے ہو۔سعودیہ کے وہابی مردے کو تیز مصالحے لگا کر دفن کرتے ہیں تاکہ مردہ جلد گل سڑ جائے اور چھ ماہ بعد جب اس کی قبر کھودی جائے تو اس کی ہڈیوں کو پھینک کر اس میں نیا مردہ دفن کیا جاسکے۔ہم اللہ

عزوجل سے پناہ مانگتے ہیں اس قبیح حرام فعل سے۔

باقی جو آخر میں غیر معروف شخص قاضی ابراہیم حنفی کا حوالہ دیا گیا، وہ درست نہیں۔ ان کا یہ قول دیگر مستند فقہائے احناف کے برخلاف ہے، اس لئے قابل قبول نہیں۔

## انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا مطلب

﴿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد'' اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔21 ﴾

اس حدیث کو پیش کر کے وہابی ایک اور باطل استدلال کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے مزار کے سامنے ادب سے کھڑے ہونا، ان کے مزار کے پاس جا کر دعا مانگنا ان کی عبادت کرنا ہے جو لعنت وشرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جب مدینہ کی حاضری کے وقت ہاتھ باندھے کھڑے ہوں تو شدّتی وہابی شُر طے شرک شرک کہنا شروع ہوجاتے ہیں۔ سعودی وہابیوں کا تو یہ حال ہے کہ یہ دن میں اتنی بار شاید اللہ اللہ نہ کہتے ہوں جتنا شرک شرک کہتے ہیں، جائز و مستحب کاموں کو بھی جاہلانہ انداز میں شرک کہہ رہے ہوتے ہیں۔

اس حدیث پاک کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کی عبادت شروع کردی تھی کہ ان قبروں کو سجدے کرتے تھے، جس طرح بتوں کی عبادت کی جاتی ہے۔ زواجر عن اقتراف الکبائر میں ہے ''قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ((لاتتخذواقبری وثنا یعبد بعدی)) لاتعظموہ تعظیم غیر کم لاوثانھم بالسجود لہ اونحوہ فان ذلك کبیرۃ بل کفر بشرطہ'' ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میرے مزار اقدس کو پرستش کا بت نہ بنانا اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی تعظیم سجدے یا اس کے مثل سے نہ کرنا جیسے تمہارے اغیار اپنے بتوں کے لئے کرتے ہیں کہ سجدہ گناہ کبیرہ تو ضرور ہے بلکہ نیت عبادت ہو تو کفر۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، کتاب الصلوۃ باب اتخاذ القبور المساجد الخ، جلد1، صفحہ246، دارالفکر، بیروت)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ومعنی اتخذوا قبور أنبیائھم مساجد انھم یسجدون الی القبور'' ترجمہ: قبور انبیاء علیہم السلام کو مساجد بنانے سے مراد یہ ہے کہ وہ قبور کی طرف سجدے کرتے تھے۔

(التفسیر المظہری، جلد6، صفحہ24، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر اس حدیث کی وضاحت فرمادی کہ قبروں کو مساجد بنانے سے مراد بت پرستی ہے چنانچہ کنز العمال کی حدیث پاک ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ((اللھم لا تجعل قبری وثنا یصلی إلیه فإنه اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور أنبیائهم مساجد)) اے اللہ عزوجل میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔ اللہ عزوجل نے ان قوموں پر شدید غضب فرمایا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

(کنز العمال، کتاب التفسیر، الإکمال من الفصل السادس فی جوامع الأدعیة، جلد2، صفحہ321، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور پوری دنیا میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جو معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی عبادت کرتا ہو۔ اگر وہابیوں کے باطل استدلال کو لیا جائے کہ روضہ مبارک پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا بھی لعنت و شرک ہے تو پھر اس کا مطلب معاذ اللہ یہ ہوا کہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی دعا قبول نہیں فرمائی کہ شروع سے ہی مسلمان ادب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں اور ان سے شفاعت مانگتے ہیں۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ "أن مالکا لما سأله أبو جعفر المنصور العباسی ثانی خلفاء بنی العباس یا أبا عبد الله أأستقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم وأدعو أم أستقبل القبلة وأدعو ؟فقال له مالك ولم تصرف وجهك عنه وهو وسیلتك ووسیلة أبیك آدم علیه السلام إلی الله عز وجل یوم القیامة۔ بل استقبله واستشفع به فیشفعه الله ۔وقد روی هذه القصة أبو الحسن علی بن فهر فی کتابه فضائل مالك بإسناد لا بأس به وأخرجها القاضی عیاض فی الشفاء من طریقه عن شیوخ عدة من ثقات مشایخه" ترجمہ: جب بنو عباس کے خلیفہ ثانی ابو جعفر منصور عباسی نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ اے عبد اللہ! میں روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے دعا کروں یا قبلہ کی طرف منہ کر کے؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ نہ پھیر وہ تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے قیامت والے دن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ بلکہ ان کی طرف منہ کر کے شفاعت طلب کر اللہ قبول فرمائے گا۔ یہ واقعہ ابو الحسن علی بن فہر نے اپنی کتاب فضائل مالک میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں ثقہ شیوخ سے نقل کیا۔

(الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، جلد14، صفحہ157، دارالسلاسل، الکویت)

فتح القدیر میں ہے ''ویسأل اللہ تعالی حاجتہ متوسلا إلی اللہ بحضرۃ نبیہ علیہ الصلاۃ والسلام وأعظم المسائل وأھمھا سؤال حسن الخاتمۃ والرضوان والمغفرۃ ، ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ أسألک الشفاعۃ ، یا رسول اللہ أسألک الشفاعۃ وأتوسل بک إلی اللہ فی أن أموت مسلما علی ملتک وسنتک'' ترجمہ: اللہ عزوجل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔ سب سے اہم اور بڑی دعا حسن خاتمہ، اللہ تعالیٰ کی رضا اور مغفرت کی دعا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کا سوال کرے۔ کہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ کو اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان آپ کے دین اور سنت پر مروں۔

(فتح القدیر، کتاب الحج، فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد3، صفحہ181، دار الفکر، بیروت)

اختیار شرح مختار اور عالمگیری میں ہے ''ثم ینھض فیتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ولا یضع یدہ علی جدار التربۃ فھو اھیب واعظم للحرمۃ ویقف کما یقف فی الصلوۃ'' ترجمہ: پھر کھڑا ہو کر قبر اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو، اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت و تعظیم حرمت ہے، اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب المناسک، خاتمہ فی زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد1، صفحہ265، دار الفکر، بیروت)

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے ''ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ المشرفۃ فیحرص علی ملازمۃ المسجد وادامۃ النظر الی الحجرۃ الشریفۃ ان تیسر او القبۃ المنیفۃ ان تعسر مع المھابۃ والخضوع والخشیۃ والخشوع ظاھراً وباطناً فانہ عبادۃ کالنظر الی الکعبۃ الشریفۃ'' ترجمہ: مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے، مسجد کی خدمت میں حرص کرے اور ہو سکے تو مزار اطہر کے حجرہ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے۔ خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس کو دیکھنا بھی کعبہ معظّمہ کو دیکھنے کی طرح عبادت ہے۔

(المسلک المتقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری، فصل ولیغتنم ایام مقامہ، صفحہ341، دار الکتب العربی، بیروت)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان وہابی نظریات کے بطلان پر دلیل ہے کہ آج کل سعودی وہابی مسلمانوں کو گنبدِ خضرا کی طرف نظر کرنے نہیں دیتے بلکہ اگر کوئی ادب سے بیٹھا گنبدِ خضرا کو دیکھ رہا ہو تو اسے وہاں سے اٹھا دیتے ہیں۔اسی طرح قصداروضہ مبارک کی طرف خود بھی پیٹھ کرتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی اس کی طرف پیٹھ کرنے کا کہتے ہیں جبکہ علماء نے صراحت کی ہے کہ ادب یہ ہے کہ روضہ مبارک کی طرف پیٹھ نہ کی جائے۔سید اقدس قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا"فی الصلوۃ ولا فی غیرھا "نہ نماز میں ادھر پیٹھ کرے نہ غیر نماز میں۔پھر امام عز الدین بن عبد السلام سے نقل فرمایا"اذا اردت صلوۃ فلا تجعل حجرتہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وراء ظھرك ولابین یدیك والادب معہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم بعد وفاتہ مثلہ فی حیاتہ فما کنت صانعہ فی حیاتہ فاصنعہ بعد وفاتہ من احترامہ والا طراق بین یدیہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم''ترجمہ:جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرہ مطہرہ مزارِ اطہر کو پیٹھ نہ کر،نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزارِ اطہر کے حضور کر۔

(وفاء الوفاء،الفصل الرابع من الباب الثامن،جلد4،صفحہ1410،احیاء التراث العربی،بیروت)

لہٰذا وہابیوں کا اس حدیث پاک کے تحت یہ کہنا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے مزار پر جانا،ان کے مزار پر ہاتھ باندھے کھڑے ہونا،ان کے توسل سے دعا مانگنا شرک ہے،یہ بالکل غلط ہے۔ہرگز یہ ناجائز نہیں بلکہ جائز ومستحب ہے۔البتہ قبروں کو سجدہ کرنا ضرور ناجائز ہے اور اس حدیث پاک میں اسی کی ممانعت ہے۔مسلمان مزاروں پر کوئی سجدے نہیں کرتے،یہ وہابیوں نے لوگوں میں اپنی وہابیت چمکانے کے لئے غلط مشہور کیا ہے۔علمائے اہل سنت ہرگز مزارات اولیاء کو سجدے کرنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ علمائے اہل سنت نے صراحت فرمائی کہ مزار یا کسی پیر کو سجدہ کرنا حرام ہے اور اگر بنیت عبادت ہو تو کفر ہے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:''مزارات کو سجدہ یا ان کے سامنے زمین چومنا حرام اور حدِ رکوع تک جھکنا ممنوع۔''

(فتاوی رضویہ،جلد 22،صفحہ474،رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

مزار کو سجدہ درکنار،کسی قبر کے سامنے اللہ عزوجل کو سجدہ کرنا جائز نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف ہو۔تبیین الحقائق امام زیلعی "یکرہ ان یبنی علی القبر اویقعد علیہ او یصلی الیہ نھی علیہ الصلوۃ والسلام عن اتخاذ القبور مساجد "

ترجمہ: قبر کے اوپر کوئی چٹائی قائم کرنا یا قبر پر بیٹھنا یا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، سب منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کو محلِ سجدہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

(تبیین الحقائق، باب الجنائز، فصل السلطان احق فی الصلوۃ، جلد1، صفحہ246، المطبعۃ الکبریٰ، مصر)

اس مسئلہ پر مزید کلام کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''علامہ قاضی بیضاوی پھر علامہ طیبی شرح مشکوۃ پھر علامہ قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں "كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور انبياء هم ويجعلونها قبلة ويتوجهون في الصلوة نحوها فقد اتخذوها اوثانا فلذلك لعنهم ومنع المسلمين عن مثل ذلك" یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزاروں کو سجدہ کرتے اور انہیں قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تو انہوں نے ان کو بت بنالیا، لہٰذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا۔

مجمع بحار الانوار میں ہے "كانوا يجعلونها قبلة يسجدون اليها في الصلوة كالوثن" "مزاراتِ انبیاء کو قبلہ ٹھہرا کر نماز میں ان کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسے بت کو سجدہ کرتے ہیں۔

تیسیر نیز سراج منیر شروح جامع صغیر میں ہے "اتخذوها جهة قبلتهم" مراد حدیث یہ ہے کہ انہوں نے مزارات کو سمت سجدہ بنالیا۔

زواجر امام ابن حجر مکی میں ہے "اتخاذ القبور مسجدا معناه الصلوة عليه او اليه" قبروں کو محل سجدہ بنالینے کے یہ معنی ہیں کہ ان پر یا ان کی طرف نماز پڑھی جائے۔

علامہ تورپشتی نے شرح مصابیح میں دونوں صورتیں لکھیں "احدهما كانوا يسجدون بقبور الانبياء تعظيما لهم وقصد العبادة۔ ثانيها التوجه الى قبورهم في الصلوة " ایک یہ کہ بقصد عبادت قبور انبیاء کو سجدہ کرتے، دوسرے یہ کہ نماز میں ان کی طرف منہ کرتے۔

پھر فرمایا "وكلا الطريقين غير مرضية" دونوں صورتیں ناپسندیدہ ہیں۔ شیخ محقق لمعات میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں "وفي شرح الشيخ ايضا مثله" (شیخ کی شرح میں بھی ایسا ہے۔)

شرح امام ابن الحجر مکی میں بھی یوں ہی ہے تو ظاہر کہ سجدہ اور قبر کی طرف سجدہ دونوں حرام ہے۔ اور ان احادیث کے تحت

میں داخل ہیں اور دونوں کو وہ سخت وعیدیں شامل ۔اقول: (میں کہتا ہوں۔) بلکہ صورت دوم اظہر وارجح، یہود سے عبادت غیر خدا معروف نہیں۔ولہذا علماء نے فرمایا کہ یہودیت سے نصرانیت بدتر ہے کہ نصاریٰ کا خلاف توحید ہے اور یہود کا صرف رسالت میں۔درمختار میں ہے"النصرانی شرمن الیھودی فی الدارین "عیسائی یہودیوں سے دونوں جہانوں میں بدتر ہیں۔

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے"لان نزاع النصارٰی فی الالیھات ونزاع الیھود فی النبوات "اس لئے کہ عیسائیوں کا (ہم سے اختلاف) الٰہیات یعنی توحید میں ہے جبکہ یہودیوں کا اختلاف رسالت میں ہے۔

لاجرم محرر مذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا میں صورت دوم کے داخل وعید ومشمول حدیث ہونے کی طرف صاف ارشاد فرمایا: باب وضع کیا"باب القبر یتخذ مسجدا اویصلی الیه "باب قبر کو سجدہ گاہ بنایا جائے یا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔

اوراس میں یہی حدیث ابوہریرہ لائے۔"قاتل اللہ الیھود اتخذوا قبور انبیائھم مساجد "اللہ تعالیٰ یہودیوں کو مارے کہ انہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویه، جلد 22، صفحه 456، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

بعض وہابی کہتے ہیں کہ نماز میں بندہ دونوں ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے اگر ایسا ہی کسی ولی کی قبر کے سامنے کھڑا ہوگا تو یہ اس قبر کی عبادت ہوگی۔ان سے یہ پوچھا جائے کہ پھر قبر کے سامنے کیسے کھڑا ہوا جائے؟ اگر کہتے ہیں کہ ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوا جائے تو نماز میں بھی رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں، پھر یہ بھی مشابہت کے سبب ناجائز ہونا چاہئے۔اب وہابیوں کے پاس جواز کی ایک ہی صورت بچے گی کہ ایک ہاتھ چھوڑے رکھیں اور ایک سر پر رکھ لیں کہ نماز میں ایسی صورت نہیں ہوتی۔

## وہابیوں کا قبے بنانے کے متعلق تحریفی کلام پیش کرنا

﴿ یہ تو ہیں کتاب وسنت اور فقہ حنفیہ کی واضح نصوص۔۔۔۔مگر بریلوی قوم کو اصرار ہے کہ قبروں کو پختہ کرنا اوران پر قبے وغیرہ بنانا ضروری ہیں۔ ﴾

یہ بہتان ہے۔ہرگز اہل سنت کے نزدیک قبروں کو پختہ کرنا اور قبے بنانا ضروری نہیں۔ پختہ قبر وقبہ بنانے کی کب

اجازت ہے یہ اوپر دلائل سے واضح کر دیا گیا ہے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی کہتے ہیں: ''قبوں وغیرہ کی تعمیر اس لیے ضروری ہے تا کہ مزارات طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں اور عوام کی نظر میں ہیبت وعظمت پیدا ہو۔''22

یہاں پھر حوالہ نقل کرتے وقت تحریف کی گئی۔ اعلیٰ حضرت نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ قبوں کی تعمیر ضروری ہے۔ بلکہ مستند دلائل کے ساتھ اولیاء اللہ کے قبور پر قبے بنانے کو جائز و مستحسن ثابت کیا ہے۔

## مزاراتِ اولیاء پر چادر ڈالنا

چادریں ڈالنا اور شمعیں جلانا، یہ بھی جائز ہے تا کہ عوام جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھیں، مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں اور تا کہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع و ادب آئے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیاء کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں۔''23

یہاں پھر تحریف کی گئی ہے۔ پورا کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یوں ہے: ''سیدی علامہ محمد ابن عابدین شامی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ''کشف النور عن اصحاب القبور'' تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ ونفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں ''لکن نحن الان نقول ان کان القصد بذالک التعظیم فی اعین العامة حتی لایحتقروا صاحب ھذا القبر الذی وضعت علیه الثیاب والعمائم لجلب الخشوع والادب و لقلوب الغافلین الزائرین لان قلوبھم نافرة عند الحضور فی التادب بین یدی اولیاء اللہ تعالی المدفونین فی تلک القبور کما ذکرنا من حضور روحانیتھم المبارکة عند قبورھم فھو امر جائز لاینبغی النھی عنه لان الاعمال بالنیات ولکل امری مانوی'' ترجمہ: لیکن ہم اس وقت میں کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہو تا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں اور تا کہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع و ادب آئے کہ مزارات اولیاء کے حضور حاضری میں ان کے دل ادب کے لئے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیاء کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں۔ تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے۔ جس سے ممانعت نہ چاہئے۔ اس لئے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔''

(احکام شریعت حصہ 1، صفحہ 86، نظامیہ کتاب گھر، لاہور)

دیکھیں کتنے واضح انداز میں علمائے اسلاف نے مزارات اولیاء کا ادب کرنے اور اس پر چادر ڈالنے کو جائز فرمایا

ہے۔ یہ پورا کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا تھا۔ لیکن ظہیر صاحب نے چونکہ اعلیٰ حضرت کے نظریات کو فقہ حنفی کے خلاف ثابت کرنا تھا، اس لئے اس نے یہ لکھنا گوارا ہی نہیں کیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کس حنفی بزرگ کے حوالے سے لکھا ہے۔ یہ تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

## قبر پر چراغ جلانا

﴿ مزید لکھتے ہیں: ''شمعیں روشن کرنا قبر کی تعظیم کے لیے جائز ہے تا کہ لوگوں کو علم ہو کہ یہ بزرگ کی قبر ہے اور وہ اس سے تبرک حاصل کریں۔''24

ایک اور بریلوی عالم رقمطراز ہیں: ''اگر کسی ولی کی قبر ہو تو ان کی روح کی تعظیم کرنے اور لوگوں کو بتلانے کے لیے کہ ولی کی قبر ہے تا کہ لوگ اس سے برکت حاصل کرلیں چراغ جلانا جائز ہے۔''25

یہ تو ہیں بریلوی اکابرین کے فتوے! مگر حدیث میں اس کی واضح ممانعت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے "لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور و المتخذين عليها مساجد والسرج" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کے لیے آنے والی عورتوں قبروں پر سجدہ گاہ تعمیر کرنے والوں اور ان پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ 26

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یعنی قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت اس لیے آئی ہے کہ یہ مال کا ضیاع ہے۔ اور اس لیے کہ یہ جہنم کے آثار میں سے ہے اور اس لیے آئی ہے کہ اس میں قبروں کی تعظیم ہے۔''27 ﴾

یہاں پھر تحریفات کا سہارا لیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس مستند دلائل سے یہ فرمایا ہے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث وفقہ کی روشنی میں قبر پر چراغ جلانے کے مسائل واضح فرمائے کہ بلاوجہ قبروں پر چراغ روشن کرنا ناجائز و اسراف ہے۔ البتہ اگر کوئی ضرورت ہو یعنی کسی نے بیٹھ کر تلاوت کرنی ہو، یا وہاں لوگوں کی گزرگاہ ہو کہ راستہ نظر آئے تو وہاں چراغ روشن کرنا جائز ہے۔ اولیاء کرام کے مزارات پر یہ صورتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا وہاں ان وجوہات کی بنا پر چراغ جلانا جائز ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی بن اسمٰعیل بن

عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ بسرہ القدسی کتاب مستطاب " حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" مطبع مصر، جلد دوم، ص۴۲۹ میں فرماتے ہیں "قال الوالد رحمہ اللّٰہ تعالی فی شرحہ علی شرح الدرر من مسائل متفرقۃ اخراج الشموع الی القبور بدعۃ اتلاف مال کذا فی البزازیۃ اہ وھذا کلہ اذاخلا عن فائدۃ واما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان ھناک احد جالس او کان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انہ ولی لیتبرکوا بہ ویدعوا اللّٰہ تعالی عندہ فیستجاب لھم فھو امر جائز لامنع منہ والاعمال بالنیات " یعنی والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ درروغرر میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے وہاں ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے شمعیں روشن کریں وہ روح جو اپنے بدن کی خاک پر ایسے تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ امر جائز ہے، اس سے اصلاً ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

پھر فرماتے ہیں "روی ابو داؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنھما (( ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم لعن زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج)) ان السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ ۔ کما ذکرنا" ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی یعنی اُن لوگوں پر جو کسی فائدہ کے بغیر قبروں پر چراغ جلاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

یعنی یہ مذکورہ بالا حدیث جو روایت کی گئی ہے، اس سے بھی مراد وہی صورت ہے کہ محض عبث بلا فائدہ قبور پر شمعیں روشن کریں ورنہ ممانعت نہیں۔ ملاحظہ ہو وہی حدیث ہے وہی عبارت فتاوی بزازیہ ہے، ان علامہ جلیل القدر عظیم الفخر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معنی روشن فرمادئے اور تصریحاً ارشاد کیا کہ مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدہ کے لیے ہو ہرگز منع نہیں، فائدہ کی متعدد مثالیں فرمائیں:۔

(1) وہاں کوئی مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(2) مقابر بر سر راہ ہوں روشنی کرنے سے راہ گیروں کو نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین دیکھ کر سلام کریں گے۔ فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، ثواب پہنچائیں گے، گزرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات برکت لیں گے او راگر اموات کی قوت زائد ہے تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(3) مقابر میں اگر کوئی بیٹھا ہو کہ زیارت یا ایصال ثواب یا افادہ یا استغفار کے لیے آیا ہے تو اسے روشنی سے آرام ملے گا، قرآن عظیم دیکھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے گا۔

(4) وہ تینوں منافع مزارات اولیاء کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم کو بھی بروجہ اولیٰ شامل تھے کہ مزارات مقدسہ کے پاس غالباً مساجد ہوتے ہیں، گزرگاہ بھی بہت جگہ ہے اور حاضرین زائرین خواہ مجاورین سے تو نادراً خالی ہوتے ہیں مگر امام ممدوح ان پر اکتفا نہ فرما کر خود مزارات کریمہ کے لیے بالتخصیص روشنی میں فائدہ جلیلہ کا افادہ فرماتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کے لیے روشنی کی جائے۔

اقول ظاہر ہے کہ روشنی دلیل اعتناء ہے اور اعتناء دلیل تعظیم اور تعظیم اہل اللہ ایمان وموجب رضائے رحمان عز جلالہ۔
قال اللہ عزوجل ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْب﴾ جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

اس کی نظیر مصحف شریف کا مطلا ومذہب کرنا ہے کہ اگرچہ سلف میں نہ تھا، جائز ومستحب ہے کہ دلیل تعظیم و ادب ہے۔
درمختار میں ہے "جاز تحلية المصحف لما فيه من تعظيمه كما في نقش المسجد" مصحف شریف مطلا ومذہب کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی تعظیم ہے جیسا کہ مسجد کو منقش کرنے میں۔

یوں ہی مساجد کی آرائش ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش ونگار کہ صدر اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث میں تھا ((لتزخرفنها كما زخرفت اليهود والنصارى)) داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما "تم مسجدوں کی

آرائش کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے آرائش کی۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

مگر اب ظاہری تزک و احتشام ہی قلوب عامہ پر اثر تعظیم پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ائمہ دین نے حکم جواز دیا۔ تبیین الحقائق میں ہے "لا یکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب "گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے۔

ردالمحتار میں ہے "قولہ کما فی نقش المسجد ای ماخلا محرابہ ای بالجص وماء الذھب "اس کا قول، جیسا کہ مسجد کی آرائش میں، یعنی محراب کے علاوہ، یعنی گچ اور سونے کے پانی سے۔

یونہی مسجدوں کے لیے کنگرے بنانا کہ مساجد کے امتیاز اور دور سے ان پر اطلاع کا سبب ہیں، اگرچہ صدر اول میں نہ تھے، بلکہ یہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تھا ((ابنوا المساجد واتخذوها جما)) ابن ابی شیبۃ والبیھقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ" مسجدیں مُنڈی (بغیر مینار) بناؤ۔ اسے ابن ابی شیبہ نے اور سنن میں بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے ((ابنوا مساجدکم جما وابنوا مدائنکم مشرفۃ)) ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما" یعنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اُن میں کنگرے نہ رکھو اور اپنے شہر اونچے کنگرے دار بناؤ۔ اسے مصنف میں ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

مگر اب بلانکیر مسلمانوں میں رائج ہے "وَمَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَن" اور جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی اچھا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 490، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر جہاں چراغ جلانے کی اجازت ہے وہاں عین قبر کے اوپر جلانے کی ممانعت ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن چراغ، اگربتی وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں: ''عود لوبان وغیرہ کوئی چیز نفسِ قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو "لما فیہ من التفاؤل القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ" کیونکہ اس میں العیاذ باللہ قبر کے اوپر سے دھواں نکلنے کا بُرا فال ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی "انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انا مت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نارا" انہوں نے دم مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے

ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے نہ آگ جائے۔

شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے "لانھا من التفاؤل القبیح "کیونکہ آگ میں فال بد ہے۔مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے "انھا سبب للتفاؤل القبیح "یہ فال بد کا سبب ہے۔

اور قریب قبر سلگا کر اگر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذاکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف واضاعتِ مال ہے۔میّت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں۔تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔''ولا یقاس علی الورد والریا حین المصرح باستحبابه فی غیر ما کتاب کما اوردناعلیه تصریحات کثیرة فی کتابنا حیاة الموات فی بیان سماع الاموات، فان العلة فیه کما نصوا علیه انها مادامت رطبة تسبح الله تعالی فتؤنس المیّت لاطیبها" اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہوسکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ اس پر کثیر تصریحات ہم نے اپنی کتاب ''حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات'' میں نقل کی ہیں۔اس لیے حسبِ تصریح علماء ان کے استحباب کی علت یہ ہے کہ وہ پھول جب تک تر رہیں گے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور میّت کا دل بہلاتے رہیں گے۔خوشبو دار ہونا علّت نہیں۔

اور اگر بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن مجید وذکر الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔"وقد عهد تعظیم التلاوة والذکر وتطییب مجالس المسلمین به قدیما وحدیثا" اور تلاوت وذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانہ قدیم وجدید میں متعارف ہے۔جو اسے فسق وبدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصول مردود وہابیت پر مرتا ہے۔بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے، اس کا جواب انہیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ○قُلْ آللّٰهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ کہو اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو۔تم کہو کیا خدا نے تمہیں اذن دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 482، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ثابت ہوا کہ قبور پر بلاضرورت چراغ جلانے کی اجازت نہیں ہے۔البتہ جہاں ضرورت ہو جیسے مزارات اولیاء پر بطور تعظیم یا اس کی روشنی میں تلاوت وغیرہ کرنی ہے تو جائز ہے جبکہ چراغ عین قبر کے اوپر نہ ہو بلکہ پاس رکھا ہو۔اس کے علاوہ لاہور میں مادھولال حسین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مزارات اولیاء پر بلاضرورت عجیب طریقے سے چراغ وغیرہ جلائے جاتے ہیں جیسے ایک

کنویں میں آگ جلائی جاتی ہے لوگ اس میں موم بتیاں پھینکتے جاتے ہیں وہ آگ بڑھتی رہتی ہے، یہ سب ناجائز و اسراف ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں سینکڑوں چراغ عجیب وغریب وضع وترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے کتب فقہ مثلاً غمز العیون وغیرہ میں اسراف (فضول خرچی) کی بنا پر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 23، صفحہ 259، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

چراغ جلانے کی ممانعت پر جو حدیث پاک ہے اس سے یہی مراد ہے کہ بغیر ضرورت ہو یا قبر کے عین اوپر چراغ جلانا درست نہیں کہ یہ اچھی فال نہیں چنانچہ امام علامہ نابلسی قدس سرہ القدسی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں "المتخذین علیھا ای القبور یعنی فوقھا "ترجمہ: قبروں پر یعنی ان کے اوپر۔

(الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور، جلد 2، صفحہ 630، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

## مزاراتِ اولیاء پر ڈھول باجے

﴿ قاضی ابراہیم حنفی رحمہ اللہ قبر پرستوں کے اصول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آج بعض گمراہ لوگوں نے قبروں کا حج کرنا بھی شروع کر دیا ہے اور اس کے طریقے وضع کر لیے ہیں اور دین وشریعت کے مخالف امور میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ قبروں اور مزاروں کے سامنے عاجزی وانکساری کا ظہار کرتے ہیں اور ان پر دیئے وغیرہ جلاتے ہیں۔ قبروں پر چادریں چڑھانا، ان پر دربان بٹھانا، انہیں چومنا اور ان کے پاس رزق و اولاد طلب کرنا، ان سب امور کا شریعت اسلامیہ میں کوئی جواز نہیں۔'' 28 ﴾

قاضی ابراہیم حنفی غیر معتبر شخصیت ہے، علمائے اسلاف میں سے نہیں اور نہ ہی ان کا قول ہمارے لئے حجت ہے۔ ظہیر صاحب نے قاضی ابراہیم حنفی کا یہ کلام ''مجالس الابرار'' کے حوالے سے نقل کیا ہے جبکہ مجالس الابرار ایک غیر معتبر وغیر مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کو غیر معتبر قرار دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مولوی صاحب! عجب ہے کہ آپ جیسا محقق

جو اتنے اعلیٰ پائے پر ہو کہ ائمہ مجتہدین کی جانچ پڑتال کرے ان کا حق وباطل نکالے وہ اور مسائل شرعیہ کے لئے سند لانے میں ایسا گرے کہ مجاہیل و بے قدر و بے وقعت زید وعمر وسب سے استناد کرے کہیں آپ مجالس الابرار سے سند لاتے ہیں کہیں رسالہ اہلمی سے اور اتر کر اربعین میاں اسحٰق دہلوی سے، کہیں اور گھٹ کر ان کے کسی شاگرد کی عمدۃ التحریر سے، کہیں سب سے بدتر صراط مستقیم اسمٰعیل دہلوی سے، انہیں مجاہیل میں یہ آپ کی تہذیب الایمان ہوگی جس پر بعض اصحاب نے کہا کہ آج تک تہذیب المنطق، تہذیب الکلام، تہذیب الاخلاق، تہذیب الآ ثار، تہذیب النحو سنی تھی، معلوم نہیں ان بزرگ کو ایمان میں کیا بے تہذیبی سوجھی کہ اس کی تہذیب لکھی۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 17، صفحہ 544، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بلکہ قاضی ابراہیم حنفی دیوبندی لگتے ہیں کہ ان کے کلام سے وہابیت کی بو آتی ہے۔ ان کا یہ کلام فقہ حنفی کے خلاف ہے۔انہوں نے مزارات اولیاء پر چادریں ڈالنے کو ناجائز کہا جبکہ حنفی کتب میں اس کی اجازت ہے۔ردالمحتار میں ہے "کـــــره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبور الصالحين والأولياء قال في فتاوى الحجة وتكره الستور على القبور ولكن نحن نقول الآن إذا قصد به التعظيم في عيون العامة حتى لا يحتقروا صاحب القبر، ولجلب الخشوع والأدب للغافلين الزائرين، فهو جائز لأن الأعمال بالنيات" ترجمہ:بعض فقہائے کرام نے صالحین اور اولیاء کرام کی قبور پر چادر ڈالنا، عمامہ وکپڑے رکھنا مکروہ فرمایا۔فتاوی الحجہ میں میں فرمایا کہ قبور پر چادر ڈالنا مکروہ ہے۔لیکن ہم اس وقت میں کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہو(تاکہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزار ولی جان کر) اس کی تحقیر سے باز رہیں اور تاکہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع وادب آئے تو یہ جائز ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، جلد6، صفحہ363، دار الفکر، بیروت)

البتہ جس طرح موجودہ دور میں ڈھول باجوں کے ساتھ جاہل لوگ ناچتے ہوئے چادریں چڑھاتے ہیں وہ ناجائز ہے۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن مزارات پر چادر ڈالنے کے متعلق فرماتے ہیں:''چادروں کے سبز وسرخ ہونے میں بھی حرج نہیں بلکہ ریشمی ہونا بھی روا کہ وہ پہننا نہیں، البتہ باجے ناجائز ہیں۔جب چادر موجود ہو اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی کہ بدلنے کی حاجت ہو تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔بلکہ جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے

لئے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو خدام، مساکین، حاجت مند لے لیتے ہیں اور اس نیت سے ڈالے تو مضائقہ نہیں کہ یہ بھی تصدق ہوگیا۔''

(احکام شریعت، حصہ 1، صفحہ 87، نظامیہ کتاب گھر، لاہور)

قبروں کا طواف وحج کرنا مسلمانوں میں رائج نہیں اور نہ علمائے اہل سنت نے اس کی اجازت دی ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصا مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 382، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ظہیر صاحب نے قاضی صاحب کا حوالہ نقل کر کے ثابت کیا کہ مزارات اولیاء کے پاس جا کر مانگنے کا کوئی جواز نہیں جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اس کے جواز پر کلام کرتے ہوئے بلکہ اس کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''رسالہ فیض عام مزارات اولیاء سے استعانت'' میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے ''طریق استمداد از ایشاں آنست کہ بزبان گوید اے حضرت من برائے کار فلاں در جناب الٰہی التجامی کنم شمانیز بدعا وشفاعت امداد من نمایید لیکن استمداد از مشهور ین باید کرد '' ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے: اے میرے حضور! فلاں کام کے لیے میں بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں آپ بھی دعا وشفاعت سے میری امداد کیجئے۔ لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہئے۔

(فتاوی عزیزی، رسالہ فیض عام، جلد 1، صفحہ 177، مطبع مجتبائی، دہلی)

## بلاوجہ قبور پر چراغ جلانا

- خود احمد یار نے فتاویٰ عالمگیری سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر شمعیں روشن کرنا بدعت ہے۔ اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں بھی ہے کہ قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ 29
- ابن عابدین فرماتے ہیں: ''مزاروں پر تیل یا شمعوں وغیرہ کی نذر چڑھانا باطل ہے۔'' 30

کمال تحریف ہے۔مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے جاء الحق میں وہابیوں کا اعتراض نقل کیا۔ظہیر صاحب نے اسے مفتی صاحب کا مؤقف ظاہر کر کے نقل کر دیا ہے۔مفتی صاحب نے وہابیوں کا اعتراض نقل کیا، پھر اس کے جواب میں فرماتے ہیں:''ہم اس بحث کے پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ کسی قبر پر بے فائدہ چراغ جلانا منع ہے کہ فضول خرچی ہے اور اگر کسی فائدے سے ہو تو جائز ہے۔فوائد کل چار بیان کئے: تین تو عام مومنین کی قبروں کے لئے اور چوتھا یعنی تعظیم روح ولی مشائخ وعلماء کی قبور کے لئے۔اس حدیث میں جو قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے وہ اسی کی ہے جو کہ بے فائدہ ہو چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے"والنھی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضیع المال"قبروں پر چراغ جلانے سے اسلئے ممانعت ہے کہ اس میں مال برباد کرنا ہے۔

اسی طرح مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی۔حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، جلد دوم، صفحہ ۴۲۹ مصری میں اسی حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں"ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدۃ"ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو کہ قبروں پر بے فائدہ عبث چراغ جلاتے ہیں۔''

(جاء الحق، صفحہ310،نعیمی کتب خانہ، گجرات)

## مزاراتِ اولیاء پر نذر و نیاز

﴿ علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:''وہ نذر و نیاز جو عوام کی طرف سے قبروں پر چڑھائی جاتی ہے،خواہ وہ نقدی کی صورت میں ہو یا تیل وغیرہ کی شکل میں، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔''31 ﴾

یہاں پر ظہیر صاحب نے حوالہ نقل کرتے وقت ڈنڈی ماری ہے، پورا حوالہ نقل نہیں کیا۔پورا حوالہ یوں ہے''اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد وا صرفھا لفقراء الانام"ترجمہ:معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر عوام مردوں کے لئے جو نذرمان کر اولیاء کرام کی قبروں پر دراہم، شمع اور تیل وغیرہ اولیاء کے تقرب کیلئے دیتے ہیں یہ بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک کہ عوام ان چیزوں کو فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کرلیں۔

(درمختار، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف، جلد2، صفحہ439، دار الفکر، بیروت)

یہ آخری جملہ جس پر نذر وغیرہ کے جواز وعدم جواز کا انحصار تھا اس کو ذکر ہی نہیں کیا اور حکم ذکر کرتے ہوئے اس طرح کمی کی دو ہی وجہیں ہوتی ہے یا تو لکھنے والا پوری بات سے جاہل ہے اور اپنی جہالت کی وجہ سے آدھا حکم لکھا، یا پھر وہ جانتا تو تھا لیکن بد دیانت تھا آدھا حکم ذکر کرے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔صاحب درمختار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مطلب ہے جب یہ چیزیں صاحب مزار ہی پر تصدق کی جائیں تب حرام ہے۔اگر یہ چیزیں رب تعالیٰ کے نام پر تصدق ہوں، ان کا ثواب صاحب مزار کو ہو اور یہ مزار پر موجود لوگوں پر تقسیم کی جائیں تو کوئی حرج نہیں۔وہابی اس طرح فقہی عبارات اور قرآن کریم کی آیت ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کو تحریف کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ بزرگان دین کے نام کے تبرکات حرام اور مثل خنزیر ہیں جبکہ یہ ان کی صریح جہالت ہے۔بزرگان دین کے نام پر جو منت مانگی جاتی ہے وہ منت شرعی نہیں بلکہ منت عرفی ہوتی ہے جسے نذر بھی کہا جاتا ہے۔اس میں مقصود یہی ہوتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے لئے اور اس کا ثواب اس بزرگ کے لئے ہے اور کھانا وغیرہ مزارات پر موجود لوگوں کو کھلایا جاتا ہے۔علمائے اسلاف نے اس منت عرفی کو جائز فرمایا ہے چنانچہ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی سیدی اسمٰعیل بن عبد الغنی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شریف میں فرماتے ہیں "ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء اوقدم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكوٰة لفقير وسماها قرضا صح لانه العبرة بالمعنى لا باللفظ وكذلك الصدقة على الغنى هبة والهبة للفقير صدقة "ترجمہ: اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء وصالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفایابی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کر کے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے جیسا کہ فقہا نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو فقیر کو زکوٰۃ دے اور اسے قرض کہے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔اس لیے کہ اعتبار معنیٰ کا ہے لفظ کا نہیں۔اسی طرح غنی پر صدقہ ہو تو ہبہ ہے اور فقیر کو ہبہ ہو تو صدقہ ہے۔

(الحديقة الندية في الطريقة المحمدية، اخلاق الناس والاربعون الخ، جلد2، صفحہ151، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''غیر خدا کیلئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے، اولیائے کرام کیلئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذر کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں۔عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں۔شاہ رفیع الدین صاحب برادرِ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور میں لکھتے ہیں "نذریکہ اینجا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی ست چہ عرف آنست کہ آنچہ پیچ بزرگاں می برند

نذر ونیاز می گویند" یہاں نذر کا لفظ شرعی نذر کے معنی میں استعمال نہیں کیونکہ عرف میں بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔۔۔۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب طبقات کبریٰ احوال حضرت سیدی ابوالمواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں "وکان رضی اللہ تعالی عنه یقول رایت النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم فقال اذا کان لک حاجة واردت قضاء ها فانذر لنفیسة الطاهرة ولو فلسا فان حاجتک تقضی" یعنی حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

یہ ہیں اولیاء کی نذریں اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ نذر اولیاء کو ﴿ مــا اهــلّ به لغير الله﴾ میں داخل کرنا باطل ہے۔ ایسا ہوتا تو ائمہ دین کیونکر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے؟ بلکہ ﴿ مــا اهلّ به لغير الله﴾ وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

اب امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کے باپوں کے بھی اقوال لیجئے:۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مولوی اسمٰعیل کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں "حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند ومی گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد وملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی برسر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشیندگاں درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم" حضرت ایشاں قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم الہ دیا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، رات کا وقت تھا اس وقت فرمایا کہ حضرت مخدوم نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کھانا کھا کر جائیں۔ آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت بھی ختم ہوگئی، احباب ملول ہوئے، اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لئے نمودار

ہوئی اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ میرا خاوند جس وقت گھر واپس آئے گا میں اسی وقت طعام پکا کر مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کروں گی، میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہوتا کہ طعام تناول کرے اور میری نذر پوری ہو۔

اسی میں ہے "حضرت ایشاں میفرمودند کہ فرھادبیگ را مشکلے پیش افتاد نذر کردم کہ بارِ خدایا کہ اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ھدیہ دھم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیك ھلال رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذر ست اگر اسپ خود رامیخواھی نذرے را کہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد وآں نذر فرستاد ھماں ساعت اسپ او شفا یافت" حضرت ایشاں نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل درپیش ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ اے باری تعالیٰ اگر یہ مشکل سر ہو جائے تو میں مبلغ اتنے حضرت ایشاں کی خدمت میں ہدیہ دوں گا، وہ مشکل ختم ہوگئی اور اس کے ذہن سے وہ نذر نکل گئی، اس کے بعد اس کے چند گھوڑے بیمار ہو کر قریب المرگ ہوگئے، مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے اس کو ایک خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر گھوڑوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً نذر پوری کرو جو تم نے فلاں جگہ فلاں وقت مانی تھی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے گھوڑے بیمار ہوئے ہیں، تو وہ بہت نادم ہوا، اور نذر خدمت میں ارسال کردی تو گھوڑے فوراً تندرست ہوگئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثناعشریہ میں فرماتے ہیں "حضرت امیر وذریۃ طاھرہ اور اتمام امت برمثال پیراں و مرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند وفاتحہ و درود صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللّٰہ ھمیں معاملہ است فاتحہ ودرود ونذر وعرس و مجلس "حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے اور تکوینی امور فاتحہ، درود، صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام سے رائج ہیں اور معمول بنا ہوا ہے، چنانچہ تمام اولیاء کرام سے یہی معاملہ ہے کہ ان کے نام پر نذر و نیاز، فاتحہ، درود، عرس اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد 13، صفحہ 598، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

وہابی جن سنی صحیح العقیدہ علماء کو زبردستی اپنا وہابی پیشوا بناتے ہیں ان کے اقوال سے بھی ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کے نام کی جو منت مانی جاتی ہے اس میں تقرب رب تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے، ثواب ان اولیاء کرام کو ہوتا ہے اور یہ بالکل جائز ہے۔ کتب فقہ میں جس منت کو حرام کہا گیا اس سے مراد یہی ہے کہ کوئی جاہل اللہ عزوجل کے علاوہ کسی بزرگ کا تقرب چاہے۔ یہی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فرمایا چنانچہ آپ سے سوال ہوا: ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہو جائے گی تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیر شریف کے نذر کروں گا، وہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہوا اور تنخواہ اس کی ایک مہینہ سترہ دن کے بعد ملی اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صرف کرے یا سترہ دن کی؟ اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح پر کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی وتعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابر پیا صاحب قدس سرہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں طرح صرف کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا''

جوابا فرماتے ہیں: ''صرف نیت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظ وایجاب نہ کہے اور اگر زبان سے الفاظ مذکورہ کہے اور ان سے معنی صحیح مراد لئے یعنی پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے نام پر تصدق کروں گا اور اس کا ثواب حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے نذر کروں گا، یا پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے لئے فقراء آستانہ پاک حضرت مخدوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوں گا، یہ نذر صحیح شرعی ہے، اور استحسانا وجوب ہوگیا، پہلی تنخواہ اسے فقراء پر تصدق کرنی لازم ہوگئی۔ مگر یہ اختیار رہے کہ فقراء آستانہ پاک کو دے اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے۔ اور اگر یہ معنی صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض سخت بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ تصدق وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم کو دوں گا تو یہ نذر باطل محض و گناہ عظیم ہوگی، مگر مسلمان پر ایسے معنی مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وہ اپنی نیت سے صراحۃً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر زیارت کرنے سے اس کی یہ مراد تھی کہ اللہ کے واسطے عمارتِ زیارت شریف کی سپیدی کرادوں گا یا احاطہ مزار پر انوار میں روشنی کروں گا، جب بھی یہ نذر غیر لازم ونامعتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہوجائے، پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصاً پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اجرت کو کہتے ہیں اگرچہ اس کا ایک جزء بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے، تو پہلی تنخواہ کہنے سے اول تنخواہ ایک ماہ ہی عرفاً لازم آئے گی۔ ''فان کلام کل عاقد وحالف وناذر وواقف انما یحمل علی ماھو المتعارف کما نصوا علیہ'' کیونکہ کسی عقد والے، قسم والے، نذر

والے اور وقف کرنے والے کے کلام کو متعارف معنی پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے۔

ردالمحتار میں ہے "فی الخانیۃ ان برءت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرأ لایلزمہ شیء الاان یقول فللّٰہ علی ان اذبح شاۃ اہ وھی عبارۃ متن الدر و عللھا فی شرحہ بقولہ لان اللزوم لایکون الابالنذر والدال علیہ الثانی لاالاول اہ ویؤیدہ مافی البزازیۃ ولو قال ان سلم ولدی اصوم ماعشت فھذا وعد لکن فی البزازیۃ ایضاان عوفیت صمت کذالم یجب مالم یقل للّٰہ علی، وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذافانا احج ففعل یجب علیہ الحج" خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہوجاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا لازم ہوگا) یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اسکی علت یہ بیان کی: اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے۔ اور اس کی تائید بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تا زندگی روزہ رکھوں گا، تو یہ وعدہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے: اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا، تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا، جب تک اس میں ''اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے'' نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہوجائے گا اور اگر کوئی کہے ''اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا۔'' اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 13، صفحہ 591، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## قبر پر چراغاں کی منت

﴿ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''قبروں پر روشنی کرنا جاہلیت کی رسموں میں سے ہے۔''32 ﴾

یہ بات ہمارے مؤقف کی کب مخالفت کررہی ہے؟ ہم خود ثابت کررہے ہیں کہ بلاضرورت بطور رسم قبروں پر چراغ جلانا ناجائز ہے۔

﴿ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قبروں پر سے چراغوں اور شمعوں کو ہٹانا ضروری ہے۔ ایسی کوئی نذر جائز نہیں۔''33 ﴾

عام قبروں پر نہ چراغ جلانا درست ہے اور نہ اس کی منت درست ہے کہ اسراف ہے۔باقی جہاں تک مزارات اولیاء کا تعلق ہے تو وہاں تعظیم وضرورت کے تحت چراغاں کرنا بھی درست ہے اور اس کی منت بھی درست ہے۔تفسیر روح البیان میں ہے "ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم ومحبة فیھم جائز ایضا لا ینبغی النھی عنه"ترجمہ: اولیاء کے مزارات پر ان کی تعظیم اور محبت میں زیتون کے تیل اور شمع رکھنے کی منت مانگنا جائز ہے۔لوگوں کو اس سے منع کرنا مناسب نہیں۔

(روح البیان، فی التفسیر سورۃ التوبہ، سورت9، آیت18، جلد3، صفحہ400، دارالفکر، بیروت)

## قبر کو بطور رسم کپڑے سے چھپانا

اسی طرح: ''چادر وغیرہ سے قبر کو ڈھانپنا بھی درست نہیں۔'' 34

: ''یہ سب باطل کام ہے۔ان کاموں سے بچنا چاہیے۔'' 35

نیز: ''چراغ جلانا اور چادریں چڑھانا حرام ہے۔'' 36

علمائے احناف حضرت علی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرے جسے کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ دیا گیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمادیا۔'' 37

اوپر ردالمحتار کے حوالے سے پیش کیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں اولیاء کرام کی تعظیم پیدا کرنے کے لئے مزارات اولیاء پر چادر ڈالنا جائز ہے۔عام قبروں پر چادریں ڈالنے کی اجازت نہیں۔ظہیر صاحب نے یہ نصاب الاحتساب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔اگر پوری عبارت کو بغور پڑھ لیا جائے تو ہمارا موقف واضح ہوجاتا ہے۔پوری عبارت یوں ہے "و أنھم یسجون قبر المیت بثوب فی الیوم الثالث وغیرہ من أیام الزیارۃ المعھودۃ وتسجیة القبر غیر مشروع أصلا فی حق الرجال وبعد تسویة اللبن فی حق النساء ومر علی رضی اللہ عنه تعالی بقبر رجل قد سجی فنھی عن ذلك"ترجمہ: وہ لوگ (بطور رسم) تیسرے دن یا جن ایام میں قبروں کی زیارت کی جاتی ہے ان دنوں میں قبر کو کپڑوں سے چھپاتے تھے۔یہ عمل مردوں کے حق میں اور عورت کے دفنانے کے بعد کرنا غیر مشروع ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسی قبر کے پاس سے گزرے جسے کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ دیا گیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمادیا۔

(نصاب الاحتساب، صفحہ185)

یعنی ممانعت بطورِ رسم ہر کسی کی قبر کو کپڑے سے ڈھانپنے پر ہے نہ کہ فقط اولیاء کرام کے مزارات پر چادر ڈالنے پر ہے۔

## حضور علیہ السلام کی دعا کا مطلب کہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا

﴿ ان ساری بدعات کا شریعت اسلامیہ میں کوئی وجود نہیں تھا اور نہ ہی یہ قرونِ اولیٰ سے ثابت ہیں اگر اس میں کسی قسم کا کوئی دینی فائدہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ وغیرہ سے اس کا عمل ثابت ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دعا فرمائی تھی **((اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد))** اے اللہ! میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا کہ اس کی پوجا شروع کر دی جائے۔''38 ﴾

مترجم صاحب نے بت کی جگہ میلہ ترجمہ پتہ نہیں کونسی وہابی ڈکشنری سے کیا ہے؟ اس حدیث سے عجیب وغریب ہی باطل استدلال کیا ہے۔ ظہیر صاحب کو پتہ نہیں چلا کہ یہاں کونسی حدیث لکھ کر میلوں کو ناجائز قرار دینا ہے۔ ایک حدیث پاک یوں ہے''لا تتخذوا قبری عیدا ''میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ اس حدیث سے وہابی یہ استدلال کرتے ہیں کہ مزارات پر میلے لگانا ناجائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کون سا کہتے ہیں کہ جس طرح آج کل میلے لگتے ہیں، ناچ گانا، سرکس، چرس، بھنگ چلتی ہے، وہ سب جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کے ساتھ اسے ناجائز قرار دیا۔ یہی اس حدیث پاک کا مطلب ہے کہ میری قبر کی زیارت کو شور مچاتے غیر شرعی طریقے سے نہ آؤ۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ادب سے حاضری دی جائے۔ یہی طریقہ اولیاء کرام کی بارگاہ میں حاضری دینے کا ہے۔ جو کام شرعاً ناجائز ہے وہ عرسوں پر بھی ناجائز ہی رہے گا۔ عرس اگر شریعت کے دائرے میں رہ کر کیا جائے تو جائز ہے۔ لوگوں کی اس جہالت کے سبب عرس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ ردالمحتار میں ہے''وأما الأولیاء فإنهم متفاوتون فی القرب من الله تعالی، ونفع الزائرین بحسب معارفهم وأسرارهم قال ابن حجر فی فتاویه ولا تترك لما یحصل عندها من منکرات ومفاسد کاختلاط الرجال بالنساء وغیر ذلك لأن القربات لا تترك لمثل ذلك، بل علی الإنسان فعلها وإنکار البدع، بل وإزالتها إن أمکن۔ قلت :ویؤید ما مر من عدم ترك اتباع الجنازة، وإن کان معها نساء ونائحات ''ترجمہ: اولیاء کرام کا درجہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں مختلف ہے (یعنی کوئی بڑے درجے کا ولی ہے اور کوئی اس سے کم درجے کا ولی ہے۔) اولیاء کرام اپنے زائرین کو ان کی معرفت و اسرار کے بقدر نفع دیتے ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں فرمایا کہ زیارت قبور اس لئے نہ چھوڑ دے

کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت ومرد کا اختلاط ہونا۔ کیونکہ ان جیسی ناجائز باتوں سے ثواب کے کام نہیں چھوڑے جاتے، بلکہ انسان پرضروری ہے کہ زیارت قبور کرے اور بدعت کا انکار کرے بلکہ ہوسکے تو بدعت کو روکے۔ اسکی تائید وہ گذشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگر چہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوں۔

(رد المحتار علی الدر المختار، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، جلد2، صفحہ242، دار الفکر، بیروت)

## وہابیوں کے نزدیک کچھوا حلال، ختم کا کھانا حرام

✿ بریلوی حضرات نے عرسوں، محافل میلاد، فاتحہ کی نذر، قل، گیارہوں اور چالیسویں وغیرہ کی شکل میں بہت سی اس طرح کی بدعات ایجاد کیں تا کہ وہ ان کے ذریعہ سے پیٹ کی آگ ٹھنڈی کرسکیں۔ ✿

وہابیوں نے جہاد، شرک وبدعت کی عجیب وغریب تعریفات وضع کی ہیں، جس سے وہ اپنی دکانداری چمکاتے ہیں۔ ان کے نزدیک فاتحہ، قل، گیارہویں اور میلاد شریف کے لنگر کھانا تو حرام ہے، مگر کوا، گوہ، کچھوا کھانا حلال ہے چنانچہ فتاوی ثنائیہ میں سوال کیا گیا'' کچھوا، کوکرا اور گھونگا حرام ہیں یا حلال؟ از روئے قرآن وحدیث جواب ہو۔ (امیر میاں مظفر پور)

جواب میں وہابی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں: ''قرآن وحدیث میں جو چیزیں حرام ہیں ان میں یہ تینوں نہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے (( [illegible] )) لہذا نہ کرے تم سوال نہ کیا کرو۔ ان تینوں سے شرع شریف نے بند نہیں کیا لہذا حلال ہیں۔

(فتاوی ثنائیہ جلد 1، صفحہ 557، 598، مطبوعہ بمبئی)

کچھوا اس وجہ سے حلال ہوگیا کہ قرآن وحدیث میں کہیں اسے حرام نہیں فرمایا گیا۔ اب وہابی ذرا یہ تو بتائیں کہ فاتحہ، قل، گیارہویں کو کس آیت وحدیث میں حرام کہا گیا ہے۔ ختم کا وہ کھانا جس میں اللہ عزوجل کا پاک کلام پڑھا گیا ہو کیا وہ حرام ہوجاتا ہے؟ احادیث کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ بسم اللہ پڑھنے سے کھانا بابرکت ہوجاتا ہے اور شیطان کھانے میں شامل نہیں ہوتا۔ وہابی تعلیمات یہ ہیں بسم اللہ کے ساتھ قل شریف پڑھنے سے کھانا حرام ہوجاتا ہے اب وہابی اس کھانے میں شامل نہیں ہوتا۔

## مزاراتِ اولیاء پر مانگی جانے والی دعا

✿ وہ لکھتے ہیں: ''اولیاء اللہ رحمت رب کے دروازے ہیں۔ رحمت دروازوں سے ملتی ہے۔ قرآن کریم

میں ہے ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ﴾ ثابت ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس کھڑے ہوکر بچے کی دعا کی۔39 یعنی ولیہ کے پاس دعا کرنا باعث قبول ہے۔40

یقیناً قرب اولیاء، مزارات اولیاء اور متبرک مقامات پر مانگی جانے والی دعا باعثِ قبولیت ہے۔علمائے اسلاف سے اس پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔خیرات الحسان میں ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں، جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان سے مزار پر جاتا ہوں اور بارگاہِ الٰہی عزوجل میں دعا کرتا ہوں تو میری حاجت فوراً پوری ہوجاتی ہے۔''

(الخیرات الحسان، صفحہ149، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں 'فمن كانت له إلى الله حاجة فليأت قبره وليدع فانه يستجاب له إن شاء الله تعالى '' ترجمہ: جسے کوئی حاجت ہو وہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر آکر دعا کرے ان شاء اللہ دعا قبول ہوگی۔

(صفة الصفوة جلد1، صفحہ472، دار الحدیث، مصر)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "درساحت عزت ایشاں موجب برکت و نورانیت و صفا است وزیارت مقامات متبرکہ و دعا درانجا متوارث ست '' ترجمہ: اولیائے کرام کے مزارات کی عزت کرنا باعث برکت ونورانیت اور پاکیزگی ہے اور مقامات متبرکہ کی زیارت اور وہاں جا کر دعا کرنا اہل ایمان کا ہمیشہ سے طریقہ چلا آرہا ہے۔

(شرح سفر السعادۃ صفحہ272)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہمعات میں لکھتے ہیں "بارواحِ طیبہ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند ''ترجمہ: مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔

(ہمعات، ہمعہ8، صفحہ34، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ، حیدر آباد)

مزید شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک رباعی میں لکھتے ہیں:۔

آناںکہ زادناس بہیمی جستند     بالجہ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشاں می جو　　دروازہ فیض قدس ایشاں ہستند

ترجمہ: جولوگ نفس حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہوگئے وہ ذات قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جا ملے۔فیض قدس ان کی ہمت سے طلب کرو، فیض قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔

(مکتوبات ولی اللہ از کلمات طیبات، صفحہ 194، مطبع مجتبائی، دہلی)

## عُرسِ اولیاء

❁ نیز: ''قبروں پر عرس اولیاء کی خدمت میں حاضری کا سبب ہے اور یہ تعظیم شعائر اللہ ہے اور اس میں بے شمار فوائد ہیں۔'' 41 ❁

بے شک اس کے فوائد ہیں وہابی ہماری نہیں مانتے تو اپنے بڑوں کا قول سنیں۔عرس پر طعن کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے اورعرس کی وجہ وفوائد بیان کرتے ہوئے اورصالحین کی قبور کی زیارت کے باجماع علماء مستحسن ہونے کو بیان کرتے ہوئے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر ازفرائض شرعیہ مقررہ راهیچکس فرض نمیدانندآرے زیارت وتبرك بقبور صالحین و امدادایشان باهدائے ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعین روز عرس برائے آن ست کہ آن روز مذکر انتقال ایشامی باشد، از دارالعمل بدار الثواب والا هرروز کہ ایں عمل واقع شود موجبِ فلاح ونجات ست وخلف را لازم ست کہ سلف خود راباایں نوع برواحسان نماید" ترجمہ: یہ طعن لوگوں کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے، اس لیے کہ شریعت میں مقررہ فرائض کے سوا کسی کام (عرس وغیرہ) کو کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں قبور صالحین کی زیارت، تلاوت قرآن، دعائے خیر اور تقسیم شرینی وطعام سے ان کی امداد، باجماع علماء مستحسن اور اچھا عمل ہے اور روز عرس کا تعین اسلئے ہے کہ وہ دن دار العمل سے دار الثواب کی جانب ان کے انتقال فرمانے کی یاد دہانی کرنے والا ہے، ورنہ جس دن بھی یہ کام ہو فلاح ونجات کا سبب ہے اور خلف پر لازم ہے کہ اپنے سلف کے لیے اسی طرح کی بھلائی اور نیکی کرتا رہے۔

(زبدۃ النصائح، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ588، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

❁ احمد رضا کے ایک اور شاگرد کہتے ہیں: ''اولیائے کرام کی قبروں پر عرس کرنا اور فاتحہ پڑھنا برکات کا باعث ہے۔ بے شک اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور مرنے کے بعد ان کی طاقتوں میں اضافہ ہوجاتا

ہے۔''42 ﴾

یہ بالکل حق ہے جس کی تائید شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں "چوں آدمی میرد روح راصلا تغیر نمی شود چنانچه حاطل قوی بود حالا هم ست شعور و ادراك كے كه داشت حالاهم دارد بلكه صاف تر و روشن تر " ترجمہ: جب آدمی مرتا ہے روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا جس طرح پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے اور جو شعور و ادراک اسے پہلے تھا اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے۔

(تفسیر عزیزی، آیت ولاتقولو المن یقتل الخ، جلد1، صفحہ559، افغانی دارالکتب لال کنواں، دہلی)

کشف الغطاء میں ہے "ارواح کمل که درحینِ حیات ایشاں به سبب قرب مکانت ومنزلت از رب العزت کرامات وتصرفات وامداد داشتند بعد از ممات چوں بهماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانچه درحین تعلق بجسد داشتند یا بیشتر ازاں " ترجمہ: کاملین کی روحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قرب مرتبت کے باعث کرامات وتصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواح شریفہ اسی قرب واعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔

(کشف الغطاء، فصل دہم زیارت القبور، صفحہ80، مطبع احمدی، دہلی)

## عرس کو ناجائز ثابت کرنے کی وہابی دلیل اور اس کا جواب

﴿ نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں: ''عرس کرنا اور اس موقع پر روشنی، فرش اور لنگر کا انتظام کرنا شریعت (43) سے ثابت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''44 ﴾

حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدا احد کے قبور پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔عرس میں بھی یونہی ہوتا ہے کہ ہر سال مسلمان ولی اللہ کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور وہاں ذکر اذکار کرتے ہیں، اس ذکر اذکار کے لئے روشنی کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فعل کو شریعت سے ثابت کرنے کے لئے دلائل کے ساتھ رسالہ لکھا۔

ظہیر اور دیگر وہابی عرس، گیارہویں وغیرہ کو اس وجہ سے ناجائز کہتے ہیں کہ کوئی دن مخصوص کر کے اس میں ذکر واجتماع کرنا بدعت ہے چنانچہ وہابی مولوی ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی اپنی کتاب ''تبرک'' جس میں اس نے بزرگان دین کے تبرکات کو بدعت قرار دیا لکھتا ہے: ''تو جو لوگ اپنی دانست سے کچھ ایام واوقات از قسم میلاد رسول، یوم معراج، یوم ہجرت یا یوم بدر وغیرہ

متعین ومخصوص کر کے ان میں عبادات اور اجتماع وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں وہ بہت بڑی غلطی پر ہیں۔ بدعتی اور غالی قسم کے لوگ اس مذموم تبرک میں ازخد مبتلا ہیں۔''

(تبرکہ صفحہ 68 مکتبہ السنۃ، کراچی)

وہابی خود اپنے دینی اجتماعات دن مقرر کر کے کرتے ہیں، ان کے اجتماعات ان کی خودساختہ تعریف میں نہ صرف جائز ہیں بلکہ جہادِ عظیم ہیں۔ درحقیقت وہابیوں کا یہ کہنا کہ ''دن مقرر کر کے عبادت کرنا بدعت ہے'' بالکل باطل ہے کیونکہ یہ تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے اور آپ نے اس کی اجازت بھی دی ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے

((عن أبی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتقدموا صوم رمضان بیوم ولا یومین إلا أن یکون صوم یصومہ رجل فلیصم ذلک الصوم)) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان سے ایک یا دودن قبل روزہ نہ رکھو۔ البتہ جوان دنوں روزہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھ لے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصیام، باب فیمن یصل شعبان برمضان تطوعا، ج2، صفحہ300، المکتبۃ العصریہ بیروت)

کتنے واضح انداز میں فرمادیا کہ کسی مخصوص دن روزہ رکھنا جائز ہے۔ جب روزے جیسی عبادت دن مخصوص کر کے کرنا جائز ہے تو پھر دیگر عبادات کیسے ناجائز ہوسکتی ہیں؟

## مزارات کے قریب نماز پڑھنا باعث برکت ہے

﴿ نیز: ''اولیاء کے مزارات میں نماز پڑھنا اور ان کی روحوں سے مدد طلب کرنا برکات کا باعث ہے۔''45 ﴾

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلام کے بعد ایک مستند حوالہ بھی پیش کیا جسے نقل کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ آپ فرماتے ہیں: ''اگر مزاراتِ اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواحِ طیبہ سے استمداد کے لئے ان کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجبِ برکت ہے۔ امام علّامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علّامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں "کانت الیھود والنصاری یسجدون بقبور انبیائھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلاۃ نحوھا، فقداتخذوھا اوثانا، فلذلک لعنھم، ومنع المسلمین عن مثل ذلک، امامن اتخذ مسجدافی جوار صالح، اوصلی فی مقبرۃ، وقصد الاستظھار بروحہ، اووصول اثرمامن اثر عبادتہ

الیہ، لالتعظیم لہ والتوجہ نحوہ، فلاحرج علیہ؛الاتری ان مرقد اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام فی المسجد الحرام عندالحطیم،ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ "یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے، انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہی کی طرف منہ کرتے تھے، اس طرح انہوں نے قبروں کو بُت بنالیا تھا اس لئے آپ نے ان پر لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا۔ رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اِس تک بھی پہنچ جائے اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے، اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی، نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرتا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ 351، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

## قبر کو چومنا

﴿: ''وہابیوں کا یہ کہنا کہ قبروں کو چومنا شرک ہے، یہ ان کا غلو ہے۔'' 46﴾

جی ہاں، وہابیوں کا قبر چومنے کو شرک کہنا غلو کی انتہاء ہے۔ وہابی اپنی جہالت میں ہر فعل کو شرک کہتے ہیں اور یہ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ فعل کس کس سے ثابت ہے؟ شرعاً عوام کے لئے قبروں کو چومنا منع ہے۔ البتہ قبروں کو چومنا صحابی رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت کئی علمائے اسلاف سے ثابت ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا: ''مزاراتِ اولیائے کرام علیہم رحمۃ المنعام کے چومنے کو کفر یا شرک کہنا کیسا ہے؟''

جواب میں فرماتے ہیں: ''فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک امر ہے کہ دو چیزوں داعی ومانع کے درمیان دائر، داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبہ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لیے منع ہی احوط (زیادہ احتیاط) ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزار اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو، پھر تقبیل کی کیا سبیل؟ عالمِ مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی قدس سرہ خلاصۃ الوفاء شریف میں جدارِ مزار انور کے لمس وتقبیل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں "فی کتاب العلل والمسؤلات لعبد اللہ بن

احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر النبی صلی اللہ تعالی علیه علی اله وسلم تبرك بمسه وتقبیله ویفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب اللہ تعالی فقال لاباس به " یعنی امام احمد بن حنبل کے صاحبزادہ امام عبداللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا کوئی شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے۔اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے؟ فرمایا: اس میں کچھ حرج نہیں۔

امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاءُ السقام،پھر سید نورالدین خلاصۃ الوفاء میں بروایۃ یحییٰ بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی بنانۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبداللہ بن حطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعطر سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا مُنہ رکھے ہیں،مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کررہے ہو،انہوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا "نَعم اِنّی لَمْ اٰتِ الْحَجَرَ انما جئتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم سَمِعتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یقول لَاتَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَه اَھلُه وَلٰکِنْ اَبْکُوْا عَلَی الدِّیْنِ اِذَا وَلِیَه غَیْرُ اَھْلِه " ہاں میں کسی پتھر کے پاس نہ آیا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا،دین پر نہ روجب اس کا والی اس کا اہل ہو، ہاں دین پر روجب نا اہل اس کا والی ہو۔

سید قدس سرہ فرماتے ہیں "رواہ احمد بسند حسن " امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی۔نیز فرماتے ہیں "روی ابن عساکر جید عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالی عنه ان بلالا رای النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم وھو یقول له ماھذه الجفوة یابلال اما ان لکان تزورنی فانتبه حزینا خائفا فرکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه " یعنی ابن عساکر نے بروایت جید ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے ہیں: اے بلال! یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصد زیارت اقدس سوار ہوئے،مزار پر انوار پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبدالغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں "لیس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامه بل علی فعله

ذلك والصحابة متوفرون ولاتخفى عنهم هذه القصة " یعنی زیارت اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فعل کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بکثرت موجود تھے اور ان سے یہ قصہ مخفی نہیں تھا۔

عالمِ مدینہ (سید نور الدین سمہودی علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں "ذكر الخطيب بن حملة ان بلالا رضى الله تعالى عنه وضع خديه على القبر الشريف وان ابن عمر رضى الله تعالى عنهما كا ن يضع يده اليمنى عليه ثم قال ولا شك ان الاستغراق فى المحبة يحمل على الاذن فى ذلك والقصد به التعظيم والناس تختلف مراتبهم كما فى الحيوة فمنهم من لا يملك نفسه بل يباد راليه ومنهم من فيه اناة فيتا خر اه ونقل عن ابن ابى الصيف والمحب الطبرى جواز تقبيل قبور الصالحين وعن اسمٰعيل التيمى قال كان ا بن المنكدريصيبه الصمات فكان يقوم فيضع خده على قبرالنبى صلى الله تعالى عليه وسلم فعوتب فى ذلك فقال انه يستشفى بقبر النبى صلى الله تعالى عليه وسلم " یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا دہنا ہاتھ اس پر رکھتے، پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں، تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے اور ابن ابی الصیف اور امام محب طبری سے نقل کیا گیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور اسمٰعیل تیمی سے نقل کیا کہ المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہو جاتا وہ جاتے اور اپنا رخسار قبر انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رکھتے، کسی نے اس پر اعتراض کیا، فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبد القادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کتاب مستطاب "حسن التوسل فى زيارة افضل الرسل" میں فرماتے ہیں "تمريغ الوجه والخد واللحية بتراب الحفرة الشريفة واعتابها فى زمن الخلوة المامون فيها توهم عامى محذورا شرعيا بسببه، امر محبوب، حسن لطلابها، وامره لاباس به فيها يظهر لكن لمن كان له فى ذلك قصد صالح وحمله عليه فرط الشوق والحب الطافح "یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب

کسی ناجائز شرعی کی طرف جائے گا، ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسار اور داڑھی رگڑنا مستحب اور مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت اسے اس پر باعث ہو۔

پھر فرماتے ہیں "علا انی اتحفك بامریلوح لك منه المعنی بان الشیخ الامام السبكی وضع حروجه علی بساط دارالحدیث التی مسها قدم النووی لینا ل برکة قدمه وینوه بمزید عظمته کما اشار الی ذلك بقول وفی دارالحدیث لطیف معنی الی بسط له اصبو واوی لعلی ان قال بحروجهی مکانا مسه قدم النووی وبان شیخنا تاج العارفین امام السنة خاتمة المجتهدین کان یمرغ وجهه ولحیته علی عتبة البیت الحرام بحجر اسمٰعیل "یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملة والدین سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس اللہ سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لیتے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دارالحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا۔ اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمة المجتہدین آستانہ بیت الحرام حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔

بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جملہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں، اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔

امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں "المسئلة متی امکن تخریجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا او مذهب غیرنا، فلیست بمنکر یجب انکاره والنهی عنه وانما المنکر ماوقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه" جب کسی مسئلہ کا ہمارے مذہب یا دیگر ائمہ کے مذہب پر جواز نکل سکتا ہو تو وہ ایسا گناہ نہیں کہ اس پر انکار اور اس سے منع کرنا واجب ہو۔ ہاں گناہ وہ ہے جس کے حرام ہونے اور اس کے منع ہونے پر اجماع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ528، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

انہی دلائل کی وجہ سے شافعی فقہاء نے فرمایا کہ بطور تبرک قبر کو چومنا جائز ہے۔ الموسوعة الفقہیہ میں ہے "اختلف الفقهاء فی حکم تقبیل القبر واستلامه، فذهب الحنفیة والمالکیة إلی منع ذلك وعدوه من البدع، وذهب

الشافعية و الحنابلة إلى الكراهة، قال الشافعية إن قصد بتقبيل الأضرحة التبرك لم يكره "ترجمہ: فقہائے کرام نے قبر کو چومنے اور استلام کرنے میں اختلاف کیا ہے۔حنفیہ اور مالکیہ منع کی طرف ہیں اور ایسا کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔شافعیہ اور حنبلیہ کراہت کی طرف گئے ہیں۔شافعی فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر بطور تبرک چوما جائے تو مکروہ نہیں۔

(الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ جلد32،صفحہ256،دار الصفوۃ،مصر)

کسی بھی جید عالم نے یہ نہیں کہا کہ قبر کو چومنا شرک ہے۔البتہ وہابیوں کے ہاں ہر وہ فعل جو وہابیوں کو پسند نہیں شرک ہے۔

## نذر اولیاء کے سبب وہابیوں کے نزدیک شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز مشرک

نیز: ''نذر لغیر اللہ سے آدمی مشرک نہیں ہوتا۔'' 47

پیچھے ثابت کیا کہ اولیاء کرام کے نام کی نذر جائز ہے۔یہ نذر شرعی نہیں بلکہ نذر عرفی ہے، اس میں مسلمان اولیاء اللہ کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔جس نذر کو حرام کہا گیا وہ یہ ہے کہ کسی ولی کو خدا سمجھ کر عبادت کے قصد سے نذر کرے۔یہ کسی مسلمان سے متصور نہیں۔ردالمحتار میں ہے "قولہ انہ یتقرب الی الادمی ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم " ترجمہ: مصنف درمختار کا قول ہے کہ کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہو یعنی اس تقرب سے عبادت مراد ہو تو یہ کفر ہے اور یہ چیز مسلمان کے حال سے بعید ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الذبائح، جلد6،صفحہ310،دار الفکر،بیروت)

وہابیوں کے نزدیک نذر مطلقا شرک ہے۔وہابی مولوی کتاب ''قرآن خوانی اور ایصال ثواب'' میں لکھتا ہے: ''قبروں پر مردوں کی برسی کے دن ختم قرآن کرانا اور جانور ذبح کرکے قرآن خوانی اور برسی کی تقریب میں شریک ہونے والوں کو کھانا کھلانا اور قبر پر نقد روپے پیسے کی شکل میں نذر پیش کرنا اور ان سب اعمال کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ صاحب قبران چیزوں سے خوش ہو کر ہمیں فائدہ پہنچائیں گے اور ہمیں نقصان سے بچائیں گے اور یہ کہ صاحب قبر ہدایا کو قبول فرماتے ہیں۔سخت بدعت بلکہ شرک ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے((ملعون من ذبح لغیر اللہ))نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا وہ ملعون ہے۔''

(قرآن خوانی اور ایصال ثواب، صفحہ 77، دعوت و توعیۃ الجالیات ربوہ ریاض)

اب آئیں آپ کو دکھائیں کہ وہابیوں کی شریعت میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشرک ہیں:۔

شاہ ولی اللہ اپنے والد محترم حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں "مـی فـرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ۔صلی اللہ تعالی علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود قدرے نخود بریاں و قندسیاں نیاز کردم " ترجمہ: وہ فرماتے ہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایام وفات میں کچھ میسر نہ ہوا کہ آں حضرت کی نیاز کا کھانا پکایا جائے، تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند سیاہ (گُڑ) پر نیاز کیا۔

(انفاس العارفین (اردو) حضور کی نیاز کی اشیاء کی مقبولیت، صفحہ 106، المعارف، گنج بخش روڈ، لاہور)

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی تحفہ اثناعشریہ میں فرماتے ہیں "حـضرت امیر وذریہ طاہرہ اوراتمام امت برمثال پیـران ومـرشـداں مـی پـیرستند وامور تکوینیہ رابایشاں وابستہ م ی دانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء ھمیں معاملہ است "ترجمہ: جناب امیر اور ان کی پاکیزہ اولاد کو تمام امت کے لوگ عقیدت ومحبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تکوینی معاملات کو ان سے وابستہ خیال کرتے ہیں اسی لئے فاتحہ درود وصدقات خیرات اور نذر و نیاز کی کارگزاریاں لوگوں میں ان کے نام کے ساتھ رائج اور معمول بن گئی ہیں جیسا کہ دیگر اولیاء کرام کے معاملے میں یہی صورت حال ہے۔

(تحفہ اثناء عشریہ، باب ہفتم دراساسۃ تمہید کلام وتقریر مرام، صفحہ 214، سہیل اکیڈمی، لاہور)

یہ حال ہے وہابیوں کے علم کا، اپنے ہی پیشواؤں کو اپنی خود ساختہ شرک کی تعریف میں مشرک بنا رہے ہیں۔کئی وہابیوں کو دیکھا ہے کہ اپنے سگے باپ کو سنی ہونے کے سبب مشرک کہہ رہے ہوتے ہیں۔ان کو اتنا نہیں پتا کہ اگر ان کا باپ مشرک ہوتو شرعا یہ حرامی ہوئے۔

## قبروں کا طواف

﴿ قبروں کے گرد طواف کرنا بھی بریلوی شریعت میں جائز ہے:''اگر برکت کے لیے قبر کے گرد طواف کیا تو کوئی حرج نہیں۔''48 ﴾

یہ اہل سنت حنفی بریلویوں پر بہتان ہے۔ہرگز اہل سنت کے نزدیک قبروں کا طواف جائز نہیں۔یہ حوالہ مفتی امجد علی

اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بہارِ شریعت سے پیش کیا گیا ہے، جبکہ اس سے قبل صراحت کے ساتھ مفتی صاحب نے طواف تعظیمی سے منع کیا ہے چنانچہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قبر کا طواف تعظیمی منع ہے اور اگر برکت لینے کے لئے گردِ مزار پھرا تو حرج نہیں مگر عوام منع کئے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کہ کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔''

(بہار شریعت، جلد1، حصہ4، صفحہ850، المکتبۃ المدینہ، کراچی)

یعنی صراحت فرمائی کہ حصولِ برکت کے لئے، نہ کہ بطور تعظیم قبر کے گرد پھرنا جائز ہے۔طواف غیر تعظیم احادیث سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے میرے والد عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت قرض اور تھوڑے خرمے چھوڑ کر شہید ہوئے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور کو معلوم ہے کہ میرے باپ احد میں شہید ہوئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ قرضخواہ حضور کو دیکھیں یعنی شاید حضور کے خیال سے اپنے مطالبہ میں کمی کر دیں، ارشاد فرمایا: جاؤ ہر قسم کے چھوہاروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ، پھر تشریف فرما ہوئے۔قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا مجھ سے نہایت سخت تقاضے کرنے لگے کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ کیا تھا یعنی ان کے خیال کے برعکس ہوا، حضور کے تشریف لے جانے سے قرض خواہ اپنا پلہ بھاری سمجھے کہ حضور ضرور ہمارا پورا حق دلا دینگے۔

جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حال ملاحظہ فرمایا ((فطاف حول اعظمها بیدرا ثلث مرات [illegible] علیہ )) ترجمہ: حضور نے ان سب میں بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف فرمایا اور اس ڈھیر پر تشریف فرما ہوئے، پھر ناپ کر انہیں دینا شروع فرمایا ((حتی ادی اللہ عن والدی امانتہ [illegible])) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا سب قرض ادا کر دیا اور سب ڈھیر سلامت بچ رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی باب قولہ تعالیٰ اذ ہمت طائفتان منکم الخ، جلد5، صفحہ 96، دار طوق النجاۃ)

ہمارے اس مؤقف پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید بھی ملاحظہ ہو چنانچہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں''چوں بمقبرہ درآید دوگانہ بروح آں بزرگوار ادا کند بعدہ قبلہ راپشت دادہ بنشیند بعد قل گوید پس فاتحہ بخواندبعدہ ہفت کرت طواف کند وآغاز از راست بکند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد وبیاید نزدیك روئے میت بہ نشیند وبگوید یارب بست ویك بار بعد طرف آسماں بگوید یاروح و دردل ضرب کندیا روح الروح مادام کہ انشراح یابدایں ذکر بکندان شاءاللہ تعالیٰ کشف قبور وکشف ارواح حاصل

آیـہ "ترجمہ: پھر جب مقبرہ کے پاس آئے تو دو رکعت نوافل اس بزرگ کی روح اقدس کے ایصال ثواب کے لئے ادا کرے اور کعبہ شریف کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جائے، پھر سورۃ اخلاص پڑھے، پھر فاتحہ پڑھے، پھر سات چکر (طواف) بزرگ کے مزار کے گرد لگائے، دائیں طرف سے شروع کرے، پھر بائیں طرف اپنا رخسار رکھے پھر منہ کے نزدیک ہو کر بیٹھے پھر 21 اکیس مرتبہ ''یا رب'' کا ورد کرے، پھر آسمان کی طرف منہ کر کے ''یا روح'' پڑھے اور اپنے دل پر ''یاروح الروح'' کی ضرب لگائے جب تک انشراح نہ ہو یہ ذکر کرتا رہے، ان شاء اللہ تعالیٰ کشف قبور اور کشف ارواح یہ دونوں حاصل ہو جائیں گے۔

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ذکر برائے کشف قبور، صفحہ 99، 100، آرسی برقی پریس، دہلی)

خود فرشتے حضور علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک کو طواف کرتے ہیں چنانچہ امام اجل ابن المبارک وابن ابی الدنیا وابوالشیخ اور ابن النجار کتاب ''الدرر الثمینہ فی تاریخ المدینہ'' میں کعب احبار سے راوی کہ انہوں نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کیا اور کتاب ''التذکرۃ'' میں امام ابوعبداللہ محمد قرطبی سے اور ''شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ'' میں ابوعبداللہ الزرقانی المالکی روایت کرتے ہیں "أنه دخل على عائشةرضي الله عنهافذكروا رسول الله أي ما يتعلق به مما خصّ به من الكرامات صلى الله عليه وسلم، فقال كعب ما من فجر يطلع إلّا نزل سبعون ألفًا من الملائكة حتى يحفّون أي: يطوفون كذا في النسخ بالنون بالقبر النبوي يضربون بأجنحتهم ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم لفظ رواية المذكورين يضربون قبر النبي صلى الله عليه وسلم بأجنحتهم ويحفون به ويستغفرون له ويصلون عليه حتى إذا أمسوا عرجوا وهبط سبعون ألفًا بالليل وسبعون ألفًا بالنهار حتى إذا انشقت عنه الأرض خرج في سبعين ألفًا من الملائكة يوقرونه يعظمونه صلى الله عليه وسلم إكرامًا" یعنی حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کا ذکر کیا تو حضرت کعب احبار نے کہا ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طواف کرتے اور اپنے پروں کو قبر انور سے مس کرتے اور اس کے گرد حاضر رہ کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ جب شام ہوتی ہے وہ چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور اتر کر یوہیں طواف کرتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، یونہی ستر ہزار رات میں حاضر رہتے ہیں اور ستر ہزار دن میں۔ پھر قیامت والے دن ستر ہزار فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی تعظیم میں ان کے ساتھ آئیں گے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، جلد12، صفحہ283، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ثابت ہوا کہ طوافِ برکت جائز ہے، لیکن عوام کو اس سے بھی منع کیا جائے گا کہ انہیں طوافِ برکت و تعظیم کی سمجھ نہیں آئے گی۔ طوافِ تعظیمی ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ طواف کی اقسام بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''اگر نفس طواف سے تعظیم مقصود ہو تو غیر خدا کے لئے ناجائز بلکہ غیر کعبہ وصفا ومروہ کا طواف اگرچہ خالصا اللہ عزوجل ہی کی تعظیم کو کیا جائے، ممنوع وبدعت ہے کہ نفس طواف سے تعظیم امر تعبدی اور امر تعبدی میں قیاس تک جائز نہیں، نہ کہ احداث کہ تشریع جدید ہے۔ منسک متوسط میں ہے "ولا یمس عند الزیارۃ الجدار ولا یلتصق بہ ولا یطوف ولا یقبل الارض فانہ بدعۃ "زیارت روضہ اقدس کے وقت دیواروں کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ ان سے چمٹے اور نہ ان کے آس پاس طواف کرے (یعنی چکر لگائے) اور نہ زمین چومے، کیونکہ یہ کام بدعت ہے۔

مسلک متقسط میں ہے "لا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء " اور متبرک مقام کا طواف نہ کرے یعنی اس کے گرداگرد نہ گھومے، اس لئے کہ طواف کرنا کعبہ معظمہ کی خصوصیات سے ہے۔ لہٰذا انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی قبروں کے آس پاس گھومنا (طواف کرنا) حرام ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ393، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## شعائر اللہ کیا ہیں؟

﴿ اس لیے کہ: ''اولیاء کی قبریں شعائر اللہ میں سے ہیں اور ان کی تعظیم کا حکم ہے۔'' 49 ﴾

اس جملہ پر اعتراض کرنے کی وجہ شعائر اللہ کی تعریف سے لاعلمی اور مزارات اولیاء سے بغض ہے۔ شعائر اللہ کا مطلب ہے اللہ عزوجل کی اطاعت اور اس کے دین کی نشانیاں۔ لہٰذا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، مسجد، اذان، اقامت، جہاد وغیرہ سب شعائر اللہ میں سے ہیں۔ الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے "فکل ما کان من أعلام دین اللہ وطاعتہ تعالی فھو من شعائر اللہ، فالصلاۃ، والصوم والزکاۃ والحج ومناسکہ ومواقیتہ، وإقامۃ الجماعۃ والجمعۃ فی مجامیع المسلمین فی البلدان والقری من شعائر اللہ " ترجمہ: ہر وہ عمل جو اللہ عزوجل کے دین کی نشانی اور اس کی اطاعت کے لئے ہو وہ شعائر اللہ

میں سے ہے۔نماز، روزہ، زکوۃ، حج، حج کے مناسک واوقات، اقامت جماعت، شہروں اور دیہاتوں میں مسلمانوں کے اجتماع کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنا شعائر اللہ میں سے ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، جلد26، صفحہ97، دار الصفوۃ، مصر)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ المصنف میں روایت کرتے ہیں "عن عطاء أنه سئل عن شعائر الله فقال:حرمات الله، اجتناب سخط الله، واتباع طاعته، فلذلك من شعائر الله" ترجمہ:حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شعائر اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی حرمات، اللہ عزوجل کی نافرمانی سے بچنا اور اس کی اطاعت کرنا شعائر اللہ میں سے ہے۔

(المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحج، فی قولہ تعالی:ومن یعظم شعائر اللہ جلد3، صفحہ275، مکتبۃ الرشد، الریاض)

وہابیوں کے امام شوکانی نے بھی اللہ عزوجل کی اطاعت کو شعائر اللہ کہا ہے چنانچہ نیل الاوطار میں ہے "الشعائر أعمال الحج وكل ما جعل علما لطاعة الله" ترجمہ: اعمال حج اور ہر وہ عمل جو اللہ عزوجل کی اطاعت کی نشانی ہے شعائر اللہ ہے۔

(نیل الأوطار، جلد5، صفحہ63، دار الحدیث، مصر)

اب قبور مسلمین کی طرف آئیں، کیا اسلامی تعلیمات یہ نہیں ہیں کہ مسلمان کی قبر بنائی جائے؟ جب قبر بنانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے تو مسلمانوں کی قبریں شعائر اللہ ہیں۔جب عام مسلمانوں کی قبریں شعائر اللہ ہیں تو مزارات اولیاء پھر کیوں شعائر اللہ نہیں؟ عام مسلمان کی قبر کی تعظیم کا حکم ہے کہ اس پر پاؤں نہ رکھا جائے وغیرہ، تو اولیاء کرام کی قبور کی کیوں تعظیم نہ کی جائے؟ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ عزوجل کے انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، معجزات، کرامات، مقدس مقامات، اللہ عزوجل کے پیاروں کی تعظیم سب شعائر اللہ ہیں۔قرآن پاک میں ہے ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

(سورۃ البقرۃ، سورۃ2، آیت158)

درمختار میں ہے "الصفا سمی به لأنه جلس علیه آدم صفوة الله والمروة لأنه جلس علیها امرأة وهی حواء ولذا أنثت" ترجمہ: صفا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت آدم صفی اللہ تشریف فرما ہوئے تھے اور مروہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہوئی تھیں، اس لئے لفظ مروہ مؤنث ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، جلد2، صفحہ468، دار الفکر، بیروت)

دیکھیں جس جگہ اللہ عزوجل کے پیارے بندے بیٹھے، حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑیں، اللہ عزوجل نے ان کو شعائر اللہ کہہ دیا تو جس جگہ اللہ عزوجل کے پیارے آرام فرما ہیں وہ کیوں شعائر اللہ نہیں ہیں؟ یقیناً ان کی تعظیم کا حکم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم، آپ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کی تعظیم شعائر اللہ سے ہے چنانچہ فقیہ محدث مولانا ابن حسن دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ اثبات قیام میں فرماتے ہیں "القیام عند ذکر ولادة سیدالمرسلین صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم امر لاشك فی استحبابه واستحسانه وندبه یحصل لفاعله من الثواب الاوفر والخیر الاکبر لانه تعظیم ای تعظیم للنبی الکریم ذی الخلق العظیم الذی اخرجنا اللّٰہ به من ظلمات الکفر الی الایمان وخلصنا الله به من نار الجهل الی جنات المعارف والایقان فتعظیمه صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم فیه مسارعة الی رضاء رب العلمین واظهار اقوی شعائرالدین ومن یعظم شعائراللّٰہ فانها من تقوی القلوب ومن یعظم حرمات اللّٰہ فهو خیرله عند ربه" ترجمہ: قرأت مولد شریف میں ذکر ولادت شریف سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو قیام کرنا بیشک مستحب و مستحسن ہے جس کے فاعل کو ثواب کثیر وفضل کبیر حاصل ہوگا کہ یہ تعظیم ہے یعنی تعظیم ان نبی کریم صاحب خُلقِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جن کی برکت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب ہمیں دوزخ جہل سے بچا کر بہشت معرفت ویقین میں داخل فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں خوشنودی رب العالمین کی طرف دوڑنا ہے اور قوی ترین شعائر دین کا آشکار ہونا اور جو تعظیم کرے شعائر اللہ کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے اور جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

(اثبات القیام، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ507، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اللہ عزوجل کے پیاروں کی تعظیم کرنا رب تعالیٰ کی تعظیم کرنا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((ان من اجلال اللّٰہ اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه

والجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط اور عالم باعمل اور حاکم عادل کی تعظیمیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلہم، جلد4، صفحہ261، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

التمہید لمافی الموطأ من المعانی والاسانید میں حضرت أبوعمر یوسف القرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "فمن إجلال الله عز وجل إجلال أولياء الله ومحبتهم "ترجمہ: اولیاءاللہ کی محبت وتعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

(التمہید لمافی الموطأ من المعانی والأسانید، جلد17، صفحہ429، وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب)

## طوافِ قبور نا جائز ہے یا شرک؟

نیز: ''طواف کو شرک ٹھہرانا وہابیہ کا گمان فاسد اور محض غلو و باطل ہے۔'' 50

یہ عبارت مترجم صاحب کی خودساختہ ہے۔اصل عبارت ظہیر صاحب کی یہ تھی "واما قول الوهابية ان تقبيل القبور شرك فهو من غلوهم ومبالغاتهم " ترجمہ: وہابیہ کا کہنا کہ قبور کو چومنا شرک ہے، یہ ان کا غلو ومبالغہ ہے۔مترجم صاحب نے یہ عبارت اوپر نقل کر دی تھی، یہاں مترجم صاحب نے چومنے کی جگہ طواف لکھ کر دوبارہ عبارت نقل کر دی۔دیکھیں کیسی تحریف ہے؟ جب مترجم صاحب نے یہ تحریف کر ہی دی ہے تو ان کی لاج رکھتے ہوئے اس کا بھی رَد کر دیتے ہیں۔طواف تعظیمی کرنا ناجائز ہے شرک نہیں کہ کوئی بھی کسی قبر کو خدا نہیں سمجھتا۔طواف کی دو صورتیں بتائی گئی کہ ایک طواف تعظیمی ہے اور ایک برکت کے طور پر قبر کے گرد پھرنا ہے۔قبر کے گرد چکر بطور برکت چکر لگانا جائز ہے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے جائز فرمایا، البتہ موجودہ دور میں لوگوں کو اس سے منع ہی کیا جائے گا۔پھر بھی اگر کوئی قبر کے گرد طواف کر رہا ہے تو یہ گمان کرنا درست نہیں کہ یہ طواف تعظیمی کر رہا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ بطور برکت چکر لگا رہا ہو چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے اگر بہ نیت تعظیم قبر ہے تو بلاشبہہ حرام ہے اور تبرک واستفاضہ وغیرہما نیات محمودہ سے ہے تو فی نفسہ اس میں حرج نہیں اور یہ ٹھہرالینا کہ اس میں مسلمان کی نیت طواف سے تعظیم قبر ہے قلب پر حکم ہے اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے۔قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا)﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا۔)'' وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "(اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے ارشادفرمایا)(( افلا شققت عن قلبه حتى تعلم)) نے اس کےدل کو چیر کر دیکھا کہ تجھے معلوم ہو جاتا۔)

یہ بدگمانی ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا)﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِیرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔)"وقال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" (اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا)(( ایاکم والظن فان الظن اکذب))(لوگو! بدگمانی سے بچو کیونکہ گمان کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔)

ائمہ دین فرماتے ہیں "الظن الخبیث انما ینشؤ عن قلب الخبیث "خبیث گمان خبیث دل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

مگر حضرات وہابیہ سے کیا شکایت کہ وہ حضرت مولوی اور حضرت سید العارفین بایزید بسطامی اور ان غوث گرامی سب کو جیسا دل میں جانتے ہیں معلوم، وہ تو ان تابعین پر بھی حکم شرک ہی لگائیں گے جنھوں نے روضہ انور کا طواف کیا۔''

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ399، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب طواف تعظیمی کا گمان کرنا درست نہیں تو پھر یہ گمان کرلینا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ یہ مسلمان اس قبر کو خدا سمجھتا ہے اور شرک کا ارتکاب کررہا ہے۔ یہ گمان فاسد صرف وہابیوں کا ہی ہے جو نا جائز کام کو تو کیا جائز و مستحب کام کو شرک کہہ دیتے ہیں۔ یہی وہابیوں کا غلو ہے۔ ایسا غلو کرنے والوں کے متعلق حدیث پاک ہے (( عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم هلك المتنطعون))ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: غلو اختیار کرنے والے ہلاک ہوئے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، جلد4، صفحہ201، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

## عرس کی وجہ تسمیہ

﴿ عرس کی وجہ تسمیہ: عرس کو عرس اس لیے کہتے ہیں، کیونکہ یہ عروس یعنی دولہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا دن ہے۔51 ﴾

عُرس کے لغوی معنیٰ شادی کے ہیں اور مشائخ طریقت کی اصطلاح میں اولیاء کاملین اور بزرگانِ دین کے یومِ وصال کو عرس کا دن کہتے ہیں۔ عرس کا لفظ اس حدیث پاک سے ماخوذ ہے کہ صالح مومن جب نکیرین کے سوالوں کے صحیح جواب دے دیتا

ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرلیتا ہے، انہیں پہچان لیتا ہے، ان کے متعلق جو دنیا میں صحیح عقیدہ تھا وہ بتا دیتا ہے تو اس کی قبر کشادہ کردی جاتی ہے اور اسکی قبر کو نور سے روشن کردیا جاتا ہے پھر فرشتے اس سے کہتے ہیں **((نم کنومة العروس الذی لا یوقظه الا احب اهله الیه))** ترجمہ: تو اس دلہن کی طرح سوجا جسے اس کا محبوب ہی جگاتا ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب الجنائز، باب اثبات عذاب القبر، جلد3، صفحہ375، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ عرس حضور علیہ السلام کے دیدار اور قبر کے امتحان میں کامیابی کا دن ہے۔

## منکرینِ عرس کے پیچھے نماز

﴿ احمد یار گجراتی کا فتویٰ ہے: ''نماز صرف اس کے پیچھے جائز ہے جو عرس وغیرہ کرتا ہو اور جو ان چیزوں کا مخالف ہو، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔''52 ﴾

یہاں پھر مترجم صاحب نے غلطی کی ہے عبارت کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور نام مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھ دیا ہے۔ پھر ظہیر صاحب اور مترجم نے کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کرنے میں بھی تحریف کی۔ علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندو ہابیوں کے عقائد نقل کئے اور یہ ثابت کیا کہ ان کا عقیدہ درست نہیں اور یہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: ''اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ عرس ومیلاد کرنے والوں اور کھانے یا شیرینی وغیرہ پر فاتحہ پڑھنے والوں اور گیارھویں کرنے والوں کو بدعتی کہنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمہ جاننا سخت گناہ اور بدترین قسم کی گمراہی ہے۔ اہل سنت کے نزدیک فی زمانہ عرس و فاتحہ کرنے والوں ہی کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے۔ ان کے مخالفین مذکورین کے پیچھے جائز نہیں۔''

(مقالات کاظمی، الحق المبین، جلد2، صفحہ345، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان)

اس پوری عبارت میں دولفظ قابل توجہ ہیں ایک ''فی زمانہ'' اور دوسرا ''مخالفین مذکورین''۔ یعنی موجودہ دور میں جو عرس و فاتحہ کو ماننے والے ہیں وہ صرف اہل سنت والجماعت ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے اسے بدعت کہنے والے وہابی ہیں۔ جب یہ اہل سنت وجماعت سے نہیں ہیں تو پھر ان کے پیچھے نماز کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ علمائے اسلاف نے اس کی تصریح فرمائی کہ سنی امام کے علاوہ کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ تذکرۃ الحفاظ میں حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا "لا تصلی إلا خلف من تثق به وتعلم أنه من أهل

السنۃ" ترجمہ: کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھ جب تک تجھے یقین نہ ہو کہ امام اہل سنت سے ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، جلد1، صفحہ153، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام محمد و امام ابو یوسف و امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی "ان الصلوٰۃ خلف اھل الھواء لاتجوز" ترجمہ: اہل بدعت وبد مذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

(فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب الامۃ، جلد1، صفحہ350، دار الفکر، بیروت)

بدمذہب کے پیچھے نماز پڑھنا تو دور کی بات ہے، اس کی صحبت اختیار کرنا، اس کی نماز جنازہ پڑھنا، اس کی عیادت کرنا بلکہ اس کی بات سننے کی بھی اجازت نہیں چنانچہ کنز العمال کی حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدمذہبوں کے متعلق فرمایا ((فلاتناکحوھم ولاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولاتصلوامعھم ولاتصلوا علیھم)) ترجمہ: (ان بدمذہبوں) کیساتھ نہ نکاح کرو! نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ پیو، ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابۃ وفضلھم رضی اللہ تعالی عنھم، جلد11، صفحہ765، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

ابن سیرین اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنن دارمی میں روایت ہے "انھما قالا لا تجالسوا اصحاب الاھواء، ولا تجادلوھم، ولا تسمعوا منھم" ترجمہ: ان دونوں نے فرمایا کہ بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے جدال کرو اور نہ ان کی بات سنو۔

(سنن دارمی، باب اجتناب اھل الاھواء والبدع والخصومۃ ج1، صفحہ121، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بلکہ ایک حدیث پاک میں کہا گیا کہ بدمذہب سے بیزاری اختیار کی جائے ((وللبن عساکر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا رأیتم صاحب بدعۃ فاکفھروا فی وجہہ مبتدع ولایجوز احد منھم علی الصراط لکن یتھافتون فی النار مثل الجراد والذباب)) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے روبرو اس سے ترش روئی (بیزاری) کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ ان میں کوئی پل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹڈی اور مکھیاں گرتی ہیں۔

(تذکرۃ الموضوعات للفتنی، صفحہ 18، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

اسلاف نے بدمذہب کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس کے عقائد اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہوں وہ گمراہ ہے ۔تاج

العروس اور معجم لغۃ الفقہاء میں ہے "أهل الاهواء:الذين لا يكون معتقدهم معتقد أهل السنة والجماعة، وهم :الجبرية، والقدرية، والروافض، والخوارج، والمعطلة، والمشبهة" ترجمہ: گمراہ وہ لوگ ہیں جو وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو اہل سنت کا ہے۔ان گمراہ فرقوں میں جبریہ، قدریہ، رافضی، خارجی، معطلہ، مشبہ فرقے ہیں۔

(معجم لغة الفقهاء، صفحه95، دار النفائس)

ردالمحتار میں ہے "اهل البدعة كل من قال قولا خالف فيه اعتقاد اهل السنة والجماعة" ترجمہ: جو اعتقاد میں اہل سنت کی مخالفت کرے وہ بد مذہب ہے۔

(ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، جلد4، صفحه 70، دار الفكر، بيروت)

لہٰذا ہندوستان اور پاکستان میں جو کوئی اہل سنت کے افعال جیسے یا رسول اللہ کہنا، ختم و نیاز، مزارت اولیاء کی تعظیم، عرس اولیاء وغیرہ کو شرک و بدعت کہے وہ وہابی ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:"اس ملک میں میلاد خوانی، زیارتِ قبور، فاتحہ اور تسبیح وتہلیل کا منکر وہابیوں کے سوا کوئی نہیں، یونہی نفس عرس کا منکر بھی ان کے علاوہ کوئی نہیں۔رہا رقص پر مشتمل عرس تو وہ خود نا جائز ہے۔وہابیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔فتح القدیر میں ہے: امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ بے شک بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔امور مذکور کا انکار وہابیوں کا شعار ہے، اسی طرح اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے مدد مانگنے اور یارسول اللہ اور یا علی کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں، ان کے مذہب کا خلاصہ وہ ہے جو ان کے امام نے تقویۃ الایمان میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا قائل مت ہو اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود پر صرف اتنی بڑائی دیتے ہیں جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر۔اس قسم کی بہت سی گستاخانہ باتیں نبیوں، ولیوں اور خود حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ پر چسپاں کرتے ہیں۔ان خبیثوں کے مذہب کا حاصل وہ ہے جو حضرت مولوی (مولانا روم) قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے انہوں نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعوی کھڑا کر دیا اور اولیاء اللہ کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے۔"

(فتاوی رضویه جلد29، صفحه203، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

**حوالہ جات (البریلویہ)**

1 ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ، جلد ۶ ص ۵۶

2 ملاحظہ ہو ''ماحی الضلالۃ'' از فتاوی رضویہ، جلد ۵ ص ۸۹

3 جاء الحق، از احمد یار ص ۲۸۲

4 ایضاً ص ۲۸۵

5 رواہ مسلم والترمذی والنسائی واحمد والحاکم والبیہقی

6 ایضاً

7 رواہ مسلم

8 کتاب الاثار، از امام محمد

9 کتاب الاصل، از امام محمد، جلد ۱، ص ۴۲۲

10 المبسوط، از امام سرخسی، جلد ۲، ص ۶۲

11 فتاوی قاضی خاں، جلد ۱ ص ۱۹۴

12 بدائع الصنائع، از امام کاسانی، جلد ۱ ص ۳۲۰

13 جلد ۲ ص ۲۰۹

14 جلد ۱ ص ۳۲۰

15 جلد ۱ ص ۲۷۴

16 جلد ۱ ص ۶۰۱

17 جلد ۱ ص ۶۶۱

18 جلد ۴ ص ۸۱

19 ص ۵۰

20 مجالس الابرار، از قاضی ابراہیم ص ۱۲۹

21 رواہ البخاری

22 احکام شریعت للبریلوی، ج ۱ ص ۱۷

23 ایضاً ص ۷۱

24 بریق المنار بشموع المزار ورفتاوی رضویہ، جلد ۴، ص ۱۴۴

25 جاء الحق، از احمد یار گجراتی، ص ۳۰۰

26 رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی

27 مرقاۃ، از ملا علی قاری، جلد ۱، ص ۴۷۰

28 مجالس الابرار ص ۱۱۸

29 جاء الحق، ص ۳۰۲

30 ردّ المختار، از ابن عابدین شامی، جلد ۲، ص ۱۳۹

31 درمختار، از حصکفی، جلد ۲، ص ۱۳۹

32 فتاوی عالمگیری، جلد ۱، ص ۱۷۸

33 روح المعانی، جلد ۱۵، ص ۲۱۹

34 فتاوی مطالب المومنین

35 فتاوی عزیزیہ، ص ۹

36 فتاوی شاہ رفیع الدین، ص ۱۴

37 مطالب المومنین

38 مشکوۃ المصابیح، باب المساجد عن مالک فی موطا

## ولایت نبوت سے افضل نہیں ہوسکتی

39 ﷺ ملاحظہ فرمائیں! کس طرح یہ لوگ قرآن مجید میں معنوی تحریف کا ارتکاب کررہے ہیں اور نبوت کی شان میں گستاخی کررہے ہیں۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور یہی عقیدہ ہے گمراہ ابن عربی صوفی کا۔ احمد یار گجراتی نے حضرت زکریا علیہ السلام کا مقام ومرتبہ حضرت مریم علیہا السلام سے گھٹادیا ہے۔ (العیاذ باللہ ﷻ)

مترجم صاحب عرصے بعد بولے بھی تو کیا فضول بولے۔ خود اپنی پوری کتاب تحریفوں سے بھری پڑی ہے، یہاں کیسے

اہل سنت پر تحریف کا الزام لگا رہے ہیں۔ پھر یہ تحریف کا الزام صرف اہل سنت ہی پر نہیں بلکہ تمام مفسرین پر لگا رہے ہیں کہ جملہ مفسرین نے یہی فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہی کھڑے ہوکر دعا کی۔

پھر مترجم صاحب کا ایک اور باطل استدلال دیکھیں کہ اس طرح کہنے سے حضرت زکریا علیہ السلام کا مقام گھٹا دیا گیا۔ ان کو اتنی فہم نہیں کہ افضل کا مفضول کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کے پاس کھڑے ہوکر دعا مانگنا، ان کے مقام کو کم نہیں کرتا۔ احادیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابی کے پیچھے نماز پڑھی، بلکہ قرآن پاک میں صریح واقعہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے افضل نبی کے ہوتے ہوئے ان کے امتی آصف بن برخیا نے تخت بلقیس حاضر کردیا۔ کیا وہابیوں کے نزدیک اس فعل سے امتی کا مقام نبی سے افضل ہوگیا؟

## وہابیوں کا ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہ کہنا

پھر مترجم صاحب نے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم عالم وصوفی کو گمراہ بھی کہہ دیا ہے۔ آج کل کے جدید تصوف سے جاہل وہابی جب ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنے سے عاجز آجاتے ہیں تو ان کو مشرک وگمراہ ٹھہراتے ہیں جبکہ ان وہابیوں کے بڑوں نے ابن عربی کو عظیم محدث مانا ہے اور ان کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ وہابی مولوی بکر بن عبد اللہ اپنی کتاب "معجم المناہی اللفظیۃ وفوائد فی الألفاظ" میں ابن عربی کی تعظیم کرتے ہوئے ان کے نام کے آگے رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے 'قال ابن العربی رحمہ اللہ تعالی۔۔" ترجمہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔۔۔۔

(معجم المناهي اللفظية وفوائد في الألفاظ صفحه 491، دار العاصمه الرياض)

بزرگانِ دین کو گمراہ ومشرک خود وہابی ٹھہراتے ہیں اور جب ان کے گستاخانہ عقائد کی وجہ سے ان پر کوئی شرعی حکم لگے تو چیختے ہیں۔

40 جاء الحق، ص ۳۴۵

41 مواعظ نعیمیہ، از گجراتی، ص ۲۲۴

42 بہار شریعت، جزء اول، ص ۵٦

43 بریلوی شریعت سے تو یہ بات ثابت ہوسکتی ہے اسلامی شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

## حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرس کا ثبوت

مترجم صاحب عرس پر کلام کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ بریلوی شریعت میں تو عرس جائز ہے اسلامی شریعت میں جائز نہیں۔مترجم صاحب نے اسلامی شریعت سے مراد وہابی شریعت لی ہے، وہابیت شریعت میں جہاں اور کئی چیزیں بغیر دلیل نا جائز ہیں، اس میں عرس بھی بغیر کسی دلیل کے نا جائز ہے، جبکہ شرعاً عرس محبوبانِ خدا کی یادگاری کے لیے دن مقرر کرنا ہے جو بے شک جائز ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم عبد الرزاق مصنف عبد الرزاق میں روایت کرتے ہیں "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی قبور الشہداء عند رأس الحول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ، قال وکان أبو بکر وعمر وعثمان یفعلون ذلك" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدا کی قبور پر تشریف لاتے تو انہیں یوں سلام کرتے تھے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، جلد3، صفحہ573، المکتب الإسلامی، بیروت)

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو اعراس اولیاء کرام کے لیے مستند مانا اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "ازینجاست حفظ اعراس مشائخ" ترجمہ: مشائخ کے عرس منانا اس حدیث سے ثابت ہے۔

(ہمعات ہمعہ، صفحہ58، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد پاکستان)

لو جی مترجم صاحب! اب آپ فیصلہ کرو کہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز کس شریعت میں ہیں وہابی شریعت میں یا اسلامی شریعت میں؟

44 رسالہ المعجزۃ العظمی المحمدیہ درج فتاویٰ صدر الافاضل، نعیم مراد آبادی، ص ۱۶۰

45 رسالہ حاجز البحرین، از بریلوی، درج فتاویٰ رضویہ، جلد۲، ص ۳۳۳

46 فتاویٰ رضویہ، جلد۱۰، ص ۶۶

47 ایضاً، ص ۲۰۷

48 بہارِ شریعت، از امجد علی رضوی، جزء۴، ص ۱۳۳

49 علم القرآن، از احمد یار، ص ۳۶

50 حکایات رضویہ، ص ۴۶

51 حکایات رضویہ، ص ۱۴۶

52 الحق المبین، از احمد سعید کاظمی، ص ۴۷

## فصل : عید میلاد النبی ﷺ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ میلاد ہے۔ پوری دنیا میں مسلمان بارہ ربیع الاول کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتے ہیں، گھروں اور بازاروں کو سجاتے ہیں، محفل میلاد کی محافل سجاتے ہیں جس میں نعت خوانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت بیان کی جاتی ہے۔ یہ سب بہت اچھا اور قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے۔قرآن پاک میں ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

(سورۃ یونس، سورۃ10، آیت58)

یقیناً مسلمانوں پر رب تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ اس نے اپنا محبوب ہمیں عطا فرمایا۔ اس نعمت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ اس نعمت پر رب کا شکر کرنا، اس کا چرچا کرنا عین اسلامی تعلیمات ہیں چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(سورۃ الضحیٰ، سورت93، آیت 11)

امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب الحاوی للفتاوی میں میلاد شریف کی اصل ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "سئل شيخ الإسلام حافظ العصر أبو الفضل ابن حجر عن عمل المولد، فأجاب بما نصه أصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة، ولكنها مع ذلك قد اشتملت على محاسن وضدها، فمن تحرى في عملها المحاسن وتجنب ضدها كان بدعة حسنة وإلا فلا، قال : وقد ظهر لي تخريجها على أصل ثابت وهو ما ثبت في الصحيحين من أن النبي صلى الله عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء ، فسألهم فقالوا : هو يوم أغرق الله فيه فرعون ونجى موسى فنحن نصومه شكرا لله تعالى ، فيستفاد منه فعل الشكر لله على ما من به في يوم معين من إسداء نعمة أو دفع نقمة، ويعاد ذلك في نظير ذلك اليوم من كل سنة" ترجمہ: شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے میلاد شریف میں ہونے والے افعال کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اصل میں میلاد بدعت ہے کہ قرون ثلاثہ کے سلف صالحین سے منقول نہیں ہے، لیکن یہ اچھے

اور ناپسندیدہ افعال پر مشتمل ہے اگر کوئی میلاد میں اچھے اعمال کرے اور غیر شرعی افعال (جیسے گانے باجے ،میوزک والی نعتیں، ذکر والی نعتیں وغیرہ) سے بچے تو میلاد بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔ اور فرمایا کہ میں لئے یہ ظاہر ہوا ہے کہ میلاد کی اصل ثابت ہے اور اس کا ثابت ہونا بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے پایا تو ان سے اس کی وجہ پوچھی تو یہودیوں نے کہا کہ اس دن فرعون غرق ہوا موسی علیہ السلام نے اس سے نجات پائی تو ہم اللہ عزوجل کے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ جس معین دن میں کوئی نعمت ملے یا کوئی مصیبت دور ہو اس دن اللہ عزوجل کا شکر کرنا درست ہے۔ اور ہر سال اس دن کو منانا اس واقعہ کی یاد تازہ کرنا ہے۔

(الحاوی للفتاوی بحوالہ ابن حجر ،حسن المقصد فی عمل المولد ،جلد1، صفحہ229، دارالفکر ،بیروت)

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن حجر ہیتمی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے انسان العیون میں لکھتے ہیں "وقد قال ابن حجر الهيتمى :والحاصل أن البدعة الحسنة متفق على ندبها، وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك أى بدعة حسنة، ومن ثم قال الإمام أبو شامة شيخ الإمام النووى :ومن أحسن ما ابتدع فى زماننا ما يفعل كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولده صلى الله عليه وسلم من الصدقات والمعروف وإظهار الزينة والسرور، فإن ذلك مع ما فيه من الإحسان للفقراء مشعر بمحبته صلى الله عليه وسلم وتعظيمه فى قلب فاعل ذلك، وشكر الله على ما منّ به من إيجاد رسول الله صلى الله عليه وسلم الذى أرسله رحمة للعالمين "ترجمہ: ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعتِ حسنہ ہی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوشامہ شیخ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں لوگوں نے جو اچھے کام شروع کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ ہر سال میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن صدقات کرتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں، خوشی اور زینت کا اظہار کرتے ہیں۔ پس بے شک اس میں فقراء پر احسان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اعمال اس کرنے والے کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت وعظمت ہونے کی علامت ہیں اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا ہے کہ اس نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات جیسی نعمت عطا فرمائی جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔

(انسان العیون ،باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا، جلد1، صفحہ123، دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی ایک ایمانی تقاضا بھی ہے اور اس کے فوائد بھی ہیں۔مصنف عبد الرزاق و دیگر کتب حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر جب ثویبہ جاریہ ابی لہب نے ابولہب کو سنائی اس وقت ابولہب نے خوش ہو کر ثویبہ کو آزاد کر دیا پھر کئی دن تک ثویبہ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔پھر ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا اور کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے تیرا؟ بولا "ما وجدت بعدکم راحة غير أني سقيت في هذه مني وأشار إلى النقرة التي تحت إبهامه في عتقي ثويبة" ترجمہ: تم سے جدا ہونے کے بعد میں نے راحت نہ پائی، البتہ جس انگلی سے ثویبہ کو (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی میں) آزاد کیا تھا اس انگلی سے چوستا ہوں تو کچھ راحت ملتی ہے۔بعض روایتوں میں ہے کہ اس نے کہا: آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات تخفیف ہوتی ہے۔اور دو انگلیوں سے پانی چوستا ہوں، جن کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔یہ قصہ اکثر معتبرین سے سنا گیا ہے۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ اور علامہ جزری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے رسالہ میلاد شریف میں اس کو لکھا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے "اذا كان هذا ابولهب الكافر الذي نزل القران بذمه جوزي في النار بفرحه ليلة مولد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم به فما حال المسلم الموحد من امته صلى الله تعالى عليه وسلم الى آخره "ترجمہ: جب یہ حال ابولہب جیسے کافر کا ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی منانے کی وجہ سے اس کو بھی قبر میں بدلہ دیا گیا تو آپ کے موحد و مسلمان امتی کا کیا حال ہوگا؟

(المواہب اللدنیہ المقصد الاول، ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد1، صفحہ89، المکتبۃ التوفیقیہ)

امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں "ثم لازال اهل الاسلام في سائر الاقطار والمدن يشتغلون في شهر مولده صلى الله عليه وسلم بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الرفيعة ويتصدقون في لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور يزيدون في المبرات ويهتمون بقرأة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم" ترجمہ: پھر اہل اسلام تمام اطراف و اقطار اور شہروں میں بماہ ولادت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمدہ کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اور اظہار سرور و کثرت حسنات واہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔

(انسان العیون بحوالہ السخاوی، جلد1، صفحہ83، المکتبۃ الاسلامیہ بیروت)

محفل میلاد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے واقعات، آپ کی شان وعظمت بیان کرنا درحقیقت ذکر اللہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کے ذکر کو اپنا ذکر فرمایا۔حدیث میں ہے رب عزوجل نے ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾ (ہم نے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر) کے نزول کے بعد، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھیج کرارشاد فرمایا"اتدری کیف رفعت لك ذکرك؟" ترجمہ: جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لئے کیونکر بلند فرمایا؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: تو خوب جانتا ہے۔فرمایا"جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك فقد ذکرنی" ترجمہ: میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

(کتاب الشفاء، الباب الاول، الفصل الأول فیما جاء من ذلك مجیء المدح والثناء وتعداد المحاسن، جلد1، صفحہ63، دار الفیحاء، عمان)

یہی روایت درمنثور میں بھی ہے۔اس کے علاوہ علمائے اہل سنت نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز ومستحب ہونے پر کثیر دلائل دیئے ہیں۔وہابی میلاد کو ناجائز وبدعت کہتے ہیں۔وہابیوں کے میلاد کو ناجائز کہنے کی دو وجوہات ہیں:۔ایک یہ ہے کہ ان کے بڑے امام نے کہا ہے: ''اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔''

(تقویۃ الایمان، الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراك، صفحہ12، مطبع علیمی، لاہور)

وہابی اپنے امام کی تقلید کرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو نہیں مانتے، انکی تعظیم ومحبت کے منکر ہیں، انہیں اپنے جیسا عام بندہ سمجھتے ہیں۔دوسری وجہ وہابیوں کے میلاد کو ناجائز کہنے کی وہی پرانا خودساختہ فارمولہ ہے کہ جو کام صحابہ نے نہیں کیا وہ بدعت ہے۔ان وہابیوں کو ابھی تک یہ نہیں پتہ چلا کہ ہر بدعت ناجائز نہیں ہوتی بعض بدعات مستحبہ بھی ہوتی ہیں اور میلاد بدعت مستحبہ ہے۔سیرت شامی میں ہے"تعرض البدعة علی القواعد الشریعة فاذا دخلت فی الایجاب فھی واجبة اوفی قواعد التحریم فھی محرمة او المندوب فھی مندوبة او المکروہ فھی مکروھة او المباح فھی مباحة" ترجمہ: بدعت کو قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا تو جب وہ وجوب کے قاعدہ میں داخل ہو تو واجب، یا اگر حرام کے تحت ہو تو حرام، یا مستحب کے تحت ہو تو مستحب، یا مکروہ کے تحت ہو تو مکروہ، یا وہ مباح کے قاعدہ کے تحت ہو تو مباح ہوگی۔

(الحاوی للفتاوی، باب الولیمہ، حسن المقصد فی عمل المولد، جلد 1، صفحہ229، دار الفکر، بیروت)

عظیم محدث امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی بہت پیاری تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں"أما کون تقبیل الخبز بدعة فصحیح، ولکن البدعة لا تنحصر فی الحرام بل تنقسم إلی الأحکام الخمسة، ولا شك أنه لا

یمکن الحکم علی ھذا بالتحریم؛ لأنه لا دلیل علی تحریمه ولا بالکراھة؛ لأن المکروہ ما ورد فیه نھی خاص، ولم یرد فی ذلك نھی، والذی یظھر أن ھذا من البدع المباحة، فإن قصد بذلك إکرامه لأجل الأحادیث الواردة فی إکرامه فحسن" ترجمہ: باقی روٹی کو چومنا تو صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت ہے۔لیکن ہر بدعت حرام پر منحصر نہیں ہوتی، بلکہ اسے پانچ اقسام پر تقسیم کیا جائے گا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ روٹی کے چومنے کو حرام ہونے کا کہنا ممکن نہیں کہ اس کے ناجائز و مکروہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔اس لئے کہ مکروہ وہ ہوتا ہے جس کے متعلق خاص ممانعت ثابت ہو اور روٹی چومنے کے متعلق کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔اس لئے روٹی چومنا بدعت مباح ہے۔البتہ اگر اس روٹی چومنے سے کوئی اس کا اکرام کرے کہ جو اس کے متعلق احادیث ہیں تو یہ چومنا بدعت حسنہ ہے۔

(الحاوی للفتاوی،باب الولیمة،تقبیل الخبز ھل ھو بدعة أم لا، جلد1، صفحہ 221،دار الفکر،بیروت)

یہ وہ محدث ہیں جن کے حوالے وہابی اپنی کتابوں میں بکثرت دیتے ہیں، انہوں نے صاف الفاظ میں وہابیوں کی خود ساختہ بدعت کی تعریف کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور یہ واضح فرمادیا جب روٹی جیسی چیز کو اکراما چومنا اچھا ہے اگرچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کی شان بیان کرنا، ان کا میلاد منانا، نقش نعلین شریف کی عزت و توقیر کرنا، گنبد خضراء کی تعظیم کرنا، اسے چومنا سب اسی قاعدہ کے تحت مستحب اعمال ہیں۔

## میلاد النبی ﷺ منانا اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے

﴿ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی غیر اسلامی عید ہے۔قرون اولیٰ میں اس کا کوئی وجود نہیں۔خود دیدار علی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ میلاد شریف کا سلف صالحین سے قرون اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں۔ یہ بعد میں ایجاد ہوئی ہے۔53 ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا غیر اسلامی کیسے ہے؟ وہابی کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی خوشی کرے تو خوشی جائز ہے، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی منائے تو غیر اسلامی ہے، کیا عجیب بات ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود پیر کے دن روزہ رکھتے تھے پوچھنے پر بتایا کہ میں اس دن پیدا ہوا۔گویا اس دن کی اصل ہے اگرچہ موجودہ دور کی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان عید نہیں مناتے تھے۔کئی افعال ایسے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیگر مصروفیات کی بنا پر وہ کام نہ کئے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی

المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی شخصیات سے بہت کم مروی ہیں کہ یہ ہستیاں دیگر افعال میں مصروف رہیں۔پھر کئی کام ایسے ہیں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے دور کے مطابق کئے جبکہ موجودہ دور میں وہ افعال نہیں کئے جاتے جیسے نظر اتارنے کے لئے نظر والے کا غسالہ لے کر جسے لگی ہوتی تھی اس پر ڈالا جاتا ہے، یہ اس دور میں رائج تھا، اب نظر اتارنے کا یہ طریقہ رائج نہیں، جب لڑکی رخصت ہو کر شوہر کے ہاں جاتی تھی تو رائج تھا کہ وہاں چند عورتیں جا کر یہ دعائیہ کلمات پڑھتی تھیں "اتینکم اتینکم فحیا نا وحیا کم" عید کے دن تلواروں سے کھیلا جاتا تھا وغیرہ۔الغرض ہر دور میں رہن سہن کے انداز بدلتے رہتے ہیں۔کون سا ایسا فرد ہے جو شادی بیاہ سے لے کر فوتگی تک صرف وہی فعل کرتا ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہو؟ ہرگز یہ کسی حدیث میں نہیں آیا اور نہ کسی امام نے فرمایا ہے کہ جو فعل صحابہ کرام علیہم الرضون نے نہ کیا ہو وہ مطلقا ناجائز و بدعت ہے۔وہابیوں کو چیلنج ہے اس پر کوئی دلیل لائیں۔ناجائز وہی ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ورنہ اگر یہ معیار بنالیا جائے کہ جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نہیں کیا وہ ناجائز ہے تو وہابیوں کا سالانہ اجتماع کیسے جائز ہوا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان تو سالانہ اجتماع نہیں کرتے تھے؟ سالانہ ان کے مدارس کی دستار بندی، تقسیم اسناد کیسے جائز ہوگئیں؟ میلاد شریف تو وہابی شریعت میں ناجائز ہوا، وہابیوں کی سیرت کانفرنس کیسے جائز ہوگئی؟ میلاد شریف چند سال پہلے کی ایجاد نہیں بلکہ کئی صدیوں سے مسلمانوں میں رائج ہے اور جید علمائے اسلاف نے اسے مستحب کہا ہے۔تفسیر روح البیان میں ہے "ومن تعظیمه عمل المولد اذا لم یکن فیه منکر قال الامام السیوطی قدس سره یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیه السلام ۔۔وقد قال ابن حجر الهیتمی ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له کذلك ای بدعة حسنة قال السخاوی لم یفعله احد من القرون الثلاثة وانما حدث بعد ثم لا زال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ویعتنون بقرآءة مولده الکریم ویظهر من برکاته علیهم کل فضل عظیم قال ابن الجوزی من خواصه انه امان فی ذلك العام وبشری عاجلة بنیل البغیة والمرام واول من احدثه من الملوك صاحب اربل وصنف له ابن دحیة رحمه الله کتابا فی المولد سماه التنویر بمولد البشیر النذیر فأجازه بألف دینار وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلا من السنة وکذا الحافظ السیوطی وردا علی الفاکهانی المالکی فی قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة" ترجمہ: میلاد شریف کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے جبکہ وہ بُری

باتوں سے خالی ہو۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا پھر ہر طرف کے اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ میلاد شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ طرح طرح کا صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ عزوجل کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونیکی خوشخبری ہے۔ جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے اور ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اسکو ہزار اشرفیاں نذر کیں۔ حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ایسوں کو رد کیا ہے جو میلاد شریف کو بدعت سیئہ کہتے اور اس سے منع کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان، فی تفسیر، سورۃ فتح، سورت 48، آیت 28، جلد9، صفحہ56، دار الفکر، بیروت)

## انسانی فطرت ہے کہ بندہ خاص دن نہیں بھولتا

﴾ اس کے باوجود ان کا عقیدہ ہے کہ محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا، اس کے ذکر کے موقعہ پر خوشبو لگانا، گلاب چھڑکنا، شیرینی تقسیم کرنا، غرضیکہ خوشی کا اظہار کرنا جو جائز طریقے سے ہو، وہ مستحب ہے اور بہت ہی باعث برکت۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اس لیے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے۔ لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔''54 ﴿

انسانی فطرت ہے کہ جس دن کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہو انسان اسے نہیں بھولتا، اسے یاد کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں ہر ملک جشن آزادی مناتا ہے۔ خود وہابیوں کے بڑے جنگ نہروان کو یاد کیا کرتے تھے، یہ جنگ نہروان وہ ہے جو خارجیوں کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تھی۔ تاریخ طبری میں ہے "وکانت الخوارج یلقی بعضهم بعضا، ویتذاکرون مکان إخوانهم بالنهروان ویرون أن فی الإقامة الغبن والوکف، وأن فی جهاد أهل القبلة الفضل والأجر" ترجمہ: خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں کو یاد کیا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ

بیٹھے رہنے میں ظلم وخیانت ہے اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر وفضیلت ہے۔

(تاریخ الطبری، الجزء الخامس، سنہ اثنین و اربعین، جلد5، صفحہ174، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ جو کسی مہمان کے آنے کی خوشی کرتا ہے، مہمان بھی اس سے خوش ہوتا ہے۔انسان العیون میں ہے: بعض صالحین خواب میں زیارت جمال اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ جو لوگ ولادت حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا "مَنْ فَرِحَ بِنَا فَرِحْنَا بِہٖ" ترجمہ: جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔

(انسان العیون، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ754، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## میلاد کا ثبوت انبیاء وملائکہ علیہم السلام سے

﴿ نیز ''میلاد شریف قرآن وحدیث اور ملائکہ اور پیغمبروں سے ثابت ہے۔''55

نیز: ''میلاد ملائکہ کی سنت ہے۔اس سے شیطان بھاگتا ہے۔''56 ﴾

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں: ''میلاد شریف قرآن و احادیث و اقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں علیہم السلام کے فعل سے ثابت ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔(1) رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ﴾ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اللہ کی بڑی نعمت ہے۔میلاد پاک میں اسی کا ذکر ہے۔لہٰذا محفل میلاد کرنا اس آیت پر عمل ہے۔

(2) ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ﴾ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔اور حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے، اس کا چرچا کرنا اسی آیت پر عمل ہے۔آج کسی کے ہاں فرزند پیدا ہو تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ کا جشن کرتا ہے۔کسی کو سلطنت ملے تو ہر سال اس تاریخ پر جشن جلوس مناتا ہے۔تو جس تاریخ کو دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا؟ خود قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد جگہ جگہ ارشاد فرمایا۔فرماتا ہے ﴿لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ﴾ اے مسلمانو! تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لے آئے۔اس میں ولادت کا ذکر ہوا۔پھر فرمایا ﴿مِنْ اَنْفُسِکُمْ﴾ حضور علیہ السلام کا نسب نامہ بیان ہوا کہ وہ تم میں سے یا تمہاری بہترین جماعت میں سے ہیں۔﴿حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ﴾ سے آخر تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان ہوئی۔آج میلاد شریف میں یہ ہی تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

(3) ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا﴾ اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیج دیا۔﴿ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ﴾ رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

غرض یہ کہ بہت سی آیات ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ میلاد کا ذکر سنت الٰہیہ ہے۔ اب اگر جماعت کی نماز میں امام یہ ہی آیات ولادت پڑھے تو عین نماز میں میرے آقا کا میلاد ہوتا ہے۔ دیکھو امام صاحب کے پیچھے مجمع بھی ہے اور قیام بھی ہو رہا ہے۔ پھر ولادت پاک کا ذکر بھی ہے بلکہ خود کلمہ طیبہ میں میلاد شریف ہے۔ کیونکہ اس میں ہے ''محمد رسول اللہ'' محمد اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کے معنی ہیں بھیجے ہوئے اور بھیجنے کے لئے آنا ضروری ہے۔ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہو گیا۔ اصل میلاد پایا گیا۔

قرآن کریم نے تو انبیاء علیہم السلام کا بھی میلاد بیان فرمایا ہے۔ سورۃ مریم میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حاملہ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر۔ حتیٰ کہ حضرت مریم کا درد زہ، اس تکلیف میں جو کلمات فرمائے کہ ﴿یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا﴾ پھر ان کی ملائکہ کی طرف سے تسلی پانا۔ پھر یہ کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس وقت کیا غذا کھائی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قوم سے کلام فرمانا، غرض یہ کہ سب ہی بیان فرمایا۔ یہ ہی میلاد خواں بھی پڑھتا ہے کہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ولادت پاک کے وقت فلاں فلاں معجزات دیکھے۔ پھر یہ فرمایا، پھر اس طرح حوران بہشتی آپ کی امداد کو آئیں۔ پھر کعبہ معظمہ نے آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کو سجدہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ، وہی قرآنی سنت ہے۔ اسی طرح قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، ان شیر خوارگی، ان کی پرورش، ان کا چلنا پھرنا، مدین میں جانا، حضرت شعیب کی خدمت میں جانا، وہاں رہنا اور ان کی بکریاں چرانا، ان کا نکاح، ان کی نبوت ملنا، سب کچھ بیان فرمایا۔ یہ ہی باتیں میلاد پاک میں ہوتی ہیں۔

مدارج النبوۃ (شیخ عبد الحق) وغیرہ نے فرمایا کہ سارے پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان تو قرآن نے بھی نقل فرمایا ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ﴾ میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام پاک احمد ہے۔ سبحان اللہ بچوں

کےنام پیدائش کے ساتویں روز ماں باپ رکھتے ہیں ۔مگر ولادت پاک سے 570 سال پہلے مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کانام احمد ہے، ہوگا نہ فرمایا۔معلوم ہوا کہ ان کا نام پاک رب تعالیٰ نے رکھا۔کب رکھا؟ یہ تو رکھنے والا جانے ۔

یہ بھی میلاد ہے ۔صرف اتنا فرق ہوا کہ ان حضرات نے اپنی قوم کے مجمعوں میں فرمایا کہ وہ تشریف لائیں گے۔ہم اپنے مجمعوں میں کہتے ہیں کہ وہ تشریف لے آئے ۔فرق ماضی و مستقبل کا ہے کا،بات ایک ہی ہے ۔ثابت ہوا کہ میلاد سنت انبیاء علیہم السلام بھی ہے ۔رب تعالیٰ فرماتا ہے﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔معلوم ہوا کہ فضل الٰہی پر خوشی منانا حکم الٰہی ہے اور حضور علیہ السلام رب کا فضل بھی ہیں اور رحمت بھی ۔لہٰذا ان کی ولادت پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے اور چونکہ یہاں خوشی مطلق ہے۔ہر جائز خوشی اس میں داخل ۔لہٰذا محفل میلاد کرنا،وہاں زیب وزینت سج ودھج وغیرہ سب باعث ثواب ہیں ۔

(4) مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں ذکر ولادت میں ہے کہ شب ولادت میں ملائکہ نے آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ ہاں ازلی راندہ ہوا شیطان رنج وغم میں بھاگا پھرا۔(جیسا کہ ابن کثیر اور دیگر علماء نے اس روایت کو نقل کیا) اس سے معلوم ہوا کہ میلاد سنت ملائکہ بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت پیدائش کھڑا ہونا ملائکہ کا کام ہے اور بھاگا بھاگا پھرنا شیطان کا فعل ہے۔اب لوگوں کو اختیار ہے کہ چاہے تو میلاد پاک کے ذکر کے وقت ملائکہ کے کام پر عمل کریں یا شیطان کے۔

(5) خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہوکر اپنی ولادت پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے ۔جس سے معلوم ہوا کہ میلاد پڑھنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے ۔''

(جاء الحق، صفحہ239,240،نعیمی کتب خانہ گجرات)

## میلادالنبی ﷺ مستحب ہے یا واجب؟

﴿ دیدار علی لکھتے ہیں: ''میلاد سنت اور واجب ہے۔''57 ﴾

ہرگز مروجہ میلاد شریف کو دیدار شاہ صاحب نے سنت وواجب نہیں فرمایا۔جیسے اوپر مفتی صاحب نے قرآن وحدیث کی روشنی میں میلاد کی اصل بیان کی اور اسے سنت الٰہیہ،سنت انبیاء علیہم السلام ثابت کیا۔اسی طرح دیگر علمائے کرام نے نفس میلاد کو

دلائل سے واجب فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشی کرنا ایمانی تقاضہ ہے۔ بعض عمل ایسے ہوتے ہیں جو فی نفسہ واجب نہیں ہوتے لیکن لغیرہ واجب ہوجاتے ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس گھڑی پیدا ہوئے اس گھڑی تعظیماً کھڑے ہونے کو علمائے اسلاف نے مستحب فرمایا ہے مشہور عالم دین مولانا جمال عمر قدس سرہ نے اس قیام کو مستحب فرمایا اور ان کے اس فتوی پر موافقت فرمائی مولانا صدیق بن عبد الرحمٰن کمال رحمۃ اللہ علیہ مدرس مسجد حرام اور حضرت علامۃ الوری علم الہدیٰ مولانا وشیخنا وبرکتنا السید السند احمد وزین دحلان شافعی اور مولانا محمد بن محمد کتبی مکی اور مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی مالکیہ وغیرہم اکابر علما نے نفعنا اللہ تعالیٰ بعلومہم آمین۔ مولانا حسین فرماتے ہیں "استحسنہ کثیر من العلماء وھو حسن لما یجب علینا تعظیمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" ترجمہ: اسے بہت علماء نے مستحسن رکھا اور وہ حسن ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے۔

مولانا محمد بن یحیٰ حنبلی مفتی حنابلہ فرماتے ہیں "نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذ یحضرروحانیتہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فعند ذلك یجب التعظیم والقیام" ترجمہ: ہاں ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام ضرور ہے کہ روح اقدس حضور معلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم وقیام ضرور ہوا۔

(ملخصاً از، فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ510، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دیکھیں کہ علمائے کرام نے تعظیم کو واجب کہہ دیا، جبکہ فی نفسہ قیام واجب نہیں۔ مولانا دیدار شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں: ''قیام مولود میں نہ سنت ہے نہ واجب۔''

(فتاوی دیداریہ، جلد1، صفحہ50، مکتبہ العصر، گجرات)

لہٰذا دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ نظریہ نہیں تھا کہ مروجہ میلاد جس طرح منایا جاتا ہے یہ واجب ہے۔ میلاد مستحب عمل ہے۔

## ذکر میلاد کے وقت قیام

﴾ نیز: ''ذکر میلاد کے وقت کھڑے ہونے کا قرآن مجید (کون سے قرآن مجید؟) میں حکم ہے۔''58 ﴿

ذکر میلاد کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے اور آپ کی تعظیم کا قرآن پاک میں حکم ہے چنانچہ فرمایا﴿لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

(سورۃ الفتح، سورۃ 48، آیت 9)

بدیہی سے بات ہے اور وہابی اس پر اعتراض کرر ہے۔خود وہابی بتوں والی آیات کو اولیاء کرام پر منطبق کر کے باطل استدلال کرتے ہیں اور اہل سنت کے قرآن سے صحیح استدلال پر اعتراض کرتے ہیں۔وہابی ذرا یہ تو بتائیں کہ کون سے قرآن میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مدد مانگنا شرک ہے اور کونسی حدیث میں آیا ہے کہ ایسا بندہ ابوجہل سے بڑا مشرک ہے؟

## اگر محافل میلاد نا جائز ہیں تو وہابی جلسے کیوں جائز ہیں؟

﴿ اور یہی دیدار علی ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ میلاد شریف کی اصل قرون اولی سے ثابت نہیں۔ ﴾

اگر ثابت نہیں تو کیا نا جائز ہے؟ کیا میلاد کی محافل نا جائز اور تمہارے جلسے جائز ہیں؟ خود وہابی اپنی احتجاجی ریلیوں کو جہادِ عظیم سمجھتے ہیں اور اہل سنت کے جلوسِ میلاد پر گولیاں چلاتے ہیں۔

## میلاد شریف میں رلا دینے والے قصے بیان کرنا

﴿ جناب بریلوی کہتے ہیں: ''میلاد شریف میں رلا دینے والے قصے بیان کرنا نا جائز ہے۔''59 ﴾

جی ہاں! یہ شرعی حکم ہے کہ سوگ تین دن سے زائد نہیں ہوتا۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی جید علمائے اسلام جیسے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے چنانچہ الحاوی للفتاوی میں فرماتے ہیں"وقد أمر الشرع بالعقیقة عند الولادة، وهی إظهار شکر وفرح بالمولود، ولم یأمر عند الموت بذبح ولا بغیره بل نهى عن النیاحة وإظهار الجزع، فدلت قواعد الشریعة علی أنه یحسن فی هذا الشهر إظهار الفرح بولادته صلی الله علیه وسلم دون إظهار الحزن فیه بوفاته" ترجمہ: شریعت نے ولادت کے موقع پر عقیقے کا حکم دیا کہ یہ پیدائش کی خوشی اور شکر کا اظہار ہے۔موت پر اس طرح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ نوحہ وجزع سے منع کیا ہے۔شریعت کے مذکورہ اصول کا تقاضا ہے کہ ولادت

مصطفیٰ کے مہینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی منائی جائے نہ کہ وصال کا غم کیا جائے۔

(الحاوی للفتاوی، کتاب النکاح ،باب الولیمہ، جلد1، صفحہ226، دار الفکر، بیروت)

## وہابیوں کا صحابہ وعلمائے اسلاف کو بدعتی ٹھہرانا

﴿ بریلوی قوم نے اکل وشرب کو دوام بخشنے کے لیے اس طرح کی بدعات جاری کی ہیں اور دین اسلام کو غیر شرعی رسوم ورواج کا مجموعہ بنادیا ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کو بھی استعمال کیا تاکہ کھانے پینے کا بازار بخوبی گرم ہوسکے،حالانکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے''مــن احدث فی امرنا ھذا فھو ردّ''جس نے دین کے معاملے میں کوئی نئی چیز ایجاد کی اسے رد کردیا جائے گا۔60

نیز ''ایّاکـم و مـحـدثات الامور کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ'' دین میں نئی نئی رسموں سے بچو۔ہرنئی رسم بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔61 ﴾

دین کےنام پر کون اپنی دوکانداری چمکا تا ہے یہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔وہابی مسلمانوں کو شرک وبدعتی ٹھہرانے کے لئے شرک وبدعت کی غلط تعریف کرتے ہیں۔تمام محدثین ومفسرین وفقہائے کرام نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بدعت حسنہ اور ایک بدعت سیئہ۔جس نئے کام کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہووہ بدعت حسنہ ہے اور جو قرآن وسنت کے خلاف ہے وہ بدعت سیئہ ہے۔جیسے تلاوت،نعت،ذکر اللہ اس کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے یہ ثواب ہے،اب یہ ذکر اللہ چاہے میلاد شریف میں ہو یا گیارہویں شریف میں یا ختم پاک میں یہ ثواب ہی رہے گی اور اسے بدعت حسنہ کہیں گے۔ماتم کرنا،مزامیر کے ساتھ نعت وقوالی وغیرہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اس لئے یہ بدعت سیئہ ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ایسے کئی افعال کئے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کئے تھے،پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد تابعین،تبع تابعین ، ائمہ کرام ،علمائے اسلاف نے کئی ایسے افعال کئے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں نہیں ہوتے تھے۔بخاری شریف کی حدیث پاک ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ''مــارأیــت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسبح سبحۃ الضحی وانی لا سبحھا'' ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز چاشت ادا کرتے نہیں دیکھا اور میں ادا کرتی ہوں۔

(صحیح بخاری ،کتاب الجمعہ،باب من لم یصل الضحی ورآہ واسعہ جلد2،صفحہ58،دار طوق النجاۃ)

عالمگیری میں ہے "لاباس بکتابۃ اسامی السور وعدد الآی وھوان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیء کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ " ترجمہ: مصحف شریف میں سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں ۔یہ اگر چہ نئی ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نو ایجاد تو ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔

(فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ، باب آداب المسجد، جلد5، صفحہ323، دار الفکر، بیروت)

مرقاۃ شریف میں ہے "احداث مالاینازع الکتاب والسنۃ کما سنقررہ بعدلیس بمذموم "ترجمہ: ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو، برا نہیں، جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، جلد1، صفحہ222، دار الفکر، بیروت)

وہابی اپنی ضد بازی میں ہر بدعت کو ناجائز کہتے ہیں اور بدعت حسنہ وسیئہ کا نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ اسے گمراہی کہتے ہیں چنانچہ ایک وہابی مولوی مختار احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں: ''بعض لوگوں نے بدعتوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں(1) بدعت حسنہ(اچھی بدعت)(2) بدعت سیئہ(بری بدعت) حالانکہ یہ تقسیم قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہے۔۔۔بدعت حسنہ اور سیئہ کی تقسیم غلط ہی نہیں بلکہ خود ایک گمراہی اور بدعت ہے۔''

(بدعت اس کی تعریف،اسباب اور علاج، صفحہ، الدعوۃ الجالیات بالجبیل،سعودیہ)

آئیں آپ کو دکھائیں کہ کونسی ہستیاں بدعت حسنہ کی قائل ہیں اور وہابیوں کی اس تعریف کے تحت گمراہ ہیں؟

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں "نعم البدعۃ ھذہ" ترجمہ: کیا اچھی بدعت ہے یہ۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم،فضل من قام رمضان، جلد3، صفحہ45،دار طوق النجاۃ)

پتہ چلا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدعت حسنہ کے قائل تھے۔سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز چاشت کی نسبت فرماتے ہیں "صلاۃ الضحی بدعۃ ونعمت البدعۃ" ترجمہ: چاشت کی نماز بدعت ہے اور اچھی بدعت ہے۔

(المعجم الکبیر،مجاہد عن ابن عمر، جلد12، صفحہ424،مکتبہ ابن تیمیہ القاہرۃ)

امام جلال الدین سیوطی، امام بیہقی، ملاعلی قاری رحمہم اللہ اور وہابیوں کے پیشوا شوکانی حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت کرتے ہیں "المحدثات من الامور ضربان احدهما احدث مما یخالف کتاباً او سنۃ او اثراً او اجماعاً فھذہ البدعۃ ضالۃ والثانی ما احدث من الخیر ولا خلاف فیہ لواحد من ھذہ وھی غیر مذمومۃ" ترجمہ: نو پید باتیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ ہیں کہ قرآن یا احادیث یا آثار و اجماع کے خلاف نکالی جائیں یہ تو بدعت و گمراہی ہے۔ دوسری وہ اچھی بات کہ احداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔

(القول المفید فی أدلۃ الاجتہاد والتقلید، جلد1، صفحہ79، دار القلم، الکویت)

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں "این ھمہ گرچہ بدعت ست وازصحابہ وتابعین نقل نہ کردہ اندلیکن نہ ہرچہ بدعت بود نہ شاید کہ بسیاری بدعت نیکو باشد پس بدعت مذموم آں بود کہ بر مخالفت سنّت بود" ترجمہ: یہ سب امور اگرچہ نو پید ہیں اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں ہیں مگر ایسا بھی نہیں، ہر نئی بات نا جائز ہو کیونکہ بہت ساری نئی باتیں اچھی ہیں۔ مذموم بدعت وہ ہو گی جو سنت رسول کے مخالف ہو۔

(کیمیائے سعادت، رکن دوم، اصل ہشتم، باب دوم، صفحہ388,389، انتشارات گنجینہ، ایران)

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں "والبدعۃ ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی حسنۃ وان کانت مما تندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی مستقبحۃ والافھی من قسم المباح" ترجمہ: بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔

(فتح الباری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، جلد4، صفحہ253، دار المعرفہ، بیروت)

عبد الحی امام ابن حجر مکی کی فتح مبین شرح اربعین سے مجموعہ فتاوی میں نقل کرتے ہیں "المراد من قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ ماینافیہ او لا یشھدلہ قواعد الشرع والادلۃ العامۃ" ترجمہ: حدیث کی مراد یہ ہے کہ وہی نو پید چیز بدعت سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق و دلائل عموم تک اس کی گواہی نہ دیں۔

(مجموعہ فتاوی، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد2، صفحہ8، مطبوعہ یوسفی فرنگی محلی، لکھنؤ)

پھر ایک جگہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں"ھر محدثیکه وجودش بخصوصه درزمانے از ازمنه ثلثه نباشد لیکن سندش در دلیلے ازادله اربعه یافته شود هم مستحسن خواهد شد نمی بینی که بنائے مدارس "ترجمہ: ہر وہ نئی شی جس کا وجود تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں نہ ہو لیکن اس پر ادلّہ اربعہ سے سند موجود ہو تو وہ بھی مستحسن ہوگی۔آپ مدارس وغیرہ کی ایجاد نہیں دیکھتے؟

(مجموعہ فتاوی، کتاب الحظر والاباحہ جلد2، صفحہ9، مطبع یوسفی فرنگی محلی، لکھنو)

اس کے علاوہ اور کثیر علمائے اسلاف کے اقوال ہیں جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ہر بدعت ناجائز نہیں بعض افعال بدعت حسنہ ہوتے ہیں۔لیکن وہابیوں کی ہٹ دھرمی پر ہزار تف ہے کہ ان کے نزدیک بدعت حسنہ کا قائل گمراہ ہے۔اس لحاظ سے وہابیوں کے نزدیک صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے بعد آنے والے جید علمائے اسلام معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے۔اب چند حوالے خود وہابیوں کے اپنے بڑوں کے پیش کئے جاتے ہیں جو بدعت حسنہ کے قائل تھے۔

مشہور وہابی غیر مقلد عالم وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتا ہے "اما البدعة اللغويه فهي تنقسم الى مباحة ومكروهة وحسنة وسيئة " ترجمہ: بہرحال باعتبار لغت بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں بدعت مباح، بدعت مکروہ، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔

(ہدیۃ المہدی، صفحہ117، میور پریس، دہلی)

وہابیوں کے امام قاضی شوکانی نے فتح الباری سے نقل کر کے اقسامِ بدعت کے بارے میں لکھا ہے: ''لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے۔اس لئے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔''

(نیل الاوطار، جلد3، صفحہ 325، مکتبۃ الکلیات الازہریہ)

شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفہ میاں اسمٰعیل اور ان کے پیر سیّد احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدّد صاحب اور عمائد سلسلہ مرزا مظہر صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب وغیرہم سے

جنہوں نے اذکار واشغال واوراد وغیر ہا کے صدہا طریقے احداث وایجاد کئے اور ان کے محدث ومخترع ہونے کے خود اقرار لکھے پھر انھیں سببِ قُربِ الٰہی ورضائے ربانی جانا اور خود عمل میں لاتے، اوروں کو اُن کی ہدایت وتلقین کرتے رہے۔شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں لکھتے ہیں "لم یثبت تعین الاداب ولاتلك الاشغال "ترجمہ: نہ یہ تعیّن آداب ثابت ہے اور نہ یہ اشغال۔

(القول الجمیل مع شفاء العلیل،فصل 11،صفحہ173،مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

مرزا جانِ جاناں صاحب مکتوب ۱۱ میں فرماتے ہیں "ذکر جهر یا کیفیاتِ مخصوصه ونیز مراقبات نه اطوار معموله که در قرونِ متأخره رواج یافته از کتاب و سنّت ماخوذ نیست بلکه حضرات مشائخ بطریق الهام واعلام از مبدء فیاض اخذ نموده اند و شرع ازاں ساکت است وداخل دائره اباحت وفائده دراں متحقق وانکار آں ضرورتے " ترجمہ: ذکر بالجہر مخصوص کیفیات کے ساتھ اس طرح اطوار معمول کے ساتھ مراقبات جو متاخرین کے دور میں رواج پا چکے ہیں یہ کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں بلکہ حضرات مشائخ نے بطریقِ الہام واعلام مبدء فیاض سے حاصل کئے ہیں اور شریعت ان کے بارے میں خاموش ہے اور یہ دائرہ اباحت میں داخل اور ان کے فوائد ہیں نقصان کوئی نہیں۔

(مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات،مکتوب 11،صفحہ23،مطبع مجتبائی،دہلی)

امام الطائفہ مانعین اسمٰعیل دہلوی رسالہ نذور میں کہ مجموعہ زبدۃ النصائح میں مطبوع ہوا صاف مُقر کہ معانقہ روزِ عید کو بدعت ہو بدعت حسنہ ہے۔یوں کہا "همه وقت از قرآن خوانی فاتحه خوانی وخورانیدن طعام سوائے کندن چاه وامثال دعاواستغفار واُضحیه بدعت ست بدعت حسنه بالخصوص است مثل معانقه روز عید ومصافحه بعد نماز صبح یا عصر " ترجمہ: کنواں کھودنے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں اور دعا استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب بدعت ہیں۔مگر خاص بدعت حسنہ ہیں جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا۔(بدعتِ حسنہ ہے۔)

(مجموعہ زبدۃ النصائح،ماخوذ از فتاوی رضویہ،جلد8،صفحہ614،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

لو جی وہابیو! تمہارے امام نے صاف طور پر قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کو بدعت حسنہ کہہ دیا ہے اور تمہارے نزدیک ختم کا کھانا معاذ اللہ خنزیر برابر ہے۔تمہارے نزدیک تمہارا اپنا پیشوا ہی گمراہ ٹھہرا کہ وہ بدعت حسنہ کا قائل ہے۔یہی انجام ہوتا ہے ضد بازی کا اور امت مسلمہ کو مشرک وبدعتی ٹھہرانے کا۔شرک، بدعت اور رسم ورواج کے جائز نا جائز ہونے پر مزید معلومات کے

لئےفقیر کی کتاب ''رسم ورواج کی شرعی حیثیت'' کا مطالعہ کرلیں۔

## وہابی اعتراض کہ میلادشریف صحابہ کرام نے کیوں نہیں منایا؟

اور خود عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی عزیز کی عید میلادنہیں منائی اور نہ ہی ان کی وفات کے بعد قل وغیرہ کروائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ رسموں میں سے کوئی رسم ادا نہیں کی۔اگر ان رسموں کا کوئی فائدہ ہوتا یا ایصال ثواب کا ذریعہ ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور عمل فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

اگر کسی قبر پر عرس وغیرہ کرنا باعث ثواب اور حصول برکات کا سبب ہوتا تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کسی صورت میں بھی اس سے محروم نہ رہتے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان سے زیادہ محبت کس کو ہو سکتی ہے؟ مگر ان میں سے کسی سے بھی اس قسم کے اعمال ثابت نہیں۔معلوم ہوا یہ سب رسمیں کسب معاش کے لیے وضع کی گئیں ہیں۔ثواب وبرکات کا حصول محض ایک دھوکہ ہے۔

وہابی صاحب! کوئی دلیل بھی دیدو کہ اس طرح ڈھکوسلے مارتے رہنا ہے۔ہم نے اپنے مؤقف پر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر بعد کے جید علمائے اسلام سے دلائل پیش کئے ہیں کہ بدعت حسنہ بھی کوئی چیز ہے۔تمہاری کیسٹ ادھر ہی پھنسی ہوئی ہے کہ جو کام صحابہ نے نہ کیا وہ ناجائز وبدعت ہے۔یہ ضروری نہیں کہ جو کام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں نہ ہوا اور بعد میں ایجاد ہوا تو بیکار ہے، ناجائز وبدعت ہے۔مسجدوں کے محراب بنانا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں نہ تھا، اب ساری دنیا میں مسجدوں کے محراب وگنبد ومینار بنائے جاتے ہیں، تمہاری اپنی مسجدوں کے بھی ہیں۔اب آپ بتاؤ اگر ان کو بنانے کا کوئی فائدہ ہوتا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نہ بناتے؟ خود لوگوں کے گھروں میں جا کر قربانی کی کھالیں کیوں مانگتے ہو، اس کا کیا فائدہ ہے؟ اگر فائدہ ہوتا تو کیا صحابہ کرام نہ مانگتے؟ لہٰذا یہ ڈرامہ چھوڑو اور سیدھے راستے پر آجاؤ! جو بدعت کی تعریف واقسام بزرگان دین نے کی ہے اس پر چلو، اپنی خودساختہ تعریف چھوڑ دو۔مسلمانوں کو تو بدعتی ٹھہراتے ہو کبھی اپنا بھی محاسبہ کرلیا کرو کہ کئی بدعات کا ارتکاب کرنے والے ہو۔عمامہ پہننا، سرڈانپ کر نماز پڑھنا سنت مبارکہ ہے اور تم لمبی داڑھیاں چھوڑ کر ننگے سر گھومتے ہو اور ننگے سر نماز پڑھنے کو کئی وہابی سنت سمجھتے ہیں۔قبر پر پاؤں رکھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور تم پوری

پوری قبریں ہی اکھاڑ پھینکتے ہو۔صدیوں سے صفا اور مروہ ایک مخصوص جگہ تھی تمہارے سعودی وہابیوں نے نئی بدعت سینہ ایجاد کی اور اس جگہ میں اضافہ کردیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی پر اس طرح کی بے تکی دلیلیں دیتے ہو کہ اگر اس کا کوئی فائدہ ہوتا تو صحابہ کرام کیوں نہ مناتے ؟ پہلے بتایا کہ صحابہ کرام کا دور موجودہ دور سے قدرے مختلف تھا،صحابہ کرام کے ذمے ایسے کئی کام تھے جو بہت ضروری تھے،وہ اس پر لگے رہے۔کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا وہ واقعہ یاد نہیں جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے،صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کس طرح جوش وخروش سے آپ کا استقبال کیا تھا؟ اللہ اللہ یہ وہ دن تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دھوم ہے،زمین وآسمان میں خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں، خوشی وشادمانی ہے کہ درو دیوار سے ٹپکی پڑتی ہے،مدینے کے ایک ایک بچے کا دمکتا چہرہ انا ردانہ ہو رہا ہے،باچھیں کھلی جاتی ہیں، دل ہیں کہ سینوں میں نہیں سماتے،سینوں پر جامے تنگ،جاموں میں قبائے گل کا رنگ،نور ہے کہ چھما چھم برس رہا ہے فرش سے عرش تک نور کا بقعہ بنا ہے،شوقِ دیدارِ محبوبِ کردگار میں یوں کہا جاتا ہے کہ:۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع　　وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ترجمہ: ہم پر چاند نکل آیا وداع کی گھاٹیوں سے۔ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے۔

بنی نجار کی لڑکیاں کوچے کوچے محوِ نغمہ سرائی ہیں کہ:۔

نحن جوارٍ من بنی النجار　　یا حبذا محمد من جار

ترجمہ: ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں۔اے نجاریو! محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیسا اچھا ہمسایہ ہے۔

(المواہب اللدنیہ، الہجرۃ الی المدینہ متی انشد طلع البدر، جلد1، صفحہ185، المکتبۃ التوفیقیہ القاہرۃ)

جس طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ آمد پر موقع محل کے حساب سے جشن منایا ۔اسی طرح آج امت مسلمہ پوری دنیا میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کا جشن مناتی ہے۔اگر کسی کی آمد یا پیدائش پر خوشی کرنا ناجائز ہوتا تو کیا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو منع نہ فرمادیتے ؟ عہد رسالت میں خصوصی طور پر میلاد نہ منانے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہوجائے چنانچہ المدخل میں لابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"وإن کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزد فیه علی غیرہ من الشهور شیئا من العبادات وما ذاك إلا لرحمته

صلى الله عليه وسلم بأمته ورفقه بهم لأنه عليه الصلاة والسلام كان يترك العمل خشية أن يفرض على أمته رحمة منه بهم كما وصفه المولى سبحانه وتعالى فى كتابه حيث قال (بالمؤمنين رء وف رحيم) لكن أشار عليه الصلاة والسلام إلى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله عليه الصلاة والسلام للسائل الذى سأله عن صوم يوم الاثنين فقال له عليه الصلاة والسلام ذلك يوم ولدت فيه فتشريف هذا اليوم ---فإن قال قائل قد التزم عليه الصلاة والسلام ما التزمه فى الأوقات الفاضلة مما قد علم ولم يلتزم فى هذا الشهر ما التزمه فى غيره فالجواب أن المعنى الذى لأجله لم يلتزم عليه الصلاة والسلام شيئا فى هذا الشهر الشريف إنما هو ما قد علم من عادته الكريمة فى كونه عليه الصلاة والسلام يريد التخفيف عن أمته والرحمة لهم سيما فيما كان يخصه عليه الصلاة والسلام ألا ترى إلى قوله عليه الصلاة والسلام فى حق حرم المدينة اللهم إن إبراهيم حرم مكة وأنى أحرم المدينة بما حرم به إبراهيم مكة ومثله معه ثم إنه عليه الصلاة والسلام لم يشرع فى قتل صيده ولا فى قطع شجره الجزاء تخفيفا على أمته ورحمة لهم فكان عليه الصلاة والسلام ينظر إلى ما هو من جهته وإن كان فاضلا فى نفسه يتركه للتخفيف عنهم" ترجمہ: اگر چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول کے مہینے امت پر آسانی و شفقت فرماتے ہوئے مشہور عبادات میں سے کچھ زائد نہیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض عمل اس وجہ سے ترک کردیتے تھے کہ امت پر وہ فرض نہ ہوجائیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کی اس رحمت کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں کیا ہے: مؤمنین پر رحم وکرم فرمانے والے۔ لیکن اس مہینے کی عظمت وفضیلت کے متعلق اشارہ ضرور فرمادیا جب کسی نے پیر کے دن روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مبعوث ہوا۔ اگر کوئی (میلاد کو غیر شرعی ثابت کرتے ہوئے) یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو افعال دیگر اوقات میں کرتے تھے وہ ربیع الاول کے مہینے میں نہیں کرتے تھے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مہینے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے کوئی خاص عمل نہیں کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ امت پر آسانی اور رحم فرماتے تھے، بالخصوص ان افعال میں جو آپ کا خاصہ تھے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو حرم بنایا کہ فرمایا اے ہمارے رب! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔ پھر آپ نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے مدینہ میں شکار کرنے اور اس کے درخت کاٹنے پر کوئی

جرمانہ نہیں رکھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کی جہت دیکھتے تھے کہ اگر وہ اپنی ذات میں فاضل ہوتا تھا تو اسے امت پر آسانی جانتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے۔

(المدخل، فصل فی مولد النبی والبدع المحدثة فیه جلد2، صفحہ3، دار التراث، بیروت)

فقیر کے نزدیک ایک توجیہ یہ ہے کہ میلاد منانے کا صریح حکم قرآن وحدیث میں اس لئے نہیں ہے کہ اگر یہ حکم قرآن وحدیث میں ہوتا تو منکرین بھی میلاد منانے پر مجبور ہو جاتے جس طرح نماز، روزہ قربانی ہر کوئی کرتا ہے اگر چہ اس وقت وہ عمل کرنے کا دل نہ کرے کہ فرض اور واجب کرنا ہی کرنا ہے، لیکن نبی علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی کوئی مجبوراً نہ کرے بلکہ وہی کرے جو عاشق رسول ہے، منکر اس سعادت سے محروم ہی رہیں۔

بہر حال وہابیوں کی یہ دلیل انتہائی کمتر ہے کہ اگر اس طرح میلاد منانے کا کوئی فائدہ ہوتا تو اس زمانے میں کیا نہ ہوتا؟ باز آجاؤ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چڑ کھانا چھوڑ دو۔ اپنے عقائد ونظریات سے توبہ کر کے خود اس میلاد میں شرکت کرو اور مسلمانوں کا دل خوش کرو۔ عین العلم میں ہے "والاسرار بالمساعدة فيما لم ينه عنه وصار معتادا بعد عصرهم حسنة وان كان بدعة" ترجمہ: جس چیز سے شروع میں ممانعت نہ آئی اور بعد زمانہ سلف کے لوگوں میں جاری ہوئی اس میں موافقت کر کے مسلمانوں کا دل خوش کرنا بہتر ہے اگر چہ وہ چیز بدعت ہی ہو۔

(عین العلم، الباب التلمع فی الصمت و آفات اللسان، صفحہ 412، اسرت پریس، لاہور)

ایک حدیث ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی اور خود ان کے قول سے مروی ہے ((ما راٰہ المسلمون حسنا فهو عند اللّٰه حسن)) جس کو مسلمان نیک جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، جلد3، صفحہ 83، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صحیح مسلم میں ہے ((من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئی ومن سن فی الاسلام سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شئی)) جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ (بدعت حسنہ) جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ (بدعت سیئہ) جاری کرے اس پر اس کا گناہ

ہوگا اوران کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ آئے گی۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم ،باب من سن سنۃ حسنۃ، جلد4، صفحہ2058، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

ان احادیث و دلائل سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ہر نیا طریقہ نا جائز وحرام نہیں ہوتا بلکہ کئی نئے اعمال مستحبات بھی ہوتے ہیں اور بے شک عید میلاد النبی منانا مستحب عمل ہے۔پھر جو میلاد شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کی جاتی ہے، رب تعالیٰ کا اس عظیم نعمت ملنے پر شکر ادا کیا جاتا ہے یہ عین سنتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔نسائی شریف کی حدیث پاک ہے ((عن أبی سعید الخدری قال:قال معاویۃ رضی اللہ عنہ:إن رسول اللہ صلی اللہ علی حلقۃ یعنی من أصحابہ فقال ما أجلسکم؟ قالوا:جلسنا ندعو اللہ ونحمدہ علی ما ہدانا لدین قال: آللہ ما أجلسکم إلا ذلک؟ قالوا: آللہ ما أجلسنا إلا ذلک، قال:أما إنی لم أستحلفکم تہ جبریل علیہ السلام فأخبرنی أن اللہ عز وجل یباہی بکم الملائکۃ)) ی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایک جلسہ میں تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ یہ جلسہ کیسا ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضون نے عرض کیا کہ ہم نے یہ محفل اس لئے سجائی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو ہمیں دین اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے اور آپ کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا اس پر اس کا ذکر کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم !تم صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ عرض کی: اللہ عزوجل کی قسم ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں کہ دین اسلام کی نعمت اور آپ کی آمد کی نعمت عظمی پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے صحابہ! میں تم سے قسم اس لئے نہیں لے رہا کہ مجھے تم پر شک ہے بلکہ (معاملہ یہ ہے کہ )میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ تمہارے اس عمل پر اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر فرمارہا ہے۔

(سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، کیف یستحلف الحاکم، جلد8، صفحہ249، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، حلب)

## وہابیوں کے نزدیک روضہ پاک کی زیارت کی نیت سے سفرنا جائز ہے

﴿ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قبر کی طرف خصوصی طور پر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور قبروں پر ہونے والی بدعات بہت بری ہیں۔خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو میلہ نہ بننے کی دعا فرمائی تھی۔''62 ﴾

یہ عبارت تحریف سے بھری پڑی ہے۔اصل عبارت حجۃ اللہ البالغہ کی یوں ہے "ومنها الحج لغير الله تعالى، وذلك أن يقصد مواضع متبركة مختصة بشركائهم يكون الحلول بها تقربا من هؤلاء فنهى الشرع عن ذلك وقال النبي صلى الله عليه وسلم:لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد''ترجمہ: اسی میں غیر اللہ کا حج کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی متبرک مقام کی طرف قصد کرے کہ اس مقام میں غیر اللہ حلول کئے ہوئے ہے اور یہ اس جگہ سے برکت حاصل کرنا چاہے،شریعت میں اس کی ممانعت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور طرف سواریاں نہ باندھو۔

(حجۃ اللہ البالغہ، جلد1، صفحہ122، دار الجیل، بیروت)

اس عبارت میں واضح طور پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی متبرک جگہ کا حج کرنا ناجائز ہے۔یہ تو ہم اہل سنت والجماعت حنفی بریلوی بھی کہتے ہیں کہ یہ ناجائز وحرام ہے۔اس عبارت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قبر کی طرف خصوصی طور پر سفر کرنا منع فرمایا ہے؟ یہ وہابیوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر صریح جھوٹ ہے۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ خود اولیائے کرام کے مزارت پر جانے کی ترغیب دیتے تھے چنانچہ اپنی کتاب ہمعات میں لکھا ہے''بارواح طیبه مشائخ متوجه شود وبرائے ایشاں فاتحه خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزه کند" ترجمہ:مشائخ کی پاک روحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔

(ہمعات، ہمعہ8، صفحہ34، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ، حیدر آباد)

دراصل شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے غیر اللہ کے لئے حج کرنے کی غرض سے سفر کرنے کی ممانعت پر ایک حدیث پاک نقل کی "لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد" ترجمہ: تین مسجدوں کے علاوہ کجاوے اور طرف نہ لے جاؤ۔وہابی اس حدیث سے باطل استدلال کرتے ہیں کہ تین مسجدوں (مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے علاوہ کسی اور جگہ سفر کرنا ناجائز ہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت کو بھی جانا ناجائز ہے چنانچہ وہابیوں کے فتاوٰی اسلامیہ میں ہے"لا يجوز السفر بقصد زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم أو قبر غيره من الناس "ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی اور کی قبر کی زیارت کے لئے سفر جائز نہیں۔

(فتاوی اسلامیہ، جلد1، صفحہ79، دار الوطن، الریاض)

کتاب التوحید میں تو اسے شرک کہہ دیا گیا: ''محمد کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات، تبرکات یا کسی نبی ولی کی قبر یا ستون وغیرہ کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے۔''

(کتاب التوحید محمد ابن عبدالوہاب، صفحہ 124)

پتہ چلا کہ وہابی جو مدینہ منورہ جاتے ہیں اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روضہ پاک کی زیارت کی نیت نہیں ہوتی کہ یہ ان کے نزدیک ناجائز و شرک ہے۔ جبکہ احادیث میں صراحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے روضہ پاک کی حاضری کا حکم دیا ہے۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں:۔

معجم کبیر کی حدیث پاک ہے ((عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من يعلمه حاجة إلا زيارتي كان حقا علي أن أكون له شفيعا يوم القيامة)) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا مجھ پر حق ہو گیا کہ روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔

(المعجم الکبیر، باب العین، سالم عن ابن عمر، جلد12، صفحہ291، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ)

شعب الایمان کی حدیث پاک ہے ((عن أنس بن مالک أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من زار بالمدينة محتسبا كنت له شهيدا وشفيعا يوم القيامة)) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مدینہ میں بہ نیت ثواب میری زیارت کرنے آئے میں اس کا شفیع و گواہ ہوں۔

(شعب الایمان، باب المناسک، جلد6، صفحہ50، مکتبہ الرشد، الریاض)

معجم کبیر اور دار قطنی کی حدیث پاک ہے ((عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حج فزار قبري بعد وفاتي فكأنما زارني في حياتي)) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میرے انتقال کے بعد میری زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، جلد3، صفحہ333، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مکہ جا کر حج کرے پھر میرے قصد سے میری مسجد حاضر ہوا اس کے لیے دو حج مبرور لکھے جائیں۔

(جذب القلوب، باب چہارم در فضائل زیارۃ سید المرسلین، صفحہ196، نولکشور، لکھنؤ)

اتنی احادیث کو چھوڑ کر وہابیوں نے ایک حدیث پاک سے باطل استدلال کرلیا کہ کسی ولی یا نبی کی قبر کی طرف سفر کرنا ناجائز ہے جبکہ اُس حدیث پاک کے متعلق ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ وہاں ان تینوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لیے بالقصد سفر کرنے سے ممانعت ہے ۔یعنی خانہ کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مسجد نبوی اور اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے۔اب ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں ثواب کی زیادتی کے لئے سفر کرنا درست نہیں کہ بقیہ مساجد میں ثواب برابر ہے ۔اس بات کی تائید میں ایک صریح حدیث ہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں بسند حسن یوں روایت کی ((لاینبغی للمطی ان تشد رحالہ الی مسجد تبتغی فیہ الصلاۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی ھذا)) نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کے جائیں سوائے مسجد حرام و مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔

(مسند احمد بن حنبل، مروی از ابو سعید خدری، جلد3، صفحہ63، دار الفکر، بیروت)

تو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے پہلی حدیث کی وضاحت ہوگئی ۔علمائے اسلاف نے بھی اس حدیث پاک سے اخذ کیے گئے استدلال کو باطل قرار دیا ہے ۔ابوالفضل امام احمد بن علی المعروف بابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں"قال بعض المحققین قولہ إلا إلی ثلاثۃ مساجد المستثنی منہ محذوف فإما أن یقدر عاما فیصیر لا تشد الرحال إلی مکان فی أی أمر کان إلا إلی الثلاثۃ أو أخص من ذلک لا سبیل إلی الأول لإفضائہ إلی سد باب السفر للتجارۃ وصلۃ الرحم وطلب العلم وغیرھا فتعین الثانی والأولی أن یقدر ما ھو أکثر مناسبۃ وھو لا تشد الرحال إلی مسجد للصلاۃ فیہ إلا إلی الثلاثۃ فیبطل بذلک قول من منع شد الرحال إلی زیارۃ القبر الشریف وغیرہ من قبور الصالحین واللہ أعلم"ترجمہ:بعض محققین نے فرمایا ہے کہ سرکار کے فرمان إلا إلی ثلاثۃ مساجد میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے ۔یا تو مقدر مستثنیٰ منہ عام ہوگا اور اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ تین جگہوں کے علاوہ کسی جگہ کی طرف کسی بھی غرض سے سفر نہ کیا جائے یا مستثنیٰ منہ کوئی خاص ہوگا ۔پہلی صورت اختیار کرنے کی طرف تو کوئی راہ ہی نہیں کہ اس سے تو تجارت ،صلہ رحمی وطلب علم وغیرہ کے لئے سفر کرنے کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا لہٰذا دوسری صورت ہی معین ہے اور یہاں وہ مستثنیٰ منہ مقدر نکالنا بہتر ہے کہ جس کی مناسبت زیادہ بنتی ہو اور وہ یہ ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کجاوے نہ کسے جائیں

سوائے تین مساجد کے۔لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور دیگر صالحین کی قبور کی زیارت کے لئے کجاوے باندھنے (سفر کرنے) سے منع کرنے والے کا قول باطل ہے۔

(فتح الباری لابن حجر، باب فضل الصلوۃ فی مسجدالخ، جلد3، صفحہ66، دار المعرفہ،بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احیاء العلوم میں اور پھر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں

''واللفظ للاول "وقد ذهب بعض العلماء إلى الاستدلال بهذا الحديث في المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصلحاء وما تبين لي أن الأمر كذلك بل الزيارة مأمور بها قال صلى الله عليه وسلم كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها ولا تقولوا هجرا والحديث إنما ورد في المساجد وليس في معناها المشاهد لأن المساجد بعد المساجد الثلاثة متماثلة ولا بلد إلا وفيه مسجد فلا معنى للرحلة إلى مسجد آخر وأما المشاهد فلا تتساوى بل بركة زيارتها على قدر درجاتهم عند الله عز وجل نعم لو كان في موضع لا مسجد فيه فله أن يشد الرحال إلى موضع فيه مسجد وينتقل إليه بالكلية إن شاء ثم ليت شعري هل يمنع هذا القائل من شد الرحال إلى قبور الأنبياء عليهم السلام مثل إبراهيم وموسى ويحيى وغيرهم عليهم السلام فالمنع من ذلك في غاية الإحالة فإذا جوز هذا فقبور الأولياء والعلماء والصلحاء في معناها فلا يبعد أن يكون ذلك من أغراض الرحلة كما أن زيارة العلماء في الحياة من المقاصد '' ترجمہ:بعض علماء اس حدیث سے متبرک مقامات اور علماء وصالحین کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کے ممنوع ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔میرے لئے واضح نہ ہو سکا کہ معاملہ اسی طرح ہے، بلکہ (ان مقامات کی) زیارت کا تو حکم دیا گیا ہے چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا پس اب تم ان کی زیارت کرو اور نامناسب گفتگو نہ کرو'' اور سفر سے ممانعت والی حدیث وہ مساجد کے بارے میں ہے اور متبرک مقامات اس میں داخل نہیں ہیں کیونکہ تین مساجد کے علاوہ باقی مساجد ایک جیسی ہیں اور ہر شہر میں مسجد ضرور ہوتی ہے اس لئے دوسری مسجد کی طرف سفر کرنے کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا بہر حال متبرک مقامات آپس میں مساوی و ہم مثل نہیں بلکہ ان کی زیارت کی برکت ان کے اللہ عزوجل کے ہاں ثابت شدہ درجات کے مطابق ہوگی۔ہاں اگر کسی جگہ مسجد نہیں ہے تو اس کو کسی دوسری جگہ جہاں مسجد ہو وہاں جانے کا اختیار ہوگا اور اگر چاہے تو وہ وہیں مستقل طور پر منتقل ہو جائے۔کاش میں جان لیتا کہ کیا یہ شخص انبیاء کرام علیہم السلام مثلِ ابراہیم،موسیٰ و یحیٰی وغیرہم علیہم السلام کے مزارات وقبور کی طرف سفر کرنے سے منع

کرے گا؟ اس کا ممنوع ہونا تو اعلی درجے کا محال ہے۔ پس جب یہ جائز ہے تو اولیاء، علماء اور صلحاء کی قبور بھی اسی حکم میں ہے۔ لہٰذا سفر کی اغراض میں سے اس کا ہونا کوئی بعید نہیں ہے جس طرح کہ علماء کی حیات میں ان کی زیارت کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الحج، الباب الاول، الفصل الاول، جلد1، صفحہ 244، دار المعرفہ بیروت)

لہٰذا وہابیوں کا اس حدیث کو قبور اولیاء پر منطبق کرنا انتہائی جہالت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کی اجازت دی ہے اور خود آپ کی سنت بھی ہے تو پھر کیسے یہ عمل بدعت و شرک ہو گیا؟ وہابیوں میں سب سے پہلے ابن تیمیہ نے اس حدیث سے باطل استدلال کیا اور آج تک وہابی اس کی تقلید میں یہی نظریہ رکھتے ہیں۔

## قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت

﴿ مشہور حنفی مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: ''آج کل کچھ جاہل لوگوں نے قبروں کے پاس غیر شرعی حرکات شروع کر دی ہیں، ان کا کوئی جواز نہیں۔ عرس وغیرہ اور روشنی کرنا سب بدعات ہیں۔''63 ﴾

یہ بھی تحریف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے "(فائدة) لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد علیها ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرسا" ترجمہ: (فائدہ) جائز نہیں جو جاہل لوگ اولیاء و شہداء کی قبور کے ساتھ کرتے ہیں کہ انہیں سجدہ، طواف کرتے ہیں، ان پر شمعیں رکھتے ہیں، ان پر مساجد بنانا اور عید کی طرح ان قبور پر سالانہ اجتماع کرتے ہیں اور اس کو عرس کا نام دیتے ہیں۔

(التفسیر المظہری، جلد2، صفحہ65، مکتبہ رشدیہ، کوئٹہ)

تفسیر مظہری مکتبہ رشیدیہ دیوبندیہ نے چھاپی ہے اور دیوبندی مولوی غلام نبی تونسی نے اس تفسیر میں کچھ کام کیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس نے اپنے پاس سے یہ عبارت ڈالی ہو۔ اس بات پر دلیل یہ ہے کہ اس عبارت کے شروع میں بریکٹ کے اندر فائدہ لکھا ہوا ہے اور یہ بعض اوقات حاشیہ لکھنے والا لکھ کر اپنا نظریہ لکھتا ہے۔ بالفرض اگر یہ عبارت ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے تو یہ ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں۔ ہم خود قبروں کا طواف کرنا، قبر پر چراغ رکھنا، اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں، اگر یہ افعال عرس پر بھی ہوں تو ناجائز ہی رہیں گے۔

## کعبہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف کرنا

﴿ قبروں کے گرد طواف کے بارے میں ابن نجیم الحنفی کا ارشاد ہے: ''کعبہ کے سواکسی دوسری چیز کے گرد طواف کفر ہے۔''64

ملا علی قاری صاحب فرماتے ہیں: ''روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد طواف کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ کعبۃ اللہ کی خاصیت ہے۔ آج کل کچھ جاہل لوگوں نے مشائخ اور علماء کا لبادہ اوڑھ کر یہ کام شروع کر دیا ہے ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کا یہ فعل جہالت پر مبنی ہے۔''65 ﴾

اس پر ہم بھی متفق ہیں کہ کعبہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف جائز نہیں۔ وہابی ایک ہی بات بار بار دہراتے جاتے ہیں اور ایک ناجائز فعل اہل سنت کی طرف منسوب کیے جا رہے ہیں۔

## میلاد النبی ﷺ کی ابتداء

﴿ جہاں تک عید میلاد کا تعلق ہے تو یہ ساتویں صدی ہجری میں ایک بدعتی بادشاہ مظفر الدین کی ایجاد ہے۔ وہ ایک فضول خرچ بادشاہ تھا۔ وہ سب سے پہلا شخص تھا۔ جس نے یہ کام شروع کیا۔66

نیز: ''وہ ہر سال تقریباً تین لاکھ روپے اس بدعت پر خرچ کیا کرتا تھا۔''67

نیز: ''اس کے دور میں ایک بدعتی عالم عمر بن دحیہ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ بادشاہ نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔''68

البدایہ والنہایہ میں عمر بن دحیہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ جھوٹا شخص تھا۔ لوگوں نے اس کی روایت پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس کی بہت زیادہ تذلیل کی تھی۔69

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے متعلق فرمایا ہے: ''یہ بہت جھوٹا شخص تھا۔ احادیث خود وضع کر کے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا۔ سلف صالحین کے خلاف بدزبانی کیا کرتا تھا۔'' ابو العلاء اصبہانی نے اس کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ ایک دن میرے والد کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں ایک مصلیٰ بھی تھا۔ اس نے اسے چوما اور آنکھوں سے لگایا اور کہا کہ یہ مصلیٰ بہت بابرکت ہے۔ میں نے اس پر کئی ہزار نوافل ادا کیے ہیں اور بیت اللہ شریف میں اس پر بیٹھ کر قرآن مجید ختم کیا ہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اسی روز ایک تاجر میرے والد کے پاس آیا اور کہنے لگا، آپ کے مہمان نے آج مجھ سے بہت مہنگا جائے نماز (مصلیٰ) خریدا ہے۔ میرے والد نے وہ

مصلّٰی جو مہمان عمر بن دحیہ کے پاس تھا، اسے دکھلایا تو تاجر نے کہا کہ یہی وہ جائے نماز ہے جو اس نے مجھ سے آج خریدا ہے۔اس پر میرے والد نے اسے بہت شرمندہ کیا اور گھر سے نکال دیا۔70

ظہیر صاحب نے یہاں جو کچھ لکھا ہے، آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا وہ میلاد شریف کے ناجائز ہونے کی دلیل بنتا ہے؟ اور کوئی دلیل نہیں ملی تو میلاد شریف منانے والوں کی کردارکشی شروع کردی۔اگرچہ ابن دحیہ کو ان کے دور کے علماء نے ظاہری گروہ میں شمار کیا اور اس پر کذب کا الزام لگایا۔اس کے باوجود کتب تراجم میں اسے بہت بڑا محدث کہا گیا۔ابن دحیہ نے کئی احادیث کی سند پر کلام کیا اور علمائے اسلاف نے انکی جرح کو قبول فرمایا۔یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اپنی کتاب ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ''میں ''الحافظ المحدث المتقن '' کہا۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ،فصل سوم ،صفحہ300،المکتبۃ السلفیہ ،لاہور،ماخوذ از فتاوی رضویہ،جلد22،صفحہ289،لاہور)

چونکہ اس عالم اور بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد منایا اس لئے چاہے یہ جتنے مرضی نیک ہوتے وہابیوں کے نزدیک بدعتی ہی گنے جانے تھے۔یہ عالم اور بادشاہ بدعتی بھی ہوں تو کیا جو کام بھی بدعتی کرے وہ ناجائز ہی ہوگا؟ کسی عمل کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کریں گے یا فعل کرنے والے کا کردار دیکھا جائے گا؟ ایک فاسق وفاجر مسجد بنادے تو کیا وہ مسجد نہیں بنے گی؟ قرآن پر اعراب لگانا نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں تھا اور نہ تابعین کے دور میں تھا۔قرآن پر اعراب عبدالمالک بن مروان جیسے بادشاہ کے دور میں لگائے گئے۔یہ وہ بدعت ہے جو اب لازم بن چکی ہے کہ بغیر اعراب قرآن پڑھنا ممکن نہیں۔فتاوی ہندیہ میں ہے ''لان اللحن حرام بلاخلاف ''ترجمہ:لحن بلاخلاف حرام ہے۔

(فتاوی ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع، جلد5، صفحہ317، دارالفکر،بیروت)

پھر ظہیر صاحب نے البدایہ والنہایہ کا پورا جزئیہ نقل نہیں کیا۔آگے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد شریف پر لکھی ابن دحیہ کی کتاب پر کلام کرتے ہوئے فرمایا''وقد وقفت علی ھذا الکتاب و کتبت منہ أشیاء حسنۃ مفیدۃ'' ترجمہ: جب میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں کئی مفید باتوں کو لکھا۔

(البدایہ والنہایہ، جلد13، صفحہ169، دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

پتہ چلا کہ امام ابن کثیر نے میلاد شریف پر لکھی کتاب کو ناجائز وبدعت نہیں کہا۔بلکہ امام ابن کثیر کے علاوہ جتنے بھی

علمائے اسلاف نے اس کتاب کو ذکر کیا، انہوں نے اس کتاب اور میلاد شریف کی نفی نہیں کی۔ جب علمائے اسلاف نے میلاد شریف منانے کو صراحت کے ساتھ بدعت حسنہ کہا ہے پھر اس پر اعتراض کرنا گویا علمائے اسلاف پر اعتراض کرنا ہے اور خود شارع بننا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ابن دحیہ کے متعلق روایت نقل کر دینا اس چیز کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ میلاد شریف کو ناجائز کہتے تھے بلکہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ میلاد کو جائز جانتے تھے چنانچہ استخراج اصل عمل مولد مبارک میں فرماتے ہیں "والشکر للہ تعالی یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وای نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی الکریم نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی ذلک الیوم" ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا شکر کئی قسم کی عبادات مثلاً صیام، سجود، تلاوت، صدقہ خیرات وغیرہ کے ذریعے ادا ہو جاتا ہے اور نبی کریم جو رحمت والے نبی ہیں ان کے ظہور سے بڑی نعمت اور کون سی ہو سکتی ہے؟

(الحاوی للفتاوی، حسن المقصد فی عمل المولد، جلد1، صفحہ229، دارالفکر، بیروت)

وہابی علمائے اسلاف میں سے کسی کا بھی حوالہ نقل نہیں کر سکتے کہ کسی جید عالم نے میلاد شریف کو ناجائز کہا ہو۔ میلاد شریف کا سب سے پہلا منکر ابن عبد الوہاب نجدی تھا۔ شیخ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق لکھتے ہیں "ومن منکراتہ منع الناس من قرائۃ مولدالنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ومن الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فیالمنائر بعد الاذان، ومنع الدعاء بعد الصلوۃ وکان یصرح بتکفیر المتوسل بالانبیاء والاولیاء وینکرعلم الفقہ ویقول ان ذلک بدعۃ" ترجمہ: اس کی بری باتوں سے یہ بھی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف پڑھنے اور اذان کے بعد مناروں پر حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ بھیجنے اور نماز کے بعد دعا مانگنے کو ناجائز بتایا اور انبیاء و اولیاء سے توسل کرنے والوں کو صراحتہ کافر کہتا اور علم فقہ سے انکار رکھتا اور اسے بدعت کہا کرتا۔

(الدرر السنیہ، صفحہ53، المکتبۃ الحقیقیۃ استنبول، ترکی)

ظہیر صاحب کا میلاد شریف پر خرچ ہونے والے پیسوں کو اسراف کہنا بھی اسراف کی تعریف سے لاعلمی کی بنا پر ہے۔ میلاد شریف پر جو سجاوٹ وغیرہ کی جاتی ہے یہ تعظیم میں سے ہے اور تعظیم اسراف نہیں۔ خانہ کعبہ پر کروڑوں ریال کا غلاف ڈالا جاتا ہے جو بوجہ تعظیم بالکل جائز و مستحسن ہے۔ پھر بڑی مساجد میں خوب لائٹنگ ہوتی ہے، مبارک راتوں میں مساجد میں روشنی کی

جاتی ہے جو اس رات کی تعظیم کے سبب نا جائز نہیں۔جشن آزادی میں لاکھوں روپے کے جھنڈے اور جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں جو محب الوطنی کے سبب جائز ہے۔وہابیوں کے نزدیک جشن آزادی پر پیسہ لگانا اسراف نہیں، دینی وسیاسی جلسوں پر سجاوٹ وبینرز میں لاکھوں روپے لگانا اسراف نہیں، اسراف ہے تو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیسے لگانا ہے۔یہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بُغض نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر وہابیوں کو اتنا بھی نہیں پتہ کہ میلاد شریف منانا کب سے شروع ہوا ہے؟ یہاں ظہیر صاحب نے کہا کہ ساتویں صدی ہجری میں بادشاہ نے شروع کیا جبکہ وہابیوں ہی کہ ایک مولوی محمد بن صالح بن محمد العثیمین اپنی کتاب "لقاء الباب المفتوح" میں کہتا ہے "وهذه البدعة حدثت أول ما حدثت في القرن الرابع"ترجمہ:یہ میلاد کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ پہلے وہابی مل کر یہ فیصلہ کریں کہ میلاد شریف منانا کب شروع ہوا؟ جب یہ فائنل ہو جائے تو پھر اسے نا جائز ثابت کریں۔امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی ابتداء تیسری صدی ہجری سے ہوئی اور پھر پوری دنیا میں میلاد شریف منایا جانے لگا۔لیکن اگر کتب کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ میلاد کی اصل تابعین سے ثابت ہے چنانچہ أبو بکر (المشھور بالبکری) بن محمد شطا الدمیاطی (المتوفی 1302ھ) إعانة الطالبین علی حل ألفاظ فتح المعین میں حضرت حسن بصری، جنید بغدادی، معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے سے نقل کرتے ہیں "قال الحسن البصري قدس الله سره: وددت لو كان لي مثل جبل أحد ذهبا لأنفقته على قراءة مولد الرسول قال الجنيدي البغدادي رحمه الله:من حضر مولد الرسول وعظم قدره فقد فاز بالإيمان. قال معروف الكرخي قدس الله سره:من هيأ لأجل قراءة مولد الرسول طعاما، وجمع إخوانا، وأوقد سراجا، ولبس جديدا، وتعطر وتجمل تعظيما لمولده حشره الله تعالى يوم القيامة مع الفرقة الأولى من النبيين وكان في أعلى عليين" ترجمہ:حضرت حسن بصری قدس سرہ فرماتے ہیں اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہوتو میں میلاد رسول پڑھنے پر خرچ کردوں۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو میلاد شریف میں حاضر ہوا اس کی عظمت وقدر کی اس کا مرتے وقت ایمان سلامت رہے گا۔حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو میلاد شریف پڑھتے وقت کھانا پیش کرے، اس کی تعظیم میں مسلمانوں کو اکٹھا کرے، چراغ روشن کرے، نئے کپڑے پہنے،عطر لگائے، زیبائش اختیار کرے، اللہ عزوجل اس کا حشر قیامت والے دن نبیوں کے پہلے گروہ کے ساتھ کرے گا اور وہ جنت میں

اعلیٰ علیین میں ہوگا۔

(اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین (م و حاشیہ علی فتح المعین بشرح قرۃ العین بمہمات الدین) جلد3، صفحہ414، دار الفکر، بیروت)

یہاں تک کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد شریف کی اصل کو سنت سے ثابت کیا چنانچہ روح البیان میں ہے "قد استخرج لہ الحافظ ابن حجر اصلا من السنۃ و کذا الحافظ السیوطی وردا علی الفاکہانی المالکی فی قولہ ان عمل المولد بدعۃ مذمومۃ" ترجمہ: حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ایسوں کو رد کیا ہے جو میلاد شریف کو بدعت سیئہ کہتے اور اس سے منع کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان، فی تفسیر، سورۃ فتح، سورت 48، آیت 28، جلد9، صفحہ56، دار الفکر، بیروت)

## وہابیوں کے نزدیک میلاد منانا عیسائیوں سے مشابہت ہے

﴿ بہر حال ایسے شخص نے اس بادشاہ کی تائید کی اور میلاد کے سلسلے میں اس کا ساتھ دیا۔ عید میلاد صرف عیسائیوں کی مشابہت میں جاری کی گئی ہے اسلامی شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ﴾

لاحول ولاقوۃ الا باللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے دن خوشی کرنے کو عیسائیوں سے مشابہت دی جارہی ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہونا ظاہر کیا جارہا ہے۔ آئیں اب آپ کو وہابیوں کے افعال کی چند جھلکیاں دکھاتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ کس صحابی سے ثابت ہے اور کس سے مشابہت ہے؟

وہابیوں کے رسالہ ''اہلحدیث میں ایک جلسہ کے متعلق ہے: ''تھانہ کنگن پور موکل میں 2 مئی کو عظیم الشان تاریخی جلسہ ہوا۔ رنگ برنگی جھنڈیوں اور اسٹیج کی سجاوٹ نے عید کا سماں بنا رکھا تھا۔''

(اہلحدیث لاہور، 22، جون 1985ء)

اگر ایک عام جلسہ و اسٹیج کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجانا جائز ہے، اس میں کوئی بدعت و فضول خرچی نہیں، تو میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسی خصوصی تقریب کے لئے محافل میلاد کا انعقاد و سجاوٹ کیسے نا جائز ہوسکتی ہے؟ اگر ایک عام قسم کے جلسہ کو خوشی سے عید کا سا سماں بنایا جاسکتا ہے تو اس سے بدرجہا بڑھ کر میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریب کو نہایت خوشی کے باعث عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں نہیں کہا جاسکتا؟

عورتوں کا جلوس وہابیوں سے ثابت ہے چنانچہ رسالہ اہل حدیث میں ہے: ''(تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران) گوجرانوالہ شہر میں خواتین کے تمام جلوس مدارس اہلحدیث سے نکلے۔''

(اہلحدیث لاہور، 2 ،جنوری 1978ء)

30 مارچ 1977ء کے روز مفتی محمود کی زیر صدارت قومی اتحاد کا فیصلہ تھا کہ آج خواتین کا جلوس نکالا جائے گا۔ سواتین بجے فاطمہ جناح روڈ سے جلوس کا آغاز ہوا۔جلوس میں سب سے آگے بیگم ابوالاعلیٰ مودودی تھیں۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ،3اپریل 1977ء)

اب بتاؤ، دیو بندی، وہابیوں! یہ سیاسی جلسے نکالنا، ذاتی مفاد کے لئے ریلی نکالنا، وہ بھی خواتین کے، کونسی شریعت میں ثابت ہے؟ کس سے مشابہت ہے؟ پھر ان جلسوں میں نعرے لگانا اور تالیاں مارنا فوٹو اتروانا کہاں جائز لکھا ہوا ہے؟ یہ نہیں کہ ایسے جلسے وہابی پچھلی صدی میں کرتے تھے بلکہ آجکل بھی وہابی، دیوبندیوں سے ایسے سیاسی جلسے ثابت ہیں۔پھر دیوبندیوں نے تو حد ہی کردی، مدرسہ یوبند کے سوسالہ جشن پر کافرہ عورت اندرا گاندھی کو مہمان خصوصی بنایا۔شان رسالت وجشن میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کے مرکز اور کانگرس کی حمایت ومسلم لیگ وپاکستان کی مخالفت کے گڑھ دارالعلوم دیوبند کا 21، 22، 23۔ مارچ 1980ء کو صد سالہ جشن منایا گیا اوراس موقع پر اندرا گاندھی کی کانگریسی حکومت نے جشن دیو بند کامیاب بنانے کے لئے ریڈیو۔ٹی وی۔اخبارات۔ریلوے وغیرہ تمام متعلقہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا۔بھارتی محکمہ ڈاک وتار نے اس موقع پر 30 پیسے کا ایک یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر شائع کی گئی۔یہی نہیں بلکہ اندرادیو بندی نے بنفس نفیس جشن دیو بند کی تقریبات کا افتتاح کیا۔اپنے دیدار وآواز نسوانی اداؤں سے دیو بندی ماحول کو مسحور کیا اور دیو بند کے اسٹیج پر تالیوں کی گونج میں اپنے خطاب سے جشن دیو بند کو مستفیض فرمایا۔بانی دیو بند کے نواسے اور مدرسہ دیو بند کے بزرگ، مہتمم قاری محمد طیب صاحب نے اندرادیوی کو ''عزت مآب وزیراعظم ہندوستان'' کہہ کر خیر مقدم کیا اوراسے بڑی بڑی ہستیوں میں شمار کیا۔اندرادیوی نے اپنے خطاب میں بالخصوص کہا کہ: ''ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے دارالعلوم دیو بند کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے۔'' علاوہ ازیں جشن دیو بند کے اسٹیج سے پنڈت نہرو کی رہنمائی ومتحدہ قومیت کے سلسلہ میں بھی دیو بند کے کردار کو اہتمام سے بیان کیا گیا۔بھارت کے پہلے صدر راجندر پرشاد کے حوالہ سے دیو بند کو آزادی (ہند) کا ایک مضبوط ستون قرار دیا گیا۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ ،گوجرانوالہ جمادی الاخریٰ 1400ء مطابق اپریل 1980ء)

نئی دہلی 21 مارچ (ریڈیو رپورٹ اے آئی آر) دارالعلوم دیو بند کی صد سالہ تقریبات شروع ہوگئیں بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے تقریبات کا افتتاح کیا۔

(روزنامہ مشرق، نوائے وقت لاہور 22، 23، مارچ 1980ء)

حال ہی میں دیوبند کے سالانہ اجتماع میں ایک ہندو پنڈت یوگا کرنے والا مدعو کیا گیا۔

ظہیر صاحب جو میلاد اور اس کے جلوس کو ناجائز جانتے تھے، خود ذاتی مفاد کے لئے جلوس نکالتے تھے۔ روزنامہ جنگ میں ہے: ''قائد اہلحدیث ظہیر صاحب کی قیادت میں جمعیت اہلحدیث نے 18 اپریل 1986ء بروز جمعۃ المبارک کا تعین کر کے موچی دروازہ لاہور میں کثیر اخراجات کے ساتھ جلسہء عام کا انعقاد کیا۔ مختلف علاقوں اور شہروں سے جھنڈوں کے ساتھ جلوسوں کی صورت میں موچی دروازہ لاہور پہنچنے کا اہتمام وانتظام کیا اور موچی دروازہ لاہور کے سفر وشد رحال کے لئے اخبارات واشتہارات میں مسلسل اعلان کیا گیا کہ: چلو چلو، لاہور چلو موچی دروازہ لاہور چلو۔ گویا جو موچی دروازے نہیں گیا وہ اہلحدیث نہیں رہا اور 18 اپریل کو سب سے بڑی بدعت کا ارتکاب یوں کیا گیا کہ اہلحدیث مساجد میں نماز جمعہ کا ناغہ کر کے اور مساجد کو بے آباد کر کے موچی دروازہ میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا۔''

(ماخوذ از، جنگ لاہور، 15اپریل 1986ء)

ہے کوئی وہابی جو موچی دروازہ لاہور کی مذکورہ بدعات واسراف اور اس پر مستزاد تالی وفوٹو بازی کا جواز وثبوت قرآن و حدیث سے پیش کرے یا پھر ان سب بے ثبوت وغلط امور کی انجام دہی کے بعد روضہء نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت، عرس ومیلاد گیارہویں کی تقاریب اور جلوس میلاد وجھنڈیوں وغیرہ کے خلاف اپنی فتویٰ بازی واپس لینے کا اعلان کرے، ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ ان لوگوں کی طرف سے خود جشن منانا اور جشن میلاد وجلوس مبارک کے خلاف فتویٰ بازی کرنا محض شان رسالت سے دشمنی پر مبنی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جشن لاہور کے علاوہ وہابیوں نے مختلف مقامات پر جلسہء عام کے نام پر جشن منانے کے علاوہ گوجرانوالہ میں بھی 19 مئی 1986ء کو بالخصوص جلسہء عام کے جشن وجلوسوں کا بہت اہتمام کیا اور جلسہء ہذا میں فوٹو بازی پٹاخے بازی وتالی بجانے کے علاوہ وڈیو فلمیں بھی تیار کی گئیں۔

(روزنامہ نوائے وقت، 10، 11، مئی 1986ء)

خود ظہیر صاحب کے عبرتناک قتل ہونے پر وہابیوں نے توڑ پھوڑ کی ہڑتالیں کیں۔ 23 مارچ 1987ء کا دن یوم قرارداد پاکستان کی مناسبت سے تو یادگار تھا ہی۔ مگر اس دن غیر مقلد وہابیوں کی جمعیت اہلحدیث کے جلسہء لاہور (فوارہ چوک قلعہ لچھمن سنگھ) میں بم کے زبردست دھماکہ سے وہابیوں کے لیڈر ظہیر صاحب اور حبیب الرحمان یزدانی آف کامونکی سمیت وہابیوں کی نہایت عبرتناک ہلاکت اور 100 کے قریب زخمی ہونے والوں کی یاد میں وہابیوں کی احتجاجی تحریک کے باعث بھی 23

مارچ دوہری یادگار بن گیا ہے۔اس تحریک کے دوران منکرین شان رسالت وعید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے اپنا وہابی مذہب اور بالخصوص شرک وبدعت کے سارے فتوے بالائے طاق رکھ کر ہر جائز وناجائز اور اخلاقی وغیر اخلاقی طریقہ سے احتجاجی مظاہرے کیے۔جو کسی بھی اخبار بین شخص سے مخفی نہیں۔

دھماکہ میں مرنے والوں کی یاد میں اپنی احتجاجی تحریک کے متعلق جمعیت اہلحدیث کے مرکزی سیکرٹری جنرل پروفیسر ساجد میر نے گوجرانوالہ کی ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ ہم نے اپنی تحریک کے تحت جلسے کیے،جلوس نکالے،جب پھر بھی حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا تو ہم نے احتجاج کا طریقہ تبدیل کر کے اسے علامتی بھوک ہڑتال کی طرف موڑ دیا۔

(ماخوذ از،روزنامہ جنگ لاہور، 12 جولائی 1987ء)

میلاد شریف کے منکر اسے عیسائیوں سے مشابہت دینے والے یہ تو بتائیں کہ سوسالہ جشن منانا،ہڑتالیں کرنا وہ بھی بھوک ہڑتال،توڑ پھوڑ کرنا کونسی شریعت سے ثابت ہے؟موجودہ وہابی آئے دن راستے بلاک کر کے جلسے کرتے ہیں اس میں جہادی تنظیموں کے نام پر غیر اللہ سے چندے مانگتے ہیں۔جب حکومت پاکستان جماعۃ الدعوۃ اور دیگر وہابی تنظیموں کو دہشت گرد قرار دے کر اس پر پابندی لگائے تو نام تبدیل کر کے چندے مانگتے ہیں۔کونسے صحابہ کی جہادی تنظیم کا نام جماعۃ الدعوۃ تھا؟کونسے صحابی نے خود کو اہل حدیث کہا؟

## ذکرِ میلاد پر قیام کے متعلق علمائے اسلاف کے اقوال

﴿ محفل میلاد میں بریلوی حضرات میلاد پڑھتے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں۔ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس میں حاضری کے لیے تشریف لاتے ہیں۔بریلوی حضرات اکثر یہ شعر پڑھتے ہیں۔دم بدم پڑھو درود حضور بھی ہیں یہاں موجود۔ان کا کہنا ہے:''میلاد شریف کے ذکر کے وقت قیام فرض ہے۔''71 ﴾

یہ بالکل غلط ہے۔اہل سنت کے نزدیک میلاد شریف میں ذکر کے وقت قیام مستحب ہے،کوئی فرض وواجب نہیں۔اس کے مستحب ہونے کی صراحت کئی علماء نے کی ہے چنانچہ خاتمۃ المحدثین مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی اپنی کتاب مستطاب الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں فرماتے ہیں''من تعظیمه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم الفرح بلیلة ولادته

وقرآۃ المولد والقیام عند ذکرولادتہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم واطعام الطعام وغیرذٰلک ممّا یعتاد الناس فعلہ من انواع البرفان ذٰلک کلہ من تعظیمہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وقد افردت مسئلۃ المولد ومایتعلق بھابالتالیف واعتنی بذٰلک کثیرمن العلماء فالفوافی ذٰلک مصنفات مشحونۃ بالادلّۃ والبراھین فلاحاجۃ لنا الی الاطالۃ بذٰلک '' ترجمہ: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا اورمولد شریف پڑھنا اور ذکرولادت اقدس کے وقت کھڑا ہونا اورمجلس شریف میں حاضرین کوکھانا دینا اوران کے سوااور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں کہ یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اوراس کے متعلقات کاایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اوربکثرت علماء دین نے اس کا اہتمام فرمایا اوردلائل وبراہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف فرمائیں توہمیں اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں۔

(الدررالسنیہ فی الرد علی الوہابیہ، صفحہ18، دارالشفقۃ، ترکی)

امام علامہ مدابغی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جرت عادۃ القوم بقیام الناس اذا انتھی المداح الی ذکرمولدہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم وھی بدعۃ مستحبۃ لما فیہ من اظہار السرور التعظیم" ترجمہ: عادت قوم کی جاری ہے کہ جب مدح خواں ذکرمیلادحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں اور یہ بدعت مستحبہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش پرخوشی اورحضور کی تعظیم کا اظہار ہے۔

(اثبات القیام، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ509، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے اورارشادفرماتے ہیں "قد وجدالقیام عند ذکر اسمہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم من عالم الامۃ ومقتدی دیناً وورعاً تقی الدین سبکی رحمۃ اللّٰہ تعالی وتابعہ علی ذٰلک مشائخ الاسلام فی عصرہ فقد حکی بعضھم ان الامام السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر من علماء عصرہ فانشد فیہ قول الصرصری فی مدحہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم

| | |
|---|---|
| قلیل لمدح المصطفی الخط بالذھب | علی ورق من خط احسن من کتب |
| وان تنھض الاشراف عند سماعہ | قیاماً صفوفا اوجثیاً علی الرکب |

فعند ذلك قام الامام السبكى وجميع من فى المجلس فحصل انس كبير بذلك المجلس ويكفى مثل ذلك فى الاقتـــداء "ترجمہ: بیشک وقت ذکر نام پاک سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام قیام کرنا امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پایا گیا جو امت مرحومہ کے عالم اور دین وتقویٰ میں اماموں کے امام ہیں اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ کرام مشائخ الاسلام نے ان کی متابعت کی بعض علماء یعنی انہیں امام اجل کے صاحبزادے امام شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر اس زمانہ کے علماء کی مجتمع ہوئی۔ اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ بھی تھوڑا ہے کہ سب سے اچھا خوشنویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں، وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سروقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس قدر پیروی کے لئے کفایت کرتا ہے۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمد، جلد1، صفحہ123، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ برزنجی عقد الجواہر میں فرماتے ہیں "قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذو رؤية ودراية فطوبى لمن كان تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم مرامه ومرماه" ترجمہ: بیشک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے کو ان اماموں نے جو صاحب روایت ودرایت ہیں اچھا جانا ہے تو اس شخص کیلئے سعادت ہے جس کی مراد ومقصود کی غرض نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو۔

(عقد الجواہر فی مولد النبی الازہر، صفحہ25، جامعہ اسلامیہ، لاہور)

مکہ مدینہ پر وہابیوں کا قبضہ ہونے سے قبل ان دونوں شہروں میں میلاد شریف بھی ہوتا تھا اور اس میں قیام بھی ہوتا تھا چنانچہ عبدالحی صاحب اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں "در مجالس مولد شریف که از سوره والضحى تا آخر مى خوانند البته بعد ختم هر سوره تكبير مى گويند راقم شريك مجالس متبركه بوده اين امر را مشاهده كرده ام هم در مكه معظمه وهم در مدينه منوره وهم در جده "ترجمہ: مولد شریف کی مجالس میں سورہ والضحیٰ سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں ہر سورت کے اختتام پر تکبیر کہتے ہیں راقم الحروف مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدّہ میں ان مجالس مبارکہ میں شریک ہوا ہے۔

(مجموعہ فتاوی، باب القراءۃ فی الصلوۃ قراءۃ فاتحہ خلف الامام، جلد3، صفحہ52، مطبع یوسفی فرنگی محلی، لکھنؤ)

مولانا رفیع الدین جنہیں وہابی بہت مانتے ہیں وہ اپنے رسالہ تاریخ الحرمین میں فرماتے ہیں "قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذورروایۃ ودرایۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ" ترجمہ: بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحب روایت ودرایت تھے۔ تو شادمانی اس کے لئے جس کی نہایت مراد و مقصود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

(عقدالجوہر فی مولدالنبی الازہر (مترجم بالاردویہ) صفحہ25، 26، جامعۃ الاسلامیہ، لاہور)

ثابت ہوا کہ میلاد شریف کے وقت ذکر ولادت پر قیام کرنا مستحب ہے اور یہ تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جسے علمائے کرام نے بدعت مستحبہ کہا ہے۔ یہ پہلے بھی ثابت کیا کہ کئی بدعتیں حسنہ ہوتی ہیں۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں "ان کانت ممایندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی بدعۃ حسنۃ وان کانت ممایندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی بدعۃ مستقبحۃ" ترجمہ: اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی، اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، جلد11، صفحہ126، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

## وہابیوں کے نزدیک تو آدابِ اولیاء بھی شرک ہے

وہابیوں کو یہ ادب بدعت ہی لگے گا کہ ان کا آداب سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ بزرگوں کا احترام تو ان کے نزدیک شرک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کے متعلق الشفاء شریف میں ہے "کان مالك رضی اللہ تعالی عنہ لایرکب بالمدینۃ دابۃ وکان یقول استحی من اللہ تعالی ان اطأ تربۃ فیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بحافر دابۃ" ترجمہ: امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے تھے مجھے خدائے تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوں اسے جانور کے سُم سے روندوں۔

(الشفاء، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل ومن توقیرہ الخ، جلد2، صفحہ128، دار الفیحاء، عمان)

امام ابن حاج مالکی کہ وہابیوں کیلئے قابلِ حجت ہیں وہ مدخل میں فرماتے ہیں "وتقدمت حکایۃ بعضھم انہ جاور بمکۃ اربعین سنۃ ولم یبل فی الحرم ولم یضطجع فمثل ھذا تستحب لہ المجاورۃ اویؤمر بھا" ترجمہ: بعض

صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے اور کبھی حرم میں پیشاب نہ کیا اور نہ لیٹے۔ ابن الحاج کہتے ہیں ایسے شخص کو مجاورت مستحب یا یوں کہئے کہ اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

(المدخل، فصل فی ذکر بعض ما یعتور الحاج فی حجہ الخ، جلد4، صفحہ240، دار التراث، بیروت)

یہ تھی بزرگانِ دین کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر سے محبت وتعظیم، جوکہ وہابیوں کے نزدیک شرک ہے چنانچہ وہابیوں کے بڑے امام نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے: ''گردوپیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے بتائے ہیں پھر جوکوئی کسی پیر، پیغمبر یا بھوت وپری کے مکانوں کے گردوپیش کے جنگل کا ادب کرے تو اس پر شرک ثابت ہے۔''

(تقویۃ الایمان، مقدمۃ الکتاب، صفحہ8، مطبع علیمی، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

## ہم یہ نہیں کہتے کہ حضور علیہ السلام ہر محفل میں آتے ہیں

ظہیر صاحب کا کہنا: ''ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس میں حاضری کے لیے تشریف لاتے ہیں۔'' درست نہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس محفل پر کرم فرمانا چاہیں فرما سکتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر محفل میں تشریف لائیں۔ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہر مجلس میلاد شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا ثابت نہیں۔ ہاں اگر اپنے کسی خاص غلام پر ایسا کرم فرمائیں تو زہے قسمت۔ اور ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر میلاد شریف ہونا آپ کے تشریف لانے کے منافی بھی نہیں۔ ایک وقت میں بہتوں کا انتقال ہوتا ہے اور ملک الموت انکی روحیں قبض کرتے ہیں، ایک ہی وقت میں بہت سے لوگ قبروں میں دفن کئے جاتے ہیں نکیرین قبور میں آتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں۔ جس طرح یہ چیزیں ممکن بلکہ واقع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کرم فرمائیں تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ جب مردے قبر میں دفن ہوتے ہیں اور نکیرین سوالات کرتے ہیں ان میں یہ ایک سوال بھی ہوتا ہے ''ما تقول فی ھذا الرجل'' اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ تو جس طرح تمام مردوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہونا ثابت اسی طرح ان مجالس خیر میں بھی اگر اس قسم کی موجودگی ہو تو کیا استحالہ۔''

(فتاوی امجدیہ، جلد4، صفحہ275، مکتبہ رضویہ، کراچی)

نیز امام ممدوح تنویر پھر امام محمد ث جلیل زرقانی شرح المواہب شریفہ میں فرماتے ہیں "انه و سائر الانبياء صلى الله تعالى عليهم وسلم اذن لهم في الخروج من قبورهم للتصرف في الملكوت العلوي والسفلي " ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان وزمین کی سلطنت الٰہی میں تصرف فرمانے کے لیے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

(الحاوی للفتاوی ،تنویر الحلک فی إمکان رؤیۃ النبی والملک، جلد2، صفحہ317، دار الفکر، بیروت)

اگر حلال مال سے خلوص دل کے ساتھ محفل میلاد کا اہتمام کیا جائے تو کوئی بعید نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرم فرمائیں۔ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تنویر میں فرماتے ہیں "قد اخبرني الثقات من اهل الصلاح انهم شاهدوه صلى الله تعالى عليه وسلم مرارا عند قراء ة المولود الشريف وعندختم القرآن وبعض الاحاديث" ترجمہ: مجھے ثقہ صالحین نے خبر دی کہ انہوں نے بارہا حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مجلس میلاد شریف وجلسہ ختم قرآن عظیم وبعض احادیث میں مشاہدہ کیا۔

(تنویر الحوالک، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد29، صفحہ257، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ دیوبندی اپنی کتاب ''عین الیقین'' میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتا ہے: ''جامع شریعت وطریقت امام الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے شاہی مسجد دہلی میں پہلے سال تراویح میں جب قرآن پاک ختم کیا تو اچانک ایک شخص زرہ پہنے، ہاتھ میں علَم لئے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ پیغمبر قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس جگہ تشریف فرماہیں؟ حاضرین یہ سن کر دم بخود رہ گئے اور عالَمِ حیرانی میں دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ نام دریافت کیا تو فرمایا کہ میرا نام ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آج عبد العزیز قرآن مجید ختم کررہا ہے، ہم اسے سننے کے لئے جائیں گے۔ مجھے آپ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا، اس لئے دیر ہوگئی۔ یہ فرما کر حضرت ابوہریرہ سب کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ فتاوٰی عزیزی، حصہ اول، صفحہ 8۔''

(عین الیقین، صفحہ24، مطبع فیروزسنز، لاہور)

## کیا کسی کی تعظیم میں کھڑے ہونا جائز ہے؟

﴾ حالانکہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''جسے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ لوگ اس کی تعظیماً قیام کریں، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''72

اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند فرماتے ہیں۔''73 ﴿

بہت ہی جاہلانہ اور بے ادبانہ اعتراض کیا گیا ہے۔کئی احادیث سے تعظیماً قیام کرنا ثابت ہے۔خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکریم حضرت بتول زہرا کے لیے قیام فرماتے اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قیام کرتیں۔سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ جس وقت حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انصار کرام کو ان کے لیے قیام کا حکم فرمایا۔صحابہ بھی آپ کی تعظیم میں کھڑے ہوتے تھے چنانچہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلسِ انور سے اُٹھتے "قمنا قیاما حتی نراه قد دخل بعض بیوت ازواجه "ترجمہ: ہم سب کھڑے ہوجاتے اور کھڑے رہتے جب تک کہ حضور حجرات شریفہ میں سے کسی میں تشریف نہ لے جاتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، جلد4، صفحہ247، المکتبۃ العصریہ بیروت)

وہابیوں کو غیر مقلد اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اپنے مطلب کی حدیث سے باطل استدلال کر کے دوڑ پڑتے ہیں، اسی موضوع پر جو دوسری احادیث وارد ہوتی ہیں، ان کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔جب حدیث سمجھنے کی صلاحیت نہیں تو عمل کیا خاک ہوگا؟ دراصل جن احادیث میں قیام کرنے کی ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے جو قیامِ اعاجم سے ہے کہ ان کا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوتا اور درباری تصویر بنے ہوئے سامنے کھڑے رہتے۔دوسری صورت یہ ہے کہ جب کوئی خود چاہتا ہو کہ لوگ میری تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ظہیر صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں یہی صریح الفاظ ہے۔خود چاہنا اور لوگوں کا بذات خود تعظیم میں کھڑے ہونا دو الگ الگ صورتیں ہیں۔کسی عالم یا بزرگ کی تعظیم میں کھڑے ہونا جائز و مستحب ہے۔وہابیوں کے مولوی ابو العلا محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم المبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی میں قیام تعظیم کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں"وقال النووی فی الأذکار وأما إکرام الداخل بالقیام فالذی نختاره أنه مستحب لمن کان فیه فضیلة ظاهرة من علم أو صلاح أو شرف أو ولایة ونحو ذلك ویکون هذا القیام للبر والإکرام والاحترام لا للریاء والإعظام وعلی هذا استمر عمل السلف والخلف وقد جمعت فی ذلك جزءا جمعت فیه الأحادیث والآثار وأقوال

السلف وأفعالهم الدالة على ما ذكرته" ترجمہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذکار میں فرمایا کہ جس کی فضیلت علم، صلاح، ولایت، بزرگی وغیرہ سے ظاہر ہو اس کے لئے قیام تعظیمی کو ہم مستحب کہتے ہیں۔ یہ قیام بھلائی واکرام واحترام کے لئے ہو نہ کہ ریا وعظام کے لئے۔ اس طرح کے قیام پر اگلے پچھلے بزرگوں کا عمل ہے اور میں نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس پر احادیث وآثار اور اقوال اسلاف وافعال پیش کئے ہیں۔

(تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، جلد8، صفحہ25، دار الکتب العلمیہ بیروت)

پتہ چلا کہ ظہیر صاحب کا اس حدیث سے قیام میلاد کو ناجائز ثابت کرنا خود ایک ناجائز عمل ہے۔ میلاد شریف میں جو قیام کیا جاتا ہے وہ قیام تعظیمی ہے جو کہ جائز ہے۔

## کیا حضور علیہ السلام کا یوم پیدائش 12 ربیع الاول نہیں

﴿ بریلوی حضرات پر تعجب ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم میلاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات کے روز مناتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 12 ربیع الاول کو انتقال فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت 9 ربیع الاول ہے اور جدید تقویم سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ چند سال قبل بریلوی حضرات اسے بارہ وفات کہا کرتے تھے مگر اب بارہ وفات سے بدل کر عید میلاد کر دیا۔ ﴾

پہلی بات تو یہ ہے کہ بارہ وفات صرف بعض کم علم لوگ ہی کہتے تھے اور کہتے ہیں۔ اہل علم شروع سے ہی عید میلاد کہتے آرہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جمہور علمائے اسلاف کا یہی مؤقف ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی چنانچہ علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں "المشهور انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولد يوم الاثنين ثانى عشر ربيع الاول وهو قول محمد بن اسحاق امام المغازى وغيره" ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے، امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد1، صفحہ248، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شرح مواہب میں ہے "قال ابن كثير وهو المشهور عند الجمهور وبالغ ابن الجوزى وابن الجزار فنقلا

فیہ الإجماع وھو الذی علیہ العمل" ترجمہ: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ابن جوزی اور ابن جزار رحمہما اللہ کا یہی مؤقف ہے اوران دونوں نے اس پر اجماع کو نقل کیا اور اسی پر عمل ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد1، صفحہ248، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بالفرض اگر میلاد کی تاریخ بارہ ربیع الاول نہ بھی ہو تو کیا اس دن اس وجہ سے میلاد منانا کیسے ناجائز ہوسکتا ہے کہ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا ہے جبکہ شرعی حکم یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔علمائے اسلاف نے صراحت فرمائی کہ ربیع الاول کے مہینے میں نبی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشی منائیں، دنیا سے پردہ کرنے کا افسوس نہ کریں کہ تین دن کے بعد یہ جائز نہیں چنانچہ مجمع بحار الانوار میں ہے"شھرالسرور والبھجۃ مظھر منبع الانوار والرحمۃ شھر ربیع الاول، فانہ شھر امرنا باظھار الحبور فیہ کل عام، فلانکدرہ باسم الوفاۃ، فانہ یشبہ تجدید الماتم، وقد نصوا علی کراھیتہ کل عام فی سیدنا الحسین مع انہ لیس لہ اصل فی امھات البلاد الاسلامیۃ، وقد تحاشوا عن اسمہ فی اعراس الاولیاء فکیف فی سیّدالاصفیاء صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" ترجمہ: ماہ مبارک ربیع الاول خوشی وشادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمہ انوار رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ظہور ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اس میں خوشی کریں تو اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کریں گے کہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے۔ بیشک علماء نے بتصریح کی کہ ہر سال جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماتم کیا جاتا ہے شرعاً مکروہ ہے اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں۔اولیائے کرام کے عرسوں میں نام ماتم سے احتراز کرتے ہیں تو حضور پرنور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اسے کیونکر پسند کرسکتے ہیں۔

(مجمع بحار الانوار، خاتمۃ الکتاب، جلد5، صفحہ307، دار الایمان، المدینۃ المنورۃ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''اور روز ولادت شریف اگر آٹھ یا بفرض غلط نو یا کوئی تاریخ ہو جب بھی بارہ کو عید میلاد کرنے سے کون سی ممانعت ہے وہ وجہ کہ اس شخص نے بیان کی خود جہالت ہے، اگر مشہور کا اعتبار کرتا ہے تو ولادت شریف اور وفات شریف دونوں کی تاریخ بارہ ہے۔ہمیں شریعت نے نعمت الٰہی کا چرچا کرنے اور غم پر صبر کرنے کا حکم دیا، لہٰذا اس تاریخ کو روز ماتم وفات نہ کیا روز سرور ولادت شریفہ کیا 'کما فی مجمع البحار الانوار'' (جیسا کہ مجمع البحار الانوار میں ہے۔) اور اگر ہیأت وزیج کا حساب لیتا ہے تو تاریخ وفات شریف بھی بارہ نہیں بلکہ تیرہ ربیع الاول "کما حققناہ فی فتاوٰنا"(جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کردی ہے۔) بہرحال معترض کا اعتراض بے معنی

ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد26، صفحہ 428، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

مسلک اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ اہلحدیث نے بعنوان ''قدیم صحائف کی گواہی'' لکھا ہے کہ۔۔۔۔۔ بھارت میں ایک کتاب بعنوان ''کلکی اوتار اور محمد صاحب'' منظر عام پر آئی ہے۔اس کے مصنف الہ آباد یونیورسٹی سنسکرت کے ریسرچ سکالر پنڈت دید پرشاد اپاریہ ہیں۔اور اس پر آٹھ ہندو پنڈتوں نے تصدیقی نوٹ لکھے ہیں۔اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔:''کلکی اوتار (عالم انسانیت کے آخری نجات دہندہ برگزیدہ نبی) کو فرشتوں کے ذریعے مہیا ہوگی۔حسن ووجاہت میں وہ بے مثال ہوں گے۔ان کا جسم معطر ہوگا۔وہ مہینے ربیع الاول کی 12 تاریخ کو پیدا ہوں گے۔وہ شہسوار وشمشیر زن ہوں گے۔''یہ بیان کرنے کے بعد پنڈت دید پرشاد اس نتیجہ پر پہنچے کہ موصوف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔سبحان اللہ! غیر مسلموں کی زبانی ان کی پیشین گوئی کے مطابق اہلحدیث کی تصدیق سے شان مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کتنا عمدہ بیان ہوا۔جس میں یہ صاف تصریح بھی آ گئی کہ 12 ربیع الاول ہی یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔تعجب ہے کہ غیر مسلموں کی پیشین گوئی و اہلحدیث کی تصدیق کے مطابق تو یوم ولادت کی تاریخ 12 ہو لیکن مسلمان کہلانے اور بعض اہلحدیث بننے والے خواہ مخواہ اس میں انتشار وافتراق کا موجب بنیں۔مولد خیر البریہ میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ شب ولادت مصطفیٰ میں کسریٰ حرکت میں آیا۔آتش فارس بجھ گئی (حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھا نیز تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک پشت کعبہ پر۔جب حضرت ہمراہ نور کے پیدا ہوئے، دیکھا تو آپ سجدے میں ہیں اور انگلی طرف آسمان کے۔مزید تفصیل اس مستقل تصنیف ''شمامہ عنبریہ من مولد خیر البریہ'' میں پڑھیں۔خدا ہدایت دے۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

53 رسول الکلام فی بیان المولد والقیام، ص ۱۵

54 جاء الحق، جلد ا ص ۲۳۱

55 ایضاً

56 ایضاً ص ۲۳۳

57 رسول الکلام، ص ۵۸

58 ایضاً ص ٦٠

59 (مترجم صاحب کو اس کا حوالہ نہیں ملا)

60 متفق علیہ

61 رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ

62 حجۃ اللہ البالغہ، جلد ٢ ص ٧٧، ایضاً تفہیمات الٰہیہ، جلد ٢، ص ٦٤

63 تفسیر مظہری، از قاضی ثناء اللہ، جلد ٢ ص ٦٥

64 البحر الرائق

65 شرح المناسک، از ملا علی قاری

66 القول المعتمد فی عمل المولد، از احمد بن محمد مصری

67 دول الاسلام، از امام ذہبی رحمہ اللہ، جلد ٢ ص ١٠٢

68 البدایہ والنہایہ، از امام ابن کثیر، جلد ١٣ ص ١٤٤

69 ایضاً ص ١٤٥

70 لسان المیزان، از امام ابن حجر، جلد ٤ ص ٢٩٦

71 الانوار الساطعہ، از عبدالسمیع بریلوی، ص ٢٥٠

72 رواہ الترمذی و ابو داؤد

73 رواہ الترمذی و قال حدیث حسن

# فصل : قل خوانی وایصال ثواب

مسلمانوں میں رائج ہے کہ اپنے عزیز کے مرنے پر اسے ایصال ثواب کرنے کے لئے صدقہ خیرات کرتے ہیں، قرآن پاک پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو ایصال کرتے ہیں۔ یہ سب جائز و مستحب ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اگر کوئی نیک کام کر کے اس کا ثواب مرنے والے کو ایصال کیا جائے تو اسے وہ ثواب پہنچتا ہے چنانچہ سنن ابی داؤد کی حدیث ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فوت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ((یا رسول الله إن أم سعد ماتت فأي الصدقة أفضل قال "الماء" قال فحفر بئرا وقال هذه لأم سعد)) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام سعد وفات پاگئیں تو اب کون سا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا: پانی، لہٰذا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کے لئے ہے (یعنی ان کے ایصال ثواب کے لئے ہے۔)

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی فضل سقی الماء، جلد 01، صفحہ 526، دار الفکر، بیروت)

ترمذی شریف کی حدیث پاک ہے ((عن ابن عباس أن رجلا قال يا رسول الله إن أمي توفيت أفينفعها إن تصدقت عنها ؟ قال نعم قال فإن لي مخرفا فأشهدك أن قد تصدقت به عنها)) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں۔ اگر میں کوئی چیز ان کی طرف سے صدقہ کروں تو انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ فرمایا ہاں۔ اس صحابی نے عرض کی میرا ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہو کہ میں نے وہ ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

(جامع ترمذی، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، جلد 3، صفحہ 56، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو قربانی کا ثواب ایصال کرتے تھے چنانچہ ابو داؤد اور مسلم کی حدیث میں ہے ((قال بسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن أمة محمد ثم ضحى به)) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیا اور کہا: اے اللہ! محمد و آل محمد و امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کو ذبح کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الصید، باب استحباب الضحیۃ، جلد 3، صفحہ 1557، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں فوت شدہ والدین کی طرف سے حج کرنے کی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمائی ((من حج عن

ابیہ او عن امہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج)) اپنے باپ یا ماں کی طرف سے حج کیا تو بے شک اس کی جانب سے حج ادا کر دیا اور خود دس حج کی فضیلت پائی۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، جلد3، صفحہ300، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

طبرانی اوسط کی حدیث پاک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

((ما من أہل بیت یموت منہم میت فیتصدقون عنہ بعد موتہ، إلا أہداہا إلیہ جبریل علیہ ا

من نور، ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق، ہذہ ہدیۃ أہداہا إلیک أہلک فاقبلہا، فید

علیہ، فیفرح بہا ویستبشر، ویحزن جیرانہ الذین لا یہدی إلیہم بشیء)) کے اہل خانہ سے کوئی صدقہ وخیرات کر کے ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کے ایصال ثواب کو سیدنا جبرئیل علیہ السلام ایک نورانی تھال میں رکھ کر، اس قبر والے کے سرہانے لے جا کر پیش کرتے ہیں کہ تیرے فلاں عزیز نے ثواب کا یہ تحفہ بھیجا ہے تو اسے قبول کر۔ وہ اسے قبول کر لیتا ہے اور اس پر خوش ہوتا ہے۔ وہ دوسرے قبر والوں کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے پڑوسیوں میں سے جس مردے کو کوئی تحفہ نہ ملا وہ وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔

(المعجم الأوسط، باب المیم، جلد6، صفحہ314، دار الحرمین، القاہرۃ)

پتہ چلا کہ جس کی اولاد وہابی ہو وہ قبر میں بھی غمگین ہوگا کہ میری وہابی اولاد ایصال ثواب بھیجنا تو دور کی بات ہے، ایصال ثواب ہی کو ناجائز کہتی ہے۔ پھر اسے پتہ چلے گا کہ سنی علماء صحیح کہتے تھے کہ خود اور اپنی اولاد کو وہابیوں سے دور رکھو۔ شعب الایمان کی حدیث پاک ہے ((عن عبد اللہ بن عیاش قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر إل

المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من أب أو أم أو أخ أو صدیق فإذا لحقتہ کان أحب إلیہ من الدنیا وما ف

عز وجل لیدخل علی أہل القبور من دعاء أہل الأرض أمثال الجبال وإن ہدیۃ الأحیاء إلی الأ

لہم)) ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبر میں میت ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے کہ ماں باپ، بھائی، دوست کی دعائے خیر پہنچنے کی منتظر رہتی ہے۔ پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ بے شک اللہ عزوجل زمین والوں کی دعاؤں سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے۔ یقیناً زندوں کا مردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے۔

(شعب الإیمان، فصل فی زیارۃ القبور، جلد11، صفحہ472، مکتبۃ الرشد، الریاض)

لہٰذا اموات کو ایصال ثواب قطعاً مستحب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ)): جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے تو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب الرقیۃ من العین الخ، جلد4، صفحہ1726، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اس کے علاوہ علمائے اسلاف نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ میت کو مالی و بدنی عبادت کا ثواب ایصال کر سکتے ہیں چنانچہ شارح بخاری امام عینی رحمۃ اللہ علیہ بنایہ میں فرماتے ہیں "الاصل ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ اوصوماً اوصدقۃ اوغیرھا کالحج وقراءۃ القران والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء والشھداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البر والعبادۃ کالزکوٰۃ والصدقۃ والعشور والکفارات ونحوھا، اوبدنیۃ کالصوم والصّلوٰۃ والاعتکاف وقراءۃ القران و الذکر والدعاء اومرکبۃ منھا کالحج والجھاد وفی البدائع جعل الجھاد من البدنیات وفی المبسوط جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم یکن الحج مرکبا قیل ھو اقرب الی الصواب ولھذ الایشترط المال فی حق المکی اذا قدر علی المشی الی عرفات فاذا جعل شخص ثواب ماعملہ من ذلك الی اخر یصل الیہ وینتفع بہ حیا کان المھدی الیہ او میتا" ترجمہ: اصل یہ ہے کہ انسان اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کرسکتا ہے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اس کے علاوہ جیسے حج تلاوتِ قرآن، اذکار، انبیاء، شہداء، اولیاء اور صالحین کے مزارات کی زیارت، مُردے کو کفن دینا اور نیکی وعبادت کی تمام قسمیں جیسے زکوٰۃ، صدقہ، عشر، کفارہ اور ان کے مثل مالی عبادتیں، یا بدنی جیسے روزہ، نماز، اعتکاف، تلاوت قرآن، ذکر، دعا یا بدنی اور مالی دونوں سے مرکب جیسے حج اور جہاد اور بدائع میں جہاد کو بدنی عبادتوں سے شمار کیا ہے۔ مبسوط میں مال کو حج کے وجوب کی شرط بتایا ہے تو حج مالی و بدنی سے مرکب نہیں بلکہ صرف بدنی عبادت ہوا۔ کہا گیا یہ درستی کے زیادہ قریب ہے۔ اسی لیے مکی کے حق میں مال کی شرط نہیں جبکہ وہ عرفات تک پیادہ جانے پر قادر ہو، تو جب مذکورہ عبادات میں سے اپنی ادا کی ہوئی کسی عبادت کا ثواب کوئی شخص دوسرے کے لیے کردے تو وہ اسے پہنچے گا اور اس سے اس کو فائدہ ملے گا۔ جسے ہدیہ کیا ہے وہ زندہ ہو یا وفات پا چکا ہو۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، باب الحج عن الغیر، جلد2، صفحہ1611، المکتبۃ الامدادیۃ، مکۃ المکرمۃ)

ردالمحتار میں ہے "ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد موتہ من غیر وصیۃ

وحج ابن الموفق (رحمة اللّٰه تعالی علیه وھوفی طبقة الجنید قدس سره) عنه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم سبعین حجة وختم ابن السراج عنه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم اکثر من عشر الاف ختمة وضحی عنه مثل ذلک'' ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر کسی وصیت کے ان کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے، ابن موفق رحمہ اللہ نے (جو حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے طبقہ سے ہیں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ستر حج کیے، ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دس ہزار سے زیادہ قرآن پڑھے اور اسی کے مثل سرکار کی جانب سے قربانی بھی کی۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، جلد2، صفحہ244، دار الفکر، بیروت)

مزید ردالمحتار میں ہے'' وقول علمائنا له ان یجعل ثواب عمله لغیره یدخل فیه النبی صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم فان ھو احق بذلک حیث انقذنا من الضلالة ففی ذلک نوع شکر واسداء جمیل له والکامل قابل لزیادة الکمال'' ترجمہ: اور ہمارے علماء کا یہ قول کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کے لیے کرے، اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی داخل کرلے۔ اس لیے کہ وہ اس سے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ حضور ہی نے ہمیں گمراہی سے نکالا تو اس میں ایک طرح کی شکرگزاری اور حسن سلوک ہے اور صاحب کمال مزید کمال کے قابل ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، جلد2، صفحہ244، دار الفکر، بیروت)

مزید علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' لکن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاھل المقبرة الفاتحة ھل یقسم الثواب بینھم اویصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعة الفضل'' ترجمہ: ابن حجر مکی سے سوال ہوا: اگر اہل قبرستان کے لیے فاتحہ پڑھے تو ثواب ان کے درمیان تقسیم ہوگا یا ان میں سے ہر ایک کو اس کی مثل کامل ثواب پہنچے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت نے صورت دوم پر فتویٰ دیا ہے اور وسعتِ کرم کے لائق وہی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطلب فی زیارۃ القبور، جلد2، صفحہ244، دار الفکر، بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' ویصل للمیت ثواب کل عبادة فعلت عنه واجبة أو مندوبة، و کتب أصحابنا الحنفیة خاصة علی أن للإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو غیرھا، بل عبارة کثیر منھم أن

هذا مذهب أهل السنة والجماعة" ترجمہ: میت کو ہر قسم کی عبادت جو اس کی طرف سے ادا کی جائے چاہے واجبہ ہو یا مستحبہ اس کا ثواب پہنچتا ہے ہمارے اصحاب احناف نے خاص طور پر یہ مسئلہ لکھا کہ انسان کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی نماز وغیرہ عبادت کا ثواب کسی اور کو ایصال کرے بلکہ ان میں سے کثیر کے الفاظ یہ ہیں کہ یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الصوم، باب القضاء، جلد4، صفحہ1409، دار الفکر، بیروت)

وہابیوں کے بڑے پیشوا اسماعیل دہلوی بھی ایصال ثواب کو مانتے تھے چنانچہ قل خوانی کو بدعت حسنہ کہتے ہوئے یوں کہا "ہمہ اوضاع از قرآن خوانی فاتحہ خوانی و خورانیدن طعام سوائے کندن چاہ وامثال دعا واستغفار واُضحیہ بدعت ست بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر "ترجمہ: کنواں کھودنے اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں اور دعاء استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھلانا سب بدعت ہیں۔ مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (بدعتِ حسنہ ہے۔)

(مجموعہ زبدۃ النصائح، فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ614، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ایک اور وہابی مولوی محمد اشرف بن امیر العظیم آبادی لکھتے ہیں "قال علماؤنا الأصل في الحج عن الغير أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره من الأموات والأحياء حجا أو صلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها كتلاوة القرآن والأذكار فإذا فعل شيئا من هذا وجعل ثوابه لغيره جاز" ترجمہ: ہمارے (وہابی) علماء نے کہا ہے کہ غیر کی طرف حج کرنے کی اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کے ثواب کو زندہ یا فوت شدہ کو ایصال کردے اور ایصال ثواب میں حج، نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ ہیں جیسے تلاوت قرآن اور ذکر اذکار کرنا، جب ان میں سے کوئی عمل کیا تو کسی دوسرے کو اس کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔

(عون المعبود شرح سنن أبي داود، ومعه حاشية ابن القيم، جلد11، صفحہ284، دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیکھیں کتنے واضح انداز میں احادیث، علمائے اسلاف اور وہابی مولویوں سے ایصال ثواب کا ثبوت ہے۔ اس کے باوجود موجودہ دور کے وہابی اتنے شدتی اور اپنے بڑوں کی کتب سے اتنے ناواقف ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں ہمارے بڑوں کا ایصال ثواب میں کیا مؤقف ہے۔ موجودہ دور کے وہابیوں کو قل خوانی سے اتنی چڑ ہے کہ بغیر دلیل کے یہ مؤقف بنالیا ہے کہ

تلاوت قرآن کا ثواب مردوں کونہیں پہنچتا چنانچہ وہابی مولوی مختار احمد ندوی صاحب نے ایک کتاب قرآن خوانی اور ایصال ثواب میں کہا ہے:''آئندہ صفحات میں مردوں کے لئے قرآن خوانی کی مروجہ رسم کے متعلق بڑی اہم بحث آرہی ہے، جس میں قبروں اور مردوں پر قرآن خوانی کرنے والوں کے توہمات اور جھوٹے دعوؤں کا پردہ چاک کیا گیا ہے اور صحیح دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب مردوں کونہیں پہنچتا اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس من گھڑت رسم سے قرآن کا بے محل استعمال ہورہا ہے جس کی وجہ سے اس کی عظمت، قدرومنزلت اور مقصد نزول متاثر ہورہا ہے۔''

(قرآن خوانی اور ایصال ثواب، صفحہ 40، دعوت و توعیۃ الجالیات ربوہ ریاض)

جبکہ صریح حدیث پاک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا((من مر علی المقابر فقرأ فیہا إحدی عشرۃ مرۃ (قل ہو اللہ أحد) ثم وہب أجرہ الأموات أعطی من الأجر بعدد الأموات))یعنی جو سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر اموات مسلمین کو اس کا ثواب بخشے بعدد اموات اجر پائے۔

(کنز العمال، کتاب الموت، الإکمال من زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ و سلم، جلد 15، صفحہ 1018، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

## دن مخصوص کرکے ختم دلانا

پھر جب وہابیوں کو اپنے مؤقف پر دلیل نہیں ملتی تو چند خود ساختہ قانون بناتے ہیں جیسے یہ کہتے ہیں کہ جس طرح اہل سنت والے دن مخصوص کرکے جیسے قل شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ میں مل کر قرآن پڑھ کر ایصال کرتے ہیں وہ جائز نہیں کہ دن مخصوص کرکے کوئی عمل کرنا ثابت نہیں۔ یہ وہابیوں کا ایک عجیب خود ساختہ قانون ہے خود اپنے نکاح، جلسے، تقریبات، اجتماع، دن مقرر کرکے کرتے ہیں، اہل سنت والے قرآن خوانی کے لئے دن مخصوص کریں تو ناجائز ہے۔کثیر احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ کوئی بھی نیک عمل اگر دن مخصوص کرکے کیا جائے تو حرج نہیں، جائز ہے۔ابوداؤد شریف کی حدیث پاک ہے ((عن أبی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقدموا صوم رمضان بیوم ولا یومین إلا أن یکون صوم یصومہ رجل فلیصم ذلک الصوم))حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان سے ایک یا دو دن قبل روزہ نہ رکھو۔البتہ جو ان دنوں روزہ رکھتا ہو وہ روزہ رکھ لے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصیام، باب فیمن یصل شعبان برمضان متطوعا، جلد 2، صفحہ 300، المکتبۃ العصریہ بیروت)

یعنی اگر کسی نے ہر جمعرات یا پیر کو روزہ رکھنے کی عادت بنائی ہوئی ہے۔اب ہوا یوں کہ شعبان کی اٹھائیس یا انتیس

تاریخ پیر والے دن آ گئی تو اس دن روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ پتہ چلا کہ کسی دن کو روزہ، قرآن وغیرہ کی عبادت کے لئے خاص کرنا حدیث پاک سے ثابت ہے۔ یہ تخصیص عرفی ہے یعنی کوئی تیجہ، دسواں وغیرہ میں ہونے والی قل خوانی کو ضروری نہیں سمجھتا، اسے مستحب سمجھتے ہوئے یہ عمل کرتے ہیں۔

جب قرآن پڑھنا مطلقاً ثواب ہے پھر چاہے مل کر پڑھا جائے، اکیلے پڑھا جائے، بیٹھ کر پڑھا جائے یا کھڑے ہو کر پڑھا جائے وہ ثواب ہی رہے گا۔ جو کہتا ہے کہ مل کر قرآن پڑھنا جائز نہیں وہ قرآن وحدیث سے دلیل لائے کہ یہ کہاں لکھا ہے؟ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع؟ ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلك المجموع مباحا "ترجمہ: جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا۔ جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہو گا۔

(احیاء العلوم، کتاب آداب السماع والوجد، جلد2، صفحہ273، دار المعرفہ، بیروت)

## ختمِ قرآن کا ثبوت

قل، چالیسواں وغیرہ میں سب مسلمان مل کر پورا قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور پھر دعا میں اس قرآن و ذکر اذکار کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ صحابہ کرام وتابعین علیہم الرضوان سے بھی ختم قرآن پر لوگوں کو جمع کرنا اور دعا کرنا ثابت ہے۔ کنز العمال اور مجمع الزوائد میں ہے "عن ثابت أن أنس بن مالك كان إذا ختم القرآن جمع أهله وولده فدعا لهم۔ رواه الطبرانی ورجاله ثقات "ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختم قرآن پاک پر اپنے اہل وعیال کو جمع کرتے اور دعا مانگتے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس حدیث کی سند میں تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب التفسیر، باب الدعاء عند ختم القرآن، جلد7، صفحہ355، دار الفکر، بیروت)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن کثیر میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذکار میں فرمایا "کان انس ابن مالك رضی الله تعالیٰ عنه اذاختم القرآن جمع اهله و دعا "ترجمہ: انس بن مالک ختم قرآن کے موقع پر گھر والوں کو جمع کرتے اور دعا فرماتے۔

(الاذکار، صفحہ، 97، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "يستحب له إذا ختم القرآن أن يجمع أهله" ترجمہ: مستحب ہے کہ اپنے گھر والوں کو ختم قرآن کے وقت اکٹھا کیا جائے۔

(تفسیر القرطبی، جلد1، صفحہ30، دار الکتب المصریہ القاہرۃ)

جس طرح ہمارے یہاں لوگوں کو سپارے پڑھنے کے لئے ختم کے دن تک بھیج دیئے جاتے ہیں پھر جب ختم کا دن آتا ہے سب مل کر ختم قرآن کرتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں یہ بالکل جائز و مستحب ہے اور تبع تابعین سے ثابت ہے چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ المصنف میں روایت کرتے ہیں "عن الحكم قال كان مجاهد وعبدة بن أبي لبابة وناس يعرضون المصاحف، فلما كان اليوم الذي أرادوا أن يختموا أرسلوا إلي وإلى سلمة بن كهيل فقالوا: إنا كنا نعرض المصاحف فأردنا أن نختم اليوم فأحببنا أن تشهدونا، إنه كان يقال: إذا ختم القرآن نزلت الرحمة عند خاتمته أو حضرت الرحمة عند خاتمته" ترجمہ: حضرت حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدۃ بن ابی لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر لوگ سپارے دیتے تھے۔ پھر جس دن ختم کرنا ہوتا تھا تو وہ میری طرف اور سلمہ بن کہیل کی طرف بھیجتے اور فرماتے کہ ہم نے لوگوں سپارے دیے تھے اور ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ آج قرآن پاک ختم کیا جائے اور اس بات کو پسند کرتے ہیں آپ لوگ بھی حاضر ہو کہ جب ختم قرآن ہوتا ہے اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ جب ختم قرآن ہوتا ہے تو رحمت حاضر ہوتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن، فی الرجل إذا ختم ما یصنع، جلد6، صفحہ128، مکتبۃ الرشد، الریاض)

مسلم شریف کی حدیث پاک ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله، يتلون كتاب الله، ويتدارسونه بينهم، إلا نزلت عليهم السكينة، وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة، وذكرهم الله فيمن عنده" ترجمہ: کوئی قوم نہیں جو کسی گھر میں اکٹھی ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرے اور اس کا درس دے مگر یہ کہ ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، رحمت برستی ہے، فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ عزوجل اس قوم کا ذکر اپنے فرشتوں سے کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، جلد4، صفحہ2074، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ مل کر قرآن پڑھنے کو اجر عظیم کہا گیا جیسا کہ ختم قرآن پر سب مل کر قرآن

پڑھتے ہیں۔پھر ختم قرآن کے وقت مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر درمنثور میں فرماتے ہیں"عن عبد الله بن مسعود قال من ختم القرآن فله دعوی مستجابة"ترجمہ:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ختم قرآن کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(الدر المنثور،جلد8،صفحہ698،دار الفکر،بیروت)

شعب الایمان،سنن الدارمی کی حدیث پاک حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ہے"بلغنا أن الدعاء یستجاب عند ختم القرآن"ترجمہ:ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ختم قرآن کے وقت مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

(سنن الدارمی،کتاب فضائل القرآن،باب فی ختم القرآن،جلد4،صفحہ2184،دار المغنی،السعودیہ)

ثابت ہوا کہ جس طرح ہمارے یہاں ختم پاک میں قرآن پاک پڑھ کر دعا مانگی جاتی ہے بالکل جائز و مستحب ہے اور اس کی اصل احادیث سے ثابت ہے۔وہابی جو اسے ناجائز وبدعت کہتے ہیں بالکل غلط ہے۔خود وہابیوں کے امام الطائفہ معلمِ ثانی اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں اس اجتماع و ختم وطعام کو بہتر کہا۔"ھر گاہ ایصال نفع بمیّت منظور دارد موقوف براطعام نہ گزارد ، اگر میسر باشد بھتر ست والّا صرف ثوابِ سُورۃ فاتحه واخلاص بھترین ثوابھا ست " ترجمہ:جب میّت کو نفع پہنچانا منظور ہو کھانا کھلانے پر ہی موقوف نہ رکھے،اگر میسر ہو تو بہتر ورنہ صرف سُورہ فاتحہ واخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔

(صراط مستقیم،ہدایت ثالثہ در ذکر بدعاتیکہ الخ،صفحہ64،المکتبۃ السلفیہ،لاہور)

وہابی مولوی نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب میت کے لئے ختم کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"جس کے پاس ختم قرآن یا تہلیل ہو اس سے کہے کہ دس بار قل ھو اللہ احد بسم اللہ پڑھے،پھر دس بار درود،پھر دس بار" سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الابالله"پھر دس بار" اللھمّ اغفرہ وارحمه"پھر ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر آواز سے کہے کہ ثواب ان کلمات طیبات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے اور ثواب ختم قرآن تہلیل کا فلاں کی روح کو پیش کیا اور وہاں بیٹھے لوگ یوں کہیں﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾۔"

(کتاب التعویذات،صفحہ163،اسلامی کتب خانہ،لاہور)

لیکن موجودہ وہابیوں کے نزدیک جس کھانے پر ختم پڑھا جائے وہ غیر اللہ کا ہو جاتا ہے جسے کھانا حرام ہے۔گویا وہابیوں

کے نزدیک اللہ عزوجل کا پاک کلام بھی حلال کو حرام کردیتا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ صریح قرآن پاک کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا، وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا، مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

(سورۃ الانعام، سورۃ6، آیت119)

ایک حدیث پاک میں ہے ((عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن حلو یحب ا ومن حرمها علی نفسه فقد عصی اللہ ورسوله لا تحرموا نعمة اللہ والطیبا واشکروا فإن لم تفعلوا لزمتکم عقوبة اللہ عز وجل)) مومن میٹھا ہے حلوے (میٹھے) کو پسند کرتا ہے جس نے اپنے پر حلوے کو حرام کیا (جیسے وہابی شب براءت وغیرہ میں حلوہ پر ختم پڑھنے کو ناجائز وحرام کہتے ہیں) اس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اللہ عزوجل کی حلال نعمتوں کو اپنے اوپر حرام نہ ٹھہراؤ، کھاؤ پیو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اللہ عزوجل کا عذاب اپنے اوپر لازم کیا۔

(کنز العمال، کتاب الایمان، الفصل الثامن فی صفات المؤمنین، جلد1، صفحہ563، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

## وہابیوں کے پیشواؤں سے تیجہ اور چالیسویں کا ثبوت

> ﴿ جہاں تک قل، ساتویں، دسویں اور چالیسویں وغیرہ کا تعلق ہے، یہ سب خود ساختہ بدعات ہیں۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا ثبوت ملتا ہے، نہ اصحاب رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ہی فقہ حنفی سے۔ ﴾

ہم نے پہلے کہا کہ قل، دسواں، چالیسواں کی تخصیص عرفی ہے۔ یہ تو فقط نام ہیں، اصل ان کی ایصال ثواب ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ وہابی خود درس قرآن وحدیث دن مخصوص کر کے دیتے ہیں، ان سے پوچھا جائے تو کہیں گے ہم اس درس میں قرآن وحدیث پڑھتے ہیں جو کہ ثواب ہے تو ہم بھی قل، چالیسویں میں تلاوت قرآن وذکر اذکار ہی کرتے ہیں جو

عین ثواب ہے۔نام کی طرف نہیں دیکھا جاتا اس میں ہونے والے فعل کو دیکھا جاتا ہے۔ایک بندہ درس قرآن کی محفل میں گانے باجے چلا دے تو نام کو نہیں دیکھا جائے گا اس کے فعل کو دیکھا جائے گا۔ جہاں تک ایصال ثواب کا تعلق ہے تو ہم نے اوپر احادیث وصحابہ کرام وفقہائے کرام سے اس کا ثبوت پیش کیا ہے۔جب ایصال ثواب جائز ہے قل شریف میں ہو یا چالیسویں میں وہ جائز ہی رہے گا۔کتب فقہ میں ان دنوں میں ایصال ثواب کرنے کی صراحت ہے۔طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے

''والسنة أن يتصدق ولي الميت له قبل مضى الليلة الأولى بشیء مما تيسر له فإن لم يجد شيئا فليصل ركعتين ثم يهد ثوابهما له قال ويستحب أن يتصدق على الميت بعد الدفن إلى سبعة أيام كل يوم بشیء مما تيسر

''ترجمہ: سنت یہ ہے کہ میت کا ولی میت کے لئے پہلی رات گزرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرے جو بھی اسے میسر ہو اور اگر اسکے پاس کچھ نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دے۔(صاحب شرعۃ الاسلام) نے فرمایا مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد سات دن تک جو بھی میسر ہو میت کے لئے صدقہ کرتا رہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، جلد1، صفحہ409، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ ببولاق، مصر)

بلکہ وہابیوں کے پیشوا حضرت عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں اس آیت ﴿وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں: ''وارد ہے کہ مُردہ اس حالت میں کسی ڈوبنے والے کی طرح فریادرس کا منتظر ہوتا ہے اور اس وقت صدقے، دعائیں اور فاتحہ اسے بہت کام آتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ لوگ، موت سے ایک سال تک، خصوصاً چالیس دن تک اس طرح کی امداد میں بھرپور کوشش کرتے ہیں۔''

(تفسیر عزیزی، تحت والقمر اذا اتسق، صفحہ206، لال کنواں، دہلی)

خود شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تیجہ ہوا جس میں متعدد بار قرآن پاک کی تلاوت ہوئی تھی چنانچہ اس کا تذکرہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات صفحہ 80 میں اس طرح فرمایا ہے''روز سوم کثرت ھجوم مردم آں قدر بود کہ بیرون از حساب است ہشتاد ویک کلام اللہ بہ شمار آمدہ ہم شدہ باشدہ و کلمہ را حصر یست''

ترجمہ: تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار سے باہر ہے، اکیاسی ختم کلام اللہ شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہوئے ہوں گے، کلمہ طیبہ کا تو اندازہ نہیں۔

(ماخوذ از، جاء الحق، حصہ1، صفحہ270، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

## کیا تیجہ اور دسواں فقہ حنفی میں ناجائز ہے؟

﴿ حقیقت میں یہ لوگ حنفی نہیں، کیونکہ یہ فقہ حنفی کی پابندی نہیں کرتے۔ ان کی الگ اپنی فقہ ہے، جس پر یہ عمل پیرا ہیں۔ فقہ حنفی کے امام ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہمارے مذہب میں علماء کا اتفاق ہے کہ تیجا اور ساتواں وغیرہ جائز نہیں۔''74

ابن بزار حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تیجا اور ساتواں مکروہ ہے۔ اسی طرح مخصوص دنوں میں ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا اور ختم وغیرہ بھی مکروہ ہیں۔''75 ﴾

سب سے پہلے تو ظہیر صاحب اپنی ہی پیش کردہ دلیل میں جھوٹے ثابت ہوئے۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ بریلویوں نے یہ قل، تیجہ، ساتواں، چالیسواں کی بدعات شروع کی ہیں، پھر یہاں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے پہلے کے فقہائے کرام کے تیجہ، ساتواں پر اقوال پیش کیے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ان دونوں جزئیات میں مترجم اور ظہیر دونوں نے تحریفات کی ہیں۔ مترجم صاحب نے یہ تحریف کی کہ اپنے پاس سے یہ جملہ زیادہ کر دیا: ''مخصوص دنوں میں ایصال ثواب کے لیے کھانا پکانا اور ختم وغیرہ بھی مکروہ ہیں۔'' حالانکہ اصل عبارت میں ایسا نہیں۔ دراصل صحیح مسئلہ یہ ہے کہ میت کے گھر سے تین دن کا کھانا غنی کے لئے جائز نہیں کہ یہ تین دن سوگ کے ہیں دعوت کے نہیں ہیں۔ یہی فقہائے کرام علیہم الرضوان نے فرمایا اور یہی اہل سنت کا مؤقف ہے۔ ظہیر صاحب کے پیش کردہ دونوں جزئیات کا بھی یہ محمل ہے کہ تین دن تک کا کھانا بطور دعوت میت کے گھر والوں کی طرف سے جائز نہیں اور تین دن کے بعد کا کھانا اس صورت میں جائز نہیں جب یہ میت کے مال سے بغیر ورثہ کی رضامندی یا نابالغوں کے مال سے تیار کر لیا جائے۔ ظہیر صاحب نے ہمیشہ کی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا حوالہ پیش نہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کی شرح میں فرمایا۔ وہ حدیث پاک یہ ہے ''عن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال:خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على القبر يوصي الحافر يقول **((أوسع من قبل رجليه أوسع من قبل رأسه))** فلما رجع استقبله داعي امرأته، فأجاب ونحن معه، فجيء بالطعام، فوضع يده، ثم وضع القوم، فأكلوا، فنظرنا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوك لقمة في فيه، ثم قال **((أجد لحم شاة أخذت بغير إذن أهلها))** فأرسلت المرأة تقول يا رسول الله:إني أرسلت إلى النقيع وهو موضع يباع فيه الغنم ليشترى لي شاة فلم

توجد، فأرسلت إلى جار لي قد اشترى شاة أن يرسل بها إلي بثمنها، فلم يوجد، فأرسلت إلى امرأته، فأرسلت إلي بها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((أطعمي ہذا الطعام الأسرى)) رواه أبو داود والبيهقي في دلائل النبوة" ترجمہ: روایت ہے حضرت عاصم ابن کلیب سے وہ اپنے والد سے وہ ایک انصاری سے راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبر پر تشریف فرما تھے، کھودنے والے کو سمجھاتے تھے، فرماتے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف فراخ کرو اس کے سر کی طرف فراخ کرو۔ پھر جب واپس ہوئے تو آپ کے سامنے اس کی بیوی کی طرف سے بلانے والا آیا۔ آپ نے منظور فرمایا۔ ہم آپ کے ساتھ تھے کھانا لایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھانے پر رکھا پھر قوم نے کہ سب کھانے لگے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے منہ میں لقمہ پھرا رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں ایسی بکری کا گوشت محسوس کرتا ہوں جو اس کے مالک کی بغیر اجازت لی گئی ہے۔ اس عورت نے کہلا کر بھیجا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نقیع کی طرف بھیجا تھا یہ وہ جگہ تھی یہاں بکریاں فروخت کی جاتی تھیں تا کہ میرے لیے بکری خریدے۔ بکری ملی نہیں۔ میں نے اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا جس نے بکری خریدی تھی یہ کہ مجھے وہ بکری قیمتاً بھیج دے وہ ملا نہیں تو میں نے اس کی بیوی کے پاس بھیجا اس نے وہ میرے پاس بھیج دی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ ابوداؤد، بیہقی۔ دلائل النبوۃ۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین، جلد3، صفحہ292، المکتب الإسلامی، بیروت)

اس حدیث پاک سے بظاہر میت کے گھر سے پہلے دن کے کھانے کا جواز ثابت ہو رہا ہے جبکہ فقہائے احناف نے فرمایا کہ میت کے گھر سے پہلے تین دن تک کا کھانا درست نہیں۔ اسی پر کلام کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "هذا الحديث بظاهره يرد على ما قرره أصحاب مذهبنا من أنه يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول أو الثالث، أو بعد الأسبوع كما في البزازية، وذكر في الخلاصة: أنه لا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة أيام، وقال الزيلعي: ولا بأس بالجلوس للمصيبة إلى ثلاث من غير ارتكاب محظور من فرش البسط والأطعمة من أهل الميت. وقال ابن الهمام: يكره اتخاذ الضيافة من أهل الميت، والكل عللوه بأنه شرع في السرور، لا في الشرور. قال: وهي بدعة مستقبحة. روى الإمام أحمد وابن حبان بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال: كنا نعد الاجتماع إلى أهل الميت وصنيعهم الطعام من النياحة انتهى۔ فينبغي أن يقيد كلامهم بنوع خاص من اجتماع يوجب استحياء

أهل بيت الميت، فيطعمونهم كرها، أو يحمل على كون بعض الورثة صغيرا أو غائبا، أو لم يعرف رضاه، أو لم يكن الطعام من عند أحد معين من مال نفسه لا من مال الميت قبل قسمته ونحو ذلك وعليه محمل قول قاضي خان :يكره اتخاذ الضيافة في أيام المصيبة ;لأنها أيام تأسف، فلا يليق بها ما يكون للسرور، وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا" ترجمہ:یہ حدیث بظاہر ہمارے فقہائے احناف کا رد کر رہی ہے کہ ہمارا مذہب ہے کہ میت کے گھر سے پہلے یا تیسرے دن یا ساتویں دن کا کھانا مکروہ ہے جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔خلاصہ میں کہا گیا کہ تین دن تک میت کے گھر سے ضیافت مباح نہیں ۔امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تین دن تک اہل میت کا تعزیت کے لئے راستے میں بیٹھنا درست ہے جبکہ کسی غیر شرعی امر ارتکاب نہ ہو۔ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت مکروہ ہے کہ دعوت سرور کے موقع پر ہوتی ہے سوگ کے موقع پر نہیں ۔ایسا کرنا بدعت سیئہ ہے۔امام احمد وابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صحیح سند سے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا ہم اہل میت کے گھر اجتماع اور طعام کو نیاحت میں شمار کرتے تھے۔

لہٰذا فقہائے کرام کا کھانے کو مکروہ فرمانا اس صورت میں ہے جب لوگ اہل میت کے گھر جمع ہوں اور اہل میت مجبوراً (اپنی عزت بچانے کے لئے) انہیں کھلائیں یا اسکا مطلب یہ ہے کہ بعض ورثہ چھوٹے ہوں یا بعض ورثہ وہاں موجود نہ ہو یا بعض ورثہ کی اجازت کے بغیر وراثت کے مال سے یہ طعام پیش کیا جائے ،یا یہ کھانا کسی ایک کا اپنی طرف سے یا وراثت کی تقسیم سے قبل نہ ہو وغیرہ۔اسی پر امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو محمول کیا جائے گا کہ انہوں نے فرمایا تین دنوں میں کھانے کی دعوت مکروہ ہے کہ یہ سوگ کے دن ہیں دعوت کے دن نہیں ۔اگر ان دنوں میں یہ کھانا فقراء کے لئے ہو تو اچھا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل ،باب فی المعجزات ، جلد9، صفحہ3832، دار الفکر، بیروت)

یہ تھا پورا کلام جسے تحریف کے ساتھ پیش کر کے ایصال ثواب کی محافل کو ناجائز ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی گئی تھی ۔سوگ کے تین دنوں میں میت کے گھر سے کھانا اہل سنت کے نزدیک منع ہے چنانچہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ بنام "جَلِیُّ الصَّوْتِ لِنَھْیِ الدَّعْوَۃِ اَمَامَ مَوْتٍ" (کسی موت پر دعوت کی ممانعت کا واضح اعلان) لکھا، جس میں اس کو بدعت سیئہ قرار دیا چنانچہ فرماتے ہیں: ''یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں، سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل

ہے۔ اولاً یہ دعوت خود نا جائز وبدعت شنیعہ قبیحہ ہے۔ امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی سے راوی "کنا نعد الاجتماع الی اھل المیّت وصنعۃ الطعام من النیاحۃ" ترجمہ: ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔

جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں "یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیّت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ" ترجمہ: اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

ثانیاً: غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا﴾ بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود نا جائز ہے۔ قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿وَلَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ﴾ اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔

خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے نہ اس کے باپ نہ اس کے وصی کو "لان الولایۃ للنظر لاللضرر علی الخصوص" (اس لیے کہ ولایت فائدے میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کے لئے۔) اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں، تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔ خانیہ وبزازیہ وتتارخانیہ وہندیہ میں ہے "ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین وان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ" اگر فقراء کے لیے کھانا پکوائے تو اچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں اور اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔۔۔۔

ثالثاً: یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں، مثلاً چلّا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا، الیٰ غیر ذلک، اور یہ

سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے، ایسے مجمع کے لیے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی، قال تعالیٰ ﴿ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان﴾ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے، تو اس ناجائز مجمع کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطاء میں ہے "ساختن طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میّت اگر نوحہ گراں جمع باشند اسست زیرا کہ اعانت است ایشاں را بر گناہ " اگر نوحہ کرنے والیاں جمع ہوں تو اہل میت کے لیے دوسرے تیسرے دن کھانا پکوانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔

رابعاً: اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے، یہاں تک کہ میّت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لیے کھانا، پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بار ہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لیے بھی زنہار پسند نہیں، نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لیے، پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہوگیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی عزوجل سے پورا حصہ ملے کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں، اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین ودنیا کا ضرر ہے ترک کردیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں، واللہ الہادی۔

تنبیہ: اگر چہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں کو ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں، مگر یہ کھانا صرف اہل میّت ہی کے قابل ہونا سنت ہے۔ اس میلے کے لیے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لیے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔ کشف الغطاء میں ہے "مستحب است خویشاں وھمسایہائے میّت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کنند ایشاں را یك شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند ودر خوردن غیر اہل میّت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ است" میت کے عزیزوں، ہمسایوں کے لیے مستحب ہے کہ اہل میت کے لیے اتنا کھانا پکوائیں جسے ایک دن رات وہ سیر ہو کر کھا سکیں اور اصرار کر کے کھلائیں، غیر اہل میت کے لیے یہ کھانا قول مشہور کی بنیاد پر مکروہ ہے۔

عالمگیری میں ہے "حمل الطعام الی صاحب المصیبة والاکل معھم فی الیوم الاول جائز لشغلھم بالجھاز وبعدہ یکرہ کذافی التتار خانیة " اہل میت کے یہاں پہلے دن کھانا لے جانا اوران کے ساتھ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ جنازے میں مشغول رہتے ہیں اوراس کے بعد مکروہ ہے۔ایسا ہی تتارخانیہ میں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔''

(فتاوی رضویہ،جلد9،صفحہ662،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

تین دنوں کے بعد دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ سوگ کے دنوں میں نہیں ہوتا بلکہ یہ ایصال ثواب کی نیت سے ہوتا ہے۔اگر وہابیوں کی بات لی جائے کہ اہل میت کی طرف سے مطلقا کھانا پینا ایصال ثواب کے لئے صدقہ کرنا ناجائز وبدعت ہےتو یہ صریح حدیث پاک کے خلاف ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کا کنواں والدہ کے ایصال ثواب میں وقف کیا۔ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا باغ صدقہ کیا۔

## کیا اہل سنت کے نزدیک قل وغیرہ فرض ہے؟

﴿ مگر بریلوی حضرات کسی شخص کے مرجانے کے بعد اس کے ورثاء پر قل وغیرہ کرنا فرض قرار دیتے ہیں اور ایصال ثواب کے بہانے شکم پروری کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ﴾

یہاں پھر اہل سنت پر بہتان باندھا گیا ہے کہ ہم قل وغیرہ کو فرض قرار دیتے ہیں ۔علمائے اہل سنت نے صراحت کے ساتھ قل چالیسواں وغیرہ کو مستحب قرار دیا ہے۔فتاوی رضویہ میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا:''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میّت کا تیجہ،دسواں،بیسواں،چالیسواں متعین کر کے کرنا جائز ہے یا نہیں؟''

جوابا فرماتے ہیں:''اموات کو ایصال ثواب قطعاً مستحب۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه"جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکےتو چاہیے کہ اسے نفع پہنچائے۔

اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں"صوم یوم السبت لالك ولاعلیك "ترجمہ: روز شنبہ کا روزہ نہ تیرے لیے،نہ تیرے اوپر۔''

مزید آگے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں"مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میّت بعد از رفتن

اواز عالم تا ہفت روز تصدق ازمیّت نفع می کند او ر ا ین خلاف میان اہل علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ" ترجمہ: میّت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میّت کی طرف سے صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد9، صفحہ 604، 649، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

الحمد للہ عزوجل! اہل سنت ختم پاک کے بابرکت کھانے سے اپنے پیٹ کو بھرتے ہیں اور وہابی ختم کے کھانے کو حرام ٹھہرا کر کوے اور کچھوے کو حلال ٹھہرا کر اس سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

## گیارہویں شریف

گیارہویں کے متعلق بریلوی قوم کا اعتقاد ہے: ''گیارہویں تاریخ کو کچھ مقررہ پیسوں پر فاتحہ کی پابندی کی جائے تو گھر میں بہت برکت رہتی ہے۔'' کتاب ''یازدہ مجالس'' میں لکھا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی بارہویں یعنی 12 تاریخ کے میلاد کے بڑے پابند تھے۔ ایک بار خواب میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالقادر! تم نے بارہویں سے ہم کو یاد کیا، ہم تم کو گیارہویں دیتے ہیں۔ یعنی لوگ گیارہویں سے تم کو یاد کیا کریں گے۔ یہ سرکاری عطیہ ہے۔''76

یہ ہے گیارہویں اور ''یازداہ مجالس'' سے اس کی عظیم الشان دلیل۔ نامعلوم کون کون سے دن انہوں نے حصول برکات کے لیے وضع کرر کھے ہیں۔

ظہیر صاحب نے خود ہی گیارہویں کی تاریخ بتا دی اور مترجم صاحب نے اپنے پاس سے کلام شامل کر کے بغیر دلیل دیئے اسے ناپسند بھی قرار دے دیا۔ گیارہویں شریف ایصال ثواب ہے اور ایصال ثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ گیارہویں شریف میں مسلمان کسی چیز کو رب تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتے ہیں اور اس کا ثواب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بطور محبت پیش کرتے ہیں جو کہ بالکل جائز ومستحب اور احادیث سے ثابت ہے۔ ایصال ثواب سے مقصود ہوتا ہے'' نیک اعمال کا ثواب دوسرے کو پہنچانا'' خواہ اعمال بدنی ہوں یا مالی، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا"من یضمن لی منکم ان یصلی لی فی مسجد العشار رکعتین اوار بعا ویقول ھذہ لابی ھریرۃ" ترجمہ:

کون اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ وہ مسجد عشار میں دو یا چار رکعت پڑھے اور اس کا ثواب مجھے بخش دے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب الملاحم، جلد 02، صفحہ 516، دار الفکر، بیروت)

خود وہابیوں کے بڑوں سے اس کا ثبوت ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ''الانتباہ فی سلاسل الاولیاء'' میں فرماتے ہیں "برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند۔ ھمیں طور ھر روز مے خوانده باشند لفظ شیرینی و فاتحہ ھر روز ازیاد مرد " ترجمہ: تھوڑی شیرینی پر عموماً خواجگان چشت کے نام فاتحہ پڑھیں اور خدائے تعالیٰ سے حاجت طلب کریں، اسی طرح روز پڑھتے رہیں۔ شیرینی اور فاتحہ اور ہر روز کے الفاظ ذہن سے نہ نکلیں۔

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، ذکر طریقہ ختم خواجگانِ چشت، صفحہ 100، برقی پریس، دہلی)

ایک اور جگہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ''زبدۃ النصائح'' میں مندرج فتوی میں لکھتے ہیں "اگر مليده شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروحِ ایشاں پزند وبخورانند مضائقہ نیست جائز ست وطعام نذر اللّٰہ اغنیاء راخوردن حلال نیست واگرفاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راھم خوردن دراں جائز ست "ترجمہ: اگر کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے ان کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے قصد سے ملیدہ اور کھیر پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں، جائز ہے۔ اور خدا کی نذر کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے۔

(زبدۃ النصائح، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 9، صفحہ 575، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابیوں کے ایک اور بڑے مولوی خرم علی بلہوری نے ''نصیحۃ المسلمین'' میں صاف الفاظ میں گیارہویں کو جائز کہا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی، گیارھویں عبد القادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بوعلی قلندر کی، توشہ شاہ عبد الحق کا، اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں۔''

(نصیحۃ المسلمین، چند شرکیہ رسمیں، صفحہ 41، سبحانی اکیڈمی، لاہور)

امام المحدثین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہم نے اپنے امام وسردار عارف کامل شیخ

عبد الوہاب قادری متقی قدس سرہ کو حضرت غوث اعظم کے یوم عرس (یعنی گیارہویں شریف) کی محافظت و پابندی فرماتے دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے شہروں میں ہمارے دیگر مشائخ کے نزدیک بھی گیارہویں شریف مشہور و متعارف ہے۔ بے شک ہمارے ملک (ہندوستان) میں آج کل (عرس مبارک غوث پاک یعنی گیارہویں شریف کی) گیارہویں تاریخ مشہور ہے کہ امام عبد الوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مشائخ بھی اسی تاریخ کو گیارھویں شریف کا ختم دلایا کرتے تھے۔''

(ماثبت السنۃ، صفحہ124تا127)

وہابی مولوی نواب حسن بھوپالی صاحب ''کتاب التعویذات'' میں ختم خواجگان کے متعلق لکھتے ہیں: ''یہ ختم جس نیت و قصد سے پڑھا جاتا ہے وہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورہ فاتحہ پڑھے، پھر سورہ فاتحہ کو مع بسم اللہ سات بار پڑھے، پھر درود سو بار، پھر الم نشرح مع بسم اللہ 79 بار، پھر سورہ اخلاص مع بسم اللہ ایک ہزار ایک مرتبہ، پھر سورہ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار، پھر درود سو بار، پھر فاتحہ پڑھ کر ثواب اس ختم کا ارواح حضرات کو جن کی طرف یہ ختم منسوب ہے (یعنی خواجگان کو) پیش کرے۔ ان بزرگوں کے نام کی تعیین میں اختلاف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے حصولِ مدعا بوسیلہ ان بزرگوں کے چاہے اور جب تک کام نہ ہو، مداومت رکھے اللہ تعالیٰ ہر مشکل کا آسان کرنے والا ہے۔ اس ختم کو خواہ ایک شخص تنہا پڑھے یا زیادہ لوگ پڑھیں بطور تقسیم، لیکن رعایت عدد وتر کی اولیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے، وتر کو دوست رکھتا ہے۔

خانقاہ شریف مظہری کا دستور یہ تھا کہ بعد فاتحہ آخر کی دعا آواز بلند سے پڑھتے اور کہتے تھے کہ ہم نے ثواب ان کلمات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے ہیں ارواح طیبات حضرات علیہ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کو پیش کیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم امداد و اعانت بواسطہ ان حضرات کے چاہتے ہیں۔ مجدد الف ثانی کے ختم میں بھی معمول دعا اسی طور پر تھا۔ میں کہتا ہوں کہ شیخ محمد بن علی نے خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق و ابو یزید بسطامی و ابو الحسن خرقانی رحمہم اللہ اور جو بعد ان کے ہوئے ان سے تا شاہ نقشبند سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قضاء حاجات و حصول مرادات و دفع بلا و قہر اعداء و حساد و رفع درجات و وصال قربات و ظہور تجلیات میں استعمال اس فائدہ جلیلہ و اسرار غریبہ کا تریاق مجرب ہے۔ طریقہ اس ختم کا یہ ہے کہ سو بار استغفار پڑھے اور سات بار فاتحہ اور سو بار درود اور نوے بار الم نشرح اور ہزار ایک بار سورۃ اخلاص پھر سات بار فاتحہ پھر وقت تمام ہونے اس ختم کے سو بار درود پھر حاجت کا سوال کرے اور مقصود کا طالب ہو، باذن اللہ وہ حاجت پوری ہوگی اور چار دن سے زیادہ تجاوز نہ کرے گی اور سات

دن اس پر مدوامت کرے۔۔۔آباء و مشائخ میرے (یعنی صدیق حسن بھوپالی) سب نقشبندیہ گزرے ہیں۔اگر چہ ان کو اجازت جملہ سلاسل سلوک کی بھی حاصل تھی، اس لئے میں نے اس ختم کا اس جگہ ذکر کرنا مناسب جانا۔بابت اس ختم کے لاتقف عندحد میں خزینۃ الاسرار میں تفصیل اس اجمال کی لکھی ہے اور طریقہ مجددیہ کو بھی بابت اس ترتیب کے ذکر کیا ہے۔والد مرحوم میرے نقشبندی تھے اور قاضی محمد علی شوکانی بھی نقشبندی تھے اور اہل خاندان شاہ ولی اللہ محدث اور مظہر جانجاناں بھی اسی طریقہ علیہ پر تھے وللہ الحمد۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ'' دراعمال مشائخ ختم خواجگان نیز مجرب است و طریقه او معروف ومشهور و ختم "یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع" یك هزار ودو صد بار در اول و آخر درود شریف صدبار نیز خواه تنها خواه بجماعت نیز مجرب است۔ ''(پتہ نہیں بھوپالی صاحب نے اگلی اردو عبارت اس فارسی عبارت کے ترجمے کے طور پر لکھی ہے یا الگ عبارت لکھی ہے کیونکہ اردو عبارت فارسی کا صحیح ترجمہ نہیں بن رہی ہے) ایک طریقہ ختم خواجگاں کا یہ ہے کہ سوائے درود کے ہر چیز کو مع تسمیہ پڑھے۔فاتحہ سات بار درود ایک سو بار، الم نشرح اُنہتر بار اخلاص ایک ہزار ایک بار پھر فاتحہ سات بار درود ایک سو بار اور کسی قدر شیرینی پر فاتحہ حضرات مشائخ پڑھ کر تقسیم کردے۔واللہ اعلم۔''

(کتاب التعویذات، صفحہ 161، اسلامی کتب خانہ، لاہور)

بھوپالی صاحب نے اس کے بعد صفحہ 163 پر ختم قادریہ کا بھی طریقہ ذکر کیا ہے۔

## جمعرات کو صدقہ و خیرات کرنا اور روحوں کا گھر آنا

❁ بریلوی مذہب میں جمعرات کی روٹی بھی معروف ہے، کیونکہ جمعرات کے روز مومنوں کی روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں اور دروازے کے پاس کھڑے ہوکر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ: اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقے سے مہربانی کرو۔چنانچہ میت کی روح اپنے گھر میں جمعہ کی رات کو آکر دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں؟''77

صرف جمعرات کے روز ہی روحیں صدقہ خیرات کا مطالبہ کرنے کے لیے نہیں آتیں بلکہ عید، جمعۃ المبارک، عاشورہ اور شب برات کے موقعہ پر بھی آتی اور اس قسم کا مطالبہ کرتی ہیں۔78 ❁

جی ہاں یہ معتبر روایات سے ثابت ہے چنانچہ اشعۃ اللمعات میں مولانا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں "در بعضے روایات آمدہ است کہ ارواح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یانہ " ترجمہ: بعض روایات میں منقول ہے کہ جمعہ کی رات میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہیں کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں۔

(اشعۃ اللمعات، باب زیارت القبور، جلد1، صفحہ716,17، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

دقائق الاخبار میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور درر الحسان میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں "عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اذا کان یوم العید ویوم العشر ویوم الجمعۃ الاولی من شھر رجب ولیلۃ النصف من شعبان ولیلۃ الجمعۃ یخرج الاموات من قبورھم ویقفون علی ابواب بیوتھم ویقولون ترحموا علینا فی اللیلۃ بصدقۃ ولو بلقمۃ من خبزفانا محتاجون الیھا فان لم یجدواشیئا یرجعون بالحسرۃ " ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب عید کا دن، عاشوراء کا دن، ماہ رجب کا پہلا جمعہ، شب براءت (شعبان کی پندرہویں رات) اور جمعہ کی رات آتی ہے تو اموات اپنی قبور سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری طرف سے اس رات صدقہ کرو اگر چہ روٹی کا ایک لقمہ ہی دو کیونکہ ہم اس کے ضرورت مند ہیں۔ اگر وہ کچھ صدقہ نہ کریں تو بڑے افسوس سے لوٹتے ہیں۔

(درر الحسان فی البعث ونعیم الجنان للسیوطی، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ694، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بخوف تطویل اس قدر ہی روایات پر بس ورنہ اور بھی کتب معتبرہ خزانۃ الروایات اور عوارف المعارف اور تذکرۃ الموتی مصنفہ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ارواح موتی کا اوقات متبرکہ میں اپنے گھروں کو آنا ثابت ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی عزیزی ترجمہ سرورعزیزی میں فرماتے ہیں: "مردے اوقات متبرکہ میں مثلاً شب جمعہ اور شب قدر میں اپنے ان عزیزوں کے پاس گزرتے ہیں کہ وہ عزیزان اموات کو یاد کرتے ہیں قدر ضرورت۔"

(سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد14، صفحہ695، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اشباہ والنظائر احکام جمعہ میں مسطور ہے "وتجتمع فیہ الأرواح "ترجمہ: جمعہ کے دن روحیں اکٹھی ہوتی ہیں۔

(الاشباہ والنظائر، باب احکام الجمعہ، صفحہ 321، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہابیوں کا چونکہ یہ عقیدہ ہے کہ انسان مرکر مٹی میں مل جاتا ہے اس کی روح کا اس طرح تصرف ممکن نہیں۔ اس لئے ان کو یہ باتیں قصے کہانیاں لگتی ہیں جبکہ اس پر صریح احادیث ہیں چنانچہ امام اجل عبد اللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی۔ حضرت ابن المبارک فرماتے ہیں" ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن، وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض یتفسح فیها "ترجمہ: بیشک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے، جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کردیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

(کتاب الزہد لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، صفحہ 211، دار الکتب العلمیہ بیروت)

## شکم پروری کونسا فرقہ کرتا ہے؟

﴿ اکل وشرب کے لیے ایجاد کی جانے والی بریلوی حضرات کی ''رسم ختم شریف'' جہلا میں بہت مشہور ہے۔ ان کے ملاؤں نے پیٹ کے لیے ایندھن فراہم کرنے کی غرض سے اس رسم کو رواج دے کر شریعت اسلامیہ کو بہت بدنام کیا ہے۔ اس رسم سے علمائے کرام کے وقار کو بھی سخت دھچکا لگا ہے اور ہمارے یہاں یہ رسم علمائے کرام کے لیے گالی سمجھی جانے لگی ہے۔ ان ملاؤں کی شکم پروری کا سامان مہیا ہوتا رہے، باقی کسی چیز سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ ﴾

یہ سارا کلام مترجم صاحب کا ہے جنہوں نے اس طرح کسی کتاب کا ترجمہ کرتے وقت اپنے پاس سے عبارات ڈال کر شرعی اصولوں و دیانتداری کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ اپنی بدیانتی کا یہ حال ہے اور الٹی سیدھی باتیں کر کے صفحے کالے کر رہے ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ کونسی جگہ میں معاذ اللہ ختم شریف علماء کرام کے لئے گالی ہے؟ البتہ وہابیوں کے نزدیک لفظ ختم گالی ہوتو کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ تو آج ساری دنیا جانتی ہے کہ اسلام کو کس فرقے نے بدنام کیا ہے؟ کس فرقے نے جہاد کی غلط تشریح کر کے مسلمانوں کو پوری دنیا میں دہشت گرد ظاہر کردیا ہے؟ یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ امریکہ اور بھارت سے ایڈ لے کر کون سے لوگ مسلمانوں کا Brain Wash کرتے ہیں۔ پکڑے جانے والے دہشت گردکن کا نام لے کر کہتے ہیں کہ

ہمیں انہوں نے کہا تھا کہ ان مسلمان کہلانے والے مشرکوں کو مارنا امریکہ کے کافر مارنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔یہ سب بہتان بازی نہیں بلکہ میڈیا پر دہشت گردوں کے دیئے گئے بیانات ہیں۔امریکہ کی سیاسی عورت ہیلری کلنٹن نے کس فرقے کے متعلق کہا ہے کہ ہم نے انہیں پیسے دیئے ہیں؟ وہابی ذرا اسے دیکھ لیں۔

## اجرت پر قرآن خوانی

﴿ اسی طرح یہ حضرات کسی سرمایہ دار کے گھر اکٹھے ہو کر قرآن مجید ختم کرتے ہیں اور پھر اس کا ثواب میت کو ہبہ کر دیتے ہیں۔سرمایہ دار خوش ہو جاتا ہے کہ چند ٹکوں کے عوض اس کا عزیز بخشا گیا اور یہ حضرات خوش ہو جاتے ہیں کہ تھوڑے سے وقت کے عوض مختلف انواع کے کھانے بھی مل گئے اور جیب بھی گرم ہوگئی، حالانکہ فقہائے احناف کی صراحت ہے: اجرت لے کر قرآن ختم کرنے کا ثواب خود پڑھنے والے کو نہیں ملتا میت کو کیسے پہنچے گا؟79

امام عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس طرح قرآن مجید ختم کر کے اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ گار ہیں۔اس طرح کرنا جائز نہیں۔''80

ابن عابدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ایسا کرنا کسی مذہب میں جائز نہیں، اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔''81

امام شامی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں: ''قرآن مجید اجرت پر پڑھنا اور پھر اس کا ثواب میت کو ہبہ کرنا کسی سے ثابت نہیں ہے۔جب کوئی شخص اجرت لے کر پڑھتا ہے تو اسے پڑھنے کا ثواب نہیں ملتا، پھر وہ میت کو کیا ہبہ کر سکتا ہے۔''82

رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلاً﴾ میری آیات کے بدلے مال کا کچھ حصہ نہ خریدو۔83

مفسرین کہتے ہیں: ''یعنی اس پر اجرت نہ لو۔''84

شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے: ''کچھ لوگوں کا اجرت دے کر قرآن مجید ختم کروانا اور پھر اس کا ثواب میت کو ہبہ کرنا، یہ سلف صالحین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں اور نہ اس طرح ثواب میت تک پہنچتا ہے۔یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اجرت دے کر اس سے نوافل وغیرہ پڑھوائے اور ان کا ثواب میت کو ہبہ کر دے۔اس کا کوئی فائدہ نہیں۔اگر کوئی شخص یہ وصیت کر جائے کہ اس کے مال کا کچھ حصہ قرآن مجید کی تلاوت کر کے اسے ہبہ کرنے

والوں کو دیا جائے، تو ایسی وصیت باطل ہے۔''85

بہر حال اس بدعت کا ذاتی خواہشات کی تکمیل سے تو تعلق ہوسکتا ہے، دین وشریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ ﷺ

یہاں پھر مترجم صاحب نے اپنے جملے بھی بھڑاس نکالنے کے لئے شامل کردیئے ہیں۔ جب ظہیر صاحب کو اور کوئی دلیل ختم شریف کے ناجائز ہونے کی نہیں ملی تو ادھر ادھر کی مارنا شروع ہوگئے ہیں۔ بات چل رہی تھی کہ قل، چالیسواں وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ وہابی صاحب اجرت پر قرآن پڑھانے کی طرف بات لے گئے اور اس پر فقہائے کرام کے جزئیات پیش کردیئے۔ ختم شریف ایک الگ مسئلہ ہے اور پیسے دے کر قرآن پڑھانا الگ مسئلہ ہے۔ جو جزئیات فقہائے کرام کے ظہیر صاحب نے پیش کئے ہیں ان میں کوئی ایک بھی ایسا جزئیہ ہے جس میں لکھا ہو کہ بغیر اجرت بھی ختم قرآن، چالیسواں وغیرہ ناجائز ہے؟ جہاں تک اجرت پر قرآن پڑھانے کا تعلق ہے تو یہ بات بالاتفاق درست ہے کہ قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز نہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''اُجرت پر کلام اللہ شریف بغرض ایصال ثواب پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز ہے اور پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گناہ گار اور اس میں میت کے لئے کوئی نفع نہیں، بلکہ اس کی مرضی وصیت سے ہو تو وہ بھی وبال میں گرفتار۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔''

(فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ528، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

قرآن کیا نعت، نماز وغیرہ عبادات بھی اجرت پر ناجائز وحرام ہیں کہ عبادت پر اجارہ باطل ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''قرآن عظیم کی تعلیم، دیگر دینی علوم اذان اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ متاخرین ائمہ نے موجودہ زمانہ میں شعائر دین وایمان کی حفاظت کے پیش نظر فتوی دیا ہے اور باقی طاعات مثلاً زیارت قبور، اموات کے لئے ختم قرآن، قراءت، میلاد پاک سید الکائنات علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتحیات پر اصل ضابطہ کی بناء پر منع باقی ہے اور عرف میں مقررہ ومشہور لفظاً مشروط کی طرح ہے۔ لہٰذا ان باقی امور پر اجرت مقرر کی گئی یا عرفاً معلوم ہے کہ اجرت پر پڑھ رہے ہیں یا پڑھانے والے اجرت دیں گے، اگر یہ نہ پڑھیں تو نہ دیں اور وہ نہ دیں تو یہ نہ پڑھیں تو ایسی صورت میں لینا اور دینا ناجائز ہے، لینے والا اور دینے والا دونوں گنہ گار ہوں گے۔ اگر عرف میں ایسے نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھیں اور دل

میں کسی عوض کا خیال نہ کریں حتی کہ یقین بھی ہو کہ نہ دینگے اسکے باوجود پڑھیں، ایسی صورت میں کسی لفظی یا عرفی تقرر کے بغیر پڑھنے والوں کو دیں تو کوئی مضائقہ نہیں ایسی جگہ جہاں عرف میں لینا دینا ہوتا ہو، پڑھنے والے پہلے شرط کریں کہ ہم کچھ نہ لیں گے اور اس کے بعد اگر دینے والے دیں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ صراحت فائق ہوتی دلالت پر جیسا کہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر اجرت کی شرط پر پڑھنا حلال ہوجائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ قراء اور حفاظ حضرات کو مقررہ وقت مثلاً کوئی دن ہفتہ میں یا گھنٹے مثلاً صبح سے دس بجے تک اپنی خدمت یا کام کے لئے مقررہ اجرت جس پر فریقین راضی ہوں، اجیر بنالیں تو اتنے وقت کے لئے یہ حضرات نوکر ہوں گے اور اپنے آپ کو پابند بنانا واجب ہوگا تو اجرت پر رکھنے والوں کو حق ہوگا کہ وہ جو خدمت ان سے چاہیں لیں، انہی خدمات میں سے میلاد خوانی وقرآن خوانی برائے ایصال ثواب فلاں بھی ہوگی، اس صورت میں دینا ضروری اور لینا جائز ہوگا کیونکہ اب ان کی ذات سے منافع پر اجارہ ہے، طاعات وعبادات پر نہیں ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلد 19، صفحہ 495، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

**حوالہ جات (البریلویہ)**

74 مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح، جلد ۵، ص ۴۸۲

75 فتاوی بزازیہ، جلد ۴، ص ۸۱

76 جاء الحق، جلد ۱، ص ۲۷۰

77 رسالہ اتیان الارواح در مجموعہ رسائل، جلد ۲، ص ۶۹، ایضاً، جاء الحق، جلد ۱، ص ۲۶۲

78 اتیان الارواح، ص ۷۰

79 شرح الدرایہ، از محمود بن احمد حنفی

80 البنایہ شرح الہدایہ، جلد ۳، ص ۶۵۵

81 مجموعہ رسائل، از ابن عابدین، ص ۱۷۳، ۱۷۴

82 ایضاً ص ۱۷۵

83 سورۃ البقرۃ، آیت ۴۱

84 تفسیر طبری، ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ

# فصل : تبرکات اور وہابی نظریات

مسلمانوں میں رائج ہے کہ وہ مقدس مقامات، مقدس ہستیوں اور ان سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے بہت عقیدت رکھتے ہیں اور ان کو تبرک سمجھتے ہیں جیسے آب زم زم، خانہ کعبہ کے غلاف کے ٹکڑے، مکہ مدینہ کی تسبیح، اولیائے کرام کے مزار پر پڑے نمک، پانی، گیارہویں شریف کے لنگر وغیرہ کو بطور تبرک حصول شفاء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل جائز اور قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلآئِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

(سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت248)

وہ تبرکات کیا تھے، موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا، ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ شریف وغیرہا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے، ابن جریر وابن ابی حاتم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا"عصا موسی ورضاض الألواح"ترجمہ: تابوت سکینہ میں حضرت موسیٰ کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں تھیں۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر)فی تفسیر، سورۃ البقرہ سورۃ2، آیت248، جلد5، صفحہ331، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

حضرت وکیع بن الجراح وسعید بن منصور وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابوصالح تلمیذ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت کرتے ہیں"كان فی التابوت عصا موسی وعصا هرون وثیا ب موسی وثیاب هرون ولوحان من التوراة والمن وكلمة الفرج لا اله الا الله الحليم الكريم و سبحن الله رب السموت السبع ورب العرش العظيم والحمدلله رب العالمين " ترجمہ: تابوت میں موسیٰ وہارون علیہما الصلوۃ والسلام کے عصاء اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے من کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشائش 'لَا إِلَـهَ إِلا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِين'' تھی۔ (تفسیر القرآن العظیم

لابن ابی حاتم، جلد2، صفحہ470، مکتبۃ نزار مصطفی الباز، سعودیہ)

لباب التاویل فی معانی التنزیل میں ہے ''کان فیہ عصا موسی ونعلاہ وعصا ھارون وعمامتہ'' ترجمہ: تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا اوران کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ وعصا تھا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل، جلد1، صفحہ181، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تابوتِ سکینہ کی شان میں لکھتے ہیں ''فکانوا إذا اختلفوا فی شیء تکلم وحکم بینھم وإذا حضروا القتال قدموہ بین أیدیھم یستفتحون بہ علی عدوھم'' ترجمہ: جب بنی اسرائیل میں اختلاف ہوتا تو یہ تابوت بولتا اوران میں فیصلہ کرتا تھا۔ جب جنگ ہوتی تو بنی اسرائیل اس تابوت کو آگے رکھتے اوراس کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

(تفسیر کبیر، فی تفسیر، سورۃ البقرہ، سورۃ2، آیت248، جلد6، صفحہ 506، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اسی طرح تبرک پر کثیر احادیث وارد ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے، اس پانی کو ہاتھوں پر لے کر اپنے جسموں پر ملتے تھے۔ مسلم شریف کی زیرحدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فخرج بلال بوضوئہ فمن نائل و ناضح'' ترجمہ: حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس پانی کو مل لیا، کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو چھڑک لیا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''فیہ التبرک بآثار الصالحین واستعمال فضل طھورھم وطعامھم وشرابھم ولباسھم'' اس حدیث سے بزرگان دین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ثابت ہوتا ہے اوران کے وضو سے بچے ہوئے پانی، طعام وشروب اور لباس کے استعمال سے برکت حاصل ہونا ثابت ہے۔

(شرح صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب سترۃ المصلی الخ، جلد4، صفحہ219، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

جس مشک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ لگا کر پانی پیا ہے، اتنے حصے کو بطور تبرک رکھا جاتا ہے۔ جس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے، اسے بطور تبرک استعمال کیا جاتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''فی حدیث عتبان فی ھذا فوائد کثیرۃ منھا التبرک بالصالحین وآثارھم والصلوۃ فی المواضع التی صلوا بھا وطلب التبریك منھم'' ترجمہ: حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں بہت فوائد ہیں ان میں سے صالحین اوران کے آثار سے تبرک اوران کی جائے نماز پر نماز اوران سے تبرکات حاصل کرنا ثابت ہے۔

(شرح صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر، جلد5، صفحہ161، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

صحابہ کرام علیہم الرضوان پانی کے برتن لاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور صحابہ اسے بطور تبرک استعمال کرتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک کو پانی میں ڈال کر بطور شفاء پیتے تھے۔کبھی کسی بزرگ کی عطا کردہ چیز کو مرض کے جگہ شفا کی غرض سے رکھا جاتا ہے۔اس طرح کسی متبرک چیز سے شفا حاصل کرنا اس حدیث سے ثابت ہے جو بخاری شریف میں ہے "حدثنا اسرائیل عن عثمان بن عبد اللہ بن موھب قال أرسلنی أھلی إلی أم سلمۃ بقدح من ماء وقبض إسرائیل ثلاث أصابع من قصۃ فیہ شعر من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان إذا أصاب الإنسان عین أو شیء بعث إلیھا مخضبہ، فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمرا" ترجمہ: ہم سے حضرت اسرئیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب فرماتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک پانی کا پیالہ دے کر بھیجا، اسرائیل (روای) نے (پیالے کے چھوٹے ہونے کو بیان کرنے کے لئے) تین انگلیاں سکوڑلیں، اس پیالے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال تھا، جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کچھ ہو جاتا تو وہ ام المؤمنین کے یہاں ایک برتن بھیجتا، میں نے پیالے میں جھانکا تو چند سرخ بال دکھائی دیے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فیہ المشیب، جلد7، صفحہ160، دار طوق النجاۃ)

اس حدیث پاک کے تحت عمدۃ القاری میں ہے "ان ام سلمۃ کان عندھما شعرات من شعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمر فی شیئ مثل الجلجل وکان الناس عند مرضھم یتبرکون بھا ویستشفون من برکتھا ویاخذون من شعرہ ویجعلون فی قدح من الماء فیشربون الماء الذی فیہ الشعر فیحصل لھم الشفاء" ترجمہ: ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نلکی کی مثل کسی چیز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرخ بال مبارک تھے، لوگ اپنے امراض میں ان سے برکتیں حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفاء حاصل کرتے تھے، بال مبارک لے کر کسی پانی کے برتن میں رکھتے اور بال مبارک والا پانی پی لیتے جس کی برکت سے انہیں شفاء حاصل ہو جاتی۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فیہ المشیب، جلد22، صفحہ49، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اپنی شہزادی کے کفن میں بطور تبرک دی اور ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی چادر مبارک بطور تبرک اپنے کفن کے لئے لی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند تبرکات کے

متعلق کہا کہ اسے میرے ساتھ دفن کرنا وغیرہ۔

## وہابیوں کے نزدیک صالحین کے تبرکات بھی شرک ہیں

وہابی ان احادیث کے تحت پھر عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ صرف نبی علیہ السلام کی ذات تک تبرک درست ہے (یہ بھی بڑی غنیمت ہے۔) بقیہ اولیائے کرام کے ساتھ جو لوگ عقیدت رکھتے ہیں وہ درست نہیں بلکہ مذموم وبدعت ہے۔ ایک وہابی مولوی ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی نے اپنی کتاب تبرک جس میں اس نے بزرگان دین کے تبرکات کو بدعت قرار دیا۔ پھر ایک دوسرے وہابی مولوی اُبوشکیب محمد تقی الدین نے اپنی کتاب ''الحسام الماحق لکل مشرک ومنافق'' میں لکھا ہے ''التبرك بالقبور والأمكنة التى تنسب إلى الأنبياء والصالحين من أعظم أسباب الكفر والشرك'' ترجمہ: انبیاء وصالحین کی قبور اوران کی طرف نسبت رکھنے والی جگہوں کو تبرک جاننا بڑے کفر وشرک کے اسباب میں سے ہے۔

(الحسام الماحق لكل مشرك ومنافق، صفحہ 17، دار الفتح ، الشارقة)

ابوعبد اللہ، عبد الرحمٰن بن ناصر وہابی مولوی نے اپنی کتاب ''القول السدید شرح کتاب التوحید'' میں لکھا ہے ''باب من تبرك بشجر أو حجر ونحوهما أى فإن ذلك من الشرك، ومن أعمال المشركين، فإن العلماء اتفقوا على أنه لا يشرع التبرك بشىء من الأشجار والأحجار والبقع والمشاهد وغيرها .فان هذا التبرك غلو فيها وذلك يتدرج به إلى دعائها وعبادتها، وهذا هو الشرك الأكبر كما تقدم انطباق الحد عليه، وهذا عام فى كل شىء حتى مقام إبراهيم وحجرة النبى، صلى الله عليه وسلم : وصخرة بيت المقدس وغيرها من البقع الفاضلة'' ترجمہ: شجر، حجر وغیرہ کو تبرک جاننا شرک اور مشرکین کے اعمال میں سے ہے۔ علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ کسی درخت، پتھر، جگہ وغیرہ کا متبرک ہونا ثابت نہیں۔ اسے تبرک جاننا غلو ہے اور اسی وجہ سے لوگ وہاں جا کر دعا کرتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں اور یہ شرک اکبر ہے۔ یہ حکم ہر چیز کے ساتھ ہے لہٰذا مقام ابراہیم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پتھر، بیت المقدس کے پتھر اور دیگر مقامات وغیرہ کو متبرک جاننا شرک ہے۔

(القول السديد شرح كتاب التوحيد صفحہ 51، وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد ، السعودية)

پہلے مولوی نے تبرکات کو شرک کے اسباب قرار دیا ہے دوسرے مولوی نے صاف صاف شرک کہہ دیا جبکہ حاشیہ کتاب التوحید میں ایک اور وہابی مولوی عبد الرحمٰن اسے ناجائز کہہ رہا ہے ''فلا يجوز التبرك بالصالحين؛ لأن الصحابة لم يكونوا

یفعلونه مع غیر النبی صلی الله علیه وسلم لا أبی بکر ولا غیره ولا فعله التابعون "ترجمہ: صالحین کا تبرک جائز نہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے غیر نبی ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایسا نہیں کیا اور نہ تابعین نے ایسا کیا ہے۔

(حاشیہ کتاب التوحید، صفحہ 95)

گویا وہابیوں کو نا جائز و شرک کی تمیز نہیں۔کوئی نا جائز کہہ رہا ہے تو کوئی شرک۔پھر یہ جھوٹ بولا جا رہا ہے کہ علماء اس پر متفق ہیں کہ ایسا ثابت نہیں۔جبکہ محدثین وفقہائے کرام علیہم الرضوان نے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ صالحین سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو بھی تبرک قرار دیا ہے۔امام احمد بن محمد قسطلانی "ارشاد الساری شرح صحیح البخاری" میں حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت فرماتے ہیں"استنبط منه التبرك بما يلامس اجساد الصالحين "ترجمہ: اس میں صالحین کے اجسام سے مس کرنیوالی چیز سے تبرک کا ثبوت ہے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ابواب سترۃ المصلی، باب السترۃ بمکۃ، جلد1، صفحہ467، دار الکتاب العربی، بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"ويوخذ من ذلك ان فضلة وارثيه من العلماء والصلحاء كذلك" ترجمہ: اور اس سے اخذ ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وارثوں علماء وصلحاء کا بچا ہوا بھی اسی طرح متبرک ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، باب المساجد مواضع الصلوۃ، الفصل الثانی، جلد2، صفحہ603، دار الفکر، بیروت)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں"دریں حدیث استحباب است به بقیه آب وضوء وپس مانده آنحضرت ونقل آں ببلاد و مواضع بعیده مانندآب زمزم وآنحضرت چوں در مدینه مے بودآب زمزم رااز حاکم مکه مے طلبید وتبرك مے ساخت وفضله وارثان او که علماء وصلحاء اند وتبرك بآثار وانوار ایشاں هم بریں قیاس ست "ترجمہ: اس حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو سے بچا ہوا پانی اور دیگر پسماندہ اشیاء کا متبرک ہونا اور ان کو دوسرے بعید شہروں میں منتقل کرنے کی نظیر آب زمزم شریف ہے۔جب آپ مدینہ منورہ میں تھے تو آپ حاکم مکہ سے آب زمزم طلب فرماتے اور متبرک بناتے اور آپ کے وارث علماء وصلحاء کی بچی ہوئی چیز اور ان کے آثار وانوار کا اسی پر قیاس ہے۔

(اشعۃ اللمعات، باب المساجد مواضع الصلوۃ، الفصل الثانی، جلد1، صفحہ331، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

مام علامہ احمد بن محمد مصری مالکی معاصر شیخ محقق دہلوی نے کتاب مستطاب ''فتح المتعال فی مدح خیر النعال'' میں امام اجل خاتمۃ المجتہدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی سبکی شافعی کا ایک کلام نفیس تبرک بہ آثار امام شیخ الاسلام ابوزکریا نووی قدست اسرارہم میں نقل فرمایا" وھذا لفظ حکی جماعۃ من الشافعیۃ ان الشیخ العلامۃ تقی الدین ابا الحسن علیا السبکی الشافعی لما تولی تدریس دارالحدیث بالاشرفیۃ بالشام بعد وفاۃ الامام النووی احد من یفتخر بہ المسلمون خصوصا الشافعیۃ انشد لنفسہ"ترجمہ: اس بات کو شوافع کی ایک جماعت نے حکایت کیا ہے کہ علامہ شیخ تقی الدین ابوالحسن علی سبکی شافعی جب شام میں امام نووی کی وفات کے بعد مدرسہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے تو انھوں نے اپنے متعلق یہ پڑھا:۔

وفی دارالحدیث لطیف معنی　　　الی بسط لھا اصبو و اوی

لعلی ان امس بحر وجھی　　　مکانا مسہ قدم النواوی

"واذ ا کان ھذا فی اثار من ذکرفما بالک باثار من شرف الجمیع بہ "ترجمہ: دارالحدیث میں ایک لطیف معنی سے بسط کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف میں مائل اور راجع ہوں یہ کہ ہوسکتا ہے کہ محبت کی شدت میں اس جگہ کو اپنے چہرے سے مس کروں جس کو امام نووی کے قدموں نے مس کیا ہے۔ جب یہ مذکور حضرات کے آثار کا معاملہ ہے تو اس ذات کے آثار کے متعلق تیرا حال کیا ہوگا جس ذات سے سب نے شرف پایا۔

(فتح المتعال فی مدح خیر النعال، ماخوذ از، فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 407، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ان سب محدثین وفقہائے کرام کے کلام کو وہابی مولوی بغیر دلیل کے غلط کہتے ہیں چنانچہ ایک سلیمان نامی وہابی مولوی اپنی کتاب ''تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید الذی ہو حق اللہ علی العبید'' میں کہتا ہے "ذکر بعض المتأخرین أن التبرك بآثار الصالحین مستحب کشرب سؤرهم، والتمسح بهم أو بثيابهم، وحمل المولود إلى أحد منهم ليحنكه بتمرة حتى يكون أول ما يدخل جوفه ريق الصالحين، والتبرك بعرقهم ونحو ذلك، وقد أكثر من ذلك أبو زكريا النووي في "شرح مسلم "في الأحاديث التي فيها أن الصحابة فعلوا شيئاً من ذلك مع النبي صلى الله عليه وسلم وظن أن بقية الصالحين في ذلك كالنبي صلى الله عليه وسلم. هذا خطأ صريح لوجوه: منها :عدم

المقاربة فضلاً عن المساواة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الفضل والبرکة'' ترجمہ: بعض متاخرین نے آثار صالحین کے تبرک کو مستحب کہا جیسے بزرگوں کا جھوٹا پینا، ان کو یا ان کے کپڑوں کو چھونا، پیدا ہونے والے بچے کو بزرگوں سے گھٹی دلوانا، تاکہ بچہ کے پیٹ میں سب سے پہلے بزرگوں کا لعاب جائے، بزرگوں کا پسینہ تبرک سمجھنا وغیرہ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس سے بھی زیادہ چیزوں کو ان احادیث کے تحت ذکر کیا جن میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا تھا۔ یہ امام نووی کی صریح غلطی ہے (کہ انہوں نے ان احادیث کے تحت صالحین کے تبرک کو جائز کہا۔) کہ صالحین فضل وبرکت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب بھی نہیں چہ جائیکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہوں۔

(تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید الذی ہو حق اللہ علی العبید صفحہ 150، المکتب الاسلامی، بیروت)

یہ وہابیوں کی خود ساختہ بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور بزرگ کے ساتھ اس طرح کے معاملات کرنا ناجائز وشرک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی موقع پر یہ نہیں فرمایا کہ میرے علاوہ کسی کے ساتھ ایسی عقیدت نہ رکھنا۔ جس کام کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا ہو وہ کام کبھی بھی غیر کے ساتھ کرنا شرک نہیں ہوسکتا۔ باقی وہابیوں کے اس نظرے کے رد میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی باعث برکت نہیں ہے، بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں صراحت کے ساتھ صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بابرکت ہونا ثابت ہے۔ ''عن ابی سعید رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال (( یأتی علی الناس زمان یغزون فیقال: فیکم من صحب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فیقولو[ن] یغزون فیقال لھم: ھل فیکم من صحب من صحب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ [...] لھ[م] ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا وقت بھی آئے گا کہ جب وہ جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم میں کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو؟ جواب دیں گے ہاں۔ پس وہ دشمن پر فتح پائیں گے۔ پھر (ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ) لوگ جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے درمیان کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو؟ جواب دیں گے ہاں تو انہیں بھی فتح دی جائیگی۔

(صحیح بخاری شریف، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، جلد4، صفحہ197، دار طوق النجاۃ)

دیکھیں صحابی وتابعی کی برکت سے فتح مل رہی ہے۔ اس پر اور بھی کئی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں، وہابیوں کے منہ توڑ جواب میں یہی ایک حدیث کافی ہے۔ بزرگوں سے نسبت رکھنے والی چیز تو بابرکت ہے ہی ان کا نام بھی بہت بابرکت ہے۔ صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب کہف کے ناموں کو بہت بابرکت فرمایا چنانچہ تفسیر نیشا پوری علامہ حسن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے "عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الکهف یصلح للطلب والهرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقة ویرمی بها فی وسط النار، ولبکاء الطفل تکتب وتوضع تحت راسه فی المهد، وللحرث تکتب علی القرطاس وترفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع وللضربان وللحمی المثلثة والصداع والغنی والجاه والدخول علی السلاطین تشد علی الفخذ الیمنی والعسر الولادة تشد علی فخذها الا یسر، ولحفظ المال و الرکوب فی البحر والنجاة من القتل" یعنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحابِ کہف کے نام تحصیل نفع ودفع ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ایک پرچی پر لکھ کر آگ میں ڈال دیں، اور بچہ روتا ہو لکھ کر گہوارے میں اس کے سر کے نیچے رکھ دیں، اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اُس پر باندہ دیں، اور رگیں تپکنے اور باری والے بخار اور دردِ سر اور حصول تونگری ووجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لئے دہنی ران پر باندھیں، اور دشواری ولادت کے لئے عورت کی بائیں ران پر، نیز حفاظت مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کے لئے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ذکر اسماء اہل کہف، جلد15، صفحہ110، مصطفی البابی، مصر)

## کون دولت سمیٹ رہا ہے؟

﴿ بریلوی حضرات نے مال ودولت جمع کرنے کے لیے ''تبرکات'' کی بدعت بھی ایجاد کی ہے تاکہ جبہ و دستار کی زیارت کرا کے دنیوی دولت کو سمیٹا جائے۔ ﴾

تبرکات سے کوئی دولت سمیٹ کر امیر ہو جائے ایسا کبھی نہیں ہوا، البتہ ایسے کئی وہابی دیکھے سنے گئے ہیں جو شرک و بدعت وجہاد پر تقریریں کر کے امیر ہو گئے۔

## اولیاء کے تبرکات شعائر اللہ

﴿ بریلوی اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: ''اولیاء کے تبرکات شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ان کی تعظیم ضروری ہے۔''86

مزید: ''جو شخص تبرکات شریفہ کا منکر ہو، وہ قرآن و حدیث کا منکر اور سخت جاہل، خاسر اور گمراہ و فاجر ہے۔''87 ﴾

جی ہاں تبرکات کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے قرآن پاک میں تابوت سکینہ کا صاف ذکر ہے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی آجانے کا واضح ذکر ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ... ﴿ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔ پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں (دیکھنے لگیں) کہ میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔

(سورۂ یوسف سورت 12، آیت 96، 93)

## آپ علیہ السلام کی طرف نسبت رکھنے والی چیز کی تعظیم

﴿ نیز: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جز و یہ بھی ہے کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہچانی جاتی ہے، اس کی تعظیم کی جائے۔''88 ﴾

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں "من اعظامه واكباره صلى الله تعالى عليه وسلم اعظام جميع اسبابه و اكرام مشاهده وامكنته من مكة والمدينة ومعاهده ومالمسه عليه الصلوٰة والسلام اواعرف به" ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی شہرت والی اشیاء کا احترام یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتکریم ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل ومن اعظامه واكباره الخ، جلد2، صفحہ126، دار الفیحاء، عمان)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں "ان الانسان اذا صار محبوبا فكان منظورا للحق

وللملاء الاعلی عروسا جمیلا فکل مکان حل فیه انعقدت و تعلقت به همم الملاء الا علی وان ساق الیه افوا ج الملئکة وامواج النور لاسیما اذا کانت همته تعلقت بهذا المکان والعارف الکامل معرفة وحالا له همة یحل فیها نظر الحق یتعلق باهله وماله وبیته ونسله ونسبه وقرابته واصحابه یشمل المال والجاه وغیرها ویصلحها فمن ذٰلك تمیزت ماثر الکمل من ماثر غیرهم" ترجمہ: تحقیق جب انسان محبوب بن جاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کا منظور اور ملاء اعلیٰ کا خوب صورت دولہا بن جاتا ہے۔تو وہ جس مکان میں ہوتا ہے وہاں ملاء اعلی کی ہمتیں مرکوز ہو جاتی ہیں اور فرشتوں کی فوج اور نور کی امواج اس جگہ وارد ہوتی ہیں۔خصوصا وہ مکان جہاں اس کی ہمت مرکوز ہوتی ہے اور معروف میں کامل عارف کی ہمت میں حق تعالیٰ کی نظر رحمت مرکوز ہوتی ہے۔جس کا عارف کے اہل، مال، گھر، نسل ونسب، قرابت اور اس کے اصحاب سے یوں تعلق ہوتا ہے کہ اس سے متعلق ہر چیز کو وہ تعلق شامل ہو جاتا ہے اسی بناء پر لوگوں کے آثار کامل اور غیر کامل حضرات کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔

(فیوض الحرمین (مترجم اردو)، مشہد20، صفحہ138، 139، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

یہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمعات میں لکھتے ہیں "از ینجاست حفظ اعراس مشایخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحه خواندن وصدقه دادن برائے ایشاں واعتنائے تمام کردن به تعظیم آثار واولاد ومنتبان ایشاں " ترجمہ: اسی وجہ سے مشائخ کے عرس ان کی قبروں کی زیارت، ان کے لئے فاتحہ خوانی اور صدقات کا اہتمام والتزام ضروری ہو جاتا ہے اور ان کے آثار و اولاد اور جو چیز ان کی طرف منسوب ہو ان کی تعظیم کا مکمل اہتمام لازم قرار پاتا ہے۔

(ہمعات، ہمعہ11، صفحہ58، اکادیمہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی، حیدر آباد)

## تبرکات کی زیارت پر نذرانہ

﴿ چنانچہ کسی بھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردو اور پھر اس کی زیارت کروا کے صدقے اور نذرانے جمع کرنے شروع کردو۔ ﴾

یہ جملہ مترجم صاحب کا ہے اور میں اس پر چند جملے مترجم صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں: ''کسی بھی کتاب کا ترجمہ کرو اور اسے اپنے باپ کا مال سمجھتے ہوئے جو مرضی ہیرا پھیری کر کے وہابیت چمکالو اور اہل سنت کو بدنام کروالو، کتاب لکھنے والا کچھ کہہ رہا ہے، آپ جیسا بددیانت ترجمہ کچھ اور کررہا ہے۔آپ جو مرضی لکھتے جاؤ کوئی دیکھنے والا نہیں، جن کتابوں سے تم

لوگ حوالے دے رہے ہو، وہ کتابیں کسی دوسرے کے پاس نہیں، سب بے وقوف ہیں، جو تم لکھو گے سب مان جائیں گے۔"

باقی جو آپ نے عجیب وغریب ارشاد فرمایا ہے اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمالیں:۔ جس چیز کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو اسے بطور عقیدت وحصول شفا کے لئے دکھانا صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں عثمان بن عبد اللہ بن موہب سے ہے "قالت دخلت علی ام سلمة فاخرجت الینا شعرا من شعر النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ و سلم مخضوبا " ترجمہ: میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب یذکر فی الشیب، جلد7، صفحہ160، دار طوق النجاۃ)

صحیح مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ مولی اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے "فأخرجت إلی جبة طیالسة کسروانیة لها لبنة دیباج، وفرجیها مکفوفین بالدیباج، فقالت هذه کانت عند عائشة حتی قبضت، فلما قبضت قبضتها، وکان النبی صلی الله علیه وسلم یلبسها، فنحن نغسلها للمرضی یستشفی بها "ترجمہ: انہوں نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت کا نکالا، اس کی پلیٹ ریشمی تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے۔ یہ ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھودھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة الخ، جلد3، صفحہ1641، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اگر کوئی بد بخت کسی چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹی نسبت دے تو یہ وبال اسی پر ہے۔ مسلمان اگر اس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے عقیدت رکھتے ہیں تو ان کو اس کا اجر مل جائے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں "من بلغه عن اللّٰہ عز وجل شیء فیه فضیلة فاخذ به ایمانا به ورجاء ثوابه اعطاه اللّٰہ تعالی ذلك وان لم یکن کذلك "ترجمہ: جسے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے پس وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے گا اگرچہ خبر صحیح نہ ہو۔

(کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی، حدیث، جلد15، صفحہ791، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

جہاں تک تبرکات دکھا کے پیسے لینے کا تعلق ہے تو انہیں دکھا کر پیسے مانگنا نا جائز ہے۔ تبرکات کی سند اور اسکی اجرت پر کلام کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''تصریحات ائمہ سے معلوم ہولیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اس شے کا اشتہار کافی ہے۔ ایسی جگہ بے ادراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل، پر از ار دل جس میں نہ عظمت شان محمد رسول اللہ صلی االلہ تعالیٰ علیہ وسلم بروجہ کافی، نہ ایمان کامل۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿اِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ وَ اِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ﴾ ترجمہ: اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر اور اگر سچا ہے تو تمہیں پہنچ جائیں گے بعض وہ عذاب جن کا وہ تمہیں وعدہ فرماتا ہے۔

اور خصوصا جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم واعزاز وتکریم سے باز نہیں رہ سکتا مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں، مگر یو ہیں مجمل بلا تعین شخص ہو یعنی کسی شخص معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں، اور بلا ثبوت شرعی کسی خاص شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ انہیں میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں ضرورتا نا جائز وگناہ وحرام ہے کہ اس کا منشا صرف بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث" بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں "انما ینشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث" خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے۔ جو تندرست ہو اعضاء صحیح رکھتا ہو نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لاتحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی" غنی یا سکت والے تندرست کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

علماء فرماتے ہیں "ماجمع السائل بالتکدی فھو الخبیث" سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔

اس پر ایک تو شناعت یہ ہوئی، دوسری شناعت سخت تو یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کماتا ہے اور ﴿یَشْتَرُوْنَ بِاٰیَاتِ

اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا﴾ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ قلیل رقم حاصل کرتے ہیں۔) کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے شناعت سخت تر یہ ہے کہ اپنے اس مقصد فاسد کے لئے تبرکات شریفہ کو شہر بشہر دربدر لئے پھرتے ہیں اور کس وناکس کے پاس لے جاتے ہیں یہ آثار شریفہ کی سخت توہین ہے۔خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالم دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی تھی کہ ان کے یہاں جا کر خلیفہ زادوں کو پڑھا دیا کریں۔ فرمایا: میں علم کو ذلیل نہ کروں گا انھیں پڑھنا ہے تو خود حاضر ہوا کریں۔عرض کی: وہی حاضر ہونگے مگر اور طلباء پر ان کو تقدیم دی جائے۔فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا سب یکساں رکھے جائیں گے آخر خلیفہ کو یہی منظور کرنا پڑا۔یونہی امام شریک نخعی سے خلیفہ وقت نے چاہا تھا کہ ان کے گھر جا کر شہزادوں کو پڑھا دیا کریں، انکار کیا۔کہا: آپ امیر المومنین کا حکم ماننا نہیں چاہتے۔فرمایا: یہ نہیں بلکہ علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

رہا یہ کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ اسے دیں اور یہ لے۔اس میں تفصیل ہے شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ "المعهود عرفا كالمشروط لفظا" (عرفا مقررہ چیز لفظا مشروط کی طرح ہے۔) یہ لوگ تبرکات شریفہ شہر بشہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت وعادت قطعا معلوم کہ اس کے عوض تحصیل زر وجمع مال چاہتے ہیں۔یہ قصد نہ ہوتو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں، ریلوں کے کرائے دیں، اگر کوئی ان میں زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی صریح تکذیب کررہا ہے۔ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری طہارت وصلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں۔اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا، مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں۔پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے، پہلا حکم یہ لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں گویا ان کے نزدیک محبت نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور ایمان اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کردیا جائے۔پھر جہاں کہیں سے ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجئے اگرچہ وہ دینے والے صلحاء وعلماء ہوں اور مال حلال سے دیا ہو اور جہاں پیٹ بھر کے مل گیا وہاں کی لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجئے اگرچہ وہ دینے والے فساق فجار بلکہ بدمذہب ہوں اور مال

حرام سے دیا ہو۔ قطعاً معلوم ہے کہ وہ زیارت نہیں کراتے بلکہ لینے کے لئے اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہو گیا اور وہ بچند وجہ حرام ہے۔

اولاً زیارت آثار شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جو زیر اجارہ داخل ہو سکے۔''کما صرح بہ فی ردالمحتار وغیرہ ان مایؤخذ من النصاری علی زیارۃ بیت المقدس حرام وھذا اذا کان حراما اخذہ من کفار دور الحرب کالروس وغیرھم فکیف من المسلمین ان ھو الا ضلال مبین'' جس طرح اس کی تصریح ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ بیت المقدس کی زیارت کے عوض عیسائیوں سے وصولی حرام ہے۔ یہ حربی کافروں اور سرداروں وغیرہ سے وصولی حرام ہے تو مسلمانوں سے وصولی کیسے حرام نہ ہوگی یہ نہیں مگر کھلی گمراہی۔

ثانیاً: اجرت مقرر نہیں ہوئی کیا دیا جائے گا اور جو اجارے شرعاً جائز ہیں ان میں بھی اجرت مجہول رکھی جانا اسے حرام کر دیتا ہے نہ کہ جو سرے سے حرام ہے کہ حرام در حرام ہوا، اور یہ حکم جس طرح گشتی صاحبوں کو شامل ہے مقامی حضرات بھی اس سے محفوظ نہیں جبکہ اس نیت سے زیارت کراتے ہوں اور ان کا یہ طریقہ معلوم ومعروف ہو۔

ہاں اگر بندہ خدا کے پاس کچھ آثار شریفہ ہوں اور وہ انہیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض لوجہ اللہ اسے زیارت کرادیا کرے کبھی کسی معاوضہ نذرانہ کی تمنا نہ رکھے، پھر اگر وہ آسودہ حال نہیں اور مسلمان بطور خود قلیل یا کثیر بنظر اعانت اسے کچھ دے تو اس کے لے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں۔ باقی گشتی صاحبوں کو عموماً اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر پر اخذ نذور کے ساتھ معروف ومشہور رہیں شرعاً جواز کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی، مگر ایک وہ یہ کہ خدائے تعالیٰ ان کو توفیق دے، نیت اپنی درست کریں اور اس شرط عرفی کے رد کے لئے صراحتہً اعلان کے ساتھ ہر جلسے میں کہہ دیا کریں کہ مسلمانو! یہ آثار شریفہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا فلاں ولی معزز ومکرم کے ہیں کہ محض خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی زیارت کرائی جاتی ہے ہرگز ہرگز کوئی بدلہ یا معاوضہ مطلوب نہیں، اس کے بعد اگر مسلمان کچھ نذر کریں تو اسے قبول کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خاں وغیرہا میں ہے''ان الصریح یفوق الدلالۃ'' کہ صراحت کو دلالت پر فوقیت ہے۔

اور اس کی صحت نیت پر دلیل یہ ہوگی کہ کم پر ناراض نہ ہو بلکہ اگر جلسے گزر جائیں لوگ فوج فوج زیارتیں کر کے یوں ہی

چلے جائیں اور کوئی پیسہ نہ دے جب بھی اصلا دل تنگ نہ ہو اور اسی خوشی و شادمانی کے ساتھ مسلمانوں کو زیارت کرایا کرے۔اس صورت میں یہ لینا دینا دونوں جائز وحلال ہوں گے اور زائرین و مزدور دونوں اعانت مسلمین کا ثواب پائیں گے۔اس نے سعادت و برکت دے کر ان کی مدد کی انھوں نے دنیا کی متاع قلیل سے فائدہ پہنچایا اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں((من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ))''فی صحیحہ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما'' تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو وہ پہنچائے۔اسے مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم((اللہ فی عون العبد مادام العبد فی عون اخیہ))''رواہ الشیخان ''اللہ اپنے بندہ کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

علی الخصوص جب یہ تبرکات والے حضرات سادات کرام ہوں تو ان کی خدمت اعلٰی درجہ کی برکت و سعادت ہے۔حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کا صلہ دنیا میں نہ پائے، میں بہ نفس نفیس روز قیامت اس کا صلہ عطا فرماؤں گا۔''

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 415۔۔۔، رضافاؤنڈیشن،لاہور)

## تبرکات کے لئے سند کی حاجت ہے یا نہیں؟

﴿ کوئی ضرورت نہیں تحقیق کی کہ اس ''تبرک'' کا واقعی آپ سے تعلق ہے بھی یا نہیں؟ جناب بریلوی تصریح فرماتے ہیں:''اس کے لیے کسی سند کی حاجت نہیں بلکہ جو چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور رہو، اس کی تعظیم شعائر دین میں سے ہے۔''89 ﴾

یہ دونوں باتیں حق ہیں اور اس پر پیچھے دلائل بھی دیئے جا چکے ہیں۔حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جاء الحق میں لکھتے ہیں:''بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا اصلی چونکہ ان کے اصلی ہونے کا ثبوت نہیں اس لئے ان کا چومنا ان کی عظمت کرنا منع ہے۔ہندوستان میں صدہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتہ ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور علیہ السلام کے بال ہیں؟

جواب: متبر کات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں یہ مشہور رہنا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات ہیں کافی ہے۔اس کے لئے آیتِ قرآنی یا حدیث بخاری کی ضرورت نہیں، ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا، زنا کے ثبوت کے لئے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار ہے، دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لئے دو کی گواہی اور رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر، نکاح، نسب، یادگاروں اور اوقاف کے ثبوت کے لئے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے۔ایک پردیسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن وشوہر رہتے ہیں۔آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے اتنا ہی کافی ہے۔اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لئے صرف شہرت معتبر ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے اگلوں کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے زیادہ زور آور تھے اور زمین جوتی اور آباد کی ان کی آبادی سے زیادہ اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

(سورۃ الروم، سورت 30، آیت 9)

اس آیت میں کفار مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گذشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے۔اب یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی؟ قرآن نے بھی اس کا پتہ نہ دیا۔اس کے لئے محض شہرت معتبر مانی۔معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا۔شفا شریف میں ہے' ومن اعظامہ و اکبارہ اعظام جمیع اسبابہ و اکرام مشاھدہ و امکنتہ و ما لمسہ علیہ السلام او عرف بہ " (یعنی) حضور علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اسباب ان کے مکانات اور جو کہ اس جسم پاک سے مس بھی ہو گیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہو کہ یہ حضور علیہ السلام کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔شرح شفا میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں ''ان المراد جمیع ما نسب الیہ و یعرف بہ علیہ السلام" (یعنی) اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز

حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے۔مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان میں یہ ہی عبارت شفا نقل فرماکر "و یعرف بہ" پر حاشیہ لکھا۔ "ای ولو کان علی وجہ الاشھار من غیر ثبوت اخبار فی اثارہ کذا قال علی ن القاری" (یعنی) اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہوئی اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہو۔اس طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسلک متقسط میں یہ ہی مضمون تحریر فرمایا اسی طرح علماء امت نے احکامِ حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حرمین شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کریں جس کی لوگ عزت وحرمت کرتے ہوں۔تعجب ہے کہ فقہاءِ کرام فضائل اعمال میں حدیثِ ضعیف کو بھی معتبر مانیں اور یہ مہربان تبرکات کے ثبوت کے لئے حدیثِ بخاری کا مطالبہ کریں۔

(جاء الحق، حصہ 1، صفحہ 328، مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

لیکن وہابی اپنی ضد پر بغیر دلیل اڑے ہوئے ہیں۔انہیں جتنے مرضی جواب دے جائیں انہوں نے منکر ہی رہنا ہے۔اس لئے صرف ایک عقلی جواب دیا جاتا ہے۔مثلاً ایک وہابی ہے اسے کوئی سنی کہے تو اپنے باپ کا ہونا ثابت کر۔وہ آگے سے یہی کہے گا کہ میرا باپ فلاں ہے۔سنی کہے اس کا کیا ثبوت ہے وہی تیرا باپ ہے؟ وہابی کہے گا لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ میرا باپ ہے۔سنی کہے جس طرح تو دلیل دے رہا ہے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ تیرا باپ فلاں ہے اسی طرح لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ تبرکات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا فلاں بزرگ کے ہیں۔

## تبرکات کو بوسہ دینا

تعظیم کا طریقہ کیا ہے؟ جناب احمد رضا بیان کرتے ہیں: ''در و دیوار اور تبرکات کو مس کرنا اور بوسہ دینا اگرچہ ان عمارتوں کا زمانہ اقدس میں وجود ہی نہ ہو۔۔۔۔۔۔اس کی دلیل؟ مجنوں کا قول۔۔۔۔۔کیا خوب کسی نے کہا ہے:۔

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذا الجدار وذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

ترجمہ: میں لیلیٰ کے شہروں پر گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو اور یہ شہر کی

محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ تو شہر والوں کی محبت ہے۔90

نیز: ''حتیٰ کہ بزرگوں کی قبر پر جانے کے وقت دروازے کی چوکھٹ چومنا بھی جائز ہے۔''91

تبرکات کو بوسہ دینا سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں " قال نافع کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما یسلم علی القبر رأیتہ مائۃ مرۃ و اکثر یجیئ الی القبر فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر ثم ینصرف و رؤی و اضعا یدہ علی مقعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ وعن ابن قسیط والعتبی کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا خلا المسجد جسّوا رمانۃ المنبر التی تلی القبر بمیامنھم ثم استقبلوا القبلۃ یدعون "ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب حجرہ پاک کی قبر مبارک کو سلام کرتے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے ایسا کرتے ہوئے سو سے زائد مرتبہ دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام، پھر لوٹتے۔ اور انہیں دیکھا گیا کہ منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹھنے کی جگہ کو ہاتھ سے مس کر کے اپنے چہرے پر لگاتے۔ ابن قسیط اور عتبی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جب مسجد نبوی سے نکلتے تو منبر شریف کے کناروں کو اپنے داہنے ہاتھ سے مس کرتے اور پھر قبلہ رو ہو کر دعا کرتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، الفصل التاسع حکم زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 2، صفحہ 199، دار الفیحاء، عمان)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں "ان تقبیل الاماکن الشریفۃ علی قصد التبرک و کذلك تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم فھو حسن محمود باعتبار القصد و النیۃ "ترجمہ: شریف مقامات کو چومنا بشرطیکہ تبرک کے ارادے سے ہو اور اسی طرح نیک لوگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اچھا اور قابل تعریف کام ہے۔ بشرطیکہ اچھے ارادے اور نیت سے ہو۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب ما ذکر فی الحجر الاسود، جلد 9، صفحہ 241، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

شفاء شریف میں ہے "وجدیر لمواطن اشتملت تربتھا علی جسد سید البشر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدارس ومشاھد وموافقت ان تعظم عرصاتھا وتنستسم نفحاتھا و تقبل ربوعھا وجدراتھا ملخصا " ترجمہ: جن مقامات کی مٹی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد پاک کو لگی ہے ان راستوں، مشاہد اور مواقف کے میدانوں کی تعظیم، فضاؤں کی تکریم، ٹیلوں اور دیواروں کو بوسہ دینا مناسب ہے۔

(الشفاء، الفصل السابع (عزاز ساله من صلة بالنبی صلی الله علیه وسلم من اسکنة وسملهد، جلد 2، صفحه 131، دار الفیحاء، عمان)

جو شعر ظہیر صاحب نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ ان کا نہیں ہے بلکہ آپ نے شفاء السقام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

## مزاراتِ اولیاء کی تصاویر کو بوسہ دینا

﴿ بریلوی قوم کے نزدیک مدینہ منورہ اور بزرگوں کی قبروں کو چومنا ہی نہیں بلکہ مزاروں وغیرہ کی تصویروں کو بھی چومنا ضروری ہے۔ ﴾

یہ بالکل جھوٹ و بہتان ہے۔ قبروں کو چومنے کا حکم نہیں ہے، اگر چہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے باپ دادا کی قبروں کو بوسہ دینا بوارق محمدیہ میں منقول ہے۔ اور ان مزارات کی تصویروں کو چومنا ہر گز ضروری نہیں، فقط ان بے جان تصاویر کو عقیدت میں چومنا جائز ہے۔ لیکن افسوس وہابیوں پر کہ ایک بہتان باندھا اور دوسرا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں تحریف کی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت یوں تھی: ''جس شے کو معظم شرعی سے کسی طرح نسبت ہے واجب التعظیم و مورثِ محبت ہے۔''

(فتاوی رضویه، جلد 22، صفحه 344، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تعظیم کا واجب ہونا اور بات ہے اور تصویر کے چومنے کا واجب ہونا اور بات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم واجب ہے اور آپ کے روضہ مبارک کی تصویر کو چومنا جائز و مستحب ہے۔

## نقشِ نعلین شریف اور وہابی نظریات

﴿ بریلوی صاحب ارشاد کرتے ہیں: ''علمائے دین نعل مطہر و روضہ حضور سید البشر علیہ افضل الصلوۃ و اکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بنانے اور انہیں بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے اور سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے۔''93

نیز: ''علمائے دین ان تصویروں سے دفع امراض وحصول اغراض کے لیے توسل فرماتے تھے۔''94

بریلوی اعلیٰ حضرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی خیالی تصویر کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جس کے پاس نقشہ متبرک ہو، ظالموں اور حاسدوں سے محفوظ رہے، عورت دردزہ کے وقت اپنے

داہنے ہاتھ میں رکھے، آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے گا معزز ہو اور اسے زیارت روضہ رسول نصیب ہو، جس لشکر میں ہو نہ بھاگے، جس قافلے میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے، جس مال میں ہو نہ چرایا جائے، جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو، جس مراد کی نیت سے اپنے پاس رکھیں حاصل ہو۔'' 95

ان خرافات اور دور جاہلیت کی خرافات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرافات کو ختم کیا تھا، یہ لوگ دوبارہ اسے زندہ کر رہے ہیں۔ خاں صاحب نقل کرتے ہیں: ''اگر ہو سکے تو اس خاک کو بوسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے نم حاصل ہوئی ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔'' 96

مزید: ''اس نقشے کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ عالیہ کی زیارت نہ ملی، وہ اس کی زیارت کر لے اور شوق سے اسے بوسہ دے کہ یہ مثال اس اصل کے قائم مقام ہے۔'' 97

نیز: ''روضہ منورہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل صحیح بلاشبہ معظمات دینیہ سے ہے۔ اس کی تعظیم وتکریم بروجہ شرعی ہر مسلمان صحیح الایمان کا مقتضائے ایمان ہے۔'' 98

ان چیزوں کی زیارت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ذہن میں لائیں اور درود شریف کی کثرت کریں۔ 99

ایک جگہ لکھتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقشہ کو مس کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے گی اور دنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش وعشرت اور عزت وسرور میں رہے گا۔ اسے قیامت کے روز کامیابی کی غرض سے بوسہ دینا چاہئے، جو اس نقشے پر اپنے رخسار رگڑے اس کے لیے بہت عجیب برکتیں ہیں۔'' 100 ﴾

اس کتاب میں جہاں قارئین کو عقائد وتعلیمات اہل سنت کا پتہ چل رہا ہے وہاں وہابی عقائد وتعلیمات کا بھی پتہ چل رہا ہے کہ ان کی شریعت میں سوائے شرک وبدعت کی باتوں کے کچھ نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہابیوں میں ادب نام کی کوئی چیز نہیں، سعودی وہابیوں کی بے ادبیاں حاجی حضرات ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔ نقش نعلین کی تعظیم صدیوں سے مسلمانوں میں رائج ہے اور علمائے اسلاف نے اس کی صراحت کی ہے۔ ظہیر صاحب نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حوالے سے نقش نعلین وروضہ رسول کی تصویروں کو رکھنے اور اسے بوسہ دینے کے متعلق سارا کلام لکھ دیا لیکن یہ لکھنا گوارا نہیں کیا کہ امام احمد رضا خان علیہ

رحمۃ الرحمٰن نے یہ کن علمائے کرام کے حوالے سے لکھا ہے؟ یہ پورا کلام علمائے اسلاف کے حوالے سے پیش کیا جاتا ہے:۔

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ایک رسالہ بنام ''شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ'' (محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے مزار اور آپ کے نعلین مقدسہ کے نقشوں میں غمزدہ کی شفاء۔) لکھا۔اس رسالہ میں پہلے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جبرائیل علیہ السلام، براق کی خیالی تصاویر بنانے اور اس کو چومنے کی سخت مذمت فرمائی اور اس پر احادیث پیش کیں کہ جاندار کی تصاویر بنانا شرعاً ناجائز وحرام ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے "لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ذکر بعض نسائه کنیسة یقال لها ماریة و کانت ام سلمة وام حبیبة اتتا ارض الحبشة فذکرتا من حسنها وتصاویر فیها فرفع رأسه فقال (( اولئک اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجدا ثم صوروافیه تلک الصور اولئک شرار خلق اللہ))"حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض میں ازواج مطہرات میں سے کسی نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام المومنین ام سلمہ وام المومنین ام حبیبہ ملک حبشہ میں ہو آئی تھیں ان دونوں بیبیوں نے ماریہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا: یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بندہ نبی یا ولی انتقال کرتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں تبرکاً اس کی تصویر لگاتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔

فی المرقاۃ (مرقاۃ (از محدث علی قاری) میں ہے)"الرجل الصالح ای من نبی او ولی تلك الصور ای صور الصلحاء تذکیرا بهم وترغیبا فی العبادۃ لاجلهم" مرد صالح یعنی وہ نبی یا ولی فوت ہو جاتا اس کی تصاویر بناتے اور لٹکایا کرتے تھے ان کی یادگار اور ان کی وجہ سے عبادت میں رغبت دلانے کے لئے۔

حدیث: امام بخاری کتاب الصلوٰۃ جامع صحیح میں تعلیقاً بلاقصہ اور عبد الرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ اپنے اپنے مصنف اور بیہقی سنن میں اسلم مولی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً مع القصہ راوی جب امیر المومنین ملک شام کو تشریف لے گئے ایک زمیندار نے آکر عرض کی میں نے حضور کے لئے کھانا تیار کر لیا ہے میں چاہتا ہوں حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ ہم چشموں میں میری عزت ہو امیر المومنین نے فرمایا"انا لاندخل کنائسکم من اجل الصور التی فیها" ہم ان کنیسوں میں نہیں جاتے جن میں یہ تصویریں ہوتی ہیں۔

بالجملہ حکم واضح ہے اور مسئلہ مستبین اور حرکات مذکورہ حرام بالیقین اوران میں اعتقادثواب ضلال مبین، اس شخص پر فرض ہے کہ اس حرکت سے باز آئے اور حرام میں ثواب کی امید سے، نہ خود گمراہ ہو نہ جاہل مسلمانوں کو گمراہ بنائے۔ان تصویروں کو نا آباد جنگل میں راہ سے دور نظر عوام سے بچا کر اس طرح دفن کردیں کہ جہال کو ان پر اصلا اطلاع نہ ہو یا کسی ایسے دریا میں کہ کبھی پایاب نہ ہوتا ہو نگاہ جاہلان سے خفیہ عمیق کنڈے میں یوں سپرد کریں کہ پانی کی موجوں سے کبھی ظاہر ہونے کا احتمال نہ ہو ﴿واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم﴾ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

یہ سب متعلق بتصاویر ذی روح تھا (یعنی ان احادیث میں جو وعید آئی ہے وہ جاندار کی تصاویر کے متعلق تھی۔) رہا نقشہ روضہ مبارکہ اس کے جواز میں اصلا مجال سخن وجائے دم زدن نہیں۔جس طرح ان تصویروں کی حرمت یقینی ہے یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔ہر شرع مطہر میں ذی روح کی تصویر حرام فرمائی ،حدیث پانزدہم میں اس قید کی تصریح کردی،حدیث اول میں ہے کہ ایک مصور نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت والا میں حاضر ہوکر عرض کی، میں تصویریں بنایا کرتا ہوں اس کا فتویٰ دیجئے ،فرمایا: پاس آ، وہ پاس آیا،فرمایا: پاس آ۔وہ اور پاس آیا یہاں تک کہ حضرت نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھ کر فرمایا کیا میں تجھے نہ بتادوں۔وہ حدیث جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی، پھر حدیث مذکور مصوروں کے جہنمی ہونے کی ارشاد فرمائی۔اس نے نہایت ٹھنڈی سانس لی،حضرت نے فرمایا"ویحاك ان ابیت الا ان تصنع فعلیك بھذا الشجر و کل شیء لیس فیہ روح" افسوس تجھ پر اگر بے بنائے نہ بن آئے تو پیڑ اور غیر ذی روح چیزوں کی تصویریں بنایا کر۔

ائمہ مذاہب اربعہ وغیرہم نے اس کے جواز کی تصریحیں فرمائیں تمام کتب مذاہب اس سے مملو ومشحون ہیں ہر چند مسئلہ واضح اور حق لائح ہے مگر تسکین اوہام وتثبیت عوام کے لئے ائمہ کرام علماء اعلام کی بعض سندیں اسباب میں پیش کروں کہ کن کن اکابر دین واعاظم معتمدین نے مزار مقدس اور اس کے مثل نعل اقدس کے نقشے بنائے اور ان کی تعظیم اور ان سے تبرک کرتے آئے اور اسباب میں کیا کیا کلمات روح افزائے مومنین وجانگزائے منافقین ارشاد فرمائے۔امام عثیم بن نسطاس تابعی مدنی، امام محدث جلیل القدر ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء، امام محدث علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی حنبلی، امام ابوالیمن ابن عساکر، امام تاج الدین فاکہانی صاحب فجر منیر، علامہ سید نور الدین علی بن احمد سمہودی مدنی شافعی صاحب کتاب الوفاءووفاءالوفاء

،سیدی عارف باللہ محمد بن سلیمن جزولی صاحب الدلائل، امام محدث فقیہ احمد بن حجر مکی شافعی صاحب جوہر منظم ،علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب الخمیس فی احوال النفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،علامہ سیدی محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی شارح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ ،شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی صاحب جذب القلوب ،محمد العاشق بن عمر الحافظ الرومی حنفی صاحب خلاصۃ الاخبار ترجمہ خلاصۃ الوفاء وغیرہم ائمہ وعلماء، نے مزار اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقبور مقدسہ حضرات صدیق وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نقشے بنائے۔۔۔۔

علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی قصری مطالع میں فرماتے ہیں "اعقب المؤلف رحمه الله تعالى ورضى عنه، ترجمة الاسماء بترجمة صفة الروضة المباركة موافقا وتابعا للشيخ تاج الدين الفاكهانى فانه عقد فى كتاب الفجر المنير بابا فى صفة القبور المقدسة ومن فوائد ذلك ان يزور المثال من لم يتمكن من زيارة الروضة ويشاهده مشتاق ويلثمه ويزداد فيه حبا وشوقا ''مؤلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فصل اسماء طیبہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد صفت روضہ مبارکہ کی فصل بہ تبعیت وموافقت امام تاج الدین فاکہانی ذکر فرمائی کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب فجر منیر میں خاص ایک باب ذکر کیا اور اس میں بہت فائدے ہیں از انجملہ یہ کہ جسے روضہ مبارکہ کی زیارت میسر نہ ہوئی وہ اس نقشہ پاک کی زیارت کرے مشتاق اسے دیکھے اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور حضور کا شوق اس کے دل میں بڑھے۔

اسی میں ہے "قد كنت رأيت تاليفا لبعض المشارقة يقول فيما انه ينبغى لذاكر (اسم) الجلالة من المريدين ان يكتبه بالذهب فى ورقة ويجعله نصب عينيه فاذا صور قارى هذا الكتاب الروضة صورة حسنة بالوان حسنة و خصوصا بالذهب فهو من معنى ذلك " میں نے بعض علماء شرق کی تالیف میں دیکھا کہ جو مرید اسم پاک اللہ کا ذکر کرے اسے چاہئے کہ نام پاک اللہ ایک ورق میں سونے سے لکھ کر اپنے پیش نظر رکھے تو جب اس کتاب کو پڑھنے والا روضہ مقدسہ کی خوبصورت تصویر خوشنما رنگوں سے رنگین خصوصا آب زر سے بنائے تو وہ اسی قبیل سے ہے۔

اسی (مطالع المسرات) میں ہے "وقد ذكر بعض من تكلم على الاذكار و كيفية التربية بها انه اذا كمل لا اله الا الله بمحمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فليشخص بين عينيه ذاته الكريمة بشرية من نور فى

ثیاب من نور یعنی لتنطبع صورته صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم فی روحانیته و یتألف معها تألفا یتمکن به من الاستفادة من اسراره والا قتباس من انواره صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم قال فان لم یرزق تشخص صورته فیری کانه جالس عند قبره المبارك یشیر الیه متی ماذکره فان القلب متی ماشغله شیء امتنع من قبول غیره فی الوقت الی اخر کلامه فیحتاج الی تصویر الروضة المشرفة والقبور المقدسة لیعرف صورتها و یشخصها بین عینیه من لم یعرف من المصلین علیه فی هذا الکتاب وهم عامة الناس وجمهور هم " بعض اولیاءکرام جنھوں نے ذکروشغل سے تربیت مریدین کی کیفیت ارشاد کی، بیان فرماتے ہیں کہ جب ذکر ''لا الہ الا اللہ'' کو ''محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' سے کامل کرلے تو چاہئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور اپنے پیش نظر جمائے بشری صورت نور کی طلعت نور کے لباس میں تاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ اس کے آئینہ دل میں جم جائے اور اس سے وہ الفت پیدا ہو جس کے سبب حضور کے اسرار سے فائدہ لے ۔حضور کے انوار کے پھول چنے اور جسے یہ تصور میسر نہ ہو وہ یہی خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار جب ذکر میں نام پاک آئے تصور میں مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا جائے کہ دل جب ایک چیز سے مشغول ہوجاتا ہے، پھر اس وقت دوسری چیز قبول نہیں کرتا ۔تو اب روضہ مطہرہ وقبور مطہرہ کی تصویر بنانے کی حاجت ہوئی کہ جن دلائل الخیرات پڑھنے والوں نے ان کی زیارت نہ کی اور اکثر ایسے ہی ہیں وہ انھیں پہچان لیں اور ذکر کے وقت ان کا تصور ذہن میں جمائیں ۔

اسی میں ہے "وقد استنبوا مثال النعل عن النعل وجعلوه له من الاکرام والاحترام ماللمنوب عنه وذکروا له خواصا وبرکات وقد جربت وقال فیه اشعارا کثیرة والفوا فی صورته ورووه بالاسانید وقد قال القائل:۔

اذا ما الشوق اقلقنی الیها ولم اظفر بمطلوبی لدیها
نقشت مثالها فی الکف نقشا وقلت لنا ظری قصرا علیها "

علمائے کرام نے نعل مقدس کے نقشے کو نعل مقدس کا قائم مقام بنایا اور اس کے لئے وہی اکرام واحترام جو اصل کے لئے تھا ثابت ٹھہرایا اور اس نقشہ مبارک کیلئے خواص وبرکات ذکر فرمائے اور بلاشبہہ وہ تجربے میں آئے اور اس میں بکثرت

اشعار کہے اور اس کی تصویر میں رسالے تصنیف کئے اور اسے سندوں کے ساتھ روایت کیا اور کہنے والے نے کہا: جب اس کی آتش شوق میرے سینے میں بھڑکتی ہے اور اس کا دیدار میسر نہیں ہوتا اس کی تصویر ہاتھ پر کھینچ کر آنکھ سے کہتا ہوں اسی پر بس کر۔

علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں "من فوائد ذلك ان من لم يمكنه زيارة الروضة فليبرز مثالها وليلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل كما قد ناب مثال نعله الشريفة مناب عينها في المنافع والخواص شهادة التجربة الصحيحة و لذا جعلوا له من الاكرام والاحترام مايجعلون للمنوب عنه ''نقشہ روضہ مبارک کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ اقدس کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرے اور شوق دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ مثال اسی اصل کے قائم مقام ہے جیسے نقشِ نعل مقدس منافع وخواص میں بالیقین اصل کا قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ شاہد عدل ہے ولہذا علمائے دین نے نقشے کا اعزاز واعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔۔۔

مواہب لدنیہ میں ہے "من بعض ماذكر من فضلها وجرب من نفعها وبركتها ماذكره ابو جعفر احمد بن عبدالمجيد وكان شيخا صالحا ورعاقال حذوت هذا المثال لبض الطلبة فجاءني يوم فقال رأيت البارحة من بركة هذا النعل عجبا اصاب زوجي وجع شديد كاديهلكها فجعلت النعل على موضع الوجع و قلت اللهم ارني بركة صاحب هذا النعل فشفاها الله للحين " اس مثال مبارک کے فضائل جو ذکر کئے گئے ہیں اور اس کے منافع وبرکات جو تجربے میں آئے ان میں سے وہ ہیں جو شیخ صالح صاحب ورع وتقویٰ ابوجعفر احمد بن عبدالمجید نے بیان فرمائے کہ میں نے نعل مقدس کی مثال اپنے ایک شاگرد کو بنادی تھی ایک روز اس نے آکر کہا رات میں نے اس مثال مبارک کی عجیب برکت دیکھی میری زوجہ کو ایک سخت درد لاحق ہوا کہ مرنے کے قریب ہوگئی میں نے مثال مبارک موضع درد پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی! اس کی برکت سے شفاء دے اللہ عزوجل نے فوراً شفا بخشی۔

نیز امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابواسحاق ابراہیم بن الحاج فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ الشیخ ابوالقاسم بن محمد فرماتے ہیں "ومما جرب من بركته ان من امسكه عنده متبركابه كان له امانا من بغي البغاة وغلبة العداة وحرزا من كل شيطان مارد وعين كل حاسد وان امسكت المرأة الحامل بيمينها وقد اشتد عليها الطلق تيسرامرها بحول الله تعالى وقوته " نقشِ نعل مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے یہ ہے کہ جو شخص بہ نیت تبرک اسے اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم

اور دشمنوں کے غلبے سے امان پائے اور وہ نقشہ مبارک ہر شیطان سرکش اور حاسد کے چشم زخم سے اس کی پناہ ہو جائے اور زن حاملہ شدت دردزہ میں اگر اسے اپنے داہنے ہاتھ میں لے بعنایت الٰہی اس کا کام آسان ہو۔۔۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 437 ۔۔۔، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک دوسرے رسالہ بنام ''ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال'' (بوسہ تعظیمی کے مستحسن ہونے میں درست ترین کلام) میں آپ نقش نعلین کو بوسہ دینے کی فضیلت پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''محدث علامہ فقیہ ابو الربیع سلیمان بن سالم کلاعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "یاناظر اتمثال نعل نبیہ قبل مثل النعل لامتکبرا" اے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش نعل مبارک دیکھنے والے! اس نقشہ کو بوسہ دے متکبر نہ بن۔

قاضی شمس الدین صیف اللہ رشیدی فرماتے ہیں:۔

لمن قدمس شکل نعال طٰہ — جزیل الخیر فی یوم الحسان

وفی الدنیا یکون بخیر عیش — وعز فی النہاء بلا ارتیاب

فبادروا لثم الاثار منہا — بقصد الفوز فی یوم حسان

نقش نعل طٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مس کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے گی اور دنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش وعزت وسرور میں رہے گا تو روز قیامت مراد ملنے کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے۔

شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعل مقدس سے عرض کرتے ہیں:۔

فی مثلك یانعال اعلی النجبا — اسرار بیمنہا شہدنا العجبا

من مرغ خدہ بہ مبتہلا — فالقام لہ ببعض ماقدوجب

اے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک! تیرے نقشہ میں وہ اسرار ہیں جن کی عجیب برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں۔ جو اظہار عجز ونیاز کے ساتھ اپنا رخسار اس پر رگڑے تحقیق اس نے وہ بعض حق ادا کیا جو اس نقشہ مقدسہ کا اس پر واجب ہے۔

وہی فرماتے ہیں:۔

مثال نعل بوطی المصطفٰی سُعدا | فامد الی لثمہ بالذل منك یدا
---|---
واجعلہ منك علی العینین معترفا | بحق توقیرہ بالقلب معتقدا
وقبلہ واعلن بالصلاۃ علی | خیرالانام وکرر ذاك مجتھدا

یہ نقشہ اس نعل مبارک کا جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم سے ہمایوں ہوئے ہاتھ اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان سے اس کے وجوب وتوقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اسے آنکھوں پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا۔

سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں:۔

مثال نعال المصطفٰی اشرف الوری | بہ مورد لاتبغی عنہ مصدرا
---|---
فقبلہ لثما وامسح الوجہ موقنا | بنیت صدق تلق ما کنت مضما

مصطفٰی اشرف الخلق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس میں وہ مقام حضور ہے جس سے تو رجوع نہ چاہے، تو اسے یقین اور سچی نیت کے ساتھ چہرہ سے لگا دل کی مراد پائے گا۔

محمد بن سبتی فرماتے ہیں:۔

فمی قبلتھا مثل نعل کریمۃ | بتقبیلھا یشفی سقام من اسمہ استشفی
---|---

اے میرے منہ اسے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسہ سے شفا طلب کر مرض دور ہوتا ہے۔

علامہ احمد بن مقری تلمسانی صاحب فتح المتعال میں فرماتے ہیں:۔

اکرم بتمثال حکی نعل من | فاق الوری بالشرف الباذخ
---|---
طوبی لمن قبلہ منباء | یلثمہ عن حبہ الراسخ

کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرف عظیم میں تمام عالم سے بالا ہے خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہو۔

علامہ ابوالیمن ابن عساکر فرماتے ہیں:۔

الثم ثری الاثر الکریم فحبذا | ان غزت منہ بلثم ذا التمثال
---|---

نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کر اس کے نقشے ہی کا بوسہ دینا تجھے نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے۔

علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی جنھیں علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب شریف میں "احدالفضلاء المغاربۃ" (فضلائے مغرب میں سے ایک۔) کہا۔اپنی مدحیہ میں فرماتے ہیں:۔

مثل نعل من احب هويته　　　فها انا فی يوم وليلی الثمه

میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین مبارک دوست رکھتا اور رات دن اسے بوسہ دیتا ہوں۔

امام ابوبکر احمد ابن امام ابومحمد بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں:۔

ونعل خضعنا هيبة لبهائها وانا　　　متى نخضع لها ابدا نعلو

فضعها على اعلى المفارق انها　　　حقيقتها تاج وصورتها نعل

اس نعل مبارک کے جلال انوار سے ہم نے اس کے لئے خضوع کیا اور جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے بلند رہیں گے تو اسے بالائے سر رکھ کہ حقیقت میں تاج اور صورت پر نعل ہے۔

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ محدث و ماہر و ضابط و متین الدین و صادق الودع و بے نظیر ہونا مسطور امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ میں ان امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشا دکئے اور مدحیہ علامہ ابوالحکم مغربی کو "ما احسنها" (کیا ہی اچھا ہے۔) اور نظم علامہ ابن عساکر سے "للہ درہ" (اللہ کیلئے اس کی بھلائی ہے) فرمایا۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں "الثم التراب الذی حصل له الندا وة من اثر النعل الكريمة ان امكن ذلك والا فقبل مثالها" "اگر ہو سکے تو اس خاک کو بوسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے نم حاصل ہوئے ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔۔۔۔

(فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 345۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

انداز لگائیں! بریلوی حضرات کی ان حرکات اور بت پرستی میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اپنے ہاتھوں سے ایک تصویر بناتے ہیں اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور اپنے ذہن میں لا کر اسے چومتے ہیں، اپنی آنکھوں

سے لگاتے اور اپنے گالوں پر رگڑتے ہیں اور پھر برکات کے حصول کی امید کرتے ہیں۔

یہ عبارت مترجم صاحب نے اپنے پاس سے ڈالی ہے۔ اتنے جید علمائے اسلاف نے نقش پاک کو بوسہ دینے کو مستحسن جانا اور یہاں اسے بت پرستی کہا جارہا ہے۔ پھر الٹا الزام اہل سنت پر لگاتے ہیں کہ یہ بات بات پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ جس دن وہابیوں کو بت پرستی اور تعظیم اولیاء میں فرق کا پتہ چل گیا اس دن وہابیت ختم ہو جائے گی۔

## نقشِ نعلین میں بسم اللہ لکھنا

ایک طرف تو تصویر اور مجسمے کی اس قدر تعظیم کرتے اور دوسری طرف اللہ رب العزت کی شان میں اس قدر گستاخی اور بے ادبی کہ کہتے ہیں: ''نعل شریف (جوتے کا مجسمہ) پر بسم اللہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''101

وہابیوں کی عقل کا یہ حال ہے کہ انہیں اصل اور نقش میں فرق پتہ نہیں اور دعوے ان کے مجتہد بننے والے ہوتے ہیں اور خود کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی نعل، ایک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی نعل کی تصویر اور ایک ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعل شریف کا ڈیزائن۔ ان تینوں میں بہت فرق ہے۔ حقیقی نعل اور حقیقی نعل کی تصویر پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا کوئی بھی دینی عبارت لکھنا درست نہیں۔ جہاں تک نقش نعلین کا تعلق ہے تو یہ فقط نعل شریف کا ڈیزائن ہے اور اس میں دینی عبارت لکھنا جائز ہے۔ دیوبندی وہابی مولوی اشرف علی تھانوی نے نقش نعلین شریف میں دینی عبارت لکھنے کی اجازت دی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے ایک سوال پوچھا گیا کہ تمثال (نقشِ) نعل شریف کے اوپر بسم اللہ شریف لکھنا کیسا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''بسم اللہ شریف اس (نقشِ نعلِ پاک) پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعلِ مقدس قطعاً تاج فرق اہلِ ایمان ہے، مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شئے سے اجل واعظم وارفع واعلیٰ ہے، یوہیں تمثال (نقش) میں بھی احتراز چاہیے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعلِ اقدس مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے، مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالتِ استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جوتا استعمال ہونے کی حالت میں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے جوتے کے نقشے میں جو کہ استعمال ہونے سے محفوظ ہے، ان دونوں میں صاف فرق ہے) اور اعمال کا مدار نیت پر ہے، امیرا

مومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر '' حبیس فی سبیل الله ''(یعنی اللہ کی راہ میں وقف ) داغ فرمایا تھا، حالانکہ ان کی رانیں بہت محلِ بے احتیاطی ہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 21، صفحہ 413، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

## تبرکات رکھنے والوں کی مالی مدد کرنا

﴿ جناب احمد رضا صاحب ان مشرکانہ رسموں کی اصل غرض وغایت کی طرف آتے ہیں: '' زائر کو چاہیے کہ وہ کچھ نذر کرے، تاکہ اس سے مسلمانوں کی اعانت ہو۔ اس طرح زیارت کرنے والے اور کرانے والے دونوں کو ثواب ہوگا۔ ایک نے سعادت وبرکت دے کر ان کی مدد کی اور دوسرے نے متاع قلیل سے فائدہ پہنچایا۔ حدیث میں ہے: ''تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے، تو اسے چاہئے کہ نفع پہنچائے۔'' (طرز استدلال ملاحظہ فرمائیں) حدیث میں ہے: ''اللہ اپنے بندوں کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔ خصوصاً جب یہ تبرکات والے حضرات سادات ہوں تو ان کی خدمت اعلیٰ درجے کی برکت وسعادت ہے۔''102

یہ ہے بریلوی دین وشریعت اور یہ ہیں اس کے بنیادی اصول وضوابط! عوام کو بے وقوف بنا کر کس طرح یہ لوگ اپنا کاروبار چمکانا چاہتے اور اپنی تجوریاں بھرنا چاہتے ہیں۔

کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اسلام تصاویر اور مجسموں کی تعظیم کا حکم دے؟ انہیں بوسہ دینے اور ہاتھ سے چھونے کو باعث برکت بتائے اور پھر اس پر چڑھاوے چڑھانے کی ترغیب دے؟ حاشا وکلا! دین کو نفع بخش تجارت بنالینے والے بعض بریلوی ملاؤں نے عوامی سرمائے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کے لیے بعض ایسی بدعات ایجاد کی ہیں، جو کھلم کھلا کتاب وسنت کے خلاف اعلان بغاوت ہیں۔ ﴾

یہ عبارت پھر مترجم صاحب نے خود سے شامل کر لی ہے، ایسے شخص کا ترجمہ کرنا ہی درست نہیں جو اس طرح تحریفات کا مرتکب ہو۔ پھر ظہیر صاحب اور مترجم کی بے باکی کی انتہاء ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلاً تبرکات دکھانے پر پیسے لینے کی مذمت فرمائی اسے ناجائز ثابت کیا۔ (جسے پیچھے تفصیل کے ساتھ نقل کر دیا گیا ہے ) اس کے آخر میں یہ فرمایا کہ اگر تبرکات پیسے لینے کی غرض سے نہیں دکھاتا بلکہ لوجہ اللہ ہے تو لوگوں کا اپنی خوشی سے اس کو پیسے دینا جائز ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ہاں اگر بندہ

خدا کے پاس کچھ آثار شریفہ ہوں اور وہ انہیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض لوجہ اللہ اسے زیارت کرادیا کرے کبھی کسی معاوضہ نذرانہ کی تمنا نہ رکھے، پھر اگر وہ آسودہ حال نہیں اور مسلمان بطور خود قلیل یا کثیر بنظر اعانت اسے کچھ دے تو اس کے لے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں۔باقی گشتی صاحبوں کو عموما اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر پر اخذ نذور کے ساتھ معروف ومشہور ہیں شرعا جواز کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔''

(فتاوی رضویہ جلد 21، صفحہ 418، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

لیکن ظہیر صاحب نے تحریفانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سارا کلام نکال کر آخر کا کلام نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ اہل سنت کے نزدیک تبرکات دکھانے کے پیسے لینا جائز ہے۔ان وہابیوں کو جاندار اور بے جان تصویر میں فرق کا پتہ نہیں چل رہا، بقیہ شرعی مسائل میں کیا چھکے چوکے مارتے ہوں گے، آپ خود اندازہ لگالیں۔

**حوالہ جات (البریلویہ)**

86 مقدمہ رسالہ بدر الانوار مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت، جلد۲، ص۸

87 درالانوار، احمد رضا، ص۱۲

88 ایضاً ص۲۱

89 ایضاً الفصل الرابع ص۴۳

90 رسالۃ ابر المقال درج در مجموعہ رسائل، جلد۲ ص ۱۴۱

91 ایضاً ص۱۵۹

92 ایضاً ص۱۴۴

93 ابر المقال فی تبلۃ الاجلال، از بریلوی ص۱۴۳

94 بدر الانوار فی آداب الآثار ص۳۹

95 ایضاً ص۴۰

96 ابر المقال فی تبلۃ الاجلال، از بریلوی ص۱۴۳

97 ایضاً ص۱۴۸

98 بدر الانوار، ص ۵۴

99 ایضاً، ص ۵۶

100 مجموعہ رسائل، از احمد رضا، ص ۱۴۴

101 ایضاً، ص ۳۰۴

102 بدار الانوار در مجموعہ رسائل، ص ۵۰، ومابعد

# فصل : متفرقات

## قضانمازوں کا حیلہ اسقاط

جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس نے زندگی میں فرض نمازیں قضا کی ہوں، رمضان کے فرض روزے چھوڑے ہوں، فرض حج نہ کیا ہو، یا زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا قربانی واجب تھی وہ ادا نہیں کی یا قسم کا کفارہ دینا ہے وغیرہ، تو اگر وہ مرتے وقت ان کی ادائیگی کا ورثہ کو کہہ جائے تو ورثہ پر واجب ہے کہ اس کی جائیداد میں تہائی مال میں سے اس کی طرف سے فرائض و واجبات ادا کرے۔ اگر وہ وصیت نہیں کر کے گیا پھر بھی ورثہ کیلئے مستحب ہے کہ مرنے والے کی طرف سے یہ سب کریں۔ فرض نمازیں اور روزے میت کی طرف سے ادا نہیں کئے جاسکتے بلکہ اس کا حکم یہ ہے کہ ہر فرض نماز بشمول وتر اور ہر فرض روزہ کے بدلے میں نصف صاع (ایک کلو 920 گرام گندم یعنی تقریباً دو کلو گندم یا اس کے پیسے) کسی شرعی فقیر کو دے۔ یعنی فی روزہ دو کلو گندم اور ایک دن کی پانچ نمازیں اور ایک وتر کی کل گندم تقریباً 12 کلو بنتی ہے۔ اب مرنے والے کی عمر کا حساب لگایا جائے کہ اس نے اس عمر میں کتنی نمازیں قضا کی ہیں اور کتنے روزے چھوڑے ہیں۔ جتنی نمازیں و روزے ہوں فی روزہ و نماز دو کلو گندم یا اس کی جو قیمت موجودہ بنتی ہو وہ دینا ہوگی۔ سنن نسائی شریف میں ہے "عن بن عباس قال (( **لا يصلي أحد عن أحد ولا يصو**
**أحد عن أحد ولكن يطعم عنه مكان كل يوم مدا من حنطة**)) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے اور نہ ہی روزہ رکھے مگر ہر روز گندم کا ایک نصف صاع اس کی طرف سے ادا کردے۔

(سنن نسائی شریف، جلد2، صفحہ175، حدیث نمبر 2918، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میت کی طرف سے فدیہ ادا کرنے کے بارے میں حدیثوں کی مستند کتاب سنن ترمذی شریف میں ہے "عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال (( **من مات وعليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مس**
ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ''جو مر جائے اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء من الکفارۃ، جلد2، صفحہ89، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

ایک شخص ایسا ہی کہ اس پر بالفرض 30 سال کی نمازیں و روزے باقی ہیں۔ ان نمازوں اور روزوں کے کفارے کی

قیمت لاکھوں روپے بنتی ہے ۔اگر مرنے والا کافی جائیداد چھوڑ کر گیا اور کفارے ادا کرنے کی وصیت کر کے گیا ہے پھر تو اس کی تہائی جائیداد میں سے ان کی ادائیگی کی جائے گی۔اگر مرنے والا کوئی جائیداد نہیں چھوڑ کر گیا ،اب ورثہ اس کی نمازوں اور روزوں کا کفارہ دینا چاہتے ہیں تو فقہائے کرام نے دین میں آسانی کے تحت ایک صورت بتائی ہے کہ ورثہ جتنا پیسہ ہوسکتا ہے اسے کچھ نمازوں وروزوں کا حساب لگا کر کسی فقیر کو صدقہ کردیں ،وہ فقیر لے کر اپنی خوشی سے ورثہ کو واپس کردے ،پھر ورثہ بقیہ نماز و روزے کا حساب لگا کر پھر فقیر کو صدقہ کریں ،وہ فقیر پھر اپنی خوشی سے واپس کردے ،اسی طرح کرتے رہیں کہ مقررہ نماز وروزوں کا کفارہ ہوجائے ۔اسقاط کا حیلہ بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں:''اسقاط کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر میت پر نماز روزہ قضا ہیں اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالت وصیت اس کا فدیہ ادا ہو سکے یا وصیّت نہ کی اور سب ورثا ادائے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں اس کے تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہوسکتا ہے ۔مثلاً فرض کرو کہ چہارم کی قدر ہے تو ثلث مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دیں فقیر اس سے لے کر پھر وارث کو ہبہ کردے یہ پھر بہ نیت فدیہ دے فقیر پھر لے کر ہبہ کردے اور ہر بار فقیر و وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہوجائے ۔ یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی سے قرض لے کر اس کا الٹ پھیر کرلے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے ۔"فی الدر المختار لومات وعلیه صلوٰت فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلوٰة نصف صاع من بر کالفطرة وکذاحکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث ماله ولولم یترك مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلا ویدفعه الفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم " درمختار میں ہے اگر کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے اور اس پر نمازیں ہیں اور وہ اپنے کفارہ کی وصیت کرجاتا ہے تو ہر نماز کے عوض فطرہ کی طرح گندم کا نصف صاع دیا جائیگا ،وتر اور روزہ کا بھی یہی حکم ہے اور یہ اس کے تہائی مال سے دیا جائے گا اور اگر میّت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو وارث نصف صاع قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر فقیر نصف وارث کو دے ،اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا عوض ہوجائے ۔

اس کے سوا یہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دے دیا کہ وہ تو بے بہا ہے یوں ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے بہا ہے مگر جو بے بہا یعنی کلام الٰہی کہ ورقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں ،نہ وہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اسی طرح قیمت معتبر ہوگی اور جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکر ادا ہوگا وھذا ظاھر جدا (یہ نہایت ہی واضح

ہے۔) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔''

(فتاوی رضویہ، جلد8، صفحہ167، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بعض مسلمانوں کے ذہن میں وسوسہ آتا ہے یہ حیلہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کئی شرعی مسائل میں ضرورۃً حیلہ کیا جاتا ہے اور اس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے۔حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کی بیماری کے زمانے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بار خدمت سراپا عظمت میں تاخیر سے حاضر ہوئیں تو آپ علیہ السلام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہوکر اسے سو کوڑے ماروں گا۔صحت یاب ہونے پر اللہ عزوجل نے انہیں سو تیلیوں کا جھاڑو مارنے کا حکم ارشاد فرمایا ﴿وَخُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے ماردے اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔ (سورۃ ص، سورۃ38، آیت44)

اسی طرح حیلے کے ثبوت پر کئی احادیث وواقعات ہیں۔جب نمازوں کا حساب لگا کر فقیر کو پیسے دیئے جاتے ہیں تو وہ فقیر کی ملکیت میں آجاتے ہیں وہ اس کا مالک ہوجاتا ہے، اب زبردستی اس سے وہ پیسے واپس نہیں لئے جاسکتے، اگر وہ اپنی خوشی سے وہی صدقے والی رقم دے تو یہ تحفہ ہوتی ہے۔اس پر صریح مسلم شریف کی حدیث پاک ہے "عن عائشة وأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلحم بقر فقیل هذا ما تصدق به علی بریرة، فقال هو لها صدقة ولنا هدیة'' ترجمہ:حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گائے کا گوشت پیش کیا گیا۔کسی نے کہا یہ وہی صدقے کا گوشت ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا گیا تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بریرہ کے لئے یہ صدقہ ہے اور (جب بریرہ نے یہ صدقہ لینے کے بعد ہمیں دے دیا تو) ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

(صحیح مسلم، باب إباحة الهدیة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد2، صفحہ755، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

وہابی لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے اس مذکورہ حیلے کا نہ صرف مذاق اڑاتے ہوئے بلکہ اسے غیر شرعی قرار دیتے ہیں۔جبکہ ان کے پاس اس کے غیر شرعی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ظہیر صاحب کا اس پر کلام اور اس کے ناجائز ہونے پر دلائل ملاحظہ ہوں:۔

بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ اگر کسی نے ساری زندگی نماز نہ پڑھی ہو روزے نہ رکھے ہوں، مرنے کے بعد دنیوی مال ومتاع خرچ کرکے اسے بخشوایا جاسکتا ہے۔جسے یہ لوگ حیلہ اسقاط کا نام دیتے ہیں۔اس کا

طریقہ ملاحظہ فرمائیں اور بریلوی ذہنیت کی داد دیں، میت کی عمر کا اندازہ لگا کر مرد کی عمر سے بارہ سال اور عورت کی عمر سے نو سال (نابالغ رہنے کی کم از کم مدت) کم کر دیئے جائیں۔ بقیہ عمر میں اندازہ لگایا جائے کہ ایسے کتنے فرائض ہیں جنہیں وہ ادا نہ کر سکا اور نہ قضا۔ اس کے بعد ہر نماز کے لیے صدقۃ فطر کی مقدار بطور فدیہ خیرات کر دی جائے، صدقۃ فطر کی مقدار نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ہے۔ اس حساب سے ایک دن کی وتر سمیت چھ نمازوں کا فدیہ تقریباً بارہ سیر ایک ماہ کا نو من اور شمسی سال کا ایک سو آٹھ من ہوگا۔103

قرآن کریم میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا﴾ بلاشبہ وہ ظالم جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ حقیقت میں اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں ایسے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کا کیا تک بنتا ہے۔ نماز و روزے کا فدیہ یتیموں کے مال سے نہیں دیا جاتا بلکہ اگر مرنے والا وصیت کر گیا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے دیا جاتا ہے یا بالغ ورثا اپنے پاس سے یہ فدیہ دینا چاہیں تو وہ دے سکتے ہیں۔ یہ آیت تو تب پیش کی جاتی کہ ہم نے کہا ہو کہ یہ یتیموں کے مال سے دیا جائے۔

نیز فرمایا ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی﴾ کسی کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔

یہ آیت بھی غیر محل میں پیش کی گئی ہے۔ جب مرنے والا وصیت نہ کر کے گیا ہو تو ورثہ پر فرض نہیں کہ وہ اس کا فدیے دیں۔ یہ تو ایک نیکی ہے جو ورثا اپنی خوشی سے مرنے والے کی طرف سے کرتے ہیں۔

نیز ﴿وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ انسان کو اسی کی جزا ملے گی، جو اس نے خود کمایا۔

یہ آیت بھی یہاں غیر محل میں ہے۔ اس آیت کو ایصال ثواب کے منکر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ جبکہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ میت کو ایصال ثواب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب احادیث میں صراحت کے ساتھ ایصال ثواب کا ثبوت ہے پھر اس طرح استدلال کرنا درست نہیں۔ شعب الایمان للبیہقی کی حدیث پاک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((من حج عن والدیہ بعد وفاتھما کتب لہ عتقا من النار وکان لـ عنھما اجر حجۃ تامۃ من غیر ان ینقص من اجورھما شیئا)) وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلاً کمی نہ ہو۔

(شعب الایمان، باب فی بر الوالدین، جلد10، صفحہ304، مکتبۃ الرشد، بالریاض)

مگر بریلوی حضرات نے نامعلوم یہ حیلے کہاں سے اخذ کیے ہیں؟ ان کا ماخذ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تو ہوسکتا ہے، شریعت اسلامیہ میں ان کا کوئی وجود نہیں، کہتے ہیں اپنے عزیزوں کو بخشوانے کے لیے اتنی دولت شاید ہی کوئی خرچ کرے۔ پھر اس میں تخفیف کے لیے دوسرے کئی حیلے بیان کرتے ہیں تا کہ اسے استطاعت سے باہر سمجھ کر بالکل ہی ترک نہ کردیا جائے۔ جو لوگ ان حیلوں کے قائل نہیں، ان کے متعلق ان کا ارشاد ہے کہ: ''وہابی وغیرہ کو دنیا سے رخصت ہونے والوں کے ساتھ نہ کوئی خیر خواہی ہے اور نہ فقراء وغرباء (بریلوی ملاؤں) کے لیے جذبہ ہمدردی۔ اگر کوئی شخص حساب کے مطابق فدیہ ادا کرے، تو کیا اچھا ہے۔'' 107

اگر ہر محلے کے لوگ اپنے اعزا کو بخشوانے کے لیے ان حیلوں پر عمل شروع کردیں تو ان ملاؤں کی تو پانچوں گھی میں ہوجائیں۔ ان حیلوں سے بے نمازوں اور روزہ خوروں کی تعداد میں اضافہ تو ہوسکتا ہے، بریلوی اکابرین کی تجوریاں تو بھر سکتی ہیں، مگر عذاب کے مستحق مردوں کو بخشوایا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ ان حیلوں کا نہ قرآن میں ذکر نہ حدیث میں۔ جس نے دنیا میں جو کمایا، آخرت میں اس کا پھل پائے گا۔ اگر نیک ہے تو اسے حیلوں کی ضرورت نہیں اور اگر بد ہے تو اسے ان کا کوئی فائدہ نہیں۔

ظہیر صاحب نے تو اس کتاب میں جھوٹ بولے ہی ہیں مترجم صاحب دو ہاتھ آگے ہیں۔ یہاں صریح جھوٹ لکھا ہے۔ ظہیر صاحب کی کتاب میں یہ جملے اور یہ حوالہ ہے ہی نہیں، مترجم صاحب نے اپنی طرف سے حوالہ اور جملے شامل کردیے۔ جس شخص کا اپنا یہ حال ہے کہ جھوٹا اور خیانت کرنے والا ہے وہ خود کو شریعت کا پاسدار اور علمائے اہل سنت کو شریعت کے خلاف عمل کرنے والا کہہ رہا ہے۔ پھر جھوٹ بھی ایسا بولا کہ عقل نے کام بھی نہیں کیا۔ دھکے سے فقراء کی جگہ لفظ مولوی ڈال دیا اور مولویوں کو رگڑا دینا شروع کردیا۔ اس کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ حیلے کا جو مسئلہ لکھا ہے وہ فقیر شرعی کے ساتھ ہے مولویوں کے ساتھ نہیں۔ پھر کیسے مولوی اس سے تجوریاں بھر سکتے ہیں؟ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حیلے کا مسئلہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنے پاس سے نہیں نکالا بلکہ انہوں نے کتب فقہ کی معتبر کتاب ''درمختار'' سے نقل کیا ہے۔ یہ مسئلہ درمختار کے علاوہ دیگر کتب فقہ جیسے فتاوی ہندیہ، خلاصۃ الفتاوی، الاشباہ والنظائر، بحرالرائق، عینی شرح کنز الدقائق، جامع الرموز، ظہیریہ، فتاوی قاضی خان، قرائد، جواہر القول وغیرہ میں موجود ہے۔ لیکن وہابی چالاکی دیکھیں کہ انہوں نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی کتب فقہ کا نام تک نہیں لیا اور اسے بریلوی علماء کی ایجاد قرار دے دیا۔ نور الایضاح کے الفاظ ہیں "وإن لم يف ما أوصى به عما عليه

یدفع ذلک المقدار للفقیر فیسقط عن المیت بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه للفقیر فیسقط بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر وهکذا حتی یسقط ما کان علی المیت من صلاة وصیـــام '' ترجمہ: اور اگر میّت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو وارث نصف صاع قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر فقیر نصف وارث کو دے، اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا عوض ہو جائے۔

(نور الایضاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی إسقاط الصلاۃ والصوم، صفحہ 90، المکتبۃ العصریہ)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنا

مسلمانوں میں رائج ہے کہ وہ اذان وغیرِ اذان میں لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ یہ مستحب عمل ہے جسے محدثین وفقہاء نے پسند کیا ہے۔ مختلف احادیث میں اس کی مختلف فضیلتیں بھی آئیں ہیں۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ''المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ'' میں فرماتے ہیں''مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عندسماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول اللّٰه مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت باللّٰه ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللّٰه تعالی عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول اللّٰه قال هذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْهِ شَفَاعَتِیْ وَلَایَصِحُّ ''یعنی مؤذن سے'' اشهد انّ محمداً رسول اللّٰه'' سُن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانبِ باطن سے چُوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دُعا پڑھنا''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه، وَرَسُوْلُه، رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبّاً وَبِالْاِسْلَامِ دِیناً وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیاً'' اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو'' اشهد انّ محمداً رسول اللّٰه '' کہتے سُنا یہ دُعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چُوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے۔

(المقاصد الحسنۃ، حدیث 1021، صفحہ 384، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے " اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم " کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی۔

(کفایت الطالب الربانی لرسالہ ابن ابی زید القیروانی، جلد1، صفحہ169، مطبوعہ مصر)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے سُن کر یہ دعا پڑھے " مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃَ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ '' اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دُکھیں۔

(المقاصد الحسنۃ، باب المیم، صفحہ 384، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح اور بھی کئی احادیث اس کے متعلق وارد ہیں۔یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں لیکن محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہیں اور اس سے مستحب ثابت ہو جاتا ہے۔امام شیخ الاسلام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ "الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم '' میں فرماتے ہیں "قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا " ترجمہ: محدثین وفقہاو غیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

(کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم، فصل قال العلماء من المحدثین، صفحہ8، دار الفکر، بیروت)

فقہائے کرام نے صراحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں "یستحب أن یقال عند سماع الأولی من الشهادة صلی الله علیك یا رسول الله، وعند الثانیة منها قرت عینی بك یا رسول الله، ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الإبهامین علی العینین فإنه علیه السلام یکون قائدا له إلی الجنة، کذا فی کنز العباد .قهستانی، ونحوه فی الفتاوی الصوفیة .وفی کتاب الفردوس "من قبل ظفری إبهامه عند سماع أشهد أن محمدا رسول الله فی الأذان أنا قائده ومدخله فی صفوف الجنة" ترجمہ: مستحب ہے کہ موذن کی پہلی شہادت پر " صلی اللہ علیك یا رسول

اللہ" کہا جائے اور دوسری پر "قَرَّتْ عَیْنِی بِكَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ" پھر انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہا جائے "اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" ایسا کرنے والے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کی طرف لے جانے میں قائد ہوں گے جیسا کہ کنز العباد، قہستانی اور فتاوی صوفیہ میں ہے۔ اور مسند الفردوس میں ہے جو "اشہد ان محمدا رسول اللہ "اذان میں سن کر انگوٹھوں کو چومے میں اس کا قائد ہوں اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔

(درمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، جلد1، صفحہ398، دار الفکر، بیروت)

امام احمد رضا خان نے اس مسئلہ پر بہترین کلام کرتے ہوئے پورا رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" لکھا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں: "حضور پُر نور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سُنتے وقت انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چُوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لئے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اُس کے ذمّہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاجِ دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما وعمل قدیم سلف صلحاسب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر وحضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن وحسین وحضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایۃ، مختصر الوقایۃ وفتاوی صوفیہ وکنز العباد وردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتبِ فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ430، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وہابی اس سے بہت زیادہ چڑ کھاتے ہیں اور بغیر دلیل اسے بدعت کہتے ہیں پھر ہمیشہ کی طرح ان احادیث کو موضوع کہتے ہیں۔ ظہیر صاحب کا کلام دیکھیں:۔

انگوٹھے چومنا بھی ایک بدعت ہے جس کا حدیث سے کوئی ثبوت نہیں۔ بریلوی حضرات اس بدعت کو ثابت کرنے کے لیے من گھڑت اور موضوع روایات ذکر کرتے ہیں۔ جناب بریلوی لکھتے ہیں: "حضرت خضر علیہ

السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' سن کر اپنے انگوٹھے چومے گا اور پھر اپنی آنکھوں پر لگائے گا، اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔'' 108

جناب احمد رضا نے اس روایت کو امام سخاوی سے نقل کیا ہے۔ جب کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کر کے لکھا ہے: ''اس روایت کو کسی صوفی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں جن راویوں کے اسماء ہیں وہ محدثین کے نزدیک مجہول اور غیر معروف ہیں۔ یعنی خود ساختہ سند ہے۔ اور پھر خضر علیہ السلام سے کس نے سنا ہے؟ اس کا بھی کوئی ذکر نہیں۔'' 109

یعنی امام سخاوی جس روایت کو صوفیاء کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اس پر تنقید کر رہے ہیں اور اسے موضوع روایت قرار دے رہے ہیں، جناب احمد رضا مکمل علمی بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک غیر اسلامی بدعت کو رواج دینے کے لئے اس سے استدلال کر رہے ہیں۔

کیا دور آگیا ہے کہ جو خود بددیانت ہے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسی ذات کو بددیانت کہہ رہا ہے۔ انہیں جملوں میں مترجم صاحب کی چند بددیانتیں ملاحظہ ہوں: ظہیر صاحب نے جہاں سے امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں ''غیر معروف ہیں یعنی خود ساختہ سند ہے۔'' مترجم صاحب نے کتنی چالاکی سے یہ الفاظ شامل کر دیئے تاکہ پڑھنے والے کو پتہ چلے کہ یہ خود ساختہ سند ہے۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے انگوٹھے چومنے پر کئی روایات نقل کیں اس میں حضرت خضر والی روایت میں یہ کلام کیا کہ اس کی سند مجہول ہے۔ سند کا مجہول ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ حدیث موضوع ہے۔ امام محقق جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں ''لو ثبتت جھالته لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع'' ترجمہ: یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

(لآلی مصنوعہ، صلوۃ التسبیح، جلد2، صفحہ38، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پھر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام احادیث کے آخر میں فرمایا ''ولا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء'' ترجمہ: اس میں سے کوئی حدیث بھی مرفوع نہیں ہے۔

(المقاصد الحسنہ، صفحہ606، دار الکتاب العربی، بیروت)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی ان احادیث کو موضوع نہیں کہا۔ بلکہ ظہیر صاحب نے بھی اس کلام کو نقل کر کے

موضوع نہیں کہا۔ لیکن مترجم صاحب نے پھر خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پاس سے لکھ دیا کہ "امام سخاوی اس حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔" یہ حال ہے مترجم صاحب کی دیانت کا۔

## وہابیوں کی انگوٹھے چومنے والی احادیث میں تحریف

امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وہ تمام روایات، جن میں انگوٹھوں کو چومنے کا ذکر ہے، وہ موضوع و من گھڑت ہیں۔" 110

اسی طرح امام سخاوی رحمہ اللہ، ملا علی قاری، محمد طاہر الفتنی اور علامہ شوکانی رحمہم اللہ وغیرہ نے ان تمام روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ 111

اس جملہ میں دو تحریفیں ہیں ایک ظہیر صاحب کی تحریف ہے اور ایک مترجم صاحب کی۔ مترجم صاحب کی یہ تحریف ہے کہ ظہیر صاحب نے لفظ "غیر ثابت" لکھا ہے اور مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ موضوع کیا ہے۔ جبکہ غیر ثابت کے مطلب موضوع نہیں۔ اگر کسی حدیث کے متعلق کوئی محدث یہ کہہ دے کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ موضوع ہے چنانچہ علامہ طاہر صاحبِ مجمع تذکرۃ "الموضوعات" میں امام سند الحفاظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں "ان لفظ "لایثبت" لایثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ " ترجمہ: کسی حدیث کو غیر ثابت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

(مجمع تذکرۃ الموضوعات، الباب الثانی فی اقسام الواضعین، صفحہ 7، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

شوکانی وہابی مولوی ہے اس لئے اس کا کہنا ہمارے اوپر حجت نہیں۔ باقی ظہیر صاحب نے جو امام سخاوی، ملا علی قاری، محمد طاہر فتنی رحمہم اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے انگوٹھے چومنے والی روایات کو غیر ثابت کہا ہے، بالکل غلط ہے۔ امام سخاوی و طاہر فتنی رحمہما اللہ نے فقط ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث کے متعلق فرمایا کہ وہ "صحیح نہیں" چنانچہ فرماتے ہیں "ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث أبی بکر الصدیق أنہ لما سمع قول المؤذن أشھد أن محمدا رسول اللہ قال مثلہ وقبل بباطن الأنملتین السبابۃ ومسح عینیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ولا یصح" ترجمہ: امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے الفردوس میں نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو آپ نے یہ دُہرایا اور دونوں شہادت کی

انگلیوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔

(تذکرۃ الموضوعات، صفحہ 34، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ)

ان کا اس حدیث کو غیر صحیح کہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح کہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ حدیث موضوع ہے۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعقِ محرقہ میں فرماتے ہیں "قول احمد انہ حدیث لایصح ای لذاتہ فلاینفی کونہ حسنا لغیرہ، والحسن لغیرہ یحتج بہ کمابین فی علم الحدیث'' ترجمہ: یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کریگا اور حسن اگر چہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علمِ حدیث میں بیان ہو چکا۔

(الصواعق المحرقہ، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم، جلد2، صفحہ536، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

امام بدرالدین زرکشی کتاب ''النکت علی ابن الصلاح'' پھر امام جلال الدین سیوطی ''لآلی مصنوعہ'' پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی ''تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ'' پھر علامہ محمد طاہر فتنی ''خاتمہ مجمع بحار الانوار'' میں فرماتے ہیں "بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین" ترجمہ: یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ موضوع کہنا تو اسے کذب وافتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفیِ حدیث لازم نہیں، بلکہ اُس کا حاصل تو سلبِ ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

(مجمع بحار الانوار، فصل وعلوسہ واصطلاحہ جلد3، صفحہ502، نولکشور، لکھنؤ)

یہی وجہ ہے کہ ''تذکرۃ الموضوعات'' میں محمد طاہر بن علی الصدیقی الہندی الفتنی انگوٹھے چومنے پر مروی روایات اور انگوٹھے چومنے کے فضائل نقل کر کے، اس عمل کو بہتر و مستحب جانتے ہوئے فرماتے ہیں "وقد جرب کل منھم ذلک" ترجمہ: یہ تمام آزمودہ ہیں۔

(تذکرۃ الموضوعات، صفحہ 34، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ)

انگوٹھے چومنے کے متعلق احادیث پر کلام کرتے ہوئے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے

ہیں "کل مایروی فی ھذا فلایصح رفعه البتة " ترجمہ: اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں۔

(الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (موضوعات کبریٰ)، صفحہ 316، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ اس مسئلہ پر تمام احادیث موضوع ہیں بلکہ فرمارہے ہیں کہ مرفوع نہیں ہے بلکہ حدیث موقوف ہے یعنی صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں انگوٹھے چومنے کو سنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں "قلت واذاثبت رفعه الی الصدیق رضی اللّٰه تعالی عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلاة والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین "یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنّت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (موضوعات کبریٰ)، صفحہ 316، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

پتہ چلا کہ مترجم اور ظہیر نے یہاں بھی تحریف سے کام لیا تھا اور ان بزرگوں کی طرف جھوٹ منسوب کیا تھا۔

جہاں تک امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا انگوٹھے چومنے کی روایات کو موضوع کہنا ہے تو قارئین کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ یہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے ہی نہیں چونکہ ظہیر صاحب نے جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو ''تیسیر المقال'' کے حوالے سے نقل کیا جبکہ تیسیر المقال امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب نہیں ہے۔ سنی عالم دین فضل اللہ صابری چشتی صاحب دیوبندی اور وہابیوں کی احادیث و دیگر کتب میں ہیرا پھیری پر اپنی تحقیقی کتاب ''تحریفات'' میں لکھتے ہیں: ''قارئین کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ امام سیوطی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسیر المقال نام سے کوئی کتاب لکھی ہی نہیں۔ ان محرفین نے نہ صرف ایک جعلی کتاب امام سیوطی کے نام گڑھ دی بلکہ ایک عبارت بھی گڑھ کر اس کتاب سے منسوب کردی۔ سب سے پہلا شخص جس نے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس جھوٹی کتاب کو منسوب کیا وہ بشر الدین قنوجی (متوفی 1234ھ) نام کا ایک غیر مقلد تھا۔ اس غیر مقلد مولوی نے اپنی کتاب "بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابھامین" میں تیسیر المقال نام کی ایک جعلی کتاب کو امام سیوطی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی مشہور تصنیف کشف الظنون میں امام سیوطی کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے، اس میں تیسیر المقال نام کی کوئی کتاب موجود نہیں۔''

(تعریفات، صفحہ159، فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن، دہلی)

یہ پیچھے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہابی علمائے اسلاف کی طرف جھوٹ بھی منسوب کردیتے ہیں۔بالفرض اگر انہوں نے ان روایات کو موضوع کہا بھی ہوتو مضر نہیں کہ دیگر محدثین رحمہم اللہ نے جب انہیں موضوع نہیں کہا تو کسی ایک محدث کا انہیں موضوع کہنا احادیث کو موضوع نہیں کردے گا۔کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی محدث اپنی رائے میں کسی حدیث کو موضوع کہہ دیتا ہے جبکہ وہ حدیث موضوع نہیں ہوتی چنانچہ خود امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ مضوعہ میں فرماتے ہیں "ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کمانبہ علی ذلک الائمۃ الحفاظ وطال مااختلج فی ضمیری انتقاؤہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقبھم بکلامہ ثم ان کان متعقبا بنھت علیہ ملخصا" ترجمہ: ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی (یعنی صحیح، ضعیف حدیثوں کو بھی امام جوزی نے موضوع کہہ دیا۔) مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کا حکم پرکھوں،تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

(اللآلی المضوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، خطبہ کتاب، جلد1، صفحہ9، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

خود وہابی مولوی علامہ شوکانی نے موضوعات پر کتاب لکھی جس میں کہا "وقد اذکر مالایصح اطلاق اسم الموضوع علیہ بل غایۃ مافیہ انہ ضعیف بمرۃ وقدیکون ضعیفا ضعفاً خفیفاً، وقدیکون اعلی من ذلک والحاصل علی ذکر ماکان ھکذا، التنبیہ علی انہ قدعد ذلک بعض المصنفین موضوعات کابن الجوزی فانہ تساھل فی موضوعاتہ حتی ذکر فیھا ماھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقدتعقبہ السیوطی بمافیہ کفایۃ، وقد اشرت الی تعقبات " ترجمہ:کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے،حتی کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کردیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف۔امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(الفوائد المجموعہ، خطبۃ الکتاب، صفحہ4، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بالفرض یہ تمام احادیث موضوع بھی ہوں تو کیا اب نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انگوٹھے چومنا ناجائز ہوجائے گا؟ یہ

کس حدیث میں آیا ہے یا کس محدث نے فرمایا ہے کہ جس مسئلہ پر موضوع حدیث ہو وہ کام مطلقاً کرنا ناجائز و بدعت ہے؟ جبکہ محدثین رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ جس فعل پر موضوع حدیث ہو اگر وہ فعل شریعت کے منافی نہیں تو اس کا کرنا جائز ہے۔علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ درمختار میں زیر قول رملی'' واما الموضوع فلایجوز العمل بہ بحال ''فرماتے ہیں''ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعة واما لو کان داخلا فی اصل عام فلامانع منہ لالجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام ''ترجمہ: جس فعل کے بارے میں حدیث موضوع وارد ہوا سے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعدِ شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگر چہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لئے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لئے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الطہارۃ، ج1، صفحہ75، دارالمعرفہ بیروت)

جیسے گلاب کا پھول سونگھنے پر درود پڑھنے کے متعلق ایک موضوع حدیث ہے،لیکن علماء نے فرمایا اگر کوئی پھول سونگھتے وقت درود پڑھے تو کراہت نہیں، اگر کوئی پڑھے گا تو ثواب پائے گا۔وضو کے اعضاء دھوتے وقت مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہے۔ملاعلی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں ان دعاؤں کے متعلق فرمایا''احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلھا باطلة'' ترجمہ: جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سب موضوع ہیں۔پھر فرمایا''ثم اعلم انہ لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان تکون مکروھة اوبدعة مذمومة بل انھا مستحبة استحبھا العلماء الاعلام والمشایخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام '' ترجمہ: پھر یہ جان رکھ کہ وضو کی دعاؤں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں۔علمائے عظام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

(الاسرار المرفوعة المعروف بالموضوعات الکبری، احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء، صفحہ480، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

نام پاک پر انگوٹھے چومنے تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور تعظیم نبی علیہ السلام بے شک بڑی نیکی ہے۔وہابیوں کو فقط خود کو اہل حدیث کہلوانے کا شوق ہے۔اصول حدیث کا انہیں کچھ پتہ نہیں۔

❁ لیکن جناب احمد رضا صاحب کو اصرار ہے کہ انگوٹھے چومنے کا انکار اجماع امت (بریلوی امت) کے منافی ہے۔112

مزید: ''اسے وہی شخص نا جائز کہے گا، جو سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جلتا ہے۔'' 113

جب محدثین وفقہائے کرام نے انگوٹھے چومنے کو نا جائز وبدعت نہیں کہا بلکہ صراحت کے ساتھ اسے مستحب فرمایا تو پھر کسی وہابی کی کیا مجال ہے کہ وہ خود ساختہ قانون کے تحت اسے بدعت کہے۔ وہابیوں کے پاس ایک بھی محدث یا ایک بھی فقیہ کا حوالہ نہیں جس نے اس فعل کو نا جائز کہا ہو۔ یہ واقعی وہابیوں کی دلی جلن ہے جسے وہ اس طرح بے تکی دلیلوں سے نکالتے ہیں۔

## عہدنامہ

مسلمانوں میں رائج ہے کہ وہ اپنے مرنے والے عزیز کے ساتھ عہدنامہ، شجرہ شریف وغیرہ متبرکات رکھتے ہیں کہ اس سے بخشش کی امید ہوتی ہے۔ متبرکات کے ساتھ دفن ہونا صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر بعد میں آنے والے بزرگانِ دین سے ثابت ہے اور فقہائے کرام نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ اسد الغابہ وغیرہا میں ہے "لما حضره الموت اوصى ان يكفن في قميص كان عليه افضل الصلوة والسلام كساه اياه، وان جعل ممايلى جسده، وكان عنده قلامة اظفاره عليه افضل الصلوة والسلام فاوصى ان تسحق وتجعل فى عينيه وفمه، وقال افعلوا ذلك وخلوبينى وبين ارحم الراحمين" ترجمہ: جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت آیا، وصیت فرمائی کہ انہیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمائی تھی اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے۔ ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کر کے ان کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دئے جائیں۔ فرمایا یہ کام انجام دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، باب المیم والعین، جلد5، صفحہ 201، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پر وہابی ہمیشہ کی طرح بغیر دلیل اسے بھی نا جائز وبدعت کہتے ہیں۔

بریلوی خرافات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں جس نے (لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ۔۔) یہ ساری دعاء لکھ کر میت کے کفن میں رکھ دی، وہ قبر کی تنگیوں سے محفوظ رہے گا اور منکر نکیر اس کے پاس نہیں آئیں گے۔'' 114

اسی طرح بریلوی حضرات نے ''عہدنامہ'' کے نام سے ایک دعا وضع کر رکھی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اس کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ اسے جس شخص کے کفن میں رکھا جائے، اللہ اس کے تمام گناہ معاف کردے گا۔'' 115

لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ وہابیوں نے ایک عمل جوحدیث پاک سے ثابت ہے اسے بریلوی خرافات کہہ دیا۔ اسی طرح ''عہدنامہ'' کو بریلوی ایجاد کہہ دیا جبکہ کثیر علمائے اسلاف کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا مستحب ہونا ثابت ہے۔ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے یہ حدیث بحوالہ نقل فرمائی اور عہد نامہ پر کثیر دلائل دیئے۔ آپ نے اس مسئلہ پر ایک پورا تحقیقی رسالہ بنام ''الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن'' (کفن پر لکھنے کے بارے عمدہ گفتگو) لکھا۔ اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''یہاں چار مقام ہیں:۔

اول: فقہ حنفی سے کفن پر لکھنے کا جزئیہ کہ بدرجہ اولیٰ قبر میں شجرہ رکھنے کا جزئیہ ہوگا اور اُس کے مؤید احادیث وروایات۔

دوم: احادیث سے اس کا ثبوت کہ معظمات دینیہ میں کفن دیا گیا یا بدن میت پر رکھی گئیں اور اسے مخلِ تعظیم نہ جانا۔

سوم: بعض متاخرین شافعیہ نے جو کفن پر لکھنے میں بے تعظیمی خیال کیا اس کا جواب۔

چہارم: قبر میں شجرہ رکھنے کا بیان۔ وباللہ التوفیق

**مقامِ اوّل:** ہمارے علماءِ کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اس کے لئے امیدِ مغفرت ہے۔

☆ امام ابوالقاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحیٰ تلمیذ شیخ المذہب سیدنا امام ابویوسف ومحرر المذہب سید امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح وروایت کی۔

☆ امام نصیر نے فعلِ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تائید وتقویت کی۔

☆ امام محمد بزازی نے وجیز کردری، علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اُس پر اعتماد فرمایا۔

☆ امام فقیہ ابن عجیل وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا۔

☆ بلکہ امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انہوں نے اپنے کفن میں عہدنامہ لکھے جانے کی وصیّت فرمائی اور حسب وصیّت ان کے کفن میں لکھا گیا۔

☆ بلکہ حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے

بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمہ شہادت لکھا۔

☆ بلکہ امام ترمذی حکیم الٰہی سیّدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ((من کتب ھذا الدعاء وجعلہ بین صدر المیت وکفنہ فی رقعۃ لم ی[illegible] القبر ولا یری منکرا و نکیراً و ھو ھذا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)) جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے ((لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم))

نیز ترمذی میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دُعا پڑھے ((اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّھَادَۃِ الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ [illegible] اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا بِاَنَّکَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَ[illegible] فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ لِیْ عَھْدًا عِنْدَکَ تُؤَدِّیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ)) تو فرشتہ اسے لکھ کر قیامت کے لئے اُٹھا رکھے، جب اللہ تعالیٰ اُس بندے کو قبر سے اُٹھائے ،فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں، انہیں وہ عہدنامہ دیا جائے۔

امام نے اسے روایت کر کے فرمایا ''وعن طاؤس انہ امر بھذہ الکلمات فکتبت فی کفنہ'' امام طاؤس کی وصیّت سے عہدنامہ اُن کے کفن میں لکھا گیا۔

امام فقیہ ابن عُجیل نے اسی دعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا ''اذا کتب ھذا الدعاء وجعل مع المیت فی قبرہ وقاہ اللّٰہ فتنۃ القبر وعذابہ'' جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اُسے سوالِ نکیرین وعذابِ قبر سے امان دے۔

یہی امام فرماتے ہیں ''من کتب ھذا الدعاء فی کفن المیت رفع اللّٰہ عنہ العذاب الی یوم ینفخ فی الصور وھو ھذا'' جو یہ دُعا میت کے کفن میں لکھے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سے عذاب اٹھا لے اور وہ یہ ہے ''اللھم انی اسألک یاعالم السر یاعظیم الخطر یا خالق البشر یاموقع الظفر یامعروف الاثر یا ذاالطول والمن یا کاشف الضر والمحن

یاالہ الاولین و الأخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی وصل اللھم علی سیدنا محمد وسلم "

ابن حجر مکّی نے اپنے فتاوی میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اُس کی برکت مشہور ومعروف ہیں، بعض علمائے دین سے نقل کیا کہ ''من کتبہ وجعلہ بین صدر المیت و کفنہ لاینال عذاب القبر ولاینالہ منکر ونکیر ولہ شرح عظیم وھو دعاء الانس، (وھو ھذا)'' جواسے لکھ کرمیّت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو، نہ منکر نکیر اُس تک پہنچیں اوراس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے اوروُہ چین وراحت کی دعا ہے۔(وہ دعا یہ ہے)''سبحٰن من ھو بالجلال موحد بالتوحیدمعروف وبالمعارف موصوف وبالصفۃ علی لسان کل قائل رب بالربوبیۃ للعالم قاھر وبالقھر للعالم جبار وبالجبروت علیم حلیم وبالحلم والعلم رؤف رحیم، سبحٰنہ کما یقولون وسبحٰنہ کما ھم یقولون تسبیحا تخشع لہ السمٰوٰت والارض ومن علیھا ویحمدنی من حول عرشی اسمی اللّٰہ و انا اسرع الحاسبین "

مصنف عبدالرزاق اوران کے طریق سے معجم طبرانی اوران کے طریق سے حلیہ ابونعیم میں ہے "اخبرنا معمر بن عبداللّٰہ بن محمد بن عقیل ان فاطمۃ رضی اللّٰہ تعالی عنھا لما حضرتھا الوفاۃ امرت علیا فوضع لھا غسلا فاغتسلت وتطھرت، ودعت بثیاب اکفانھا فلبستھا ومست من الحنوط ثم امرت علیا ان لاتکشف اذاھی قبضت وان تدرج کما ھی فی اکفانھافقلت لہ ھل علمت احدا فعل نحو ذلک قال نعم کثیر بن عباس، وکتب فی اطراف اکفانہ یشھد کثیر بن عباس ان لا الہ الا اللّٰہ '' معمر بن عبداللہ بن محمد بن عقیل نے ہمیں خبر دی کہ حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوادیا پھر نہائیں اورکفن منگا کر پہنا اورحنوط کی خوشبو لگائی، پھر مولیٰ علی کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اوراسی کفن میں دفن فرمادی جائیں۔ میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا؟ کہا ہاں کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اورانہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا: کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ "لا الہ الّا اللّٰہ"

وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے "ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبھۃ المیت اوعلی عمامۃ او کفنہ عھد نامہ، یرجی ان یغفراللّٰہ تعالی للمیّت، ویجعلہ امنا من عذاب القبر " امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میّت

کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذابِ قبر سے مامون کرے۔

پھر فرمایا "قال نصیر هذه رواية في تجويز وضع عهدنامه مع الميّت وقد روى انه كان مكتوبا على افخاذ افراس في اصطبل الفاروق رضي الله تعالى عنه، حبس في سبيل الله" امام نصیر نے فرمایا: یہ میت کے عہدنامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے اور بیشک مروی ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا وقف فی سبیل اللہ۔

دُرمختار میں ہے "كتب على جبهة الميت وعمامة او كفنه عهدنامه يرجى ان يغفر الله للميّت اوصى بعضهم ان يكتب في جبهة وصدره بسم الله الرحمٰن الرحيم ففعل ثم رؤى في المنام فسئل فقال لما وضعت في المقبر جاءتني ملئكة العذاب فلمار أوا مكتوبا على جبهتي بسم الله الرحمٰن الرحيم قالو امنت من عذاب الله" مُردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھنے سے اُس کے لئے بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر "بسم الله الرحمن الرحیم" لکھ دیں، لکھ دی گئی۔ پھر خواب میں نظر آئے حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے میری پیشانی پر "بسم الله الرحمن الرحیم" لکھی دیکھی کہا تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔

فتاوی کبریٰ للمکی میں ہے "نقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذي مايقتضي ان هذا الدعاء له اصل وان الفقيه ابن عجيل كان يأمر به ثم افتى بجواز كتابته قياسا على كتابة لله، في نعم الزكوة" بعض علماء نے نوادر الاصول امام ترمذی سے وہ حدیث نقل کی جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ دُعا اصل رکھتی ہے۔ نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل اس کے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے، پھر خود انہوں نے اس کے جوازِ کتابت پر فتویٰ دیا اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے چوپایوں پر لکھا جاتا ہے للہ (یہ اللہ کے لئے ہیں)۔

اُسی میں ہے "واقره بعضهم بانه قيل يطلب فعله لغرض صحيح مقصود، فابيح وان علم انه يصيبه نجاسة" اس فتوے کو بعض دیگر علماء نے برقرار رکھا کہ غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا پس یہ جائز ہے اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی۔ "هذا ما اثر، ثم نظر و فيه نظر كما سيأتي وبالله توفيق" یہ انہوں نے نقل کیا پھر اس پر کلام کیا اور

اس پر کلام ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے اور توفیق خدا ہی سے ہے۔

**مقامِ دوم:** احادیث مؤیدہ۔ حدیث صحیح میں ہے بعض اجلہ صحابہ نے کہ غالباً سیّدنا عبد الرحمٰن بن عوف یا سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تہبند اقدس (جو کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور اجود الاجودین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہیں ملامت کی کہ اُس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس صلوات اللہ سلامہ علیہ کے پاس اور تہبند نہ تھا اور آپ جانتے ہیں حضور اکرم الاکرما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کسی سائل کو رَد نہیں فرماتے، پھر آپ نے کیوں مانگ لیا؟ انہوں نے کہا واللہ! میں نے استعمال کو نہ لیا بلکہ اس لئے کہ اس میں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا، آخر اسی میں کفن دیئے گئے۔

صحیح بخاری میں ہے "باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فلم ینکر علیہ" (باب: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جس نے کفن تیار کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا) " حدثنا عبداللّٰہ بن مسلمۃ فذکر باسنادہ عن سھل رضی اللّٰہ تعالی عنہ ان امراۃ جاءت النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم ببردۃ منسوجۃ فیھا حاشیتھا اتدرون ما البردۃ قالوا الشملۃ قال نعم قالت نسجتھا بیدی فجئت لاکسوکھا فاخذھا النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم محتاجاً الیھا فخرج الینا وانھا ازارہ، فحسنھا فلان فقال اکسنیھا ما احسنھا، قال القوم ما احسنت لبسھا النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم محتاجاً الیھا ثم سألتہ وعلمت انہ لا یرد قال انی واللّٰہ ماسألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللّٰہ ما سألتہ وعلمت انہ لایرد قال انی واللّٰہ ما سألتہ لالبسھا وانما سألتہ لتکون کفنی قال سھل فکانت کفنہ" حضرت عبد اللہ بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں خوبصورت بُنی ہوئی حاشیہ والی چادر لائی، تمہیں معلوم ہے کہ کون سی چادر تھی؟ انہوں نے جواب دیا وہ تہبند ہے، کہا ہاں۔ اُس عورت نے عرض کیا کہ میں نے خود یہ چادر بُنی ہے، آپ کو پہننے کے لئے پیش کرتی ہوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی خوشی سے قبول فرمائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو تہبند کی صورت میں پہن کر باہر تشریف لائے تو فلاں صحابی نے اس تہبند کی تحسین کی اور عرض کیا یہ کتنی اچھی ہے مجھے عطا فرما دیجئے۔ اس پر حاضرین نے اسے کہا تو نے اچھا نہیں کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے لئے پسند فرمائی تھی، تو نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ

علیہ الصلاۃ والسلام کسی سائل کو مایوس نہیں فرماتے سوال کرلیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم میں نے اسے پہننے کے لئے نہیں، اپنے کفن کے لئے طلب کیا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر مبارک اس سائل صحابی کا کفن بنی۔

بلکہ خود حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کفن میں اپنا تہبند اقدس عطا کیا اور غسل دینے والی بیبیوں کو حکم دیا کہ اُسے ان کے بدن کے متصل رکھیں۔ صحیحین میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے "قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم ونحن نغسل ابنته فقال (( اغسلنها ثلثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الآخرۃ کافورا فاذا فرغتن فاٰذنني )) فلما فرغنا اذناه فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنها ایاه " فرماتی ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے جب ہم ان کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں، فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ، یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ اور آخری بار کافور ملالینا، فارغ ہونے کے بعد مجھے اطلاع دینا۔ ہم نے جب غسل دے لیا تو حضور کو خبر دی۔ سرکار نے اپنا تہبند دیا اور فرمایا اسے اس کے بدن سے متصل رکھنا۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات (از شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) میں ہے "ھذا الحدیث اصل فی المتبرک باثار الصالحین ولباسھم، کمایفعله بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتھم فی القبر" یہ حدیث صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض ارادت منداُن کی قمیصوں کا کفن پہنتے ہیں۔

یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی قمیص اطہر میں کفن دیا۔ "رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححه وابونعیم فی الحلیة عن انس" اسے معجم کبیر ومعجم اوسط میں طبرانی نے اور ابن حبان اور حاکم نے بافادہ صحیح اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ "وابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه عن جابر" اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر سے۔ "وابن عساکر عن علی" ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔ "والشیرازی فی الالقاب وابن عبدالبر وغیرھم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم " القاب میں شیرازی نے، ابن عبد البر وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

روایت کیا۔

اورارشادفرمایا کہ میں نے انہیں اپنا قمیص مبارک اس لئے پہنایا کہ یہ جنّت کے لباس پہنیں۔ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ''قال لما ماتت فاطمۃ اُمّ علی رضی اللہ تعالی عنھا، خلع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قمیصہ والبسھا ایاہ، واضطجع فی قبرھا فلما سوی علیھا التراب قال بعضھم یارسول اللہ رأیناک صنعت شیئالم تصنعہ باحد، فقال انی البستھا قمیصی لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معھا فی قبرھا لاخفف عنھا من ضغطۃ القبر، انھا کانت احسن خلق اللہ نیعما الیّ بعد ابی طالب'' فرمایا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسدرضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا کُرتا اتارکر انہیں پہنایا اور ان کی قبر میں لیٹے۔جب قبر پر مٹی برابر کردی گئی تو کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج ہم نے آپ کو وہ عمل کرتے دیکھا جو حضور نے کسی کے ساتھ نہ کیا۔فرمایا اسے میں نے اپنا کُرتا اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اوراس کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ قبر کےدبانے میں اس سے تخفیف کروں، یہ ابوطالب کے بعد خلقِ خدا میں میرے ساتھ سب سے زیادہ نیک سلوک کرنے والی تھی۔۔۔

امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا''انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فخرج لحاجۃ فاتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخبأتہ لھذا الیوم، واخذرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من اظفارہ وشعرہ ذات یوم فاخذتہ، فخباتہ لھذا الیوم فاذا انامت فاجعل ذلک القمیص دون کفنی ممایلی جسدی وخذ ذلک الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی'' یعنی میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرف یاب ہوا، ایک دن حضور اقدس صلی للہ تعالیٰ وسلامہ علیہ، حاجت کے لئے تشریف فرماہوئے، میں لوٹا لے کرہمراہ رکاب سعادت مآب ہُوا۔حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کُرتا کہ بدنِ اقدس سے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وہ کُرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ناخن ومُوئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے۔جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا وموئے مبارک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اورآنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ

دینا۔

حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبد الرحمٰن روایت کی "قال حدثنا الحسن بن صالح عن هارون بن سعید عن ابی وائل قال كان عند علی رضی الله تعالی عنه مسك، فاوصی ان یحنط به، وقال علی وهوفضل حنوط رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم سكت علیه الحاكم، ورواه ابن ابی شیبه فی مصنفه قال حدثنا حمید بن عبدالرحمٰن به، ورواه البیهقی فی سننه، قال النووی اسناده حسن ۔ذكره فی نصب الرایة من الجنائز" انہوں نے کہا ہم سے حسن بن صالح نے حدیث بیان کی وہ ہارون بن سعید سے، وہ ابووائل سے راوی ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس مشک تھا وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حنوط کا بچاہوا ہے۔ اس پر امام حاکم نے سکوت کیا، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا، کہا ہم سے حمید بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی آگے سند دی ہے، اور اسے بیہقی نے سنن میں روایت کیا۔ امام نووی نے فرمایا اس کی سند حسن ہے۔ اسے نصب الرایہ کتاب الجنائز میں ذکر کیا۔

ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی "قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالك رضی الله تعالی عنه هذه شعرة من شعر رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فضعها تحت لسانی، قال فوضعتها تحت لسانه فدفن وهی تحت لسانه ذكره فی الاصابة" یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ موئے مبارک سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو، میں نے رکھ دیا، وہ یوں ہی دفن کئے گئے کہ موئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے تھا۔ اسے اصابہ میں ذکر کیا گیا۔

دلائل النبوۃ بیہقی وابن عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی "عن انس بن مالك انه كان عنده عصیة لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فمات فدفنت معه بین جیبه وبین قمیصه" انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی وہ ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے اُن کے ساتھ دفن کی گئی۔

اُن کے سوا بنگام تتبع اور نظائر ان وقائع کے کتب حدیث میں ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ جیسے نقوش کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے یونہی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رداوقمیص خصوصاً ناخن وموئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ کل جزء جزء وشعرۃ شعرۃ منہ وبارک وسلم تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک

کرنا اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے جائز و مقرر رکھنا بلکہ بنفس نفیس یہ فعل فرمانا جوازِ مانحن فیہ کے لئے دلیل واضح ہے اور کتابت قرآن عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تفرقہ نہیں ہوسکتا کہ جب علت منع خوف تجنیس ہے تو وہ جس طرح کتابت قرآن کے لئے ممنوع ومحظور، یونہی لباس واجزائے جسم اقدس کے لئے قطعاً نا جائز ومحذور، پھر صحاح احادیث سے اسکا جواز بلکہ ندب ثابت ہونا بحکم دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیل کافی وللہ الحمد۔

**مقام سوم:** کفن پر آیات اسماء ادعیہ لکھنے میں جو شبہہ کیا جاسکتا تھا وہ یہی تھا کہ میّت کا بدن شق ہونا، اس سے ریم وغیرہ نکلنا ہے، تو نجاست سے تلوث لازم آئے گا۔ اس کا نفیس ازالہ امام نفیس نے فرمادیا کہ اصطبلِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا "حبس فی سبیل اللہ تعالی "وقف فی سبیل اللہ تعالیٰ ہے۔

جو احتمالِ نجاست یہاں ہے وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امر غیر موجود کا احتمال نیت صالحہ وغرض صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔۔۔ ہر جسم بوسیدہ نہیں ہوتا اولیاء، باعمل علماء، شہداء، طالبِ ثواب مؤذن، باعمل حافظِ قرآن، سرحد کا پاسبان، طاعون میں صبر کے ساتھ اور اجر چاہتے ہوئے مرنے والا، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا، ان کے بدن بگڑتے نہیں اسے علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں جامع الجنائز سے نقل کیا اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پھر صدیقین اور خدا کے محبین کو ذکر کرکے ان کی تعداد کامل دس کردی ہے اور میں نے ان دونوں قسموں کو لفظ اولیاء میں شامل کردیا۔۔ طبرانی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ سرکار نے فرمایا: مؤذنِ محتسب اپنے خون میں آلودہ شہید کی طرح ہے جب وہ مرتا ہے تو قبر کے اندر اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑتے۔

حافظ قرآن سے متعلق ابن مندہ کی حدیث ہے "عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ((اذا مات حامل القرآن اوحی اللہ الی الارض ان لا تاکلی لحمہ فتقول الارض ای رب کیف اٰکل لحمہ وکلامک فی جوفہ)) وفی الباب عن ابی ھریرۃ وابن مسعود"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب حافظ قرآن مرتا ہے خدا زمین کو حکم فرماتا ہے، اس کا گوشت نہ کھانا، زمین عرض کرتی ہے: اے رب! میں اس کا گوشت کیسے کھاؤں گی جبکہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے۔ ابن مندہ نے کہا اس باب میں حضرت ابو ہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی

روایت ہے۔

"و زاد فیہ الشیخ قید العامل بہ اقول بہ ولکن العامل بہ مرجولہ ذلک وان لم یکن حاملہ فقد اخرج المروزی عن قتادۃ قال بلغنی ان الارض لاتسلط علی جسد الذی لم یعمل خطیئۃ الا ان یقال ان وصف العامل بہ حامل للخطّاء التواب ایضا ثم الذی لم یعمل خطیئۃ ھو الصالح المحفوظ ولایشمل الصبی فیما اظن واللہ تعالی اعلم وبضم ھذا تمواعشرۃ وللہ الحمد نبی ، ولی ، عالم ، شھید ، مرابط ، میت طاعون ، مؤذن محتسبین، ذکار ، حامل القران، من لم یعمل خطیئۃ " شیخ نے اس پر'' قرآن پر عامل'' کی قید کا اضافہ کیا۔ اقول (میں کہتا ہوں) مگر عاملِ قرآن اگر حافظِ قرآن نہ ہو تو بھی اس کے لئے یہ امید ہے۔ مروزی نے قتادہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ زمین اس کے جسم پر مسلّط نہیں کی جاتی جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حاملِ قرآن کا وصف اس پر بھی صادق ہے جو خطاکار اور تائب ہو۔ پھر وہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا ایسا صالح ہوگا جو گناہ سے بالکل محفوظ رہا ہو اور یہ وصف میرے خیال میں بچّے کو شامل نہیں اور زیادہ علم خدائے برتر کو ہے۔ اب اسے ملا کر پورے دس ہوگئے۔ نبی، ولی، عالم شہید، مرابط (سرحد کا پاسبان)، میّت طاعون، محتسب مؤذن، بہت ذکر کرنے والا، حافظِ قرآن، وہ جس نے کوئی گناہ نہ کیا۔

"فان کان من نکفنہ احدھو لاء فذالک والا فمایدریک ان ھذاالمسلم لیس من اولیاء اللہ تعالی او لم ینل منازل الشھداء بل من الاشرار من لایتغیر جسدہ تشدیدا للتعذیب والعیاذ باللہ القریب المجیب" تو جسے ہم کفن دے رہے ہیں مذکورین میں سے کوئی ایک ہے تو حال واضح ہے ورنہ کیا معلوم کے یہ مسلمان اللہ تعالی کے اولیاء سے نہیں یا اسے شہداء کا درجہ حاصل نہیں، بلکہ اشرار میں بھی ایسے ہیں جن کا جسم اس لئے متغیر نہیں ہوتا کہ عذاب زیادہ سخت ہو۔ پناہ خدائے قریب مجیب کی۔۔۔

**مقام چہارم:** جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہ تبرکًا لکھنے کا جواز فقہًا وحدیثًا ثابت ہے تو شجرہ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے بلکہ بالاولیٰ، اوّل تو اسمائے محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے توسل وتبرک بلاشبہ محمود ومندوب ہے۔ تفسیرِ طبری پھر شرح مواہبِ لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے "اذا کتب اسماء اھل الکھف فی شیء والقی فی النار اطفئت" جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈالے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔

تفسیر نیشاپوری علامہ حسن محمد بن حسین نظام الدین میں ہے "عن ابن عباس ان اسماء اصحاب الکھف یصلح

للطلب والهرب واطفاء الحريق تكتب في خرقه ويرمى بهافي وسط النار ، وللبكاء الطفل تكتب وتوضع تحت راسه في المهد ، وللحرث تكتب على القرطاس وترفع على خشب منصوب في وسط الزرع وللضربان وللحمى المثلثة والصداع والغنى والجاه والدخول على السلاطين تشد على الفخذ اليمنى والعسر الولادة تشد على فخذها الا يسر، ولحفظ المال و الركوب في البحر والنجاة من القتل " یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحابِ کہف کے نام تحصیل نفع ودفع ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ایک پرچی پر لکھ کر آگ میں ڈال دیں، اور بچہ روتا ہو لکھ کر گہوارے میں اس کے سر کے نیچے رکھ دیں، اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کاغذ پر لکھ کر بیچ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اُس پر باندھ دیں، اور رگیں تپکنے اور باری والے بخار اور دردِ سر اور حصول تونگری و وجاہت اور سلاطین کے پاس جانے کے لئے داہنی ران پر باندھیں، اور دشواری ولادت کے لئے عورت کی بائیں ران پر، نیز حفاظت مال اور دریا کی سواری اور قتل سے نجات کے لئے۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں: جب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشا پور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابوذرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم وحدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا اپنا جمال مبارک ہمیں دکھائیے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمائیے۔ امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا پردہ ہٹالیں خلقِ خدا کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق خدا کی وہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاّتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امام مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کی حضور نے فرمایا "حدثني ابو موسى الكاظم عن ابيه جعفر الصادق عن ابيه محمدن الباقر عن ابيه زين العابدين عن ابيه الحسين عن ابيه على ابن ابى طالب رضى الله تعالى عنهم قال حدثنى حبيبى وقرة عينى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال حدثنى جبريل قال سمعت رب العزة يقول لا اله الاالله حصنى فمن قال دخل حصنى امن من عذابى " یعنی امام علی رضا امام ابو موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت

فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہاوہ میرے قلعہ میں داخل ہوا، میرے عذاب سے امان میں رہا۔

یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا، دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کئے گئے، بیس ہزار سے زائد تھے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''لو قرأت ھذاالاسناد علی مجنون لبرء من جننہ'' یہ مبارک سند (یعنی جن ہستیوں کے اس سند میں نام آئے ہیں) اگر مجنون پر پڑھوں تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو۔

اقول فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف قدست اسرارہم میں وہ برکات ہیں، حالانکہ وہ اولیائے عیسویین میں سے ہیں تو اولیاء محمدیین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کا کیا کہنا، اُن کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے؟ اے شخص! تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے۔ مسمّٰی کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے فرمایا کہ وجودِ شیء کی چار صورتیں ہیں ''وجود اعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں، تو ان دوشق اخیر وجود اسم ہی کو وجود مسمّٰی قرار دیا ہے بلکہ کتبِ عقائد میں لکھتے ہیں ''الاسم عین المسمی'' نام عین مسمّٰی ہے۔ امام رازی نے فرمایا ''المشھور عن اصحابنا ان الاسم ھو المسمّٰی'' مقصود اتنا ہے کہ نام کا مسمّٰی سے اختصاص کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے اور نام کی مسمّٰی پر دلالت تراشہ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے تو خالی اسماء ہی ایک اعلیٰ ذریعہ تبرک وتوسل ہوتے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کی اسناد اتصال بمحبوب ذوالجلال وبحضرت عزت وجلال ہیں جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور اللہ ومحبوب واولیاء کے سلسلہ کرام وکرامت میں انسلاک کی سند تو شجرہ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ توسل چاہئے؟ پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور امید گاہ مغفرت بنایا اور بعض شافعیہ کو اس میں خیال تجنیس آیا، شجرہ طیبہ میں اس کا خیال بھی لزوم نہیں۔ کیا ضرور کہ کفن ہی میں رکھیں بلکہ قبر میں طاق بنا کر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائینتی کی طرف سے آتے ہیں اُن سے پیشِ نظر ہو، خواہ جانبِ قبلہ کہ میت کے پیش رو رہے اور اس کے سکون واطمینان واعانت جواب کا باعث ہو، باذنہٖ تعالیٰ ولہ الحمد۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی رسالہ ''فیض عام'' میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمولِ بزرگانِ دین بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔۔۔''

(فتاوٰی رضویہ جلد9، صفحہ108، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❁ احمد یار لکھتے ہیں: ''عہدنامہ دیکھ کر میت کو یاد آجاتا ہے کہ اس نے نکیرین کو کیا جواب دینا

ہے؟'' 116

یہ بھی تحریف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔اصل عبارت یوں ہے:''قبر کے باہر سے میت کوتلقین کرنے کا حکم ہے کہ اللہ عزوجل کا نام اس کے کان میں پہنچ جائے تا کہ اس امتحان میں کامیاب ہو۔تو وہی اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کربھی مردے کو جواب نکیرین یاد آنے کی امید ہے۔یہ بھی ایک قسم کی تلقین ہے اورحدیث ((لقنوا موتاکم)) تلقین مطلق ہے،ہرطرح درست ہے لکھ کر کریا کہہ کر۔''

(جاء الحق،صفحہ347،نعیمی کتب خانہ،گجرات)

کتنافرق ہے دونوں باتوں میں مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں کہ امید ہے اوروہابی اس کے برعکس اپنے پاس سے لکھ رہے ہیں۔

## نمازِ جنازہ کے بعد دعا

ظہیر صاحب نے نماز جنازہ کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے اسے بھی ناجائز وبدعت کہا تھا۔لیکن مترجم صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے اس کو غائب ہی کردیا۔اب یہ کیوں کیا؟ یہ مترجم صاحب ہی بتا سکتے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے سمجھ لیا ہو کہ یہ دعا مانگنا جائز ہے۔واللہ اعلم۔بہرحال ہم خود ہی اس کا ذکر کرکے جواب دے دیتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر جو ایک مرتبہ فاتحہ شریف اور تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اور دعا مانگی جاتی ہے بالکل جائز ومستحب ہے۔اس کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔اللہ عزوجل سے مانگنا کیسے ناجائز وبدعت ہوسکتا ہے؟سلفاً وخلفاً ائمہ اہلسنّت وجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لئے دعا محبوب اورشرعاً مطلوب، دعا مانگنے پر احادیث مطلقاً وارد ہیں،جن میں کسی زمانہ کی قید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اورفلاں وقت ناجائز وممنوع۔حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں((اکثر الدعا)) دعا بکثرت کر۔

(المستدرک علی الصحیحین،کتاب الدعاء،جلد1،صفحہ 711،دار الکتب العلمیۃ،بیروت)

ابن حبان،طبرانی اوسط کی حدیث پاک ہے"عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((إذا سأل أحدكم فليكثر، فإنه يسأل ربه)) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کررہا ہے۔

(صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ذکر استحباب الإکثار فی السؤال ربہ جل وعلا فی دعائہ، جلد 3، صفحہ 172، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

پھر احادیث میں نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت موجود ہے۔ علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ایک نمازِ جنازہ پڑھائی تو حضرت عمر حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی، دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا((الصلوۃ علی الجنازۃ لاتعاد ولکن ادع للمیت واستغفرلہ)) نمازِ جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لئے دعا و استغفار کرلو۔

(البدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، فریضۃ صلوۃ الجنازۃ، وکیفیۃ فرضیتھا، جلد 1، صفحہ 311، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

نیز بدائع الصنائع اور مبسوط سرخسی میں ہے حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک جنازہ پر نماز سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہوکر اس کے لئے استغفار کیا۔ نیز انہی کتب میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہوکر بولے "ان سبقتمونی بالصلوۃ علیہ فلاتسبقونی بالدعاء لہ "یعنی آپ لوگوں نے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نمازِ جنازہ میں مجھ سے پہل کرلی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں تو مجھ سے پہل نہ کرو۔

(المبسوط، کتاب الصلوۃ، باب غسل المیت، جلد 02، صفحہ 67، دار المعرفۃ، بیروت)

اس سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نمازِ جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث میں آیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن مکفف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں "ثم مشی حتی اتاہ وقال اللھم عبدک وابن عبدک نزل بک الیوم فاغفرلہ ذنبہ ووسع علیہ مدخلہ فانا لانعلم منہ الاخیراوانت اعلم بہ" ترجمہ: پھر آپ اس کے پاس آئے اور اللہ کی بارگاہ میں اس کے لئے دعا کی کہ یا اللہ! اس کے گناہ معاف فرما اور اس کی قبر کو وسیع کردے، اے ہمارے رب ہم اس کے متعلق علاوہ خیر کے کچھ نہیں جانتے اور تو اس کو بہتر جانتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، فی الدعاء للمیت بعد ما یدفن ویسوی علیہ، جلد 3، صفحہ 20، مکتبۃ الرشد، الریاض)

اس کے باوجود وہابی حضرات نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو بدعت کہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے جنازہ میں دعا مذکور ہوتی ہے۔ وہابیوں کی یہ دلیل کوئی دلیل نہیں، کیا نماز کے اندر دعا نہیں ہوتی پھر بھی احادیث سے نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمازِ جنازہ کے بعد ان پر ستر مرتبہ دعا فرمائی۔ بنایہ شرح ہدایہ میں ہے "سقط بالمرۃ الواحدۃ فلم یتصور الثانی قضاء من عندنا

بلا توقیف، بخلاف الدعاء فإن التوقیف فیه باق کما بقی بالأمر بالصلاة علی رسول الله صلی الله علیه وسلم هذه علی سبیل الدعاء فإن قلت صلی النبی صلی الله علیه وسلم علی حمزة رضی الله عنه سبعین مرة۔ المراد من قول الراوی صلی علی حمزة سبعین مرة للمعنی اللغوی، وهو الدعاء، أی دعا سبعین مرة" **ترجمہ:** نماز جنازہ کا فرض کفایہ ایک مرتبہ پڑھنے سے ساقط ہوگیا اب دوسری مرتبہ جنازہ پڑھنے کی شرعا اجازت نہیں بخلاف دعا کے کہ جنازے کے بعد دعا مانگنے کی اجازت ہے۔ اگر تو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ نے ستر مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صلوٰۃ پڑھی تو اس سے مراد نماز جنازہ نہیں بلکہ دعا ہے کہ آپ نے ستر مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ستر مرتبہ دعا فرمائی۔

(البنایہ شرح الہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب الجنائز، جلد3، صفحہ 212، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

## کتبِ فقہ میں نمازِ جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت کی وجہ

ظہیر صاحب نے جو اسے ناجائز ثابت کرنے کے لئے دلائل دیئے وہ یہ ہیں:۔

شمس الائمہ حلوانی حنفی فرماتے ہیں: آدمی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کے لئے کھڑا نہ ہو۔

طاہر بخاری حنفی نے فرمایا: نماز جنازہ سے پہلے اور بعد دعا میں قرآن پڑھنے کے لئے کھڑا نہ ہو۔

ابن نجیم جن کا لقب ابو حنیفہ ثانی ہے وہ فرماتے ہیں: سلام کے بعد دعا نہ مانگی جائے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ مانگی جائے کہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا کرتی ہے۔

محمد بن شہاب حنفی فرماتے ہیں: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ ہوا جائے۔

یہ سب کتب حنفی میں موجود ہے اور ائمہ احناف نے فرمایا ہے۔ بریلوی جو حنفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور عمل اس کے خلاف ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ان تمام حوالوں میں سے ایک بھی جگہ یہ نہیں لکھا کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز و بدعت ہے، بلکہ صرف یہ فرمایا دعا کے لئے کھڑا نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان عبارات کو سیاق سباق کے بغیر عوام کو دھوکہ دینے کیلئے ذکر کیا گیا ہے ہم آپ کو اس کا صحیح معنی اور سیاق سباق بتاتے ہیں کہ فقہاء احناف نے اس دعا سے کیوں منع کیا ہے دراصل جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا مانگی جائے یا نہ مانگی جائے اس مسئلہ میں احناف و شوافع کا اختلاف ہے، امام شافعی کے

نزدیک نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا مانگی جائے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے ساتھ پھر دعا مانگی جائے ۔ابوالحسین یحیی بن ابی الخیر بن سالم العمرانی الیمنی الشافعی (المتوفی 558ھ)"البیان فی مذھب الإمام الشافعی" میں لکھتے ہیں"وذکر الشافعی فی موضع آخر :أنه إذا کبر الرابعة، قال:اللهم لا تحرمنا أجره، ولا تضلنا بعده"ترجمہ:امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ ارشادفرمایا کہ جب چوتھی تکبیر پڑھی جائے تو یہ دعا مانگی جائے:اے ہمارے رب ہمیں اپنی اجر سے محروم نہ کراور نہ ہمیں اس کے بعد گمراہ کر۔

(البیان فی مذھب الإمام الشافعی،باب الصلوٰۃ علی المیت،مسالۃ الدعاء بعد الرابعۃ،جلد3،صفحہ68،دار المنھاج،جدۃ)

**بعض فقہائے احناف نے بھی فرمایا کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے ساتھ دعا مانگنا مستحب ہے۔لیکن اصل مذہب احناف کا یہی ہے کہ دعا نہ مانگی جائے بلکہ تکبیر کے فوراً بعد سلام پھیر دیا جائے۔** الجوہرۃ النیرہ میں ہے"ولا یدعو بعدھا بشیء ویسلم تسلیمتین ولا ینوی المیت فیھما بل ینوی بالأولی من عن یمینه وبالثانیة من عن شماله کذا فی الفتاوی وبعض المشایخ استحسن أن یقال بعد التکبیرۃ الرابعة ﴿**ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرۃ حسنة وقنا عذاب النار**﴾ واستحسن بعضھم ﴿**ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ ھدیتنا**﴾الآیة وبعضھم ﴿**سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون**﴾إلی آخر السورۃ إلا أن ظاھر المذھب أن لا یقول بعدھا شیئا إلا السلام"ترجمہ:چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہ مانگے اور دونوں طرف سلام پھیرے۔سلام پھیرنے میں میت کی نیت نہ کرے بلکہ جو اس کے دائیں بائیں طرف لوگ ہیں ان کی نیت کرے جیسا کہ فتاوی میں ہے۔بعض مشائخ نے مستحسن جانا کہ چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا مانگے ﴿**رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ**﴾بعض نے کہا یہ دعا مانگی جائے ﴿**رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَیْتَنَا**﴾بعض نے فرمایا کہ یہ دعا مانگی جائے ﴿**سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ**﴾مگر فقہائے احناف کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سوائے سلام کے کچھ نہ پڑھا جائے۔

(الجوہرۃ النیرۃ،کتاب الصلوٰۃ،باب الجنائز،جلد1،صفحہ107،المطبعۃ الخیریۃ)

لہذا جتنے بھی فقہائے احناف نے جنازے کے بعد دعا مانگنے کی نفی فرمائی ہے وہ مذہب حنفی کی پیروی کرتے ہوئے نفی فرمائی کہ چوتھی تکبیر کے بعد اسی حالت میں کھڑے ہوکر دعا نہ مانگی جائے کہ یہ نمازِ جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہے جیسا کہ ملا علی قاری

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔شرع میں جہاں بھی اس قسم کی زیادتی کا شبہ ہو اس سے منع کیا جاتا ہے۔صحیح مسلم شریف میں ہے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی،سلام اِمام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے کھڑے ہوگئے،امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا کر فرمایا"لا تعد لما فعلت اذا صليت الجمعة فلا تصلها الصلاة حتى تكلم او تخرج فان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امرنا بذلك ان لا نوصل صلوة بصلوة حتى نتكلم او نخرج"
ترجمہ: اب ایسا نہ کرنا جب جمعہ پڑھو تو اُسے اور نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ بات کرو یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب الصلاۃ بعد الجمعہ، جلد2، صفحہ 601، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ جب جگہ بدل لی جائے یا بات کر لی جائے تو زیادتی کا شبہ دور ہو جاتا ہے۔ہمارے یہاں جو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی جاتی ہے یہ صفیں توڑ کر مانگی جاتی ہے،جس میں نہ زیادتی کا شبہ ہے اور نہ ہی اس کی ممانعت کی کوئی وجہ ہے۔البتہ ایک ممانعت کی وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ دعا زیادہ لمبی مانگی جائے،جبکہ یہ مانگی جانے والی دعا زیادہ طویل نہیں ہوتی انتہائی مختصر ہوتی ہے جو کہ جائز و مستحب ہے۔کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارت قنیہ وغیرہا لکھا"فاتحه ودُعا برائے میّت پیش از دفن درست است و همیں است روایت معموله كذافى الخلاصة الفقه"ترجمہ: میّت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ ودعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے۔ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔

(کشف الغطاء، فصل ششم نماز جنازہ، صفحہ40، مطبع احمدی، دہلی)

وہابیوں کو اگر فقہ سمجھنے کی صلاحیت ہوتی تو کبھی غیر مقلد نہ ہوتے۔

## قبر پر اذان

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز و مستحسن ہے۔احادیث سے ثابت ہے کہ جب مردے کو قبر میں اتارا جاتا ہے اس وقت منکر نکیر اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے تین سوالات کرتے ہیں،اگر یہ شخص ان سوالات کے جواب دیدے تو کامیابی وکامرانی اس کا مقدر ہوتی ہے اور اگر ان سوالات کے جوابات نہ دے سکے تو ناکامی ونامرادی اس کا مقدر ہوتی ہے۔چونکہ

شیطان مسلمان کا دشمن ہے یہ مسلمان کو بہکانے کیلئے وہاں بھی آپہنچتا ہے ۔ یہ بات بھی احادیث سے ثابت ہے کہ شیطان قبر میں آتا اور مسلمان کوسوالات کے جواب دینے میں پریشانی میں مبتلا کرتا ہے تا کہ یہ سوالات کے جوابات نہ دے کر خائب وخاسر ہو۔حدیث پاک میں ہے ((اذا سئل المیت من ربک تری لہ الشیطان فی صورۃ فیشیر الی نفسہ ای ورد سوال التثبیت لہ حین تسئل)) جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں اس لئے حکم آیا کہ میت کیلئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں ۔

(نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ،الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ ،جلد3، صفحہ 227، دار الجیل،بیروت)

حکیم ترمذی فرماتے ہیں "ویؤیدہ من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عند دفن المیت اللھم اجرہ من الشیطان فلو لم یکن للشیطان ھناک سبیل مادعا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بذلک ملخصا" ترجمہ:وہ حدیثیں جواسکی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الٰہی! اسے شیطان سے بچا۔اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دُعا کیوں فرماتے؟

(نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول،الاصل التاسع والاربعون والمائتان الخ جلد4، صفحہ162، دار الجیل،بیروت)

اور یہ امر بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اذان دینے سے شیطان بھاگتا ہے جونہی اذان کی آواز اس کے کان میں پڑتی ہے جس جگہ اذان دی جارہی ہو وہاں سے دور بھاگ جاتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے ((اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص)) ترجمہ: جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے ۔

(صحیح مسلم ،کتاب الصلوٰۃ ،باب فضل الأذان ۔۔ ،جلد1، صفحہ 291، دار إحیاء التراث العربی،بیروت)

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے ۔پھر خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا چنانچہ المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے "عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((إذا تغولت لکم الغول فنادوا بالأذان فإن الشیطان إذا سمع النداء أدبر وله حصاص))" ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو اذان پڑھو کہ بے شک جب شیطان اذان سنتا ہے تو پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے ۔

(المعجم الأوسط،باب المیم،من اسمہ محمد،جلد7،صفحہ256،دار الحرمین ،القاھرۃ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ثابت ہے کہ وہ میت کو دفناتے وقت دعا مانگا کرتے تھے چنانچہ ابن ماجہ وبیہقی سعید بن مسیّب سے راوی ہیں "قال حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعھا فی اللحدقال بسم اللّٰہ وفی سبیل اللہ فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطن ومن عذاب القبر ثم قال سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم " ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا" بسم اللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ "جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ادخال المیت القبر، جلد1، صفحہ495، دار احیاء الکتب العربیۃ الحلبی)

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں "کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم " ترجمہ: یعنی وہ مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں: الٰہی! اسے شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

(نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، الفصل التلسع والاربعون، جلد3، صفحہ 227، دار الجیل، بیروت)

پھر یہ بھی حدیث پاک سے ثابت ہے کہ اذان کے بعد مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اذا نادی المنادی فتحت ابواب السماء واستجیب الدعا " ترجمہ: جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعاء، حدیث رافع بن خدیج، جلد1، صفحہ 731، دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب اذان کے بعد میت کے لئے دعا مانگی جائے گی تو قبولیت کی زیادہ امید ہے۔ قبر مقام وحشت بھی ہے اور اذان دافعِ وحشت وباعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ ترجمہ کنز الایمان: سن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل۔

(سورۃ الرعد، سورۃ13، آیت 28)

ابونعیم وابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((نزل ادم بالھند فاستوحش فنزل جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام فنادی بالاذان)) ادم علیہ

الصلوٰۃ والسلام جنّت سے ہندوستان میں اُترے اُنہیں گھبراہٹ ہُوئی تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اُتر کر اذان دی۔

( حلیۃ الاولیاء، مرویات عمرو بن قیس الملائی، جلد5، صفحہ107، دار الکتاب العربی، بیروت)

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدّث دہلوی قدس سرہ ''لمعات شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں "قد سمعت عن بعض العلماء انہ یستحب ذکر مسئلۃ من المسائل الفقھیۃ" ترجمہ: میں نے بعض علما سے سُنا ( کہ دفن کے بعد قبر کے پاس ) کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح، الفصل الثانی من باب اثبات عذاب القبر، جلد1، صفحہ200، مکتبۃ المعارف العلمیہ، لاہور)

جب دفنانے کے بعد وہاں فقہی مسئلہ بیان کرنا مستحب ہے کہ یہ ذکر اللہ میں شامل ہے تو اذان میں ذکر اللہ بھی ہے۔ جب اذان کی شرع میں ممانعت نہیں، بلکہ اس کے کافی فوائد ہیں تو اس کی ممانعت کیسے درست ہوسکتی ہے؟ یہ اذان تو عین تعلیمات اسلام میں سے ہوئی۔ شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس مسئلہ پر ایک تحقیقی رسالہ بنام "ایذان الاجر فی اذان القبر" لکھا۔ اس میں فرماتے ہیں: ''امام احمد وطبرانی وبیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راویت کرتے ہیں "قال لما دفن سعد بن معاذ و سوی علیہ سبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسبح الناس معہ طویلا ثم کبر و کبر الناس ثم قالوا یا رسول اللہ لم سبحت قال لقد تضایق علی ھذا الرجل الصالح قبرہ حتی فرج اللہ تعالی عنہ" ترجمہ: جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو دفن کیا گیا اور قبر درست کر دی گئی، نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضور آپ نے تسبیح کیوں پڑھی؟ ارشاد فرمایا: اس نیک شخص پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے وہ تکلیف اس سے دور کی اور قبر کشادہ فرما دی۔ اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "ای مازالت اکبر و تکبرون و اسبح و تسبحون حتی فرجہ اللہ" حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر، سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔ اقول: (میں کہتا ہوں) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میت پر آسانی کیلئے دفن کے بعد قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارک اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا۔ غایت یہ کہ اذان

میں اس کے ساتھ اور کلمات بھی ہیں سو ان کی زیادت معاذ اللہ نہ کچھ مضر نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید و مقصود ہے کہ رحمت الٰہی اتارنے کیلئے ذکر خدا عزوجل کرنا تھا۔ دیکھو یہ بعینہٖ وہ مسلک نفیس ہے جو دربارہ تلبیہ اجلہ صحابہ عظام مثل حضرت امیر المومنین عمر و حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا۔ ہدایہ میں ہے "لاینبغی ان یخل بشیء من ھذہ الکلمات لانہ ھو المنقول فلاینقص عنہ، ولوزاد فیھا جاز لان المقصود الثناء واظھار العبودیة فلایمنع من الزیادة علیہ "یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں۔''

(فتاوی رضویہ جلد5، صفحہ656، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اذان صرف نماز کے لئے ہوتی ہے، جبکہ یہ درست نہیں۔ اذان نماز کے علاوہ کئی اور مقامات پر بھی ہوتی ہے جیسے بچہ کی پیدائش، آندھی، غم و پریشانی وغیرہ مواقع پر۔ مرقاۃ میں ہے "ویسن أیضا عن الھم و سوء الخلق لخبر الدیلمی عن علی رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حزینا فقال :(یا ابن أبی طالب إنی أراك حزینا فمر بعض أھلك یؤذن فی أذنك، فإنہ درأ الھم)قال فجربتہ فوجدتہ کذلك وقال کل من رواتہ إلی علی أنہ جربہ فوجدہ کذلك"ترجمہ: سنت ہے کہ کسی غمی اور بداخلاقی پر اذان پڑھی جائے۔ دیلمی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا اے علی! میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے۔ امام ابن حجر نے فرمایا میں نے اس عمل کو مجرب پایا۔ اور مزید فرمایا اس پر جتنی بھی راویتیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں سب مجرب (آزمائی ہوئی) ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الاذان، جلد2، صفحہ547، دار الفکر، بیروت)

بالفرض اگر یہ ساری دلیلیں نہ بھی ہوں تو صرف ایک دلیل قبر پر اذان دینے کے لئے کافی ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت نہیں۔ جب شرع میں اس کی ممانعت نہیں تو پھر کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ قبر پر اذان دینے کو ناجائز و بدعت کہے۔ لیکن وہابی اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس فعل کو بھی ناجائز کہتے ہیں۔

## قبر پر اذان کے متعلق فقہاء احناف کے اقوال

﴿ بریلوی حضرات کتاب وسنت اور خود فقہ حنفی کی مخالفت کرتے ہوئے بہت سی ایسی بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں جن کا سلف صالحین سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ان میں سے ایک قبر پر اذان دینا بھی ہے۔ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''قبر پر اذان دینا مستحب ہے، اس سے میت کو نفع ہوتا ہے۔'' 117

نیز: ''قبر پر اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور برکات نازل ہوتی ہیں۔'' 118

حالانکہ فقہ حنفی میں واضح طور پر اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قبر پر اذان وغیرہ دینا یا دوسری بدعات کا ارتکاب کرنا درست نہیں۔ سنت سے فقط اتنا ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت البقیع تشریف لے جاتے تو فرماتے ((السلام علیکم دار قوم مومنین کے علاوہ۔ الخ)) کچھ ثابت نہیں، ان بدعات سے اجتناب کرنا چاہئے۔'' 119 ﴾

ظہیر صاحب نے شروع سے لے کر اب تک یہی رٹ لگائی ہے کہ بریلوی حضرات کے عقائد ونظریات قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے خلاف ہیں۔ لیکن یہ صرف ان کا دعویٰ ہے، ابھی تک اسے ثابت نہیں کر پائے، حالانکہ اتنی زیادہ تحریفات بھی کی ہیں۔ جیسے یہاں قبر پر اذان دینے کو ناجائز وفقہ حنفی کے خلاف ثابت کرتے ہوئے علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ تحریف کے ساتھ پیش کیا ہے۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز قبر پر اذان دینے کو ناجائز نہیں کہا۔ پورا حوالہ یوں ہے "ویکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجة، بل أولى و كل ما لم يعهد في السنة، والمعهود منها ليس إلا زيارتها والدعاء عندها قائما كما كان يفعل صلى الله عليه وسلم في الخروج إلى البقيع ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، أسأل الله لي ولكم العافية واختلف في إجلاس القارئين ليقرء وا عند القبر والمختار عدم الكراهة" ترجمہ: قبر کے پاس سونا اور قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ صرف وہ عمل کیا جائے جو سنت سے ثابت ہے۔ سنت یہی ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگی جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں جا کر یہ دعا مانگا کرتے تھے اور ''السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، أسأل الله لي ولكم العافية'' کہا کرتے تھے۔ قاریوں کے قبر کے پاس قراءت کے لئے بٹھانے میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ (فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب الشہید، جلد 2، صفحہ 142، دار الفکر، بیروت)

اس پوری عبارت میں کہاں قبر پر اذان کو ناجائز کہا گیا ہے؟ یہاں تو زیارت قبور کا سنت طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ جب

زیارت قبور کے لئے جائے تو دعا کے علاوہ وہاں سونا اور قضائے حاجت کرنا درست نہیں۔قبر پر اذان دفنانے کے وقت دی جاتی ہے،زیارت قبور کے وقت نہیں۔پھر امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نہیں فرمایا جو بھی فعل سنت سے ثابت نہ ہو وہ ناجائز وحرام ہوگا۔بلکہ فرمایا بہتر یہی ہے کہ وہ کام کیا جائے جو سنت کے موافق ہو۔یہی وجہ ہے کہ جب قاریوں کے قبر کے پاس تلاوت کے لئے بٹھانے کا تذکرہ کیا تو سنت نہ ہونے کے باوجود فرمایا کہ یہ جائز ہے۔

﴿ امام شامی کہتے ہیں:"آج کل قبر پر اذان دینے کا رواج ہے۔اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ بدعت ہے۔"120 ﴾

یہاں پھر تحریف کی گئی ہے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز قبر پر اذان کو ناجائز نہیں فرمایا بلکہ یوں لکھا"فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد إشارة إلی أنه لا یسن الأذان عند إدخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر فی فتاویه بأنه بدعة"ترجمہ:اقتصار میں ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان پڑھنا سنت نہیں ہے جیسا کہ رائج ہے۔ابن حجر نے اپنے فتاوی میں اسے بدعت کہا ہے۔

(ردالمحتار علی درمختار، کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،جلد2،صفحہ235، دارالفکر، بیروت)

یہاں قبر پر اذان کو ناجائز نہیں کہا گیا بلکہ یہ واضح کیا کہ یہ عمل سنت نہیں ہے۔چونکہ بعض فقہائے کرام نے اسے سنت کہا تھا، اس لئے یہاں ان کے نظریے کا رَدّ فرمایا جارہا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے۔ہم پہلے ہی یہ کہہ چکے ہیں کہ قبر پر اذان فقط مستحب ہے،کوئی سنت وفرض وواجب نہیں۔ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا اسے بدعت کہنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ اسے سنت سمجھ کر پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شافعی ہیں اور شافعی مذہب کی کتب ہی میں اسے سنت کہا گیا ہے اور یہ اس کے سنت ہونے کی نفی فرمارہے ہیں چنانچہ علامہ شامی اسی کتاب میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں"(قوله: لا یسن لغیرها) أی من الصلوات وإلا فیندب للمولود وفی حاشیة البحر الرملی رأیت فی کتب الشافعیة أنه قد یسن الأذان لغیر الصلاة، کما فی أذان المولود، والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أو بهیمة، وعند مزدحم الجیش، وعند الحریق، قیل وعند إنزال المیت القبر قیاسا علی أول خروجه للدنیا، لکن رده ابن حجر فی شرح العباب"ترجمہ:نماز کے علاوہ اذان سنت نہیں ہے مگر بچے کے پیدائش کے وقت اذان دینا مستحب ہے۔حاشیہ بحر

الرملی میں ہے کہ میں نے شوافع کی کتب میں دیکھا کہ انہوں نے نماز کے علاوہ اذان دینے کو چند مواقع پر سنت کہا جیسے پیدائش کے وقت بچے کے کان میں، حالت غم، مرگی، غصہ، جب انسان بدمزاج ہو یا جانور بدک جائے لشکر کے پسپا ہونے کے وقت، آگ لگنے کے وقت، میت کو قبر میں رکھتے وقت پیدائش پر قیاس کرتے ہوئے۔ لیکن ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح العباب میں اس کا رَد فرمایا۔

(ردالمحتار علی درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان، جلد1، صفحہ385، دارالفکر، بیروت)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں اقوال نقل کئے ہیں۔ خود یہ نہیں فرمایا کہ قبر پر اذان ناجائز ہے۔ بس اس بات کی تائید کی ہے کہ نماز کے علاوہ کسی اور موقع پر اذان سنت نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو کام سنت نہ ہو وہ ناجائز ہو بلکہ کثیر مسائل ایسے ہیں جو سنت سے ثابت نہیں، پھر بھی مستحب ہیں جیسے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" یا اولیاء کرام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" لکھنا سب میں رائج ہیں یہاں تک کہ وہابی بھی لکھتے ہیں جبکہ یہ سنت سے ثابت نہیں، پھر بھی اسے مستحب کہا جاتا ہے چنانچہ تنویر الابصار میں ہے "یستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والاخیار وکذا یجوز عکسه علی الراجح" ترجمہ: صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے۔ تابعین اور بعد والے علماء کرام اور شرفاء کے لئے "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے اور اس کا الٹ بھی راجح قول کی بناء پر جائز ہے یعنی صحابہ کرام کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسروں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا۔

(تنویر الابصار مع رد المحتار علی درمختار، مسائل شتی، جلد6، صفحہ 754، دار الفکر، بیروت)

بلکہ علامہ شامی و دیگر فقہائے کرام رحمہم اللہ نے زبان کے ساتھ نماز کی نیت کو بدعت حسنہ فرمایا جبکہ اس طرح نیت کرنا نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام علیہم الرضون اور نہ ائمہ کرام رحمہم اللہ سے چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عن بعض الحفاظ لم یثبت عنه صلی الله علیه وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف أنه کان یقول عند الافتتاح أصلی کذا ولا عن أحد من الصحابة والتابعین، زاد فی الحلیة ولا عن الأئمة الأربع بل المنقول أنه صلی الله علیه وسلم کان إذا قام إلی الصلاة کبر (قوله بل قیل بدعة) نقله فی الفتح : وقال فی الحلیة : ولعل الأشبه أنه بدعة حسنة" ترجمہ: بعض حفاظ سے مروی ہے کہ اس طرح نیت کرنا کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں نہ کسی صحیح حدیث

سے ثابت ہے، نہ کسی ضعیف حدیث سے ثابت ہے اور نہ صحابہ وتابعین میں سے کسی سے مروی ہے۔ بلکہ حلیہ میں یہ بھی کہا گیا کہ چاروں ائمہ سے بھی یہ ثابت نہیں۔ بس اتنا ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔ جو اسے بدعت کہا گیا اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ، جلد1، صفحہ416، دار الفکر، بیروت)

ثابت ہوا کہ جو کام نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو، نہ صحابہ وتابعین و ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، وہ ناجائز نہیں ہوتا بلکہ مستحب بھی ہوسکتا ہے۔ یہی علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف ہے۔ لہٰذا قبر پر اذان کہنا اگر سنت نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز ہے بلکہ مستحب ہے اور یہ شروع میں واضح بھی کیا گیا ہے۔ فقہائے کرام نے اس کے سنت ہونے کی نفی فرمائی ہے، کسی نے بھی اسے ناجائز نہیں کہا، کیونکہ ناجائز ثابت کرنے کے لئے دلیل شرعی درکار ہوتی ہے چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ثبوت الکراهة إذ لا بد لها من دلیل خاص" ترجمہ: مکروہ ثابت کرنے کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطھارت، سنن الوضوء، جلد1، صفحہ124، دار الفکر، بیروت)

﴿ محمود بلخی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''قبر پر اذان دینے کی کوئی حیثیت نہیں۔'' 121 ﴾

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''جاء الحق'' میں جہاں قرآن وحدیث سے عقائد اہل سنت کو ثابت کیا وہاں وہابیوں کے اعتراضات کو خود سے نقل کر کے ان کے جواب بھی دئے ہیں۔ قبر پر اذان کے مسئلہ پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ اعتراض لکھا پھر اس کا جواب دیا۔ اس اعتراض میں انہوں نے محمود بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا پھر اس کا جواب دیا۔ لیکن ظہیر صاحب نے فقط اعتراض یہ سوچ کر نقل کرلیا کہ چلو اپنے دلائل کی تعداد بڑھے گی اور جو جواب مفتی صاحب نے دیا اسے نظر انداز کر دیا۔ مفتی صاحب نے جواب میں فرمایا ہے کہ محمود بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ تھے کہ قبر پر اذان دینا "لیس بشیء" یعنی کوئی چیز نہیں ہے یعنی کوئی فرض واجب وسنت نہیں ہے۔ کتب فقہ میں جب بھی کسی مسئلہ کے متعلق کہا جائے "لیس بشیء" اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ فعل مطلقا ناجائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہدایہ میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا کہ عرفہ کے دن لوگوں کا کسی اور میدان میں تشبیہ کی غرض سے کھڑا ہونا "لیس بشیء" کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کے تحت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ "لیس بشیء" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کھڑا ہونا فرض، واجب، سنت، مستحب نہیں بلکہ مباح میں سے ہے اور بعض

علماء نے اسے مستحب کہا ہے۔

فقہائے کرام جب کسی بدعت قبیحہ کا ذکر کرتے ہیں تو اسے صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے یا کم از کم اسے مکروہ لکھ دیتے ہیں۔قبر پر اذان کے مسئلہ میں کسی بھی فقیہ نے ناجائز تو کیا مکروہ بھی نہیں فرمایا، چونکہ بعض نے اسے سنت کہا تھا تو ان فقہاء کرام نے بس اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے۔چونکہ اذان میں اللہ عزوجل کا ذکر ہے اس لئے یہ مستحب تو ہوسکتی ہے، ناجائز کسی بھی اصول کے تحت نہیں ہوسکتی ۔وہابیوں میں دم ہے تو ایسا حوالہ لاکر دکھائیں جس میں کسی جید فقیہ نے اسے ناجائز کہا ہو۔

﴿ بہر حال یہ ہیں بریلوی حضرات کی وہ تعلیمات جو نہ صرف کتاب وسنت کے خلاف ہیں بلکہ فقہ حنفی کے بھی خلاف ہیں۔حالانکہ بریلوی قوم فقہ حنفی کا پابند ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں سنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔ ﴾

یہ وہابی خود کے احادیث پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جب کہ حال یہ ہے حدیث کو خرافات کہا جاتا ہے۔احادیث میں، جھوٹ ، بہتان، دھوکہ بازی سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس پر وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں،لیکن وہابیوں نے اس کتاب کو جھوٹ ، بہتان، تحریف سے بھر کر لوگوں کو اہل سنت سے بدظن کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔بلکہ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الکذوب قد یصدق "ترجمہ: بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔

(مجمع بحار الانوار،تحت لفظ صدق،جلد2، صفحہ239، نولکشور، لکھنو)

لیکن افسوس کہ یہاں یہ بھی متوقع نہیں ۔پچھلے باب میں ظہیر صاحب نے یہ بھر پور کوشش کی کہ بریلوی حضرات کے عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہیں اور اس باب میں تعلیمات اہل سنت کو فقہ حنفی کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اسے ثابت کرنے کے لئے انہوں نے جھوٹ ، بہتان اور تحریف کا بھر پور سہارا لیا،لیکن الحمد للہ! وہ ثابت نہیں کر پائے۔ان دو بابوں میں ان کے اپنے عقائد ونظریات واضح ہو گئے کہ وہابیوں کے نزدیک شرک وبدعت کی کوئی مستند تعریف نہیں ہے بلکہ وہ خود ساختہ تعریفیں بنا کر مسلمانوں کو شرک وبدعتی قرار دیتے ہیں۔اللہ عزوجل مسلمانوں کو ایسے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔آمین۔

**حوالہ جات(البریلویہ)**

103 غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط درج در بذل الجوائز، ص۳۴،طبع لاہور

104 (104 تا 106 قرآنی آیات )

107 حیلۃ الاسقاط، ص ۳۵

108 منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین مندرج در فتاوٰی رضویہ، ص ۳۸۳

109 المقاصد الحسنہ للسخاوی

110 تیسیر المقال، از امام سیوطی۔

111 ملاحظہ ہو تذکرۃ الموضوعات للفتنی، موضوعات ملا علی قاری، الفوائد المجموعۃ للامام الشوکانی

112 منیر العین در فتاوٰی رضویہ، جلد ۲، ص ۴۸۸

113 ایضاً، ص ۴۹۶

114 فتاوٰی رضویہ، جلد ۴، ص ۱۲۷

115 ایضاً، ص ۱۲۹

116 جاء الحق، ص ۳۴۰

117 فتاوٰی رضویہ، جلد ۴، ص ۵۴

118 جاء الحق، جلد ۱، ص ۳۱۵

119 ابر المقال فی قبلۃ الاجلال، ص ۱۴۳

120 بدر الانوار فی آداب الآثار، ص ۳۸

121 ایضاً، ص ۴۰

## حرفِ آخر

قارئین نے ظہیر صاحب کی پوری کتاب ''البریلویہ'' اور اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمایا، ایسا لگتا ہے کہ یہ کتاب نہیں بلکہ ایک جھوٹ و بہتان کا مقابلہ تھا جس میں یہ دیکھنا تھا کہ ظہیر صاحب اس کا زیادہ ارتکاب کرتے ہیں یا مترجم صاحب۔ ظہیر صاحب کی کتاب ''البریلویہ'' اور اس کا ترجمہ ''بریلویت'' معنوی تحریف سے تو بھرپور ہے، لیکن اس کتاب میں جو شرک، گمراہی، بدعت، جھوٹ، بہتان تحریفات ہوئیں، ان کی کم وبیش تعداد ملاحظہ ہو:۔

☆ اس کتاب میں صریح جھوٹ 20 ہیں۔

☆ صریح بہتان 39 ہیں۔

☆ صریح تحریفات 38 ہیں۔

☆ اس کے علاوہ پوری کتاب میں بریلوی علماء کرام کی 456 عبارات کو بطور اعتراض پیش کیا، جن کا قرآن وحدیث اور علمائے اسلاف کی روشنی میں جواب دیا گیا اور 69 اعتراضات ایسے تھے جو ان کے ہی وہابی مولویوں اور جن بزرگوں کو یہ بھی مانتے ہیں بلکہ اپنے پیشوا جانتے ہیں (مثلاً شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز رحمہم اللہ وغیرہ) پر تھے۔

☆ اس کتاب میں مختلف مواقع پر اہل سنت وجماعت بریلوی کے 14 افعال کو بدعت ٹھہرایا گیا، بعدِ جواب 9 مقامات پر ان کے اپنے ہی مولوی اور پیشوا بدعتی ٹھہرے۔

☆ 4 افعال کو گمراہی ٹھہرایا اور یہ 4 ہی افعال وعقائد ان کے سے ثابت کردیئے گئے۔

☆ 10 افعال وعقائد کو شرک کہا، جن میں 7 عقائد وافعال ان کے اپنے ہی پیشواؤں سے ثابت ہوئے۔

یہ ہے اس کتاب کی اصلیت! اس کے باوجود وہابیوں کے ہاں یہ ظہیر صاحب کی لازوال تصنیف ہے۔ واقعی جس گُرو کے ایسے چیلے ہوں اس گُرو کے جھوٹ، بہتان اور تحریفات پر کوئی زوال نہیں آسکتا۔ ایسی خباثتوں سے بھری پڑی کتاب کو پتہ نہیں کن عقل کے اندھوں اور جاہل صفت لوگوں نے سراہا ہے؟ مترجم صاحب نے مقدمہ کتاب میں ظہیر صاحب کے متعلق کچھ یوں کہا تھا: ''امید ہے ان شاء اللہ العزیز اس کتاب کا مطالعہ بہت سے احباب کے لیے راہ راست پر آنے کا ذریعہ ہوگا اور یہ بات مصنف مرحوم کے درجات کی بلندی کا باعث ہوگی۔'' یقیناً جب تک یہ جھوٹ و بہتان بھری کتاب چلتی رہے گی ظہیر صاحب کو اس کی جزا ملتی رہے گی اور ان کے درجاتِ عتاب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ایصال ثواب کے رائج طریقوں کو وہابیوں نے

نا جائز ٹھہرا دیا اور اس طرح کی مردود کتب کو وہابیوں نے اپنے لئے صدقہ جاریہ سمجھ لیا ہے۔

ظہیر صاحب اور ان کے پیروکاروں نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اور اہل سنت کو بدنام کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا، لیکن اللہ عزوجل اپنے پیاروں کی خود حفاظت فرماتا ہے اور جو اللہ عزوجل کے پیاروں کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں خود بدنام ہوجاتے ہیں۔ المعجم الاوسط کی حدیث پاک ہے ((عن أنس بن مالك، عن النبي صلى وسلم عن جبريل عن الله تعالى قال من أهان لي وليا فقد بارزني بالمحاربة)) انس بن مالک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے فرمایا جس نے میرے ولی کی اہانت کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

(المعجم الأوسط، باب الالف، من اسمه أحمد، جلد1، صفحه192، دار الحرمين، القاهرة)

اب ہم وہابیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ ہے کوئی مائی کا لال جو احسان الٰہی ظہیر کی ناموس بچانے کے لئے اس کتاب کا پورا تفصیلی جواب دے۔ بغیر جواب دیئے اور بغیر جھوٹ، بہتان اور تحریفات سے رجوع کئے اسی کتاب کو چھاپنا وہابیوں کی انتہائی بے شرمی ہوگی۔ جس طرح احسان الٰہی ظہیر نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام تراشی کی ہے، اس طرح ہم بھی کرسکتے تھے، لیکن اس سے اجتناب کیا گیا۔ فقط ایک وہابی مولوی حافظ عبد الرحمٰن مدنی کے چند ملفوظات احسان الٰہی ظہیر صاحب کے متعلق نقل کرتے ہیں۔ میاں فضل حق صاحب اہل حدیث پاکستان کے راہنما اور سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ان کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس پرچے کا شمارہ 3 اگست 1984ء ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اس میں صفحہ پانچ سے سات تک حافظ عبد الرحمٰن مدنی، فاضل مدینہ یونیورسٹی کا ایک مضمون ہے، جس کا عنوان ہے: ''احسان الٰہی ظہیر کے لیے چیلنج مباہلہ'' ذیل میں اس مضمون کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:۔ (اگلا کلام حافظ عبد الرحمٰن مدنی کا ہے۔)

''حقیقت یہ ہے کہ دنیا اس شخص (احسان الٰہی ظہیر) کی محبت میں نہیں، بلکہ اس کے شر سے بچنے کے لیے اسے سلام کرنے کی روادار ہے چنانچہ اس کے چھچھورے پن کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔ الحمد للہ! مجھے اس شخص کی طرح کسی احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود ہی مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یا دوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں۔ اس سلسلہ میں میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں، بلکہ میرے گواہ،

میرے اپنے شاگرد ہیں، جو خود احسان الٰہی ظہیر کے لیے عربی، اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الٰہی ظہیر ان کا نام دیئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اس کے نام سے شائع ہوں؟ جہاں تک عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے، ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا۔ چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی ظہیر کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ یہ شکایت اس کی کتابوں میں اردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔

مسجد چینیانوالی اور احسان الٰہی ظہیر کے سابق اہلِ محلّہ، ان دنوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند ٹکے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر یہ سکھلایا کرتا تھا کہ مجھے علامہ کہا کرو اور اب بھی اس شخص نے اپنی ذات سے دوستی یا دشمنی کا یہی معیار رقرار دے رکھا ہے کہ کون ان کے نام سے پہلے ''علامہ'' لگاتا ہے اور کون نہیں۔ ان خودساختہ علامہ صاحب کے کویتی سر پرستوں کو تو ہم نے مباہلہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے۔ اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں، بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے بدنامِ زمانہ کا اضافہ کر کے اس کو بھی شاملِ مباہلہ کرتے ہیں۔

یعنی: ۱۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطورِ رشوت یا برائے نام قیمت پر پلاٹ اور کاروں کے پرمٹ حاصل نہ کیے تھے؟

۲۔ یورپ کے نائٹ کلبوں میں پاکستان کے یہ علامہ صاحب ''رئیس التحریر مجلّہ ترجمان الحدیث'' کیا گُل کھلاتے رہے ہیں؟

۳۔ اس شخص کے وہ ''رازہائے دروں'' جو اس کی جلوتوں اور خلوتوں کے امین ساتھیوں کی شہادتوں سے منظرِ عام پر آنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، کیا یہ ان کی صداقت کے خلاف مباہلہ کر سکتا ہے؟

۴۔ اپنے گھر میں جوان نوکرانیوں کے قصوں کے بارے میں مباہلہ کی جرأت پاتا ہے؟

۵۔ حکومتِ عراق سے لاکھوں روپے آپ نے کس کارِ خیر کے سلسلہ میں وصول فرمائے تھے؟

۶۔حکومتِ سعودیہ کو ورغلانے کے لیے موجودہ حکومت پاکستان کی شیعہ حمایت کے بے بنیاد قصوں کے محاسبہ اور دونوں حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے متضاد کردار کو بھی شاملِ مباہلہ فرمالیجئے۔

۷۔شاہی مسجد لاہور کے حالیہ واقعہ ''یا رسول اللہ کانفرنس'' کے سلسلہ میں حکومتِ پاکستان کے خلاف پروپگینڈہ کے لیے حکومتِ سعودیہ کو رپورٹس دینے اور کویتی وفد سے طویل مجلس کو بھی عنوان مباہلہ کا شرف عنایت کیجئے۔

۸۔''البریلویۃ'' کے نام سے عرب ممالک میں ایک عربی کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت، لیکن انہی دنوں میں پاکستان کے بریلویوں سے اتحاد، جسے اخبارات نے ''سہ جماعتی اتحاد'' کا نام دیا۔اسی طرح ''الشیعہ والسنۃ'' لکھنے کے باوجود شیعہ علماء کے لیے عرب ممالک کے ویزے کے لیے کوششیں کرنے، نیز حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار کی والدہ کی وفات کی رسمِ قل میں شرکت، لیکن سٹیجوں پر اس رسم کو بدعت قرار دینے کو بھی موضوع مباہلہ بنالیجئے۔

۹۔ریس کورس کے لیے گھوڑوں پر شرطیں اور اس خلافِ اسلام کاروبار میں شرکت پر بھی مباہلہ کے سلسلہ میں نظر، کرم ہو جائے۔

۱۰۔کویتی وفد کی اعلیٰ حیثیت اور ان کی طرف سے کروڑوں روپے کے تعاون کے اعلانات کے پسِ پردہ حالیہ حکومتِ پاکستان کے خلاف، اسلام دشمن سیاسی تنظیموں کی سرپرستی اور ایم۔آر۔ڈی کو تقویت بھی مباہلہ میں شرکت کی اجازت چاہتی ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا الزامات، جناب علامہ (احسان الٰہی ظہیر) صاحب کے خلاف سماجی اور سیاسی حلقوں میں مشہور ہیں۔ان سے بعض رسائل وجرائد میں چھپ بھی چکے ہیں، لیکن حقیقت حال کی وضاحت نہ کی گئی اور ایک چپ میں ہزار بلائیں ٹال دی گئیں۔علاوہ ازیں ان جملہ ''خدمات'' کے ثبوت کے عینی شاہدان حضرت کے منہ پر یہ باتیں بیان کرنے کی خواہش رکھتے تھے، لیکن چونکہ بات مباہلہ تک پہنچ چکی ہے، اس لیے مباہلہ میں، مولویت کے لبادے میں اس فتنہ پرور آدمی کے کردار سے پردہ اٹھ ہی جانا چاہیے، جس کے باعث جماعتِ اہلحدیث کسی بھی شرعی مسئلہ میں اختلاف نہ رکھنے کے باوجود بُری طرح انتشار کا شکار ہوکر رہ گئی ہے۔درحقیقت مذکورہ بالا الزامات حکومت کے ریکارڈ اور عین (عینی) گواہوں کی شہادتوں سے ثابت کیے جاسکتے تھے، لیکن احسان ظہیر نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گھناؤنے کردار کو چھپانے کے لیے خود پہلا وار کرنا

مناسب سمجھا اور بوکھلا کر خود ہی مباہلہ کا چیلنج دے دیا، حالانکہ یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ اس مباہلہ کے ذریعے ہم سرخرو ہوں گے اور اس کے جھوٹوں اور بہتانوں، نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے یہ شخص جس کی دراز دستیوں اور زبان درازیوں کی ابتداء اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی اپنے انجام کو جلد پہنچنا چاہتا ہے۔''

(ہفتہ روزہ حدیث لاہور، صفحہ 5تا7، شمارہ 3 اگست 1984ء)

اگر آپ احسان الٰہی ظہیر صاحب کے خاتمے کے متعلق جان لیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ان کی زندگی کیسی ہوگی۔ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے **((وإنما الأعمال بالخواتيم))** ترجمہ: اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، جلد8، صفحہ124، دار طوق النجاۃ)

ظہیر صاحب کی یہ کتاب عام سنی مسلمانوں کے لئے ایک درس عبرت ہے کہ کس طرح وہابی صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح ثابت کر دیتے ہیں، احادیث و تاریخ میں تحریف کرتے ہیں، جھوٹی باتیں اور عقائد اہل سنت کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو ان سے بدظن کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شروع سے ہی علمائے اسلاف بدمذہبوں کی کتابیں پڑھنے، ان کی تقریریں سننے سے منع کرتے تھے، بلکہ محدثین رحمہم اللہ بدمذہبوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔ مسلم شریف میں ہے ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اجلہ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں '' لم يكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم '' ترجمہ: پہلے احادیث لینے میں اسناد کے متعلق سوال نہیں پوچھا جاتا تھا (یعنی یہ نہیں دیکھا جاتا تھا کس راوی سے مروی ہے بس حدیث لے لی جاتی تھی۔) پھر جب فتنے (فرقے) واقع ہوئے تو علماء فرماتے اپنی احادیث کے راویوں کے نام پیش کرو پھر جو اہل سنت ہوتے انکی روایت کردہ احادیث لے لی جاتیں اور بدمذہب کی روایت کردہ احادیث کو چھوڑ دیا جاتا۔

(مسلم شریف، مقدمہ، باب فی أن الإسناد من الدین، جلد01، صفحہ15، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

جتنے بھی فرقے بن رہے ہیں اور بنیں گے، ان کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے بنیادی عقائد کے متعلق علم نہیں، ہر کسی کی کتابیں پڑھتے ہیں، ہر کسی کی تقاریر سنتے ہیں اور فرقوں میں بٹتے جا رہے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے حدیث پاک مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا((**لا تقوم الساعة حتى تناكر القلوب ويختلف الأقاويل ويختلف الإخوان من الأب والأم في الدين**))ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دل آپس میں غیر مانوس ہو جائیں گے اور اقوال مختلف ہو جائیں گے۔ایک ماں باپ سے بھائی دین میں الگ الگ ہو جائیں گے۔

(کنز العمال، کتاب القیامۃ،الإکمال من أشراط الساعۃ الکبری ، جلد14، صفحہ297، مؤسسۃ الرسالہ،بیروت)

بعض کم علم لوگ ہر بدمذہب کی تقاریر سنتے ہیں،ان کی کتابیں پڑھتے ہیں اور آگے سے کہتے ہیں ''علم جہاں سے ملے لے لو۔'' جبکہ وہ غلطی پر ہوتے ہیں۔احادیث وروایات میں بدمذہبوں سے میل جول کو منع کیا گیا کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ ابن سیرین اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنن دارمی میں روایت ہے ''انہما قالا لا تجالسوا اصحاب الاھواء، ولا تجادلوھم ، ولا تسمعوا منہم'' ترجمہ: ان دونوں نے فرمایا کہ عقیدے میں خرابی والوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان کی بات سنو۔

(سنن دارمی ،باب اجتناب اھل الاھواء والبدع والخصومۃ ج1،صفحہ391،دار المغنی ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

بعض جو دین کا کم علم رکھنے والے سلح کایت ٹائپ کے لوگ خصوصا دنیاوی تعلیم یافتہ ،میڈیا والے کہتے ہیں کہ خود کو کسی فرقے میں شامل نہ کرو، اپنے آپ کو فقط مسلمان کہو۔ ان کو یہ پتہ نہیں کہ خود کو مسلمان تو قادیانی بھی کہتے ہیں،ہر فرقے والا خود کو مسلمان کہتا ہے،یزید بھی خود کو مسلمان کہتا تھا۔جو سنی ہوگا وہ یقیناً مسلمان ہوگا ، جیسے کوئی کہے میں لاہوری ہوں تو واضح ہے کہ وہ پنجابی بھی ہے،وہ پاکستانی بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں تہتر فرقے ہونے کی پیشین گوئی فرمائی وہاں ایک حق فرقے کی واضح نشاندہی فرمائی کہ وہ ایسا ہے جس میں میں اور میرے صحابہ ہیں، وہ تعداد میں زیادہ ہوگا۔ پھر اس فرقے میں رہنے کا حکم ہے۔آج پوری دنیا میں تمام فرقوں سے تعداد میں بڑھ کر اہل سنت ہی ہیں اور حنفی،شافعی،حنبلی،مالکی،چشتی،قادری، سہروردی، نقشبندی،اویسی وغیرہ سب عقائد کے لحاظ سے سُنّی ہیں۔صحابہ کرام سے لے کر اب تک تمام صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین،علماء،صوفیا،فقہاء رحمہم اللہ نے اہل سنت والجماعت کے حق ہونے کا ہی ارشاد فرمایا ہے۔تفسیر ابن کثیر میں ہے'' وھذہ الأمة أيضًا اختلفوا فيما بينهم على نحل كلها ضلالة إلا واحدة، وهم أهل السنة والجماعة، المتمسكون بكتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وبما كان عليه الصدر الأول من الصحابة والتابعين، وأئمة المسلمين في قديم الدهر وحديثه، كما رواه الحاكم في مستدركه أنه سئل، عليه السلام عن الفرقة الناجية

منهم، فقال ما أنا عليه (اليوم) واصحابي " ترجمہ: یہ امت بھی ان (یہود ونصاری) کی طرح دین کے معاملے میں اختلاف کرے گی، تمام کے تمام فرقے گمراہ ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے، وہ اہل سنت ہوں گے، جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھامے ہوں گے اور انہی عقائد پر ہوں گے جن پر صدر اول کے لوگ صحابہ کرام، تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مسلمین رحمہم اللہ شروع سے چلے آرہے ہیں۔ جیسا کہ امام حاکم نے مستدرک میں ایک حدیث روایت کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نجات والے فرقے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، فی تفسیر، سورۃ الروم، آیت30، جلد6، صفحہ317، دار طیبہ، الریاض)

امام ابن کثیر کو وہابی بھی مانتے ہیں، وہ کتنے واضح انداز میں اہل سنت فرقہ کو حق فرما رہے ہیں۔ بلکہ ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے جنتی ہونے کا فرمایا ہے چنانچہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی (المتوفی 548) رحمۃ اللہ علیہ "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں ((أخبر النبي عليه السلام ستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة، الناجية منها واحدة، والباقون هلكى قيل ومن الناجية؟ قال أهل السنة والجماعة قيل وما السنة والجماعة؟ قال ما أنا عليه اليوم وأصحابي)) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت تہتر 73 فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی جہنمی۔ کہا گیا کون سا فرقہ جنتی ہے؟ فرمایا اہل سنت والجماعت۔ کہا گیا اہل سنت والجماعت کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(الملل والنحل، جلد1، صفحہ11، مؤسسۃ الحلبی)

وہابیوں کا امام ابن تیمیہ چاروں ائمہ کرام علیہم الرضوان کا مسلک اہل سنت والجماعت ہونے کے متعلق لکھتا ہے "ومن اهل السنة و الجماعة مذاهب قديم معروف قبل ان يخلق الله ابا حنيفة و مالكاً و الشافعي و احمد فانه مذهب الصحابة" ترجمہ: ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے پیدا ہونے سے پہلے اہل سنت والجماعت کا مذہب قدیم ومشہور ہے، کیونکہ یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مذہب ہے۔

(منہاج السنہ، جلد1، صفحہ256، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس کے علاوہ کثیر احادیث ومستند دلائل ہیں جس میں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام، صوفیا کرام نے اہل سنت فرقے کو حق فرمایا۔ ایسے کئی اقوال کو فقیر نے اپنی کتاب ''دین کس نے بگاڑا؟'' میں نقل کیا ہے۔ اہل سنت کے علاوہ کوئی بھی فرقہ ایک

دلیل بھی صحابہ کرام ،تابعین یا ائمہ کرام سے پیش نہیں کرسکتا جس میں اہل سنت کے علاوہ کسی اور فرقے کو حق کہا ہو۔اہل سنت وہ واحد فرقہ ہے جو اہل بیت کو بھی مانتا ہے،صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی مانتا ہے اور اولیاء کرام کو بھی مانتا ہے۔ہر ایک کی اس کے مقام کے لحاظ سے تعظیم کرتا ہے۔آپ خود فیصلہ کریں کہ احسان الٰہی ظہیر صاحب نے پوری کتاب میں اپنے عقیدے پر وہ دلائل پیش کئے ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کم ہوتی ہو اور علمائے اہل سنت کی یہ شان ہے کہ وہ ان احادیث کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان واضح ہو۔وہابی ایسی دلیل پا کر خوش ہونگے جس سے مسلمانوں کو مشرک ثابت کیا جاسکے،یعنی کسی مومن کے مشرک ہونے پر خوش ہوتے ہیں اور اہل سنت وہابیوں کی اس باطل استدلال کا جواب دے کر مسلمان کو شرک کے الزام سے پاک کر کے خوش کرتے ہیں۔اب آپ فیصلہ کریں کون کس کام میں محنت کرتا ہے؟ کس کی محنت موافق اسلام ہے؟ حق سمجھنے کے لئے فقط یہی بات کافی ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہل سنت وجماعت سے منسلک رہیں اور بدمذہبوں سے دور رہیں۔آخر میں پھر عرض کئے دیتا ہوں کہ بریلوی کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ اصلی سنّی ہیں۔یہ نام دیگر فرقوں کے درمیان امتیاز قائم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔کئی گمراہ فرقے اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہتے ہیں جبکہ ان کے عقائد اہل سنت وجماعت سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔کوئی اپنے آپ کو بریلوی کہے لیکن عقائد اہل سنت وجماعت کے خلاف ہوں تو وہ ہرگز سنی بریلوی نہیں بلکہ گمراہ ہے۔

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں اور ہماری نسلوں کو اہل سنت وجماعت پر استقامت عطا فرمائے اور میری،میرے مرشدِ کامل،میرے اساتذہ کرام،میرے والدین،عزیز اقارب،دوست احباب،ناشر اور جمیع مسلمانوں کی مغفرت فرمائے اور جو بھی اس کتاب کے لکھنے،پڑھنے،عمل کرنے میں ثواب ہو وہ اِن سب کو پہنچائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وسلم

**ابو احمد محمد انس رضا قادری**

**خوشخبری:۔** جب یہ کتاب مکمل ہوئی تو ایک خوشخبری ملی کہ ''البریلویہ'' کتاب کے مترجم عطاء الرحمٰن ثاقب صاحب وہابی مسلک کو چھوڑ کر سنّی ہو گئے ہیں اور ان کے سنّی ہونے کا سبب سرمایہ اہل سنت کنز العلماء علامہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کا خطاب تھا جو انہوں نے ''عقیدہ توحید سیمینار'' میں کیا تھا، جس سے متاثر ہو کر وہ وہابی عقائد و نظریات سے تائب ہو گئے۔ ہمیں قوی امید ہے کہ جس طرح انہوں نے وہابی عقائد و نظریات سے توبہ کی ہے اسی طرح ''البریلویہ'' کتاب میں کی گئی غیر شرعی حرکات سے بھی توبہ کر لی ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حُجّیتِ فقہ

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

فقہ کی حجیت کا قرآن وحدیث سے ثبوت، فقہ کی تاریخ، فقہ کے بنیادی وثانوی مآخذ

اُصول فقہ اور اس کی تدوین، فقہی اختلافات کی وجوہات، اجتہاد وتقلید

غیر مقلدوں اور ان کی تفقہ کا تنقیدی جائزہ، فتویٰ کی اسلام میں حیثیت

عصر حاضر میں فقہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

مستقبل اور موجودہ دور کے نام نہاد مجتہد

**ابو احمد محمد انس رضا عطاری**

تخصُص فی الفقہ الاسلامی،الشہادۃُ العالمیۃ

ایم ۔اے اسلامیات،ایم ۔اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

**مکتبہ فیضان شریعت ،لاہور**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بدکاری کی تباہ کاریاں

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

زنا، لواطت، مشت زنی کے دنیاوی واخروی عذابات ونقصانات

زنا کا ثبوت وشرعی سزا، لواطت ومشت زنی کی شرعی سزا، مردہ سے بدکاری کی سزا

حرمتِ مصاہرت، زانیہ وحاملہ عورت سے نکاح، زنا کے اسباب، زنا کی روک تھام کے اقدام

**ابو احمد محمد انس رضا عطاری**
تخصُص فی الفقه الاسلامی، الشهادةُ العالمية
ایم۔اے اسلامیات، ایم۔اے پنجابی، ایم۔اے اردو

**مکتبہ فیضان شریعت ، لاہور**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# دفاع سُنّیت و حنفیت

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔
عقائد اہل سنت اور حنفی مذہب کا احادیث و آثار کی روشنی میں ثبوت
عقائد اہل سنت اور حنفی مذہب کی تائید میں موجود احادیث کی فنی حیثیت
غیر مقلدوں کے دلائل و اعتراضات کے جوابات

**ابو احمد محمد انس رضا عطاری**
تخصُص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیۃ
ایم ۔اے اسلامیات، ایم ۔اے پنجابی، ایم۔ اے اردو

**مکتبہ فیضان شریعت ،لاہور**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# قرض کے احکام

اس کتاب میں آپ پڑھیں گے۔۔۔

فقہ کے تمام ابواب میں موجود قرض کی صورتیں، قرض کے جدید مسائل

لیزنگ، بنک اور قرض، c,c (کیش کریڈٹ) حج وعمرہ بذریعہ بنک، چیک، انشورنس

سکیورٹی وایڈوانس، ملکی معاملات ور قرض، انعامی بانڈز، اسکیمیں، ٹیکس، گروی، لکی،

بولی والی کمیٹی، U,Fone Lone، Mony Exchangers (ہنڈی) ادائیگی قرض کے وظائف،

اس کے علاوہ اور بہت کچھ


**ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی**

تخصص فی الفقہ الاسلامی، الشہادۃ العالمیہ



**مکتبہ فیضان شریعت ، لاہور**